



# انوار البکيا

فی حیل

## لغات القرآن

حصہ اول

تالیف

علی محمد پی۔ سی۔ ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

النشر

مکتبہ سید احمد شہیدؒ

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# انوار البکایا

فی حِلِّ

## لغات القرآن

حصّ اول

تالیف

علی محمد ایدیشیل کمشنر ریٹائرڈ

الناشر

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکسیریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور



# الْإِنشَاءُ

میں اپنی اس تالیف کو مقصودِ کائنات تاجدارِ مدینہ  
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بابرکت  
نام کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ  
نے فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا  
مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ  
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ  
مُّبِينٍ ۝ اور میں اس کو اپنے لئے ذریعہ نجات و مغفرت سمجھتا  
ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔



نام کتاب	انوار البیان فی حل لغات القرآن
نام مؤلف	چوہدری علی محمد ریاضیڈ ایڈیشنل کمشنر
ناشر	مکتبہ سید احمد شہید، الکرم مارکیٹ اردو بازار لاہور
دوسرا ایڈیشن	۲۰۰۵ء
سرورق	حضرت سید نفیس شاہ صاحب زید مجدد ہم
کتابت	عبدالرشید میلسوی جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور
تعداد	ایک ہزار
مطبع	عظیم علیم پرنٹرز داتا دربار روڈ لاہور
قیمت	



## پیش لفظ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِكَ الْكَرِيمِ آمَّا بَعْدُ!

.....

یہ کتاب قرآن حکیم کے اُن طالب علموں کے لئے لکھی گئی ہے جو زبانِ عربی کا کم از کم ابتدائی علم رکھتے ہوں اور صرف و نحو کی مبادیات سے واقف ہوں اور اس سلسلہ میں مزید معلومات کے خواہشمند ہوں۔ یہ کتاب نہ صرف اُن کو قرآنی عبارت کے مختلف الفاظ اور جملوں کی تعلیل صرفی اور ترکیب نحوی میں مددگار ثابت ہوگی بلکہ ربط الفاظ و آیات میں بھی معاونت کرے گی۔

عام لغات (ڈکشنری) کی کتابوں میں الفاظ کے مواخذ و معنی بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور ان کے صرفی و نحوی پہلو کو چھوڑ دیا گیا ہے اس طرح طالب علم، نہج عبارت اور نشست الفاظ کی اصولی وجوہ سے ناواقف رہ جاتا ہے۔ بقول مولانا محمد نذیر عرشی مصنف مفتاح العلوم شرح مشنوی مولانا روم رحمہ اللہ:

”ترکیب نحوی نہ جاننے والے لوگوں کی زبان دانی کی مثال اس کوتاہ نظر راہرو کی سی ہے جس کی نظر پگڈنڈی کے صرف اتنے ہی حصے پر ہے جو اس کے پاؤں کے سامنے ہے اور وہ اس تسلسلِ نظر کے ساتھ اپنی مسافت طے کرتا جا رہا ہے بخلاف اس شخص کے جو جانتا ہے کہ یہ کلمہ فعل ہے یہ فاعل ہے یہ اسم موصول ہے یہ جملہ اس کا صلہ ہے، یہ کلمہ مقدم آنا واجب ہے اور یہ مؤخر ہونا چاہئے اس کلمہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے اس کا مرجع یہ ہے وغیرہ وغیرہ، اس پر عبارت کا مطلب و مدعا خود بخود آیت ہو جاتا ہے اور جب وہ عبارت کا ترجمہ کرتا ہے تو ایک مبصر کی حیثیت سے کرتا ہے اس کی مثال اس وسیع النظر اور دور بین راہرو کی سی ہے جس نے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے نقشہ کے ذریعہ، سفر ناموں کے مطالعہ سے اور واقفانِ راہ سے گفتگو کر کے تمام منازلِ سفر پر نظر ڈال لی ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس کا سفر خطر سے محفوظ ہو گا۔“

ایسی ہی وجوہات کو مد نظر رکھتے ہوئے ضروری الفاظ، جملوں اور آیات کی صرفی و نحوی لحاظ سے وضاحت کر دی گئی ہے اس طرح اصطلاحاً یہ کتاب نہ تو ایک لغات (ڈکشنری) ہے نہ تفسیر نہ ترجمہ، اس بناء پر اس کا نام **النوار البیان فی حل لغة القرآن** رکھا گیا ہے۔

سورت اور اس کی آیات کو یا آیات میں مندرجہ جملوں یا الفاظ کو اس ترتیب سے لکھا گیا ہے کہ پہلے



سورت کا نمبر دیا ہے اس کے بعد آیت کا نمبر ہے۔ ازاں بعد جملہ یا الفاظ کا حوالہ ہے۔ مثلاً ۳: ۱۱۹ میں ۳: سورة آل عمران کو ظاہر کرتا ہے اور ۱۱۹: سورة آل عمران کی آیت ۱۱۹ کو، اور اس آیت میں مندرج مشکل الفاظ کو اس آیت کے محاذ درج کیا ہے۔

چونکہ اس کتاب میں صرف مشکل الفاظ کی تشریح کی گئی ہے لہذا ضروری نہیں کہ ہر سورة یا ہر پارہ اس کے اپنی الفاظ سے شروع ہو جو قرآن میں ہیں۔

جن کتابوں سے کتاب ہذا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست آخر میں درج کی گئی ہے۔ چونکہ کتاب ہذا کا مقصد طالب علم کو قرآن حکیم کے سمجھنے میں معاونت کرنا ہے لہذا ان کتب سے دل کھول کر مدد لی گئی ہے۔ مؤلف کتاب ہذا کو اپنی کوتاہی علم کاشدات سے احساس ہے لہذا کتاب ہذا میں جو محاسن نظر آئیں ان کے لئے سزاوارتحسین وہ ہستیاں ہیں جن کے گلستان تصنیف سے خوشہ چینی کی گئی ہے البتہ جو خامیاں رہ گئی ہیں ان کے لئے ذمہ دار وہ خود مؤلف ہے جس کے لئے وہ بارگاہ ایزدی سے معافی کا خواستگار ہے۔

جملہ حقوق ہر قسم کی بندش سے مبرا ہیں یہ کتاب محض قرآن حکیم کی حقیر سی خدمت کے طور پر تحصیل ثواب کے لئے لکھی گئی ہے لہذا اس کو بہتر صورت میں پیش کرنے میں مؤلف کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ کتاب کا عنوان اور مؤلف کا نام بدستور باقی ہے صرف اس اسناد کا یاد دہانی کے طور پر کہ جب بھی کوئی قاری اس کتاب کو پڑھے مؤلف کے حق میں خدائے ذوالجلال کے حضور میں دعائے خیر کرے۔

## اعتذار

خداوند تعالیٰ کو کچھ ایسا ہی منظور تھا کہ جب تالیف کا کام آخری مراحل میں تھا تو مؤلف کو رعشہ کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ جس سے مؤلف کی کارکردگی اور قوت حافظہ بری طرح متاثر ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب کا مسودہ مکمل ہونے پر اس کو دوبارہ دیکھنے اور اغلاط کو درست کرنے کی طاقت نہ رہی۔

لیکن بایں ہمہ کتاب کی اہمیت و عظمت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے کرمفرما مولانا مبشر احمد صاحب استاذ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے سپرد کردی جنہوں نے ماشار اللہ پوری توجہ اور حسب استطاعت بشری نظر ثانی کر دی ہے جس کے لئے میں ان کا بیحد مشکور و ممنون ہوں۔

## مشورہ

وہ طالب علم جو قرآن حکیم کو لغات (ڈکشنری) یا امدادی کتابوں کا سہارا لے کر پڑھتے ہیں



ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نظریہ کے مطابق کسی مستند ترجمہ کو زیر نظر رکھیں  
تاکہ آیات کا ربط اور مضمون کا تسلسل قائم رہے

فقط والسلام

طالب دُعا  
راجی الرَّحْمَةِ اللّٰهِ عَلٰی مُحَمَّدٍ

غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَلِوَالِدَيْهِ



## تقریظ

یادگار سلف شیخ طریقت سلطان القلم جناب حضرت سید انور حسین شاہ  
صاحب مدظلہ العالی - خلیفہ حجاز حضرت راجپوری رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ -  
پیش نظر کتاب ”النُّوَارُ الْبَيَّانُ فِي حَلِّ لُغَاتِ الْقُرْآنِ“  
جو کہ چوہدری علی محمد صاحب زاد اللہ محاسنہ نے تقریباً عرصہ ۱۳ سال میں تصنیف فرمائی ہے  
لاریب بڑی محنت سے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ ہمارے مخدوم مولانا مفتی مبشر احمد صاحب  
زید مجدہم نے اداؤں تا آخر اس پر نظر ثانی فرمائی ہے جو اس کتاب کے قابل اعتماد ہونے کی دلیل ہے  
اللہ تعالیٰ مؤلف مدوح کی سعی مشکور فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے متمتع ہونے  
کی توفیق نصیب فرمائے۔



## تقریظ

حضرت العلامة المفتی مبشر احمد صاحب اُستاذ الحدیث

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ اقبال ٹاؤن لاہور

الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ

اجمعین ۵ اما بعد ۵

قرآن مجید کا اصلی موضوع انسان کے لئے ایسی راہنمائی فراہم کرنا ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ الہی زندگی گزار سکے۔ جو بعد کی زندگی کے لئے مفید ہو۔ جیسے کہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ نزول قرآن کا مقصد اصلی انسانوں کی تہذیب و تربیت اور ان کے عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ کی اصلاح ہے۔

قرآن کریم کی دو شانیں ہیں ایک شانِ تعبّد اور دوسری شانِ تدبیر۔

شانِ تعبّد کا مفہوم ہے کہ اس کی تلاوت کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور نبوت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ذکر ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِنَا کہ وہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتا، اور شانِ تدبیر کا مطلب ہے کہ اس میں غور و فکر اور نزول قرآن کے مقاصد کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونا تو اس کے لئے تعلیم قرآن کو ضروری قرار دیا گیا۔ اور یہ بھی مقاصد نبوت میں سے ایک مقصد ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ یعنی وہ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالاتِ حاضرہ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن کی گرمی کچھ مسلمانوں میں موجود ہے۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی عمومی زندگی کا تدبیر قرآن سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کہ پھر سے مسلمانوں کا تعلق قرآن نہیں سے جڑ جائے ہمارے محترم بزرگ جناب چوہدری علی محمد صاحب دام اقبالہ (بی لے آنرز) پی سی ایس رٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر نے قلم اٹھایا اور رات دن محنت کر کے اختصار کے ساتھ لغات قرآن کے حل کے لئے ایک مسودہ مرتب کیا جس کا نام انوار البیان فی حل لغات القرآن تجویز کیا۔

اس تالیف سے ان کا اولین مقصد تو نجاتِ اخروی ہے اور حصولِ رضائے الہی ہے۔

اور ثانیاً یہ مقصود ہے کہ شاید میری اس حقیر سی کاوش سے مسلمان استفادہ کر کے تدبیر قرآن کی طرف راغب ہو جائیں اور اپنی آخرت بھی سنوار لیں۔



چوہدری صاحب موصوف کی اس تالیف کو بندہ نے حرفاً پڑھا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ تالیف موجودہ دور کے اردو تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔  
چوہدری صاحب موصوف نے حل لغات کے علاوہ کہیں کہیں آیات کا مفہوم بھی اس اچھوتے انداز میں واضح کیا ہے کہ پڑھ کر دل عیش عیش کراٹھتا ہے۔

## خصوصیات تالیف

اس تالیف کی خصوصیات یہ ہیں !

- ۱۔ حل لغات و تراکیب آیات
  - ۲۔ بیان نحوی و صرفی تحقیقات
  - ۳۔ مختصر و آسان تشریحات
  - ۴۔ عمدہ و عجیب و غریب نکات
  - ۵۔ قیمتی و بہترین اشارات
  - ۶۔ مسائل پر جید استدالات
  - ۷۔ مستند اور مضبوط حوالہ جات
- بندہ بارگاہ الہی میں دعا گو رہے کہ یہ تالیف چوہدری صاحب موصوف کے لئے اور ان کے اولاد کے لئے ذخیرہ آخرت بنے اور عوام و خواص کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

احقر مبشر احمد غفرلہ الاحد

خادم الحدیث بجامعہ دارالعلوم الاسلامیہ

اقبال ٹاؤن لاہور



# خلاصہ تقریظ از جناب ڈاکٹر محمد اکرم صاحب

صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

زیر نظر کتاب لغات القرآن الکریم صرف منہجی حضرات کے استفادہ کے لئے ہے اس سے عام قاری کی بجائے وہی استفادہ کر سکتا ہے جو عربی زبان و ادب سے بنیادی واقفیت رکھتا ہو۔ ایک شخص جس نے عربی گرامر کبھی نہیں پڑھی اس کے لئے قواعد یا حذف یا الفاظ کے باہم مقلوب ہونے یا تقدیم و تاخیر کی بحثیں چنداں مفید نہیں۔

اگر مصنف کا مقصود ہی یہی ہے کہ بنیادی عربی قواعد و زبان سے واقفیت رکھنے والوں کے لئے مزید فہم القرآن کے لئے یہ کام کیا گیا ہے۔ تو نہایت مفید ہے اور اردو زبان میں شاید یہ پہلا کام ہے جس میں پرانی جملہ تفاسیر کے محاسن کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

انہذا زبان نہایت شستہ اور رواں ہے۔ یہ تالیف ترکیب نحوی پر مبنی ہے۔ اس میں احکام پر مشتمل آیات میں تاریخی و دیگر تفسیری روایات کی بجائے قواعد زبان کی نشاندہی پر زور دیا گیا ہے اردو میں اس نوع کی تفسیر یقیناً ایک غلام کو پڑ کرے گی!

تاہم اس قسم کی لغوی بحثیں زیادہ شرح و بسط کے ساتھ الفراء ۲، ۲۰۷ ص ۲ کی معانی القرآن میں وارد ہیں زیر نظر کتاب لغات القرآن عربی طلبہ کے استفادہ کے لئے ترتیب دینا مقصود ہے تو مذکورہ کتاب سے استفادہ اس کے حسن کو اور بڑھا دے گا۔

جناب چوہدری علی محمد صاحب نے ایک نہایت علمی کام مکمل فرمایا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس محنت شاقہ اور کار خیر پر خیر کثیر عطا فرمائے۔ واللہ الموفق

ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری

صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور



---

يَا رَحْمَةً  
(١)

سورة الفاتحة  
و  
البقرة

---



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۱) سُورَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ (۵)

سُورَةٌ: جس طرح دنیا کی دوسری کتابیں مختلف ابواب میں تقسیم ہوتی ہیں اسی طرح قرآن حکیم کو بھی مختلف حصوں یا ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر ایک حصہ کو سورۃ کہتے ہیں اس صورت میں یہ سُورَةُ (مہموز العین) سے مشتق ہے جس کے معنی کسی شے کے بقیہ اور بچے ہوئے حصہ (ٹکڑہ) کے ہیں۔ اور سورۃ بھی قرآن کا ایک ٹکڑہ اور حصہ ہے۔ اس صورت میں واو کو ہمزہ سے بدلا ہوا قرار دیا جائے گا۔

۲۔ السُّورَةُ: کے معنی بلند مرتبہ کے ہیں۔ جیسا کہ نافعہ کا ایک شعر ہے:

الْمُتَرَاتَاتُ اللَّهُ أَعْطَاكَ سُورَةً - تَرَى حُلَّ مَلِكٍ دُرٍّ نَحَايَةً تَذَبُّبُ

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا مرتبہ بخشا ہے۔ جس کے درے ہر بادشاہ متذہب نظر آتا ہے۔  
قرآن کی ہر سورت اپنی بلند مرتبت کی وجہ سے سورۃ کہلاتی ہے۔

۳۔ یا سورۃ القرآن سورۃ المدینہ سے مشتق ہے جس کے معنی شہر پنہاں یا شہر کے گرد حفاظت کے لئے بنائی گئی فصیل کے ہیں اور ہر سورۃ القرآن بھی فصیل کی طرح اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ۲۲ اور ۲۳ کی صورت میں یہ سورۃ مشتق ہے اور اس کا واو اصلی ہے کسی سے بدلا ہوا نہیں ہے۔

قرآن حکیم کی سورتیں طویل، درمیانی، اور مختصر ہیں، مختصر سے مختصر سورۃ تین آیات کی ہے۔ مثلاً سورۃ العصر (۱۰۳) اور سورۃ الکوتر (۱۰۸)

الْفَاتِحَةُ: اسم فاعل واحد مؤنث، فَتَحَ مادہ سے مشتق ہے۔ الْفَتْحُ کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنے کے ہیں۔ یہ ازالہ دو قسم کا ہے ایک وہ جس کا آنکھ سے ادراک ہو سکے جیسے فَتْحُ الْبَابِ (دروازہ کھولنا) مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ (۱۲: ۶۵) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا۔  
دوم: جس کا ادراک بصیرت سے ہو مثلاً فَلَمَّا نَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ ابْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (۶: ۴۴) جب انہوں نے اس نصیحت کو جو ان کو دی گئی تھی فراموش کر دیا۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی ہر چیز کی فراوانی کر دی۔

اس سورۃ کے کئی نام ہیں۔ الْفَاتِحَةُ کھولنے والی۔ اس لئے کہ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورۃ ہونے کے باعث



باقی قرآن حکیم کے لئے مثل دروازہ کے ہے اور اس دروازہ کے کھلنے سے باقی قرآن حکیم آتا ہے (۲) ہر چیز کے مبداء کو الفاتحة کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اس کے مابعد کو شروع کیا جائے اسی لئے سورۃ فاتحہ کو فاتحة الکتاب کہا جاتا ہے۔ (۲) سبع مثانی لمسات دوہرائی جانے والی آیتیں (کیونکہ بالاتفاق اس کی سات آیات ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ ۳) اَمُّ الْکِتَابِ وَاُمُّ الْقُرْآنِ کہ قرآن حکیم کے جملہ مضامین کو مشتمل ہے۔ (۴) سورۃ الصلوة: کہ اس کا ہر نماز میں پڑھنا واجب ہے۔ (۵) سورۃ الحمد کہ لفظ الحمد سے شروع ہوتی ہے (۶) سورۃ الشفاء کہ یہ سورۃ ہر مرض کی شفاء ہے (۷) سورۃ الرقیۃ یعنی پڑھ کر دم کرنے یا پھونک مارنے والی سورۃ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سانپ کے کاٹے ہوئے شخص کو یہ سورۃ پڑھ کر دم کیا اور وہ اچھا ہو گیا۔

(۸) اساس القرآن۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کی جڑ ہے اور یوں ہے۔

(۹) سورۃ الکفر۔ کیونکہ یہ مطالب اور معارف کا خزانہ ہے (۱۰) سورۃ الوافیہ کہ ہر قرات میں اسے سالم ہی پڑھا جاتا ہے توڑ کر نہیں پڑھا جاتا۔ جیسا کہ بعض دیگر سورتوں کو پڑھا جاسکتا ہے (۱۱) سورۃ الکافیہ کہ نماز میں یہی سورۃ بدوں کسی دوسری سورۃ کے کافی تو ہو سکتی ہے لیکن کوئی دوسری سورت بدوں اس سورۃ کے کافی نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ب حرف جار ہے۔ جو مصاحبت یا استعانت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اگر مصاحبت کے لئے ہو تو ترجمہ ہوگا۔ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہوئے۔ اور اگر استعانت کے لئے ہو تو ترجمہ ہوگا۔ اللہ کے نام کے ساتھ مدد حاصل کرتے ہوئے (گویا اس کے معنی ہیں ساتھ، مدد کے ساتھ) اِسْم۔ نام۔ مادہ س۔ م۔ و سے مشتق ہے۔ سَمًا یَسْمُو (باب نصر) سُمُو، بمعنی بلند ہونا جیسے عربی میں کہتے ہیں سَمَوْتُ اِلَیْهِ بَصَرِی۔ میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔ جب کسی کا نام لیا جاتا ہے تو گویا اس کو بلند بالا کرتے ہیں تاکہ وہ آنکھوں میں نہج جائے۔ اِسْم کی جمع اَسْمَاء ہے بعض کے نزدیک اس کا مادہ وِسْم ہے جس کے معنی علامت کے ہیں اور واو ہمزہ سے بدل گئی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، عربی زبان کا عام ضابطہ ہے کہ کسی لفظ کے مادہ کے اصلی حروف تصغیر میں ظاہر کر دیئے جاتے ہیں اس قاعدہ کے موافق اگر اسم مادہ وِسْم سے قرار دیا جائے تو اس کا اسم تصغیر وِسِیْم اور جمع اَوْسَام ہوگی مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اسم کی تصغیر سُمِیْ اور جمع اَسْمَاء ہے جو قاعدہ کے موافق ہے، لہذا اِسْم سَمُو سے مشتق ہے نہ کہ وِسْم سے۔

بِسْمِ۔ میں اسم کا الف کثرت استعمال کے باعث ساقط ہو گیا ہے اور اس کے بدلے میں ب لمبی لکھی جاتی ہے بِسْمِ اللّٰهِ میں ب کا تعلق فعل سے ہے یا اسم سے جو ہر دو یہاں محذوف ہیں۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال دو دنوں طرح آیا ہے۔ متعلق اسم ہونے کی صورت میں عبارت کچھ یوں ہوگی بِسْمِ اللّٰهِ اِبْتِدَآئِی (اللہ کے نام سے میری ابتداء ہے)۔ قرآن مجید میں اس کی مثال۔ وَقَالَ اِذْ کَبُرُوْا فِیْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْبُرَہَا فَمَزَّیْنٰہَا (۱۱: ۴۱) سوار ہو جاؤ کشتی میں اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور اللہ کے نام سے اس کا ٹھہرنا ہے۔ متعلق فعل کی صورت میں عبارت یوں ہوگی۔ اَبْدِ اِسْمِ اللّٰهِ (میں



اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ (۱:۹۶) پڑھ اپنے رب کے نام سے اللہ۔ اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات آیا ہے یہ کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا۔ باقی تمام صفات خداوندی اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ نزول قرآن سے پہلے بھی اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات کے مستقل مقام تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ترجمان القرآن (از مولانا آزاد)۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط۔ یہ دونوں نام رَحْمَۃ سے مشتق ہیں، دونوں میں مبالغہ ہے رَحْمٰن کے معنی میں رَحِیْم کی نسبت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے اس میں رَحِیْم کی نسبت ایک حرف زائد ہے اور زِیَادَۃ اللَّفْظِ تَدُلُّ عَلٰی زِیَادَۃِ الْمَعْنٰی یعنی زائد حرف زیادہ معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ رَحْمٰن کا لفظ اللہ کی طرح ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس کی دلیل یہ آیت شریفہ ہے: قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلِلّٰهِ اسْمَاءُ الْحُسْنٰی (۱۱: ۱۷) کہہ دو تم (خدا کو) اللہ کے نام سے (پکارو یا رحمن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔ بخلاف اس کے رحیم کا لفظ ماسوی اللہ کے لئے بھی مستعمل ہے مثلاً رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رُوْفٌ رَحِیْمٌ کہا گیا ہے آیت شریفہ ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رُوْفٌ رَحِیْمٌ (۱۲۸: ۶) (لوگو) تمہارے پاس تمہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں جو چیز تمہیں مفرت پہنچاتی ہے انہیں بہت گراں گذرتی ہے تمہاری (بھلائی) کے حریص ہیں ایمان والوں کے حق میں تو بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمت اور آخرت میں رحیم ہے کہ دنیا میں مومن اور کافر سب اس کی رحمت کے متمتع ہوتے ہیں اور آخرت میں رحمت سے فائدہ اٹھانے والے صرف مومن ہوں گے۔ اس بارہ میں اور بھی بہت سے اقوال ہیں گرامر کے لحاظ سے الرَّحْمٰن الرَّحِیْمُ کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ اللہ کی صفت ہیں اس صورت میں ترجمہ ہوگا اللہ کے نام سے جو کہ رحمن اور رحیم ہے (۲) یہ اللہ کا بدل ہے اور ترجمہ ہے اللہ رحمن و رحیم کے نام سے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ کی تَب کا تعلق اسم (مخذوف) سے ہے یا فعل (مخذوف) سے۔ اول الذکر کی صورت میں یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور مؤخر الذکر کی صورت میں جملہ فعلیہ۔ اس کی ترکیب نحوی کچھ یوں ہوگی۔

ب ..... حرف جار  
اسم ..... مضاف  
اللہ ..... مضاف الیہ موصوف { موصوف صفت مل کر  
الرَّحْمٰن ..... صفت اول { مضاف الیہ  
الرَّحِیْم ..... صفت ثانی {

فعل مخذوف

اَنَا ..... ضمیر فاعل مستتر در فعل مخذوف پس فعل اپنے فاعل اور متعلق فعل سے



مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

کیا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن مجید کا حصہ ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ مکہ اور کوفہ کے قاری اسے قرآن مجید کا حصہ سمجھتے ہیں۔ لیکن مدینہ، بصرہ اور شام کے قرار کا کہنا ہے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں (شوکانی زیر آیت ۱:۱) مؤخر الذکر قراء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ آیت سورۃ فاتحہ کا حصہ ہے باقی سورتوں کا نہیں۔

جو اس کو سورۃ فاتحہ کا حصہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک یہ ایک مکمل آیت ہے لہذا اس کو علیحدہ نمبر دیتے ہیں اور باقی آیات کی تعداد چھ شمار کر کے کل سات آیات (سبع مثانی) مکمل کرتے ہیں اور جو اسے سورۃ فاتحہ کا حصہ شمار نہیں کرتے وہ آیت صَوَاطِیَ الَّذِیْنَ اَلْعَمْتُ عَلَیْهِمْ هَٰ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ دَلَالَةُ الضَّائِلَاتِ ۝ میں اَلْعَمْتُ عَلَیْهِمْ پر وقف کر کے علیحدہ آیت نمبر ۶ شمار کرتے ہیں۔ جبکہ اول الذکر گروہ اسے ایک ہی آیت شمار کرتا ہے۔

الْحَمْدُ : حَمْدٌ یَحْمَدُ، (باب سَمْع) سے مصدر ہے۔ شاکر نا۔ تعریف کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اور ثناء کو حمد کہتے ہیں۔ یہ مدح سے خاص اور شکر سے عام ہے۔ کیونکہ مدح ان افعال پر بھی ہوتی ہے جو کہ انسان سے اختیاری طور پر سرزد ہوتے ہیں اور ان اوصاف پر بھی جو پیدا الٰہی طور پر اس میں پائے جاتے ہیں چنانچہ جس طرح مال کے خرچ کرنے اور علم و سخا پر انسان کی مدح ہوتی ہے اسی طرح اس کی رازنی قدو قامت اور چہرہ کی خوبصورتی پر بھی تعریف کی جاتی ہے۔ لیکن حمد صرف افعال اختیاریہ پر ہوتی ہے نہ کہ اوصاف اضطراریہ پر۔ اور شکر تو صرف کسی کے احسان کی وجہ سے اس کی تعریف کو کہتے ہیں۔ لہذا ہر شکر حمد ہے مگر ہر حمد شکر نہیں ہے اور ہر حمد مدح ہے مگر ہر مدح حمد نہیں ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں 'عربی میں حمد کے معنی ثناء جمیل کے ہیں یعنی اچھی صفیوں یا کرنے کے۔ اگر کسی کی بُری صفیوں بیان کی جائیں۔ تو یہ حمد نہ ہوگی۔

حمد۔ ہر الف لام (ال) تعریف کا ہے یہ یا تو جنس کے لئے ہے اور حمد کے اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جسے ہر شخص جانتا ہے یا یہ استغراق کے لئے ہے۔

لِلّٰہِ میں لام اختصاص کا ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَلَّذِیْ اَرْزَقَہُ۔ پس الْحَمْدُ لِلّٰہِ کے معنی یہ ہوئے کہ حمد و ثناء میں جو کچھ اور جیسا کچھ بھی کہا جاسکتا ہے وہ سب اللہ کے لئے ہے کیونکہ خوبیوں اور کمالوں میں سے جو کچھ بھی ہے سب اسی سے ہے اور اسی میں ہے

الْحَمْدُ لِلّٰہِ جملہ خبریہ اسمیہ ہے اور استحقاقِ حمد کے استمرار پر دلالت کرتا ہے اس جملہ سے ثناء کرنا مقصود ہے اور بندوں کو حمد کی تعلیم دینی گئی ہے تقدیر جملہ یہ ہے قُولُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ (لوگو! الحمد للہ! کہا کرو) اس تقدیر کی ضرورت اس لئے ہے کہ آیت اِیَّاكَ نَعْبُدُ سے مناسبت پیدا ہو جائے۔



کیونکہ تَعْبُدُ کے قائل بندے ہیں۔

دَبَّ الْعَالَمِينَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دَبَّ کا لفظ اصل میں مصدر ہے دَبَّ يَدْبُ (باب نصر) سے۔ استعارۃً بمعنی فاعل استعمال ہوتا ہے مطلق صورت میں یعنی اضافت اور تعریف سے خالی ہونے کی صورت میں سَوَاءُ اللہ تعالیٰ کے اور کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور اضافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے اور دوسروں پر بھی جیسے دَبَّ الدُّلَمِیْنَ (اللہ تعالیٰ کی صفت: تمام جہانوں کا پالنے والا۔ دَبَّ الدَّارِ (ماسوی اللہ کے لئے: گھر کا مالک) دَبَّ بمعنی کسی پر سیاست رالی کرنا مثلاً دَبَّ الْقَوَّہِ کسی کا کام درست کرنا۔ جیسے دَبَّ الْأَمْرِ کسی کو پالنا جیسے دَبَّ الْوَلَدَ۔

دَبَّ: تربیت کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ تربیت دینا۔ یعنی کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال کو پہنچانا۔ اس پرورش میں محبت، شفقت، حفاظت، نگہداشت، اور امانت کا غنم موجود ہوتا ہے، جیسے ماں کا بچے کو پالنا۔ یا ماں باپ کا بچے کی نشوونما میں اس کی نگہداشت کرنا۔ اور ہر ضرورت کو بروقت اور حسبِ ذوق اس کی استعداد کے مطابق پورا کرنا۔ اس سے دَبَّ بمعنی پروردگار، پالنے والا، پالنے والا آتا ہے۔

عَالَمِينَ۔ عَالَمُ کی جمع ہے (استعمال میں اس کے لفظ سے اس کا واحد نہیں پایا جاتا۔ یعنی قرآن مجید میں لفظ عَالَمٌ بصیغہ مفعول استعمال نہیں کیا گیا) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو عالم کہتے ہیں اس میں تمام وہ مخلوق شامل ہے خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمانوں میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (سب کا) مالک و پروردگار ہے۔

عَالَمِ نام سے اس چیز کا جس کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم ہو پھر غلبۂ استعمال ہونے لگا ان چیزوں میں جن کے ذریعہ صانع یعنی باری تعالیٰ کا علم حاصل ہو۔

چونکہ عَالَمِ کے تحت میں اجناس مختلف موجود ہیں اس لئے عَالَمِينَ بصیغہ جمع لایا گیا ہے۔ دَبَّ الْعَالَمِينَ بدل ہے اللہ کا یا اس کی صفت ہے باری و پروردگار ہے۔

(۲:۲) اَلرَّحْمٰنُ وَ الرَّحِیْمُ ہر دو کی وضاحت اور پرلسم اللہ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ کے بیان میں ہو چکی ہے اللہ کی صفت دوم، سوم یا اللہ کا بدل ہیں۔

(۳:۲) مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ مَالِکِ مضاف یَوْمِ الدِّیْنِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، لہذا مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ صفت چہارم ہے اللہ کی۔ بعض کے نزدیک یہ اللہ کا بدل ہے صفت نہیں کیونکہ اللہ معروف ہے۔ اور یہ نکرہ۔ اس کے نکرہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل جب حال یا مستقبل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے تو مضاف الی المعروف بھی معرفہ نہیں بنتا۔ املا، جزا و حساب کے دن کا مالک۔ یَوْمِ الدِّیْنِ کی قرآن مجید میں یوں وضاحت کی گئی ہے۔ وَمَا اَدْرَاکَ مَا یَوْمَ الدِّیْنِ ثُمَّ مَا اَدْرَاکَ مَا یَوْمَ الدِّیْنِ یَوْمَ لَا تَمْلِکُ لِنَفْسٍ



لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالَّذِي مَرَّ يَوْمَئِذٍ بِاللَّهِ (۸۲: ۱۶۱) جس دن کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آ سکیگا اور ہم تمام تر اس روز صرف اللہ ہی کا ہوگا۔

علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں: یَوْمِ الدِّينِ: قیامت کا دن ہے دین جزاء اور بدلے کو کہتے ہیں اور کَمَا تَدْرِي تَدَات دین ہی سے مشتق ہے (یعنی جیسے تو فعل کرے گا ویسا ہی بدلہ لیگا..... یا لفظ دین سے اسلام اور اطاعت مراد ہے کیونکہ وہ ایسا دن ہے کہ جس میں اسلام اور اطاعت کے سوا کوئی چیز نفع نہ دیگی مجاہد کہتے ہیں کہ یَوْمِ الدِّينِ معنی یوم الحساب ہے چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے ذَلِكَ الدِّينُ الْقَیِّمُ یعنی یہ سیدھا حساب ہے

(۴۰) اِيَّاكَ لَعَبْدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْثُ

لَعَبْدُ ... فعل

نَحْنُ ..... (ضمیر مستتر) فاعل

اِيَّاكَ .... مفعول (جو شخص سے مل کر) فعل اپنے ناعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ جملہ فعلیہ ہوا

و ... حرف عطف

نَسْتَعِيْثُ .... فعل

نَحْنُ ..... (ضمیر مستتر) فاعل

اِيَّاكَ .... مفعول (مقدم برائے شخص سے) فعل اپنے ناعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ جملہ فعلیہ ہوا

اِيَّاكَ - اِیَّا۔ اور ک سے مرکب ہے یعنی تجھ ہی سے۔ علامہ راغب الصفہانی لکھتے ہیں کہ یہ کلمہ ضمیر منصوب منفصل کے تلفظ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جب ضمیر منصوب اپنے عامل پر مقدم ہو یا اس پر کسی کلمہ کا عطف ڈالا جائے یا الّا کے بعد آئے تو اس کے ساتھ (یعنی اِیَّا کے ساتھ) استعمال ہوتی ہے مثلاً تقدیم کی صورت میں ہے اِيَّاكَ لَعَبْدُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) (۲) عطف کی صورت میں قرآن مجید میں ہے نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَاِيَّاكَ (۱۴-۳۱) ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور (۳) الّا کے بعد: وَقَضَىٰ ذِكْرَكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاہُ۔ (۱۶-۲۳) اور تیرے پروردگار نے قطعی طور پر ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو!

مفعول مقدم کی صورت میں شخص سے معنی پائے جاتے ہیں۔ گویا جب کہا جائے لَعَبْدُكَ تو اس کے معنی ہوں گے ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ لیکن جب کہا جائے اِيَّاكَ لَعَبْدُ تو اس کے معنی ہوں گے ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں

نَسْتَعِيْثُ: مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ اِسْتَعَاثَةً (استفعال سے عَوْنُ۔ مادہ ہم مدر

چاہتے ہیں، ہم مدد مانگتے ہیں اِيَّاكَ۔ صرف تجھی سے۔



**فَائِدہ اول:** یہاں اِيَّاكَ جو کہ بطور مفعول مستعمل ہے اسے فعل سے قبل لانے اور پھر اسے دوہرانے سے مقصود اس کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا ہے اور عبادت اور طلب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنا ہے یعنی ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد طلب کرتے ہیں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنے اور تیرے سوا کسی سے امداد طلب نہیں کرتے۔ اس حد و تخصیص کے مد نظر اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا یا اس سے رد مانگنا قطعاً ممنوع اور حرام ہے۔ خواہ وہ کوئی انسان ہو، جن ہو، فرشتہ ہو، حیوانات سے ہو نباتات سے ہو یا جمادات سے ہو، استعانت (مدد طلب کرنا) سے یہاں اعانت کے بنیادی معنی مراد ہیں جس میں اس کے جملہ پہلو شامل ہوں، ورنہ اس عالم اسباب میں بعض قسم امداد یا سوا اللہ سے طلب کرنا منع نہیں ہے مثلاً آپ کمزوری کے باعث اٹھ نہیں سکتے اور کسی اور کو اٹھنے میں مدد دینے کو کہتے ہیں، آپ طالب علم ہیں اور استاد سے یا کسی عالم سے اپنے علم کی تحصیل کے لئے امداد کے طالب ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حالانکہ آپ کا فی الواقع اٹھنے کے قابل ہونا یا مرض سے شفا پانا یا علم کا حاصل کرنا بالآخر قبضہ قدرت میں ہے آپ صرف دنیاوی اسباب سے استفادہ چاہتے ہیں اور حقیقتاً ان اسباب کے مہیا کرنے کا مسبب وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کامل اطاعت اور پورے دین کا حاصل صرف یہی دو چیزیں ہیں (عبادت اور استعانت) بعض سلف کا قول ہے کہ سائے قرآن کا راز سورۃ الفاتحہ میں ہے۔ اور پوری سورۃ کا راز اس آیت اِيَّاكَ تَعْبُدُ وَاِيَّاكَ تَسْتَعِيْنُ میں ہے۔

**فائدہ دوم:** خداوند تعالیٰ کی حمد ہو چکی، اس کی ربوبیت اس کی رحمانیت اور اس کی رحیمیت اس کا روز جزا و سزا کا مالک مطلق ہونا بیان ہو چکا اس کی حقیقت دل کی گہرائیوں میں اتر چکی اس کا اثر جسم کے روئیں میں بس گیا۔ تو بندہ بعد عجز و انکسار عبادت میں اس ذات وحدہ لا شریک کے آگے بھک گیا۔ اور صرف اور صرف اسی کو حامی و ناصر جانتے اور مانتے ہوئے پکارا اٹھا۔ اِيَّاكَ تَعْبُدُ وَاِيَّاكَ تَسْتَعِيْنُ۔ اس یک لخت غیب کے درجہ سے مرتبہ خطاب کی جانب عدول کے متعلق تفسیر مظہری میں یوں تحریر ہے :-

”اگر کسی چیز کے احوال و صفات ناقابل اشتراک اور مخصوص ہوں اور وہ صفات ذکر کردہ جہاں تو اس چیز کی ذہن میں ایسی تعین ہو جاتی ہے کہ گویا وہ سامنے آگئی، شدت تخیل غیر محسوس کو محسوس کر کے دکھا دیتی ہے علم غائبانہ شہود سے بدل جاتا ہے، حضور ذہنی وجود خارجی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ علم حصولی معائنہ میں تبدیل ہو جاتا ہے پس جب ذات الوہیت کا نام ذکر کر دیا اور مخصوص صفات کو بھی بیان کر دیا تو ذات غائب شدت استحضار کی وجہ سے عارف کی نظر کے سامنے آگئی۔ اس لئے اس نے غائبانہ طرز کلام سے انتقال کر کے مخاطب کا اسلوب اختیار کیا جس ذات کا وہ غائبانہ ذکر کر رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے حاضر ہو گئی اور اس نے



حاضر ذہنی سے اس طرح بات کرنی شروع کر دی جیسے حاضر مرنے خارجی سے کی جاتی ہے۔  
 ۱: ۵۔ اِهْدِنَا۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم هِدَايَةً باب ضرب، مصدر سے، تو ہم کو راہ  
 بتلا، تو ہماری رہنمائی کر، اصل میں فعل لازم ہے اور ل الی کے ساتھ متعدی کے معنی دیتا ہے لیکن بغیر صلہ کے بھی بطور  
 متعدی استعمال ہوتا ہے مثلاً هَدَى الرَّجُلُ اَوْىءَ كَا هِدَايَةٍ پانا، (فعل لازم) اور هَذَا اَلطَّرِيقُ کسی کو راہ بتانا۔  
 بمعنى هِدَاةً اِلَى الطَّرِيقِ وَ لِلطَّرِيقِ فعل متعدی ہے۔

ہدایت کے اصلی معنی لطف و مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنے اور راستہ بتانے کے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کا  
 استعمال ہمیشہ خیر و نیکی میں ہوا کرتا ہے۔ اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو بھر مقصد تک پہنچانے کے معنی میں  
 ہوتی ہے۔

الصِّرَاطُ۔ راہ۔ راستہ، سیدھے اور آسان راستے کو صِرَاط کہتے ہیں اس کی جمع صُرُوط ہے۔ الصِّرَاطُ یہاں موصوفہ  
 ہے اس کی صفت الْمُسْتَقِيمُ آگے آتی ہے۔

الْمُسْتَقِيمُ اسم فاعل، واحد مذکر منصوب۔ اِسْتَقَامَ (استفعال) قَوْمٌ۔ مادہ بمعنی سیدھا۔ صیج، الصِّرَاطُ کی  
 صفت ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی ترکیب یوں ہوگی۔

اِهْدِ..... فعل	م فعل اپنے فاعل اور دو مفعولوں سے مل کر جملہ فاعلیہ ہوا۔
اَنْتَ۔ ضمیر مستتر فاعل	
نَا..... مفعول اول	
الصِّرَاطُ..... موصوفہ۔ موصوف وصفت مل کر	
الْمُسْتَقِيمُ..... صفت	مفعول ثانی

۶: ۱۔ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ یہ جملہ بدل کل ہے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے۔ ترکیب یوں ہوگی۔

صِرَاطَ	موصول	موصول و صلہ مل کر	مضاف الیہ	مضاف، مضاف الیہ مل کر بدل کل الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے
الَّذِينَ				
اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ فعل با فاعل و ضمیر مفعول				
عامہ الی الذین مل کر جملہ نعلیہ ہو کر				

یعنی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے مقصود وہ سیدھا راستہ ہے جس کی طرف رہنمائی کی دعا کی گئی ہے جو انعام یافتہ  
 لوگوں کا ہے۔ یہ انعام یافتہ کون لوگ ہیں؟ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَئِكَ



الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (۲۶:۴۷)  
اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ رقیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے  
جن پر خدا نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ۔

انعام کے معنی ہیں وہ کیفیت جسے انسان لذت پاتا ہے پھر اس کا استعمال ان اشیاء پر ہونے لگا جو اس  
لذت کا سبب بنتی ہیں

۴۔ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ یہ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے بدل ہے (یعنی تیرے انعام یافتہ بند  
وہ ہیں) جو تیرے غضب اور گمراہی سے سالم اور محفوظ ہیں یعنی جن پر نہ تیرا غضب نازل ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے  
فائدہ: نشتوں کی قسمیں، دنیاوی، اخروی۔

وہی۔ کبھی۔

جسمانی۔ روحانی۔

وہی یعنی خدا اور جسے روح، عقل، بینائی، قوت شنوائی، قوت گریائی وغیرہ۔  
کبھی۔ جو اپنی محنت سے حاصل ہو۔ جیسے نفس کو ردائل سے پاک کرنا، اور عمدہ اخلاق سے آراستہ کرنا  
اور بدن کو خوبصورت کپڑوں اور زیورات سے زینت دینا۔  
اور مال و جہاد و عہدہ حاصل کرنا۔

اخری۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی کوتاہیوں کو معاف کرے اور راسخ ہو کر اعلیٰ علیہم ہیں عالمہ تہذیب  
کے ساتھ ٹھکانہ ہے۔

فائدہ: اگر مضمون کی خاطر غیر کی تکرار مطلوب ہو تو دوسری دفعہ غیر کی بجائے و لاتے ہیں جس کا مابعد  
مجبور ہوگا مثلاً مِنْ غَيْرِ اَبٍ وَلَا اُمٍّ۔ بنیر باپ کے اور بغیر ماں کے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ مَنْ يُّجَادِلْ فِي  
اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ دَلَّ هَٰٓؤُلَآءُ وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ (۲۰:۳۱) اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ خدا کے بارے میں جھگڑتے  
ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے، یا آیت زیر غور صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ  
غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام و فضل ہوا جن پر تیرا غضب نہ ہوا اور جو نہ  
گمراہ ہوئے، بعض کے نزدیک وَلَا الضَّالِّينَ میں لازماً تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ بمعنی غیر صراط الذین غضبت علیہم وغیر الضالین  
عن الہدی بھی ہو سکتا ہے: نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ راستہ ان لوگوں کا جو ہدایت کے  
راستے سے گمراہ ہو گئے۔

فائدہ: بعض کے نزدیک مغضوب علیہم سے مراد اہل یہود ہیں اور الضالین سے نصاریٰ۔



ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایہود مغضوب علیہم و النصارى ضلال۔ لیکن علامہ پانی پتی رحمہ قمر ازہیں۔ میں کہتا ہوں کہ المغضوب علیہم ولا الضالین۔ ایسے دو عام لفظ ہیں جس کے تحت تمام کفار اور خدا کے نافرمان اور بدعتی سب لوگ داخل ہو سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں جو کسی ممنوع القتل کو عمدتاً قتل کرے غَضِبَ اللہُ عَلَیْہِ (۹۳:۴) فرمایا ہے اور کفار اور برعتیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ (۳۲:۱۰) اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا اور الَّذِينَ خَلَتْ سَعِيْمٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (۱۰۴:۱۸) وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی،

الْمَغْضُوبِ عَلَیْہِمْ غَضِبَ يَغْضِبُ (باب سمع) فعل لازم ہے بمعنی غضبناک ہونا۔ علی کا صلیہ لگا کر مغضوب علی اسم مفعول بنایا گیا ہے وہ جس پر غضب نازل ہوا۔

الغضب کے اصل معنی ہیں انتقام کے لئے دل میں خون کما بوش مارنا۔ لیکن غضب الہی سے مراد سزا اور عذاب ہوتا ہے غَضِبَ اللہُ عَلَیْہِ (۹۳:۴) اور خدا اس پر غضبناک ہو گا۔ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْہِمْ میں غیر نفی کے لئے ہے جملہ کا مطلب ہے جن پر غضب نازل نہیں ہوا۔

وَلَا الضَّالِّیْنَ عاطفہ ہے لا۔ غَیْرِ کی جگہ تکرار کی خاطر لایا گیا ہے وَلَا الضَّالِّیْنَ کا عطف جملہ سابقہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْہِمْ پر ہے۔ الضَّالِّیْنَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ضَالٌّ واہر بحالت رفع، بکسر ہوئے۔ گمراہ، راہ بھولے ہوئے۔ الضَّلَال کے معنی سیدھی راہ سے ہٹ جانے کے ہیں اور یہ ہدایۃ بالمقابل استعمال ہوتا ہے۔

فائدہ: سورۃ فاتحہ کے ختم پر قدرے فصل کے ساتھ آمین کہنا مسنون ہے، صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) جب امام دلائل الضالین تک پہنچ جائے تو آمین کہا کرو۔ کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ اور جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ جائے گی اس کے تمام گزشتہ گناہوں پر قلم عفو کھینچ دیا جائیگا۔

اٰمَنَیْنَ کے معنی ہیں: لَا سَمْعَ وَ لَا بَصَرًا (یعنی خداوند ہمارے دعا سن اور قبول فرما) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، یا اِنْعَلْ: (یا اللہ ایسا ہی کر)

یاد رہے کہ آمین قرآن مجید کا حصہ نہیں، اور اسی لئے اسے لکھا نہیں جاتا، بعض کے نزدیک مَنْ قَالَ اِنَّ اٰمَنَیْنَ مِنَ الْقُرْآنِ کَفَرَ: جس نے کہا کہ آمین قرآن کا حصہ ہے اس نے کفر کیا۔ (روح المعانی)



(۲) سُورَةُ الْبَقَرَةِ مَكِّيَّةٌ (۸۷)

۱:۲ - اَلَمْ - الف - لام - میم - ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں۔ ان کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک ان کے معانی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے علوم ہیں۔

هَذَا سِرُّ بَيِّنَاتِ اللَّهِ وَبَيِّنَاتِ الرَّسُولِ (یہ ایک مجید ہے مابین اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے)

بعض علماء نے کہا ہے کہ ان حروف مقطعات اور متشابہات (۳: ۷۷) کا علم نہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلکہ آپ کے اتباع کا مین کو بھی تھا۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ میں را سخن فی العلم۔

(۳: ۷۷) میں سے ہوں اور جو برگ متشابہات اور مقطعات کی تفسیر کے عالم ہیں ان میں سے ایک میں بھی ہوں

حروف مقطعات کا استعمال عربی کلام میں پایا جاتا ہے لیکن بہت کم، مثلاً الرجز کا شعر ہے:

قُلْتُ لَهَا قِفْ فَقَالَتْ قَافٌ - لَا تَحْسَبْكِ إِنَّا نَسِينَا إِلَّا يُجَافُ

اس میں قَاف سے دَقَفْتُ ہے۔ لو میں ٹھیر گئی۔

۲:۲ - ذٰلِكَ الْكِتَابُ - ذٰلِكَ . اسم اشارہ بعید ہے۔ اور واحد مذکر ہے اس کی تثنیہ اور جمع یہ ہوگی تثنیہ ذٰلِکَ اور جمع اُولٰٓئِکَ : اور مونث کی صورت میں واحد تِلْکَ . تثنیہ تَانِکَ اور جمع . اُولَکَ ذٰلِکَ اگرچہ اسم اشارہ بعید کے لئے ہے لیکن اس کا استعمال بطور اشارہ قریب بھی آتا ہے۔ مثلاً خفاف کا شعر ہے۔

اقول لہ والرحم یا طرمقفہ - تامل خفاناً اننی انا ذلک -  
 میں نے اس کو کہا جب کہ نیزہ اس کی کمر کو دوہرا کر رہا تھا۔ خفاف کو اچھی طرح دیکھ لے۔ میں یہاں ہوں  
 قرآن مجید میں بھی ذلک اسم اشارہ قریب کے لئے اکثر جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ذلک من انباء  
 الغیب نووحیہ الیک: (۲: ۲۷) (اے محمد سلی اللہ علیہ وسلم) یہ باتیں اخبار غیب میں سے ہیں جو ہم تمہارے  
 پاس وحی کرتے ہیں۔

بقول امام ہانفی: هَذَا اور ذَلِكَ میں اصل لفظ ذَا ہے جو کہ صرف اشارہ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ هَٰذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (۲: ۲۵۵) کون ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش کر سکے۔ يَا مَعْذِرُ الَّذِي يَقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا (۲: ۲۴۵) کون ہے کہ وہ خدا کو قرضِ حسنہ دے، ہاں ماقبل ذَا تو جہر لانے کے لئے استعمال کرتے ہیں پس جب کوئی چیز قریب ہوتی ہے تو اس کو هَذَا سے بیان کرتے ہیں۔ یعنی اے مخاطب یہ رہی اشارہ الیہ چیز، لیکن جب



کوئی چیز دور ہوتی ہے تو مخاطب کو یہ بتلانے کے لئے کہ وہ چیز تجھ سے دور ہے اسم اشارہ ذاکے ساتھ  
ذک خطاب کا اور تاکید کا لگا دیتے ہیں۔ پس ذلک اگرچہ عرف عام میں اشارہ بعید کے معنوں میں آتا ہے  
اس کے بنیادی معنوں میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔

جس طرح بعض دفعہ ہذا کا لفظ تحقیر و تنقیص کے لئے بولتے ہیں مثلاً اَنَّمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَذَا الَّذِي  
هُوَ مَهِيئٌ وَلَا يَكَادُ يُبَيِّنُہ (۵۲:۴۳) بے شک میں اس شخص سے بہتر ہوں جو کچھ عزت نہیں رکھتا۔  
اور نہ سان گفتگو کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہاں ذلک کے لفظ کے استعمال سے الکُتُب کی تعظیم شان کی طرف  
اشارہ کرنا مقصود ہے۔

الْكِتَابُ، مشارالیه۔ اس سے مراد قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جو سورة البقرة سے پیشتر نازل ہو چکا تھا۔  
(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ سارے قرآن مجید کی طرف اشارہ ہو۔ (۳) ال عہد کا ہے وَالْكِتَابُ الْمَوْعُودِ اَنْزَالِہ  
اور الْكِتَابُ سے مراد وہ کتاب جس کے انزال کا عہد کر رکھا ہو، جیسا کہ آیت شریفہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا  
مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (۱۲۹:۲) سے ظاہر ہے کہ انبیاء  
سابقہ کو بعثت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشگی علم تھا اور الْكِتَابُ (القرآن) کا ان پر منزل من اللہ ہونا بھی معلوم تھا  
(۳) ال تخصیص کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی ایسی کامل کتاب کہ اس کا ثانی نہ ہو، جس کے سامنے اور کتاب۔  
کتاب کہلانے کی مستحق نہیں۔

لَا رَيْبَ فِيْهِ جُ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ - لَا نَفْیَ جُنُسِ كے لئے بے۔ بدیہ وجہ لَا رَيْبَ مبنی بر فتوہ ہے کیونکہ  
قاعدہ ہے کہ لَا جُنُسِ کے بعد مکرمہ مفرد ہو تو مبنی بر فتوہ ہوتا ہے جیسے لَا دَجَلَ فِي الدَّارِ۔

رَيْبٌ : رَابٍ يُرِيْبُ : (باب ضرب کا مصدر ہے) اور رَيْبٌ اس شک یا گمان کو کہتے ہیں جس کی حقیقت  
بعد میں اس کے برخلاف منکشف ہو جائے، رَيْبٌ : ذہنی اضطراب، تہمت، اور سوء ظن کے معنوں میں بھی آتا ہے  
فِيْهِ : جار مجرور ہے ضمیر واحد مذکر غائب الْكِتَابُ کے لئے ہے۔ یا اس کا مرجع کلام ما سبق بھی ہو سکتا ہے  
هُدًى : هَدًى يَهْدِي (باب ضَرْب) کا مصدر ہے۔ ہدایت کے معنی لطف و کرم کے ساتھ کسی کی  
رہنمائی کرنے کے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہدایۃ کے معنی لطف و کرم کے ساتھ رہنمائی کرنے کے ہیں  
تو پھر قرآن مجید میں ہے فَاهْدُوْهُمْ اِلَى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (۲۳:۳۴) پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلا دو۔ اور  
وَيَهْدِيْهِ اِلَى عَذَابِ السَّعِيْرِ (۴:۲۲) اور دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔ کیوں استعمال ہوا ہے۔  
اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں طنزاً کافروں کے لئے اس کا استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ اور جگہ ارشاد الہی ہے کہ :  
فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۲۴:۸۴) تو (لے پیغمبر) انہیں عذاب الیم کی خوشخبری سنا دو۔

لِّلْمُتَّقِيْنَ - مُتَّقِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مجرور، لِّلْمُتَّقِيْنَ : متقیوں کے لئے، تقویٰ کرنے والوں



کے لئے۔ تشریح میں تقویٰ سے مراد ہر اس چیز سے بچنا ہے جو گناہ کی طرف لیجائے۔ وقی۔ مادہ۔

یہاں لَامَرِّب کے بعد صحیح نشان وقف مندرج ہے اور فیہ کے بعد خ کا نشان وقف، اور حاشیہ میں مع درج ہے، مع معانقہ کا مخفف ہے جس کے لغوی معنی گلے ملنے کے ہیں۔ یہاں دو جگہ قریب قریب ہیں جن پر تین نقطے لکھے ہوئے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں میں سے دوسرے کو پہلے سے وہ ارتباط ہے جو دوسرے لفظ کو اگلے لفظ کے ساتھ ہے پس خواہ پہلے لفظ پر وقف کرو۔ اور دوسرے کو اس سے اگلے لفظ کے ساتھ ملا کر پڑھ لو۔ اس صورت میں دوسرے لفظ کا ربط پہلے لفظ کے ساتھ ہوگا۔ نہ کہ اگلے لفظ کے ساتھ، بہر صورت اگر ایک پر وقف کرو تو دوسرے پر ہرگز وقف نہ کرو۔

تمام قرآن مجید میں متقدمین کے نزدیک ۱۶ معانقہ ہیں لیکن متاخرین کے نزدیک ان کی تعداد

۱۸ ہے۔ آیت زیر غور کی مندرجہ بالا کی روشنی میں مندرجہ ذیل دو صورتیں ہوں گی۔

۱۔ ذَلِكَ الْكِتَابَ لَا رَيْبَ فِيهِ : یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں۔ اس صورت میں هُدًى لِلْمُتَّقِينَ سے پہلے فِيهِ محذوف سمجھا جائے گا۔ اور عبارت یوں ہوگی، ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ (فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ) یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں۔ اس میں متقیوں کے لئے راہنمائی ہے۔ وقف کی یہ صورت بہتر سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس میں نسبتاً مبالغہ زیادہ ہے اس کی تائید قرآن مجید میں اور جگہ بھی ہوتی ہے مثلاً تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (۲۰:۳۲) اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔

(۲) دوسری صورت میں عبارت یوں ہوگی۔ ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ اس صورت میں لَامَرِّب کے بعد فِيهِ محذوف سمجھا جائیگا۔

عربی میں فِيهِ کے حذف کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں چنانچہ جب یہ کہنا مقصود ہو کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں تو لَا بَأْسَ فِيهِ کی بجائے صرف لَا بَأْسَ کہہ لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال قالوا لا ضيرَ اِنَّا اِلَى رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ۝ (۵۰:۲۶) وہ بولے کچھ ڈر نہیں ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ (یعنی تمہارے ہمارے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور ہمیں سولی پر لٹکانے میں کوئی ڈر نہیں۔ یہاں لَا ضَيْرَ فِيهِ کہنے کی بجائے صرف لَا ضَيْرَ کہہ دیا۔

علامہ پانی پتیؒ لَامَرِّب فِيهِ ... کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَامَرِّب فِيهِ یعنی اس کتاب کے دلائل ایسے واضح اور اس درجہ روشن ہیں کہ نظر صحیح کے بعد منصف آدمی اس کے وحی اور منجانب اللہ ہونے میں ذرا سا شک نہیں کر سکتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں خبر انشاء کے معنی میں ہے، یعنی لوگو! اس کتاب کے منزل المثل ہونے میں شک و شبہ نہ کرو۔ لَا رَيْبَ میں لَا نفی جنس کے لئے ہے رَيْبَ اسم اور فِيهِ خبر یا یوں کہو



کہ فیہ صفت اور للمتقین خبر، اور ہدیٰ بمعناط حال منصوب، یا لا کی خبر تو مذوف مانو۔ جیسے لاضیئر میں اور فیہ کو ہدیٰ کی خبر کہہ دو جو ہدیٰ کے نکرہ ہونے کی وجہ سے اس پر مقدم ہو گئی ہے۔ تقدیر عبارت یوں سمجھو لا ریب فیہ، فیہ ہدیٰ (یہ سب تو ہمیں گوبجائے خود درست اور بجا ہیں) لیکن بہتر اور سب سے بہتر تو جہیم یہ ہے کہ یہ سب مسلسل مگر علیحدہ علیحدہ جملے قرار دیئے جائیں اور ہر جملہ لاحقہ کو سابقہ کی تاکید مانا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دو جملوں کے بیچ میں حرف عطف نہیں لایا گیا۔ پس ذلک الکتاب ایک ایسا جملہ ہے جو اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ یہ کتاب ایسے اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے جو غایت کمال کے ساتھ موصوفہ، اور اس حیثیت سے اس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسی پر قیاس کر لو ہدی للمتقین کو،

ہدی للمتقین: متقیوں کے لئے ہادی و رہنما اس کتاب کو اس لئے کہا گیا کہ گویا باری تعالیٰ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ہدی للناس ط (۲: ۱۸۵) تمام انسانوں کے لئے رشد و ہدایت ہے لیکن اس سے فائدہ صرف متقی اور پرہیزگار ہی حاصل کر سکتے ہیں جن میں اس سے استفادہ حاصل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی مضمون میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

(۱) دَنْزَلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا (۸۲: ۱۴) اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے حق میں شفا اور رحمت ہیں اور ظالموں کو اس سے اور نقصان بڑھتا ہے۔

(۲) قُلْ هُوَ الَّذِي هَدَىٰ وَشَفَاءٌ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِيْ اٰذَانِهِمْ وَقُرْ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ط (۲۱-۲۲) کہہ دو کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفاء ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی ہے اور یہ ان کے حق میں موجب نابینائی ہے۔

(۳-۲) الَّذِيْنَ ... اسم موصول جمع مذکر۔

يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ: اٰمَنَ يُؤْمِنُ اِيْمَانًا۔ (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں۔ اٰمَنَ متعدی اور لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ب اور ل کے صلہ کے ساتھ بھی متعدی مستعمل ہے ب کے صلہ کے ساتھ بمعنی ماننا اور قبول کرنا جیسے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ میں نے اللہ کو مانا۔ قبول کیا۔ اللہ پر ایمان لایا۔ اور اٰمَنَ کہ: تابعدار اور مطیع ہونا۔ شرع کی اصطلاح میں ایمان کے معنی ہیں اِقْرَارُ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِيقُ بِالْقَلْبِ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا۔

الْغَيْبِ: یہ غائب یَغِيْبُ (باب فَرَبْ يَفْرِبُ) کا مصدر ہے غِيَابٌ وَغَيْبَةٌ وَغِيُوْبٌ، دیگر معنی ہیں۔ اس کے معنی کسی چیز کے نگاہوں سے پوشیدہ اور اوجھل ہونے کے ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو انسان کے علم اور حواس سے پوشیدہ ہو اس پر غیب کا لفظ بولا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ، ملائکہ، حشر و نشر، جنت و دوزخ سب شامل ہیں



جملہ یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ صلہ ہے اَلَّذِينَ - اسم موصول کا۔ اور معطوف علیہ اگلے جملہ وَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ کا۔  
و يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ - واو عاطفہ یُقِيمُونَ الصَّلَاةَ جملہ فعلیہ ہے اور معطوف جس کا عطف جملہ سابقہ  
یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ پر ہے۔

يُقِيمُونَ : مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِقَامَةٌ (باب افعال) مصدر۔ وہ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے  
ہیں۔ اقامت بمعنی سیدھا کھڑا کرنا ہے یعنی تبدیل ارکان، نہایت خشوع و خضوع اور حضورِ قلب سے نماز ادا کرنا  
و يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ اور نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ - واو عاطفہ مِمَّا مرکب ہے مِنْ جار اور ما موصولہ سے رَزَقْنَا فاعل  
بافاعل هُمْ مفعول رَزَقْنَاهُمْ جملہ فعلیہ ہو کر ما موصول کا صلہ۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر مِنْ حرف جار  
کا مجرور ہوا۔ اور جار اپنے مجرور سے مل کر فعل يُنْفِقُونَ سے متعلق ہے، فعل و فاعل و متعلق فعل مل کر جملہ فعلیہ  
ہو کر جملہ یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کا معطوف ہوا۔ يُنْفِقُونَ مضارع جمع مذکر غائب اِنْفَاقُ (افعال) مصدر  
وہ خرچ کرتے ہیں۔

تینوں جگہ جو ایک دوسرے پر معطوف ہیں صلہ ہونے موصول اَلَّذِينَ کے۔ اور موصول اپنے صلہ سے مل کر  
مُتَّقِينَ کی صفت ہوئی۔ یعنی متقین وہ ہیں جو را، غیب پر ایمان لاتے ہیں (۲) نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں اور  
(۳) جو روزی ہم نے ان کو دی ہوئی ہے اس سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

(۴:۲) اَلَّذِينَ - واو عاطفہ ہے۔ اَلَّذِينَ موصول ثانی۔ یُؤْمِنُونَ بِفعل با فاعل۔ مَا اُنْزِلَ  
اِلَيْكَ۔ ما موصولہ۔ اُنْزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِلَيْكَ جار مجرور مل کر متعلق فعل اُنْزِلَ۔ فعل اپنے  
نائب فاعل (مفعول مالم لیسیم فاعلہ) اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ ما موصولہ کا موصول وصلہ مل کر  
معطوف علیہ ہوا اگلے جملہ کا۔

وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ - واو عاطفہ، ما موصولہ، اُنْزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب (ضمیر مالم لیسیم فاعلہ)  
یا نائب فاعل کی طرف راجع ہے) مِنْ حرف جار، اِلَيْكَ مضاف، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار اور مجرور مل  
کر متعلق فعل اُنْزِلَ۔ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق فعل سے مل کر ما موصولہ کا صلہ ہوا۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر  
معطوف ہے جملہ سابقہ پر، معطوف علیہ اور معطوف دونوں جملے مفعول ہونے یُؤْمِنُونَ کے، یُؤْمِنُونَ اپنے فاعل  
ضمیر اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ اور صلہ ہوا۔ اَلَّذِينَ موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف ہوا پہلے  
اَلَّذِينَ پر یا مُتَّقِينَ پر۔

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ - واو عاطفہ، بِالْآخِرَةِ جار مجرور مل کر متعلق فعل یُوقِنُونَ کے، یُوقِنُونَ  
فعل با فاعل اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی هُمْ کی، ہو مبتدا ہے، مبتدا اپنی خبر کے ساتھ مل کر جملہ



اسمیه ہوا اور یہ جملہ اسمیہ یُؤْتُونَ کا معطوف ہوا۔ معطوف و معطوف علیہ مل کر صلہ ہوئے اپنے موصول الذین کا۔ الذین موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر پہلے الذین پر معطوف ہوا اور معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ہوئی۔  
المتقین کی:

وَالَّذِينَ..... يُؤْتُونَ (آیت ۴) کا ترجمہ ہوا۔ (وہ کتاب ہدایت بنے پر ہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو نازل کیا گیا آپ پر اور جو نازل کیا گیا آپ سے پہلے اور وہ قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔  
گویا متقین کی مندرجہ ذیل تین مزید صفات ہیں۔

۱، وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر نازل کیا گیا۔

۲، وہ ایمان لاتے ہیں ان کتب الہیہ اور ان صحیفوں پر جو آپ سے قبل (دوسرے پیغمبروں پر) نازل کئے گئے۔

۳، وہ آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

الْآخِرَةُ: منہ ہے دنیا کی؛ دنیا مشتق ہے دُنُو سے جس کے معنی قریب ہونا کے ہیں۔ خواہ یہ قرب ذاتی۔ حکمی، مکانی، زمانی، یا بلحاظ مرتبہ کے ہو۔ چونکہ وہ حال کے بہت ہی قریب ہے اس لئے اسے دنیا کہتے ہیں۔ اسی طرح آخرت کو اس کے متاخر اور پیچھے ہونے کی وجہ سے آخرت کہتے ہیں۔ اس میں دنیا اور آخرت دونوں دو صفتیں تھیں اب ان پر اسمیت غالب آئی اور استعمال میں دنیا و آخرت اسم کہلائے جانے لگے۔  
ہُمْ: ضمیر حصر کے فائدہ کی غرض سے یُؤْتُونَ پر مقدم کی گئی۔ یعنی آخرت کے گھر کا یقین صرف انہی پر ہیزگاروں کو حاصل ہے جن کی چند صفتیں اوپر مذکور ہو چکیں۔

یُؤْتُونَ: مضارع جمع مذکر غائب اِیْقَاتُ (افعال) مصدر، وہ یقین کرتے ہیں۔

۲: ۵۔ اُولَٰئِكَ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ وہ سب، یعنی وہ مومن اور متقی لوگ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

عَلَىٰ هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ کلمہ علی متقی لوگوں کے ہدایت خداوندی پر متمکن و مستقر ہونے پر دلالت کرتا ہے  
۱ ی ثَابِتُونَ عَلَى الْهُدَىٰ ہدایت پر ثابت قدم رہنے والے۔ هُدًى کو کثرہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے اور اس ہدایت کا مِّنْ رَّبِّهِمْ ہونا تعظیم کی مزید تاکید ہے۔

وَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، داؤد عطف کی ہے۔ اُولَٰئِكَ مبتداء هُمْ مبتداء الْمُفْلِحُونَ: خبر دونوں مل کر اُولَٰئِكَ کی خبر ہونے۔ یہ مبتداء اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جملہ سابقہ کا معطوف ہوا۔

ہُمْ ضمیر مقدم برائے حصر لائی گئی ہے۔ یعنی فلاح بھی انہی کا حصہ ہے جو مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں  
الْمُفْلِحُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مرفوع الْمُفْلِحُ واحد اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ فلاح پانے والے، مراد پانی والے  
کامیابی حاصل کرنے والے۔



كَفَرُوا، ماضی جمع مذکر غائب، كَفَرُوا وَ كُفِرُوا وَ كَفُورٌ، مصادر ہیں۔  
 الْكُفْرُ: کے اسل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں، اسی لئے اِت کو بھی کافر کہا جاتا ہے کہ وہ تمام چیزوں کو چھپاتی  
 ہے۔ یا کسان کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی بیچ کو زمین کے اندر چھپا دیتا ہے۔ کفر زیادہ تر شریعت حقہ سے  
 انکار یا دین سے انکار کے لئے استعمال ہوتا ہے اور سب سے بڑا کفر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یا اس کے فرستادہ انبیاء  
 سے یا ان کی لائی ہوئی شریعت کے انکار ہے۔

كُفْرَاتٌ: زیادہ تر نعمت کے انکار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور كَفَرُوا دونوں قسموں کے انکار پر بولا  
 جاتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى سَفِيْرٍ، جن لوگوں نے قبولِ اسلام سے انکار کیا۔ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ: سَوَاءٌ  
 برابر، اسم مصدر ہے بمعنی دونوں طرف سے برابر ہونا۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔ سَوِيٌّ مَّادَّة۔

لَا يَنْصَرِفُ: ءَ ہمزہ استفہام ہے۔ لیکن یہاں یہ ہمزہ تسوئہ کے لئے استعمال ہو رہی ہے یعنی دونوں چیزوں  
 کی برابری کرنے کے لئے۔ خواہ۔ اَنْذَرْتُ، ماضی واحد مذکر حاضر، اَنْذَارٌ (افعال) مصدر بمعنی ڈرانا۔ هُمْ  
 ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، جس کا مرجع الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ہے خواہ تو ان کو ڈرائے۔ اِنْذَارٌ: عذاب الہی سے  
 خوف دلانے کو کہتے ہیں۔ اَمْ۔ خواہ۔ یا۔ کیا۔ ءَ ہمزہ اور اَمْ، گو دونوں استفہام کے لئے آیا کرتے ہیں۔ لیکن  
 یہاں ان کو اس معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ معنی استوار کی تاکید کے لئے مستعمل ہیں۔

لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ لَمْ تُنْذِرْ مضارع نفی جہد لم۔ واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔  
 سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ..... لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ ان کے لئے یکساں ہے کہ آپ ان کو عذاب الہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں  
 لَا يُؤْمِنُوْنَ: مضارع نفی جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔  
 اس آیت کی ترکیب بخوی یوں ہوگی! اِنَّ حَرْفَ مُّشَبِّہٍ بِالْفِعْلِ الَّذِيْنَ، اسم موصول كَفَرُوا جملہ فعلیہ ہو کر اپنے  
 موصول کا سہ، موصول اور صمد مل کر اسم اِت۔ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ خبر اِت کی۔  
 لَا يُؤْمِنُوْنَ جملہ فعلیہ خبر ثانی اِت کی۔

۲: ۷۔ خَتَمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَتَمٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اس نے مہر لگائی۔ اس نے  
 مہر لگادی۔

امام راغب فرماتے ہیں۔ اَلْخَتَمُ: الطَّبْعُ کے لفظ دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔ کبھی تو  
 خَتَمْتُ، اور طَبَعْتُ کے مصدر ہوتے ہیں اور اس کے معنی کسی چیز پر مہر کی طرح نشان لگانے کے ہیں۔ اور  
 کبھی اس نشان کو کہتے ہیں جو مہر لگانے سے بن جاتا ہے۔  
 اور مجازاً کبھی اس سے کسی چیز کے متعلق وثوق حاصل کر لینا۔ اور اس کا محفوظ کر لینا مراد ہوتا ہے جیسا  
 کہ کتابوں یا دروازوں پر مہر لگا کر انہیں محفوظ کر دیا جاتا ہے کہ کوئی چیز ان کے اندر داخل نہ ہو۔



یہاں آیت نہ امیں بھی ختم اللہ علی قلوبہم کے معنی ہیں : خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے کہ نصیحت و پندار کا ان میں دخل نہیں ہوتا۔

وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ : داؤءِ عاطفہ ہے۔ عَلَى سَمْعِهِمْ معطوف ہے عَلَى قُلُوبِهِمْ پر۔ اِنِّیْ وَخَتَمَ اللہُ عَلٰی سَمْعِهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں پر مہر لگا دی۔ سَمْعٌ اصل میں مصدر ہے اور مصادر جمع کی صورت میں نہیں لائے جاتے اس لئے یہاں لفظ سَمْعٌ مفرد لایا گیا ہے۔ أَبْصَارِهِمْ مضاف مضاف الیہ، ان کی آنکھیں۔ أَبْصَارٌ بَصَرٌ کی جمع ہے۔ اور اس کا معنی ہے کسی چیز کا آنکھ سے ادراک کرنا۔ لیکن کبھی اس کا اطلاق قُوَّتِ بَصَرِہ پر بھی ہوا کرتا ہے۔ کبھی نفس آنکھ کو بھی بصر کہتے ہیں۔

غِشَادَةٌ : غِشَى یَغْشِی (باب سَمِع) کا مصدر ہے۔ غِشِیَّةٌ، غِشَادَةٌ، وَغِشَاءٌ اس کے پاس اس چیز کی طرح آیا جو اسے چھپائے۔ غِشَادَةٌ (اسم) وہ پردہ جس سے کوئی چیز ڈھانپ دی جائے۔ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَادَةٌ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِہ غِشَادَةً۔ (۲۳: ۴۵) اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور وَاللَّیْلِ إِذَا یَغْشَى (۱: ۱۲) رات کی قسم جو دن کو چھپالے۔

فائدہ : علامہ پانی پتی فرماتے ہیں ختم اللہ... الخ۔ یہ اس دعویٰ کی دہان پر ہدایت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ وعظ کرنا نہ کرنا برابر ہے، دلیل ہے اور یہ دلیل اس لئے بیان ہوئی ہے کہ بظاہر اس دعویٰ کا ثبوت نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے ثبوت میں فرمایا کہ یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے یعنی ان کی جبلت میں تاریکی ہے اور بہیمیت کی اندھیریوں نے ان کو ہر طرف سے محیط ہو کر اس امر کے قابل ہی نہ رکھا۔

(۸: ۲) وَمِنَ النَّاسِ میں مِنْ تہمیزیہ ہے۔ یعنی بعض ایسے بھی ہیں۔ یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول اور معتب بن قشیر اور عبد بن قیس اور ان کے رفقاء کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جن میں اکثر یہودی تھے۔ اور بعض مناقب — نَاسٌ اصل میں اُنَاسٌ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض حرف تعریف یعنی الف لام لے لئے یہ جمع ہے انسان کی۔ اور بعض کے نزدیک جمع نہیں بلکہ اسم جمع ہے کیونکہ جمع کے اوزان میں فَعَالٌ نہیں آیا۔ یہ یَا تَوَّاسٌ یَا نَسُّمٌ اَنْسٌ مصدر باب سَمِع سے۔ بمعنی مانوس ہونا۔ یَا نَسُّمٌ یُوْنِسُ اِنِّیْ نَاسٌ (باب افعال) سے مشتق ہے جس کے معنی دور سے دیکھنا یا محسوس کرنے کے ہیں۔ چونکہ آدمی ایک دوسرے کو دکھانی دیتے ہیں اس لئے انہیں نَاسٌ کہتے ہیں۔ جس طرح جنوں کو ان کے مخفی اور پوشیدہ ہونے کی وجہ سے جُنٌ کہتے ہیں۔

مَنْ یَقُولُ : مَنْ اسم موصول یَقُولُ اَمَّا یَا اللہِ وَیَا یَوْمِمَ الذَّخِرِ صلہ ہے بِاللہِ معطوف علیہ



ہے اور بِالْيَوْمِ الْآخِرِ معطوف۔ اِیۡۤ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاٰمَنَّا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ۔ واد حال یہ ہے اور جملہ مابعد جملہ حالیہ۔ ترجمہ یوں ہوگا۔ اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایماندار نہیں ہیں۔  
(۹۰۲) یُخَذُّ عُوْنَتَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مُخَادَعَةٌ۔ (مفاعلة) مصدر۔ وہ فریب کرتے ہیں۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں اَلْخِدَاعَ کے معنی ہیں کہ جو کچھ دل میں ہو اس کے برعکس ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وہ درپے ہو۔

امام راغب ر قمطاز ہیں : (اس میں) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے سے مراد اس کے رسول اور اولیاء کو فریب دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی سامعہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَاِیِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَاِیِعُوْنَ اللّٰهَ۔ (۱۰۱۴۸) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔

اَللّٰہُ۔ فعل یُخَذُّ عُوْنَتَ کا مفعول ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ وَاِذْ عَطَفَ کا ہے۔ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ موصول وصلہ مل کر معطوف اور اَللّٰہُ معطوف علیہ۔ اِیۡۤ وَاِذْ یُخَذُّ عُوْنَتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اور وہ دھوکہ دیتے ہیں ایمان لانے والوں کو۔

وَمَا یُخَذُّ عُوْنَتَ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ مَا نافیہ۔ یُخَذُّ عُوْنَتَ مضارع جمع مذکر غائب۔ خَذَعٌ۔ مصدر (باب فتح سے) اَنْفُسُهُمْ مضاف، مضاف الیہ مل کر مفعول یُخَذُّ عُوْنَتَ کا۔ ترجمہ: حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

اَنْفُسُ جمع ہے نَفْسُ کی۔ نفس ذات شے کو کہتے ہیں خواہ جوہر ہو یا عرض۔ (جو بذات خود قائم ہو وہ جوہر ہے مثلاً ذات باری تعالیٰ کہ اس کے لئے بھی نفس کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً تَعَلَّمَ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ (۱۱۶: ۵) تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے ضمیر میں ہے) عرض وہ چیز جو دوسری چیز کی وجہ سے قائم ہو۔

وَمَا یَشْعُرُوْنَ۔ واد حالیہ، مَا یَشْعُرُوْنَ منفی جمع مذکر غائب۔ جملہ حالیہ ہے۔ اور یہ یُخَذُّ عُوْنَتَ کی ضمیر سے حال ہے۔ یَشْعُرُوْنَ۔ شَعُرٌ مصدر، (باب نصر) سے ہے۔ مطلب یہ ہے وہ حواس سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہ نہیں سمجھتے۔ یہ الشَّعْرُ سے ہے جس کے معنی بال ہیں اور اس کی جمع اشْعَارٌ ہے۔ امام راغب لکھتے ہیں: شَعْرَتٌ کے معنی بالوں پر مانے کے ہیں اور اسی سے شَعْرَتٌ کَذَا متعارف ہے۔ جس کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کر لینے کے ہیں۔ اور شاعر کو بھی اس کی فطانت اور لطافت نظر کی وجہ سے ہی شاعر کہا جاتا ہے۔ تو کُنْتَ شَعْرَتِیْ کَذَا کے محاورہ میں شعراصل میں علم لطیف کا



نام ہے۔ پھر عرف میں موزوں اور مقفی کلام کو شعر کہا جانے لگا۔

(۲: ۱۰) مَرَضٌ - الْمَرَضُ کے معنی ہیں انسان کے مزاج خصوصی کا اعتدال اور توازن کی حد سے نکل جانا یہ دو قسم پر ہے (۱) مرض جسمانی جیسا کہ ارشاد ہے - وَلَا عَلَى الْمَوِلِّضِ حَرَجٌ (۲۴: ۶۱) اور نہ بیمار پر کچھ گناہ ہے - (۲) مَرَضٌ کا لفظ اخلاق کے بگڑنے پر بھی لڑا جاتا ہے اور اس سے اخلاق رذیلہ مثلاً جہالت، شک، بزدلی، سبیل، نفاق وغیرہ مراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ - ذَا مَثَلٍ الْكَذِبُ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ (۱۲۵: ۹) اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں خبت پر خبت زیادہ کیا۔ آیت ہذا میں یہی دوسرے معنی لئے گئے ہیں۔ کیونکہ جس طرح مرض جسمانی انسان کے بدن کو کمزور کر دیتا ہے اسی طرح یہ اخلاق رذیلہ بھی انسان کے دین کو ضعیف کر دیتے ہیں۔

فَزَادَهُمُ اللَّهُ - ف نتیجہ کے لئے ہے۔ ای نیتجہ - زاد - یزید - (باب ضوب) ذَبْدٌ وَزِيَادَةٌ مصدر، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے زیادہ کیا۔ اس نے بڑھایا۔ زاد۔ فعل لازم اور متعدی ہر دو طرح استعمال ہوتا ہے، یہاں یہ بطور فعل متعدی استعمال ہوا ہے۔ فعل لازم کی مثال قرآن مجید میں ہے - وَآرْسَلْنَاكَ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُ ذَاتَ (۲۴: ۱۴۷) اور ہم نے اس کو بھیجا ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف (أَوْ يَزِيدُ ذَاتَ - یا وہ زیادہ تھے)

هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اللَّهُ فاعل۔ مَرَضًا مفعول ثانی زاد فعل کا۔ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا خدا نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان منافقین کے دلوں میں شک و نفاق کا مرض ہے۔ انہوں نے اس مرض کو دفع کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حتیٰ کہ وہ جُر کمر گئی اور قانون قدرت کے مطابق بڑھتی گئی۔

عَذَابٌ أَلِيمٌ - موصوف صفت، أَلِيمٌ يَأْلَمُ أَلَمًا (باب سمع) أَلِمٌ اسم فاعل فعل لازم قرآن مجید میں ہے يَا لَمُوتُ كَمَا تَأْلَمُوتُ (۱۰۴: ۴) تو جس طرح تم شدید درد پاتے ہو اسی طرح وہ بھی شدید درد پاتے ہیں۔ أَلَمَ يُؤْلِمُ إِيْلَامٌ (افعال) دکھ درد دینا۔ مُؤْلِمٌ اسم فاعل۔ یہاں أَلِيمٌ بمعنی مُؤْلِمٌ ہے۔ دکھ دینے والا۔ دردناک۔ (راغب)

بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ہ سببیہ ہے۔ اور مَا مصدریہ۔ كَانُوا يَكْذِبُونَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ بہ سبب اس کے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ بہ سبب ان کے کذب کے (كَذَابٌ يَكْذِبُ كِذْبٌ جھوٹ بولنا)

۱۱: ۲ - وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا شَرٌّ لَّعَنَّا وَمَا نَعْمَىٰ مُجْهُولٌ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ - قَوْلٌ (باب نَصْرَم) مصدر، یہ کثیر المعانی لفظ ہے۔ اور قرآن مجید میں مختلف معانی میں استعمال



ہوا ہے۔ مثلاً بولنا۔ رائے، نظریہ کسی کو کوئی بات الہام کرنا، حکم دینا۔ روایت کرنا وغیرہ۔

قِيلَ اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن قرآن مجید میں جس جگہ حرف شرط کے بعد آیا ہے وہاں مضارع کا ترجمہ کیا جائے گا۔ کہیں حال کا کہیں مستقبل کا۔ کہا گیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہا جائے گا۔

لَا تُفْسِدُوا: فعل نہیں جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو، فِي الْأَرْضِ جار مجرور مل کر متعلق لَا تُفْسِدُوا لَا تُفْسِدُوا اِنِّي الْأَرْضِ، مقولہ نائب فاعل قِيلَ کا ہے۔ سارا جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ اگلا جملہ قالوا... مُصْلِحُونَ تک۔ اس شرط کی جزا ہے۔

إِنَّمَا۔ یہ مرکب ہے اِنَّ اور مَا۔ بے شک۔ تحقیق۔ سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتی ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتی ہے۔  
مُصْلِحُونَ اسم فاعل جمع مذکر، درست اعمال کرنے والے، نیک، اصلاح کرنے والے۔ بگاڑ کرنے والے۔

۲: ۱۲۲ آلہ۔ خبردار ہو جاؤ، سُن لو، جان لو، حرف تنبیہ ہے۔

هُمْ الْمُفْسِدُونَ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، تاکید کے لئے ہے۔ الْمُفْسِدُونَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ الْمُفْسِدُ واحد۔ فساد ڈالنے والے۔ بگاڑ کرنے والے (بے شک) یہی فساد ڈالنے والے ہیں لَا يَشْعُرُونَ مضارع منفی جمع مذکر غائب، وہ شعور نہیں رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے نہیں ہیں، نیز ملاحظہ ہو (۱۹۲)۔ اِمْنُوا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، اِيْمَانٌ۔ (افعال) مصدر تم ایمان لاؤ۔

کَمَا مرکب ہے کَ اور مَا سے ک حرف تشبیہ ہے۔ مَا مصدر یہ ہے، اِی اِمْنُوا اِيْمَانًا مِثْلَ اِيْمَانِ النَّاسِ۔

السُّفَهَاءُ۔ السَّفِيْهُ کی جمع۔ بے وقوف، کم عقل۔ بے سمجھ، احمق۔ السَّفِيْهُ کے اصل معنی جسمانی ہلکا پن کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں سَفِهَتِ الرَّيْحُ الشَّيْءُ۔ اس چیز کو ہوا لے اڑی۔ پھر بسبب خفیف ہونے عقل کے اس کا اطلاق بے وقوفی اور حماقت پر ہونے لگا۔ سَفِيْهُ بُرْزَنٍ فَعِيْلٌ۔ اسم فاعل ہے بمعنی بے وقوف النَّاسُ۔ (۱) آل جنس کے لئے ہے۔ جس سے مراد مرد کامل ہے کیونکہ جنس بول کر فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ہم بولتے ہیں "فلاں انسان ہے" یعنی کامل انسان ہے اس تقدیر پر النَّاسُ سے مراد اہل ایمان ہیں جو صحیح معنی میں انسان ہیں۔ (۲) آل عہد کا بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم،

(۱۴: ۲) لَقُوا: ماضی جمع مذکر غائب، لَقِيَ دَلِقَاءُ (باب سَمِعَ) مصدر، لَقُوا اصل میں لَقِيُوا۔ تھا۔ سی پر منہ دُتوار تھا۔ ماقبل کر دیا۔ سی بسبب اجتماع ساکنین گر گئی۔ لَقُوا ہو گیا۔ جب وہ ملتے ہیں، جب وہ سامنے آتے ہیں۔ لَقُوا ماضی کا صیغہ ہے۔ لیکن حرف شرط کے بعد آنے کی وجہ سے بمعنی مضارع آیا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱۴: ۲)



الذین: اسم موصول. اُمتوا صلہ موصول اپنے صلہ سے مل کر لَقُوا کا مفعول ہے

خَلَا ۱۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ (ماضی بمعنی مضارع بحوالہ (۱۱:۲) خَلَا يَخْلُ (باب نصر) خَلَا مَصْدَر وہ تنہا ہوا۔ وہ اکیلا ہوا۔ خَلَا غُلوت میں آدنا یا اکیلا ہونا۔ خَلَا اِلٰی کسی کے ساتھ اکیلا ہونا۔ یا غلوت میں ہونا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَيْءٍ طَيِّبٍ اور جب وہ اپنے شیطان ساتھیوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں۔ یعنی جرب اہل ایمان ان کے پاس نہیں ہوئے

مُسْتَهْزِئُونَ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِسْتَهْزَأُ (استفعال) مصدر، هَزَأٌ۔ مادہ۔ مذاق کرنے والے۔ مٹھا کرنے والے۔ مذاق بنا کر انکار کرنے والے

(۱۵:۲) يَسْتَهْزِئُ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسْتَهْزَأُ (اِسْتَفْعَال) مصدر۔ عربی زبان میں جب وہی یا ویسا ہی فعل جواباً استعمال کیا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس فعل کی مرادینا یا اس کی مدافعت کرنا۔ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ کے یہ معنی نہیں کہ اللہ ان سے مذاق کرے گا۔ بلکہ اس کے معنی ہیں یہ جمع وبال الاستهزاء علیہم ان کے استہزاء کا بوجھ یا عذاب ان ہی پر لوٹا دے گا۔ (بیضاوی)

بعض علماء نے الفاظ پر مبنی دیگر تاویلات بھی کی ہیں۔ جو کتب تفسیر میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

يَمُدُّ هُذً۔ يَمُدُّ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ مَدَّ يَمُدُّ (باب نصر) مَدَّ مصدر۔ وہ ڈھیل دے رہا ہے۔ وہ مہلت دے رہا ہے۔ هُذً ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ضمیر کا مرجع وہ لوگ ہیں جو (۸:۲) میں مذکور ہوئے جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے لیکن حقیقتہ وہ ایمان نہیں رکھتے۔

اَلْمَدَّ کے اصل معنی (المبائی میں کھینچنے کے ہیں۔ اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی سے عرصہ دراز کو مَدَّ کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵:۴۵) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے مَدَّ ذُتْ عَيْنِي اِلٰی كَذَا۔ لپجائی ہوئی نظروں سے دیکھنا۔ مثلاً۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهِ اَزْوَاجًا مِّنْكُمْ (۱۵-۸۸) اور ہم نے کفّاء کے کئی جوڑوں کو جو فوائد دنیا سے متمتع کیا ہے۔ تم ان کی طرف لپجائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا اور۔ مَدَّ ذُتْ عَيْنِي بِمَعْنٰی گمراہی پر مہلت دینا۔ فوراً گرفت نہ کرنا۔ باب افعال سے اَمَدَّ يُمِدُّ بمعنی مدد کرنا وغیرہم۔

طُغْيَانِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ ان کی سرکشی، طَغَى۔ طَغَى لَطَغَى۔ باب سَمِعَ۔ اور طَغَى لَطَغَى (باب فتح) طُغْيَانٌ۔ اپنی حد سے بڑھ جانا۔ نافرمانی اور معصیت کو شئی میں حد سے بڑھ جانا۔ هُمُ ضمیر جمع مذکر غائب۔ يَعْمَهُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَمَّه (باب فتح۔ سَمِعَ) مصدر



بمعنی حیرانگی کی وجہ سے سرگرداں و متردد پھرنا۔ يَحْمُوتُ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر هِمٌّ کا حال ہے۔

عَمَهُ کے معنی لغوی یہ ہیں کہ کسی معاملہ میں سرگشتہ و حیران ہونا جیسا کہ اَعْمٰی (اندھے) کا حال ہوتا ہے ترجمہ یوں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے یعنی انہیں ٹھٹھا کرنے کی سزا دیتا ہے اور ان کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دیئے جاتا ہے۔ (اور ان کی حالت یہ ہے کہ) وہ حیرانگی کی وجہ سے سرگرداں و متردد بہک رہے ہیں۔

(۱۶:۲) اَدْلَيْكَ اسم اشارہ۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ، یہی وہ لوگ ہیں

اَشْتَرُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اَشْتَرَاءُ (افتعال) مصدر، بیچنے اور خریدنے ہر دو معنوں میں آتا ہے اور یہاں بمعنی خرید کرنا ہے۔ انہوں نے خرید کیا۔ انہوں نے مول لیا۔ مُشْتَرٰی خرید کرنے والا۔

الضَّلَّة۔ گمراہی، بھٹکنا، گمراہ ہونا۔ ضَلَّ يَضِلُّ (باب ضوَب) کا مصدر ہے بمعنی گمراہ ہونا، راہ حق سے بھٹک جانا۔ هِدَايَةِ کی ضد ہے اَشْتَرُوا کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

بِالْهُدٰی۔ ب عوض اور بدلہ کے لئے ہے۔ هُدٰی۔ بمعنی ہدایت، یعنی انہوں نے ہدایت دے کر اس کے بدلہ میں گمراہی مول لے لی۔

فَمَا۔ ف۔ تفریعیہ (مستنبط) مَا نَافِیہ۔ دَیْجَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ رَجِعُوْا وَرَبَّاهُمْ۔ (باب سَمِعَ) کا مصدر۔ (تجارت کا) نفع دینا (آدمی کا تجارت میں) نفع کمانا۔

تِجَارَتُهُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی تجارت (پس ان کی تجارت نفع آور نہ ہوئی)

مُفْتَدِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب۔ ہدایت پانے والے۔

اِسْتَوْقَدَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِیْقَادُ (استفعال) مصدر۔ اس نے آگ جلانی۔ اسی سے ہے دَقُوْدٌ۔ ایندھن جس سے آگ جلانی جاتی ہے۔

فَلَمَّا۔ فاء عطف اور ترتیب کے لئے ہے لَمَّا حرف شرط ہے اَضَاعَتْ مَا حَوْلَهُ جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ اس کی جزاء۔ پس جب۔

اَضَاعَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل۔ نَادًا کی طرف راجع ہے اَضَاعَتْ (باب افعال) مصدر ضَاعَ مَادَہ۔ روشن کرنا یعنی جب اس نے آگ کو روشن کر دیا۔

مَا حَوْلَهُ۔ مَا۔ صلہ حَوْلَهُ مضاف مضاف الیہ مل کر موصول۔ حَوْل۔ ارد گرد، آس پاس۔ جو اس کے ارد گرد یا آس پاس تھا۔ كَ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع المستوفد۔ آگ جلانے والا ہے، موصول وصلہ مل کر اَضَاعَتْ کا مفعول ہے

يَنْوْرِ هِمٌّ۔ ب حرف جار تعدیہ کا ہے۔ نَوَّرَ هِمٌّ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر، مجرور، جار اور مجرور مل کر متعلق فعل۔ ذَهَبَ اللّٰهُ يَنْوْرِ هِمٌّ۔ (تو) اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو لے گیا۔ ان کی روشنی سلب کر لی۔



وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ ۚ ذَا عَاطِفٍ هِيَ تَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ يَهْدِيهِمْ جَهَنَّمَ سَابِقًا ۚ هُمْ ضَمِيرُ  
مفعول جمع مذکر غائب فِي ظُلُمَاتٍ متعلق فعل تَرَكَ ۚ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا۔  
لَا يُبْصِرُونَ ۚ مضارع منفی جمع مذکر غائب ۚ اِبْصَارًا ۚ افعال مصدر ۚ یہ جملہ حال ہے اپنے ذوالحال ھُمْ  
کا۔ درآں حالیکہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

فَاذْكُورْ ۚ آیت ہذا میں الذی بمعنی الَّذِينَ استعمال ہوا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے  
بعد ذَهَبَ اللہ بنور ھُمْ میں ھُمْ ضمیر جمع لائی گئی ہے الذی کا لفظ جمع کے معنوں میں اور جگہ بھی  
استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا (۶۹:۹) اور تم لوگ بھی گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے  
اور وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (۳۳:۳۹) اور جو لوگ  
سچی بات لے کر آئے اور (خود بھی) اس کو سچ بانا۔ تو یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

(۱۸:۲) صُمُّ ۚ بہرے ۚ اصَمُّ کی جمع ہے اَفْعَلُ فَعْلًا ۚ فَعْلٌ کے وزن پر، صُمُّ صفت مشبہ کا صیغہ  
ہے۔ واحد مذکر

بُكْمٌ ۚ گونگے ۚ اَبْكَمُ کی جمع جس کے معنی پیدائشی گونگے کے ہیں۔

عُمَّى ۚ اَعْمٰی کی جمع ۚ اَعْمٰی کا استعمال آنکھوں کے اندھے اور دل کے اندھے دونوں کے لئے ہوتا ہے  
صُمُّ ۚ خبر اول ہے مبتدا محذوف ھُمْ کی بُكْمٌ خبر دوم اور عُمَّى خبر سوم، مبتدا محذوف اپنی ہر سہ اجزاء سے مل کر  
جملہ اسمیہ ہے اور یہ معطوف علیہ ہے اگلے جملہ کا۔

فَهُمْ ۚ لَا يَرْجِعُونَ ۚ ذَا حَرْفٍ عطف بمفعول ترتیب کے ۚ ھُمْ مبتدا ۚ لَا يَرْجِعُونَ فعل بافا عل جو جملہ فعلیہ  
ہو کر خبر ہے مبتدا کی ۚ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ یہ جملہ معطوف ہے جملہ سابقہ پر۔

وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں۔ اندھے ہیں۔ پس وہ کسی طرح سیدھے راستہ کی طرف نہیں لوٹیں گے!  
(۱۹-۲) اَوْ ۚ اَوْ ۚ اصل میں شک کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جہاں دو باتوں میں شک کے طور پر برابری ہو وہاں  
اس کا استعمال ہوتا تھا۔ پھر مطلقاً دو چیزوں کی برابری بیان کرنے میں استعمال ہونے لگا کہ جہاں شک مقصود نہیں  
جیسا کہ بولتے ہیں جَالِسِ الْحَسَنِ اَوْ ابْنِ سِيرِينَ ۚ کہ خواہ تو حسن کے پاس بیٹھ یا ابن سیرین کے، دونوں  
کے پاس بیٹھنا برابر ہے۔ اس مقام پر (آیت ہذا) بھی یہ کلمہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے کہ منافقوں کو خواہ آگ  
جلانے والوں سے تشبیہ دو خواہ مینہ سے بھاگنے والوں سے دونوں برابر ہیں (تفسیر حقانی) اَوْ کے معنی یا  
ہیں یہ حرف عطف ہے۔

كَصَيِّبٍ ۚ كَ تشبیہ کا ہے ۚ صَيِّبٌ ۚ صَوَّبٌ مصدر (باب نصر) سے مشتق ہے اور فِعْلٌ کے  
وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے ۚ جس کے معنی بارش یا مینہ برسانے والا بادل ہیں۔



صَيِّب سے پہلے مضاف محذوف ہے ای اصْحَابِ صَيِّب۔ تقدیر کلام یوں ہوگی: اَوْ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ اصْحَابِ صَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ یا پھر ان کی مثال آسمانی بارش والوں کی سی ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ، منافقوں کو دونوں قصوں سے تشبیہ دینا برابر ہے)

السَّمَاءُ۔ (سمو مادہ) ہر شے کے بالائی حصہ کو سَمَاءُ کہا جاتا ہے جس طرح اَرْض بول کر کسی چیز کا نیچے کا حصہ مراد لے لیتے ہیں۔ جیسے شاعر نے گھوڑے کی صفت میں کہا ہے،

وَاحْمَرُ كَالِدِنِيَّاحٍ اَمَّا سَمَاءُكَ - فَرَبَّادَا مَّا اَرْضُكَ فَمَحْوُولُ

(وہ دیا کی طرح سُرخ ہے اس کا بالائی حصہ موٹا اور گداز ہے۔ اور اس کا زیریں حصہ (یعنی ٹانگیں) لاغر اور سخت ہے)

بعض نے کہا ہے کہ یہ اسمائے نسب سے ہے کہ ہر سمار اپنے ماتحت کے لحاظ سے سَمَاءُ ہے لیکن اپنے مافوق کے لحاظ سے اَرْض ہے۔ بجز سمار علیا رفلک الافلاک کے کہ وہ ہر لحاظ سے سَمَاءُ ہی ہے اور کسی کے لئے اَرْض نہیں بنتا۔

نیز بارش کو بھی سَمَاءُ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی اوپر سے آتی ہے۔ بادل اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے آیت ہذا میں مراد بادل ہے۔

فِيْنِهٖ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع صَيِّب ہے یا سَمَاءُ کیونکہ لفظ سمار مذکر و مونث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے اِنَّ السَّمَاءَ مُنْفَطِرٌۢ بِہِ (۱۸: ۳) اور جس سے آسمان پھٹ جائیگا (مذکر ۲) اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ (۸۲: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ (مونث) ظُلُمْتُ۔ جمع ہے ظُلُمَةٌ کی تاریکیاں۔ اندھیرے۔

رَعْدٌ۔ گرج کو کہتے ہیں۔ مثلاً بولا جاتا ہے رَعَدَتِ السَّمَاءُ وَبَرَقَتْ۔ بادل گرجا اور چمکا۔

بَرْقٌ۔ بادلوں میں پیدا ہونے والی چمک۔ ملاحظہ ہو رَعْدٌ۔ متذکرہ بالا۔

يَجْعَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَعَلَ (باب فتح) مصدر

جَعَلَ۔ یہ لفظ ہر کام کرنے کے لئے بولا جاسکتا ہے اور فَعَلَ۔ صَنَعَ کی نسبت عام ہے، یہ پانچ طرح پر استعمال ہوتا ہے۔

۱) بمعنی صَادَرَ وَطَفِقَ۔ اس صورت میں یہ متعدی نہیں ہوتا۔ مثلاً جَعَلَ ذَنْبٌ يَقُوْلُ كَذٰبًا۔ زید یوں کہنے لگا۔

۲) بمعنی اَوْجَدَ۔ (یعنی ایجاد کرنا۔ پیدا کرنا) جیسے وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ (۱: ۶) اور اندھیرے اور روشنی بنائی۔



۳، ایک سے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ مثلاً وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا (۲۲: ۱۱) اسے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے۔ اور وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا (۸۱: ۱۶) اور تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

۴، بمعنی 'تصویر'۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔ جیسے قرآن میں: هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا (۲۲: ۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

۵، کسی چیز پر کسی چیز کے ساتھ حکم لگانا۔ نام اس سے کہ وہ حکم حق ہو یا باطل۔ حق کی مثال إِنْ أَرَادُوهُ إِلَّا رَادُّهُ إِلَيْكَ بِجَهَنَّمَ مِنَ الْمَرْسَلِينَ (۲۸: ۴) ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور پھر اسے پھر بنارہے گے باطل کی مثال۔ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ (۱۶: ۵۷) اور یہ لوگ خدا کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔  
أَسْمَاءُ لَهُمْ - مضاف مضاف الیہ، ان کی انگلیاں إَصْبَعٌ کی جمع۔

أَذَانُهُمْ - مضاف مضاف الیہ، ان کے کان۔ أُذُنٌ کی جمع۔

مِنْ الصَّوَاعِقِ - جار مجرور مل کر اپنے فعل یَجْعَلُونَ کے متعلق ہے۔ الصَّوَاعِقُ جمع الصَّاعِقَةِ کی، کڑک بجلی کی کڑک، صَّاعِقَةٌ یَا تَوْ صَعِقَ یَصْعَقُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے جس کے معنی 'بے ہوش ہونے کے ہیں'۔ یا سَمِعُوْا سے بمعنی نہ کو اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اور آوازِ عدد کی صفت ہے یا خود عدد کی صفت ہے اخیر صورت میں ہے اس میں مبالغہ کے لئے ہوگی۔

حَذَرَ الْمَوْتِ - مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر اپنے فعل یَجْعَلُونَ کا مفعول لہ ہیں۔ موت کا ڈر، موت کے ڈر سے یعنی بجلی کی کڑک کے باعث موت کے خوف سے اپنی انگلیاں کانوں میں دے لیتے ہیں۔ مُحِيطٌ - اسم فاعل واحد مذکر قیاسی إِحَاطَةٌ - مصدر (باب افعال) حَوَّطَ - مادہ - ہر طرف احاطہ کر لینے والا ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ - جملہ معترضہ ہے۔

يَكَادُ الْبَرَقُ - يَكَادُ - مضارع واحد مذکر غائب - قریب ہے۔ كَادَ - يَكَادُ - كَوَدُ - مصدر (باب سَمِعَ) افعال تبارہ میں سے ہے۔ اگرچہ یہ فعل تامہ ہے لیکن استعمال میں اس کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے۔ جس کے واقع ہونے کے قرب کو کَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے آیت ہذا میں: يَكَادُ الْبَرَقُ يُخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ - قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو اچک لے۔ نیز ملاحظہ ہو (۲: ۷۱)

يَخْطِفُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ خَطَفَ - مصدر (باب سَمِعَ) اچک لے۔ جھپٹ لے جائے، بازِ مُخْطَفٌ - باز جو اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔

يَكَادُ الْبَرَقُ يُخْطِفُ أَبْصَارَهُمْ - جملہ مستأنفہ ہے۔ گویا کہ کوئی پوچھتا تھا کہ اس کڑک میں ان کا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ گویا بجلی کی چمک سے وہ اندھے ہی ہو جا دیں گے۔



کُلَّمَا۔ جب کبھی۔ کلمہ شرط ہے۔ یہ لفظ مرکب ہے کُلُّ اور مَّا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلُّ ہمیشہ منسوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَّا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَّا حرف مصدری ہے۔ کُلَّمَا کے بعد اکثر فعل ماضی آتا ہے۔ جیسے آیت ہذا میں کُلَّمَا اَضَاءَ لَهُمْ اَيَاہُ یا جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ کُلَّمَا دَعَوْا تُهْدُ (۷۱: ۷۰) جب بھی میں نے ان کو بلایا۔ یا جیسے کُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ۔ (۳: ۳۷) حضرت زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے۔ وغیرہ۔

اَضَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَضَاءَةُ (افعال) مصدر، اس نے روشن کیا۔ ضَوْءٌ مادہ، الضَّوُّ۔ کے معنی نور اور روشنی کے ہیں۔ ضَاءَتِ النَّارُ۔ آگ روشن ہو گئی۔ فعل میں ضمیر فاعل کا مرجع الْبَرَقُ ہے۔ اس میں مفعول محذوف ہے ایضاً الصراط لہم جب بجلی کی روشنی ان کے لئے راستہ کو روشن کرتی ہے۔ مَشَوْا فِيْهِ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مَشَى (باب ضَرَبَ) سے مصدر فِيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب الصراط (محذوف) کے لئے ہے۔ اَظْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِظْلَمَ (افعال) کا مصدر، اس نے اندھیرا کیا۔ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ وہ ان پر اندھیرا کرتا ہے یعنی جب ان پر اندھیرا طاری ہو جاتا ہے (برق کے نہ چمکنے سے)۔

كُوْ۔ حرف شرط ہے۔ اگر۔ حرف تنہا میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کاش۔

شَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَشِيَّةٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر۔ چاہنا۔ ارادہ کرنا۔ شَاءَ۔ اصل میں شِئَ (سَمِعَ) تھا۔ ح متحرک ماقبل مفتوح۔ اس لئے ح کو الف سے بدل دیا گیا۔ شَاءَ ہو گیا۔ اس نے ارادہ کیا۔ اس نے چاہا۔ كُوْ شَاءَ اللّٰهُ۔ اگر خدا چاہے۔ اگر خدا چاہتا۔

لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ۔ لام جزا میں تاکید کے لئے ہے بِ تَعْدِيہ کا ہے سَمِعَ۔ السَّمْعُ کے معنی قوتِ سامعہ کے ہیں لیکن کبھی بطور مصدر بمعنی سنا۔ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی اس سے خود کاں بھی مراد ہوتے ہیں۔ آیت ہذا میں قوتِ سامعہ مراد لی گئی ہے (یعنی اگر اللہ چاہتا) تو ان کی سننے کی قوت کو لے جاتا یا زائل کر دیتا۔

کان کے معنی میں بھی آیا ہے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوْبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ۔ (۲: ۷) اور بطور مصدر اَنْهَمُ عَنْ السَّمْعِ لَمَعَزُوْلُوْنَ۔ (۲۶: ۲۱۳) اور وہ (وحی کے) سننے سے محروم کئے جا چکے ہیں۔

وَالْبَصَارِهِمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اَيُّ لَذَهَبَ بِالْبَصَارِهِمْ۔ اور لے جاتا۔ یا زائل کر دیتا ان کی قوتِ بینائی کو، یا ان کی آنکھوں کو، اَبْصَارَ۔ بمعنی آنکھیں (۲: ۷) میں مستعمل ہے۔ وَعَلَى اَبْصَارِهِمْ غِشَادَةٌ۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔



قَدِيرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قَدِيرٌ۔ اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے کرے۔ اسی لئے اللہ کی ذات کے سوا کسی مخلوق کو قَدِيرٌ نہیں کہہ سکتے۔

۲۱:۲۲ اَعْبُدُوا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، عِبَادَةٌ دَعْبُودَةٌ مصدر، باب نصر، تم بندگی کرو، تم عبادت کرو لَعَلَّكُمْ۔ لَعَلَّ کی اصل وضع امید یا اندیشہ کے لئے ہے لیکن جس چیز کی امید کی جائے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے لَعَلَّ الشَّيْبَابَ يَعُودُ۔ کہنا غلط ہے کیونکہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں فرعون کا جو قول لَعَلِّيْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (شاید میں آسمانی اسباب تک پہنچ جاؤں) آیا ہے۔ (حالانکہ اس کا آسمان تک پہنچنا ناممکن تھا) اس کی یہ دہو بات دی گئی ہیں۔

۱۱ اس کی جہالت کہ وہ جانتا ہی نہ تھا کہ آسمان کہاں ہے اور یہ کہ اس کا وہاں تک پہنچنا ناممکن ہے، — ۲۲ فرعون اہل دربار کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ وہ فریق کے ساتھ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اس کے لئے آسمان تک پہنچنا ممکن ہے۔

اگرچہ لَعَلَّ امید اور اندیشہ کے معنی ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے لیکن جب اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو اس کے معنی میں قطعیت آجاتی ہے۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشہ کے معنی مراد لینا صحیح نہیں۔

لَعَلَّكُمْ: شاید کہ تم۔ امید ہے کہ تم۔

تَتَّقُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اِتَّقَاءُ (افتعال) مصدر۔ تم بچتے ہو۔ تم پرہیز کرتے ہو، تم پرہیزگار ہوتے ہو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ شاید کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

الَّذِي۔ اسم موصول۔ رَبِّكُمْ کے لئے ہے۔

فِرَاشًا۔ جس کو بچھایا جاتا ہے۔ یعنی بستر

بِنَاءٌ۔ چھت، عمارت، جو چیز بنائی جائے۔ بناء کہلاتی ہے۔

الْاَرْضَ۔ جعل۔ کا مفعول اول ہے۔ فِرَاشًا مفعول ثانی، دونوں مل کر معطوف علیہ ہوئے والسماء

بِنَاءٌ کے۔ واؤ عاطفہ ہوا۔ السماء مفعول اول اور بِنَاءٌ مفعول ثانی۔ دونوں مل کر معطوف جملہ سابقہ کے

معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول اول و دوم ہوئے جَعَلَ کے جعل فاعل اور دونوں مفعول سہ ہوئے

الَّذِي کا۔

رِزْقًا۔ روزی، رزق، اخْرِجَ کا مفعول بہ ہے۔

اَنْذَا۔ مفعول ہے لَا تَجْعَلُوْا کا۔ مبعنی مقابل، برابر، يَنْذُ کی جمع ہے۔ يَنْذُ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے

کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔







ادْعُوا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر دَعَوَا مصدر (باب نصر) تم بلاؤ۔

مِنْ دُؤْنِ اللَّهِ۔ مِنْ حرف جار۔ دُؤْنِ اللَّهِ۔ مضاف، مضاف الیہ مل کر مِنْ جار کا مجرور۔ دُؤْنِ مَبْنِیٰ وَرے سوائے۔ جو کسی شے سے چھوٹا اور قاصر ہو وہ دُؤْن کہلاتا ہے اصل میں دُؤْن کے معنی پاس اور قریب جگہ کے ہیں۔ اور اسی لئے کتابوں کے تصنیف کرنے کو تدوین کہتے ہیں کہ ایک مضمون کو دوسرے مضمون کے قریب اور متصل پاس کیا جاتا ہے پھر بطور مجاز کے رتبہ میں بھی اس لفظ کا استعمال ہونے لگا۔ مثلاً ذید دُؤْن عَمِرو۔ زید عمرو سے کم رتبہ ہے اسی لئے حقیر چیز کو دُؤْن یا دَنِیٰ کہتے ہیں۔ اس عالم کو کہ حقیر اور ذلیل محسوب دُنیا (مَوْنَت کا صیغہ) کہتے ہیں۔ یا اس لئے کہ قریب اور پاس ہے اور آخرت عالم بعید ہے۔ پھر اس میں بھی وسعت دی گئی ہے اور اس کلمہ کا ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری کو اختیار کرنے پر اطلاق ہوا۔ اور لفظ غیر کے لے المعنی ہو گیا۔ اس مقام پر یعنی آیت ہدایں، اس کے معنی غیر کے ہیں یعنی خدا کے غیر اور اس کے سوا۔ (تفسیر حقانی)

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ اِی فَاَفْعَلُوا تو کر دیکھو۔  
۲۴:۱۲ فَاِنْ۔ ف۔ عاطفہ ہے۔ اِنْ شرطیہ۔ لَمْ تَفْعَلُوا۔ فعل مضارع نفی جہلْم (معنی ماضی) تم نہ کر کے۔ تم نے نہ کیا۔

وَلَنْ تَفْعَلُوا (اور ہرگز نہ بنا سکو گے) یہ جملہ معترضہ ہے لَنْ تَفْعَلُوا۔ مضارع نفی تاکید مَبْنِیٰ فَاَفْعَلُوا النَّارُ الَّتِي دَقُّوْهُهَا النَّاسُ وَالْحِجَادَةُ۔ ف جزائیہ ہے۔ جملہ جواب شرطیہ (جزائیہ) اِنْفَعُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر۔ تم ڈرو، تم بچو، تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

دَقُّوْهُ۔ ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔ دَقْدَ یَقْدُ (باب ضرب) آگ کا سلگنا۔ باب افعال سے اَدَقْدَ یُوقِدُ۔ آگ جلانا۔ روشن کرنا۔ هَا ضَمیر واحد مَوْنَت غائب۔ النَّار کے لئے ہے اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِیْنَ۔ جملہ خبریہ ہے اور النَّار سے موضع حال میں ہے اُعِدَّتْ ماضی مجہول واحد مَوْنَت غائب۔ اِعْدَاؤُ (باب افعال) سے مصدر۔ وہ تیار کی گئی۔ ع د د۔ مادہ۔

۲۵:۲ دَبَشِّرْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر تَبَشِّرُ (تفعیل) سے مصدر۔ تو خوشخبری دے، تو بشارت دے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ۔ صلہ اور موصول مل کر جملہ۔ فعل بَشِّرْ کا مفعول ہے۔  
اِنَّ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ۔ یہ جملہ اپنے فعل بَشِّرْ کے متعلق ہے۔ اس کی اپنی ترکیب یہ ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل جَنَّتِ موصوف۔ تَجْرٰی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ جملہ فعلیہ ہو کر جَنَّتِ کی صفت۔ موصوف، صفت مل کر اِنَّ کا اسم۔ لَہُمْ۔ اِنَّ کی خبر۔



ترجمہ: کہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:-  
(۱) نہریں، ان باغوں کے نیچے زیر زمین بہتی ہیں۔ اور درختوں کی جڑیں ان سے مطلوبہ نمی حاصل کرتی ہیں  
اصل عبارت تَحْتَ أَشْجَارِهَا ہے۔ مضاف مذف کر دیا گیا ہے۔ اور مضاف الیہ اس کا قائم مقام بنایا  
گیلا ہے۔ یعنی باغات کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جیسا کہ عام طریقہ آبپاشی ہے۔

(۳) تَحْتِهَا بِمَعْنَى تَحْتَ أَدَامِ أَهْلِهَا یعنی ان باغات میں نہریں ہیں جو باغات میں بہنے والوں کے  
حکم کے تحت چلتی ہیں۔ اپنی معنوں میں اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے دَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ  
قَالَ يٰقَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكٌ مِّصْرَ دَهَذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِن تَحْتِي (۵۱: ۴۲)  
اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں اور کیا یہ نہریں میرے  
(حکم کے) تحت نہیں بہہ رہیں۔

(۴) یہ نہریں نہ صرف باغات کی آبپاشی کی ضروریات کے لئے ہوں گی۔ ان کی دیگر صفات بھی قرآن میں  
مذکور ہیں۔ مثلاً:-

(۱) فِيهَا أَنْهَارٌ مِّنْ مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ (۴۴: ۱۵) (جنت) میں پانی کی نہریں ہیں جو بو نہیں کریگا۔  
(۲) وَأَنْهَارٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ (ایضاً) اور دودھ کی نہریں جس کا مزہ نہیں بدلے گا۔  
(۳) وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِلشَّرْبِ بَيْنَ (ایضاً) اور شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لئے (مراں)  
لذت ہیں۔

(۴) وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّ۔ (ایضاً) اور شہد مصفیٰ کی نہریں ہیں  
جنت جمع ہے جنت کی، جنتیں، بہشتیں۔ باغات۔ یہ مشتق ہے الْجَنَّةِ (باب نصب) سے جس کے  
اصل معنی کسی چیز کو جو اس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَى اللَّيْلِ  
(۶۴: ۶) جب رات نے ان کو (اپنے پردہ تاریکی سے چھپالیا۔ الْجَنَّةُ۔ ہر وہ باغ جس کی زمین درختوں  
کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ بہشت کو جنت یا تو ذنیوی باغات سے تشبیہ دے کر کہا گیا ہے۔ اگرچہ  
دونوں میں بُعد بعید ہے۔ اور یا اس لئے کہ بہشت کی نعمتیں ہم سے مخفی رکھی گئی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا  
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةٍ أَعْيُنٍ (۳۲: ۱۷) کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے  
لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جنت بوجہ اسم آن ہونے کے منصوب ہے بسبب  
جمع مؤنث سالم کے نصب تابع جر کے آتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:-

جنت جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ بہشت سات ہیں (۱) جنت الفردوس (۲) جنت عدن



(۳) جنت النعیم (۴) دار الخلد (۵) جنت المادی (۶) دار السلام (۷) علیین۔

تَجَرَّیْ۔ مضارع واحد مَوْتُ ناسَب۔ جَزْئٌ وَجَزْیَانٌ (باب ضَرْب) سے مصدر وہ بہتی ہے وہ

جاری ہے (یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔

تَحْتَهَا۔ مضاف، مضاف الیہ، تَحْتَ بمعنی نیچے۔ اسم طرف ہے یہ فوق کی ضد ہے ہا صمیر واحد مَوْتُ غَابِ جَنَّتِ کے لئے ہے۔

كُلَّمَا۔ جب بھی۔ جس بار بھی۔ یہ لفظ مرکب ہے کُلَّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ لفظ کُلَّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ ہے بمعنی وقت کے، اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے مِنْهَا میں ہا صمیر واحد مَوْتُ غَابِ کا مرجع جَنَّتِ ہے۔

رِزْقًا۔ رِزْقُوكَ کا مفعول بہ ہے، جب بھی ان کو ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا۔ كَلَّمَا رِزْقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِزْقًا۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور اگلا جملہ قَالُوا هَذَا الَّذِي رِزَقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ جواب شرط ہے۔

هَذَا کا اشارہ نوع رِزْق کی طرف ہے اور الَّذِي رِزَقْنَا سے قبل مِثْل محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ هَذَا مِثْلُ الَّذِي رِزَقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ یہ پہلے رِزْق کی مثل ہے لفظ مِثْل تشبیہ بلیغ کرنے کے لئے حذف کر دیا گیا۔ گویا یہ دوسری دفعہ کا میوہ بعینہ پہلا ہی ہے۔ مِنْ قَبْلُ سے مراد دنیا کے میوے ہیں یا بہشت کے میوے جو کہ صورت سب یکساں نظر آئیں گے۔ لیکن ذائقہ اور لذت میں مختلف۔

قَبْلُ۔ ظرف زمان اور ظرف مکان ہر دو طرح مستعمل ہے۔ بَعْدُ کی ضد ہے اصناف اس کو لازمی ہے جب بغیر اصناف کے آئے تو ضمہ پر مبنی ہوگا جیسے آیت ہذا میں ہے۔

اُتُوا بِهِ۔ اُتُوا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِثْبَاتٌ۔ مصدر (باب ضَرْب) بَا کے صلہ کے ساتھ بمعنی لانا۔ ان کے پاس لایا جائے گا۔ (ماضی بمعنی مستقبل) صمیر واحد مذکر غائب۔ رِزْقُوا کی طرف راجع ہے۔

مُتَشَابِهًا۔ اسم فاعل واحد مذکر، منصوب، الشَّبَهُ، الشَّبَهُ، الشَّبِیْہ کے اصل معنی مماثلت بلحاظ کیف کے ہیں۔ اس کا استعمال ان چیزوں میں ہوتا ہے جو اندرونی یا بیرونی کیفیت میں ایک جیسی ہوں مثلاً رنگ۔ شکل، انصاف۔ ظلم وغیرہ۔ اگر دو چیزیں محض ایک ہی طرح کی ہوں۔ تو ایک چیز دوسری چیز کی شبیہ کہلاتے گی۔ لیکن اگر حسی یا معنوی مماثل اتنا گہرا ہو کہ دونوں چیزوں میں امتیاز نہ ہو سکے۔ تو



اس کو شُبُهَةٌ کہا جائے گا۔ پس مُتَشَابِهًا (باہم متاجلا) ایک دوسرے کی مانند کا مطلب یہ ہے کہ (اور) ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیئے جائیں گے جو اصل اور مزہ میں مختلف ہونے کے باوجود رنگت اور شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے (راغب) وَأَلْوَابِلُ مُتَشَابِهًا جملہ مقررہ ہے اَزْدَاجُ مُطَبَّرَةٌ۔ موصوف، صفت، اَزْدَاجُ، زُجُجُ کی جمع ہے بمعنی جوڑے ہم مثل چیزیں اقران حیوانات کے جوڑے میں سے نہ ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حیوانات میں ہر اس شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو۔ خواہ مماثل ہو یا متضاد زوج کہتے ہیں۔

یہاں آیت میں اَزْدَاجُ سے مراد بیبیاں، عورتیں، مراد ہیں۔

مُطَهَّرَةٌ۔ تَطْهِيرُ (تفعیل) مادہ طهر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے، پاک کی ہوئی، پاکیزہ، اَزْدَاجُ مُطَهَّرَةٌ۔ پاکیزہ بیبیاں۔

وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ وَاَوْ حَالِيہ ہے هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ جملہ اسمیہ ہے اور لَهُمْ سے حال ہے اور حال یہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فِيهَا۔ اِیٰ فِی جَنَّتٍ۔ خَلَدُوْنَ۔ خُلُوْدٌ۔ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ کسی شے کے بربادی سے بچنے اور اپنی اصلی حالت پر باقی رہنے کا نام خُلُوْدٌ ہے۔ اسی بنا پر اہل عرب عام طور پر خلود کا استعمال اس چیز کے لئے کرتے ہیں جو دیر پا ہو۔ اور اس میں تغیر و فساد مدت کے بعد پیدا ہو۔

(۲۶: ۲) لَا يَسْتَحْيٰ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ اسْتَحْيَا (استفعال) سے مصدر۔ وہ نہیں جھجکتا وہ نہیں شرماتا۔ وہ نہیں جھینپتا۔

اَنْ يَّضْرِبَ، اَنْ مصدر یہ ہے۔ يَضْرِبُ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ہے۔ کہ وہ بیان کرے۔ مَثَلًا مَّا۔ مفعول ہے فعل يَضْرِبُ کا۔ مَّا۔ ابہامیہ ہے جو نکرہ کے ابہام کو زیادہ کرتا ہے۔ کوئی سی مثال۔ جیسے کہتے ہیں اَعْطِنِي كِتَابًا مَّا اِیٰ اَيَّ كِتَابًا) مجھے کوئی سی کتاب دیدو۔

بَعُوْضَةٌ۔ واحد اس کی جمع بَعُوْضٌ ہے بمعنی پھر، یہ بَعْضٌ سے مشتق ہے۔ چونکہ حیوانات کی نسبت اس کا جسم ذرا سا ہوتا ہے اس لئے اس کو بَعُوْضَةٌ کہنے لگے۔ یہ مَثَلًا کا عطف بیان ہے۔

فَمَا فَوْقَهَا۔ فَا۔ عطف کے لئے ہے۔ مَا مَوْصُولٌ، اور فَوْقَهَا مضاف الیہ مل کر صلہ، موصول وصلہ مل کر معطوف ہے بَعُوْضَةٌ معطوف علیہ کا۔ یا وہ بیان کرے مثال اس سے کسی بڑی شے کی۔

فَاَمَّا النَّانِیْنَ اَمْثَلُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

فَا۔ تعقیبیہ ہے اَمَّا شرطیہ تفصیل ہے۔ (اَمَّا وہ حرف ہے کہ جو کسی امر مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے اور اس میں شرط کے معنی بھی پاتے جاتے ہیں اس لئے اس کے جواب میں فَا۔ آتی ہے۔ اس کے بعد جو اسم آتا ہے اس کو



مبتدا اور جس پر فاء داخل ہوتی ہے اس کو خبر کہتے ہیں پس الَّذِينَ آمَنُوا موصول وصلہ مل کر مبتدا اور فاعل مَعْلُومَات  
..... مِنْ رَبِّهِمْ (تمام ترکیبی تفصیلات کے ساتھ) اس کی خبر ہوتی۔

اِنَّہ میں ضمیر واحد مذکر غائب مثلاً کے لئے ہے۔

وَمَا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهَذَا امْتِلَاحٌ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ فَاَمَّا  
الَّذِينَ آمَنُوا..... الخ پر ہے۔ جملہ سابقہ کی طرح اَمَّا شرطیہ تفصیلیہ ہے۔ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ مبتدا متضمن  
بمعنی شرط ہے۔ باقی جملہ اپنی تمام تفصیلات ترکیبی کے ساتھ خبر ہے اپنے مبتدا کی۔

(مَا استفہامیہ ذَا بمعنى الَّذِیْ اور جملہ مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهَذَا امْتِلَاحٌ مقولہ ہے اپنے قول کا)

ترجمہ: اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے خدا کی مراد ہی کیا ہے؟

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا اَوْ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ معطوف علیہ و معطوف مل کر جملہ مستأنف (نیا جملہ ہے) یا جواب

ہے مَاذَا کا یا ان دونوں جملوں کا کہ جن کے ابتداء میں اَمَّا ہے بیان ہے۔

الْفٰسِقِيْنَ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ الْفٰسِقُ واحد۔ فَسَقَ يَفْسُقُ (باب ضَرَبَ) فَسَقَ يَفْسُقُ (باب

نَصَرَ) فَسَقَ يَفْسُقُ مصدر۔ فَسَقَ کے معنی نکلنے کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں فَسَقَ الرَّطْبُ عَنْ

قَشْرِهِ: پھوہارہ اپنے پھلکے سے باہر نکل آیا۔ عرف شرع میں فَسَقَ خدا کی فرمانبرداری سے گناہ کر کے خارج

ہونے کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا ابْلٰیْسَ كَانَ

مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ (۵: ۱۸) اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو

سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا پس اپنے پروردگار کے حکم سے باہر نکل گیا۔

شرع میں فسق کے تین درجے ہیں (۱) لغابی۔ باوجودیکہ گناہ کو بُرا سمجھتا ہے مگر کبھی خواہش نفسانی سے اس

کا مرتکب ہو جاتا ہے (۲) انہماک یعنی گناہ کرنے کی عادت کر لے اور کچھ پرواہ نہ کرے (۳) تجدد۔ یہ کہ گناہ کو

اچھا جان کر عمل میں لاوے اور خدا و رسول کے فرمان کی کچھ حقیقت نہ سمجھے۔ اس تیسرے درجے میں انسان کافر

ہو جاتا ہے۔

(۲۴-۲) يَنْقُضُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ لَقَضَ مصدر (باب نَصَرَ) وہ توڑتے ہیں۔

مِثْقٰہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ الْمِثْقٰثُ۔ اس عہد کو کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ منوکد کیا گیا ہو، اسم۔ واحد

مذکر۔ اس کی جمع مَوَاقِثُ ہے۔ بمعنی عہد۔ اَوْثَقَ يُوْثِقُ (باب اَفْعَال) رسی سے مضبوط باندھنا۔ زنجیر میں جکڑنا۔

جیسے قرآن مجید میں ہے وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهُ اَحَدٌ (۸۹-۶۶) اور نہ کوئی ایسا جکڑنا جکڑے گا: اور وَثَقَ يُوْثِقُ

(ضَرَبَ) دُوْثِقٌ.... بِفُلَانٍ اعتبار کرنا، مبروسہ کرنا۔ ثِقَّةٌ قَابِلٌ مَبْرُوسٌ آدمی۔

ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عہد ہے۔ مِنَ الْاَعْدِیِّ مِثْقٰہِ اس (عہد) کو پختہ اور مضبوط باندھنے کے



يَقْطَعُونَ. مضارع جمع مذكر غائب، قَطَعَ مصدر باب فتح، وہ کاٹتے ہیں۔

مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَهْلُ يُوحَصَلْ - مَا - موصولہ - أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوَصَلَ - جملہ فعلیہ ہو کر صلہ - أَنْ مصدریہ ہے۔ يُوَصَلَ مضارع مجہول واحد مذكر غائب - اِلْصَالُ و اِفْعَالُ مصدر بمعنی جوڑا جانا، اَنْ يُوَصَلَ کہ اس کو جوڑا جائے۔ مطلب یہ کہ جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو قطع کرتے ہیں (مثلاً صلہ رحمی)

الْخُسِرُونَ: اسم فاعل جمع مذكر گھانا پانے والے - نقصان اٹھانے والے - خُسِرُوا مصدر باب سمع، سے۔

(۲: ۲۸) كَيْفَ حرف استفہام ہے۔ کیسے، کیونکر، کس طرح - یہاں سوال سے مقصود کفار کی جرأت انکار پر استعجاب ہے یا برائے زبرد تو بیخ آیا ہے، كَيْفَ کا استعمال قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی آیا ہے سیاق ہیئت تو بیخ و تنبیہ ہی رہا ہے۔

وَكُنْتُمْ... الخ۔ جملہ عالیہ ہے۔ جملہ كَيْفَ تَكْفُرُونَ سے حال ہے (تو جیب کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر حقانی آئینہ نداء)

الف: كُنْتُمْ أَمْوَآتًا - (حالانکہ) تم بے جان تھے۔ پیدائش سے پہلے، صلب پد میں تشکیل سے پہلے۔

ثُمَّ - حرف عطف ہے ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو۔ مثلاً: أَذْكَرَ إِذَا مَا وَقَعَ أَمْنْتُمْ بِهِ (۵۱: ۱۰) کیا جب وہ آواقع ہوگا تب اس پر ایمان لاؤ گے۔

یہ متاخر ہونا رتبہ یا مرتبہ کے لحاظ سے ہو ایسے موقع پر اس کے معنی ہوتے ہیں: اس سے بھی بڑھ کر مثلاً اگلی ہی آیت (۲۹: ۲۱) میں ارشاد ہوتا ہے - ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ اس کے معنی یہ ہیں (اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں سات آسمان درست کر کے بنادیے۔ زمین و مافیہا کی خلقت کے بعد آسمانوں کی تخلیق کا ذکر مؤخر الذکر کی عظمت و تفضل کے لئے ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں آسمانوں کے بنائے جانے کے بعد زمین کا بنایا جانا صاف ظاہر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے - وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا (۳۰: ۲۷) اور اس کے بعد اس نے زمین کو پھیلایا۔

تراخی فی المرتبہ کی دوسری مثال وَ بَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِن طِينٍ (۹۰) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِن سُلَالَةٍ مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ (۸) ثُمَّ سَوَّاهُ وَ نَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِہِ (۹۱) (۳۲: ۷-۹) اور اس نے انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی حقیر پانی



سے پیدا کیا۔ پھر اس کو درست کیا۔ پھر اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔ اس میں تراخی فی الوقت بھی ہے۔

تراخی فی المرتبہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا شعر ہے۔

فَعَارُ ثُمَّ عَارُ ثُمَّ عَارُ - شِقَاءُ الْمَرْءِ مِنْ أَكْلِ الطَّعَامِ -

شرم کی بات ہے۔ بہت ہی شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے۔ کہ آدمی کھانا کھا کر بیمار ہو جائے

یا تاخر ہونا وقت کے لحاظ سے ہو۔ مَثَلًا ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

(۵۲:۲) پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا تاکہ تم شکر کرو،

ثُمَّ عام طور پر تراخی وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی 'پھر' اس کے بعد۔

(ب) ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ۔ پھر تمہیں مارے گا دنیوی زندگی ختم ہونے پر۔

(ج) ثُمَّ يُحْيِيكُمْ۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ یعنی جس دن صور پھونکا جائیگا۔ تو پھر تمہیں دوبارہ زندہ

کرے گا۔

(د) ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ۔ پھر تم اسی کی طرف پٹائے جاؤ گے (حساب و کتاب اور سزا و جزا کے لئے)

تُرْجَعُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَجَعَ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔

(۲۹:۲) ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔

ثُمَّ کی بحث کے لئے آیت (۲۸:۲) متذکرہ بالا ملاحظہ ہو۔ یہاں تراخی فی المرتبہ کے لئے استعمال

ہوا ہے۔ اس سے بڑھ کر، مزید برآں۔

اسْتَوَىٰ :- اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ چڑھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا

اسْتَوَاءٌ (افْتَعَالٌ) مصدر سے۔ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

اسْتَوَىٰ کے جب دو فاعل ہوتے تو اس کے معنی دونوں کے برابر اور مساوی ہونے کے آتے ہیں

جیسے لَا يَسْتَوِي الْأَصْحَابُ النَّارِ وَالْأَصْحَابُ الْجَنَّةِ (۲۰: ۵۹) اہل دوزخ اور اہل جنت برابر

نہیں۔ اور اگر فاعل دو نہ ہوں تو سنبھلنے، درست ہونے، اور سیدھے ہونے کے معنی آتے ہیں جیسے

فَاسْتَوَىٰ (۱) وَهُوَ بِالْأَفْقِ الْأَعْلَىٰ (۲) (۵۳: ۶-۷) پھر سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔

اور وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ (۱۴۰: ۲۸) جب وہ پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا۔ اس صورت میں

اسْتَوَىٰ کے معنی کسی شے کا اعتدال ذاتی مراد ہے۔

جب اس کا تعدیہ علی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں جیسے

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ (۱۱: ۴۴) اور وہ (کشتی) جو دی پہاڑ پر جا ٹھہری یا جا لگی۔ اور لَيْسَتْ عَلَى ظُهُورِهِ

(۴۲: ۱۳) تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو۔



اور جب اس کا تقدیر الٰہی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں۔ جیسے آیتہ ہذا میں۔  
ثُمَّ اسْتَوٰی اِلٰی السَّمَاءِ۔ پھر اس نے قصد کیا آسمان کی طرف۔ پھر اس نے توجہ کی آسمان کی طرف۔  
فَسَوَّیْنٰہُ۔ فِی نَتِیْجَہٗ کَاہِ سَوٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ تَسْوِیَۃٌ (تفعیل) مصدر اس نے پورا پورا بنایا۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب جس کا مرجع السَّعَاءِ ہے۔

سَبْعَ سَمَوٰتٍ سات آسمان۔ یہ هُنَّ کا بدل ہے۔

(۳۰:۱۲) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ۔ داؤد عاطفہ ہے۔ اِذْ۔ بالعموم بطور اسم ظرفِ زمان مستعمل ہے۔ لیکن بطور ظرف مکان یا حرفِ مفاعلات یا حرفِ مؤکد بھی استعمال ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ آیا ہے تو وہاں لفظ اِذْ کُزْ محذوف ہے۔ اِی وَاِذْ کُزْ اِذْ۔ اور آپ ان سے بیان کر دیجئے کہ جب (یا جبکہ) جس وقت آپ کے رب نے فرمایا۔

الْمَلٰٓئِکَۃِ۔ مَلَکٌ سے جمع ہے، جیسے شَمَلٌ کی جمع شَمَائِلٌ ہے الْمَلٰٓئِکَۃُ میں ة تانیث الجمع کی ہے۔ مَلَکٌ و مَلَکٌ بھی بصیغہ واحد بمعنی فرشتہ ہے

اِیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃٌ۔ یہ جملہ مقولہ ہے قول قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ کَا۔ جَاعِلٌ۔ واحد مذکر۔ اسم فاعل۔ جَعَلَ سے۔ بنانے والا۔ کرنے والا۔ خَلِیْفَۃٌ۔ مفعول بہ ہے جَاعِلٌ کا۔ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، مقرر کرنے والا ہوں۔

خَلِیْفَۃٌ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر (خَلِیْفٌ ہے اس لئے اس کی جمع خُلَفَاءُ آتی ہے۔ مگر مبالغہ کے لئے ة کو زیادہ کر کے خلیفۃ بنایا گیا ہے۔ اس کے معنی نائب کے ہیں کہ جو پیچھے کام کرے۔ خَلْفٌ سے مشتق ہے فِیْہَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب اِلَّاَرْضِ کی طرف راجع ہے۔

مَنْ موصولہ ہے۔ جو

یَسْفِکُ الدِّمَآءَ۔ یَسْفِکُ مضارع واحد مذکر غائب۔ سَفَکٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ بہانا۔ الدِّمَآءُ خون۔ واحد دَمٌ مفعول ہے اپنے فعل یَسْفِکُ کا۔ (جو) خون بہانے گا۔ یعنی قتل و خون کریگا۔ خون ریزیاں کریگا۔

نَسِیْمٌ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَسِیْمٌ مصدر۔ (باب تَفْعِیل) ہم پاکی بیان کرتے ہیں۔ تسبیح خدا تعالیٰ کی چین عیوب سے پاکی بیان کرنا ہے، خواہ زبان سے ہو یا دل سے ہو۔ دلالت حال سے بیان کی جاتے

نَقَدَسُ۔ مضارع جمع متکلم۔ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تَقَدَّسَ (تَفْعِیل) مصدر۔ تقدیس کے معنی اس تطہیر الٰہی کے ہیں جو آیت دَلِیْطَہُمْ کُمْ تَطْہِیْرًا (۳۳: ۳۳) میں مذکور ہے (اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے) اس تطہیر کے معنی ازالہ نجاست محسوسہ کے نہیں۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم تیرے



سجا آوری میں اشیاء کو پاک و صاف کرتے ہیں۔

مَا لَا تَعْلَمُونَ ۚ مَا مَوْصُولٌ هُوَ اور لَا تَعْلَمُونَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) اس کا صلہ جو تم نہیں جانتے ہو۔

(۳۱:۲) وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ (اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے۔ یہاں اسماء سے مراد محض چیزوں کے نام ہی نہیں بلکہ کلمۃ کی انواع ثلاثہ یعنی منجر عنہ (اسم) خبر۔ اور رابطہ (حرف) تینوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا اس آیت میں اسماء سے کلام کی انواع ثلاثہ۔ ان کی صورتیں بمعہ ان کی ذوات و خصوصیات تراویں کُلَّھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے متوکلہ الاسماء کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ سب، تمام، (جملہ تفصیلات) عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ۔ عَرَضَ عَلَی دیکھلانا، پیش کرنا۔ سامنے کرنا۔ (پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کیا، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب راجع ہے طرف مسمیات کے جو کہ ضمناً سمجھی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ تقدیر کلام یہ ہے۔ اَسْمَاءُ الْمُسَمَّیَاتِ۔ مضاف الیہ کو حذف کر دیا۔

فَقَالَ۔ فَأَ عاطفہ ہے قَالَ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

أَنْبِئُونِي۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَوْقَاہ۔ اور تَوْ ضمیر واحد متکلم (مفعول بہ) اپنے فعل أَنْبِئُوا کا (أَنْبِئُوا رَفْعًا) مصدر۔ مجھے بتاؤ۔ مادہ ن ب و۔

اَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ۔ مضاف مضاف الیہ هَؤُلَاءِ۔ اسم اشارہ جمع۔ اس کا اشارہ چیزوں کی طرف ہے۔ (۳۲-۲) سُبْحَانَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تو پاک ہے۔

إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ إِلَّا حرف استثناء۔ مَا مَوْصُولٌ عَلَّمْتَنَا فعل فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مستثنیٰ اپنے مستثنیٰ مِنْ (عِلْمِ) کا (ہمیں تو کچھ علم نہیں) مگر وہی جو تو نے ہمیں علم دیا۔

الْحَلِيمُ ۝ بَرُّونَ فَعِيلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا، خوب جاننے والا۔  
الْحَكِيمُ ۝ فَعِيلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے حکمت والا۔  
مَا تَبَدُّونَ ۚ مَا مَوْصُولٌ تَبَدُّونَ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صلہ۔ تَبَدُّونَ تم ظاہر کرتے ہو۔ تم ظاہر کرو گے  
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر (أَجْدَاءُ رَفْعًا) مصدر بمعنی نمایاں طور پر ظاہر کرنا۔ یا ظاہر ہونا۔ بداء۔ مادہ  
كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۚ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر، تم چھپاتے تھے۔ كِثْمَانٌ۔ كَثْمٌ (باب نصر)۔  
چھپانا۔ پوشیدہ کرنا۔

(۳۴-۲) وَإِذْ قُلْنَا۔ ملاحظہ ہو (۳:۲)

أَسْجُدُوا لِآدَمَ ۚ یہ جملہ مقولہ ہے قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ ۚ أَسْجُدُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، سَجُودٌ



باب نصر سے مصدر تم سجدہ کرو

ابلیس شیطان کا نام ہے بوجہ معرفہ و عجمہ کے غیر منفرد ہے۔ بعض نے اسے ابلاس (افعال) بمعنی سخت ناامیدی کے باعث غمگین ہونا سے مشتق کہا ہے۔

ابی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اجاء۔ (باب ضرب و فتح) مصدر اس نے سختی سے انکار کیا۔  
استکبر۔ ماضی واحد مذکر غائب (استفعال) مصدر اس نے تکبر کیا۔ اس نے گھنڈ کیا۔ اس نے غرور کیا۔

كان ماضی واحد مذکر غائب۔ کون (باب نصر) مصدر یہ بطور فعل ناقص و فعل تام آتا ہے۔ یہاں بطور فعل تام آیا ہے۔ بمعنی صادر ہو گیا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ وُسِّیْرَتِ الْجِبَالِ کَانَتْ سَرَابًا (۲۰: ۸) اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔

۲: ۳۵ اُسْكُنْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر اُسْكُنْ کی تاکید کے لئے ہے۔ الْجَنَّةَ مفعول فیہ اُسْكُنْ کا۔ یعنی تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔

اَنْتَ دَرَزْتُكَ۔ اَنْتَ معطوف علیہ۔ د حرف عطف۔ دَرَزْتُكَ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف تو اور تیری بیوی۔

کَلَّا۔ امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر، تم دونوں کھاؤ۔ مِنْهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الْجَنَّةِ کے لئے ہے۔ حَيْثُ: جہاں۔ جس جگہ طرف مکان ہے بنی برنمہ، مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے شَيْئًا۔ ماضی تثنیہ مذکر حاضر مَشِيَّةً (باب سمع) مصدر سے شَاءَ، يَشَاءُ، شَاءَ اصل میں شَيْءٌ تھا۔ یہی متحرک ماقبل مفتوح اس لئے ی کو الف سے بدل دیا گیا۔ تم دونوں نے چاہا حَيْثُ شَيْئًا۔ جہاں سے چاہو حَيْثُ مضاف شَيْئًا جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ کَلَّا کا۔

رَعَدًا بافراغت، وسیع۔ خوب، یہ اصل میں باب سَمِعَ سے مصدر ہے۔ رَاعِدًا کی جمع بھی ہو سکتی ہے جیسے خَلَدٌ کی جمع خَلَدٌ ہے رَعَدًا صفت ہے اَكَلًا (مصدر محذوف کی) اِی دُكَلًا مِنْهَا اَكَلًا رَعَدًا حَيْثُ سَمِعْنَا اور وہاں (جنت میں) جہاں سے چاہو دل بھر کر خوب کھاؤ۔

لَا تَشْرَبَا۔ فعل نہی تثنیہ مذکر حاضر تَرَبُّ (باب سمع) مصدر تم دونوں مت قریب جاؤ۔  
فَلَا تَكُونَا۔ و جواب نہی کے لئے ہے تَكُونَا مضارع تثنیہ مذکر حاضر قُرْبٌ (باب سمع) مصدر تم دونوں ہو جاؤ گے گنہگاروں میں سے)

اَزَاهَا۔ اَزَلَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اَزَلَّ (افعال) مصدر سے۔ الذَّلَّةُ کے اصل معنی بلا قصد کے تدم پھسل جانے کے ہیں۔ جو گناہ بلا قصد سرزد ہو جانے سے بھی بطور تشبیہ ذَلَّةً سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ



قرآن مجید میں ہے فَإِنْ زَلَلْتُمْ (۲۰۹:۲) اگر تم لغزش کھا جاؤ۔ هُمَا ضمیر مفعول بہ ثنیتہ غائب حضرت آدم اور حضرت حوا کے لئے ہے یعنی اس نے (شیطان نے) ان دونوں کو بھسلا دیا ان دونوں کے قدم ڈگمگائیے۔ عَنْهَا۔ هَا ضمیر واحد موصوت غائب شجرۃ کی طرف راجع ہے بعض کے نزدیک اس کا مرجع جنت ہے۔ مِمَّا كَانَتْ فِيهِ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ حروف جار اور هَا اسم موصول سے۔ كَانَتْ فِيهِ صلبہ موصول کا ضمیر واحد مذکر غائب یا الجنة کے لئے ہے یا جنت کی نعمتوں اور راحتوں کے لئے۔ اگلے جملہ میں لفظ اَنْبِطُوا (تم اترو۔ تم اتر جاؤ) آیا ہے اس کی رعایت سے یہاں کا مزمع الجنة زیادہ موزوں ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور اس نے نکلوا دیا ان دونوں کو وہاں سے جہاں وہ تھے۔

اِهْبِطُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُيْطُط (باب ضَرْب) مصدر جس کے معنی کسی چیز کے بے امنیتیاری حالت میں نیچے اترنے کے ہیں۔ جیسا کہ پتھر پندی سے گر پڑتا ہے۔

اِهْبِطُوا (تم سب نیچے اترو) جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت آدم، اور حضرت اور شیطان ہر شے کو جنت سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ یا مہبوط آدم کے ان کی نسل ان کے ساتھ شامل ہو گئی۔ اس لئے صیغہ جمع کا استعمال ہوا ہے

لِبَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ عَدَاوَةٌ۔ (تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے) یہ جملہ اِهْبِطُوا سے موقع حال میں ہے۔ اپنی تمہاری نسل میں باہم عداوت، حسد، بغض، خود غرضی وغیرہ رہیگی۔

مُسْتَقَرٌّ۔ اسم ظرف مکان (استقبال) قرار گاہ، ٹھہرنے کی جگہ، یہ مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ مَتَاعٌ۔ اسم مفرد اَمْتَعْتُمْ جمع۔ معین اور طویل مدت تک فائدہ اٹھانا۔ معاش، فائدہ، نفع، وہ سامان جو غا میں آتا ہے۔ جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ محاورہ ہے۔ متع الله بكذا۔ وامتنعه الله اسے دیر تک فائدہ اٹھانے کا موقع دے۔

حَيِّنٌ، وقت، زمانہ، مدت۔ اَحْيَانٌ جمع۔ الی حَيِّنٍ ایک مدت تک

فَتَلَقَىٰ ف۔ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ تَلَقَىٰ باب تَفَعَّل اور التَقَىٰ (باب افْتَعَال) الشَّيْءُ مِنْهُ بمعنى اخذہ منہ۔ پانا وصول کرنا، جب بہشت سے نکل جانے کا حکم ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام فرط مذمت و مدت مدید و عرصہ عید تک روتے اور اتنا روتے کہ رحمت خداوندی کو ترس آگیا۔ یا رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر کلمات القار کئے جو حضرت آدم نے اخذ کر لئے، اور ان پر عمل کرتے ہوئے توبہ کی وہ کلمات کون سے تھے؟ جہور کا خیال ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۲۳:۴) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشگا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو یقیناً ہم گھانا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ یہی حضرت



ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔  
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ . ظَلَمْتُ نَفْسِي  
 فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ . اے اللہ میں اپنی پاکیاں کرتا ہوں تیری حمد کے ساتھ  
 تیرا نام بڑا بابرکت ہے اور تیری شان بہت بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی جان پر ظلم  
 کیا۔ مجھے بخش دے۔ بے شک تیرے سوا کوئی گناہ کو بخشے والا نہیں۔  
 فَتَابَ عَلَيْهِ۔ پس اس نے اس کی توبہ قبول کی۔

فَائِدَةٌ۔ یہاں بھی محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ جب خداوند تعالیٰ نے کلمات مغفرت حضرت  
 آدم علیہ السلام کے دل پر انکار کئے انہوں نے یہ کلمات اخذ کر لئے۔ ان پر عمل کرتے ہوئے ان کلمات سے  
 دعائے مغفرت شروع کر دی۔ خداوند تعالیٰ کو اپنے بندہ کی گریہ و زاری پر رحم آیا اور اس کا گناہ (غفرش)  
 معاف کر دیا۔

تَابَ عَلَى۔ تَوْبٌ وَتَوْبَةٌ۔ مصدر سے تَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، التَّوْبُ يَا التَّوْبَةَ  
 کے معنی گناہ سے باز آنے کے ہیں۔ امام خطاب فرماتے ہیں التَّوْبَةُ عَوْدُ الْعَبْدِ إِلَى التَّوْبَةِ بَعْدَ  
 الْمَعْصِيَةِ (توبہ کے معنی گناہ کے بعد بندہ کا نیکی کی طرف پلٹنا۔ امام راغب فرماتے ہیں (گناہ کا باحسن رجوع  
 چھوڑ دینے کا نام توبہ ہے یہ تَابَ يَتَوَبُّ کا مصدر ہے باب نصر سے اور لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے  
 جب اس کا تعدیہ الی کے ساتھ آئے توبہ کا اللہ کی طرف توجہ کرنا اور رجوع کرنا کے معنی ہوتے ہیں اور بندہ  
 کے گناہ سے باز آنے کے ہیں۔ اور جب اس کا تعدیہ علی کے ساتھ آئے تو اللہ تعالیٰ کا بندہ کی توبہ قبول کرنا یا  
 توبہ کی توفیق دینے کے معنی ہوتے ہیں تَابَ بمعنى: اس نے توبہ کی اوہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا  
 اس نے معاف کیا۔

فَائِدَةٌ۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا توبہ اور اس کی توبہ قبول کرنا بیان فرمایا ہے حضرت حواؑ کا توبہ کرنا  
 ذکر نہیں کیا۔ یہ اس لئے کہ عورت احکام میں تابع ہے مرد کے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اکثر مرد ہی مخاطب ہیں  
 إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ ۱۷ یہ جملہ اسمیہ معترضہ ہے۔

التَّوَّابُ۔ تَوْبَةٌ سے بروزن فَعَالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت توبہ کرنے والا۔ بہت مغفرت کرنے والا  
 بہت توبہ قبول کرنے والا۔ لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَّاب کہتے ہیں۔  
 بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے  
 توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے  
 بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے والے کے ہیں۔ قرآن مجید میں تَوَّاب کا لفظ جہاں بھی آیا ہے خداوند تعالیٰ کی



صفت کے لئے آیا ہے

۳۸:۲ - قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا قُلْنَا - ہم نے کہا (ماضی جمع متکلم) قول ہے۔ اور اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا۔ اس کا مقولہ۔ اگلی عبارت تا اختتام آیت ۳۹ قُلْنَا کا مقولہ ہے اهْبِطُوا۔ آیت ۲: ۳۶ میں بھی آیا ہے اس آیت میں اس کا اعادہ پھر کیا گیا ہے تاکہ فَاِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مَنی ..... الخ کا پورا پورا ارتباط اس کے ساتھ ہو جائے جَمِيعًا۔ لفظًا اهْبِطُوا سے حال ہے اور معنی تاکید ہے یعنی سب اترو مجتمع ہو کر یا الگ الگ۔ ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اترو جاؤ۔

فَاِمَّا۔ فاء عطف اور ترتیب کے لئے آیا ہے اِنْ شرطیہ اور مَا زائدہ للتأكيد سے مرکب ہے۔ پھر اگر: يَأْتِيَنَّكُمْ۔ يَأْتِيَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب۔ اْتِيَانٌ مصدر (باب ضرب) کُذْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، کُذْ ضمیر جمع کی، آدم و حوا اور شبول ابلیس لائی گئی ہے یا آدم و حوا اور ان کی اولاد کے لئے کہ وہ احکام ہدایت متجانب اللہ کی مکلف ہے۔

فَمَنْ۔ فَ ربط کے لئے ہے اور مَنْ شرطیہ ہے۔

هُدًى، مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر تَبِعَ کا مفعول۔ فَمَنْ تَبِعَ هُدًى۔ جملہ شرطیہ اس سے اگلا جملہ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُونَ۔ جواب شرط (جملہ جزائیہ) یہ جملہ شرط و جزاء دونوں مل کر شرط اول۔ زَاِمًا يَأْتِيَنَّكُمْ مَنی ہُدًى کی جزاء۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ معطوف علیہ اور وَلَا هُمْ یَحْزَنُونَ۔ معطوف ہے ہُذْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

وَلَا هُمْ یَحْزَنُونَ وَاَوْ عطف کا ہے لَا مشابہ بلیس منفی ہے ہُذْ مبتداء یَحْزَنُونَ فعل با فاعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ حَزَنٌ باب سمع مصدر غمگین ہونا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(۳۹:۲) خَالِدُونَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ خَلَوْذٌ باب نصر سے مصدر ہمیشہ ہونے والے۔

(۴۰:۲) یٰبَنِی إِسْرَآئِیْلَ۔ یاد حرف نداء بَنِی إِسْرَآئِیْلَ مضاف، مضاف الیہ مل کر منادی۔ بَنِی إِسْرَآئِیْلَ اصل میں بنی اسرائیل تھا۔ ن جمع اصناف کے سبب گر گیا۔ إِسْرَآئِیْلَ منصوب بوجہ غیر منصرف عجم و معرفہ ہونے کے ہے۔ إِسْرَآئِیْلَ کے معنی عَبْدُ اللَّهِ۔ یعنی اللہ کا بندہ ہے یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے بَنِی إِسْرَآئِیْلَ لے اسرائیل کے بیٹوں، یا اے اسرائیل کی اولاد۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔

اَذْكُرُوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ذِکْرٌ باب نصر تم یاد کرو،

نَعْمَتِی۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری نعمتیں، میرے احسان۔ یہاں نعمت لفظاً واحد ہے لیکن اس کے معنی جمع کے ہیں کیونکہ نعمت ایک نہ سمٹی بلکہ غیر متناہی تھیں۔ یٰ ضمیر واحد متکلم کی ہے۔ میری نعمتیں۔

اَذْفُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر اِیْقَازٌ (اِنْعَالٌ) تم پورا کرو۔



عَهْدِي - مضاف مضاف الیه - میرا عہد۔

أَوْفٍ - مضارع کاسیغہ واحد متکلم - اِذَا (افعال) مصدر میں پورا کروں گا۔

إِنِّهٖ كَذِبٌ - یعنی وہ وعدہ جو میں نے تم سے کیا ہے اُوْفِ اصل میں اُوْفِی تھا۔ لیکن اُوْفِ بِعَهْدِکُمْ جملہ جزاء ہے جیسا کہ جملہ اولی شرطیہ کی خبر دے رہا ہے اس لئے اُوْفِ میں می حذف ہو گئی۔

وَاٰیٰتِیْ فَارْهَبُوْنَ - واو عاطفہ ہے اِیَّای میں فعل محذوف ہے گویا عبارت یوں ہے اِیَّای اِرْهَبُوْا اِیَّای - ضمیر منصوب منفصل مفعول ہے۔ اور حرف کا فائدہ دیتی ہے، اور مفعول کو تخصیص کے لئے فعل سے مقدم لایا گیا ہے (ملاحظہ ہو: ۴۱) اِرْهَبُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور تم صرف مجھ ہی سے ڈرو،

فَارْهَبُوْنَ - دوسرا جملہ ہے ف جزا کہ ہے۔ اس سے قبل جملہ شرطیہ محذوف ہے گویا کلام یوں ہے ان کنتم راہبین شِئْنَا فَارْهَبُوْا اگر تم کسی شے سے ڈرتے ہو تو مجھ سے ڈرو۔ اِرْهَبُوْنَ - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ن وقایہ اور سی متکلم محذوف ہے اِرْهَبُوْا رَهْبَةً - مصدر باب سَمِعَ سے ہے رَهْبَةً ایسے خوف یا ڈر کو کہتے ہیں۔ جس میں احتیاط اور اضطراب دیے چینی شامل ہو۔

(۴۱: ۲) مَا اَنْزَلْتُ ماموصولہ اور اَنْزَلْتُ اس کا صلہ۔ اس کی تقدیر یوں ہے

بِمَا اَنْزَلْتُہ) جو میں نے نازل کیا ہے۔ یعنی قرآن مجید

مُصَدِّقًا - اسم فاعل واحد مذکر منصوب (تفعیل) مصدر سے۔ سچا ماننے والا، سچا کہنے والا۔ تصدیق کرنے والا۔ یہ حال مؤكد ہے حال محذوفہ سے جو کہ اَنْزَلْتُ میں ہے اِی اَنْزَلْتُہ مُصَدِّقًا۔

مَا مَعَكُمْ، مَا موصولہ مَعَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ اپنے موصول کا۔ مراد اس سے تورات ہے۔

یہ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا اَنْزَلْتُہ ہے، یعنی قرآن مجید۔

لَا تَشْتَرُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِشْتَرَاءُ (افتعال) مصدر۔ تم مت خریدو، تم مت مول لو و لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اور میری آیات میں (تحریف کر کے) ان کے بدلے سٹھوٹری قیمت (یعنی دنیاوی منفعت) نہ حاصل کرو،

اس کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ قیمت کے عوض ایسا کرنا روا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کر کے جو قیمت بھی وصول کرو گے وہ حقیر ہے۔ کیونکہ دنیا کا مال خواہ کتنا ہی ہو۔ آخرت کی لذات کے مقابلہ میں وہ لاشی اور حقیر ہے۔ قرآن مجید میں ہے فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ - (۳۸: ۹) سود دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ میں تو بہت ہی قلیل ہے

وَاٰیٰتِیْ فَاتَّقُوْنَ - اور مجھ ہی سے ڈرتے رہا کرو (ملاحظہ ہو: ۲: ۴۴) پہلی آیت میں فَارْهَبُوْا فرمایا کیونکہ خطاب بنی اسرائیل کے لوگوں سے تھا۔ اور یہود میں جو خدا ترس تھے ان کو راہب کہتے تھے۔ بعد میں اِیَّای



فَاتَّقُوا اللَّهَ ارشاد ہوا کیونکہ جب وہ راہب ایمان لا کر امت محمدیہ میں داخل ہو جائیں گے۔ تو امت محمدیہ میں خدا ترس کو منتفی کہتے ہیں۔

۴۲:۲ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ - لَا تَلْبِسُوا فعل نہی جمع مذکر حاضر، لَبَسْتُ مصدر باب ضَرَبَ سے دراصل لَبَسْتُ کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں لیکن دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے مَثَلًا الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ (۸۲:۶) جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے مخلوط نہیں کیا۔ یا آیت ہَا لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ۔

لَبَسَ الثَّوْبَ کے معنی کپڑا پہننے کے ہیں۔ اور جو چیز پہنی جائے اسے لباس کہتے ہیں۔ تمثیل اور تشبیہ کے طور پر تقویٰ کو بھی لباس کہا ہے مَثَلًا وَبِاسْتِقْوَىٰ (۲۶:۴) اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے۔

وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ ای دلائل کو حق اور حق بات کو نہ چھپاؤ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ پر ہے وَلَا أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ جملہ حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ تم اس بات کا علم رکھتے ہو۔ اس سے خوب واقف ہو، اس کو خوب جانتے ہو۔

۴۳:۲ اَقِمُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِقَامَةٌ (افعال) جس کے معنی ٹھہرنے قائم کرنے اور درست رکھنے کے ہیں نماز کے ساتھ اَقَامَ یَقِیْمُ کا مطلب ہے نماز پر دوام اور اس کے ارکان کی حفاظت کرنا۔ سوا اَقِمُوا الصَّلَاةَ کے معنی ہوئے نماز کو باقاعدہ اور ہمیشگی کے ساتھ ادا کیا کرو۔

ق د م مادہ سے مختلف مشتقات مختلف معانی میں استعمال ہوئے ہیں

اَتَوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ایتاء (افعال) مصدر اتم دو۔

الزکوٰۃ۔ مادہ۔ ذک۔ ی۔ اس کے اصل معنی اس نمو (افزونی، بڑھوتری) کے ہیں جو برکت الہیہ سے حاصل ہو اور اس کا تعلق دنیادی چیزوں سے بھی ہے اور اخروی امور کے ساتھ بھی۔ شرع میں زکوٰۃ وہ حصہ مال ہے جو مال سے حق الہی کے طور پر نکال کر فقراء کو دیا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ یا تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں برکت کی امید ہوتی ہے اور یا اس لئے کہ اس سے نفس پاکیزہ ہوتا ہے۔ یعنی خیرات و برکات کے ذریعے اس میں نمو ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے تسمیہ میں ان ہر دو امور کا لحاظ کیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ دونوں خوبیاں زکوٰۃ میں موجود ہیں۔

زَكَّىٰ يُزَكِّي تَزْكِيَةً (باب تفعیل) پاک کرنا، اصلاح کرنا۔ مَثَلًا قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (۹۱:۹) جس نے اپنے نفس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا۔

وَارْكَعُوا۔ واو عطف کا ہے اِرْكَعُوا فعل امر جمع مذکر حاضر، اِرْكَعٌ (باب فَتَح) مصدر سے جس کے معنی جھک جانے کے ہیں۔ اور نماز میں خاص شکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے پھر کل کو جزر کے ساتھ تعبیر کر کے رکوع سے



مراد نماز بھی لی جاتی ہے اور یہاں اشارہ نماز باجماعت ادا کرنے کی طرف ہے، محض عاجزی اور انکاری کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ مثلاً لبید کا شعر ہے۔

أَخْبَرُ أَخْبَارَ الْقُرُونِ الَّتِي مَضَتْ

أَدَبْتُ كَأَنِّي كُلَّمَا قُمْتُ رَاكِعٌ

میں گزشتہ لوگوں کی خبر دیتا ہوں (میں سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے) رینگ کر چلتا ہوں اور خمیدہ پشت کھڑا ہوتا ہوں۔

۴۴:۲ - اَتَاْمُرُوْنَ - الف استفہامیہ ہے اور جملہ تَاْمُرُوْنَ النَّاسِ ... الخ پر داخل ہے یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا مت کرو۔ تَاْمُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اَمَرُ مصدر (باب نصر) تم حکم دیتے ہو۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسِ بِالْبِرِّ - کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور ... الخ (البیڑ - نیکی کرنا - سہلائی کرنا - نیکو کاری مصدر ہے۔

وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ - یہ جملہ حال ہے ضمیر فاعل تَتْلُونَ سے۔

تَتْلُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر تَلَاوَةٌ (باب نصر) مصدر - تم پڑھتے ہو، تم تلاوت کرتے ہو۔ الْكِتَابُ سے مراد یہاں توراة ہے۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ - الف استفہامیہ ہے اور فار عاطفہ ہے۔ اس صورت کی مندرجہ ذیل توجیہات ہیں۔  
(۱) جیسا کہ اجزائے جملہ معطوفہ کا عام قاعدہ ہے کہ حرف استفہام حرف عطفت کے بعد آتا ہے مثلاً فَايَنْ تَذْهَبُونَ فَكَيْفَ تَنْقُوتَ وغیرہ۔ لیکن ہمزہ استفہامیہ حرف عطفت پر اس امر پر آگاہ کرنے کے لئے پہلے لایا جاتا ہے کہ صدر کلام میں آنے کے واسطے اصلی حرف یہی ہے۔ اس کی چند اور مثالیں قرآن مجید میں یہ ہیں۔ اَوْكَلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا (۲: ۱۰۰) اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرَىٰ (۴: ۹۷) اور اَثُمَّ اِذَا مَا دَقَعَ (۵۱: ۱۰)

(۲) ہمزہ استفہامیہ کے بعد عبارت مقدر ہے جو اگلے جملہ معطوف کے لئے معطوف علیہ ہے۔ یعنی تقدیر کلام یہ ہے اَتَتْلُونَ الْكِتَابَ فَلَا تَعْقِلُونَ - کیا تم کتاب پڑھتے ہو۔ پھر کیوں نہیں سمجھتے؟

(۲: ۲۵) اِسْتَعِينُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِسْتَعَانَةٌ (اِسْتَفْعَالَ) مصدر - تم مدد طلب کرو۔

ملاحظہ ہو (۱: ۴)

اِنَّهَا - میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الصلوة ہے۔

كَبِيرَةٌ - میں لام تاکید کے لئے ہے کَبِيرَةٌ صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ الصلوة کی صفت ہے بمعنی شاق، دشوار۔

الْخَشِيعَاتِ - اسم فاعل جمع مذکر خُشُوْعٌ مصدر (باب فتح) ڈرنے والے۔ عاجزی کرنے والے۔ فروتنی کرنے



والے۔

۴۶:۲ الَّذِينَ ... إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ صفت ہے اپنے موصوف الخشعین کی۔

مُلَاقُوا رَبِّهِمْ۔ ملّاقوا۔ اسم فاعل جمع مذکر مضاف، رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ ملّ کر مضاف الیہ (افادت کی وجہ سے مَلَّاقُونَ کا فاعل جمع کر گیا ہے) اپنے رب کو پہنچنے والے، اپنے رب کو پانے والے۔ رَاجِعُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر رُجُوعٌ مصدر رَاجِعٌ واحد لوٹنے والے۔ پھر آنے والے۔

۴۷:۲۔ عَلَى الْعَالَمِينَ۔ تمام عالموں پر، تمام جہانوں پر۔ اگرچہ عالم کا اطلاق ماسویٰ اللہ کے جمع مخلوق پر ہوتا ہے۔ اور جب اس کو جمع کر کے عالمین بولا جاتے تو اور بھی شمول اور عموم کا فائدہ دیتا ہے لیکن یہ ایک محاورہ ہے جس سے مراد اکثر لوگ ہیں، یعنی ہم نے تم کو دنیا کے اکثر لوگوں پر فضیلت بخشی ہے۔

اسی طرح کُلّ بول کر اکثر چیزیں مراد لی جاتی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ملک بلقیس کے متعلق وارد ہے وَأُوتِيتُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور اسے دیا گیا تھا ہر چیز سے حصہ۔ حالانکہ بہت سی چیزیں اس کو نہ ملی تھیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ اسے اکثر چیزیں دی گئی تھیں۔

۴۸:۲۔ لَا تَجْزِيْ۔ فعل نہی واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع لَفْسٌ ہے) جَزَاءً (باب ضَرْبٍ) وہ کام آئے گی۔ وہ بدلہ ہوگی۔

شَيْئًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اگر شَيْئًا سے مراد حق ہو تو اس وقت لفظ شَيْئًا آیہ میں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور آیہ کے معنی ہوں گے۔ کہ کوئی کسی کے لئے حق کا بدلہ نہ دے گا۔

(۲) اگر شَيْئًا سے مراد خیر ہو تو مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اور آیت کے معنی ہوں گے، کہ کوئی کسی کو بدلہ نہ دے گا۔ خواہ کسی قسم کا بدلہ دینا ہو

(۳) بعض نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ کوئی کسی کے کچھ کام نہ آدلیگا

(۴) یہ بھی کہا ہے کہ کوئی قیامت کی سختیوں اور عذاب میں کسی کے لئے کفایت نہ کرے گا۔

لَا تَجْزِيْ..... الخ يَوْمًا کی صفت ہے

شَفَاعَةً۔ شفاعت شفع بمعنی جفت ہے۔ یعنی طاق کی ضد۔ گویا شفاعت کرنے والا۔ اپنے آپ کو اس کے ساتھ ملا کر (کہ جس کی یہ سفارش کرتا ہے) اس اکیلے کو جوڑا کرتا ہے۔

لَا يُؤْخَذُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب أَخَذَ (باب نَصَرَ) مصدر وہ نہیں لیا جاتے گا۔

منہا۔ ضمیر ہا کا مرجع نفس عاصیہ (گنہگار شخص بھی ہو سکتا ہے اور نفس شافعہ (سفارش کرنے والا شخص)



بھی، راجح قول نفس ماصیہ ہے۔

عَدْلُ کے معنی برابری کے ہیں۔ چونکہ معارضہ اور فدیہ کے دونوں برابر ہو جاتے ہیں اس لئے معارضہ اور فدیہ اور بدل کو بھی عدل کہتے لگے۔ اور اسی لئے انصاف کو بھی عدل کہتے ہیں۔

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۝ وَاَوْعَاطِفُ لَا يُنْصَرُونَ ۝ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب۔ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

۴۹: ۲ - وَاِذْ - وَاَوْعَاطِفُ ہے۔ اِذْ بمعنی جب۔ جبکہ۔ جس وقت، چونکہ۔ اسم طرف ہے اِذْ کبھی مفاعلات یعنی کسی بات کے اچانک واقع ہونے کے لئے بھی آتا ہے، اس سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر یوں ہے۔ وَاِذْ کُذِّدْ..... اور یاد کیجئے (یا ان سے ذکر کیجئے جب..... قرآن مجید میں جہاں بھی وَاِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْ کو محذوف ہے۔ یہاں یہ جملہ اُذْ کُذِّدْ لِنَعْتِی (۴۷: ۲) کا معطوف ہے۔ اور اسی طرح وَاِذْ فَرَقْنَا (۵۰: ۲) وَاِذْ دَعَا (۵۱: ۲) وَاِذْ اَتَيْنَا مُوسٰی (۵۳: ۲) وَاِذْ قَالَ مُوسٰی (۵۴: ۲) وَاِذْ قُلْتُمْ (۵۵: ۲) وغیرہ کا عطف اُذْ کُذِّدْ لِنَعْتِی پر ہے۔

نَجَّيْنٰكُمْ۔ نَجَّيْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَنْجِيَةً (تفعیل) مصدر کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تم کو بچایا۔ ہم نے تم کو نجات دی۔

يَسْؤُكُمْ مِّنْكُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ کم ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول سُؤٌّ۔ باب نصر مصدر۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے وہ تم کو مجبور کرتے تھے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۴-۱۶)

سُوءَ الْعَذَابِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر یُسُومُونَ کا مفعول ثانی۔ سُوءٌ۔ بُرائی، بُرا کام سُوءَ الْعَذَابِ۔ عذاب کی سختی، یعنی سخت عذاب۔

جملہ یُسُومُونَ سُوءَ الْعَذَابِ۔ حال ہے اِلِ فِرْعَوْنَ سے یا ضمیر نَجَّيْنٰكُمْ یا دونوں سے۔ دونوں جملے یُسُومُونَ سے حال ہیں

ذٰلِكُمْ۔ یہ۔ یہی۔ ذٰ اسم اشارہ بعید ہے اور کم ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے۔ اس کا اشارہ التذبیح اور الاستیحاء (بیٹوں کا ذبح کرنا اور عورتوں کو زندہ رکھنا) کی طرف ہے

يُذَِّجُونَ اَبْنَاءَكُمْ۔ جملہ معطوف علیہ ہے۔ اور جملہ وَاِیْسَتَحْيَوْنَ لِنِسَاءِكُمْ معطوف۔ بَلَاءٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ۔ بَلَاءٌ موصوف، عَظِيمٌ صفت مِّنْ جار۔ رَبِّكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق موصوف،

(۵۰: ۲) وَاِذْ..... ملاحظہ ہو ۴۹: ۲

فَرَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے مچاڑ دیا۔ ہم نے الگ الگ کر دیا۔ فَرَقٌ مصدر بمعنی الگ الگ ہونا



الگ الگ ہونا۔ اسی سے فرقہ ہے جو بائیں سے الگ ہو گیا ہو۔ تَبَّ مَعْنَى لَبَّ۔ وَادْفَرَقْنَا كَأَمْ  
الْبُحُورِ۔ جب ہم نے متبارے لئے دریا کو پھاڑ دیا فَلَاقَ بھی قریب قریب انہی معنوں میں آتا ہے قرآن مجید  
میں ہَفَا فَنَفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ۔ ۶: ۶۳) تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا۔  
گو یا بڑا پہاڑ ہے البحر سے مراد بحیرہ قلزم ہے جسے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم نے مصر سے ہجرت کے وقت لے  
کیا تھا۔

فَأَنْجَيْنَاكُمْ۔ تَعْقِيبُ کی ہے أَنْجَيْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ (انجاء) مصدر بنحو مادہ۔  
بچالینا، نجات دینا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر پس ہم نے تم کو بچالیا دریا میں ڈوبنے سے، یا فرعون اور  
اس کی فوج کے ہاتھوں پکڑے جانے سے

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ جملہ حالیہ ہے اَعَزَّ ثَنَاءُ سے دراصل حالیکہ تم ان کا غرق ہونا دیکھ رہے تھے۔  
۵۱: ۲۔ وَاعْدُنَا ماضی جمع متکلم مواعدۃ (مفاعلة) مصدر باب مفاعلة اگرچہ اشتراک عمل چاہتا ہے لیکن  
اہل عرب کے روزمرہ میں واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں دَاوَيْتُ الْعِلِيلَ۔ میں نے بیمار کا علاج  
کیا۔ عَايَنْتُ اللَّصَّ میں نے چور کو سزا دی۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ہم نے (موسیٰ سے) وعدہ کیا

اشتراک کی صورت... یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ کیا۔ اور حضرت موسیٰ نے اسے قبول کیا گویا  
حضرت موسیٰ کا وعدہ کو قبول کرنا وعدہ سے مشابہ فعل ہونے کی وجہ سے وعدہ ہی کے ضمن میں آتا ہے  
فَاَنْدَا۔ جب بنی اسرائیل غلامی کی لعنت سے نجات حاصل کر کے آزادی کی نعمت کے سرفراز کئے  
گئے۔ تو مثبت ایزدی یہ ہوئی کہ انہیں ایک کتاب شریعت دی جائے جس میں پورا نظام شریعت اور دستور  
زندگی مندرج ہو جس پر عمل کر کے وہ بے راہ روی سے بچتے رہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر چالیس  
روز کا چلہ پورا کرنے کا حکم ہوا۔ جسے حضرت موسیٰ نے تسلیم کیا۔ یہی یہ وعدہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

اربعين ليلة۔ چالیس راتیں۔ مراد چالیس دن اور رات۔

ثُمَّ۔ پھر۔ تراخی زمان کے لئے ہے۔

اتَّخَذْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، اتَّخَذَ (افتعال) مصدر تم نے اختیار کیا۔ تم نے بنالیا۔ الْعِجْلَ بچھڑا۔  
گائے کا بچہ۔ اس کی جمع عَجُولٌ اور متونث عَجَلَةٌ ثُمَّ اتَّخَذْتُمْ کا مفعول ہے۔  
اس جملہ اتَّخَذْتُمْ الْعِجْلَ میں مفعول ثانی محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اتَّخَذْتُمْ الْعِجْلَ  
إِلَهًا تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا۔

وَأَنْتُمْ ظَالِمُونَ۔ جملہ حالیہ ہے فاعل اتَّخَذْتُمْ سے اور حال یہ ہے کہ ایسا کرنے سے تم نے عبادت  
کو اس کی غلط جگہ پر بٹھرایا لہذا اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے مرتکب ہوئے۔



۵۲:۲ - عَفَوْنَا عَنْكُمْ - عَفَوْنَا (الصلۃ عَنْ) ماضی کا صیغہ جمع مکمل ہے۔ عَفَوْ (باب نصر) سے مصدر عن کے صلہ کے ساتھ۔ بمعنی معاف کرنا۔ عَفَا عَنْ ذَنْبِهِ۔ اس نے اس کا گناہ معاف کر دیا عَفَا اللَّهُ عَنْهُ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرے۔

لَعَلَّكُمْ - لَعَلَّ حرف مشابہ بالفعل ہے امید یا خوف پر دلالت کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ (۴۲: ۱۷) شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو، کُمْ اسم ہے لَعَلَّ کا۔ شاید تم۔

تَشْكُرُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر، شُكِرَ وَ تَشْكُرُونَ (باب نصر) مصدر۔ شکر ادا کرنا۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

(۵۳: ۲) اَلْكِتَابِ - سے مراد۔ تورات ہے۔

الْفُرْقَاتِ کے لغوی معنی ہیں وہ چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جاسکے۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ اَلْفُرْقَاتُ فَرْقٌ سے ابلغ ہے کیونکہ یہ حق اور باطل کو الگ الگ کر دینا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے فَرْقٌ کا لفظ عام ہے جو حق اور باطل کو الگ الگ کرنے کے لئے بھی آتا ہے اور دوسری چیزوں کے متعلق بھی آتا ہے۔

علماء کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ (۱) اَلْكِتَابِ اور اَلْفُرْقَاتِ کے درمیان عطف تفسیری ہے۔ اور مراد دونوں سے ایک ہی ہے (۲) اس سے مراد یہاں توریت اپنے احکام و شرائع کے لحاظ سے ہے۔ (۳) اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے تھے۔ (۴) اس سے مراد وہ فتح و غلبہ ہے جو بنی اسرائیل کو حکومت فرعون کے مقابلہ میں عطا ہوا تھا۔

۵۴: ۲ - وَاِذْ قَالَ - ملاحظہ ہو ۴۹: ۲ - يٰۤاَقَوْمُ - يٰۤاَحَرَفِ نَادِ قَوْمٍ منادی۔ قَوْمِ اصل میں قَوْمِی تھا۔ ہی مکمل حذف کر کے کسرہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔

يٰۤاَتَّخِذِكُمُ الْعِجْلَ - باء سببیہ ہے اِتَّخَذَ مصدر۔ (ملاحظہ ہو: ۵۱) مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر ماضی، مضاف الیہ۔ اَلْعِجْلَ مفعول اِتَّخَذَ مصدر کا۔ اپنی گتو سالہ گیری کے سبب۔ یعنی گاتے کے بچھڑے کو بطور معبود اپنا لینے کے سبب سے تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

فَتُؤْتُوا - ت سببیہ ہے۔ تُوْتُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ پس تم تو بہ کرو۔

بَارِكْ لَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ بَارِئُ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے۔ ایجاد و اختراع کرنے والا۔

پیدا کرنے والا۔ اس کا مادہ بُزَّ ہے اَلْبُزُّ دَالِبْرَاءُ وَالْبَرَاءُ کے اصل میں کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں یا بیزاری ظاہر کرنے کے۔ مثلاً بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں نے بیماری سے



نجات پائی یعنی میں تندرست ہو گیا۔ اور جَلَّاتٌ مِّنْ فُلَانٍ دَتَبَرْتُ میں فلاں سے بیزار ہوں قرآن مجید میں ہے بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (۱:۹) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔  
بَارِئُكُمْ تَمَّارًا خَالِقٌ، تمہارا پیدا کرنے والا

فَاَقْتُلُواْ اَنْفُسَكُمْ۔ فَاَنْ تَعْقِبَ کَا۔ اُقْتُلُواْ فعل امر جمع مذکر حاضر قَتَلَ مصدر (باب نصر سے) اَنْفُسُکُمْ مضاف منافی الیہ مل کر مفعول اُقْتُلُواْ کا۔ پس قتل کرو اپنی جانوں کو، یعنی تم میں سے جو بری ہیں وہ مجرموں کو قتل کریں (خواہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں)۔

ذٰلِکُمْ۔ یہی یعنی التوبة والقتل۔ توبہ اور قتل جو اوپر مذکور ہے۔

خَيْرٌ۔ اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے ہمزہ محذوف ہے ای ذٰلِکُمْ خَيْرٌ لَّکُمْ مِنَ الْعَصِيَاةِ وَالْاَصْرَارِ علی الذنوب یعنی عصیان اور اصرار گناہ کے مقابلہ میں یہ توبہ اور قتل تمہارے لئے بہتر ہے  
فَتَابَ عَلَیْکُمْ۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱، اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے تو اس کا حبلہ منطوبہ محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے ان فعلتم ما اُمرتم بہ فقد تاب علیکم۔ اگر تم نے وہی کیا جس کا تمہیں حکم ملا تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کر لیا

۲، اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے تو فَتَابَ عَلَیْکُمْ حبلہ معطوف ہے جس کا عطف محذوف عبارت پر ہے ای فعلتم ما امرتم بہ فتاب علیکم۔ تم نے وہی کیا جس کا تم کو حکم ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی  
۵۵:۲۔ وَاِذْ قُلْتُمْ..... (لاحظہ ہو ۲:۴۹)

لَنْ تُوْمِنَ۔ مفارغ منفی تاکید لَمَنْ۔ لَنْ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہے صیغہ جمع متکلم۔ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

جَهْرَةً۔ جَهْرٌ یَجْهَرُ۔ (باب فح) سے مصدر ہے، جس کا مطلب آواز کو بلند کرنا ہے۔ جَهْرَتٌ بِالْقُرْآنِ میں نے پڑھنے میں آواز کو اٹھایا۔ یا بلند کیا۔ مگر یہاں دیکھنے کے معنی میں مستعار لیا گیا ہے کھلم کھلا یا روبرو دیکھنا  
جَهْرَةً یا تو سُرّی کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ جَهْرَةً میں بھی ایک قسم کی رویت پائی جاتی ہے یا فاعل ضمیر فاعل سُرّی یا مفعول بہ اللہ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الصَّعِقَةُ۔ بجلی کی کڑک، ہولناک دھماکہ، بعض علماء کے نزدیک صاعقہ تین قسم پر ہے۔ (۱) بمعنی موت و ہلاکت، جیسے فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ (۶۸:۳۹) اور جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب مرجائیں گے۔ (۲) بمعنی عذاب مثلاً اَنْذَرْتُکُمْ صَعِقَةً مِثْلَ صَعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ (۱۱:۴۱) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔ (۳) بمعنی آگ اور بجلی کی کڑک جیسے وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقُ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَاءُ (۱۳:۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی



دیتا ہے۔

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ جملہ حالیہ ہے۔

۵۶:۲ بَعَثْنَاكُمْ۔ بَعَثْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ بَعَثْنَا (باب فتح) مصدر اٹھا کھڑا کرنا۔ دوبارہ زندہ کرنا۔  
پہنچے یَوْمِ الْبَعْثِ اس سے ہے یعنی دوبارہ اٹھنے کا دن۔

لَعَلَّكُمْ شَايِدَ كُمْ۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۲۱، ۲: ۵۲)

۵۷:۲۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ۔ اور اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّٰ وَالسَّلْوٰی ہر دو جہلوں کا عطف بَعَثْنَاكُمْ پر ہے۔ ظَلَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم تَظْلِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے، ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سایہ فگن کر دیا۔  
عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ۔ جار مجرور مل کر متعلق فعل ہے اور الْغَمَامَ اسم جنس ہے اور فعل ظَلَّلْنَا کا مفعول ہے بمعنی ابر، بادل۔ اَلْمَنَّٰ اسم ہے شبہنی گوند جو ددی تیرہ میں بھٹکنے والے اسرائیلیوں کے کھانے کے لئے اللہ تعالیٰ روزانہ درختوں پر جمادیتا تھا۔

السَّلْوٰی۔ ایک پرندہ ہے جس کو بیٹر کہتے ہیں

كُلُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَخْلٰ (باب نصر) مصدر سے اصل میں اُذْكُلُوا تھا۔ تم کھاؤ۔  
طَيِّبَاتٍ، ستھری چیزیں، پاکیزہ چیزیں۔ طَيِّبَةٌ کی جمع طَيِّبَاتٍ مضاف ہے مَا رَزَقْنَاكُمْ ماموصولہ  
رَزَقْنَاكُمْ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے موصول اور صلہ مل کر مضاف الیہ طَيِّبَاتٍ کا۔  
جو بطور رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں کا صاف ستھرا و پاکیزہ حصہ۔

وَمَا ظَلَمُونَا۔ مانا فیہ ہے جملہ کا عطف محذوف عبارت پر ہے

فَظَلَمُوا اَوَّلَكُمْ يُقَابِلُوا النِّعَمَ بِالشُّكْرِ۔ پس انہوں نے ظلم کیا اور نعمتوں کو شکر کے ساتھ قبول نہ کیا۔ وَمَا ظَلَمُونَا اس ناشکری سے، انہوں نے ہم پر تو ظلم نہ کیا (یعنی ہمارا تو کچھ نہ بگاڑا، وَلَكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ لیکن اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے ہیں۔ یعنی اپنا ہی کچھ بگاڑتے ہیں۔ کَانُوا اَيْظَلِمُوْنَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔

فَاَنْذَرْنَا مَا رَزَقْنَاكُمْ تَمَكِّنَا طَبِیْن سے بلا واسطہ خطاب تھا۔ اب ان کی اہانت کے لئے ضمیر غائب لائی گئی ہے کہ تم نے ہماری نعمتوں کی قدر دانی نہ کی اور کفرانِ نعمت کے مرتکب ہوئے لہذا تم خطاب کے لائق نہیں ہو۔  
اس التفاتِ ضمائر کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

۵۸:۲۔ مِنْهَا۔ هَآءُ ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَوْثُ غَايَبِ الْفَرْيَةِ کی طرف راجع ہے اِیْ مِنْ طَعَامِ الْقَرْيَةِ وَتَمَارِهَا یعنی اس قریہ میں جو طرح طرح کی نعمتیں اور میوے ہیں وہ کھاؤ۔

الْفَرْيَةِ بستی۔ منصوب بوجہ ظرفیت یا بوجہ مفعول ہے اس کی جمع الْفُرٰی ہے۔ یہ کونسی بستی تھی اس کے متعلق



مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس سے مراد اریحہ ہے بعض کے نزدیک اس سے بیت المقدس مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایلیاہ ہے۔ اور بعض اس سے شام مراد لیتے ہیں۔

حَيْثُ شِئْتُمْ۔ حَيْثُ جہاں جس جگہ۔ ظرف مکان ہے بنی برصمہ ہے شِئْتُمْ شَاءَ يَشَاءُ مَشِيَّةً (باب سَمْع) ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اصل میں شِئْتُمْ متھا۔ ی کی حرکت ماقبل کو دی۔ اور ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ شِئْتُمْ ہو گیا۔ تم نے چاہا۔ حَيْثُ شِئْتُمْ جہاں سے چاہو۔

رَعْدًا بِافْرَاعَتٍ، خوب، اچھی طرح۔ وسیع۔ یہ اصل میں رَعْدًا يَرَعْدُ (باب سَمْع) کا مصدر ہے بمعنی بہت نفعت ہونے کے، اور صفت مشبہ ہو کر مستعمل ہے رَاعِدٌ کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ۔ مطلب یہ کہ کھاتے پھرتے ہیں اس میں جہاں چاہو محفوظ ہو کر درعبت سے خوب اچھی طرح) منصوب بوجہ مصدر کے ہے یا ضمیر فکروا سے حال ہے۔

الْبَابُ۔ دروازہ۔ اَلْبَابُ معروف لایا گیا ہے کہ اس سے مراد القرية کا دروازہ ہے جو الْقَرْيَةِ سے اریحہ مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک، الباب سے مراد اس شہر کا کوئی بھی دروازہ ہے اور اس کے سات دروازے بتائے جاتے ہیں فَمِنْ قَالَ ان الْقَرْيَةَ اَرِيحًا قَالَ اَدْخُلُوا مِنْ اِي بَاب كَانَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَكَانَ لَهَا سَبْعَةُ ابْوَابٍ، اور جن کے نزدیک القرية سے مراد بیت المقدس ہے الباب سے مراد بیت المقدس کا خاص دروازہ ہے جسے باب حطہ کہتے ہیں وَمِنْ قَالَ ان الْقَرْيَةَ هِيَ بَيْتُ الْمَقْدِسِ قَالَ هُوَ بَابُ حَطَّةٍ۔

سُجَّدًا ضَمِيرًا دَخَلُوا سے حال ہے سجدہ کرتے ہوئے۔ سُجَّدًا سَاجِدٌ کی جمع ہے بعض نے سجدہ کے یہاں لغوی معنی مراد لئے ہیں یعنی تذلیل و انکسار، خشوع و خضوع۔ اور جگہ کا مطلب ہے کہ جب تم دروازے سے داخل ہو تو نہایت انکساری اور تواضع سے مطیع اور فرمانبرداروں کی طرح داخل ہو

اور جنہوں نے اس کے شرعی معنی لئے ہیں ان کے نزدیک مطلب یہ ہو گا کہ جب تم دروازہ کے اندر داخل ہو جاؤ تو سجدہ شکر بجالاؤ۔ بعض نے اس سے جبکنا اور رکوع مراد لیا ہے

حِطَّةٌ۔ حَطَّ يَحْطُ (باب نَصَو) حَطَّ مصدر، اترنا۔ نازل ہونا۔ اِی اَنْزَلَهُ۔ اس نے اسے اونچی جگہ سے نیچی جگہ رکھا چنانچہ کہتے ہیں حَطَطَتِ الرَّحْلُ میں نے سواری سے پاؤں اتار کر نیچے رکھ دیا۔ اور یہاں حِطَّةٌ سے مراد یہ ہے حَطَّ عَنَّا ذُنُوبَنَا۔ (اے اللہ ہم سے گناہ ہم سے اتار دے) یعنی اپنے گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی دعا کرو

بعض کے نزدیک اس کے معنی معلوم نہیں محض امثال امر مقصود تھا۔ بعض نے اسے توبہ کے معنی میں لیا ہے۔ اور یہ قَوْلُوا کا مفعول بھی ہو سکتا ہے یعنی تم حِطَّةٌ حِطَّةٌ کہتے ہوئے داخل ہو۔

لَعَنَ لَكُمْ مَضَارِعَ مَجْزُوم جمع متکلم۔ بوجہ جواب امر کے مجزوم ہے۔ تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے۔ خَطِيْئَتُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری خطائیں۔



سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ۔ سن مضارع پر داخل ہو کر اسے مستقبل کے معنی دیتا ہے مُحْسِنِينَ اسم فاعل جمع مذکر مُحْسِنٌ واحد نیکو کار مرد۔ احسان کرنے والے۔ مہلانی کرنے والے۔ یعنی اس حکم کی تعمیل پر تم میں سے جو گنہگار ہیں ان کی توبہ قبول ہوگی اور ان کو مغفرت عطا ہوگی اور جو تم میں پہلے ہی نیک اور فرمانبردار ہیں ان کے لئے ثواب بڑھا دیں گے۔

۵۹:۲۔ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ۔ فاء عاطفہ ہے بَدَّلَ فعل الذین ظَلَمُوا یہ جملہ فاعل ہے فعل بَدَّلَ کا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ مفعول ہے فعل بَدَّلَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ ہے۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا۔ (یعنی جو نافرمانی کرنے والے تھے) اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا بدل کر کوئی غیر قول بولنے لگے۔ یعنی جو الفاظ ان کو تلقین کئے گئے تھے۔ انہیں ترک کر کے ازراہ استہزاء اور کلمات بکنے لگے۔ اس امر میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ کلمات کیا تھے لیکن حاصل یہی ہے کہ بجائے توبہ و انابت کے وہ تمسخر سے کام لینے لگے۔

فَأَنزَلْنَا۔ فاء ترتیب کی ہے اس پر۔ تو۔ پس ہم نے اتارا یا نازل کیا

رِجْزًا۔ عذاب، بلا، عقوبت۔ آفت۔ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ ایک آسمانی آفت۔

بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ۔ بَاء سببیہ ہے مَا موصولہ اور كَانُوا يَفْسُقُونَ جملہ فعلیہ ہو کر صمد۔ كَانُوا يَفْسُقُونَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب حِسْتُ (باب نصر) مصدر سے، بسبب اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے یا کرتے رہے تھے۔

۶۰:۲۔ ذَاذِ یاد کرو جب۔ (نیز ملاحظہ ہو۔ ۲-۴۹)

لَا تَسْقَىٰ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اسْتَسْقَىٰ (مستفعل) مصدر اس نے پانی مانگا۔ اس نے پانی طلب کیا سَقَىٰ مادہ۔ السَّقَىٰ وَالسَّقِيَا کے معنی پانی پینے کی چیز دینے کے ہیں (مثلاً پانی۔ شربت۔ شراب وغیرہ)۔ سَقَىٰ يَسْقِي (باب ضرب) وَاسْقَىٰ يَسْقِي (باب افعال) پانی پینے کے لئے دینا۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں۔ (۱) باب ضَرْب سے وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا۔ (۲۱-۴۶) اور اُن کا پروردگار اُن کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (۲) باب افعال سے وَاسْقَيْنَاكُم مَّاءً فُرَاتًا (۴۴-۲۴) اور تم کو میٹھا پانی پلایا۔ السَّقَايَةُ پینے کا برتن۔ جَعَلَ السَّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ (۱۲: ۴۰) اس نے اپنے بھائی کے شلیتے یا پالان میں پینے کا برتن رکھ دیا۔

الْحَجَرِ۔ پتھر۔ اس میں الف لام عہد کا ہے (یعنی خاص پتھر مراد ہے) بعض کے نزدیک الف لام جنس کا ہے کوئی خاص پتھر نہ تھا۔ بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جس پتھر پر عصا مارتے اس میں سے چشمے ابل پڑتے فَالْفَجْرَتِ۔ فاء سببیہ ہے۔ فَالْفَجْرَتِ سے قبل عبارت محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَضْرَبَ فَالْفَجْرَتِ۔



الْفَجَرَتْ ماضی واحد مؤنث غائب (انْفَجَارٌ) مصدر - خوب پھوٹ نکلنا۔ الْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔ مثلاً بولتے ہیں فَجَرَ ثَدَّ فَالْفَجْرَ میں نے پانی کو پھاڑ کر بہا یا تو وہ بہہ گیا۔ صبح کو فجر اس لئے بولتے ہیں کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔

اور جگر قرآن مجید میں آیا ہے .... اِنْ اَضْرَبَ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۷: ۱۶۰) تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاسھی کو پتھر پر مار دو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

الْفَجَارُ اور اِنْجَاسٌ میں فرق یہ ہے کہ اِنْجَاسٌ صرف کسی تنگ چیز سے بہہ نکلنے کا نام ہے اور اِنْجَارٌ کا استعمال تنگ مقام ہو یا فراخ دونوں کے متعلق ہوتا ہے۔

كُلُّ اِنْسٍ - اُنَاسٌ جمع جس کی لفظی طور پر واحد نہیں ہے بعض کے نزدیک غیر لفظی طور پر اِنَّہٗ اَنْ کی جمع ہے یا اِنْسٌ کی۔ اس کے معنی ہیں لوگ۔ یہاں كُلُّ اُنَاسٍ کے معنی كُلُّ سَبْطٍ ہر قبیلہ نے ہر گروہ نے۔

مَشْرَبٌ مضاف مضاف الیہ۔ مَشْرَبٌ اسم ظرف مکان ہے ہُوَ ضمیر جمع مذکر غائب ہے بنی اسرائیل قوم موسیٰ کے لئے ہے۔

لَا تَعْتُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر عِثٌّ اور عِثٌّ (باب سیم) مصدر سے جس کے معنی فساد کرنے کے ہیں۔ مُفْسِدِينَ - اسم فاعل جمع مذکر، فساد ڈالنے والے، فساد کرنے والے۔ یہ لَا تَعْتُوا کا حال مؤکد ہے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ : اٰیْ ذَا ذِكْرِ الْوَقْتِ اِذْ قُلْتُمْ اور وہ وقت بھی یاد کر دو جب تم نے کہا۔ طَعَامٍ وَّ اَحَدٍ - مراد اس سے وہ خوراک تھی جو صحرائے تیرہ میں ان کو بصورت من و سلوی ملتی تھی۔ طَعَامٍ وَّ اَحَدٍ اس لئے کہا کہ روزیہ دو چیزیں ایک ہی قسم کی بلا تنوع ملتی تھیں اور بس۔

فَاذْعُ لَنَا - فاء عاطفہ سہیہ ہے۔ ہمارے عدم صبر کے سبب سے ہمارے لئے مانگو۔ اذْعُ فعل امر واحد مذکر حاضر دَعْوَةٌ باب نصر۔ مصدر سے۔ تو مانگ۔ تو دعا کر۔

يُخْرِجُ لَنَا - يُخْرِجُ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر صیغہ واحد مذکر غائب ضمیر کا مرجع ذٰلِكَ (تیرا رب) ہے کہ ہمارے لئے پیدا کرے۔ يُخْرِجُ لَنَا کے بعد شَيْئًا محذوف ہے کہ کوئی ایسی شے پیدا کرے۔

مِمَّا مرکب ہے مِنْ تَبْعِيضٍ اور مَا موصول سے۔

تُبْنِتُ الْاَرْضُ - تَبْنِتُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِنْبَاتٌ (اِنْفَعَالٌ) مصدر۔ جو زمین اگاتی ہے۔

مطلب یہ کہ اپنے رب دعا کر و کسی ایسی چیز کے پیدا کرنے کی جو زمین سے اُگتی ہو۔ از قسم ساگ ... الخ مِنْ بَقْلِهَا - مِنْ بیانیہ ہے بَقْلٌ ساگ، ترکاری۔ مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب (الْاَرْضُ) کے لئے، مضاف الیہ۔

قَتَّانِهَا مضاف مضاف الیہ۔ قَتَّانٌ - اسم جنس ہے۔ اس کی جمع نہیں آتی۔ گکڑی۔ یا ککڑیاں۔



فُوَّهُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ فُوْمٌ۔ گیہوں۔ (راعنب، ابن عباس) بنو ہاشم کی زبان میں بھی فُوْمٌ گیہوں کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ بعض کے نزدیک جس اناج کی روٹی پختی ہو اسے فُوْمٌ کہتے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ اصل میں فُوْمٌ تھا۔ جس کے معنی لہسن کے ہیں۔ ثناء کو فاء سے بدل دیا ہے اور یہ جائز ہے جیسا کہ مَغَاثِرُ (مَغَاثِرُ) کی جمع ایک قسم کی گوند ہے (مَغَاثِرُ) کی جمع ایک درخت کی گوند، کہا جاتا ہے

عَدَسٌ بِهَا مضاف مضاف الیہ عَدَسٌ بمعنی مسور۔

بَصَلِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَصَلٌ بمعنی پیاز۔

ان سب میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الارض کے لئے ہے۔

قَالَ اٰی قَالَ مُوسٰی اَوْ قَالَ اللّٰہُ۔ اس سے اگلی عبارت مَا سَأَلْتُمْ تک اس قول کا متوالہ ہے۔

اَلتَّيْبِدُ لَوْنٌ۔ الف استفہامیہ ہے۔ تَتَّبِدُ لَوْنٌ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِسْتَبْدَالٌ (اِسْتَفْعَالٌ) مصدر سے۔ تم بدل لے ہو۔

اَلَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی۔ اپنی جملہ تراکیب کے ساتھ یہ جملہ مفعول بہ ہے فعل تَتَّبِدُ لَوْنٌ کا۔ اور بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ متعلق فعل تَتَّبِدُ لَوْنٌ کا۔

اَدْنٰی مادہ دَوُّ سے مشتق ہے۔ اور دَانٍ دَدْنِیْ کا اسم تفضیل ہے اس کے استعمال کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔ ۱، اگر اقصیٰ کے بالمقابل آئے تو اقْرَبُ کے معنی دیتا ہے مثلاً اِذَا مَسَّكُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصْوٰی (۸-۴۲) جب تم مدینے کے قریب کے ناکے پر تھے۔ اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر دُنْيَا مَوْتِ ہے۔ اَدْنٰی کی اور قُصْوٰی مَوْتِ ہے اقصیٰ کی۔

۲، اگر اکبر کے مقابل میں آئے تو بمعنی اصْغَرَ آتا ہے۔ مثلاً وَلَمَّا يَنْفَعُ مِنَ الْعَذَابِ اَلَّذِیْ دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ۔ (۳۲-۲۱) اور ہم ان کو (قیامت کے دن) بڑے عذاب کے سوا عذاب اصغر (دنیا کے عذاب) کا بھی مزہ چکھائیں گے۔ (۳) کبھی بمعنی اول (نشأۃ اولیٰ) استعمال ہوتا ہے اور الْاٰخِر (نشأۃ ثانیہ) کے مقابل میں بولا جاتا ہے۔ مثلاً خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَۃُ (۲۲-۱۱) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔

۴، کبھی اَدْنٰی بمعنی اَرْدَل بھی آتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں اَلتَّيْبِدُ لَوْنٌ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ (۲: ۹۱) مصلّا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔

جب اَدْنٰی بمعنی اَرْدَل ہو تو دَدْنِیْ کا اسم تفضیل ہوگا۔ دوسری صورتوں میں دَانٍ سے۔

اِهْبِطُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ هَبُوْطًا باب ضَرَبَ (تم سب اترو، نیز ملاحظہ ہو ۳۶: ۲ متذکرۃ الصدر)

مِصْرًا۔ اسم نکرہ باتنوں بمعنی کوئی شہر۔ مِصْرٌ (باب نَصَرَ) شہر بنانا۔ شہر کو آباد کرنا۔ اِهْبِطُوْا مِصْرًا۔ جاؤ کسی شہر میں جا رہو۔



فَإِنَّ لَكُمْ مَّا سَأَلْتُمْ بِهِ جَلَامًا بِالْهَيْبَةِ عِلَّتْ بِهِ يَجُوبُ أَمْرُهُ. پس بے شک جو تم مانگتے ہو تم کو مل جائیگا  
ضُرِبَتْ عَلَيْكُمُ الذِّلَّةُ الْمَسْكُونَةُ الضَّرْبُ کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنے یعنی مارنے کے ہیں۔  
اور مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) ہاتھ۔ لاکھٹی تلوار وغیرہ۔ سے مارنا۔  
جیسے فَضْرَبَ الرِّقَابَ (۴: ۴۷) تو ان کی گردنیں اڑا دو، یا۔ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲: ۶۰) اپنی لاکھٹی پتھر  
پر مارو، وغیرہ۔ ضَرْبُ الْأَرْضِ بِالْمَطَرِ۔ بارش کا برسنا۔ (۳) ضَرْبُ الدَّاهِيَةِ، درہم کو ڈھانا۔ (۴)  
ضَرْبٌ فِي الْأَرْضِ۔ سفر کرنا۔ (۵) ضَرْبُ الْخِيَمَةِ خِيْمَةً لَّكَانًا وَغَيْرَ۔

ضُرِبَتْ عَلَيْكُمُ الذِّلَّةُ۔ یا ضَرْبُ الْخِيَمَةِ سے ماخوذ ہے۔ مطلب یہ کہ ذلت اور ناداری نے انہیں اس طرح اپنی  
لپیٹ میں لے لیا جیسا کہ کسی شخص پر خیمہ لگایا ہوتا ہے یا یہ محاورہ ضُرِبَتْ الطِّينُ عَلَى الْحَائِطِ (مٹی دیوار پر لیس  
دی گئی) سے مشتق ہے یعنی ذلت اور ناداری کو ان پر لیس دیا گیا یا چپکا دیا گیا۔ الْمَسْكُونَةُ کو فقر یا ناداری اس لئے  
کہتے ہیں کہ فقر آدمی کو پخلا بٹھا دیتا ہے اور چلبلا پن اور اکڑ سب جاتی رہتی ہے۔ ترجمہ ہے۔ اور ان پر ذلت و غربت  
مسلط کر دی گئی

بَاءُ ۱۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے کیا۔ وہ لوٹے، وہ پھرے۔ بَوَاءُ (باب نصر) مصدر سے جس کے اصل  
معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مَكَانٌ بَوَاءٌ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے  
کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَاءُ ۲۔ الْغَضَبِ مِنَ اللَّهِ وہ ایسی جگہ اترے کہ ان کے ساتھ اللہ کا غضب ہے  
یہاں بَغْضٍ موضع حال میں ہے جیسے خَوَّجَ بِسَيْفِهِ میں ہے اور مُؤَبَّرٌ کی طرح مفعول نہیں ہے اور  
بَغْضٍ پر بَاءُ لاکر تنبیہ کی ہے کہ موافق جگہ میں ہونے کے باوجود وہ غضب الہی میں گرفتار ہیں تو نا موافق جگہ میں تو  
بالادلی ان پر غضب ہوگا۔ اس کا مادہ بَاءُ ۳ ہے۔

ذَلِكَ كَمَا مَثَّلَ إِلَيْهِ غَضَبٌ ہے۔ یا ذلت و فقر و غضب ہر سہ کی طرف اشارہ ہے  
بِأَنَّهُمْ میں بَاءُ سببیہ ہے۔ أَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ (سبب اول) وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ  
بِغَيْرِ الْحَقِّ (سبب دوم) یعنی اس ذلت و فقر و غضب کا سبب ان کا آیات اللہ سے انکار اور نبیوں کا ناحق قتل تھا  
فائدہ ۵۔ نبیوں کا قتل تو ہمیشہ ناحق ہی ہوتا ہے۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ کا لفظ زور دینے کیلئے بڑھایا گیا ہے گویا ان  
کے فعل کے ناحق ہونے کو تکراراً بیان کیا ہے، جن نبیوں کو قتل کیا گیا ان میں حضرت شیخ، حضرت یحییٰ اور حضرت  
زکریا علیہم السلام بھی ہیں۔

ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا كَانُوا يَعْتَدُونَ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر ذَلِكْ کا اشارہ آیات اللہ سے انکار اور قتل انبیاء کی طرف ہے تو بِمَا میں بَاءُ سببیہ ہے اور مَا موصول  
اور مطلب یہ ہوگا کہ ان کا آیات اللہ سے انکار اور انبیاء کا ناحق قتل کا سبب ان کی نافرمانی اور حدود اللہ سے



تجاوز تھا۔ یعنی ان کا مسلسل کفر اور تجاوزِ حدودِ اللہ ان کو آہستہ آہستہ قتلِ انبیاء جیسے گھناؤنے جرم کے ارتکاب تک لے گیا۔

۲، بعض کے نزدیک اسم اشارہ ذَلِکَ تکراراً مضمون کو پر زور بنانے کے لئے آیا ہے اور بآءِ بمعنی مع ہے اور مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان پر ذلت و فقر چسپاں کر دیا۔ اور وہ موردِ غضبِ الہی اس لئے ہوئے کہ وہ آیاتِ الہی سے منکر ہوئے۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا۔ مسلسل نافرمانی کے مرتکب ہوئے اور تجاوزِ حدودِ اللہ پر مصر رہے۔

عَصَوُا۔ ماضی جمع مذکر غائب عَصِيَانٌ مَعْصِيَةٌ (باب ضوب) انہوں نے نافرمانی کی۔ عَصَوُا۔ اصل میں عَصِيُوْا تھا۔ یا متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس لئے یا کو الف سے بدلا۔ وَاو اور یا، ہر دو ساکن ہوئے الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ عَصَوُا رہ گیا۔

كَانُوا يَعْتَدُونَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب اِعْتَدَاءُ (اِفْتِعَالُ) مصدر وہ زیادتی کیا کرتے تھے۔ وہ حدودِ شرعیہ سے تجاوز کیا کرتے تھے۔

الَّذِينَ آمَنُوا۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لاچکے ہیں۔ اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ صاحبِ تفسیر ماحدی رقم طراز ہیں۔ جو آخری رسول اور آخری کتاب پر (ایمان لاچکے ہیں) یعنی مسلمان ہو چکے ہیں۔ ایمان لانے کے معنی۔ کل عقائدِ ضروریہ کے تسلیم کر لینے کے ہیں۔ توحید پر ایمان۔ رسالت پر ایمان۔ فرشتوں پر ایمان۔ آسمانی کتابوں پر ایمان، سب کچھ اس میں شامل ہے۔ اور الَّذِينَ آمَنُوا مطلق صورت میں قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی آیا ہے مراد اس سے مسلمان ہی ہیں

الَّذِينَ هَادُوا۔ جو یہودی ہوئے۔ هَادُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے هُوْدُ (باب نصر) مصدر النِّصْرُ۔ جمع معروف۔ عیسائی لوگ، یہ نصْرَانُ کی جمع ہے جیسے نَدَامُ جمع ہے نَدَمَانُ کی الصَّبِیْنِ۔ ایک مذہبی فرقہ کا نام۔ جس کے عقائد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

عراق، روم، شام، الجزائرہ میں آباد تھے۔ لیکن ان ممالک میں جب دوسرے مذاہب کا غلبہ ہوا یہ نصاریٰ سے جا ملے لیکن خفیہ طور پر بت پرستی کرتے رہے۔ اب بھی اس لادینی بت پرستی کے پیرو کار کہیں کہیں موجود ہیں لیکن اپنے اعتقادات کو نہایت سختی سے چسپا کر رکھتے ہیں۔ لفظ صَابِیُّ کے عربی ہونے میں علماء میں اختلاف مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ۔ میں مَنْ موصول ہے اور آمَنَ بِاللّٰهِ ذَالِیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ اپنی جملہ ترکیبِ نحوی کے ساتھ اس کا صلہ ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمانوں میں سے (جو پیشتر ایمان لاچکے ای الَّذِينَ آمَنُوا) یہودیوں میں سے

نصاریٰ میں سے۔ اور صابین میں سے جو مسلمان آئندہ زمانہ میں بھی اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اور جو یہودی۔ نصاریٰ یا صابین اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے۔ ان کو ان کے رب کے ہاں اجر ملیگا۔ اور ان کے لئے نہ کوئی اندیشہ ہوگا۔ اور نہ وہ کوئی غم کریں گے۔ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ تفسیر



لکھتے ہیں کہ: یعنی اللہ کی ذات و صفات پر ایمان لائے جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے۔ اور وہ ایمان ہر قسم کی شرکت آمیزی سے پاک ہو۔ اس ایمان باللہ کے تحت میں اس کے سائے لوازم و تضمنات بھی داخل ہیں ورنہ خدا پر مطلق ایمان تو کسی نہ کسی صورت میں تقریباً ہر انسان کا ہے۔ اور ان لوازم توحید میں سب سے اونچے نمبر پر ایمان بالرسول ہے کہ بندوں کا صحیح تعلق اللہ کے ساتھ قائم کرنے والی اور اس کا سیدھا راستہ بتاتے والی ذات رسول ہی کی ہوتی ہے۔ یوم آخرت پر ایمان لانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ سائے احکاماتِ آخرت پر ایمان لایا جائے۔

قائد ۴۔ حلالین میں ہے۔ الَّذِينَ آمَنُوا۔ اِیٰ امَنُوا بِالْاٰیَاتِ مِنْ قَبْلِ۔ بیضاوی اس کے معنی لکھتے ہیں۔ الذین اٰمَنُوا بِالْاٰیَاتِ جو محض زبانی ایمان لائے۔ اس کے علاوہ مفسرین کے اقوال بھی ہیں (ملاحظہ ہو روح المعانی) فَلَهُمْ فِيْ مَا فَزَّوْا بِهِ مِنْ قَبْلِ جَلْدٌ مِّنْ اَمْنٍ۔۔۔ عِلَّ صَالِحًا جَلْدٌ شَرْطِيَّةٌ ہے اور بعد کی عبارت۔۔۔ يَخْذَوْنَ تِلْكَ جَزَائِهِمْ۔

قائد ۵۔ صائبین۔ صابی فرقہ کے لوگ، یہ ایک ستارہ پرست قوم تھی جو بابل اور بلادِ عراق میں آباد تھی۔ اس لفظ کے عربی ہونے میں اختلاف ہے عراق پر مختلف ادوار میں بیرونی اقوام کی فتح یا بی کی صورت میں ان میں سے بعض فاتح قوم کا مذہب اختیار کر لیتے تھے۔ جب عراق، شام اور مصر میں اسلام کا غلبہ ہوا تو ان میں سے اکثر نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ کھلم کھلا اپنے مذہب پر قائم رہے۔ اور کچھ اپنے قدیم دستور پر تکیہ کا پردہ ڈال کر کافرانہ اعمال میں مصروف ہو گئے۔ فرقہ اسماعیلیہ کی حیلہ گری اسی فرقہ کے تکیہ کی ایک نمود ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احکام القرآن للجصاص)

وَ اِذْ اٰخَذْنَا۔ اِیٰ وَاذْکُمْ اِذْ اٰخَذْنَا۔ اور یاد کرو وہ وقت (جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا) مِیْثَاقُکُمْ، مضاف الیہ، مِیْثَاقُ پختہ عہد، قول و قرار جس پر قسم کھائی گئی ہو، یا پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ (و ثاقہ سے اسم آلہ) یا پختگی اور مضبوطی بمعنی مصدر جیسے الَّذِينَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِیْثَاقِهِ (۲: ۲۴) وہ جو توڑتے رہتے ہیں عہد خداوندی کو اسے پختہ باندھنے کے بعد (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۴) یہ عہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع اور تورات پر عمل کرنے کا تھا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ۔ وَاَوْعَاطِفَ فَوْقَ۔ اسم طرف اوپر۔ تَحْتُ کی ضد ہے الطُّوْر عربی زبان میں طُور پہاڑ کو کہتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں طُور کا استعمال ایک مخصوص اور متعین پہاڑ کے لئے ہوا ہے چنانچہ الطُور میں الف لام عہد کا ہے جو اس پر دلالت کر رہا ہے۔

جملہ کا ترجمہ ہے اور ہم نے طُور کو تم پر بلند کیا اور کھڑا کیا۔ اس کی فی الواقع کیا صورت تھی اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے حکم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہاڑ اپنی جگہ سے الگ کر کے بنی اسرائیل کے سروں پر سائبان کی طرح لا کھڑا کیا۔ اور بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اگر تم تورات کو نہ مانو گے تو یہ پہاڑ تم پر چھوڑ



دیا جائے گا۔ بعض نے توریت کے اس بیان سے ملتی جلتی رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ پہاڑ کے نیچے اکھڑے ہوئے اور کوہ سینا پر زیر و بالا دھواں تھا۔ کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کر اس پر اترا اور سارا پہاڑ متزلزل ہو گیا۔ باب خروج ۱۹ آیت ۱ اور ان کو حکم ہوا کہ توریت کو قبول کرو۔ ورنہ پہاڑ کو تم پر گرا دیا جائے گا۔ اور تم اس کے نیچے دفن ہو کر رہ جاؤ گے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ خُذُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم لو، تم پکڑو۔ مَا مَوْصُولٌ اور آتَيْنَاكُمْ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صلہ موصول وصلہ مل کر خُذُوا کا مفعول ہوا۔ مراد توریت۔

بِقُوَّةٍ۔ جار مجرور۔ مضبوطی سے

لَعَلَّكُمْ۔ لعل حرف مشبہ بالفعل کُم اس کا اسم۔ شاید تم۔ تاکہ تم (یہاں مؤخر الذکر معنی مراد ہیں)

تَتَّقُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اِتَّقَاءُ (افعال) مصدر۔ تم پر ہیز گار بننے ہو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ شاید تم پر ہیز گار بن جاؤ۔ تاکہ تم بچ جاؤ۔

ثُمَّ۔ پھر، ازاں بعد۔ حرف عطف ہے۔ تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے۔

تَوَلَّيْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَلَّى (تفعل) تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑا

لَوْلَا۔ اتنا عیبہ ہے۔ اور لو حرف شرط اور لا نافیہ سے مرکب ہے

فَضَّلَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ دَرَجَتَهُ۔ فَضَّلَ اللہ مضاف الیہ عَلَیْكُمْ جار مجرور مل کر متعلق فَضْلٍ فَضْلٍ اپنے متعلق اور مضاف الیہ (اللہ) سے مل کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف دَرَجَتَهُ کا۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدأ جس کی خبر حَاضِرٌ محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی۔

لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ لام تاکید کا ہے جواب شرط میں آیا ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر جواب شرط ہے۔ تو تم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوتے۔

(۶۵: ۲) وَلَقَدْ۔ داؤ۔ عاطفہ ہے لام تاکید کا۔ قَدْ، ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ سو لام تاکید

اور قَدْ فعل عَلِمْتُمْ پر داخل ہونے پر معنی ہوں گے۔ تحقیق تم خوب جانتے ہو۔ تاکید بالائے تاکید۔

إِعْتَدُوا۔ انہوں نے زیادتی کی۔ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود سے گندہ گئے۔ إِعْتَدَا (افعال) مصدر سے ماضی

کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ حق سے تجاوز کرنے کو إِعْتَدَا کہتے ہیں۔

فِي السَّبْتِ۔ ہفتہ کے دن کے دوران سَبْت کے اصل معنی قطع کرنے کے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں سَبَتَ الْفَقْہ

اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔ پھر اس کے معنی ہفتہ کا دن ہے۔ کیونکہ اہل یہود اس روز کاروبار چھوڑ دیتے

تھے اس لئے اس روز کا دوسرے کاروباری ایام سے رشتہ کٹ گیا۔ اس طرح آیت وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا

= (۸-۹) اور ہم نے تمہاری نیند کو موجب راحت بنایا۔ اس میں سُبَات کے معنی حرکت و عمل سے کٹ کر آرام کرنا کے ہیں۔



بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کو سبت اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو قطع کیا یعنی پیدا کیا۔ یا اس لئے کہ یہود کو اس دن عبادت کے سوا اور کل کاموں سے قطع تعلق کرنے کا حکم ہوا تھا۔

قِرَدَةً - بندر - جمع کا صیغہ ہے - قِرَدٌ واحد ہے یہ منصوب بوجہ کو نُوراً کی خبر کے ہے۔

خَسِیْنٌ - خَسًا سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے - ذلیل و خوار - خَسًا کسی کو دھتکارنے کے لئے آتا ہے - مثلاً خَسَاتُ الْکَلْبِ - میں نے کتے کو دھتکارا - خَسِیْنٌ - کُنْتُمْ کی ضمیر سے حال ہے یا قِرَدَةً کی صفت فَبَجَعَلْنَا هَا - میں ہا ضمیر مفعول واحد مونث غائب - یا الْفَرْدِیَّةَ کے لئے جہاں یہ واقعہ پیش آیا - یا خَسِیَانُ کے لئے ہے یا واقعہ کے لئے ہے یا اس قصہ کے لئے۔

نَكَالًا - نَكَلَ جانور کی بڑی اور لوہے کی لگام کو کہتے ہیں - اس کی جمع انکال ہے - قرآن مجید میں ہے اِنَّ لَدَیْنَا اَنْكَالًا وَجَاجِیْمًا (۱۲: ۷۳) بے شک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ - نَكَالًا مفعول ثانی ہے جَعَلْنَا مَا بَیْنَ یَدَیْهَا - جو اس کے سامنے ہے وَمَا خَلْفَهَا - اور جو اس کے بعد میں ہے - ہر دو جملہ میں مَا بمعنی مَنْ ہے اور مراد اس وقت کے موجود لوگ اور اس زمانہ کے بعد میں آنے والے لوگ ہیں ہا ضمیر کا مرجع وہی ہے جو جَعَلْنَا هَا میں اوپر بیان ہوا۔

وَمَوْعِظَةً - ای دَجَعَلْنَا هَا مَوْعِظَةً - اور ہم نے بنا دیا اس واقعہ کو متقیوں پر ہیزگاروں کے لئے نصیحت - مَوْعِظَةً اسم مصدر بمعنی نصیحت ہے - قاموس القرآن میں ہے مَوْعِظَةً اس نصیحت کو کہتے ہیں جس میں مُخَاطَب کو ڈرایا جائے - خلیل غوی کا قول یہ ہے کہ کسی شخص کو بھلائی کی یاد دہانی کرانا اس طرح کہ اس کے دل پر اثر ہو موعظۃ اور وعظ کہلاتا ہے اور بقول بعض موعظۃ وہ کلام ہے جس میں ترغیب و ترہیب کے ذریعہ خیر و صلاح کی دعوت دی گئی ہو - (تفسیر خازن)

علامہ عبد اللہ بن احمد نسفیؒ لکھتے ہیں - موعظۃ وہ نصیحت ہے جس میں محبوب و مرغوب چیز کی طرف دعوت دی جائے اور ہر مکروہ و ناپسند چیز سے روکا جائے - اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صفت موعظۃ فرمائی ہے یَا یٰہَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّکُمْ (۵۷: ۱۰) اے لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت آچکی ہے - الْمُتَّقِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر - تقویٰ والے - اِتِّقَاءُ مصدر -

(۶۷: ۲) اَنْ تَذْبَحُوْا - اَنْ مصدر یہ ہے - تَذْبَحُوْا - مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ - صیغہ جمع مذکر حاضر - ذَبَحَ (باب فتح) مصدر سے کہ تم ذبح کرو۔

اَتَتَّخِذُ نَآ هٰذَا سَمَیْرَہٗ اسْتَفْہَامِہٖ تَتَّخِذُ مضارع واحد مذکر حاضر - اِتَّخَذَ (افتعال) مصدر سے تو بناتا ہے - تو پکڑتا ہے نَا - ضمیر مفعول جمع مکمل - هٰذَا - مفعول ثانی - مصدر باب فتح - بمعنی اسم مفعول - جس کا مذاق اڑایا جائے - مسخر - کیا تو ہمارا مذاق اڑاتا ہے۔



أَعُوذُ - مضارع واحد متکلم عَوَّذَ (باب نصر) مصدر سے جس کا معنی دوسرے سے التجار کرنا اور پناہ مانگنا ہے میں پناہ پاتا ہوں بِاللّٰهِ التَّوَكَّلُ.

أَنْ أَكُونَ - أَنْ مصدر یہ اَكُونُ مضارع منصوب واحد متکلم - كَوْنُ (باب نصر) مصدر سے کہ میں ہو جاؤں۔  
الْجَاهِلِيْنَ - جَاهِلٌ کی جمع بحالت جر اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر حاضر، جہالت تین قسم پر ہے (۱) انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا اور یہی اس کے اصل معنی ہیں (۲) کسی چیز کے خلاف واقع یقین و اعتماد کر لینا (۳) کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہتے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ عام اس سے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط۔ اسی لحاظ سے آیت ہذا میں هٰذُوْا کو جہالت قرار دیا ہے۔ جہالت کے معنی ناواقفیت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے :  
يَحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءُ مِنَ النَّعْتِ (۲: ۱۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا،  
۲: ۶۸ - اذْعُ - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر دَعَوُةٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تودعا کر، تودانگ۔

يُبَيِّنُ - مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب، تبیین (تفہیم) مصدر سے۔ وہ کھول کر بیان کر دے  
مَا هِيَ - وہ کیسی ہے؟ یہاں گائے کی ماہیت یا جنس دریافت نہیں کی گئی۔ کیونکہ یہ تو ان کو معلوم ہی تھا صرف تجاہل عارفانہ سے بال کی کھال اتارنے لگے تھے۔

فَارِضٌ - اسم فاعل واحد مذکر، فَرَضَ (باب ضری) مصدر سے جس کے معنی لکڑی کاٹنا۔ یا کسی ٹھوس چیز کو کاٹنا ہے۔  
فَارِضٌ - وہ بیل یا گائے جس نے اپنی جوانی کی عمر کاٹ دی ہو اور عمر رسیدہ ہو گئی ہو، یا زمین کو جوتنے والا بیل یا گائے  
بَكْرٌ - بن بیاہی۔ کنواری۔ جس نے ابھی بچہ نہ جنا ہو۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَجَعَلْنَهُنَّ أَبْكَارًا (۵۶: ۳۶) تو ہم نے ان کو کنواریاں بنایا۔

عَوَاتٌ - میانہ عمر۔ عورتوں اور مولیشیوں میں جو درمیانی عمر کی ہو اس کو عَوَان کہتے ہیں اس کی جمع عَوَاتٌ ہے۔  
بَقْرَةٌ صَفْرَاءُ - موصوف صفت، زرد رنگ کی گائے۔ صَفْرَاءُ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کی جمع  
بروزن فَعْلَاءُ، فُعْلٌ، صَفْرٌ ہے۔ صَفْرَاءُ صفت اول ہے بَقْرَةٌ کی۔

فَاقِعٌ لَّوْنُهَا - فَاقِعٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ لَوْنُهَا مضاف مضاف الیہ مل کر فَاقِعٌ کا فاعل۔ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر بقرة کی صفت ثانی ہے۔ فَاقِعٌ شوخ زرد رنگ۔

تَسْرٌ - مضارع واحد مذکر غائب، تَسُرُّ (باب نصر) وہ بھاتی ہے۔ خوش آتی ہے۔ تَسْرُ النَّاطِرِينَ دیکھنے والوں کو بھاتی ہے، بھلی لگتی ہے۔ یہ صفت سوم ہے بقرة کی۔

تَشْبَهُ - مضارع واحد مذکر غائب تَشَابَهُ (تَفَاعُلٌ) مصدر بمعنی باہم مشابہ و مماثل ہونا۔ تَشْبَهُ وہ مشابہ ہوا۔ وہ مشبہ ہوا  
إِنَّ الْبَقَرَ تَشْبَهُ عَلَيْنَا - بے شک ہمیں گایوں میں شبہ پڑ گیا۔ یہ مکرر سوال کرنے کا غدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن صفات  
کی گائے ارشاد ہوئی اس جیسی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کونسی گائے سے ہمارا مقصود حاصل



ہوگا۔ یہاں تشابہتِ مونث کا صیغہ اس لئے استعمال نہیں کیا کہ لفظ البقرة مذکر ہے (اگرچہ مراد مونث ہے)۔  
لَمْ يَهْتَدُوا اِی لَمْ يَهْتَدُوا اِلَى الْبَقَرَةِ الْمَرَاد بِذَبْحِهَا۔ ہم ضرور راہ پالیں گے (یعنی تلاش کریں گے)  
وہ گائے جس کا ذبح کرنا مقصود ہے۔ لام تاکید کا ہے۔

مُهْتَدُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِهْتَدَاءُ (افعال) مصدر، ہدایت پانے والے، راہ راست پانے والے  
(۴۱: ۲) ذَلُوْا۔ نرم، مطیع۔ ہموار، پست، ذِلٌّ۔ اور ذُلٌّ۔ سے، (باب ضَرْب) منہ زوری کے بعد سواری  
کا مطیع ہونا۔ اس قسم کی مطیع اور منقاد سواری کو ذَلُوْا کہا جاتا ہے۔

تَنْثِيْرٌ: مضارع واحد مونث غائب۔ اِنْقَادٌ (باب افعال) مصدر بمعنی براہِ نیغختہ کرنا۔ ابھارنا۔ زمین کے  
جوتے اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے میں چونکہ یہ معنی موجود ہیں اس لئے ان دونوں کے لئے بھی اس کا استعمال  
ہوتا ہے۔ مثلاً جوتے کے لئے آیت نہا۔ اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے کے لئے اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَّاحَ  
فَتَنْثِيْرٌ سَحَابًا۔ (۴۸: ۳۰) خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں (اوپر اٹھاتی ہیں)  
وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ۔ لَا تَسْقِی مضارع منفی واحد مونث غائب۔ سَقَى (باب ضَرْب) مصدر۔ زدہ پانی  
پلاتی ہے۔ زدہ سیراب کرتی ہے۔ الْحَرْث۔ کھیتی، زراعت حَرْثَ یَحْرِثُ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔  
بمعنی بچ ڈالنا۔ کھیتی کرنا۔ کھیت کو بھی حَرْث کہتے ہیں۔

لَا ذَلُوْا تَنْثِيْرًا اِلَآ رَضَیْ (ایسی) مطیع و منقاد کہ زمین جوتے۔ یہ صفت ہے بَقَرَةٍ کی۔ وَلَا تَسْقِی  
الْحَرْثَ۔ اور نہ کھیت سیراب کرتی ہے یہ صفت دوم ہے بَقَرَةٍ کی۔

مُسْلَمَةٌ اسم مفعول واحد مونث تَسْلِيْمٌ (تفعیل) مصدر سے۔ سالم، بے داغ۔ یہ صفت سوم ہے بَقَرَةٍ کی،  
بَشِيَّةٌ۔ داغ۔ نشان، علامت۔ بَشِيَّاتٌ۔ جمع بَشِيَّةٌ اصل میں دَشِيَّةٌ سَمَاءٍ اور دَشِيٌّ یَسْنٰی باب  
ضَرْب کا مصدر ہے۔ اس کی ہا واؤ محذوف کے عوض میں ہے دَشِيٌّ کے اصل معنی کسی چیز میں اس کے  
تمام رنگوں کے خلاف اور رنگ لگانے کے ہیں۔ یعنی ایسا رنگ جو سائے بدن کے رنگ کے خلاف ہو، دَشِيٌّ  
مادہ۔ لَا بَشِيَّةَ فِیْهَا اس میں اپنے رنگوں کے علاوہ کوئی خلاف رنگ نہ ہو۔ یعنی بے داغ ہو، یہ صفت چہارم  
ہوئی بَقَرَةٍ کی۔

الْثَّنَّ۔ اب۔ طرف زمان ہے۔ یعنی برفٹھ ہے، الف لام بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک  
زائدہ اور لازم ہے، راغب امستہانی المفردات میں لکھتے ہیں الثَّنَّ۔ ہر وہ لمحہ جو ماضی اور مستقبل کے درمیان فرض  
کیا جائے۔ اسے الثَّنَّ کہتے ہیں۔ جیسے اَلْثَّنَّ اَفْعَلُ کَذَا۔ میں اب کرتا ہوں۔ اور اَلْثَّنَّ کا لفظ ہمیشہ الف لام  
تعریف کے ساتھ آتا ہے۔ اَوْنَ مادہ ہے۔

اَلْثَّنَّ جِئْتَ بِالْحَقِّ۔ اب تو لایا ہے صحیح پتہ۔ یعنی اب پوری حقیقت اس گائے کی بیان کی ہے۔



وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۚ كَادَ يَكَادُ ۚ كَوَّدُ ۚ (باب سَمِعَ) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے کَادَ  
افعال مقاربہ میں سے ہے اور فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے کَادَ ۚ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم  
ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ مثلاً يَكَادُ الْبَرَقُ يَخْطِفُ الْبَصَارَهُمْ  
(۲۰: ۲) قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی ہی اچک لے جائے (گو ابھی اس نے ان کی بینائی اچکی نہیں ہے لیکن  
قریب ہے کہ ایسا ہو جائے) (ب) اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا  
لیکن قریب تھا کہ واقع نہ ہی ہوتا۔ جیسے آیت ہذا میں ہے فَذَٰلِكَ بِحُورِهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ ۚ پھر انہوں  
نے گائے کو ذبح کیا اور قریب تھا کہ وہ ذبح نہ ہی کرتے۔ یعنی ذبح کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے (نیز ملاحظہ ہو  
(۲۰: ۲) كَوَّدُ ۚ بمعنی ارادہ اور خواہش بھی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ ۙ كَادُ أَخْفِيهَا ۚ  
لَيَجْزِي كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ (۱۵: ۲۰) بے شک قیامت آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت)  
کو پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔

(۴۲: ۲) فَآذَرْتُمْ فِيهَا ۚ فاء عاطفہ ہے۔ إِذَا آذَرْتُمْ اصل میں تَذَارَعْتُمْ ممّا تَذَارَعُوا (تَفَاعَلُ) مصدر  
جس کے معنی لڑائی میں ایک دوسرے پر سے ہٹانا۔ متفق نہ ہونا۔ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالنا اِنِّی تَذَارَعُ ۚ  
تَذَارَعْتُمْ کی تاء کو دال میں بدل کر دال مابعد میں مدغم کر دیا۔ پھر ابتداء بال سکون کی دشواری کی وجہ سے شروع میں ہمزہ  
وصل لائے۔ إِذَا آذَرْتُمْ ہو گیا۔ معنی یہ ہے کہ۔ تم ایک دوسرے پر (اس قتل کا) الزام لگانے لگے۔

فِيهَا اِی فِی قَتْلِ نَفْسٍ ۚ ہا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نفساً ہے۔  
مُخْرِجٌ ۚ اسم فاعل واحد مذکر اخْوِاجُ (اِفْعَالُ) مصدر سے۔ نکالنے والا۔ باہر نکالنے والا۔ ظاہر کرنے والا۔  
مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۚ ما موصولہ، کُنْتُمْ تَكْتُمُونَ اس کا صلہ جو تم چھپا رہے تھے۔ اور موصول وصلہ مل کر مُخْرِجٌ  
کا مفعول بہ ہے۔ یعنی جو تم چھپا رہے تھے اللہ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ کُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر  
حاضر ہے۔ کَتَمْتُمْ یا کَتَمْتُمْ مصدر۔

(۴۳: ۲) فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا ۚ ضمیر واحد مذکر کا مرجع نفسُ ہے، چونکہ مقتول شخص آدمی تھا اس لئے  
ضمیر مذکر لائی گئی ہے۔ بِبَعْضِهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب بَقْرَةً کے لئے ہے۔ پس ہم نے کہا کہ مقتول کی  
میت کو گائے کے کسی ٹکڑے سے مارو، یا اس کا کوئی پارچہ مقتول کی لاش پر رکھ دو۔

فَانْدَا ۚ بِبَعْضِهَا ۚ کے بعد عبارت مقدر ہے۔ اِی فَضْرَبُوهُ فحیی۔ پس انہوں نے مقتول کو گائے  
کے جسم کا ایک ٹکڑا لگایا۔ تو وہ زندہ ہو گیا۔

كَذٰلِكَ ۚ کاف حرف تشبیہ ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ۔ اس طرح۔ یعنی مقتول کے زندہ ہونے کی طرح۔ جس طرح  
یہ مقتول زندہ ہو گیا اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔



يُرِيكُمْ آيَاتِهِ - يُمِئُ - مضارع واحد نكرة غائب - إِتَاءَةً (افعال) مصدر سے - وہ دکھاتا ہے - فعل بافاعل -  
 كُمْ ضمير جمع نکر حاضر - مفعول اول آيَاتِهِ مضاف مضاف الیه - مفعول ثانی - وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا  
 ہے - یہاں خطاب ان لوگوں سے ہے جو یا تو اس قتل کے وقت کے تھے - یا نزول آیت کے وقت رسول  
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں -

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ - لَعَلَّكُمْ - شاید تم سمجھ جاؤ - تاکہ تم عقل سے کام لو - (نیز ملاحظہ ہو ۵۲: ۹) تَعْقِلُونَ - مضارع  
 جمع نکر حاضر - عَقَلَ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی سمجھنے اور عقل رکھنے کے ہیں -  
 ثُمَّ - پھر تب ، (ملاحظہ ہو ۲۸: ۲) یہاں ثُمَّ استبعادِ قسوة کے لئے ہے - یعنی اتنی رقت اور نرمی کے اسباب دیکھنے  
 پر یہ قساوت ہے جو نہایت بعید ہے - بہت بڑی قساوت ہے - قساوة اصل میں اس موٹائی کو کہتے ہیں جو سختی اور  
 کرجنگی لئے ہوئے ہو - اور یہاں رحمت اور نرمی اور خیر کا دلوں سے نکل جانا مراد ہے -

ابض کے نزدیک یہ تراخی زمان کے لئے ہے روح المعانی میں ہے وقیل انها للتراخی فی الزمان لانہم  
 قست قلوبہم بعد مدۃ حین قالوا ان المیت کذب علیہم - یہ تراخی زمان کے لئے ہے کیونکہ ان کے دل کچھ  
 مدت کے بعد سخت ہو گئے ، حجب وہ یہ کہنے لگے کہ میت نے ان کے خلاف جھوٹ کہا ہے -

قَسَتْ - ماضی - واحد مؤنث غائب قَسَوْتُ وَقَسَادَةٌ (باب نصر) بمعنی دل کا سخت ہونا - بے رحم ہونا - سنگ  
 دل ہونا - حَجَرٌ قَاسٍ - سخت پتھر - قَسَى الْقَلْبُ ، سخت دل ، پتھر دل -

فَهِیَ - فاء عاطفہ ہی ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع قلوب ہے

كَالْحِجَارَةِ - کاف تشبیہ کے لئے ہے - پتھر کی طرح (سخت)

اَوْ اَشَدُّ قَسَوَةً - اَوْ بمعنی یا ، اور بمعنی بَلْ - اَشَدُّ اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے - زیادہ شدید

قَسَوَةً (ضمیر سختی اور غلظت کے لحاظ سے)

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا - اَوْ کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں -

۱، بمعنی یا - تشبیہ میں اختیار دینے کے لئے - یعنی مخاطب کو اختیار ہے کہ ان کے دلوں کو خواہ پتھر سے تشبیہ

یا پتھر سے بھی زیادہ سخت سے - دونوں صورتیں صحیح ہیں

۲، بمعنی بَلْ - بلکہ - ان کے دل سختی میں گویا پتھر ہیں - بلکہ سختی میں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں -

وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ - لَمَّا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ - واؤ - عاطفہ ، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل مِنَ الْحِجَارَةِ

جار مجرور - مل کر اِنَّ کی خبر مقدم لَمَّا میں لام تاکید کی ہے - اور مَا اسم موصول (بمعنی الَّذِی) يَتَفَجَّرُ -

فعل مِنْهُ جار مجرور مل کر متعلق فعل - الْاَنْهَارُ فاعل - فعل ، متعلق فعل اور فاعل مل کر صلہ اپنے موصول کا ہے

موصول اور صلہ مل کر اِنَّ کا اسم مؤخر ہے اِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا - ترجمہ ہوگا - بے شک جن ہیں



دریا یا نہریں پھوٹتی ہیں۔ وہ پتھروں میں سے ہی تو ہیں یا پتھروں سے ایسے پتھر بھی تو ہیں جن سے دریا پھوٹ کر نکلتے ہیں۔ يَنْدَجِرُ، مضارع واحد مذکر غائب۔ تَفَجَّرُ (تَفَعَّلُ) مصدر، پھوٹ کر نکلتی ہے الْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھیلاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔

صبح کو فجر کہا جاتا ہے کیونکہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔ فُجِّرَ کے معنی دین کی پردہ دری یعنی نافرمانی کرنے کے ہیں۔ بدکردار اور کاذب کو فاجر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بدکردار اور کذب بیانی بھی فاجر کی ایک قسم ہے۔ اور فَجَّرَ کے معنی پانی یا چشمہ جاری کرنے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا (۱۲: ۵۴) اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے۔ يَشَقُّ، مضارع واحد مذکر غائب۔ تَشَقُّ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ يَشَقُّ اصل میں يَتَشَقَّقُ تھا۔ ت کو ش میں بدل کر ش کو ش میں مدغم کر دیا۔ وہ پھٹ جاتا ہے وہ شق ہو جاتا ہے۔ الشَّقَّةُ پھاڑا ہوا ٹکٹ۔ جلد کا ترجمہ ہوگا اور بعض ایسے پتھر ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے۔

يَهْبِطُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر هَبُوطًا، مصدر (باب ضرب) وہ اوپر سے نیچے کو گر پڑتا ہے۔ وہ اترتا ہے، یعنی ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کے خوف سے (اوپر سے) نیچے گر پڑتے ہیں۔ مِنْهَا میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور هَا ضمیر کا مرجع الحجاز ہے۔

عَمَّا۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے عَنْ حرف بار اور مَا موصولہ، عَمَّا اور عَمَّا میں فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر میں مَا کے الف کو ادغام کے وقت حذف کر دیا گیا ہے اور مؤخر الذکر میں اسے بحال رکھا گیا ہے۔ تاکہ مَا استفہامیہ (اول الذکر) اور ما موصولہ خبریہ (مؤخر الذکر) میں تمیز ہو سکے۔ قرآن مجید میں ہے عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ (۸: ۱) یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔

(۲: ۷۵) أَفَتَطْمَعُونَ، ہمزہ استفہامیہ۔ فَأَدَّ مَاطِفَ (ملاحظہ ہو۔ ۲-۲۴) تَطْمَعُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر طَمَعٌ۔ مصدر (باب فتح) تم توقع رکھتے ہو۔ تم طمع رکھتے ہو۔

أَنْ يُوْمِنُوا۔ اس سے قبل حرف جر محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے فِي أَنْ يُوْمِنُوا۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ يُوْمِنُوا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، تقدیر کلام أَفَتَطْمَعُونَ فِي إِيمَانِهِمْ۔ جملہ اَنْ يُوْمِنُوا... وَهُمْ لَيَعْلَمُونَ۔ اپنی تمام تراکیب نحو کی ساتھ مفعول ہے تَطْمَعُونَ کا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوا کلام آخر آیت میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور بیان یہودیوں کا ہے۔

كَلَامَ اللَّهِ اى التوراة۔

يُحَرِّفُونَهُ۔ يُحَرِّفُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَحَرَّفَ (تَفَعَّلَ) مصدر ہے۔ بگاڑ دیتے ہیں، بدلتے ہیں۔ یہ تَحَرَّفَ معنوی بھی ہو سکتی ہے اور لفظی بھی۔ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ۔ اى يَسْمَعُونَ







أَتُحَدِّثُوكُمْ: الف استفہامیہ، تُحَدِّثُ تُوْن مَضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تُحَدِّثُ (تفعیل) مصدر معنی باتیں کرنا، بیان کرنا، کہنا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ضمیر کا مرجع مسلمان ہیں) کیا تم ان کو (مسلمانوں کو) بتا دیتے ہو۔

بِمَا: ب حرف جار ہے مَا موصولہ فَتَحَ اللہُ عَلَیْکُمْ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر مجرور ب کا۔ جار مجرور مل کر فعل تُحَدِّثُ تُوْن کے متعلق۔

لِيُحَاجُّوكُمْ: میں لام کئی کا ہے بمعنی تاکہ۔ يُحَاجُّوْا فعل مضارع منصوب جمع مذکر غائب، مَحَاجَّةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تاکہ وہ (یعنی مسلمان) جھگڑا کریں تم سے (یعنی اہل یہود سے)۔

أَفَلَا تَعْقِلُونَ: الف استفہامیہ ہے فَ عاطفہ۔ حرف استفہامیہ کے حرف عطف سے متقدم ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو۔ (۴۴:۲) کیا تم نہیں سمجھتے۔

قَالُوا أَتُحَدِّثُوكُمْ..... تَعْقِلُونَ: وہ (یعنی اہل یہود) کہتے ہیں (اپنے ساتھیوں سے خلوت میں) کیا تم ان کو (یعنی مسلمانوں کو) وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں (یعنی توراۃ میں جو باتیں دین اسلام کے برحق ہونے کے متعلق آئی ہیں) تاکہ وہ (یعنی مسلمان) تمہارے مقابلہ میں تمہارے رب کے حضور قیامت کے روز بطور حجت پیش کر سکیں۔ کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔

۲: ۷۷۔ اَدَلَّا يَعْلَمُونَ: الف استفہامیہ واؤ عاطفہ (ملاحظہ ہو ۴۴:۲) يَعْلَمُونَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اہل یہود کے لئے ہے۔

مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ: ما موصولہ۔ يُسِرُّونَ مَضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْرَادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر (صلہ اپنے موصول کا) جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔

يُعْلِنُونَ: مَضارع جمع مذکر غائب۔ اِعْلَانٌ (اِفْعَالٌ) جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔

۲: ۷۸۔ مِنْهُمْ: میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب الیہود کے لئے ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔

أَقْبَتُونَ: بے پڑھے لکھے۔ اَقْبَتٌ کی جمع۔ اَقْمَتٌ (ماں) کی طرف منسوب ہے یعنی وہ جیسا ماں کے پیٹ سے

پیدا ہوا ویسا ہی رہا۔ کچھ لکھا پڑھانا نہ ہو۔ عرب والوں کو اہل یہود اس واسطے اَقْمَتُونَ کہتے تھے کیونکہ وہ قوم پڑھی لکھی نہ تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اُمّی کہا گیا ہے تو یا تو اس لئے کہ آپ قوم اُمّیین کے ایک فرد تھے یا اس لئے کہ آپ نے کسی مخلوق کی شاگردی کر کے علوم متعارفہ حاصل نہیں کئے تھے۔ اگرچہ بواسطہ وحی الہی آپ کو وہ علوم حاصل ہوئے جو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی مخلوق کو نہ حاصل ہوئے نہ ہوں گے۔

الْكِتَابِ: ای التوراة۔ جیسا کہ کلام کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔ اس میں ال عہد کا ہے۔

أَمَانَتٍ: جھوٹی آرزوئیں۔ خیالات کے اندازے۔ اَمَانَتٌ بروزن آفَاعِلٌ، بتشدید یاد ہے اُمْنِيَّةٌ کن جمع



م ن ی حروف مادہ۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ  
نَصَارًا تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ (۲: ۱۱۱) اور وہ (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا اور کوئی  
بہشت میں نہ جائے گا۔ یہ ان لوگوں کے خیالات باطلہ ہیں اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ  
قَبْلِكَ مِنْ رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ (۲۲: ۵۲) اور ہم نے تم سے  
پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر اس کا حال یہ تھا کہ جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو  
میں (دوسو سو) ڈال دیتا تھا۔ نیز قرآن مجید میں ہے وَلَا ضَلَالَهُمْ وَلَا مَلِيَّتُهُمْ ..... (۴: ۱۱۹) اور میں ان کو  
گمراہ کرتا رہوں گا۔ اور ان کو (جھوٹی) امیدیں دلاتا رہوں گا۔

المفردات میں ہے۔ کہ کسی چیز کی تمنا سے جو صورت ذہن میں آتی ہے اسے اُمْنِیَّة کہا جاتا ہے۔ اور کذب چونکہ کسی  
غیر واقعی چیز کا تصور کر کے لفظوں میں بیان کر دینے کو کہتے ہیں گویا تمنی جھوٹ کا مبداء ہے لہذا جھوٹ کو تمنی سے تعبیر  
کرنا بھی صحیح ہے۔ اسی معنی میں حضرت عثمان کا قول ہے مَا تَخَيَّنْتُ وَلَا تَمَنَيْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ (میں  
نے جب سے مسلمان ہوا نہ راگ لگایا ہے نہ جھوٹ بولا ہے۔

وَأَنْ هُمْ إِلَّا۔ میں ان نافیہ ہے۔ اور الّا حرف استثناء  
يَظُنُّونَ مَضَارِعَ جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) سے مصدر۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ مطلب اور وہ محض  
الکل بچو باتیں بناتے ہیں۔

ظَنٌّ۔ کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظن کہتے ہیں، یہ علامات قوی ہوں تو ان سے علم کا درجہ  
حاصل ہو جاتا ہے، مگر جب بہت کمزور ہوں تو وہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی  
ہو جائے اور علم کا درجہ حاصل کر لے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کر لیا جائے تو اس کے بعد اَنْ یا اَنَّ استعمال ہوتا  
مثلاً يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا بِاللَّهِ (۲: ۲۴۹) جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے، مگر جب وہ  
ظن کمزور ہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو پھر اس کے ساتھ صرف اَنْ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے  
عدم کے ساتھ مختص ہوتا ہے مثلاً ذَا النُّوْبِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ يَنْقُذَ عَلَيْهِ (۲۱: ۸۷)  
اور ذوالنون کو یاد کرو جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم ان پر  
قابو نہیں پاسکیں گے۔

۲: ۷۹۔ ذَيْلٌ۔ اسم مرفوع۔ ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی کا نام، عذاب کی شدت، رسوائی،  
کلمہ حسرت و ندامت، اگر ذَيْلٌ، ذَيْلَةٌ کی اصناف ضمیر کی جانب ہو تو غیبت، خطاب اور تکلم کی علامات بدلتی رہتی  
ہیں۔ مثلاً وَبَلَّغْنَا مُصَافٍ مُصَافٍ إِلَيْهِ (ہم نے ہماری ہلاکت) (۱: ۴۹) وَبَلَّغْنَا۔ معصوف۔ صاف الیہ، تو مرے  
وَیْلُنَا (۲۱: ۱۴) ہمارے ہماری موت (کلمہ حسرت)۔



تفسیر حقانی میں ہے ذیل زبان عرب میں ناراضگی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہماری زبان میں تَفُّ اور پھٹے منہ بولتے ہیں پس وہ جو امام احمد اور ترمذی اور ابو یعلیٰ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ویل جہنم میں ایک کنواں ہے اور ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ وہ جہنم میں پہاڑ ہے۔ سو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں خدا تعالیٰ کے کلمہ ویل کا مظہر ہیں یعنی ان کی ناراضگی ان صورتوں میں ظہور کرے گی۔ سو یہ سب سچ ہے۔  
مِمَّا۔ مرکب ہے مِّنْ تَعْلِيلِهِ (مُتَعَلِّقٌ بِوَيْلٍ) اور مَأْمُورٌ ہے۔ یعنی تَفُّ ہے ان کے لئے بوجہ اس کے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا۔

كَتَبَتْ أَيْدِيَهُمْ۔ اَيْدِيٌّ جمع يَدٌ کی۔ مضاف، هِمٌّ مضاف الیہ مضاف الیہ مل کر فاعل كَتَبَتْ کا۔ ان کے ہاتھوں نے لکھا۔ یہ جملہ صلہ ہے اپنے موصول کا۔

باوجودیکہ لکھتے ہاتھوں ہی سے ہیں نہ کہ پاؤں سے۔ پھر اس کو جو ذکر کیا تو تاکید کے لئے ہے۔

مِمَّا يَكْسِبُونَ۔ بوجہ اس کے جو انہوں نے کمایا۔ مِمَّا کے لئے اور تحریر ہو چکا  
يَكْسِبُونَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے كَسَبٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔ وہ کماتے ہیں۔ وہ کمائی کرتے ہیں۔

لَنْ تَمْسَا النَّارَ۔ لَنْ تَمَسَّ۔ فعل مضارع نفی تاکید بَلْنَ واحد مَوْنَتْ غائب کا صیغہ۔ مَسَّ باب نصر  
ضَرَبَ) سے۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وہ ہم کو ہرگز نہ چھوئے گی۔

أَيَّامًا مَّعْدُودَةً۔ موصوف و صفت أَيَّامٌ۔ يَوْمٌ کی جمع ہے۔ اصل میں أَيَّوَامٌ تھا۔ واو کو یا بنا یا اور یا کو یا میں مدغم کیا۔ أَيَّامٌ ہو گیا۔ أَيَّامًا بوجہ ظرف منصوب ہے اور مَّعْدُودَةٌ اپنے موصوف کی نسبت منصوب ہے۔ مَّعْدُودَةٌ۔ اسم مفعول واحد مَوْنَتْ ہے۔ اور اس کی جمع مَّعْدُودَاتٍ ہے۔ أَيَّامًا مَّعْدُودَةً گنتی کے چند دن۔ عَدُّ (باب نصر) مصدر بمعنی شمار کرنا۔ عَدَدٌ۔ گنتی۔ شمار۔

اتَّخَذْتُمْ۔ اصل میں اتَّخَذْتُمْ تھا۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اور ہمزہ وصل محذوف ہے۔ اتَّخَذْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اتَّخَذَ مصدر (افتعال) سے۔ کیا تم نے اختیار کیا ہے یا لے رکھا ہے عہد ا مفعول عِنْدَ اللَّهِ اللہ کے حضور، اللہ کے پاس۔ یعنی اللہ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے۔

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَكُمْ۔ یہ جملہ جواب شرط میں ہے اس سے قبل شرط مقدر ہے ای إِنْ اتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَكُمْ۔ اگر تم نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے وعدہ کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ فَاذْجواب شرط مقدرہ کے لئے ہے۔ لَنْ يُّخْلِفَ۔ مضارع نفی تاکید بَلْنَ منصوب بوجہ مل

لَنْ۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ إِخْلَافٌ (إِفْعَالٌ) مصدر۔

أَمْ تَقُولُونَ۔ میں اَمْ متصلہ اور منقطع دونوں ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں اسے اَمْ مُعَادِلَةٌ کہیں گے اور



یہ سہزہ استفہامیہ کے معنی دے گا۔ تقدیر کلام یوں ہوگی اَلْقَوُّلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلٰی مَا لَا تَعْلَمُوْنَ - دوسری صورت میں (یعنی بصورت منقطعہ) بمعنی بَلْ ہوگا۔ اِیْ بَلْ اَلْقَوُّلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ - یا کیا تم اللہ پر وہ باتیں بناتے ہو جن کو تم خود بھی نہیں جانتے۔ صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں اَمْ متصل یا اس کو منقطعہ کہا جائے بمعنی بَلْ ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۸: ۹)

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ اس میں ما موصولہ ہے اور لَا تَعْلَمُوْنَ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے۔ جسے تم خود نہیں جانتے ۲: ۸۱۔ بکلی۔ ہاں۔ حرف ایجاب ہے اور کلام مخاطب کی نفی اور اس کے ابطال کے واسطے استعمال ہوتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲: ۷۶)

مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً ..... خَلِدُوتْ۔

مَنْ موصولہ ہے۔ كَسَبَ سَيِّئَةً جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ وَاَحَاطَتْ بِہِمْ خَطِيئَتُهُ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اور معطوف علیہ و معطوف مل کر صلہ (مَنْ موصولہ کا) صلہ اور موصول مل کر مبتدا۔ متضمن معنی شرط۔ ف جزائیہ۔ اُولٰٓئِكَ، مبتدا، اَصْحٰبُ النَّارِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر اول۔ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ۔ هُمْ مبتدا، فِيْهَا متعلق خَالِدُوْنَ۔ جو خبر ہے مبتدا کی۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی ہے مبتدا، اُولٰٓئِكَ کی۔ یہ مبتدا، اپنی دونوں خبروں کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا متذکرہ بالا کی۔ اب یہ مبتدا، اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف (آیت ۸۲) کا نقشہ یوں ہوگا۔

اپنے معطوف (آیت ۸۲) کا مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ	{	موصول	مَنْ		
		{	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	كَسَبَ سَيِّئَةً	
			{	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	وَاَحَاطَتْ بِہِمْ خَطِيئَتُهُ
				مبتدا (۲)	ف۔ حرف جزاء

{	مبتدا	هُمْ
	مبتدا	اُولٰٓئِكَ

كَسَبَ کے معنی لغت میں نفع حاصل کرنے کے ہیں۔ سَيِّئَةً (گناہ) کے ساتھ اس کا تعلق بطور استہزار کے ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد بار ایسا استعمال آیا ہے مثلاً بَشِّرِ الْمُنَافِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔



لے پیغمبر! بشارت سادو منافقوں کو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے  
وَ اَحَاطَتْ بِمِ خَطِيئَتِهِ۔ اور اس کے گناہ نے اس کا احاطہ کر لیا ہو۔ یعنی وہ اپنے گناہوں میں گھر گیا ہو اور اسے  
توبہ نصیب نہ ہوئی ہو۔

فَاُولٰٓئِكَ۔ پس وہی لوگ۔

خَلِدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خَلُوْذٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔

۸۲:۲۔ اس آیت کا عطف سابقہ آیت پر ہے۔

۸۲:۲۔ اِذْ فَعْل مَحذُوف۔ اِذْ كُرْ کے متعلق ہے اسم ظرفِ زمان ہے۔ بطور اسم ظرفِ مکان یا حرفِ مفاجاة  
بھی آتا ہے۔

مِثْقَ بُرْزَنٍ مِّفْعَالٌ اسم آلہ ہے۔ پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ۔ وَ ثِقَاتٌ سے۔ یا پختگی اور مضبوطی۔  
(بمعنی مصدر) جیسے الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِثْقِهِ (۲۴:۲) وہ جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو  
توڑتے ہیں۔ مِثْقَ اس عہد کو بھی کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ منوکد کیا گیا ہو (نیز ملاحظہ ہو ۲۴:۲) مِثْقَ بَنِي  
إِسْرَآئِيلَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بنی اسرائیل سے لیا گیا عہد۔ اَخَذْنَا كَمَا مَفْعُول ہے۔  
لَا تَعْبُدُوْنَ سے لے کر وَ اَلْوَالِدَيْنِ زَكَاةً تک مِثْقَ کا مضمون ہے۔

لَا تَعْبُدُوْنَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) خبر معنی نہیں ہے (تم پرستش نہیں کرو گے) بمعنی تم پرستش مت  
کرو! یہ صریح امر یا نہی ہے۔ ابلغ ہے۔ ایسے ہی اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا يُضَادَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ (۲۸۲:۲)  
اور نہ نقصان پہنچایا جائے کہنے والا اور نہ گواہ۔ لَا يُضَادَّ بمعنی نہیں ہے یعنی کاتب اور گواہ کو نقصان مت پہنچاؤ۔  
اسی بنا پر یہ اَحْسِنُوْا (جو بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا سے قبل محذوف ہے) اور قُولُوا (جو اگے آ رہا ہے) کا عطف لَا  
تَعْبُدُوْنَ پر مستحسن ہو گیا۔

وَالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِیْ وَ اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (اور ماں باپ سے مہربانی کرتے رہنا)  
وَذِي الْقُرْبَىٰ۔ اس کا عطف جملہ ماقبل میں اَلْوَالِدَيْنِ پر ہے۔ یعنی اور قرابت داروں کے ساتھ (بھی اِحْسَن  
سلوک کرنا۔ اَلْقُرْبَىٰ مَثَلُ اِحْسَنی یا التَّجَنُّی مصدر ہے۔

وَالْيَتْمٰی۔ یتیم کی جمع ہے۔ اس کا عطف بھی مَثَلُ ذِي الْقُرْبَىٰ۔ اَلْوَالِدَيْنِ (جملہ سابقہ) پر ہے  
وَالْمَسٰكِيْنَ۔ مسکین کی جمع۔ اس کا عطف بھی مَثَلُ ذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتْمٰی ہے۔ مَسْكِيْنٌ بروزن مفعیل  
سُكُوْن سے مشتق ہے۔ مسکین کو مسکین اس لئے کہتے ہیں کہ اسے فقر اور تنگدستی نے ایک جگہ ساکن کر دیا  
وَقُولُوا۔ اس کا عطف اَحْسِنُوْا پر ہے (اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا)  
حُسْنًا۔ نیک بات۔ مصدر ہے۔ مبالغہ کے طور پر قول کو حُسْنٌ (نیک) کہہ دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی بات



کہو جو سرتاپا نیکی ہو

وَاقِمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ - ہر دو جملوں کا عطف احسنوا پر ہے۔

ثُمَّ - پھر۔ تراخی زمان کے لئے ہے اس میں تو بیخ ہے مخاطبین کے لئے کہ مدت مدید تک اس میثاق کے زیر اثر رہنے کے بعد تم پھر پھر گئے۔

تَوَلَّيْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَلَّى مصدر سے۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑ لیا۔

وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ - جملہ حالیہ موکدہ ہے فاعل تَوَلَّيْتُمْ سے یا یہ جملہ مترفعہ ہے اور تم تو ہو ہی ایسی قوم جو مادۃ موثقی سے پھر جانے والی ہے۔ مُعْرِضُونَ اسم فاعل جمع مذکر حاضر اَعْرَضَ (اِفْعَالٌ) مصدر، منہ موڑنے والے۔ رخ گردانی کرنے والے۔ شروع رکوع سے بنی اسرائیل کو بطور غیبت ارشاد فرمایا اور ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ صیغہ خطاب سے کلام کا رخ موڑ دیا۔ جو بنی اسرائیل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور جو آپ سے پہلے تھے سب کو بطور تغلیب خطاب ہے

۸۴: ۲ - لَا تَسْفِكُونَ (مضارع منفی صیغہ جمع مذکر حاضر) خبر معنی نہیں۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو آیہ سابقہ

۸۳: ۲ لَا تَعْبُدُونَ کے محاذ، تَسْفِكُونَ - سَفَكَ - مصدر (باب ضرب) سے مشتق ہے جس کے معنی

خون بہانا۔ اور اَلَسَوْبِهَانِ کے ہیں۔ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ آپس میں کشت و خون نہیں کرو گے۔

دِمَاءَكُمْ - مضاف، مضاف الیہ - تمہارا خون

فائدہ - لَا تَسْفِكُونَ سے لے کر مِنْ دِيَارِكُمْ تک میثاق کا مضمون ہے اور یہ بدل ہے میثاق کا

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ - ثُمَّ تَرَخِي فِي الرِّبَةِ - اَقْرَرْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے اِقْرَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

پھر تم نے اس پر پابند رہنے کا اعتراف بھی کر لیا

وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ - حال موکدہ ہے۔ یعنی اور تم اس بات کے گواہ ہو کہ یہ عہد ہوا تھا۔ تَشْهَدُونَ مضارع

کا صیغہ جمع مذکر حاضر شَهِدَ (باب سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنی حاضر ہونے اور موجود ہونے کے ہیں یا اس کا

مصدر شَهِادَةٌ ہے جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں

۸۵: ۲ - ثُمَّ - یہاں ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے نہیں بلکہ لُجْدِ عہد کے لئے ہے۔ عہد کے توڑ دینے کے استبعاد

کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے۔ ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ - پھر یہ تمہی ہو کہ اس میثاق کو توڑ کر (آپس میں خون ریزی کرتے ہو)

أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ - صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں اَنْتُمْ مبتدا ہے اور هَؤُلَاءِ خبر ہے اور معنی

یہ ہیں کہ: پھر تم وہی بد عہد ہو جیسے کہا کرتے ہیں کیا تم وہی شخص ہو جس نے ایسا کیا۔ صفت بدلنے کو بمنزلہ ذات

کے بدلنے کے ٹھہرا کر ایسے کلام کا استعمال کیا کرتے ہیں اور جملہ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ یا تو حال ہے اور عامل اس میں

معنی اشارہ کے ہیں اور یا اَنْتُمْ هَؤُلَاءِ کا بیان ہے اور یا یہ کہا جائے هَؤُلَاءِ بمعنی الَّذِي ہے اور جملہ



تَقْتُلُونَ..... الخ. صلہ ہے اور صلہ و موصول مل کر اَنْتُمْ کی خبر ہے

تَظَاهَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر تَظَاهَرُوا (تَفَاعُلٌ) مصدر سے، تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے ہو اصل میں تَتَظَاهَرُونَ تھا۔ ایک تاء گر گئی۔ عَلَيْهِمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے وہ کشت و خون کرتے ہیں اور جن کو وہ ان کے گھروں سے باہر نکالتے ہیں۔

الْعُدُوَانِ۔ ظلم و زیادتی۔ یہ عَدَا يَعْدُو (باب نصر) کا مصدر ہے۔ عدوان کے معنی 'نعدی اور ظلم کے ہیں (امام ابو جبر سبستانی) بعض علماء سے نقل ہے کہ عدوان کے معنی بُری طرح حد سے بڑھ جانے کے ہیں خواہ یہ بات قوت میں ہو یا فعل میں ہو یا حال میں ہو۔ عدوان اس زیادتی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو ظلم کے بدلہ کے طور پر ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے فَلَا عُدُوَانَ اِلَّا عَلَى الظَّالِمِيْنَ (۲: ۱۹۳) ظلم کا بدلہ صرف ظالموں ہی سے لیا جائیگا۔ یا زیادتی نہیں صرف ظالم لوگوں پر۔ یا جرم کی سزا صرف ظالموں ہی کو ملے گی۔

تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدُوَانِ۔ یہ جملہ فاعل تَخْرِجُونَ سے حال ہے۔ يَا تُؤْكُمُ۔ يَأْتُوا۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ شَرْطِيَّةً) كُمْ، ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اگر وہی لوگ غیر قویوں کے، قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں۔ اُسْرٰی۔ اَسِيرٌ کی جمع۔ قیدی۔

تَفَادَوْهُمْ! تَفَادَوْا۔ مضارع مجزوم (جواب شرط) صیغہ جمع مذکر حاضر مُفَادَاةً (مُفَاعَلَةٌ) مصدر، جس کا مطلب ہے فدیہ دے کر چھڑانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع فعل يَأْتُوا کی ضمیر فاعل ہے، یعنی وہ لوگ جو قیدی بن کر آتے ہیں تم فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو۔

وَهُوَ مُحَرَّرٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ۔

و احوال یہ ہے هُوَ ضمیر شان جو اِخْرَاجٌ کی طرف عائد ہے۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا۔ جملہ حالیہ ہے اور هُمْ ضمیر فاعل يَأْتُوا سے حال ہے یا یہ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے

اَفْتَوْمِنُوْنَ۔ سہزہ استفہامیہ ہے اور فاء عاطفہ تو کیا تم ایمان لاتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۴۴)

فَمَا۔ فَاء۔ عاطفہ۔ مَا۔ نافیہ۔

خِزْيٌ۔ ذلت و خواری۔ رسوائی۔ خِزْيٌ يَخْزِي (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ مضاف، مضاف الیہ يَوْمَ بوجہ مفعول فیہ کے منصوب ہے۔

يُرْدُّونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب، رَدُّ (باب نصر) مصدر۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔

اَشَدَّ۔ نہایت سخت، بہت شدید۔ افعِلْ التفضیل کا صیغہ ہے

اَلْعَذَابِ: مضاف الیہ اِلَى اَشَدِّ الْعَذَابِ اِی اِلَى عَذَابٍ اَشَدَّ مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا۔ اور قیامت کے روز، ایسے عذاب کی طرف (لوٹائے جاؤ گے) جو اس دنیاوی عذاب سے شدید تر ہوگا۔



وَمَا لِلَّهِ بِغَيْرِ عَمَلٍ تَعْمَلُونَ ۚ جملہ معترضہ ہے مَا نَافِيہ ہے۔ عَمَّا عَنْ حرف جار۔ اور مَا موصول سے مرکب ہے۔

فائدہ ۴۔ مدینہ میں مشرکوں کے دو قبیلے تھے۔ اوس اور خزرج۔ یہ دونوں قبیلے آپس میں برسرِ پیکار رہتے تھے۔ یہودیوں کے بھی اس وقت مدینہ میں یا کہ حواریہ مدینہ میں دو بڑے قبیلے تھے، بنی نضیر اور بنی قریظہ، یہ دونوں قبیلے بھی باہمی کدورتوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے حریف تھے۔ ان دونوں میں بنی نضیر قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔ اور بنی قریظہ قبیلہ اوس کے ساتھی تھے اوس اور خزرج کی باہمی خانہ جنگیوں میں یہودی قبیلے بھی اپنے اپنے حلیف کے ہمراہ اپنے ہی ہم مذہب قبیلوں کے مقابل لڑتے تھے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے بے گھر کرتے تھے۔ لیکن (عجیب بات ہے کہ) ان یہودی قبیلوں میں سے کوئی لڑائی کے دوران اگر دوسری قوم کے ہاتھ میں اسیر ہو جاتا تو اسرائیلی کا آزاد کرانا کا ثواب سمجھ کر فدیہ کر کے رہا کر لیتے تھے حالانکہ اس کا جلا وطن کرنا ہی حرام تھا جس کے سبب وہ اسیر ہوا تھا۔

۸۶:۲ اُولَٰئِكَ ۖ اِسْمُ اِسْوَءٍ ۚ اِسْمُ اِسْوَءٍ ۚ اِسْمُ اِسْوَءٍ ۚ اِسْمُ اِسْوَءٍ ۚ اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جن کی کرتوتیں اوپر مذکور ہوئیں۔ اِسْمُ اِسْوَءٍ ۚ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِسْمُ اِسْوَءٍ (اِسْمُ اِسْوَءٍ) مصدر جس کے معنی بیچنا اور خریدنا دونوں ہیں۔ شری۔ مادہ۔ آیت نہا میں یہ معنی خریدنے کے ہے۔ یعنی جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔ اردو میں اکثر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور مشتری خریدار کو کہتے ہیں۔ چنانچہ مثل ہے، مشتری ہو شیار باش۔ خریدار کو چوکس رہنا چاہئے۔ انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰ مِنْتِ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱۱۱:۹) خدا نے مومنوں سے .... خرید لئے ہیں۔

اور بیچنے کے معنی میں ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ اَبْسِمْ (۲۰:۱۲) اور اس کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالا۔ لَا يُخَفَّفُ ۚ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَخَفَّفُ (تَفْعِيلٌ) ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ کمی نہیں کی جائے گی۔ تخفیف نہیں کی جائے گی۔

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۚ واو عاطفہ ہے لَآ نَافِيہ هُمْ مبتدا ر يُنْصَرُونَ ۚ فعل مضارع مجہول ہے جو جملہ فعلیہ ہو کر مبتدا کی خبر ہے۔ اور جملہ لَا هُمْ يُنْصَرُونَ ۚ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے جملہ سالقہ کا۔ يُنْصَرُونَ ۚ ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

۸۷:۲ اَلْكِتٰبِ ۚ اٰی التَّوْرٰتِ ۚ

قَفَّيْنَا ۚ ماضی جمع متکلم۔ تَقْفِيَةٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے۔ پیچھے بھیجنا۔ پیچھے کر دینا۔ اس کا مادہ قَفَا ہے۔ قَفَا کا معنی اگر دن اور سر کا پچھلا حصہ (گدی) قَفْوٌ اور قَفْوٌ پیچھے چلنا، پیروی کرنا (اس معنی میں مجرب باب نصر سے مستعمل ہے) تَقْفِيَةٌ (باب تَفْعِيلٌ) دو مفعول چاہتا ہے اور اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوتی ہیں



(۱) کبھی دونوں مفعول پر حرف جر نہیں ہوتا۔ مثلاً قَفَّيْتُ زَيْدًا اَعْمُوًّا میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیجا۔  
 (۲) کبھی مفعول دوم پر بت آتا ہے۔ قرآن مجید میں اسی طرح مستعمل ہے مثلاً آیت ہذا۔ اور ہم نے اس کے پیچھے رسول بھیجے اور ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ اَثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا (۵۴: ۲۴) پھر ہم نے ان کے قدموں کے نشان پر یعنی بالکل ان کے پیچھے اپنے رسول بھیجے۔ (۳) کبھی مفعول اول حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً وَقَفَّيْنَا بِعِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ (۵۴: ۲۴) اور (پھر ان رسولوں کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔

اَلْبَيِّنَاتِ - بَيِّنَةٌ کی جمع ہے بوجہ جمع مَوْنٌ سالم کے منصوب ہے۔ روشن دلیلیں۔ کھلی ہوئی دلیلیں۔  
 اَيَّدْنَا - اَيَّدْنَا ماضی جمع مکمل۔ تَأَيَّدُ (تَفْعِيلٌ) مصدر بمعنی مدد کرنا۔ قوت دینا۔ تائید کرنا۔ کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو قوت دی۔ ہم نے اس کی تائید کی۔

رُوحُ الْقُدُسِ - مضاف مضاف الیہ، یہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے جیسے کہتے ہیں حَاقِمُ الْجُودِ اور رَجُلٌ صِدِّقٌ۔ اور یہ مبالغہ کے اختصاص کے لئے ہے۔ یہاں بھی الْقُدُسِ (پاک) روح کی صفت ہے۔ پاک و مقدس روح۔ روح القدس سے مراد یا حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا القدس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور روح سے مراد وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اندر پھونکی تھی۔  
 جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَنفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا۔ (۲۶-۱۲) ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونکا۔ اس میں متعدد اقوال ہیں جو کسی تفسیر میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

اَفْكَلَّمَا - ہمزہ استفہامیہ فاء عاطفہ ہے۔ کَلَّمَا مرکب ہے کَلَّ اور مَآ سے۔ مَآ مصدر یہ ہے۔ اور کَلَّمَا کے معنی کُلَّ وَقْتٍ - یعنی جب، جبکہ، جس جس وقت، جب بھی۔ اسی وقت کے معنی کی وجہ سے اس مآ کو مصدر یہ ظرفیہ یعنی ظرف کا نائب کہتے ہیں ذکہ خود ظرف۔ کَلَّمَا میں لفظ کَلَّ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسی شے کی طرف مضاف ہے جو ظرف کی قائم مقام ہے۔ کَلَّمَا تکرار کے واسطے آتا ہے۔ اکثر کَلَّمَا کے بعد فعل باضی آتا ہے۔

مثلاً کَلَّمَا لَصِجَتْ جُلُودُهُمْ (۵۶: ۴) کَلَّمَا دَعَوْهُمْ (۲: ۷۱) اَفْكَلَّمَا تو کیا جب کبھی مَا لَا تَهْوٰی - مَا موصولہ ہے۔ لَا تَهْوٰی اَلْاَنفُسُ اس کا صمد۔ لَا تَهْوٰی مضارع منفی واحد مَوْنٌ غائب ہوا۔ رَبَابٌ سَمِيعٌ مصدر بمعنی خواہش کی طرف نفس کا مائل ہونا۔ جسے تمہارے جی ناپسند کرتے ہیں۔  
 اِسْتَكْبَرْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر اِسْتَكْبَرْتُ (اِسْتَفْعَالٌ) مصدر تم نے تکبر کیا۔ تم نے غرور کیا۔ یعنی ایمان لانے اور پیغمبروں کے اتباع سے تکبر کرنے لگے۔

فَفَرَّقَیْہَا کَذَّ بَیْنُہُمْ وَفَرَّقَیْہَا تَقْتُلُوْنَ ہ پس کسی گروہ کو تم نے مہلایا اور کسی گروہ کو قتل کرنے لگے، یہاں صیغہ مضارع اس لئے استعمال ہوا کہ یہ ایک امر عظیم ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو امر عظیم ہوتا ہے اس کو اس طرح بیان کیا کرتے ہیں کہ وہ بالکل پیش نظر ہو جائے گویا اب ہو رہا ہے۔ (منظہری)



غُلْفٌ جمع غُلْفٌ واحد - اَعْلَفُ اس چیز کو کہتے ہیں جو غلاف میں بند ہو۔ چنانچہ غُلْفُ السَّيْفِ کے معنی ہیں، میں نے تلوار کو نیام میں بند کر دیا۔ مطلب یہ کہ ہمارے دل غلافوں میں بند ہیں اس لئے قرآن مجید کی باتیں ہمارے تک نہیں پہنچ سکتیں۔

بعض کے نزدیک غُلْفٌ اصل میں غُلْفٌ تھا۔ لام کے ضمہ کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا اور یہ غِلَاف کی جمع ہے جیسے کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔ غِلَافٌ کے معنی 'مخزن' ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ہمارے دل خود ہی علوم و معارف کے گنجینے اور مخزن ہیں لہذا ہمیں دوسروں کے علوم سے استفادہ کی ضرورت نہیں۔ بَلْ حُرُوفُ اِضْرَابٍ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت یہ نہیں ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر بند ہیں یا وہ علوم و معارف کے خزانے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے۔ بَلْ کے متعلق ملاحظہ ہو (۱۳۵: ۲)

فَقَلِيلًا۔ میں فاء سببیہ ہے۔ قَلِيلًا منصوب ہے اس لئے کہ یہ صفت ہے مفعول مطلق محذوف اِيْمَانًا کی اور مَا زَادَهُ ہے۔ اِی فَاِیْمَانًا قَلِيلًا یُؤْمِنُوْنَ ہ پس یہ تھوڑے ہی پر ایمان لاتے ہیں۔ (۸۹: ۲) لَمَّا۔ جب (شرطیہ ہے، نیز ملاحظہ ہو۔ ۲۱۴: ۲)

کِتَابٌ یعنی قرآن۔ بحکہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے۔ مُصَدِّقٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تَصْدِیقٌ مصدر (باب تفعیل) تصدیق کرنے والا۔ سچا ماننے والا۔ سچا کہنے والا۔

مَا مَعَهُمْ۔ ما۔ موصولہ معہم۔ صلہ و کتاب، جو ان کے پاس تھی۔ یعنی توراۃ۔ وَکَمَا جَاءَهُمْ کِتَابٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ اِی اَنْکَرُوْکَ انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

وَکَانُوْا مِّنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ یہ جملہ یا ضمیر فاعل کَانُوْا سے حال ہے یا یہ جملہ معترضہ ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ حالانکہ وہ کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے اس نبی کے وسیلہ سے،

مِّنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ اسم ظرف ہے۔ ظرف زمانی اور مکانی دونوں کے لئے آتا ہے یہ ظروف مبنیہ میں سے ہے بعض ان میں سے ضمہ پر بعض فتح پر اور بعض سکون پر مبنی ہیں۔

اسما جہات سببہ یعنی۔ قَبْلُ۔ بَعْدُ۔ تَحْتَ۔ فَوْقُ۔ قُدَّامُ۔ خَلْفُ۔ مبنی برضمہ ہیں۔ ان پر ضمہ آتا ہے جب ان کا مضاف الیہ محذوف ہو اور دل میں مقصود ہو۔ جیسا کہ آیت نہا میں کہ اصل میں مقصود یہ تھا مِّنْ قَبْلُ ذٰلِكَ۔ لیکن اگر مضاف الیہ محذوف نہ ہو تو حرف جار کا اثر قبول کریں گے۔ جیسے مِّنْ قَبْلُ ذٰلِكَ مِّنْ بَعْدِ ۴۔ قَبْلُ کا استعمال چار طور پر ہوتا ہے (۱)، تقدم زمانی۔ جیسے قَبْلُ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلُ



عُرُوْبَهَا۔ (۱۳۰:۲۰)

(۲) تقدم مکانی کسی مقام کا دوران رفتار میں پہلے واقع ہونا۔ اور دوسرے مقام کا بعد کو واقع ہونا۔ مثلاً لاہور سے کراچی جاتے ہوئے ساہیوال قبل آئے گا اور ملتان بعد میں اور کراچی سے لاہور آتے ہوئے ملتان قبل آئیگا اور ساہیوال بعد میں۔ (۳) تقدم بلحاظ مرتبہ جیسے عبد الملک قبل الحجاج۔ عبد الملک مرتبہ میں حجاج سے پہلے ہے یعنی بڑا ہے (۴) ترتیب فنی و تعلیمی میں تقدم۔ جیسے تعلم الہجاء قبل تعلم الخط۔ ہجاء کی تعلیم کتابت سیکھنے سے پہلے دی جاتی ہے۔ (راغب)

قرآن مجید میں لفظ قبل عموماً تقدم زمانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔  
كَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب، اِسْتَفْتَحَ (اِسْتَفْعَالٌ) مصدر وہ فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ وہ فتح مانگا کرتے تھے۔ یعنی جب کبھی یہود کی کفار و مشرکین سے جنگ ہوتی تو وہ اس نبی کی وساطت سے اللہ سے مخالفین پر فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ جس کا ذکر اور بعثت کا وعدہ تورات میں دیا گیا تھا۔ اور ان الفاظ سے دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْأَلُكَ بِحَقِّ نَبِيِّكَ الَّذِي وَعَدْتَنَا اَنْ تَبْعَثَهُ فِيْ خِيَرِ الزَّمَانِ اَنْ تَنْصُرَنَا الْيَوْمَ عَلٰی عَدُوِّنَا۔ اے اللہ ہم تجھ سے تیرے اس نبی آخر الزمان کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ تو آج ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح دے (روح المعانی)

فَلَمَّا۔ پس جب (شرطیہ ہے)

مَا عَرَفُوا۔ ما موصولہ ہے اور ضمیر جو اس کی طرف عائد ہے محذوف ہے۔ عَرَفُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ مَعْرِفَةٌ وَّعِرْفَانٌ سے۔ انہوں نے پہچانا۔ انہوں نے جانا۔ جس کو وہ جان اور پہچان چکے تھے۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ کَفَرُوا بِہِ جواب شرطیہ ہے۔ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

الْكَافِرِينَ۔ میں الٰہ عہد کا ہے۔ یعنی یہ لوگ (جن میں کفر موجود ہے) لعنت کے مستحق ہیں۔ یا الٰہ جنس کا ہے یعنی تمام کافروں پر اللہ کی لعنت اور پھینکا رہے (اس میں یہ منکرین بھی آگئے)

بِئْسَمَا۔ مرکب ہے بِئْسَ اور مَا سے۔ بِئْسَ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بمعنی بُرّا ہے اصل میں بِئْسَ تھا۔ باب سَمِعَ سے۔ عین کلمہ کے اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر لیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔

مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِي اور بِئْسَ کا فاعل ہے۔ پس بُری ہے وہ چیز جس کے لئے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔



اَنْ يَكْفُرُوا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ: اَنْ مصدر یہ ہے

بَغْيًا۔ مفعول لہ ہے يَكْفُرُوا کا۔ بمعنی بوجہ سرکشی، زیادتی، ضد، حسد

اَنْ يَنْزِلَ اللّٰهُ..... مِنْ عِبَادِهِ اَنْ مصدر یہ ہے یہ جملہ بَغْيًا کا مفعول لہ ہے۔ مطلب یہ کہ جس چیز کے

بدلے انہوں نے اپنی جانوں کا سودا چکیا وہ بہت بُری ہے۔ اور سودا کیا تھا؟ یہ کہ انہوں نے انکار کر دیا اس کلام

جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور ان کے انکار کی وجہ کیا تھی؟ بَغْيًا۔ یعنی ان کی سرکشی ضد و حسد جو ان کے انکار کے

محركات تھے (اور ان محركات کی کیا وجہ تھی؟) یہ کہ اللہ تعالیٰ جس پر پاہتا ہے ازراہ فضل اپنا کلام کیوں نازل فرماتا

ہے۔ ان کی توقعات و خواہشات کی تکمیل کیوں نہیں ہوتی؟ رکہ یہ نبی جس پر قرآن نازل ہو رہا ہے بنی اسرائیل میں سے

ہونا چاہئے تھا نہ کہ اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے)

فَبَاءُوا۔ فَ عاطفہ ہے۔ بَاءُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب بَوُّءُ مصدر سے (باب نصر) انہوں نے کمایا

وہ لوٹے۔ سو انہوں نے کمایا (غضب بالائے غضب) یعنی اپنے پر غضب بالائے غضب لے آئے۔

غَضِبَ عَلَى غَضِبٍ۔ غضب کے بعد غضب، یہاں اس سے مراد محض دو غضب نہیں بلکہ پے در پے متعدد

غضب۔ مثلاً ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کیا۔ اور اللہ کا ان پر اس سبب سے غضب ہوا۔

اور اس سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کرنے اور توراۃ پر عمل نہ کرنے۔ گنو سالہ کی عبادت کرنے

وغیرہ سے بھی غضب الہی میں مبتلا تھے اب غضب پر غضب ہو گیا۔

مُہَيِّنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِهَانَةٌ مصدر (افعال) ہون۔ مادہ۔ ذلیل کرنے والا۔ اہانت آمیز

۲: ۹۱۔ اِذَا قِيلَ لَهُمْ..... اَنْزَلَ اللّٰهُ جملہ شرطیہ ہے قَالُوا..... عَلَيْنَا جواب شرط ہے۔

اور وَيَكْفُرُونَ بِمَا ذَرَّآءُ۔ جملہ حالیہ ہے قَالُوا کی ضمیر مستتر سے وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا

مَعَهُم حال مؤکدہ ہے مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ سے مراد قرآن اور تمام کتب سماویہ ہیں مَا اَنْزَلَ عَلَيْنَا سے مراد

توراۃ ہے۔

مَا ذَرَّآءُ۔ میں مَا موصولہ ہے اور ذَرَّآءُ مضاف، مضاف الیہ مل کر صلہ۔ مراد اس سے توراۃ کے علاو

جو کتب سماویہ ہیں۔ ءُ ضمیر واحد مذکر غائب توراۃ کے لئے ہے (جوان (یہود) پر نازل ہوئی۔

ذَرَّآءُ۔ وَرَّآءُ۔ مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آر۔ حد فاصل کسی چیز کا آگے ہونا یا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔

وَهُوَ۔ میں هُوَ ضمیر قرآن پاک کی طرف راجع ہے۔ یا قرآن اور انجیل کی طرف۔ مَا مَعَهُم جو ان کے پاس ہے

قُلْ۔ اِی قُلْ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ازاں بعد آیت کے آخر تک مقولہ ہے

فَلَمَّا تَقَاتَلُوا..... مِنْ قَبْلُ جزا ہے جو شرط سے مقدم آئی ہے بعد کا جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ۔

جملہ شرطیہ ہے۔ اگر تم ایماندار تھے تو خدا کے رسولوں کو پہلے کیوں قتل کیا کرتے تھے۔



فَلَمَّا - میں فاء جواب شرط پر دلالت کرتا ہے (جزایہ - ۷) لَمَّا میں لام تعلیل کا ہے۔  
 م - اصل میں مَا سَمِعُوا جو استفہامیہ ہے (کس لئے، کیوں) مَا استفہامیہ کو مَا خبریہ سے جدا کرنے کے لئے اَلْف کو حذف کر دیا گیا۔ اسی طرح قرآن مجید میں فِیْمَا اور بَیْمَا اور عَمَّا آیا ہے مثلاً فِیْمَا تُبَشِّرُونَ (۱۵-۵۴) تو کاہنے کی خوشخبری دیتے ہو۔ اور عَمَّا یَتَسَاءَلُونَ (۱: ۷۸) (یہ) لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔ اور قَالُوا فِیْمَا کُنْتُمْ (۹۷: ۴) (فرشتوں نے) پوچھا تم کس حال میں تھے؟

تَقْتُلُونَ بمعنى قَتَلْتُمْ ہے۔ مضارع کا صیغہ۔ ازمنہ گذشتہ میں ان کے قتل انبیاء کے فعل کے استمرار کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ انبیاء کا قتل کرنا اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کے آباء و اجداد سے ظہور میں آیا تھا۔ لیکن چونکہ یہ خلف اپنے سلف کے افعال سے راضی اور ان کے متبع ہیں اس لئے ان کے قتل کو ان کی طرف بھی منسوب کر دیا گیا ہے۔

۹۲: ۲ - وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسَىٰ - واو عاطفہ لام تاکید کا۔ اور قَدْ تحقیق کا ہے۔ اور بَشِیْکَ تمہارے پاس (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) آئے۔

بَلِیَّتٌ - روشن دلائل۔ یہاں مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کر اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے۔ مثلاً عصا۔ ید بیضا۔ انفلاق البحر (سمندر کو پھاڑ کر قوم کو پار کرنا) وغیرہ یہ نو معجزات تھے۔ بِالْبَلِیَّتِ - میں بآء تعدیہ کے لئے ہے یعنی حضرت موسیٰ لائے۔

اِتَّخَذْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِتَّخَذُوا (افتعال) تم نے اختیار کیا۔ بطور معبود کے،

الْعِجْلَ - بچھڑا۔ گنہ سالہ۔ گائے کا بچہ۔

مِنْ اَبْعَدٍ - موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد۔ یا آپ کے کوہ طور پر جانے کے بعد۔  
 وَاَنْتُمْ ظَالِمُونَ - جملہ حالیہ ہے۔

(۹۳: ۲) - وَاِذَا خَذْنَا مِثْقَلَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمْ الطُّورَ خَذُوا مَا اتَيْنَكُم بِقُوَّةٍ مَّا حَظُّوْهُ (۹۳: ۲)

وَاَسْمَعُوا ۱ - واو عاطفہ ہے۔ اِسْمَعُوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ سَمِعْتُ (باب سَمِعَ) سے۔ تم سنو، یعنی قبول کرو اور اطاعت کرو، اطاعت کو سننے سے اس لئے تعبیر کیا کہ سننا اطاعت کا سبب ہے۔

عَصَيْنَا - ماضی جمع متکلم۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم نے نہیں مانا۔ مَعْصِيَةً دَعَوْنَا (باب ضَرَبَ) مصدر وَ اَسْرَبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ - اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا (گویا) ان کے دلوں میں رچ گیا یا الْعِجْلَ - مضاف الیه ہے اس کا مضاف حذف کیا گیا ہے اصل میں حُبُّ الْعِجْلِ تھا۔ معنی ہونگے اور پلا دی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بہ سبب ان کے کفر کے۔ عربی محاورہ میں جب کسی کی محبت



یا بغض دل کے اندر سرایت کر جائے تو اس کے لئے لفظ شَوَابٌ کو بطور استعارہ بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بدن میں نہایت تیزی سے سرایت کرتی ہے۔

بِسْمَا... اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ تقدیر کلام یوں ہے اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَبِسْمَا يَأْمُرُكُمْ بِهِ اِيْمَانُكُمْ۔ پہلا جملہ شرط اور دوسرا جواب شرط۔ اگر تم (بقول تمہارے) ایمان دار ہو تو تمہارا ایمان بہت بُری بات بتاتا ہے۔ مطلب یہ کہ تم ایماندار ہی نہیں ورنہ ایسے قبیح افعال کے تم مرتکب نہ ہوتے۔

۹۴:۲ - خَالِصَةً۔ خاص کر کے۔ خَاصَّةً۔ مخصوص خصوص طور پر۔ خَالِصٌ۔ خُصُوصٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ الدَّارُ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

مِنْ دُونِ النَّاسِ۔ سب لوگوں کو چھوڑ کر۔ یعنی دوسروں کے لئے نہیں۔ النَّاسِ میں ال یا تو استفراق کا ہے یا جنس کا۔ یا مسلمانوں کے لئے ہے یا یہ ال عہد کا ہے۔

اِنْ كَانَتْ... مِنْ دُونِ النَّاسِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ شرط اول۔ فَتَمَنُّوا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ میں۔ جملہ دوم شرطیہ ہے (شرط دوم) اور جملہ اول جواب شرط۔ لہذا فَتَمَنُّوا الْمَوْتَ شرط اول و دوم دونوں کا جواب ہے۔

تَمَنُّوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم آرزو کرو، تم تمنا کرو، تَمَنَّيْتُ (تفعّل) مصدر

وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ۔ مضارع نفی تاکید لَبَن۔ يَتَمَنُّوا اصل میں يَتَمَنُّونَ تھا۔ نون اعرابی لَنْ کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع الْمَوْتُ ہے۔

أَبَدًا۔ ہمیشہ، زمانہ مستقبل غیر محدود۔ کبھی بھی۔

بِمَا۔ میں بسبب یہ ہے۔ اور مَا موصولہ۔

قَدْ مَتَّ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقْدِيمُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ پہلے بھیج چکے۔ پہلے کر چکے۔ (جوان کے ہاتھوں نے کر کے بھیجے)

(۹۶:۲) لَتَجِدَنَّاهُمْ۔ لام تاکید کا۔ لَتَجِدَنَّاتَ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وَجُودُ (باب ضَوَب) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع اہل یہود ہیں جن سے اوپر خطاب ہے تو ان کو ضرور پاتے گا۔ تو ان کو ضرور پاتا ہے

أَحْرَصَ۔ افعّل التفخیل کا صیغہ زیادہ لالچی۔ بڑا لالچی حِرْصٌ سے۔

وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا۔ اِی وَ لَتَجِدَنَّاهُمْ أَحْرَصَ مِنَ النَّاسِ وَ مِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا۔

اور تو بے شک ان کو ضرور پاتے گا زندگی کے لئے زیادہ حرص بہ نسبت دوسرے لوگوں کے اور بہ نسبت مشرکین کے اسی طرح دَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا۔ کا عطف النَّاسِ پر ہے اگرچہ مشرکین النَّاسِ میں داخل



تھے لیکن کلام میں زور پیدا کرنے کے لئے ان کو علیحدہ ذکر کیا۔

یہاں کلام میں معانقہ ہے۔ مندرجہ بالا صورت اشْرَکُوا پر وقت کرنے پر ہوگی۔ لیکن اگر حیلۃ پر وقت کیا جائے تو جملہ دَمِیْنِ الَّذِیْنَ اشْرَکُوا اگلے جملہ کے ساتھ مل کر معنی دے گا۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی۔ دَمِیْنِ الَّذِیْنَ اشْرَکُوا (ناس) یَعُوْذُ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ۔ یہاں مِنَ الَّذِیْنَ اشْرَکُوا سے مراد یہود ہیں۔ حو قائل تھے کہ حضرت عزیرؑ اللہ کے بیٹے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَقَالَتِ الْیَهُودُ عُزَیْرُ بْنُ ابْنِ اللّٰهِ (۹: ۳۰) اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ مطلب اس صورت میں یہ ہوگا۔ اور یہود میں ایسے لوگ بھی ہیں جن میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش جیتا ہے ہزار برس۔ یُوْذُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مَوْدَّةٌ (باب سَمِعَ) پسند کرتا ہے۔ خواہش کرتا ہے۔ آرزو کرتا ہے۔ لَوْ۔ یہاں لَوْ تمنائی ہے اور لَیْتَ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کاش۔ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ۔ کاش وہ ہزار برس جیتا ہے۔

وَمَا هُوَ بِمُزَحِّجٍ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ۔ میں واو عاطفہ ہے مَا نافیہ۔ مُزَحِّجٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اَلْمُزَحِّجَةُ مصدر بمعنی دور ہٹانا۔ بر طرف کرنا۔ اور عکبر قرآن مجید میں ہے فَمَنْ زُحِّجَ عَنِ النَّارِ (۳: ۱۸۴) پس جو شخص آگ سے دور رکھا گیا۔

هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب اَحَدُهُمْ کی طرف راجع ہے۔ اور اَنْ یُّعَمَّرَ فاعل ہے مُزَحِّجٍ کا۔ اور معنی یہ ہیں کہ کوئی ان میں سے ایسا نہیں کہ اس کو عمر دیا جانا عذاب سے بچا سکے۔

اَنْ مصدر یہ ہے۔ اور یُعَمَّرُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَعْمِیْرٌ مصدر (باب تفعیل) کہ اس کی عمر (زیادہ) کی جائے۔ اس کو عمر دی جائے۔

۹۷: ۲۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِیْلَ جملہ شرطیہ ہے۔ اس کا جواب فَهُوَ عَدُوٌّ لِلّٰهِ (وہ اللہ کا دشمن ہے) محذوف ہے۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ۔ فار تعلیلیہ ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کا ضمیر واحد مذکر غائب۔ جِبْرِیْلَ کی طرف راجع ہے اور نَزَّلَهٗ میں کا ضمیر مفعول اور مذکر غائب کا مرجع قرآن مجید ہے۔ ترجمہ۔ کس لئے کہ اس نے تو اس قرآن مجید کو اتارا۔

عَلٰی قَلْبِكَ۔ تیرے دل پر۔ حق عبارت یہ تھا کہ عَلٰی قَلْبِیْ (میرے دل پر) ہوتا۔ کیونکہ قُلُّ کے بعد مقولہ حکم کے مخاطب کی زبان سے ہے۔ لیکن بطور حکایت کلام باری تعالیٰ کے عَلٰی قَلْبِكَ فرمایا۔

یٰۤاٰذِنِ اللّٰهِ۔ بَ حرف جار اِذْنِ اللّٰهِ مضاف۔ مضاف الیہ مل کر مجرور۔ یہ نَزَّلَ کے فاعل سے حال ہے مُصَدِّقًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب بوجہ نَزَّلَهٗ کی ضمیر کا سے حال ہونے کے لئے۔



لَمَّا بَيَّنَّ يَدَيْهِ (تصديق اس کی جہ) جو اس سے پہلے (یعنی پہلے اتر چکا ہے)۔ يَدَيْهِ میں ۵ ضمیر کا مزج قرآن مجید ہے  
لام حرف جر ہے بَيْنَ مضاف يَدَيْهِ مضاف، مضاف الیہ مل کر مضاف، مضاف الیہ اور مضاف مضاف الیہ مل کر ما موصولہ کا  
صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مجرور

وَهْدَىٰ وَبَشَّرَ - هُدًى وَبَشْرًا بھی مُصَدِّقًا کی طرح نَزَّلَهُ کے ہا ضمیر سے حال ہیں، هُدًى راہنمائی۔  
ہدایت۔ راہ دکھانا (باب ضَرَبَ) مصدر و اسم مصدر۔

بُشْرٰی - خوشخبری - ایسی خبر کہ جس کو سُن کر بشرہ پر مسرت و خوشی کے آثار نمایاں ہو جائیں۔

۲: ۹۸۔ مَنْ شَرَطِيهْ جَوَابُ شَرْطِ مَحْذُوفٍ هِيَ. تَقْدِيرُ كَلَامِ يَوْنِ هِيَ. مَنْ كَانَتْ عَدُوًّا.....

وَمِنْكُمْ فَهُوَ عَاقِرٌ مَجْنُونٌ بِأَشَدِّ الْعَذَابِ - جو کوئی مخالف (یا دشمن) ہو اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبریل کا یا میکائیل کا تو وہ کافر ہے اور مستوجب عذاب شدید ہے۔

عربی میں واو صرف عطف ہی کے لئے نہیں آتا۔ بلکہ بمعنی اُو (یا) بھی مستعمل ہے یہاں اسی معنی میں آیا ہے۔  
یعنی ان میں سے جو کسی ایک کا دشمن ہے وہ سب کا دشمن ہے۔

عَدُوٌّ - مصدر بھی ہے اور اس صورت میں یہ ضد ہے دوستی اور محبت کا۔ عَدُوٌّ اسم بھی ہے اس صورت میں یہ مقابل ہے دوست کا۔ یہاں مؤخر الذکر صورت میں استعمال ہے عَدُوٌّ ابوجہر خبر کان کے منصوب ہے

فَاتَ اللّٰہ۔ میں فاجر ایہ ہے۔ اس صورت میں جملہ سابقہ شرطیہ اور فَاتَ اللّٰہ عَدُوّ تِلْكَ فِرِیْن۔ جواب شرط ہوگا ترجمہ آیت یوں ہوگا۔ جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبریل کا یا میکائیل کا تو اللہ بھی بالیقین مخالف ہے (ایسے کافروں کا۔ تفسیر الماحدی)



کیا یوں نہیں کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا۔ (ضیاء القرآن)

نَبَذَ ۱ - نَبَذَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب - نَبَذَ (باب ضَرَبَ) مصدر - بمعنی پھینکنا۔ ۲ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب - اس نے اس کو پھینک دیا۔ یا توڑ دیا۔ ضمیر کا مرجع عہد ہے (باب نَصَرَ سے بمعنی پھوڑنا بھی آتا ہے اسی سے نَبَذَ پھوڑا ہوا عرق۔

یَلٌ - حرف اضراب ہے پہلے قول سے اعراض اور دوسرے کی توثیق - یعنی ایک فریق کی تو بات ہی کیا بلکہ ان میں سے اکثر کا تو اس عہد پر ایمان ہی نہ تھا۔ (نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۱۴۵)

۱۰۱ : ۲ - لَمَّا جب - لَمَّا کئی طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) بطور حرف شرط - اس صورت میں ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے مثلاً آیت ہذا کہ ماضی کے دو جملوں جَاءَ رَسُولٌ ..... نَبَذَ فَرِیقٌ جو بالترتیب جملہ شرطیہ جملہ جزائیہ ہیں۔ یا اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ - (۱۴ - ۶۴) پھر جب وہ (دوبنے سے) بچا کر تم کو خشکی کی طرف لے آیا تم نے منہ پھیر لیا۔ جب کے معنی میں اسم ظرف بھی ہے۔ ای - اِذْ

(۲) بطور حرف استثناء - بمعنی إِلَّا مگر۔ مثلاً - اِنَّ كُلَّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۸۶ : ۴) کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے۔

(۳) حرف جازم فعل - مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی مؤکد کر دیتا ہے (۱) ماضی کی نفی زمانہ حال تک با استمرار چلی آتی ہے۔

(ب) جس فعل کی نفی ہوتی ہے اس کے ثبوت (یعنی ہو جانے) کی توقع رہتی ہے۔

مثلاً (۱) بَلْ لَمَّا يَدْعُوا عَذَابٌ (۳۸ - ۸) بلکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ ابھی تک چکھا ہی نہیں (گو ان کا یہ مزہ پچھنا متوقع امر ہے)

(۲) وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ - (۴۹ : ۱۴) اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا (گو اس کا تمہارے دلوں میں داخل ہونا متوقع ہے)

(۴) لَمَّا يَهَیْئَ لَكُمْ دَبَابٌ (باب نَصَرَ) کا مصدر بھی ہے۔ اپنا اور دوسروں کا حصہ کھالینا لَمَمْتُ أَجْمَع - میں نے سب سمیٹ لیا۔ قرآن مجید میں ہے وَتَأْكُلُونَ الثَّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا (۹۰ : ۱۹) اور

تم میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۲۱۴)

لَمَّا جَاءَ ..... مَا مَعَهُمْ جملہ شرطیہ اور نَبَذَ فَرِیقٌ ..... ظُهُورِهِمْ جواب شرط اور کَاثَمٌ لَدَیْکُمْ مَوَظِعٌ حال میں ہے۔

مُصَدِّقٌ - صفت ہے رَسُولٌ کی۔



مَا مَعَهُمْ۔ موصول وصلہ مل کر مجبور ہے لام حرف جار کا۔ اور جار مجبور مل کر متعلق مُصَدِّق کا۔  
كَانَتْهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ہ كَات حرف مشبہ بالفعل۔ هُمْ اس کا اسم لَا يَعْلَمُونَ فعل بافاعل ہے۔  
فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر كَات كَات کی خبر۔ كَات اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ  
ہو کر فَرْق سے حال ہے۔ گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

وَرَاءَ۔ اصل میں مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی اصناف فاعل کی طرف بھی ہوتی  
ہے اور مفعول کی طرف بھی۔ اس کا معنی ہے آڑ۔ حد فاصل کسی چیز کا آگے یا پیچھے ہونا۔ علاوہ اور سوا ہونا۔  
كِتَبَ اللّٰهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ۔ انہوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ یعنی قابل اعتناء نہ سمجھتے ہوئے  
اس پر عمل نہ کیا۔

اَتَّبَعُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِتَّبَاعُ (اِتِّعَالُ) مصدر سے۔ انہوں نے پیروی کی۔ انہوں نے اتباع  
کیا۔ مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ۔ مَا موصولہ۔ تَتْلُوا مضارع واحد مؤنث غائب۔ تِلَادَةٌ (باب نصر)  
مصدر۔ وہ پڑھتی ہے۔ وہ (جماعت شیاطین) پڑھتی ہے۔ وہ تلاوت کرتی ہے۔ مضارع بطور حکایت  
حال ماضی آیا ہے اس لئے ماضی کے معنی دیتا ہے۔ تلاوت کا لفظ آسمانی کتابوں کی اتباع اور پیروی کے  
لئے مخصوص ہے جو کبھی ان کے پڑھنے اور کبھی ان کے مضامین امر و نہی اور ترغیب و ترہیب کے ذہن نشین  
کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ تَتْلُوا الشَّيْطَانُ صلہ ہے مَا موصولہ کا۔ اَتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ  
اور وہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو حضرت سلیمان کے عہد سلطنت میں پڑھا کرتے تھے۔  
عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ۔ عَلَىٰ بمعنی فِی ہے سُلَيْمَانَ۔ بوجہ عجز و موافقہ غیر منصرف منصوب ہے عَلَىٰ  
مُلْكِ سُلَيْمَانَ۔ سلیمان کے زمانہ حکومت میں۔

الشَّيْطَانُ جمع شیطن کی ہے۔ شَطْن مادہ سے فِعَالُ کے وزن پر۔ ہر سرکش اور شریر شخص کو  
شیطان کہتے ہیں خواہ وہ جن ہو یا انسان۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ  
عَدُوًّا شَیْطَانِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (۶: ۱۱۳) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں کو اور  
جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔

الشَّيْطَانُ۔ بوجہ عمل لَکِنَّ منصوب ہے  
وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانٌ وَلَکِنَّ الشَّيْطَانِ کَفَرُوْا۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر نہیں کیا  
بلکہ شیطانوں نے کفر کیا تھا۔ یہاں جادو کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اگلے جملے میں ارشاد ہوتا ہے،  
يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ کہ وہ لوگوں کو سحر (جادو) سکھاتے تھے، یعنی لوگوں کو جادو سکھانا یا اس پر  
خود عمل کرنا حضرت سلیمان کا فعل نہ تھا بلکہ اس وقت کے سرکش اور شریر افراد کا یہ کام تھا کہ لوگوں کو



جادو سکھاتے تھے۔ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ حال ہے کَفَرُوا کی ضمیر فاعل مستتر ھم سے  
وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ۔

داؤ عاطف ہے اور جملہ کا عطف جملہ سالیقہ مَا تَتْلُوا..... عَلَى مُلْكٍ مُّسْلِمٍ پر ہے۔ یعنی وہ ان  
(نہریات) کے پیچھے لگ گئے جو سیماں کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور ان (علوم و فنون کے  
پیچھے) جو بابل میں ہاروت و ماروت کو حاصل تھے۔

چونکہ عطف تغایر کو چاہتا ہے اس لئے مَا أُنْزِلَ سے سحر کی نوع دیگر مراد ہے یا سحر کے سوا دیگر علوم و فنون  
(عبداللہ یوسف علی) اُنْزِلَ سے نازل من اللہ مراد نہیں بلکہ ان دونوں کی علمی استعداد جو ان کو اللہ کی  
طرف سے حاصل تھی (بابل میں ہاروت و ماروت پر کوئی جادو وادو نازل نہیں ہوا تھا۔ (حقانی)

بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ بوجہ عجبہ و معرفہ غیر منصرف ہیں اور بدیں وجہ منصوب۔

صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں۔ ہاروت و ماروت شہر بابل میں دو شخص تھے کہ جن کو ان کے عجائب افعال  
اور نیک چلنی کی وجہ سے ان کو لوگ فرشتہ کہتے تھے اور ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا تھا۔ یہ شخص اس فن سے  
واقف تھے مگر اس کو بُرا سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جو شخص ان کے پاس سیکھنے آتا اس سے یہ کہہ دیتے تھے کہ  
مہجانی خدا نے یہ علم ہم کو تمہاری آزمائش کے لئے دیا ہے اس کو نہ سیکھو ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔

(ان کے متعلق یہ کہانی کہ وہ دو فرشتے تھے جو حضرت ادریس علیہ السلام کے عہد میں زمین بابل میں آئے تھے  
ایک حسین عورت زہرہ پر عاشق ہو گئے اور اس کے بہکانے پر غیر شرعی کام کئے اور سزا میں ایک کنویں میں  
لٹے لٹکائے گئے وغیرہ۔ سب بے حقیقت اور بے شکی باتیں ہیں)

وَمَا يُعَلِّمِينَ مِنْ أَحَدٍ۔ مَا نَافِيہ۔ يُعَلِّمِينَ مضارع تثنیہ مذکر غائب وہ دونوں نہیں سکھاتے تھے۔  
تَعْلِيمٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر مِنْ أَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے

حَتَّى۔ اِلَى۔ اَنَّ۔ جب تک۔

يَقُولَ۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ حَتَّى کے بعد اَنَّ مقدرہ کی وجہ سے مضارع منصوب آیا ہے۔ قَوْلٌ  
مصدر (باب نصر) وہ دونوں کہہ دیتے تھے۔

فِتْنَةٌ۔ اَزْمَالِش۔ فِتْنَةٌ۔ فِتْنٌ۔ سے مشتق ہے جس کے معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا  
کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید میں لفظ فِتْنَةٌ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی میں استعمال  
کیا گیا ہے۔ مثلاً اَزْمَالِش، (آیہ نذا) آفت، مصیبت، فساد، کفر، بد نظمی، عبرت، ایذا وغیرہ۔

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ مِّنْ اِنَّمَا کلمہ صر ہے۔ ہم تو صرف اَزْمَالِش ہیں۔

لَا تَكْفُرُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو کافر مت بن



فَيَتَعَلَّمُونَ - فاء عاطفہ ہے۔ يَتَعَلَّمُونَ کا عطف يُعَلِّمِينَ پر ہے اور نفی میں شامل نہیں۔ تقدیر کلام کچھ ایسے ہے وَمَا يُعَلِّمِينَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَ إِنَّمَا عُذَّتْ فِتْنَتُهُ فَلَا تَكْفُرُ (يُعَلِّمِينَ مِنْهُمْ) بَعْدَ ذَلِكَ الْقَوْلِ، فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمْمَا..... الخ۔ وہ دونوں کسی کو نہ سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آوازِ مائش کے لئے ہیں۔ تو کافر نہ بن۔ (لیکن جب وہ اس پر بھی سیکھنے پر اصرار کرتے تو) وہ ان کو اس قول کے بعد سکھانے پر آمادہ ہو جاتے اور وہ لوگ ان دونوں سے سیکھتے ایسی بات کہ..... الخ

يَتَعَلَّمُونَ - مضارع جمع مذکر غائب تَعَلَّمَ (تَفَعَّلُ) مصدر سے۔ وہ سیکھتے تھے  
مَا يُفَرِّقُونَ - مَا موصولہ ہے يُفَرِّقُونَ مضارع جمع مذکر غائب تَفَرَّقَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ وہ جدائی پیدا کرتے تھے یہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ جادو جو وہ ہاروت و ماروت سے سیکھتے تھے جدائی ڈالنے کے لئے۔

وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ - واو حالیہ ہے۔ مَا نافیہ مشابہ بَلِيسَ - بِضَارِّينَ میں بَاء زائدہ ہے اور مِنْ أَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے یہ میں ضمیر واحد مذکر کا مرجع وہی ہے جو متذکرۃ الصدر میں ہے۔ مطلب۔ اِنِّی مَا یُضَرُّونَ بِہِ أَحَدًا اس سے وہ کسی کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے تھے جملہ حالیہ ہے جملہ سابقہ سے۔

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ - اس جملہ کا عطف جملہ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمْمَا..... الخ پر ہے  
مَا يَضُرُّهُمْ میں مَا موصولہ ہے لِيَضُرَّهُمْ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اور وَلَا يَنْفَعُهُمْ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف۔ معطوف علیہ و معطوف مل کر صلہ ہوا مَا موصولہ کا۔ وہ لوگ وہ بات سیکھتے تھے جو ان کو ضرر دیتی تھی اور ان کو نفع نہیں دیتی تھی۔

وَلَقَدْ عَلِمُوا - واو عاطفہ لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر، تحقیق کے معنی دیتا ہے عَلِمُوا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب إِلَيْهِمْ کے لئے ہے۔

لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلْقٍ ط۔ لام ابتدائیہ (جو مبتدأ پر داخل ہوتا ہے) مَنْ موصولہ اشْتَرَاهُ (اشْتَرَى فعل بافاعل ہ مفعول جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر) صلہ اپنے موصول کا اور موصول وصلہ مل کر مبتدأ ہے (جس پر کہ لام ابتداء داخل ہوا ہے)

ترجمہ: اور بے شک وہ (یہود) جان چکے تھے کہ جس نے اس (سحر) کو (کتاب اللہ کے عوض) خریدا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ جملہ لَمَنِ اشْتَرَاهُ..... مِنْ خَلْقٍ مفعول ہے عَلِمُوا کا اشْتَرَى ماضی واحد مذکر غائب (اشْتَرَا) مصدر۔ اس نے خریدا۔ اس نے مول لیا۔



ریا اس نے بیچا، کا ضمیر مفعول سحر کے لئے ہے۔

خَلَاقٍ - حصہ۔ اپنی عادت اور خلق سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خلاق ہے۔

وَلَيْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ دَاؤَ عَاطِفٍ - شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ جملہ فعلیہ ہو کر صفت (۴) کا مرجع ما بمعنی شیئاً ہے، لیس فعل ذم ہے بُرا ہے۔ لام تاکید کا ہے۔ اور جس شے کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بُری تھی۔ شَرَوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب شَرَاءٌ (باب ضَرَبَ) سے بمعنی خرید و فروخت کرنا۔ ہر دو معنی یعنی خریدنا اور فروخت کرنا کے لئے استعمال ہوتا ہے

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ - کاش وہ جانتے۔

فَأَنذَرْتُ - اگر کوئی بطور شبہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو بطور تاکید یہ فرمادیا وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ ابْتِغَىٰ جَنَاحُكَ تو پھر لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (کاش وہ جانتے) کے کیا معنی ہوں گے؟

جواب یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم سطحی ہے جو محض زبان پر ہے اس کا دل سے یا عمل سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا علم جو قلب کی گہرائیوں تک جا گھسے اور اس کو منور کر دے۔ اور یہی علم نافع ہے۔ یہود کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتا بھی اسی قبیل سے تھا کہ وہ سطحی جانتے تھے اور مانتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن یہ اقرار ان کی زبانوں تک ہی محدود تھا ان کے دل اس کے نور سے عاری تھے اس لئے ان کی یہ پہچان ان کو کچھ نافع نہ تھی (تلخیص از تفسیر مظہری)

قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات متعلقہ ہیں۔ ۲ : ۱۲۶ اور ۶ : ۲۰ -

۲ : ۱۰۳ - وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا - رَايَ الْآمِنُوا بِالرَّسُولِ أَوْ يَمَّا أُنْزِلَ إِلَيْهِ أَوْ بِالتَّوْرَةِ

دَاؤَ - عاطفہ ہے لَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا - جملہ شرطیہ اور دَاتَقُوا کا عاطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی جملہ

شرطیہ دوم ہے۔ اور جملہ لَمْ تُوْبَةٍ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرٌ - جواب شرط ہے اصل اس کی یوں ہوگی۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكُنْ تُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ خَيْرًا مِّمَّا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ

اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو وہ ضرور صلہ پاتے خدا کے ہاں سے جو اس چیز سے بہتر ہوتا

جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا

لَمْ تُوْبَةٍ مِّنْ لَّمْ تَاكِيْدَ كَ لَ تَ يَ - مَثُوْبَةُ - تُوْبٌ سے ہے جس کے معنی کسی چیز کے اپنی اصل حالت

کی طرف لوٹ آنے کے ہیں۔ یا غور و فکر سے جو حالت مقدر اور مقصود ہوتی ہے اس تک پہنچ جانے کے

ہیں۔ اَدَلِ الذِّكْرُ كِي مَثَالِ ثَابَتْ فُلَاتٌ إِلَى دَارِهِ - فلاں اپنے گھر لوٹ آیا۔ یا ثَابَتْ إِلَى نَفْسِي

میری سانس میری طرف لوٹ آئی۔ مؤخر الذکر کی مثال تُوْبٌ ہے۔ کیونکہ سوت کا تنے سے مقصود

کپڑا بننا ہے لہذا کپڑا بن جانے پر گویا سوت اپنی حالت مقصود کی طرف لوٹ آتا ہے۔



یہاں مَثُوبَةٌ بمعنی اچھا بدلہ۔ ثواب، جزاء ہے۔ خَيْرٌ یہاں بطور صیغہ افعَل التفضیل ہے۔ مفضل علیہ (محر) کو یا تو اس لئے مذت کیا گیا کہ مفضل کو مفضل علیہ سے اس قدر عالی سمجھا کہ مفضل علیہ سے اس کو کسی قسم کی مناسبت ہو۔ یا اس واسطے کہ تخصیص کسی شے کی نہ ہے۔ تفضیل کل ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ مفضل جملہ اشیاء سے بہتر ہے لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ۔ آیت سابقہ ملاحظہ ہو۔

۲: ۱۰۴۔ رَاعِنَا۔ رع ی۔ مادہ سے مشتق ہے مُرَاعَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے مُرَاعَاةٌ بمعنی حفاظت کرنا۔ کسی کی طرف کان لگانا۔ مثلاً رَاعَيْتُهُ سَمِعْتِي۔ میں نے اس کی طرف کان لگایا۔ یا کسی کی بات کی طرف دھیان دیا۔ مثلاً هُوَ لَا يُرَاعِي إِلَى قَوْلِ أَحَدٍ۔ وہ کسی کی بات پر دھیان نہیں دیتا۔ رَاعِنَا۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہماری طرف متوجہ ہو۔

الرَّعْيُ۔ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کو کہتے ہیں۔ خواہ غذا کے ذریعہ سے ہو جو اس کی زندگی کی محافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعے سے ہو۔ مثلاً أَرَاعَيْتُهُ میں نے اس کے سامنے بچاؤ ڈالا۔ اور رَاعَيْتُهُ میں نے اس کی نگرانی کی۔ اسی سے رَعِيٌّ چارہ یا گھاس کو کہتے ہیں اور مَرْعًی چراگاہ کو۔ اسی سے رَاعِيٌّ چرواہا کو کہتے ہیں۔ نیز رَاعِيٌّ یہود کی زبان میں ایک نہایت فحش گالی تھی۔ رَاعِنَا (ہماری طرف کان لگا یا متوجہ ہو) کو دراز زبان دبا کر رَاعِنَا بولتے اور اپنے دل میں اس کے معنی لیتے۔ اے ہمارے چرواہے یا بطور گالی رَاعِنَا۔ رَاعِيٌّ سے بمعنی احمق۔ استعمال کرتے۔ ان کی دیکھا دیکھی اور ان کی نیت کو جانے بغیر مسلمان بھی کہیں یہ لفظ (بمعنی ہماری طرف متوجہ ہو) استعمال کر لیتے تھے۔ آیت ہذا میں خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے استعمال سے منع فرمایا ہے تاکہ یہ ذو معنی لفظ کسی گستاخی کا باعث نہ بن سکے۔ اور ہدایت فرمائی کہ وہ (یعنی مسلمان) رَاعِنَا کے بجائے اُنْظُرْنَا کہہ کریں۔

وَأَسْمَعُوا۔ واذ عاطفہ۔ اِسْمَعُوا سَمَاعٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم سنو۔ تم سنتے رہو۔ یعنی اُنْظُرْنَا آپ ہماری طرف نظر فرمائیں۔ کہو اور پھر دھیان سے سنو۔

۲: ۱۰۵۔ مَا يَوَدُّ۔ ما نافیہ ہے۔ يَوَدُّ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّةٌ مصدر۔ باب سَمِعَ۔ نہیں پسند کرتے۔ نہیں چاہتے ہیں۔

مِنْ بیاہ ہے۔ اور وَلَا الْمُشْرِكِينَ میں واؤ عاطفہ اور لَا زائدہ ہے اَنْ يُنْزَلَ میں اَنْ مصدر یہ ہے۔ يُنْزَلَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَنْزِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے بمعنی نازل کیا جانا۔ اَنْ يُنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِّنْ رَبِّكُمْ یہ جملہ مفعول ہے يَوَدُّ کا۔ ترجمہ یہ ہوگا۔ وہ لوگ جو کافر ہیں کتاب والے ہوں یا مشرک تمہارے رب کی طرف سے تم پر کسی بھلائی کے نازل کئے جانے پر خوش نہیں ہیں۔ وَاللَّهُ میں واؤ حالیہ ہے۔



يَخْتَصُّ - مضارع واحد مذكر غائب - اِخْتِصَّاصٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے - وہ خاص کرتا ہے - وہ مخصوص کرتا ہے - ترجمہ - ہاں لاکھ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہے مخصوص کر لے -

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ - ذُو مضاف - الْفَضْلُ موصوف الْعَظِيمِ - صفت - موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ - عظیم فضل والا - بڑے ہی فضل کا مالک -

۱۰۶:۲ - مَا شرطیہ ہے اور جازم فعل ہے - مَا مِنْ اَیَّۃٍ جو آیت بھی - جس آیت کو بھی -

نَنْسَخْ - مضارع جمع متکلم مجزوم بوجہ عمل مَا شرطیہ نَسَخَ (باب فَتَحَ مصدر بمعنی زائل کرنا - بدل دینا - بیکار کر دینا - ایک چیز کو دوسری کی جگہ قائم کرنا - صورت بدل دینا - لکھنا - اَلِیْ سَتَنْسَخُ (باب اسْتَفْعَال) کے معنی کسی چیز کے لکھنے کو طلب کرنے یا لکھنے کے لئے تیار ہونے کے ہیں لیکن بمعنی نسخ (لکھنا) بھی قرآن مجید میں آیا ہے - مثلاً - اِنَّا كُنَّا نَسْتَسْخِ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۲۹:۴۵) جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے - تَنَاسَخَ ایک کے بعد دوسری چیز کا اس کے قائم مقام ہونا - جیسا کہ اہل ہنود میں مسد تناسخ ہے کہ آتما یعنی روح ہر موت پر دوسرا روپ دھار لیتی ہے اور عمل جاری رہتا ہے تا آنکہ آتما کو نردان (نجات) حاصل ہو -

آیت ہذا میں جملہ کا ترجمہ ہوگا - ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں -

اَدَّ - یا - حرف عطف ہے -

نُنْسِهَا - مضارع جمع متکلم - اصل میں نُنْسِيهَا تھا - یا کو ساقط کیا گیا ہے - یہ اِنْسَاءُ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے اَنَسَى يُنْسِي - ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ہے جس کا مرجع آیت ہے ہم اسے فراموش کرا دیتے ہیں نَسِيَ - مادہ -

نَأَتْ - مضارع جمع متکلم - اِنْتِيَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے - یہ فعل لازم ہے - لیکن ہا کے صلہ کے ساتھ آئے تو متعدی کے معنی دیتا ہے - ہم لاتے ہیں - ہم دیتے ہیں -

ہا ضمیر واحد مؤنث غائب اَیَّۃِ کے لئے ہے - نَأَتْ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَدُّ مِثْلُهَا - جملہ جواب شرط ہے - اَلَمْ تَعْلَمَ - ہمزہ استفہامیہ ہے - لَمْ تَعْلَمَ نفی جہد بَلَمْ کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے - کیا تو نہیں جانتا - (۱۰۷:۱) مَالِكُمْ مِّنْ مَا نَافِيہ ہے -

مِنْ دُونَ اللّٰهِ - اللہ کے سوا -

وَلِيٌّ - وَلَا يَدُّ سے بروزن فَعِيلٌ صیغہ صفت ہے - مددگار

نَصِيرٌ - نَصْرٌ سے بروزن فَعِيلٌ صیغہ صفت ہے - بچانے والا -

۱۰۸:۲ - اَمْ - یا - کیا - خواہ - حرف عطف ہے استفہام کے معنی دیتا ہے کبھی بمعنی بَلْ (حرف اضراب



بلکہ) اور کبھی بمعنی ہمزہ استفہامیہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت نہا میں ہے اور کبھی زائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً  
 اَفَلَا تُبْصِرُونَ - اَمْ اَنَا خَيْرٌ (۴۳: ۵۱-۵۲) عبارت کی تقدیر یوں ہے۔ اَفَلَا تُبْصِرُونَ اَنَا خَيْرٌ  
 کیا تم نہیں دیکھتے میں بہتر ہوں۔۔۔۔۔

تُرِيدُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر (اداة مصدر باب افعال) کیا تم چاہتے ہو، کیا تم ارادہ کرتے ہو۔  
 اَنْ - مصدر یہ ہے۔

کَمَا - کاف حرف تشبیہ ہے۔ مَا موصولہ (بعد کو آنے والا جملہ اس کا صلہ) جیسا کہ۔  
 مَنْ يَتَّبِدَالِ الْكُفْرِ - مضارع مجزوم بوجہ شرط وصل کی وجہ سے مجزوم کو مکسور کر دیا گیا۔ واحد مذکر غائب  
 کا صیغہ تَبَدَّلَ (تَفَعَّلَ) مصدر بدلہ میں لینا مَنْ شرطیہ۔ جو ایمان کے بدلہ میں کفر کو لے گا۔ یا ایمان  
 چھوڑ کر کفر لے گا۔

فَقَدْ - میں فاء جواب شرط کے لئے ہے۔ سارا جملہ جواب شرط ہے۔  
 قَدْ ضَلَّ - ماضی پر آنے کی وجہ سے قَدْ تحقیق کے معنی میں ہے۔ ضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ کھو گیا۔ راہ  
 سے دور جا پڑا۔

سَوَاءَ السَّبِيلِ - مضاف، مضاف الیہ مل کر ضَلَّ کا مفعول۔ بمعنی راہ راستگی۔ سو بے شک وہ راہ راستگی  
 کھو بیٹھا۔ راہ سے دور جا پڑا۔

۱۰۹: ۲ - وَدَّ - ماضی واحد مذکر غائب - وَدَّ - مَوَدَّةٌ مصدر (باب سمع) اس نے دل سے چاہا۔ دل سے  
 خواہش کی۔

لَوْ - یہاں بطور حرف تمنیٰ استعمال ہوا ہے۔ کاش۔  
 يَرُدُّوْكُمْ - يَرُدُّونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ رَدَّ مصدر (باب نصر) کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر  
 حاضر۔ کہ تم کو لوٹا دیوں۔ مرتد بنادیں۔

كُفَّارًا - مفعول ثانی ہے (کُمْ مفعول اول) فعل يَرُدُّونَ کا۔  
 حَسَدًا - بوجہ حسد۔ مفعول لہ۔

مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ - اَنْفُسِهِمْ - مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عِنْدِ کا جو مضاف ہے۔ یہ مضاف  
 اور مضاف الیہ مل کر مجرور اپنے جار مِنْ کا۔ جار مجرور مل کر صفت حَسَدًا کی۔ یعنی بوجہ حسد کے جو ان کے  
 دلوں میں ہے۔

مِنْ بَعْدِ مَا نَبَيِّنَ لَهُمُ الْحَقَّ - بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ان پر حق۔ یعنی یہ سب ان کی گزشتہ کاروائی  
 اس پر ہے کہ ان معجزات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات سے جو تورات میں مذکور ہیں حق ان پر ظاہر



ہو چکا تھا۔

فَاعْفُوا۔ فاء عاطفہ۔ اُغْفُوا۔ عَفُو (باب نصر) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم معاف کرو۔  
اَصْفَحُوا۔ صَفَح (باب فتح) مصدر سے۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم درگزر کرو۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ۔ جملہ الثانیہ ہے اور معطوف ہے جس کا عطف فاعفُوا پر ہے۔  
(۱۱۰:۱۲) وَمَا تَقَدَّ مَوْلَايَ لِنَفْسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ۔ واؤ عاطفہ، مَا شرطیہ۔ مِنْ خَيْرٍ بیان ہے مَا کا۔ لِي نَفْسِكُمْ۔ متعلق فعل تَقَدَّ مَوْلَا ہے۔ اور جو بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے۔ یہ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ۔ جواب شرط ہے۔ تَقَدَّ مَوْلَا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَقَدَّ يُمْدَدُ (فَعِلُّ) مصدر سے۔ تم آگے بھیجو گے۔

۲: ۱۱۱۔ لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ لَنْ يَدْخُلَ۔ مضارع معروف نفی تاکید بَلَنْ صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منصوب بوجہ عمل لَنْ ہے۔ الْجَنَّةَ۔ مفعول ہے فعل لَنْ يَدْخُلَ کا۔  
أَمَّا نَبَتْهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی (جھوٹی) تمنائیں۔ اُمْنِيَّةٌ کی جمع۔  
هَاتُوا۔ اسم فعل۔ یعنی اسم بمعنی فعل امر جمع مذکر حاضر ہے۔ لاؤ۔

یہ اصل میں اِيتَاءُ (افعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتُوا تھا۔ ہمزہ کو ہاء سے بدل کر هَاتُوا کر لیا۔ مَهَاتَاءً۔ کوئی چیز کسی کو دینا۔

ات ی اور ہت ی حروف مادہ ہیں ہر دو صورت میں فعل امر کی گردان یوں آئے گی۔ هَاتِ هَاتِيَا هَاتُوا۔ الخ۔

بُؤْهَاتِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری دلیل۔ بُؤْهَاتٌ واحد بُؤْهَاتٌ جمع۔

۲: ۱۱۲۔ بَلَىٰ۔ حرف ایجاب ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۷۶۔

مَنْ شَرَطِيہ ہے۔ جس کسی نے۔

اَسْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ اسلام لایا۔ وہ تابع دار ہوا۔ وہ مسلمان ہوا۔

اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس سے انسان کی جان و مال محفوظ ہو جائے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان سے اقرار ہو۔ خواہ اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ

اٰمَنَّا بِكَ لَمْ تُوْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (۴۹: ۱۴)

اَعْرَابِ (گنوار) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تُو۔ کہہ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ اس آیت

میں یہی اسلام مراد ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زبان سے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کر



اور قضاء و قدر الہی کے آگے سر جھکا دے۔ اسلام کے اس معنی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ  
فَهُمْ مُسْلِمُونَ (۲۴: ۸۱) جو یقین رکھتا ہے ہماری آیات پر سو وہ حکم بردار ہیں۔  
مَنْ أَسْلَمَ دَجْهَهُ لِلَّهِ۔ جس کسی نے اللہ کے سامنے اپنا چہرہ (یعنی اپنی گردن) کو جھکا دیا۔ وَهُوَ مُحْسِنٌ  
حال ہے (در آسمان لیکہ وہ نیکی کرنے والا بھی ہو) یہ سارا جملہ شرط ہے۔  
فَلَهُ أَجْرٌ..... الخ جواب شرط ہے۔

فام جواب شرط کے لئے ہے۔ لَہ اور أَجْرٌ میں ک ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ کی طرف راجع ہے  
وَلَا يَحْزَنُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب حُزْنَ (باب نصر) مصدر سے نہ وہ غمگین ہوں گے۔  
۲: ۱۱۳۔ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ میں ال عہد کا ہے۔ مراد الْيَهُودُ سے مدینہ منورہ کے یہودی اور باسی ہیں  
اور النَّصَارَىٰ سے مراد عیسائیوں کا ایک وفد جو بخران سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر  
ہوا تھا۔ دوران گفتگو دونوں فریق آپس میں جھگڑنے لگے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور  
انجیل سے انکار کیا۔ اور عیسائی حضرت موسیٰ کی نبوت اور توراۃ سے منکر ہوئے۔  
اور بعض کے نزدیک عامۃ الیہود اور عامۃ النصارى مراد ہیں

وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ سب الکتاب پڑھتے ہیں۔ یعنی یہودی توراۃ پڑھتے  
ہیں جو حضرت عیسیٰ اور انجیل کی تصدیق کرتی ہے۔ اور عیسائی انجیل پڑھتے ہیں جو حضرت موسیٰ کی نبوت اور  
توراۃ کی تصدیق کرتی ہے۔

يَتْلُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تِلَاوَةً (باب نصر) مصدر سے وہ تلاوت کرتے ہیں۔ وہ پڑھتے ہیں  
كَذَلِكَ۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ ذَلِك اسم اشارہ بعید بمعنی یہود اور نصاریٰ کا قول۔ اسی قسم کی بات۔  
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔ وہ لوگ جو نہیں جانتے یا جن کے پاس علم نہیں۔ مراد مشرکین عرب اور دیگر  
بت پرست اور مجوس ہیں اور ان کے علاوہ جو فرقے کفار کے گزے ہیں۔ کیونکہ ہر فرقہ دوسرے کی تکذیب  
کرتا رہا ہے۔

مِثْلَ قَوْلِهِمْ۔ بیان ہے ذَلِك کا بمعنی مثل قول الْيَهُودِ لِلنَّصَارَىٰ وَقَوْلِ النَّصَارَىٰ لِلْيَهُودِ  
مطلب یہ ہوا۔ کہ ایسی قسم کی باتیں وہ لوگ کہتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔ خواہ مشرکین عرب ہوں کہ مسلمانوں کے  
متعلق کہتے تھے کہ مسلمان راہ حق پر نہیں۔ خواہ مشرکین قریش ہوں کہ وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
اور ان کے اصحاب راہ حق پر نہیں۔ یا اس سے مراد پچھلی قوموں کے لوگ ہیں جو اپنے نبیوں کے متعلق کہتے تھے  
کہ یہ راہ حق پر نہیں اور اپنے آباء و اجداد کے نقش قدم پر چلنے پر مصر تھے۔

يَحْكُمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ حُكْمٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ فیصلہ کر دے گا۔ وہ حکم دیکر حکم دیتا ہے۔



يَوْمَ الْقِيَامَةِ مضاف مضاف الیه مل کر مفعول فیہ ہے فعل یَحْكُمُ کا۔

فِيْمَا۔ میں مَما موصولہ ہے کَاثُوًا فِيْهِ یَخْلُقُوْنَ۔ صلہ ہے

سوائے فیصلہ کردے گا ان میں قیامت کے روز (اس بات کا) جس میں یہ جھگڑتے رہتے ہیں۔

۱۱۴:۲۔ مَنّ استغفامیہ ہے۔ کون ہے؟۔ استغفام انکاری ہے۔ یعنی کوئی نہیں ہے۔

اَظْلَمَ۔ افعّل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ ظالم۔

مِمَّنْ۔ مرکب ہے مِّنْ حرف جار اور مِّنْ موصولہ سے۔ اس شخص سے جو۔

مَنَعَ۔ فعل با فاعل۔

مَسْجِدَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول اول مَنَعَ کا۔

اَنْ یُّذْکَرُ فِيْهَا اسْمُهُ۔ کر لیا جائے ان میں خدا کا نام۔

یہ مَنَعَ کا مفعول ثانی ہے۔ صاحب تفسیر مظہری نے اس کی مثال وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ (۱۷:۵۹) دی

جس میں اَنْ نُّرْسِلَ دوسرا مفعول ہے مَنَعَ کا۔

وَسَعٰی فِیْ خَرَابِیْہَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مَسْجِدَ کے لئے ہے۔ اس جگہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے خرابی معنوی بھی ہو سکتی ہے جب کسی کو مسجد میں اللہ کے ذکر سے منع کیا جائے یا حسنی جب اس کو فی الواقع مسمار کیا جائے۔ مثلاً بصورت اول مشرکین مکہ کا مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکے رکھنا۔ اور بصورت دوم بخت زمر کا بیت المقدس کو اجاڑ دینا۔

مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ کی مسجدوں کو اس کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو۔

اُدْلٰیْکَ۔ اسم اشارہ بعید بصیغہ جمع مذکر۔ وہ لوگ۔ مراد وہ لوگ جو اللہ کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روکتے ہیں اور ان کی خرابی کے درپے ہیں

اَنْ مصدر یہ ہے۔

مَا کَانَ لَہُمْ۔ ان کو لائق نہ تھا۔

خَافِیْنِ۔ اسم فاعل جمع مذکر خَافَتْ واحد۔ خَوْفٌ سے ڈرنے والے۔ یہ حال ہے ضمیر یَذْخُلُوْہَا سے۔

صاحب تفسیر ماجدی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

اِلَّا خَافِیْنِ۔ یعنی (مسلمانوں کے رعب و دبدبہ سے ڈرتے ہوئے) یعنی داخلہ کی اجازت غیر مسلم کو صرف اس حال میں دی جاسکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کا محکوم ہو۔ اور اس کا داخلہ سرکشانہ نہیں محکومانہ ہو۔ قرآن مجید میں لفظ مساجد بصیغہ جمع ہے۔ لیکن ایک قول ہے کہ مساجد سے یہاں مراد مسجد حرام یا حرم کعبہ ہی ہے۔ المراد بالمساجد



المسجد الحرام (معالم عن ابن زید) اور اس شبہ کا کہ لفظ جمع سے مراد واحد کیونکر ہوگی؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ محاورہ زبان میں یہ جائز ہے۔ مثلاً اگر کوئی محض ایک ہی نیک مرد کو ایذا پہنچائے تو یہ کہنا درست ہوگا کہ نیکوں کو ستانے والا بڑا ظالم ہے۔ کما نقول لمن اذى صالحا واحدا ومن اظلم من اذى

الصالحين (کشاف)

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت سائے کافروں کے حق میں ہے کہ عبادت سے روکنے والے تو سائے ہی کافر ہیں اور مساجد سے مراد کل روئے زمین ہے۔ چنانچہ کافروں کو دارالاسلام میں داخلہ کا کوئی حق نہیں۔ بجز اس کے کہ مسلمانوں کی ہی شرائط پر ہو۔ اور یہ قول امام ترمذی کی طرف منسوب ہے (احمدی)

اور اگر مراد مسجد حرام لی جائے تو قانونی اور شرعی حیثیت سے قطع نظر، واقعاتی رنگ میں بات بالکل صحیح نظر آئے گی۔ چنانچہ مسجد حرام اس وقت سے آج تک بجز اللہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہی چلی آرہی ہے۔

۱۱۵:۲۔ لِلّٰهِ شَرْقٌ وَمَقَرٌ۔ مَبْتَدَا مَوْخَرٍ۔ مَشْرِقٌ وَمَغْرِبٌ اللّٰهُ هِيَ كَا هِيَ۔

فَاَيُّنَّمَا۔ فاء عاطفہ۔ اَيُّنَّمَا ظرفیہ متضمن معنی شرط۔ فعل تَوَلَّوْا کا مفعول فیہ ہے۔

اَيُّنَّمَا (شرطیہ اور ما موصولہ کا مرکب ہے) جہاں کہیں۔ جس طرف۔

تَوَلَّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے سبب گر گیا ہے تَوَلَّيْتُ (تفعیل) مصدر۔ لغات اضمداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھیرنے دونوں معنی کے لئے آتا ہے۔ یہاں اس آیت میں پہلے معنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی جس طرف تم (اپنے منہ) کرو۔

منہ پھیرنے کے معنی میں ہے بَعْدَ اَنْ تَوَلَّوْا مَذْيَبَيْنَ (۵۷:۲۱) جب تم جاچکو گے منہ پھیر کر۔

فَاَيُّنَّمَا تَوَلَّوْا دُجُوْا حُكْمٌ۔ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ہے۔

فَتَمَّ۔ فاء جزائیہ ہے تَمَّ۔ اسم اشارہ۔ ظرف۔ خبر مقدم۔ وَجْهٌ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبداء مَوْخَر۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء شرط کی ہے۔

وَاسِعٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ وَسِعٌ وَ سَعَةٌ۔ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وَسِعَ الْاِنْفَاءُ الْمَتَاعَ کے معنی ہیں۔ برتن میں متاع کے لئے کافی گنجائش مکتی۔ وَسِعَتْ رَحْمَةُ اللّٰهِ كُلَّ شَيْءٍ۔ اللہ کی رحمت ہر چیز کو آسانی سے گھیرے ہوئے ہے۔ السَّعَةُ۔ کالفظ قدرت کے لئے۔ فعل کے لئے اور حال کے لئے کمیاں استعمال ہوتا ہے یہ اسماء الحسنیٰ میں سے ہے۔ اس کے معنی ہیں ایسی ذات جو اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے ہر ایک چیز پر وسیع ہے۔ یعنی اسے آسانی سے گھیرے ہوئے ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بحالت رفع (وَاسِعٌ) دفعہ آیا ہے۔ دفعہ دوسرا عَلِيمٌ اور ایک دفعہ بطور مضاف وَاسِعٌ الْمَغْفِرَةِ۔ اور بحالت نصب ایک دفعہ وَاسِعًا حَكِيمًا۔ اور ہر جگہ بغیر آل کے آیا ہے۔



یہاں بمعنی صاحب وسعت، کشائش والا۔ صاحب فضل، صاحب جود و مغفرت۔

۱۱۶:۲ - اِتَّخَذَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے اختیار کیا۔ اس نے پسند کیا۔

وَلَدًا ۱۔ اسم جنس۔ کوئی بچہ۔ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اولاد

سُبْحَنَهُ - سُبْحَنَ پاک ہے۔ نصب۔ نیز مفرد کی طرف اصناف اس کو لازم ہے۔ خواہ مفرد اسم ظاہر ہو۔  
جیسے سُبْحَانَ اللّٰہ - (اللہ پاک ہے) یا اسم ضمیر ہو جیسے سُبْحَنَهُ وہ پاک ہے۔ سُبْحَانَکَ تو پاک ہے۔  
سُبْحَنَ مصدر ہے جس کے فعل کو کبھی استعمال نہیں کیا گیا۔

بَلّٰ - حرف اضراب ہے یہ نہیں جو پہلے جملہ میں کہا گیا کہ اس کی اولاد ہے) بلکہ سچ بات یہ ہے جو اگلے جملہ  
میں بیان ہو رہی ہے۔ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے (تیز ملاحظہ ہو ۱۳۵:۲)

قَانِشُونَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ قَانِشٌ واحد۔ اطاعت کرنے والے۔ فرمانبردار۔ حکم بجالانے والے۔ الْقَنُوتُ  
(باب نصر) جس کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا ہے اسی سے دعائے قنوت ہے۔ اللہ  
کے حضور اپنی فرمانبرداری کا اظہار۔

۱۱۷:۲ - بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالدَّرَیْطِ - بَدِيعُ بَرُوْزَن فَعِلٌ بمعنی مُبْدِئٌ - موجد۔ نیا لگانے والا۔ نئی طرح  
بنانے والا۔ پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اَلْبَدِیْعُ - ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی  
سابق میں مثال نہ ہو۔ بغیر کسی کی اقتدار اور پیروی کرنے کے کسی صنعت کو نکالنا۔

جب اللہ تعالیٰ کے متعلق ہو تو اس کے معنی ہوں گے۔ بغیر آلہ۔ بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شے کو ایجاد  
کرنا۔ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالدَّرَیْطِ - مضاف، مضاف الیہ۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا۔  
اِذَا - ظرف زمان ہے۔ جب۔ اس وقت۔ بطور حرف فجائیہ بھی آتا ہے بمعنی ناگہاں۔ مثلاً فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ  
تَسْعٰی (۲۰:۲۰) پس یکایک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ یہاں بمعنی جب آیا ہے۔ شرطیہ ہے  
قَضٰی - ماضی واحد مذکر غائب بمعنی مضارع۔ ارادہ کرتا ہے۔ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا - وہ جب کوئی چیز کرنا چاہتا ہے  
یہ جملہ شرط ہے اور فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَيَكُوْنُ جزا ہے شرط کی۔ شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا  
فَاِنَّمَا - ف جزائیہ ہے۔ اِنَّمَا میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے۔ جو حصر کے معنی دیتا ہے۔ اور  
اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ بے شک۔ تحقیق۔

کُنْ - فعل امر واحد مذکر حاضر، ہو جا۔ کُوْنُ (باب نصر) مصدر سے۔

فَيَكُوْنُ - پس وہ ہو جاتا ہے۔

۱۱۸:۲ - لَوْلَا - لَوْ حرف شرط۔ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے۔ کیوں نہیں۔ کیوں نہ۔

یہ حروف التخصیص۔ (کسی کو کسی کام کرنے پر ابھارنا۔ یا آمادہ کرنا) العرض (نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا) میں



ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۶: ۲۳، یالغات القرآن جلد پنجم۔

دیگر حروف التحفیف والعرض یہ ہیں۔ اَلَا۔ هَلَّا۔ لَوْ مَا۔

يُكَلِّمُنَا۔ يَكَلِّمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ کلام کرتا ہے تَكَلِّمُ (تَفْعِيلُ) مصدر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم وہ کیوں ہم سے کلام نہیں کرتا۔

ثَانِيًا۔ مضارع واحد مؤنث غائب نَا ضمیر جمع متکلم اِنْتَانِ مصدر (باب ضَرْبِ) وہ ہمارے پاس آئے۔ وہ ہمارے پاس آتی ہے۔ اِذَا ثَانِيًا اَيَّةُ اِی وَاِذَا ثَانِيًا اَيَّةُ۔ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی۔

تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ایک جیسی ہو گئی۔ یہاں فعل قُلُوبُهُمْ کے لئے آیا ہے بمعنی ان کے دل ایک جیسے ہو گئے۔ یعنی عناد اور نابینائی میں پہلے اور پچھلے لوگوں کے دل برابر ہیں۔ تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ فاعل قُلُوبُهُمْ ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے بَيَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ بَيِّنُ (تَفْعِيلُ) مصدر واضح طور پر بیان کرنا۔ بے شک ہم واضح طور پر بیان کر چکے ہیں۔

يُوقِنُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اَيَقَانُ (اِفْعَالُ) مصدر وہ یقین کرتے ہیں۔

بَشِيرًا وَنَذِيرًا (بشارت دینے والا۔ اور ڈرانے والا) دونوں حال ہیں اَرْسَلْنَاكَ کے کاف سے۔ اَصْحَابُ الْجَحِيمِ مضاف مضاف الیہ۔ دوزخی۔ جَحِيمٌ دہکتی ہوئی آگ۔ جَحْمٌ آگ کے سخت بھڑکنے کو کہتے ہیں (باب سَمْعِ) سے آتا ہے جَحِيمٌ بروزن فِعْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ سخت بھڑکنے والی آگ، دوزخ ۱۲۰: ۲۔ لَنْ تَرْضَىٰ۔ مضارع منفی تاکید بَلَنْ۔ واحد مؤنث غائب۔ یہاں اَلَيْهَوْدُ (اسم جمع) یہودیوں کی جماعت کے لئے آیا ہے۔ یہود ہرگز راضی نہیں ہوں گے۔

وَلَا النَّصَارَىٰ۔ اور نہ ہی نصاریٰ راضی ہوں گے۔

مِلَّتَهُمُ۔ مضاف مضاف الیہ، ان کا دین۔ ان کا مذہب۔

هُدًى اللّٰهُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی ہدایت۔ یعنی اللہ کی دی ہوئی ہدایت۔

الْهُدًى۔ اسم معرف باللام۔ اصل ہدایت۔ یعنی اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اسلام ہے۔ تو گویا اسلام ہی حق ہے (جس طرف یہ کفار بلاتے ہیں وہ حق نہیں ہے) لَنْ۔ لَام اور اِنْ سے مرکب ہے لام تاکید کا ہے اور اِنْ شرطیہ۔

اِتَّبَعْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر اِتَّبَاعُ (اِفْتِعَالُ) مصدر۔ تو نے پیروی کی۔ تو نے اتباع کیا۔

اَهْوَاٰهُمْ۔ اَهْوَا جمع ہے هَوٰی کی۔ خواہشیں۔ هَوٰی خواہش نفسانی کو کہتے ہیں۔ اَهْوَا مضاف ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کی خواہشات۔



لَئِنْ أَتَبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ سَآرَاجٌ شَرَطٌ هُوَ اور اگلا جملہ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ ذَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ۔ جواب شرط ہے۔

الْعِلْمِ۔ سے مراد یا تو وحی ہے یا دین ہے جس کا صحیح ہونا معلوم ہو چکا۔ ترجمہ ہوگا۔ اگر آپ چلے ان کی خواہشوں پر بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم تو آپ کے لئے نہ کوئی حمایتی ہے کہ اللہ سے بچالے اور نہ کوئی مددگار۔

۱۲۱:۲۔ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَشْكُونَكَ حَتَّىٰ تُلَاقِيَهُمْ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَسِرُونَ۔

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ يَشْكُونَكَ۔ تِلَاقِيَهُمْ۔ بِه۔ یہ میں علماء نے ہ کے مرجع کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ اگرچہ آیت کے اصل مطلب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہم نے یہاں اَلْكِتَاب سے مراد توراۃ و انجیل لیا ہے اور اس کو ہ کے مرجع اختیار کیا ہے صاحب تفسیر القرآن کی مطابقت میں، اور بعض نے الكتاب سے مراد القرآن لیا ہے۔

الَّذِينَ مُوَصَّلُ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ صِلَ۔ حَقِّ۔ مصدر کی طرف اضافت کی وجہ سے منصوب ہے۔ اُولَٰئِكَ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی اور جسے وہ پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے اور دوسرے اُولَٰئِكَ کا مشار الیہ مَنْ يَكْفُرْ بِهِ ہے جو اس کتاب سے کفر کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ تفسیر القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔ یعنی اہل کتاب میں سے جو سچے دل سے توراۃ و انجیل کو پڑھتے ہیں ان کو اسلام اور پیغمبر اسلام پر ایمان لانے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔

الْخَسِرُونَ اسم فاعل جمع مذکر۔ نقصان اٹھانے والے۔ خسارہ پانے والے۔

۱۲۳:۲۔ اتَّقُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اتَّقَاءُ (افتعال) مصدر سے دُقی مادہ۔ تم ڈرو، پرہیزگاری اختیار کرو۔ یَوْمًا۔ موصوف ہے اور باقی سارا جملہ يُنْصَرُونَ تک اس کی صفت۔ موصوف صفت مل کر مفعول ہے اپنے فعل اتَّقُوا کا۔ اسی لئے منصوب ہے۔

لَا تَجْزِي۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ بدلہ نہیں ہوگی۔ وہ کام نہ آئے گی۔ شَيْئًا۔ کچھ بھی۔ کوئی جان دوں گا جان کے کسی کام نہ آ سکے گی۔

عَدْلٌ۔ عومض۔ معاوضہ، فدیہ۔ عدل۔ انصاف، برابر (اور نہ اس کی طرف سے کوئی معاوضہ یا فدیہ قبول ہوگا۔)



۲۴:۲ - اِذْ طَرَفَ زَمَانٍ هَـ اِسَّ عَلٰی فَعْلٍ اُذْ كُذِّوا بِاُذْ كُزْ مَحذُوفٌ هَـ تَمَّ يَادُكُروْ جَبَّ - يَا تَوْبًا كَرِيْبًا .

اِبْتَلٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے آزمایا۔ اس نے امتحان لیا۔ اِبْتِلَاءٌ (اِفْتَعَالٌ) مصدر سے ابتلاء کے دو مقصد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ امتحان لینے والا اس شخص کی لیاقت اور صلاحیت سے پوری طرح باخبر ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کی لیاقت و صلاحیت کا تو ممتحن کو پوری طرح علم ہو مگر اوروں کی نظر میں اس کی حالت کا پیش کرنا منظور ہو کہ وہ کس قابلیت و صلاحیت کا مالک ہے۔ قرآن مجید میں ابتلاء کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو دوسرے معنی مراد ہوتے ہیں۔

اِبْتِلَاءٌ کے اصل معنی کسی امر شاق کی تکلیف دینے کے ہیں۔ یہ بِلَاءٌ (ب ل و) ب ل ی حروف مادہ سے مشتق ہے۔ تکلیف دینا آزمائش کو مستلزم ہے۔

اِبْرَاهِمَ مفعول۔ رَبُّہُ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔

بِکَلِمَاتٍ۔ باء حرف جار۔ کَلِمَاتٍ مجرور۔ کَلِمَةٌ واحد۔ کَلِمَةٌ کا صحیح ترجمہ بات ہے۔ بات قول کو بھی کہتے

ہیں۔ جیسے میری بات سنو۔ اور فعل کو بھی۔ قرآن مجید میں متعدد معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً دعائیہ کلمات جیسے

فَتَلَقَّیْہِ اَدُّہُ مِنْ رَبِّہِ کَلِمَاتٍ۔ (۳۷:۲) پھر آدم نے اپنے رب کے کچھ کلمات سیکھے۔ اور وہ کلمات وہ دعائیہ کلمات

ہیں جو سَبَّأْنَا ظَلَمْنَا وغیرہ ہیں۔ باتیں جیسے آیت ہذا۔ جب پروردگار نے چند باتوں میں حضرت ابراہیم کی

آزمائش کی۔ حضرت عیسیٰ کا مراد ہونا۔ جیسے اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِحَبْنٍ مُّصَدِّقًا بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ (۳۹:۳۱)

بے شک خدا تمہیں بحیثی کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض یعنی عیسیٰ کی تصدیق کریں گے۔ بعض نے کلمہ سے مراد

کلمہ توحید۔ قرآن مجید لیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

فَاَتَمَّہُنَّ۔ فاء عاطفہ ہے اَتَمَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِتْمَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اس نے پورا کر دیا

ہُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کَلِمَاتٍ کے لئے ہے۔ ان کو۔

فائدہ ۵۔ وہ کلمات (باتیں) کیا تھیں؟ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا گیا۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

چند ایک باتیں یہ ہیں۔ سناٹے۔ چاند۔ سورج کو بغور دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچنا کہ پروردگار ہمیشہ رہنے والا ہے ان

چیزوں کی طرح زوال پذیر نہیں۔ آتش سرد میں صبر کرنا۔ عرب کے بے آب و گیاہ ریگستان میں اپنی زوجہ اور

نہے سے بچے کو حکم الہی کی بجا آوری میں۔ چھوڑنا۔ خداوند تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو

ذبح کرنے میں تامل نہ کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ صاحب تفسیر مظہری ہیں کہ کلمات سے مراد تمام اوامر و نواہی ہیں۔

قَالَ - اِیْ قَالَ اللّٰہُ۔

جَاعِلُکَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تجھ کو بنانے والا۔ تجھ کو کرنے والا۔



إِمَامًا۔ پیشوا۔ مقتدار۔ رہنما۔ بروزنِ فِعَالِ اسم ہے بمعنی مَنْ يُوْتَتْ بِہِ کے۔ جس کی پیروی کی جائے  
إِسْتِمَامٌ۔ اِسْتَعَالَ۔ مصدر سے۔ اَمَّ يَسْتُمُّ دُبابِ نَصِ اَمٌّ۔ مصدر۔ بمعنی افسد کرنا۔

الْإِمَامُ۔ وہ ہے جس کی اقتدار کی جائے خواہ وہ انسان ہو۔ یا اس کے قول و فعل کی اقتدار کیجائے۔ یا کتاب وغیرہ  
ہو اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے۔ حق پر ہو یا باطل پر۔ مذکورہ نوٹ دونوں پر آتا ہے۔ اِمَامٌ کی جمع  
أَئِمَّةٌ ہے جیسے کِنَانٌ کی جمع اِکِنَّةٌ (پرے۔ غلاف) ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ أَخَصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ (۱۲: ۳۶) ہر چیز کو ہم نے روشن  
کتاب میں لکھ رکھا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ کی طرف اشارہ ہے۔  
قَالَ۔ اِی قَالَ اِبْرَہِیْمُ۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِي۔ وَادَّعَا طِفْلٌ مِنْ تَبْعِيضِهِ ذُرِّيَّتِي۔ مضاف مضاف الیہ۔ جملہ کا عطف جَاعِلُكَ کے  
کاف پر ہے۔ اِی وَجَاعِلُ بَعْضِ ذُرِّيَّتِي اور کیا میری اولاد میں سے بھی بعض کو امام بنانے والا ہے۔  
ذُرِّيَّةٌ۔ ذُرٌّ سے ہے جس کے معنی بکیر نے کے ہیں۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّيَّةٌ ہے۔  
مگر عرف عام میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے مگر واحد اور  
جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

قَالَ۔ اِی قَالَ اللّٰهُ۔

لَا يَنَالُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب نِيلٌ باب سَجْع۔ مصدر۔ نہیں پائے گا۔ نہیں پہنچے گا۔  
عَهْدِي۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا عہد۔ میرا وعدہ۔

(۱۲۵: ۲)۔ وَادَّ۔ اِی دَا دُكْرَاذ۔ یاد کرو جب (ملاحظہ ہو ۱۲۴: ۲)

الْبَيْتِ۔ اس سے مراد خانہ کعبہ ہے اگرچہ بیت عام ہے جیسے الْكَبْعَةُ کا اطلاق ثریا پر اکثر آتا ہے  
مَثَابَةٌ۔ یہ جَعَلْنَا کا مفعول ثانی ہے مَثَابَةٌ۔ ظرف مکان ہے لوگوں کے لوٹنے کی جگہ۔ اس کا مادہ ثَوَّبٌ ہے جس کا  
معنی اصل حالت کی طرف لوٹنا۔ یا کسی کام کی اصلی غرض کی طرف لوٹنا ہے جو غرض پہلے سوچ لی گئی ہو۔ آغازِ عمل انجام  
فکر ہوتا ہے اور آخرِ عمل اول فکر یعنی آدمی پہلے سوچتا ہے۔ جب سوچ چکنا ہے تو کام شروع کرتا ہے۔ کام ختم ہو جاتا  
ہے تو سوچی ہوئی غرض کا حصول سامنے آ جاتا ہے اور عمل نتیجہ سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ پس اسی سوچی ہوئی غرض کے  
ظہورِ فعلی کی طرف لوٹنے کو ثَوَّبٌ کہتے ہیں اور نتیجہ کو ثواب یا مَثُوبَةٌ کہا جاتا ہے۔ کعبہ کی تعمیر اور حکم تعمیر سے پہلے  
مقرر کر لیا گیا تھا کہ لوگ اس کو مرکزِ عبادت بنائیں اس کی طرف رُخ کریں وہاں جمع ہوں اس لئے کعبہ مَثَابَةٌ  
اور جائے رجوع ہو گیا۔ اسی طرح سوت کا تنے کی اصل غرض کپڑا بنانا اور کپڑا حاصل کرنا ہوتی ہے اس لئے  
کپڑے کو ثَوَّبٌ کہتے ہیں اسی طرح نتیجہ عمل کو ثواب (جزا و سزا) کہتے ہیں



اَمْنًا۔ بمعنی یا بھائی امن۔ بے خوفی، دلجمعی۔ اس کا عطف مَثَابَةً پر ہے مصدر ہے۔ مبالغہ کے لئے لایا گیا  
اِتَّخَذُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِتَّخَذُوا اِتَّخَذُوا۔ مصدر۔ تم اختیار کرو۔ بنالو۔ اس سے پہلے قُلْنَا مقدرہ ہے  
ہم نے کہا۔ ہم نے حکم دیا یہاں مخاطبین الناس ہیں)

مُصَلًّی۔ ظرف مکان۔ تَصَلَّیْتُ (تفعیل) مصدر۔ صلوٰۃ کی جگہ۔ نماز پڑھنے کی جگہ۔ ترجمہ ہوگا اور ہم نے کہا کہ ابراہیم  
کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنالو۔ (یعنی طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنا)

مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ تعمیر کرتے رہے۔ مقام ابراہیم  
اگرچہ حدود کعبہ میں ایک مختص مقام کا نام ہے لیکن یہاں مراد کعبہ کی ساری حدود ہیں۔

عَهْدٌ نَّالِی۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ عَهْدٌ (باب سَمِعَ) الی کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی کے ساتھ معاہدہ  
کرنا۔ کوئی شرط عائد کرنا۔ کسی چیز کا کرنا۔ لازم قرار دینا۔ کسی کام کو کسی کے ذمہ لگانا ہے۔

یہاں ترجمہ ہوگا۔ ہم نے ابراہیم واسمعیل علیہ السلام کے ذمہ لگایا۔

اَنْ طَهَّرَا بَنَتَی۔ اَنْ مصدر یہ طَهَّرَا امر کا صیغہ ثنیہ مذکر حاضر۔ تَطْهِیرُ تَفْعِیلُ مصدر سے تم دونوں  
پاک رکھو یعنی معاصی اور ناجائز افعال کے ارتکاب سے میرے گھر کو پاک رکھو۔

بَنَتَی۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول طَهَّرَا کا۔ اور مراد اس سے خانہ کعبہ ہے

لِلطَّائِفِیْنَ۔ لام حرف جار۔ الطَّائِفِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ الطَّائِفُ واحد طَوَّفَ مصدر (باب نَصَرَ) کسی چیز کے  
گرد چکر کاٹنا۔ چکر کاٹنے والے۔ پھیرے لینے والے۔ طواف کرنے والے۔ مجازاً و سوسہ اور خطرہ کو بھی طائف کہتے ہیں  
یہ مجبور ہے اپنے جار کا۔ طواف کرنے والوں کے لئے۔

وَالْعَاكِفِیْنَ۔ واو عاطفہ۔ الْعَاكِفِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَاكِفٌ واحد عَكَفَ (باب ضَرَبَ) مصدر سے  
جس کے معنی۔ تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا۔ اور اس سے وابستہ رہنا۔ عَاكِفٌ مجاور۔ آگ بیٹھنے والا۔ جم کر بیٹھنے والا

اعتکاف کرنے والا۔ اعتکاف شرع میں عبادت کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں روک رکھنے کو کہتے ہیں۔  
اور معتکف وہ شخص ہے جو عبادت کی نیت سے مسجد ہی میں ہے اور باہر نہ نکلے۔ سوائے ضرورت شرعی کے

قرآن مجید میں ہے وَاَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِی الْمَسَاجِدِ۔ (۲: ۸۱) جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو۔  
یا اور جگہ آیا ہے یَعْكُفُونَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَهُمْ۔ (۷: ۱۳۸) یہ اپنے بتوں کی عبادت کے لئے بیٹھے رہتے ہیں

یا محض روک رکھنے کے لئے ہے وَالْهٰدِی مَعْكُوفًا۔ (۲۸: ۲۸) اور قربانی کے جانور کو روک دیئے گئے ہیں۔ اس  
کا عطف الطَّائِفِیْنَ پر ہے۔

وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ واو عاطفہ۔ الرُّكَّعِ اسم فاعل جمع مذکر رَاكِعٌ واحد رَكَعَ (باب فَتَحَ) مصدر جھکے  
والے۔ رکوع کرنے کرنے والے۔ رکوع کے اصل معنی انحناء یعنی جھک جانے کے ہیں۔ اور نماز میں خاص



شکل میں جھکے پر بولا جاتا ہے۔

السُّجُودِ جمع ہے سَاجِدٌ کی۔ سجدہ کرنے والے یہ سَجَدَ يَسْجُدُ (باب نَصَد) کا مصدر بھی ہے جس کا مطلب سجدہ کرنا۔ سر زمین پر رکھنا۔ فروتنی کرنا ہے۔ کبھی سجد کی تعبیر نماز سے بھی کی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَادِّ بَارَ السُّجُودِ (۴۰: ۵۰) اور نماز کے پیچھے۔

وَالرُّكُوعِ السُّجُودِ۔ اور نماز پڑھنے والوں کے لئے۔ ان کا عطف بھی الطَّائِفِينَ پر ہے۔

أَنْ طَهَّرَا... الخ میں أَنْ مفسرہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عہد معنی قول ہے اور یہ عہد فَا کی تفسیر ہے۔

۲: ۱۲۱۔ وَادِّ۔ ملاحظہ ہو ۲: ۱۲۴۔ اور یاد کرو جب۔

رَبِّ۔ اصل میں یَارَبِّی تھا۔ یا حرف ندا، محذوف ہے۔ ادری ضمیر متکلم کو تخفیفاً گرا دیا گیا۔ اے میرے رب اجْعَلْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب جَعَلَ (باب فَتَح) مصدر تو کر دے۔ تو بنا دے۔ اِی صَيَّرَ تو بنا دے

هَذَا۔ یعنی کعبہ اور اس کے ارد گرد کی وادی۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ (۱۴: ۳۷)

اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد وادی (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس

لابسائی ہے۔ یہ مفعول اول ہے اجْعَلْ کا۔

بَلَدًا آمِنًا۔ بَلَدًا (شہر) مفعول ثانی۔ موصوف۔ آمِنًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ آمِنٌ سے امن والا پُر امن۔ صفت۔ یہ سارا جملہ رَبِّ اجْعَلْ..... الخ معطوف علیہ۔ وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ یہ جملہ معطوف ہے۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

أَهْلَهُ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اَرْزُقْ کا۔ کہ ضمیر کا مرجع بَلَدًا ہے۔ مِنَ الثَّمَرَاتِ متعلق فعل ہے اور مَنْ آمَنَ..... الْيَوْمِ الْآخِرِ بدل بعض ہے أَهْلَهُ

مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ میں مَنْ موصولہ ہے اور باقی جملہ اس کا صلہ

ترجمہ۔ اور اس شہر کے باشندوں میں سے جو ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اس کو میوؤں کی روزی عطا کرے۔

قَالَ۔ اِی قَالَ اللہ۔

مَنْ كَفَرَ۔ مَنْ موصولہ اور كَفَرَ فعل اور فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اپنے موصول کا۔ اور یہ موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور جو کفر کرے گا۔

فَأَمْتَعَهُ قَلِيلًا۔ فَا جواب شرط کے لئے ہے۔ اُمتَّعَ مضارع واحد متکلم۔ کہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو مَنْ كَفَرَ کی طرف راجع ہے۔ میں اس کو بھی کچھ نفع پہنچاؤں گا۔ کچھ متاع زندگی دوں گا۔



یہ تَمَتِّعُ (تفعیل) مصدر سے ہے بمعنی تھوڑا بہت مال و اسباب زندگی کے لئے دینا۔  
 جملہ جواب شرط ہے ذَلِيلًا صفت ہے جس کا موصوف ذَمَانًا محذوف ہے۔ ای زمانا قلیلًا۔  
 تھوڑے عرصہ کے لئے۔ چند دنوں کے لئے۔

أَضْطَرُّكَ۔ اَضْطَرُّ مضارع واحد متکلم۔ اِضْطَرَّادُ (اِضْطَرَّادُ) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی کو ضرر رساں چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ اس مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ وہ مجبوری کسی خارجی سبب کی بناء پر ہو جیسے آیت ہذا میں (پھر میں اس کو عذاب دوزخ کے بھگتنے کے لئے مجبور کر دوں گا۔ یعنی مجبوراً دھکیل دوں گا) (۲) دوسرے یہ کہ وہ مجبوری کسی داخلی سبب کی بناء پر ہو۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) کسی ایسے جذبہ کے تحت وہ کام کرے جسے نہ کرنے سے اسے ہلاک ہونے کا خوف نہ ہو۔ مثلاً شراب نوشی یا قمار بازی کی خواہش سے مغلوب ہو کر ان کا ارتکاب کرے۔

(ب) کسی ایسی مجبوری کے تحت ارتکاب کرے جس کے نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ أَضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (۲: ۱۷۳)۔ تحقیق اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور لہوا اور سور کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔ ہاں جو ناپاچار ہو جائے (بشرطیکہ خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ اور حد ضرورت) سے باہر نہ نکل جائے اس پر کچھ گناہ نہیں۔  
 لفظ ضرورت بھی اسی مادہ ض ر ر سے مشتق ہے۔

يُتَسَّ۔ بُرّا ہے فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ يَتَسَّ اصل میں يَتَسَّ تھا بروزن فَعَلَ (باب سَمِعَ) عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا يَتَسَّ ہو گیا المَصِيرُ۔ اسم ظرف مکان صَيْرُ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ، قرار گاہ۔ وَيَتَسَّ المَصِيرُ۔ ای وَيَتَسَّ الْمَكَانُ الَّذِي يَصِيرُ إِلَيْهِ الْكَافِرُ۔ بُرّا ہے وہ مکان (ٹھکانا) جس کی طرف کافر لوٹے گا۔ مراد عذاب دوزخ ہے۔

۲: ۱۷۴۔ يَرْفَعُ۔ مضارع (بمعنی حکایت حال ماضی یعنی وہ فعل مضارع جو کسی گزشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے) صیغہ واحد مذکر۔ غائب۔ رَفَعَ۔ باب فَعَّج۔ مصدر سے وہ اٹھا رہا تھا۔ وہ بلند کر رہا تھا۔

الْفَوَاعِدُ۔ جمع اس کی واحد دو طرح سے ہے۔

(۱) الْفَوَاعِدُ۔ جس کے معنی بنیاد ہے۔ دیوار کا وہ حصہ جس پر پوری عمارت قائم ہوتی ہے۔ الْفَوَاعِدُ بنیادیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں مستعمل ہے۔



الْقَاعِدُ۔ وہ عمر رسیدہ عورت جو حمل اور حیض کے قابل نہ رہی ہو۔ یہاں تاہ تاہیث لانے کی ضرورت نہیں جو صفات عورتوں کے لئے مخصوص ہیں ان میں تاہ تاہیث ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مرد سے اشتباہ ہی نہیں ہوتا جو تاہ تاہیث ذکر کر کے رفع اشتباہ کیا جائے۔ اس معنی میں قرآن مجید میں ہے۔ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا (۶۰: ۲۴) اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی۔

وَالسَّمْعِيلُ۔ واؤ عاطفہ ہے اور اسمعیل معطوف ہے۔ اس کا عطف ابراہیم پر ہے۔ البیت۔ سے مراد کعبہ ہے۔ اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔ رَبَّنَا..... الخ سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ قَائِلِينَ (یہ کہتے ہوئے) رَبَّنَا..... الخ یہ جملہ ابراہیم واسمعیل سے حال ہے۔

ترجمہ :- جب (حضرت) ابراہیم واسمعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔ دونوں دعا کئے جاتے تھے (یا کہہ رہے تھے) اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ تَقَبَّلْ مِنَّا کے بعد طَاعَتُنَا اِيَّاكَ محذوف ہے۔

تَقَبَّلْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَقَبَّلْ (تَفَعَّلْ) مصدر سے۔  
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ یہ علت ہے قبول کر لینے کی۔ استدعا کے لئے (کیونکہ) بے شک تو ہی سمیع علیم  
۱۲۸: ۲۔ رَبَّنَا..... اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یہ دعا ہے جو کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا سے شروع ہوئی تھی۔

مُسْلِمِينَ۔ اسم فاعل تشبیہ مذکر مُسْلِمٌ واحد۔ دو فرمانبردار مسلمان۔  
مُسْلِمَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث مُسْلِمَاتٌ جمع۔ فرمانبردار مسلمان۔  
اور ہماری اولاد (یا نسل) میں سے بھی ایک گروہ اپنا فرمانبردار بناتے رہیں۔  
اَرِنَا۔ اَر۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر سے رمی مادہ۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم  
تو ہمیں دکھا۔

مِنَّا سَيِّئَاتِنَا۔ اسم ظرف مَنَسِكٌ کی جمع مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول  
ثانی اَرِ کا۔ ہمارے حج اور عبادت کے طریقے۔

نَسِئُ عِبَادَتِ۔ پرستش۔ نَسِئُ قربانی نَاسِكٌ عابد۔ دین کے راہ پر چلنے والا۔ مَنَسِكٌ قربانی کی جگہ۔ دین کا راستہ۔ عبادت کا طریقہ۔ حج کا طریقہ۔

تُبَّ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تَوْبَةٌ (باب نصر) مصدر۔ تو معاف کر۔ تُو توبہ قبول کر۔  
تَابَ يَتَوَّبُ۔ اگر اِی کے صلہ کے ساتھ آئے تو بمعنی بندے کا توبہ کرنا۔ معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا،  
اور جب علی کے ساتھ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی توبہ قبول کرنے اور رحم کے ساتھ متوجہ ہونے کے



معنی ہر تے ہیں۔ ثُبَّ عَلَيْنَا۔ ہمارے حال پر رحم کے ساتھ توجہ فرما۔

التَّوَابُ - برزخ فَعَالٌ ہبائے کا صیغہ ہے۔ اغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَابٌ کہا جاتا ہے۔ جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے۔ مسلسل۔ بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے کے ہیں۔

۱۲۹:۲ - اِئْتِ امْرَا صِغَةً وَاحِدَةً مُّحَاضِرَةً لِّعَثْ (باب فتح) مصدر بمعنی بھیجنا۔ تو بھیج۔ اسی باب سے بمعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔ یا کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا بھی آتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے ثُمَّ بَعَثْنَاكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ (۵۶:۲) پھر موت آجانے کے بعد ہم نے تم کو از سر نو زندہ کیا۔ یہاں اس آیت میں بمعنی بھیج آیا ہے۔

فِيهِمْ اور مِنْهُمْ میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع یا اُمَّةً مُّسْلِمَةً ہے یا الذِّرِّيَّةَ ہے۔ الذِّرِّيَّةَ زِيَاً مناسب ہے۔

رَسُولًا مَفْعُولٌ ہے فعل اِئْتِ کا۔ اور يَتْلُوا - يُعَلِّمُهُمْ - يُزَكِّيهِمْ یہ سب رَسُولًا کی صفت واقع ہوتے ہیں۔

يَتْلُوا مضارع واحد مذکر غائب۔ تِلَادَةٌ (باب نصر) مصدر۔ جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنایا کرے۔ دِيْعَلُهُمْ اور ان کو (کتاب اور دانائی) سکھایا کرے۔

وَيُزَكِّيهِمْ - يُزَكِّي - مضارع واحد مذکر غائب۔ تَزْكِيَةٌ (تَفْعِيلٌ) اور (ان کے دلوں کو) پاک صاف کیا کرے۔

۱۳۰:۲ - مَنِّ اسْتَفْهَامِيہ انکاریہ ہے۔

يَرْغَبُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ عَنَ کے صلہ کے ساتھ بمعنی روگردانی کرنا۔ منہ پھیرنا۔ اور اِلٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی عاجزی و انکساری سے مانگنا۔ التجا کرنا۔

رَغْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ اول الذکر کی مثال۔ آیہ ہذا۔ کون روگردانی کر سکتا ہے۔ یعنی کوئی روگردانی نہیں کر سکتا۔ مؤخر الذکر کی مثال۔ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ (۹۴-۸) اور اپنے رب کی طرف عاجزی سے متوجہ ہو جایا کرو۔

إِلَّا - حرف استثناء مگر۔

مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ - مَنْ مَوْصُولٌ - سَفِهَ - فعل ماضی۔ واحد مذکر غائب سَفِهَ (باب سَمِعَ) اس نے بیوقوفی پر آمادہ کیا۔ نَفْسَهُ - مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول سَفِهَ کا۔ مَنْ سَفِهَ



نَفْسَهُ جس نے اپنے نفس کو نادانی یا بے وقوفی پر آمادہ کیا۔ یا اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ اپنے آپ کو احمق بنایا۔

لَقَدْ - لام تاکید اور قَدْ تحقیق کے لئے ہے جب ماضی پر داخل ہو۔

إِصْطَفَيْنَا ۙ - إِصْطَفَيْنَا - ماضی جمع متکلم - إِصْطَفَاءُ (افتعال) مصدر - بمعنی صاف اور خالص چیز لے لینا۔ جیسے اخْتِيارٌ - کے معنی بہتر چیز لے لینا۔ اور اجْتِبَاءٌ کے معنی عمدہ چیز منتخب کر لینا۔ ہے۔ ۙ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع اِبْرٰہِیْمَ ہے۔ ہم نے اس کو منتخب کر لیا۔

۱۳۱:۲ - اَسْلِمَ - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسْلَامٌ (افعال) مصدر سے۔ تو حکم برداری کر شریعت میں اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ را، ایک وہ جس سے انسان کی جان و مال محفوظ ہو جائے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان سے اقرار خواہ دل سے اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ اس معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْدَابُ ۙ اَمَّا قُلٌّ لِّمُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قَوْلُوْا اَسْلَمْنَا ۙ (۱۲:۴۹) کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے۔ تو کہہ کہ تم ایمان نہیں لاتے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ (۲) دوسرے وہ کہ زبان کے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کرے۔ اور قضاءِ قدرِ الہی کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ آیت ہذا (۱۳۱:۲) میں یہی اسلام مراد ہے۔

۱۳۲:۲ وَوَصَّیْ بِہَا - وَصَّی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ تَوْصِیۃً (تفعیل) مصدر سے۔ بآء تعدیہ کے لئے ہے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع یا ملۃ (۱۳۰:۱۲) ہے یا حضرت ابراہیم کا وہ فعل ہے جو انہوں نے خدا کے حکم اَسْلِمَ کے جواب میں اَسْلَمْتُ لِربِّ الْعَالَمِیْنَ کہہ کر تعمیل حکم ربانی کی۔ اور اسی دین (ملت) کی اس نے وصیت کی کسی واقعہ کے پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنے کو وصیت کہتے ہیں۔

بَنِیۃً - مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول وَصَّی بِہَا کا۔ بَنِیْ اصل میں بَنِیْنٌ تھا۔ (بجالت نصب) (بَنُوْنَ جمع اِبْنٌ کی) تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا۔ اپنے بیٹوں کو۔ وَیَعْقُوْبُ۔ واو عاطفہ۔ یَعْقُوْبُ معطوف ہے اِبْرٰہِیْمَ پر۔ اور یعقوب نے بھی۔

یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو یہی نصیحت کی تھی۔

یٰۤاِبْنِیَّ - یا حرف نداء یَنْیٰ - مضاف مضاف الیہ مل کر منادی - بَنِیْ اصل میں بَنِیْنٌ تھا۔ (بَنُوْنَ کی حالت نصب - کیونکہ یہ مضاف ہے اور اگر منادی مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے) یٰۤاِبْرٰہِیْمَ متکلم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا۔ اور اب دو یاء جمع ہوئیں۔ یاء کو یاء میں



مدغم کیا۔ بَنِيَ ہو گیا۔ اے میرے بیٹو۔

إِصْطَفَىٰ ماضی واحد مذکر غائب۔ إِصْطَفَاءُ (افْتَعَالُ) مصدر۔ اس نے چن لیا۔ نیز ملاحظہ ہو۔  
(۱۳۰:۲) إِصْطَفَيْنَاهُ کے محاذ۔

الدِّينَ سے مراد دین اسلام ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ  
بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔

لَا تَمُوْتُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، تاکید بانون ثقیلہ۔ تم نہ مرو موت سے  
وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے فَلَا تَمُوْتُنَّ سے۔ سو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو  
۱۳۳:۲۔ اَمْ۔ منقطعہ ہے۔ یہاں اضراب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور اس معنی کے ساتھ  
ساتھ استفہام انکاری کے معنی کو بھی شامل ہے۔ مطلب یہ کہ حقیقت یہ نہیں ہے جو تم کہتے ہو :-  
مَا مَاتَ بَنِي الْاَعْلٰی الْیَهُودِیَّةَ وَغَیْرَہ۔ بلکہ حقیقت تو وہ ہے جو آگے بیان ہو رہی ہے اور  
تم تو اس وقت موجود ہی نہ تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو موت آپہنچی۔ نیز ملاحظہ ہو (۹:۱۸)  
شَہِدَآءَ۔ شَہِیْدٌ کی جمع ہے۔ شہید شرع میں وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو  
شَہِیْدٌ بِرِزْنٍ فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔ یعنی۔ شَآہِدٌ۔ مشاہدہ کرنے والا۔ گواہ۔ وہ شخص جو جائے  
وقوعہ پر موجود ہو اور مشاہدہ کرنے والا ہو۔ شَہِدَآءُ۔ اس کی جمع۔ موقعہ پر موجود لوگ۔ موقعہ مشاہدہ  
کرنے والے لوگ۔ گواہ (جمع) اَمْ كُنْتُمْ شَہِدَآءَ۔ کیا تم موجود تھے۔ (استفہام انکاری ہے) یعنی  
تم اس وقت موجود نہ تھے۔

اِذْ حَضَرَ۔ میں اِذْ ظرف زمان ہے۔ جب حاضر آہوئی۔ جب قریب آگئی۔

اِذْ قَالَ۔ اِذْ حَضَرَ سے بدل ہے۔ جس وقت (اس نے) کہا۔ یا جس وقت اس نے پوچھا۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مَا بِمَعْنٰی مَنْ استفہامیہ ہے۔ تم کس کی عبادت کرو گے؟

اِبْرٰہِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ بدل ہے اَبَآءُ سے یعنی آپ کے بزرگ اجداد ابراہیم و اسماعیل  
واسحق (علیہم السلام)

اِلٰہًا وَاَحَدًا۔ موصوف، وصف مل کر بدل ہے۔ اِلٰہُكَ اور اِلٰہُ اَبَائِكَ میں اِلٰہ کا۔

وَنَحْنُ لَہُ مُّسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔ یہ جملہ حال ہے فاعل تَعْبُدُ سے۔

یا یہ جملہ معطوف ہے جس کا عطف جملہ سابقہ تَعْبُدُ اِلٰہُكَ .... الخ پر ہے۔

۱۳۴:۲۔ تِلْكَ اُمَّةٌ۔ اسم اشارہ لعید واحد مؤنث۔ اس کا اشارہ حضرت ابراہیم اور ان کی

اولاد کی طرف ہے۔ اُمَّةٌ۔ جماعت۔ اُمّت۔ ہر وہ جماعت جس میں کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو



اسے امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت پر ہو یا جغرافیائی یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو۔  
 اَمَّ يَتُّ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے قصد کرنا۔ اُمَّلُ بمعنی مقصود ہوا۔ جماعت کو امت اس لئے  
 کہنے لگے۔ کہ جس طرف جماعت ہوتی ہے لوگ اسی کا قصد کرتے ہیں (مظہری) نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۲۴۔ لفظ  
 اِمَامًا کے محاذ۔

كَسَبَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے کمایا۔ اچھایا بُرا کوئی کام کیا۔  
 لَهَا۔ لَكُمْ۔ میں لام منفعت کے لئے ہے یعنی اس اچھے یا بُرے کام کی جزا دینا اس کے کرنے  
 والے کے لئے ہے۔

لَا تَسْأَلُونِ۔ مضارع منفی مجہول۔ جمع مذکر حاضر، تم سوال نہیں کئے جاؤ گے۔ تم سے سوال نہیں  
 ہوگا۔ تم سے پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی۔

عَمَّا۔ مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے۔

كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا موصولہ کا۔

۲: ۱۳۵۔ قَالُوا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب۔ اہل کتاب کے لئے ہے۔ یہودی۔ نصاریٰ۔

كُونُوا۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر، کُونُ مصدر۔ باب نَصَرَ۔ مصدر تم ہو جاؤ۔

تَهْتَدُوا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے تو ہدایت پاؤ گے۔  
 راہ راست پر آ جاؤ گے۔

قُلْ۔ اِیْ قُلُوبُ یَا مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو کہہ دیجئے۔

بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا

بَلْ۔ بلکہ۔ مِلَّة۔ دین۔ مذہب۔ مضاف۔ اِبْرٰہِیْمَ مضاف الیہ۔ حَنِیْفًا۔ حال۔ مضاف الیہ۔

اِبْرٰہِیْمَ کا۔ حَنِیْفٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہِ حق بکڑے اور

باقی سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حَنِیْفٌ کہلاتا ہے۔ المفردات میں ہے۔ اَلْحَنِیْفُ کے معنی گمراہی

سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس کے مقابل جَنْفٌ ہے جس کے معنی استقامت

سے گمراہی کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ جملہ کی تقدیر یوں ہے بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا

یہ نہیں جیسا تم کہتے ہو بلکہ ہم اختیار کئے ہوئے ہیں دین ابراہیم جو تمام باطل راہیں چھوڑ کر ایک راہ

حق پر جمے ہوئے تھے۔

بَلْ۔ بَل کی دو صورتیں ہیں۔

۱، اگر اس کے بعد کوئی مفرد کلمہ آئے تو اس واسطے یہ بطور حرف عطف استعمال ہوگا۔ قرآن مجید میں







نشان (باتیں ہیں جو خواب (میں دیکھ لی) ہیں (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہے۔  
(نہیں) بلکہ وہ شاعر ہے۔ (اور یہ قرآن اس کے شاعرانہ خیالات کا نتیجہ ہے)

مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو پریشان خیالات کہتے ہیں۔ پھر مزید اسے افتراء بتاتے ہیں۔ اور اسی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ نفوذ باللہ آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔

قرآن حکیم میں بَلْ جہاں بھی آیا ہے انہی دونوں (ا۔ ب) معنی میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے  
۱۳۶:۲۔ اس آیت میں جہاں بھی ما آیا ہے وہ موصولہ ہے۔

قُولُوا۟ ا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم کہو۔ ای قولوا ایہا المؤمنون لہٰٓؤلآءِ الیہود والنصارٰی  
ای مومنو۔ ان یہود و نصاریٰ سے کہہ دو

وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا۔ اور جو نازل کیا گیا ہماری طرف یعنی قرآن۔

الذُّسْبَاطِ۔ قبیلے۔ ایک دادا کی اولاد۔ سببط کی جمع ہے جس کے معنی پوتے، نواسے دونوں کے آتے  
ہیں۔ مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ جب اسباط یہود یا اسباط بنی اسرائیل کہا  
جائے۔ تو اس سے مراد قبیلہ ہوتا ہے جو ایک دادا کی اولاد ہو۔

اُدَّتِی۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیتَاءُ (افعال) مصدر۔ وہ دیا گیا۔ اسے دیا گیا۔

بَیِّنَ۔ درمیان۔ بیچ۔ جدائی۔ ملاپ۔ دو چیزوں کے درمیان اور بیچ کو بتانے کے لئے اس کی وضع عمل  
میں آئی ہے۔ جیسے وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمَا ذُرْعًا (۱۸-۲۲) اور ہم نے رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی۔

بَیِّنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے جیسے بَیِّنَ الْبَلَدَیْنِ دو شہروں

کے درمیان۔ یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو۔ جیسے بَیِّنَ الرَّجُلَیْنِ دو آدمیوں کے درمیان

اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں اور وہاں بَیِّنَ کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے۔ مثلاً فَاجْعَلْ بَیْنَنَا

وَبَیْنَكَ مَوْعِدًا (۵۸:۲۰) پس ہمارے اور تیرے درمیان وعدہ ٹھہرائے۔ اور جب بَیِّنَ کی اضافت

اَیْدِیْ (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ مثلاً لَا تَیْنَهُمْ مِّنْ

بَیِّنَ اَیْدِیْہِم (۱۷:۷) پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے۔

بَیِّنَ اَحَدٍ۔ اگرچہ بَیِّنَ ہمیشہ غیر واحد کی طرف مضاف ہوتا ہے لیکن چونکہ یہاں اَحَدٍ بمعنی 'فرق' آیا ہے

اس لئے بَیِّنَ کی اضافت اَحَدٍ کی طرف درست ہے۔

ذَخْنٌ لَّہٗ مُسْلِمُوْنَ۔ میں کا ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے۔

۱۳۷:۲۔ فَانْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِہٖ۔ میں فَانْ شرطیہ ہے۔ اٰمَنُوْا فعل بافاعل بِمِثْلِ

میں ب زائدہ اور تاکید کے لئے ہے۔ مِثْلِ صفت ہے مصدر محذوف کی۔ اور مَا مصدر یہ ہے تقدیر



کلام یوں ہے۔ اِنْ اٰمَنُوْا اٰیْمَانًا مِّثْلَ اٰیْمَانِكُمْ اِگر وہ تمہارے ایمان کی طرح ایمان لے آویں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ لفظ مِثْل زائد ہو جیسا کہ لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ (۲۴-۱۱) اس جیسی کوئی شئی نہیں۔ آیت کَ زائد ہے۔ جس سے مراد قرآن اور نبی ہے۔ اور یہ کی ضمیر اس کی طرف راجع ہے۔ تقدیر کا ۲۰ اِنْ اٰمَنُوْا بِمَا اٰمَنْتُمْ بِہِ یعنی جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اگر اس پر یہ لوگ بھی ایمان لائیں تو راہِ پالیر یہ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ فَقَدْ اِهْتَدَوْا جوابِ شرط۔ ترجمہ ہو گا: تو یہ بھی ہدایت یاب ہو جائے۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا وَاَوْءَا طِفْ اِنْ شرطیہ۔ تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلَّی (تفعل) مصدر۔ انہوں نے پشت پھری۔ انہوں نے منہ موڑا۔ فعل با فاعل جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ جزائیہ ہے۔

= فَاِنَّمَا۔ میں ف جزائیہ ہے۔ اِنَّمَا کلمہ حصر ہے ہُمَّ فِی شِقَاقِ جملہ اسمیہ ہو کر جزا را اپنی شرا = شِقَاق۔ ضد۔ مخالفت۔ مقابلہ

الشَّقُّ شِکَاو کو کہتے ہیں شَقَقْتُ بِنِصْفَيْنِ میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۲۶:۸۰) پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ یا اِذَا لَکَ الْاُنْشَقَّتْ (۸۴:۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ الشِّقَاقُ وَالْمُشَاقَّةُ (باب مفاعلة) مخالفت کہ عداوت رکنا۔ فَاِنَّمَا هُمْ فِی شِقَاقٍ۔ تو (سمجھ لو کہ) وہ تمہارے مخالف ہیں۔

= فَسَیْکْفِیْکَہُمُ اللّٰہُ۔ ف عاطفہ ہے سی مضارع پر داخل ہو کر اس کو خالص مستقبل کے میں کر دیتا ہے۔ سو یہ استقبال کے لئے ہے۔ یَکْفِیْ مضارع واحد مذکر غائب کِفَایۃً (باب ضرب) مہ سے۔ وہ کافی ہے۔ لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اول یَکْفِیْ کا ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول ثانی اللّٰہُ فاعل فعل یَکْفِیْ کا۔ تمہارے لئے ان سے اللہ کافی ہے یعنی تمہاری طرف سے اللہ ان سے منہ لیگا۔ ان کے مقابلہ میں تمہاری پشت پتا ہی کرے گا۔

= السَّمِیْعُ۔ سَمِعَ سے بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اسماء حسنٰی میں سے ہے جب یہ ہو تعالیٰ کی صفت میں واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہو۔

= الْعَلِیْمُ۔ فَعِلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اسماء حسنٰی میں سے ہے۔ خوب جاننے والا۔ قرآن مجید میں اس کا بیشتر استعمال خدا تعالیٰ کی صفت میں ہی ہوا ہے۔ کیونکہ اصل علم اُسی ہی کا ہے۔

= صِبْغۃ اللّٰہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا رنگ۔ صِبْغۃ اسم مصدر ہے۔ رنگ کی ہیئت اور کیفیت کو صبغۃ کہتے ہیں۔ صِبْغۃ اللّٰہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) یہ اٰمَنَّا (آیت ۱۳۶ متذکرہ بالا) کا مفعول مطلق من غیر لفظ ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے اور صبغۃ اللّٰہ سے اللہ کا دین مراد لیا ہے۔ اور ہم ایمان لائے اللہ کے دین پر۔



(۲) یہ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْم سے بدل ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے ملت ابراہیم سے مراد اللہ کا دین لیا ہے  
(۳) اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے۔ مثلاً تقدیر کلام ہے (اَ عَلَیْکُمْ صِبْغَةُ اللّٰهِ اللّٰہ کے رنگ کو  
اپنے اوپر لازم پکڑو۔

(۴) صَبَّغْنَا اللّٰہ صَبَّغْتَهُ۔ اللہ نے ہمیں اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ مصدر کو تاکید کے لئے بطور مفعول مطلق  
لایا گیا ہے۔

(۴) بعض نے کہا ہے کہ صبغة اللہ سے ختنہ مراد ہے۔ کیونکہ اس سے مختون خون آلود ہو جاتا ہے۔  
(۵) تفہیم القرآن میں ہے کہ مسیحیت کے ظہور سے پہلے یہودیوں کے ہاں یہ رسم تھی کہ جو شخص ان کے مذہب میں  
داخل ہوتا تو اسے غسل دیتے تھے اور اس غسل کے معنی ان کے ہاں یہ تھے کہ گویا اس کے گناہ دھل گئے اور  
اس نے زندگی کا ایک نیا رنگ اختیار کر لیا، یہی چیز بعد میں مسیحیوں نے اختیار کر لی۔ اس کا اصطلاحی نام ان  
کے ہاں اصطباغ (بتسمہ) ہے۔۔۔۔۔۔ اسی کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ اس رسمی اصطباغ میں کیا رکھا ہے  
اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ جو کسی پانی سے نہیں چڑھتا بلکہ اس کی بندگی کا طریقہ اختیار کرنے سے چڑھتا ہے۔  
وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰہ صِبْغَةً ط اور اللہ کے رنگ سے کسی کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے؛ مَنْ اسْتَفْهَمَ  
ہے أَحْسَنُ اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے۔ ضمیر اس میں هُوَ راجع طرف مَنْ کے ہے جو متمیز ہے اور۔  
صِبْغَةً متمیز۔ (اور بدیں وجہ یہ منصوب ہے)

وَمَنْ لَّہْ عَبْدٌ ذَہ جملہ حالیہ ہے۔ لَہ میں ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے عَبْدٌ ذَہ اسم فاعل  
جمع مذکر۔ عبادت کرنے والے۔ بندگی کرنے والے۔

(۱۳۹:۲) اَتُحَاجُّوْنَنا۔ ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ تُحَاجُّوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔  
مُحَاجَّةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر ہے۔ جس کے معنی دوسرے سے حجت کرنے کے۔ یا جھگڑنے کے ہیں نا ضمیر  
جمع متکلم۔ کیا تم ہم سے (اللہ کے دین کی بابت جھگڑتے ہو۔

فِی اللّٰہ۔ اِی فِی دِیْنِ اللّٰہ۔ اللہ کے دین کی بابت۔ اس کے متعلق یا اس کے بارہ میں  
مُخْلِصُونَ۔ اِخْلَاصٌ (اِفْعَالٌ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اخلاص کے معنی ہیں کسی  
چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک کر دینا۔ یہ خلوص کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے پاک و صاف اور  
خال ہونا ہے۔ یعنی ہم خدا کی اطاعت یا بندگی خالص کرنے والے ہیں۔ ہماری عبادت محض خدا تعالیٰ کی  
رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے اس میں کسی اور جذبہ کی آمیزش نہیں ہے۔

قُلْ۔ جملہ فعلیہ الشائیہ ہو کر قول ہے۔ اور باقی آیت لغایت وَنَحْنُ لَہْ مُخْلِصُونَ اس کا مقولہ ہے  
اللّٰہ۔ ذوالحال ہے۔ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ۔ حال اول۔ اور وَلَنَّا عَمَلُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ حال ثانی



اور فَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ۔ حال ثالث ہے ذوالحال کا۔ یا یہ تینوں جملے تَحَاجُّوُنَا کے ناسے حال ہیں یعنی تمہارا اللہ (یا اللہ کے دین کی بابت) محاسب (بحث جھگڑا) بے بنیاد ہے اور ناقابل قبول۔ دین کی بابت ہم تم سے زیادہ مخلص اور فرما بزرگوار ہیں۔

۱۴۰: ۲۔ اَمْ۔ سعادۃ للہمزة ہے (یعنی سہزہ استفہام انکاری جو اوپر اَتَحَاجُّوُنَا میں آیا ہے اسی معنی میں یہ آیا ہے) (ای وقل یا محمد) اَمْ تَقُولُوْنَ..... کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحق اور یعقوب (علیہم السلام) اور اسباط یہودی یا نصرانی تھے؟ تمہارا یہ کہنا بھی بے بنیاد اور ناقابل تسلیم اور افتراء ہے کیونکہ یہودیت اور نصرانیت تو ان حضرات علیہم السلام کے بعد کی بات ہے انما حدثت الیہودیۃ والنصرانیۃ بعد ہمد وثبت کذبکم یا معشر الیہود والنصرانی علی ابراہیم وبنیہ۔

مقصود یہ ہے کہ تمہاری یہ دونوں باتیں محاجة فی دین اللہ وقولکم کانوا ابراہیم.... الخ ہودا اور نصاریٰ بالکل غلط ہیں۔

قُلْ (ای قل یا محمد) تو کہہ (زبرد تو بیخ کے پیرایہ میں آیا ہے۔

اَمْ۔ یہاں متصلہ ہے ای ایکما علم (تم میں سے کون بہتر جانتا ہے) استفہام انکاری ہے۔ ای لستم اعلم بحال ابراہیم علیہ السلام فی باب الدین بل اللہ تعالیٰ اعلم بذلک دین کی بابت ابراہیم علیہ السلام کے حال کو تم بہتر نہیں جانتے بلکہ خداوند تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ اِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا (۶۷: ۳) ابراہیم (علیہ السلام) نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک (خدا) کے ہوئے تھے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ استفہامیہ اَظْلَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنْ۔ مِمَّنْ۔ حرف جار۔ اور مَنْ اسم موصول سے مرکب ہے کَتَمَ شَهَادَةً۔ کَتَمَ فعل بافعل۔ شَهَادَةٌ مفعول۔ عِنْدَهُ۔ مِنَ اللہ۔ دونوں شَهَادَةٌ کی صفت ہیں۔ جو چھپاتا ہے اس شہادت کو جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس ہے۔ کَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللہ۔ صلہ ہے اپنے موصول کا موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہے اپنے جار مِنْ کا۔

یہ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ اور اللہ کی جانب سے شہادت کیا تھی؟ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ خدا کی کتاب جو ان کے پاس آئی تھی۔ اس میں انہوں نے پڑھا کہ حقیقی دین اسلام ہے اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ابراہیم۔ اسمعیل، اسحق اور یعقوب علیہم السلام یہودیت و نصرانیت سے الگ تھے۔ لیکن پھر بھی نہ مانا اور اتنا ہی نہیں بلکہ



اس بات کو چھپا بھی رکھا۔

۲: ۱۴۱۔ تِلْكَ اِسْمُ اِشَارَةٍ بَعِيدٍ وَاحِدٍ مُّوْنَتٌ. اُمَّةٌ۔ اُمّت۔ یہ ایک امت تھی۔

قَدْ خَلَتْ۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مُوْنَت غائب خُلُوْ (باب نُصْرَ) مصدر سے۔ وہ گزر گئی۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ ایک امت تھی جو گزر گئی۔

یہاں امت سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلكُمْ مَا كَسَبْتُمْ۔ ملاحظہ ہو۔ آیت ۲: ۱۳۴۔ متذکرۃ الصدر۔ اس مضمون کو یہاں مبالغہ کے لئے مکرر بیان فرمایا۔ تاکہ اپنے آباء و اجداد کے بھروسے پر نہ رہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے مضمون میں تو خطاب اہل کتاب کو تھا اور اس میں ہم کو ہے کہ مبادا مسلمان ان کا اقتدار کرنے لگیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلی آیت سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں اور دوسری سے یہود اور نصاریٰ کے آباء و اجداد مراد ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔







پَارَةُ سَيَقُولُ

(۱۲)

سُورَةُ الْبَقَرَةِ







۱۲۲:۲ سَيَقُولُ مضارع پر داخل ہو کر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے يَقُولُ واحد مذکر غائب قَوْلٌ مصدر باب نصر سے وہ کہتا ہے۔ وہ کہیگا یہاں بمعنی جمع مذکر غائب آیا ہے یعنی السفهاء (سفیه لوگ) کہیں گے

السُّفَهَاءُ - سَفِيَهُ کی جمع۔ بے وقوف، کم عقل لوگ، احمق۔ یہاں مراد یہود اور مشرکین ہیں۔  
مَا وَلَهُمْ - مَا استفہامیہ ہے۔ وَلَهُمْ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَوَلَّيْتُ (تفعل) مصدر بمعنی موڑنا پھیرنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ کس نے موڑا ان کو، کس نے پھیر دیا ان کو (یہ سوالیہ انداز بطور تحقیق نہیں بلکہ بطور تعریف و طنز ہے)۔  
قَبْلَهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کا قبلہ۔ قبلہ اصل میں کسی شے کے سامنے ہونے کی حالت اور ہدیت کو کہتے ہیں۔ جیسے جِلْسَةٌ بیٹھنے کی حالت کو بولتے ہیں پھر بطور نقل کے اس مکان کو کہنے لگے جس کی طرف منکر کے نماز پڑھتے ہیں۔

۱۲۳:۲ كَذَلِكَ - اسی طرح ایسے ہی۔ کاف اول حرف تشبیہ ہے ذَا۔ اسم اشارہ واحد مذکر۔ لَ عَلَاتِ اشارہ بعید۔ کاف آخر حرف خطاب واحد مذکر حاضر کے لئے۔ اور واحد مؤنث حاضر کے لئے كَذَلِكَ۔ اور جمع مذکر حاضر کے لئے كَذَلِكَمْ۔ اس کا مشبہ ہے۔

۱، یا ارشاد باری تعالیٰ وَلَقَدْ اصْطَفَيْنَا فِي الدُّنْيَا (۱۳۰:۲) ہے یا تَوَلَّاهُ تعالیٰ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - آیت ماقبل (۱۲۲:۲) ہے۔ اور یہ معطوف ہے ہر دو کا۔ (۳) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے لئے ایسا قبلہ مقرر کر رکھا ہے جو مشرق اور مغرب کے درمیان وسط میں ہے۔ اسی طرح تم کو اُمَّةً وَسَطًا بنایا، جو افراط و تفریط سے برابر ہے نہ نصاریٰ جیسی افراط۔ کہ عیسیٰ کو خدا بنا دیا نہ یہودیوں جیسی تفریط کہ دین میں تحریف اور تبدیلی کر ڈالی۔ (خازن)

وَسَطًا صیغہ صفت وَسَطٌ مصدر (باب ضرب) ٹھیک درمیانی۔ برگزیدہ۔ عادل۔ (مدارک و بیضاوی) وَسِيطٌ۔ وہ آدمی جو نسبی اعتبار سے درمیانہ اور مرتبے کے لحاظ سے بہت بڑا ہو (اَدْسَطُهُمْ نَسَبًا وَاَرْفَعَهُمْ مَجْدًا) — صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں کہ: وَسَطٌ۔ کالفظ قابل غور ہے اس کا معنی ہے درمیان ہر چیز کا درمیانی حصہ ہی اس کا عمدہ ترین حصہ ہوا کرتا ہے انسان کی زندگی کا درمیانی عرصہ (عہد شباب) اس کی زندگی کا بہترین وقت ہے۔ دن کے درمیانی حصہ دوپہر میں روشنی اپنے نقطہ عروج پر ہوتی ہے۔ اسی طرح اخلاق میں میانہ روی قابل تعریف ہوتی ہے افراط و تفریط دونوں پہلو مذموم، بخل اور فضول خرچی کی درمیانی حالت کو سخاوت، بزدلی اور طیش کی درمیانی حالت کو شجاعت کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس عظیم المرتبت خطاب سے سرفراز فرمایا۔ ان کے عقائد۔ ان کی شریعت، ان کے



نظام اخلاق - سیاست اور اقتصاد میں افراط و تفریط کا گزر نہیں۔ یہاں اعتدال ہے توازن ہے۔ موزونیت ہے۔ لَتَكُونُوا - لام تعلیل ہے تَكُونُوا - فعل مضارع منصوب (بوجہ اَنْ) مقدّمہ بعض کے نزدیک لام تعلیل بذاتِ خود ہی ناصب ہے (جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب محذوف ہو گیا ہے۔ تاکہ تم بنو بن باؤ۔ لَتَكُونُوا..... الآية۔ امت محمدیہ کے وسط بنانے کی علت ہے۔

شُهَدَاءُ - شہید کی جمع ہے جو مبالغہ کے لئے ہے۔ جیسے عَلِيمٌ کی جمع عُلَمَاءُ ہے۔ شُهَدَاءُ بوجہ الف التانیث غیر منصرف ہے۔ يَكُونُ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ اس جملہ کا عطوف جملہ ماقبل پر ہے۔ اور تاکہ رسول تم پر گواہ ہو۔

مَا جَعَلْنَا - ماضی جمع مکمل بمعنی اصَيَّرْنَا۔ ہم نے بنایا۔ مَا نَافِيہ ہے۔ اب معنی ہوں گے ہم نے نہیں بنایا اَلْقِبْلَةَ - مفعول ہے جَعَلْنَا کا۔ اور اَلَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا موصول وصلہ مل کر صفت ہے اَلْقِبْلَةَ کی۔ لِنَعْلَمَ - لام تعلیل کا۔ نَعْلَمَ مضارع منصوب جمع مکمل۔ کہ ہم کو معلوم ہو جائے۔ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مَنْ موصولہ بمعنی اَلَّذِي ہے۔ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مفعول اول ہے نَعْلَمَ کا۔

مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ - مِمَّنْ - مِنْ حرف جار اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے۔ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ صلہ اپنے موصول کا۔ موصول اور صلہ مل کر مفعول ثانی نَعْلَمَ کا۔ معنی یہ ہوں گے تاکہ ہم اس شخص کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے جُدا جان لیں اس شخص سے جو اُلٹے پاؤں پھرے۔ يَنْقَلِبُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْقَلَابٌ (اِنْفَعَالٌ) مصدر سے وہ لوٹتا ہے وہ لوٹے گا۔ وہ پھرتا ہے وہ پھرے گا۔

عَقْبَيْهِ - مضاف مضاف الیہ عَقْبَيْهِ اصل میں عَقِبَيْنِ تھا۔ تثنیہ کا نون بوجہ اضافت گر گیا۔ عَقِبٌ بمعنی ایڑی۔ اِنْقَلَبَ عَلَى عَقْبَيْهِ وہ اپنے پاؤں پر (یا ایڑیوں پر) اُلٹا پھر گیا۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو اس تبدیلی کعبہ پر شک و تردد کا شکار ہو کر مرتد ہو گئے۔

وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً - وَاَوْ عَاطِفٌ اِنْ مُخَفَّفٌ ہے اِنْ سے اس کا اسم محذوف ہے اِیَّاهَا ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع یا تو وہ مفہوم ہے جو کہ مَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ میں ہے یا یہ ضمیر قبلہ یا تبدیل و تحویل کی طرف راجع ہے۔ لام فاصلہ یا فارقہ ہے اور اِنْ مُخَفَّفٌ اور اِنْ نَافِيہ میں فرق کرنے کے لئے آیا ہے اِنْ یہاں حرف تحقیق و تاکید ہے اِنْ کَانَتْ قَدْ کَانَتْ۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے اِنْ كَانَ اَصْحَابُ الْاَيِّكَةِ لَظَالِمُونَ (۱۵-۱۸) تحقیق اصحابِ لایکہ ظالم تھے۔ کَبِيرَةً صفت مشبہ واحد مؤنث منصوب۔ تانیث کَانَتْ کے مؤنث ہونے کی وجہ اسم محذوف



(ای تولیۃ الکعبۃ - تحویلۃ الکعبۃ) کے مَوْنَت ہونے کی وجہ سے ہے اور نصب بوجہ کانت کی خبر ہونے کے کبیرۃ بمعنی شاقۃ - شاق گراں - سخت - ناگوار - مقدار میں بڑا ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً وَلَا یَنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً (۱۲۱: ۹) وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت (وہ ان کے نامہ اعمال میں لکھ لیا جاتا ہے)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيمَانَكُمْ - ای دما کان اللہ مریداً لان یضیع ایمانکم - مریداً خبر کان مخذوف ہے لام کے بعد ان مقدمہ ہے لان یضیع ایمانکم جملہ متعلق خبر ہے یضیع فعل بوجہ عمل ان مقدمہ منصوب ہے - ترجمہ ہوگا - اور اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے - یہاں ایمان سے مراد الصلوٰۃ رمانہ ہے - اور مراد اہل ایمان کی وہ نمازیں ہیں جو وہ تحویل قبلہ سے قبل بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے رہے تھے - تفسیر منظری میں ہے کہ صحیحین میں حضرت برار بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے بہت سے آدمی مر گئے اور شہید ہو گئے تھے ہم کو کچھ علم نہ تھا کہ ان کے بارہ میں کیا کہیں (آیا ان کی نمازیں پڑھی ہوئی اکارت گئیں یا انہیں ثواب ملے گا) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی - لَرَّءَوْفٌ رَّحِيمٌ لام برائے تحقیق و تاکید ہے رَّءَوْفٌ رَّافِعٌ سے بروزن فعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے - امام خطابی نے رافت و رحمت کا فرق بیان کیا ہے کہ رحمت تو کسی مصلحت کی بنا پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے لیکن رافت ناپسندیدگی میں تقریباً نہیں ہوتی -

۱۴۴: ۲ قَدْ نَرَىٰ - ہم دیکھ رہے ہیں - قَدْ جب مضارع پر داخل ہو تو علاوہ دیگر معانی کے تکثیر کے معنی بھی دیتا ہے - آیہ ہذا میں صاحب کشاف نے قَدْ نَرَىٰ کے معانی رُبَّمَا نَرَىٰ ہم اکثر دیکھتے ہیں لکھا ہے - نَرَىٰ - رُؤْيَ (باب فتح) سے - مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے - ہم دیکھتے ہیں -

تَقَلَّبَ - تَفَعَّلُ کے وزن پر مصدر ہے - پھر پھر جانا - پھرنا - مضاف ہے - وَجْهِكَ مضاف مضاف الیہ مل کر تَقَلَّبَ کا مضاف الیہ ہے - تمہارے منہ کا بار بار پھرنا - آپ کے منہ کا پھر پھر جانا - فِي السَّمَاءِ متعلق تَقَلَّبَ کے - جملہ تَقَلَّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ - مفعول ہے قَدْ نَرَىٰ کا -

فَلَنُؤَلِّينَكَ - فاء سببیہ ہے - ما قبل بالبعد کا سبب ہے یعنی بسبب آپ کے بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھانے کے (برائے تحویل قبلہ) ہم ضرور پھیر دیں گے - لام تاکید کا ہے اور نُوَلِّينَ مضارع تاکید بانون ثقلیہ بصیغہ جمع متکلم ہے - تَوَلَّيْتُ (تفعیل) سے مصدر - ک ضمیر مفعول اول ہم آپ کو ضرور پھیر دیں گے قَبْلَةَ تَرْضَاهَا - قَبْلَةَ موصوف - تَرْضَاهَا جملہ فعلیہ ہو کر صفت - موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی - هَا ضمیر واحد مؤنث غائب قَبْلَةَ کے لئے ہے

فَلَنُؤَلِّينَكَ قَبْلَةَ تَرْضَاهَا - تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں -



قَوْلٍ - فاء تفریح الامر (معاملہ کی پیش رفت) کے لئے ہے وَلِ فاعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے !  
تَوَلَّيْتِ (تفعیل) مصدر سے - تو (اب) تو پھیر لے

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط المسجد الحرام موصوف صفت مل کر مضاف الیہ - شَطْرَ - طرف سمت  
جہت - مسجد حرام کی طرف - مسجد حرام اس واسطے کہ اس میں قتال و شکار کرنا حرام ہے -  
شَطْرَ کے منصوب ہونے کی دو وجوہات ہیں

(۱) یہ منصوب بنزع خافض ہے - یعنی اصل میں اِلَى شَطْرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تھا - اِلَى حرف جر کو حذف کر کے  
شَطْرَ کو منصوب کر دیا (ایسے منصوب کو منصوب بنزع خافض کہتے ہیں) نَزَعَ الشَّيْءَ مِنْ مَّكَانٍ کسی  
کو اپنی جگہ سے اکھڑ دینا - اور خَفَضَ الْكَلِمَةَ - کلمہ کو زیر دینا الخافض زیر دینے والا حرف - نَزَعَ الْخَافِضُ  
زیر دینے والے حرف کو حذف کرنا - نیز ملاحظہ ہو - ۶۸: ۳۶ -

(۲) شَطْرَ بوجہ طرف ہونے کے منصوب ہے -

حَيْثُ - جہاں - جس جگہ - طرف مکان ہے - حَيْثُمَا - جہاں کہیں - شَطْرَهُ - مضاف مضاف الیہ، اس  
کی طرف یعنی مسجد حرام کی طرف -

فَانْذَرُوا - بظاہر مناسب یہ تھا کہ بجائے مسجد حرام کے کعبہ فرماتے - کیونکہ قبلہ تو کعبہ ہی ہے لیکن مسجد حرام  
اس لئے فرمایا کہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ جو کعبہ سے دور ہو اس پر جہت کعبہ کا استقبال واجب عین کعبہ کا نہیں  
الَّذِينَ اُذْتُوا الْكِتَابَ (وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی) سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں -  
اِنَّهُ - تحقیق وہ - بیشک وہ - ؕ سے مراد تحویل قبلہ ہے - مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہ  
تحویل قبلہ حق ہے کیونکہ تورات میں موجود ہے کہ نبی آخر الزمان دو قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے اب بوجہ عناد  
وحسد کے انکار کرتے ہیں

۱۴۵: ۲ - دَلَيْنُ - وَاذْهَبْ عَطْفُ - جملہ کا عطف - وَاِنَّ الَّذِيْنَ پُر ہے لام متبید قسم کا ہے الْمَوْطِئَةُ لِلْقَسَمِ  
اور مَا تَبَعُوا قَبْلَتَكَ جواب قسم قائم مقام جواب شرط ہے اِنْ حرف شرط ہے (اور اگر آپ لے ہی آئیں  
تمام دلائل ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب ملی ہے تو وہ پیروی نہیں کریں گے آپ کے قبلہ کی -

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَالِغِ قِبْلَةٍ بَعْضُ - جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے - اور نہ ان میں سے بعض دوسروں کے قبلہ  
کی پیروی کرنے والے ہیں - اس وقت یہود و نصاریٰ میں خود قبلہ کے متعلق اختلاف تھا - اگرچہ بیت المقدس  
کو دونوں قبلہ مانتے تھے لیکن عیسائی عبادت کے وقت اپنا رخ مشرق کی طرف کرتے تھے (بیت المقدس تہ  
منورہ سے جانب شمال ہے)

علاوہ ازیں خود یہودیوں میں اہل سمریہ (Samaritans) میں اختلاف تھا -



اگرچہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو تھے۔ (سمریہ اُردن اور بحیرہ روم کے درمیان فلسطین کا ایک ضلع تھا) اِبْتَلَتْ، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِبْتَلَعُ (اِفْتَعَالُ) مصدر تو نے پیروی کی۔

اَهْوَاءَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی خواہشیں۔ هَوًى کی جمع۔ مَا جَاءَكَ میں ما موصولہ ہے۔ مِنْ الْعِلْمِ (مِنْ بیاہ ہے۔ اِی مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ۔

وَلَمَّا اِبْتَلَتْ ..... مِنْ الْعِلْمِ شرط۔ اِنَّكَ اِذَا لَعِنْتَ الظَّالِمِينَ۔ جواب شرط ہے۔ اس جملہ کی ترکیب بھی اسی طرح ہے۔ جو جملہ سابقہ وَلَمَّا اِبْتَلَتْ اَلَّذِينَ ..... قَبْلَتَكَ کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

اِذَا حرف جزار ہے۔ اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں فون کو الف سے بدل لیتے ہیں اَلَّذِينَ اَتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ۔ يَعْرِفُونَهُ۔ وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ اس کو جانتے ہیں ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع یاد، علم، قرآن یا تحویل قبلہ ہے یا (۲) یہ ضمیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے گو ماضی میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ یہی زیادہ راجح ہے۔ يَعْرِفُونَ کی ضمیر علماء اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔

فَرِيقًا مِنْهُمْ۔ میں مِنْ تبعینیہ ہے اور هُمْ سے مراد الذین لم یسلموا جو جانتے ہوئے بھی آپ کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ یُكْتُمُونَ۔ لام تاکید کا ہے۔ یُكْتُمُونَ۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب کَتَمَ باب نصر مصدر سے وہ چھپاتے ہیں۔ وہ چھپا ہے ہیں۔ الْحَقُّ۔ مفعول۔ حق بات۔ حقیقت۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کا نبی قبلتین ہونا جو تورات میں مذکور ہے۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں

۱۴۷:۲ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ۔ کلام مستأنف ہے الْحَقُّ مبتدأ مِنْ رَبِّكَ خبر۔ حق تو آپ کے رب ہی کی طرف سے ہے۔ الْمُتَرَيِّنَ، اسم فاعل جمع مذکر الْمُتَرَيِّنَ۔ واحد۔ اِمْتَرَاءُ (اِفْتَعَالُ) مصدر شک میں پڑنے والے تردد کرنے والے۔ مری۔ مادہ۔ اِمْتَرَى يَمْتَرِي اِمْتَرَاءً۔ شک میں پڑنا۔ مَرِيَّةً۔ شک۔ مَرَاةً۔ مَرَاةً۔ مَرَاةً۔ بحث مباحثہ۔

۱۴۸:۲ وَكُلِّ وَجْهَةٌ۔ واو عاطفہ۔ اور كُلِّ میں تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر کلام یوں ہے وَكُلِّ اُمَّةٍ وَجْهَةٌ۔ مصدر بمعنی قبلہ۔ یا اسم مکان۔ یعنی وہ سمت جس کی طرف رخ کیا جائے۔ اول صورت میں واو کا موجود ہونا غیر قیاسی ہے۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کو حذف کر دیا جائے (جیسا کہ عدۃ دزنہ میں واو محذوف ہے) صرف اصل پر تنبیہ کرنے کے لئے باقی رکھا گیا ہے۔

دوسری صورت میں واو کا موجود ہونا قیاسی ہے۔ مراد دونوں صورتوں میں وہ سمت ہے جس کی طرف رخ کیا جاتا ہے هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب یہ كُلِّ کی طرف راجع ہے

مَوْلَانِهَا۔ وَلِيٌّ يُوْلِيُّ (تَوَلَّى) اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ مضاف ہے۔ هَآخِرِ



واحد موت غائب۔ مضاف الیہ، اس کی طرف رخ پھرنے والا۔ منہ کرنے والا۔ دئی الی کسی کی طرف توجہ کرنا اور دئی عنہ رخ پھیرنا اعراض کرنا۔ اول الذکر کی مثال۔ لَوْ يَجِدُونَ مَذْجًا أَوْ مَغْرَبًا أَوْ مَذْخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ (۵۷: ۹) یہ اگر کوئی سی بھی پناہ کی جگہ پاتے یا کوئی غار یا کوئی (اور) جگہ گھس بیٹھنے کی تو یہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر چل پڑتے۔ مؤخر الذکر کی مثال ثُمَّ لَوْ كُنَّا عَنَّا وَقَالُوا مَعْلَمٌ مَّحْنُوتٌ (۵۷: ۲۴) پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے (یہ تو) پڑھایا ہوا (اور) دیوانہ ہے۔

جملہ کا ترجمہ ۱۔ اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے (ہر ایک امت کا اپنا اپنا قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے)

فَاَسْبَقُوا الْخَيْرَاتِ۔ اسْتَبَقُوا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اسْتَبَاقُ (افْتَعَالُ) مصدر تم سبقت کرو۔ تم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ الْخَيْرَاتِ۔ خَيْرَةٌ کی جمع ہے۔ نیکیاں۔ مہلایاں۔ خوبیاں۔ شریف عورتیں۔ نیک عورتیں۔ مراد نیکیاں ہیں۔ ال استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی نیکیاں۔ الخیرات مجرور ہے۔ اس سے قبل الی مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتحاد قبلہ ہی نیکی نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی نیکیاں ہیں جن پر سب دین متفق ہیں تم ان سب نیکیوں (بشمول تحویل قبلہ) کو اپنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرو۔ یہود اور منافقین نے تو محض کج حجتی کے طور پر تحویل قبلہ کو موضوع سخن بنا رکھا ہے۔

أَيْنَمَا۔ جہاں کہیں، اَيْنَ شرطیہ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ یہاں بطور ظرف مکان متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور مَا مزیدہ ہے اِی فی اِی موضع تَكُونُوا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ يَأْتِ بِكُمْ اللّٰهُ جَمِيعًا يَاتِ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط کے) ب تعدیہ کے لئے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ جَمِيعًا صفت ہے كُمْ کی۔ تم سب کو، یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو گے تم سب کو اللہ تعالیٰ اکٹھا کر لے گا۔

۱۴۹: ۲۔ حَيْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے۔ مبنی بر ضمہ ہے۔

مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ۔ جس جگہ سے آپ نکلیں۔ بطور مجاز کے اس کے معنی یہ ہوں گے۔ آپ جہاں کہیں ہوں یہ معنی شرط کو شامل و متضمن ہے اسی لئے اگلے جملہ میں فَوَلِّ پر فاء (بطور جواب شرط) لائے ہیں۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ۔ اِی فَوَلِّ وَجْهَكَ اِذَا نَسَلْتِ۔ جب نماز پڑھو تو اپنا منہ پھیر لیا کرو۔ وَلِّ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَوَلَّى (تفعیل) مصدر۔ تو پھیر لے۔ اِنَّہ۔ اِی التولية الى القبلة۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ لِلْحَقِّ۔ میں لام نہ اندہ ہے۔

۱۵۰: ۲۔ تولیۃ کے تکرار (آیات ۱۴۴-۱۴۹-۱۵۰) کے متعلق مفسرین نے مختلف حکمتیں لکھی ہیں جو کہ کتب تفسیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔



لِسَلَاً میں لام علت کی ہے۔ یعنی آیات ما قبلہ میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی بار بار تاکید کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہ ہے۔ اَلَا۔ اَنْ مصدریہ اور لَا منفی سے مرکب ہے لِسَلَاً یَکُونُ تاکہ نہ ہو یا نہ ہے۔ حُجَّةٌ۔ اعتراض۔ دلیل۔ حُجَجٌ جمع۔ مِنْهُمْ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب النَّاسِ کے لئے ہے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ۔ لَا تَخْشَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ خَشِیْتُ مصدر باب شَمَع۔ تم مت ڈرو۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا کی طرف راجع ہے۔

اِخْشَوْنِی۔ اِخْشَوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ صیغہ واحد متکلم۔ تم مجھ سے ڈرو۔ وَلِیُّ تِمَّ۔ داؤد عاطفہ ہے اگلے جملہ کا عطف جملہ سابقہ لِسَلَاً یَکُونُ لِلنَّاسِ ..... پر ہے۔ اور (اس لئے کہ) میں تم پر اپنا انعام پورا کر دوں

۱۵۱:۲۔ کَمَا۔ میں ک حرف تشبیہ ہے اور مَا مصدریہ۔ کَمَا اَرْسَلْنَا کا تعلق یا تو لِیُّ تِمَّ سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ۔ تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں۔ جیسے کہ رسول بھیجنے کی نعمت پوری کی۔ یا اس کا تعلق لَعَلَّکُمْ تَهْتَدُوْنَ سے ہے اور معنی ہوں گے تاکہ تم فلاح پاؤ جیسا کہ تم کو میرے تمہیں میں سے تمہارے پاس رسول بھیجنے سے ہدایت و فلاح نصیب ہوئی۔ (مظہری۔ تفہیم القرآن) یُزَکِّیْکُمْ۔ یُزَکِّیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَزَکَّیْتُ (تفعیل) مصدر کَمَّ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو پاکیزہ کرتا ہے۔ وہ تم کو پاک بناتا ہے۔

مَا لَمْ تَکْذِبُوْا اَلْعَمُوْنَ۔ مَا موصولہ ہے لَمْ تَکْذِبُوْا اَلْعَمُوْنَ مضارع نفی جہد بَلَمْ۔ تم نہیں جانتے تھے۔ ۱۵۲:۲۔ اَذْکُرْکُمْ۔ اَذْکُرْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) کا صیغہ واحد متکلم ذِکْرُ مصدر ہے۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تم کو یاد رکھوں گا۔ لَا تَکْفُرُوْنَ۔ فعل نفی جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ اوری ضمیر واحد متکلم مجزوم ۱۵۳:۲۔ اِسْتَعِیْنُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اِسْتَعَانَ (استفعال) مصدر۔ تم مدد طلب کرو۔ ۱۵۴:۲۔ بَلٰی۔ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی تمہارا ان کو رشہ دار کو اموات کہنا بالکل باطل بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ احیاء (زندہ) ہیں احیاءُ زندہ لوگ حَیٌّ کی جمع ہے۔

لَا تَشْعُرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ شَعُرْتُ (باب نَصَوَ) مصدر۔ جس کے معنی بذریعہ حس جانتے کے ہیں۔ تم نہیں جانتے ہو، تم نہیں سمجھتے ہو۔

۱۵۵:۲۔ لَنَبْلُوَنَّکُمْ۔ لَنَبْلُوَنَّ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم۔ بَلَاءٌ مصدر باب نَصَوَ بمعنی آزمائش، آزمائش میں ڈالنا۔ اَزْمَانًا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم تم کو ضرور ضرور آزمائیں گے اَلْخَوْفِ۔ خوف سے مراد خوف اللہ تعالیٰ۔ اَلْجُوعِ سے مراد صوم رمضان۔ وَلَقِصَّ مِنَ الْاَمْوَالِ سے مراد



زکوٰۃ وصدقات مِنَ الْاَنْفُسِ سے مراد امراض اور مِنَ الثَّمَرَاتِ سے مراد موت الاولاد ہے۔

یا بالترتیب خوف سے مراد خوفِ دشمن، جوع سے مراد بھوک، قحط، لَقْصٍ مِنَ الْاَمْوَالِ سے مراد مالوں میں خسارہ یا بالکل ہلاک ہونا اور لَقْصٍ مِنَ الْاَنْفُسِ سے مراد جانوں کی کمی یعنی قتل ہونا یا مرجانا یا امراض کا لاحق ہونا۔ یا بڑھاپا ہے اور پھلوں کی کمی یہ ہے کہ کوئی آفت آجائے جس سے پھل جاتے رہیں یا کم ہو جائیں۔ وغیرہ

۱۵۶:۲ = اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ ..... الْخ صَابِرِيْنَ کی صفت ہے۔

= اِذَا حرف شرط ہے اور جملہ شرطیہ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ ..... الْخ جواب شرط ہے۔

= مُصِيبَةٌ اُس فاعل کا صیغہ واحد مَوْتٌ اَصَابَ يُصِيبُ اِصَابَةٌ (افعال) مصدر سے۔ غم۔ تکلیف،

سختی۔ دکھ پہنچانے والی ہر چیز۔ اس کی جمع مَصَابِيْتُ وَ مُصِيبَاتٌ ہے۔ اس کا مادہ صَوَّبٌ ہے۔

المفردات میں ہے اَصَابَ السَّهْمُ۔ تیر ٹھیک نشانہ پر جا لگا اور مُصِيبَةٌ اَصْل میں اس تیر کو کہتے ہیں جو ٹھیک

نشانہ پر جا کر بیٹھ جائے اس کے بعد (عرف میں) ہر حادثہ اور واقعہ کے ساتھ یہ لفظ مخصوص ہو گیا۔ قرآن مجید میں ہے

وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (۴۲ - ۴۸) اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے

اپنے اعمال سے ہے۔

= رَا جَعُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ رَاجِعٌ واحد۔ رُجُوْعٌ (صَرَبَ) سے مصدر۔ لوٹ جانے والا، پھر جانے والے

۱۵۷:۲ = اُولَٰئِكَ۔ یعنی وہ لوگ جن میں مندرجہ بالا صفات ہوں یعنی صَابِرِيْنَ۔

اُولَٰئِكَ مبتدا اول۔ صَلَوَاتٌ مبتدا ثانی۔ عَلَيْهِمْ متعلق بمبتدا ثانی۔ پھر یہ مجموعہ مبتدا اول کی خبر۔

= وَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔ واو عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اُولَٰئِكَ مبتدا۔ هُمُ

المُهْتَدُوْنَ۔ اس کی خبر۔

= صَلَوَاتٌ رحمتیں۔ برکتیں۔ صَلَوَةٌ کی جمع۔ صَلَوَاتٌ۔ مادہ۔

= مُهْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِهْتَدَاءٌ (اِفْتَعَالٌ) مصدر۔ ہدایت یافتہ، ہدایت پانے والے۔

۱۵۸:۲ = شَعَائِرُ۔ شَعِيرَةٌ کی جمع ہے شَعِيرَةٌ بُرُوزٌ فَعِيلَةٌ بمعنی مَفْعَلَةٌ ہے شَعْرَةٌ کے معنی

نشانی کے ہیں۔ شَعَائِرُ اللّٰہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی نشانیاں۔ شَعَائِرُ اللّٰہ عرفِ شریعت میں عبادت

کے مکانات اور زمانوں اور علامات کو کہتے ہیں۔ مکاناتِ عبادت جیسے کعبہ۔ عرفہ، مزدلفہ، جبرات ثلاث

صفا مروہ۔ منیٰ وجمع مساجد وغیرہ۔ زمانے (اوقات) جیسے رمضان اور اشہر حج۔ عیدین۔ جمعہ۔ اور علامت

جیسے اذان، اقامت، نماز باجماعت وغیرہ۔

= اِعْتَمَرَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْتَمَارٌ (اِفْتَعَالٌ) مصدر اس نے عمرہ کیا۔ عمرہ زیارتِ بیت

اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے



اور طوافِ کعبہ کرے۔ اور صفا و مروہ کے بیچ دوڑے۔ پھر حجامت کر اگر احرام اتار دے۔

= حَجَّ - ماضی واحد مذکر غائب - حَجَّ و حَجَّجَ - مصدر (باب نصر) قصد کرنا۔ زیارت کے لئے جانا، حج کرنا  
= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا - جُنَاحٌ - جُنُوحٌ (باب فتح) - نَصَرَ - ضَرَبَ سے ماخوذ ہے  
جنم اذا مال عن القصد المستقيم یعنی مقصد مستقیم سے دوسری جانب مائل ہونا۔ پس وہ گناہ جو حق سے  
دوسری طرف مائل کر دے جُنَاحٌ ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ - پس نہیں ہے گناہ اس پر۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔  
يَطَّوَّفَ - مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) صیغہ واحد مذکر غائب کہ وہ طواف کرے یعنی سعی کرے يَطَّوَّفَ  
اصل میں يَتَطَوَّفُ (باب تفعّل) تَطَوَّفُ سے تھا۔ تاء کو طاء میں مدغم کیا گیا۔ ترجمہ ہوگا۔ نہیں ہے اس پر  
گناہ کہ وہ ان دونوں (صفا و مروہ) کے درمیان سعی کرے۔

شانِ نزول اس آیت کا اس طرح ہے کہ صفا و مروہ پر آساف و نائلہ دو بہت تھے۔ آساف صفا پر تھا اور  
نائلہ مروہ پر۔ اہل جاہلیت ان بتوں کی تعظیم کے لئے صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا کرتے تھے۔ جب اسلام کا ستارہ  
چمکا تو مسلمان صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے ان بتوں کی وجہ سے احتراز کرتے تھے اور نفرت کرتے تھے  
ادھر انصار قبل از اسلام منات بہت کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور اس کے سامنے پکار کر دعا کیا کرتے تھے  
اس لئے انصار بھی صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے سے کراہت کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کے باب  
میں یہ آیت نازل فرمائی (منظہری) مسلمانوں کو حکم ہوا کہ صفا و مروہ کے درمیان جو تم سعی کیا کرتے تھے اسے  
جاری رکھو۔ یہ ایک نیک کام ہے اس کے جاری رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ احناف کے نزدیک صفا و مروہ کے  
درمیان سعی واجب ہے۔

= تَطَوَّعَ - اس نے خوشی سے نیکی کی۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَطَوَّعَ (تَفَعَّلَ) مصدر سے۔ جس کے  
معنی اصل میں تو نیکی میں تکلف کرنے کے ہیں۔ مگر عرف میں جو چیزیں کہ لازم اور فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ  
ان کے بجالانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔

= شَاكِرٌ - شَاكِرٌ - شَاكِرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جب شکر سے متصف کیا جائے  
تو اس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام فرمانا اور جو کچھ عبادت انہوں نے ادا کی ہے اس کی جزا دینا مراد ہے  
یہاں شاکر بمعنی قد دان - حق ماننے والا۔

= فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ الْخ جملہ شرطیہ ہے اور فَإِنَّ اللَّهَ... الخ جواب شرط ہے۔ اسی طرح مَنْ  
تَطَوَّعَ... الخ جملہ شرطیہ ہے اور فَإِنَّ اللَّهَ... الخ جواب شرط۔

۲: ۱۵۹ = يَكْتُمُونَ - فعل مضارع جمع مذکر غائب کَتَمَ مصدر۔ باب نصر۔ وہ چھپاتے ہیں۔ فعل بانال  
مَا أَنْزَلْنَا اس کا مفعول من الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَى بیان مَّا۔ مِنْ بَعْدِ مَا مُتَعَلِّقٌ ہے يَكْتُمُونَ کے



فِي الْكِتَابِ مُتَعَلِّقٌ هِيَ بَيِّنَاتٌ سَبَّحُوهُ صَلَواتُہٗا اپنے موصول الذِّیْنَ کا۔ پھر موصول وصلہ مل کر ان کا اسم ہوا۔

= بَيِّنَاتٌ۔ بَيِّنَاتٌ۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ ہے۔

= فِي الْكِتَابِ۔ اِیٰ فِی التَّوْرَةِ مِنْ صِفَةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم۔ کتاب یہاں مراد توراہ ہے۔ جس میں نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق واضح بیان موجود ہیں۔ اور النَّاسِ سے مراد علماء بنی اسرائیل ہیں۔ بعض کے نزدیک کتاب مراد تمام کتب آسمانی ہیں جو مختلف انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئیں اور النَّاسِ سے مراد جمیع علماء ہیں۔

= اُولَٰئِكَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو الکتاب میں مبینہ حقائق و ہدایت کو چھپاتے ہیں۔  
= يَلْعَنُهُمْ۔ يَلْعَنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ لَعَنَ (بَابُ فَتَحٍ) وہ لعنت کرتا ہے یا کرے گا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= اَللَّاعِنُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر لَعَنَ مصدر سے۔ اگر لَاعِنٌ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو لعنت کے معنی ہوں گے قرب یا رحمت سے دور کرنا۔ عذاب دینا۔ اور اگر اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو معنی ہوں گے بد عادیٰ۔ گالیاں دینا۔ سخت سُست کہنا۔ دھتکار کر نکال دینا۔ پھٹکارنا۔ لَعِيْنٌ بمعنی مَلْعُوْنٌ۔ (مَفْعُوْلٌ) یہاں لَاعِنُونَ سے مراد ملائکہ و مؤمنین ہیں۔

۱۶۰:۲ = اِلَّا الَّذِیْنَ..... الخ استثناء متصل ہے اور ضمیر هُمْ (جو يَلْعَنُهُمْ میں ہے) مستثنیٰ ہے  
= مَا تَبَوَّءَا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ تَبَوَّءَ (بَابُ نَصَوٍ) مصدر۔ انہوں نے توبہ کی۔ وہ باز آ گئے۔ جب تَوْبَةُ کا تعدیہ الیٰ کے ذریعہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے معنی ہوتے ہیں۔ اور جب تعدیہ عَلٰی سے ہوتا ہے۔ تو توبہ قبول کرنے کے معنی آتے ہیں۔

بندہ کا توبہ کرنا۔ معصیت کے بعد اسے چھوڑ کر نیکی اور اطاعت کی طرف واپس آنا ہے۔

= اصْلَحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِصْلَاحٌ۔ (اِفْعَالٌ) مصدر انہوں نے اپنی اصلاح کی۔ وہ سنور گئے انہوں نے اپنے کام کو درست کیا۔ انہوں نے نیک کام کئے۔

بَكِّنُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ بَكَّنِیْتُ (تَفْحِیْلٌ) مصدر انہوں نے بیان کیا۔ مطلب یہ ہے کہ علماء اہل کتاب جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتب سماویہ میں مندرج صفات کو خلاق سے دانستہ چھپا رکھتے تھے۔ اور بدیں وجہ مستوجب لعن ٹھہرے۔ ان میں سے جو توبہ کر کے اپنے اس گناہ سے باز آ گئے۔ اپنے آپ کی اصلاح کر لی۔ اور حقائق کو کما حقہ لوگوں سے بیان کر دیا (تو اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کر لیا)



= اُولَٰئِكَ - سے مراد الَّذِیْنَ تَابُوا وَاٰمَنُوْا وَبَيَّنُّوْا ہیں۔

= اَتُوْبُ عَلَیْكُمْ - اَتُوْبُ - مضارع واحد متکلم - چونکہ تعدیہ علی کے ساتھ ہیں اور فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہے اس لئے مطلب ہوا کہ میں (یعنی اللہ) ان کی توبہ قبول کر لوں گا۔ ان کو معاف کر دوں گا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔

= اَلتَّوَابُ - فَعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بہت توبہ قبول کرنے والا۔ تَوَابَتْ سے مشتق ہے اگر اس کی نسبت بندہ سے ہو۔ تو معنی ہوں گے بہت توبہ کرنے والا۔

۱۶۱:۲ = وَھُمْ کُفَّارٌ - جملہ حالیہ ہے درآں حالیکہ وہ کافر ہی تھے۔

۱۶۲:۲ = خَالِدِیْنَ فِیْہَا - خَالِدِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب - خُلُوْدٌ (باب نَصَرَ) مصدر ہمیشہ رہنے والے۔ فِیْہَا - اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب لعنة کے لئے ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ یا یہ النَّار - ہے (دوزخ) کے لئے ہے اور النَّار کو اس کی شان کی عظمت کی وجہ سے مضمر رکھا گیا ہے اور اسم کی جگہ ضمیر کو لایا گیا خَالِدِیْنَ - عَلَیْہِمْ کی ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے

= لَا یُخَفَّفُ - مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب - وہ ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ یعنی عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ لَا یُخَفَّفُ عَنْہُمُ الْعَذَابُ - یہ جملہ حال ہے ضمیر خَالِدِیْنَ سے

= وَلَا ھُمْ یَنْظُرُوْنَ - واو عاطفہ ہے۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ لَا یَنْظُرُوْنَ - مضارع منفی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اس کا مادہ ن ظ ر ہے۔ لَا یَنْظُرُوْنَ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱) مصدر اِنْتَظَرُ - مہلت دینا سے مشتق ہے اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی (اور یہی رائج ہے) ۲

۲) یہ مصدر اِنْتَظَرُ سے مشتق ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کا انتظار کیا جائے گا کہ کسی قسم کی معذرت کریں ۳) یہ مصدر نَظَرَ سے مشتق ہے بمعنی دیکھنا۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کی طرف نظر رحمت کی جائے گی ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۶۳:۲ = اِلَہُکُمْ - مضاف مضاف الیہ - تمہارا معبود۔

= اِلَہٌ وَّاحِدٌ - وَّاحِدٌ - صفت مؤکدہ ہے اِلَہٌ کی کیونکہ اِلَہٌ کی تنوین سے خود وحدت مترشح ہے۔ اور اِلَہٌ موصوف کو وحدانیت کی تاکید اور تائید کے لئے ذکر فرمایا۔ موصوف و صفت مل کر اِلَہُکُمْ کی خبر ہوئے۔

= لَا اِلَہَ اِلَّا ھُوَ - زیادتی تاکید و تقریر کے لئے ہے۔ اور یہ اِلَہُکُمْ کی دوسری خبر ہے۔

= الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ - بھی اِلَہُکُمْ کی تیسری اور چوتھی خبر ہے۔

۱۶۴:۲ = اِنَّ حَرْفٌ مشبہ بالفعل -



۱، فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

۲، وَ اِخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَ النَّهَارِ

۳، وَ الْفَلَکِ الَّتِی تَجْرِی فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ

۴، وَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ

یہ سب جملے یکے بعد دیگرے اِن کی خبر ہیں۔

۵، فَاحْیَا بِهٖ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

۶، وَ بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ

(۵) وَ تَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ

(۶) وَ السَّمَابِ الْمَسْخُورِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ

لَاٰیٰتٍ یَّقُوْمُ یُعْقِلُوْنَ۔۔۔۔۔ اسم اِن۔ (لام کو اِن کے اسم کی خبر کے بعد میں آنے کی وجہ سے لایا گیا ہے)

= اِخْتِلَافِ اللَّیْلِ وَ النَّهَارِ سے مراد دن رات کا آگے پیچھے آنا۔ ان کا چھوٹا بڑا ہونا۔ کُرْہُ اَرْضِ پر مختلف مقامات پر ان کا طوالت میں کم و بیش ہونا۔ ہے۔

= اَلْفُلْکِ۔ یہ لفظ مذکر مونث، واحد، جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کشتی، جہاز۔

= تَجْرِیْ بِہَا۔ تَجْرِیْ۔ مضارع واحد مونث غائب۔ وہ چلتی ہے۔ وہ جاری ہے۔ بِہَا میں ب تقدیر کا ہے تَجْرِیْ بِہَا۔ وہ لے جاتی ہے۔ وہ لے کر چلتی ہے۔ اور مَا موصولہ ہے۔ یَنْفَعُ النَّاسَ (جو) نفع پہنچاتی ہے لوگوں کو، یعنی اور جہازوں میں، کشتیوں میں جو چلتے ہیں سمندر میں وہ چیزیں لے کر جو لوگوں کو نفع پہنچاتی ہیں۔ سامان تجارت وغیرہ۔

= اَحْیَا بِہَا۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ (بمعنی مضارع)، وہ زندہ کرتا ہے۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ماضی

= بَثَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی مضارع) وہ پھیلاتا ہے وہ بکھیرتا ہے (باب نصر، ضَرْبَ) اصل میں بَثَّ کے معنی کسی چیز کے پراگندہ کرنے اور ابھارنے کے ہیں اس لئے ہوا سے خاک اڑنے۔ غم سے بے قرار ہونے۔ اور راز کے افشاء کرنے کے لئے بَثَّ کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً فَكَانَتْ هَبَاءً مُّثْبَثًا (۵۶-۶) پھر وہ منتشر ذرات کی طرح اڑنے لگیں۔ اور یَوْمَ یَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْرِ۔ (۱۰۱-۱۰۴) جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔

= فِیْہَا۔ اور اس سے قبل بَعْدَ مَوْتِہَا میں ہَا ضمیر واحد مونث غائب۔ اَلْاَرْضِ کے لئے ہے

= دَابَّةٍ۔ الدب اور الدَّابَّیْب (باب ضَرْب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ مذکر اور مونث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ اس میں تہ وحدت کی ہے دَوَابٌّ جمع ہے اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال ہر ذی حیات چیز کے لئے ہوا ہے۔



دَابَّةُ الْأَرْضِ۔ جس کا ذکر آیت شریفہ (۲۴: ۸۲) میں آیا ہے اس سے ایک خاص جانور مراد ہے جو قیامت سے پہلے زمین سے نکلیگا۔ (بعض کے نزدیک مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے پھٹنے سے زمین سے نمودار ہوگا) جو کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اور نشان لگا کر سچے ایمانداروں اور چھپے ہوئے منکروں کو ایک دوسرے سے ممتاز کر دے گا۔  
 = تَصْرِيفِ الرِّيَّاحِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہواؤں کا بدلنا تَصْرِيفُ (تفعیل) مصدر۔ صَرَفَ يُصْرِفُ  
 کا۔ بمعنی پھیرنا۔ بدلنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے صَرَفْنَا الذِّيَّاتِ (۴۶: ۲۷) اور ہم نے (اپنی) نشانیاں پھیر پھیر کر (بیان کر دی ہیں)

الرِّيَّاحُ۔ ریح کی جمع ہے۔

فائدہ۔ قرآن مجید میں جہاں ار سال ریح کا ذکر ہے اگر بہ لفظ جمع ہے یعنی رِیَّاح کا لفظ استعمال ہوا تو وہاں عام طور پر رحمت کی ہوائیں مراد ہیں۔ اور اگر ریح یعنی واحد کا لفظ استعمال ہوا ہے تو عذاب کے معنی مراد ہیں۔ چنانچہ رِیَّاح (جمع) کے متعلق ارشاد ہے وَارْسَلْنَا الرِّيَّاحَ لَوَاقِحَ (۲۲: ۱۵) اور ہم ہی ہوا کو چلاتے ہیں جو بادلوں کو پانی بردار کرتی ہے۔ اور اَنْ يُرْسِلَ الرِّيَّاحَ مُبَشِّرَاتٍ (۶: ۳۰) کہ ہواؤں کو اس غرض سے بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی خوشخبری پہنچائیں۔ اور سایہ (واحد) کے متعلق فرمایا اِنَّا ارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْجًا صَرْصَرًا (۱۹: ۵۴) ہم نے ان پر ایک زناٹے کی آندھی چلائی۔ اور اِسْتَدَّتْ بِهٖ الرِّيْحُ (۱۴-۱۸) اس کو سخت ہوا لے اڑی۔

= السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ۔ موصوف و صفت۔ تابع فرمان بادل (جو آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے) یعنی وہ بادل جو اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہیں جدھر اس کا حکم ہوتا ہے ادھر کو وہ چلتے ہیں۔ اور جہاں وہ چاہتا ہے برکتے ہیں۔

بعض نے السحاب کو موصوف اور المسخرین السماء والارض کو اس کی صفت لکھا ہے۔ اور ترجمہ یوں کیا ہے۔ اور بادلوں میں جو زمین اور آسمان کے درمیان مقید ہیں نہ اوپر جاتے ہیں نہ نیچے گرتے ہیں۔

سحاب اسم جنس جمع ہے۔ اس کا واحد سحابة ہے یہ مذکر بھی آتا ہے اور مؤنث بھی۔ مفرد بھی آتا ہے اور جمع بھی۔ لفظ کی رعایت سے اس کی صفت مفرد آتی ہے جیسے آیت مندرجہ بالا۔ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اور معنی کی رعایت سے جمع بھی لائی جاتی ہے جیسے وَیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۲: ۱۳) اور اٹھاتا ہے بھاری بادل۔ مذکر کی مثال جیسے آیت مذکورہ (وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ...)۔

= یَعْقِلُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَقْلُ (ضَرْب) مصدر وہ سمجھتے ہیں۔ وہ غور کرتے ہیں۔

۲: ۱۶۵۔ وَمِنَ النَّاسِ۔ میں دو حال یہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ بادل و ان براہین منیرہ کے۔ مِنْ تَبَعِیْضِہِ یعنی لوگوں میں بعض ایسے ہیں..... مَنْ بِمَعْنَى الَّذِیْ ہے۔



= يَتَّخِذُ - مضارع واحد مذکر غائب - اِتَّخَذَ (اِفْتَعَالَ) مصدر - قرار دیتا ہے - بناتا ہے -

= اَنْذَا دَا - نَذَّ کی جمع ہے - نظیر مثل، نذ اور مثل میں فرق یہ ہے کہ مثل عام ہے اور نذ خاص - مثل کا استعمال

ہر قسم کی شرکت کے لئے ہوتا ہے - صوفیائے کرام نے اَنْذَا دَا کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ کل ماکان مشغلاً عن

اللہ مانعاً عن امتثال امرہ : ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے اور اس کے احکام کی تعمیل سے روک دے

وہ اَنْذَا دَا ہے خواہ وہ بت ہوں گمراہ رئیس ہوں مال و دولت ہو، اولاد ہو - علم و فن - لیکن نَذَّ کا استعمال صرف کسی شے کی

ذات اور جوہر میں شریک ہونے کے لئے ہے -

= يُجِئُونَهُمْ - مضارع - صیغہ جمع مذکر غائب - باب افعال سے - اِنْجَابٌ مصدر - هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

جس کا مرجع اَنْذَا دَا ہے -

= كَحُبِّ اللّٰهِ - میں کاف تشبیہ کا ہے -

= اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ - اَشَدُّ شِدَّةً سے افعال التفضیل کا صیغہ ہے اَشَدُّ کا متعلق محذوف ہے - تقدیر کلام

یوں ہے اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ مِنْ هُوَ لَدِيٍّ لِّلَّذِيْ لَا يَدْرِيْ مَنْ مِّنْهُمُ يَكْفُرُ بِاللّٰهِ - جو محبت (میلان قلب) ہے وہ

مشرکین کی غیر اللہ سے محبت سے کہیں زیادہ ہے -

= لَوْ حَرَفٌ شَرْطٌ ہے جس کا جواب محذوف ہے -

= يَرَى - فعل مضارع واحد مذکر غائب - اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں -

۱، اس فعل کا فاعل أَحَدٌ محذوف ہے ترجمہ ہوگا - اگر کوئی دیکھے ان لوگوں کو جو ظالم ہیں اس صورت میں اَلَّذِيْنَ

ظَلَمُوا فعل یرى مفعول ہوگا -

۲، یرى کا فاعل اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا - اگر ظالم لوگ دیکھ پاتے یا جان جاتے -

= اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ - ظرف زمان ہے فعل یرى کا - جب دیکھیں گے وہ عذاب (جو ان کو ملے گا)

= اَنَّ الْقُوَّةَ ..... شِدَّةٌ الْعَذَابِ مفعول یرى کا (۲) کی صورت میں -

لَوْ کا جواب محذوف ہے - محذوف جواب عبارت کے سیاق و سباق کے مطابق ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں

کیونکہ حذف میں تعیین تو ہوتی نہیں مثلاً یہاں جواب محذوف ہے - لَمَّا اَتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَنْذَا دَا (تو ہرگز

اس کے یعنی اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے) بھی ہو سکتا ہے اور لَوْ قَعُوا مِنَ الْحَسْرَةِ وَالْاُذَى

فیمالا یکاد یوصف - تو ناقابل بیان حسرت و ندامت کا شکار ہو جاتے -

مندرجہ بالا تقریر پر آیت کے معنی ہوں گے ۱، اگر ظالم لوگ عذاب اور مصائب دنیوی دیکھتے وقت یہ جانتے

کہ تمام قوت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ شدید العذاب ہے تو ہرگز من دون اللہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے

اور نہ اور کسی سے محبت کا دم بھرتے - (۲) اگر یہ ظلم کرنے والے قیامت کے دن عذاب دیکھتے وقت یہ بات



جائیں گے کہ تمام قوت اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہ اشد العذاب ہے تو سخت نادوم ہوں گے۔

= فائدہ۔ کُوَيِّرُ اور اِذْيَرُونَ میں کُو اور اِذ یہاں مستقبل کے لئے آئے ہیں۔ حالانکہ یہ ماضی پر استعمال ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے کلام میں تو مستقبل بھی مثل ماضی کے ہے جیسے ماضی کا وقوع یقینی ہوتا ہے اسی طرح اللہ کے نزدیک مستقبل کا وقوع بھی یقینی ہے۔

یہاں کُو بمعنی کاش (حرف تمنیٰ) بھی ہو سکتا ہے۔

۱۶۶:۲ = اِذْ تَبَرَّأْ۔ اِیْ اِذْ کَرِ الْوَقْتَ اِذْ تَبَرَّأْ۔ یاد کرو اس وقت کو کہ حیب بیزاری ظاہر کریں گے۔

= تَبَرَّأْ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَرَّؤُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ (یہاں جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے) اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بَوَّیُّ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُهُ (۹:۳) کہ خدا ان مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی دان سے دست بردار ہے

الْبُرْءُ۔ الْبُرَاءُ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں۔ جیسے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرْضِیِّ میں تندرست ہوا۔ بَرَّءْتُكَ وَابْرَءْتُكَ۔ میں نے اس کو ہمت سے بری کر دیا۔ دَجَلٌ بَرِیٌّ پاک اور بگینا آدمی۔ بَرَّءٌ۔ مادہ۔

= اُتَّبِعُوا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِتَّبَاعٌ مصدر (اِفْتَعَالٌ) جن کی پیروی کی گئی۔ پیشوا لوگ اِتَّبَعُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ جنہوں نے پیروی کی۔ جنہوں نے اتباع کیا۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے معبودانِ باطل خود اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

= وَرَاَوْا الْعَذَابَ۔ داؤدِ حالیہ ہے اِیْ تَبَرَّؤْ وَ اِنِّیْ حَالٌ رَّءِیْتَهُمُ الْعَذَابَ وہ بیزاری کا اظہار کریں گے درآسمان لیکہ وہ عذاب دیکھ رہے ہوں گے۔

= وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ السَّبَابُ۔ داؤدِ عاطفہ ہے۔ تَقَطَّعَتْ۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب تَقَطَّعُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ کٹ گئی۔ ٹوٹ گئی۔ السَّبَابُ۔ جمع سَبَبٍ کی۔ رسیاں۔ ذرائع۔ سبب اس رستی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ درخت پر چڑھا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ہر اس شے کا نام سبب ہوا جو کسی دوسری شے کے توصل کا ذریعہ ہو۔ یہاں آیت شریف میں اسباب سے مراد نفع کی توقع۔ دفع ضرر کی تمنا۔ قرابت دوستی وغیرہ۔ قیامت کے روز یہ سب اسباب منقطع ہو جائیں گے۔ جاتے رہیں گے۔ = بِهِمْ میں بَ عَنْ کے معنی میں بھی ہو سکتی ہے بِهِمْ اِیْ عَنْهُمْ اور ب سبب بھی ہو سکتی ہے۔ اِیْ تَقَطَّعَتْ بِسَبَبٍ کُفْرِهِمْ یعنی یہ قطع تعلق بسبب ان کے کفر کے ہوگا۔

۱۶۷:۲ = کُو۔ یہاں بمعنی لیت (حرف تمنیٰ) ہے اِیْ کاش۔

= کَرَّةً۔ کَرَّ۔ کسی طرف مڑ جانا۔ جھک جانا۔ لوٹ جانا۔ کَرَّ کے بعد کَرَّةً وحدت کی ہے جس کے معنی



ایک بار۔ کثرۃ۔ ایک بار لوٹا۔ ایک بھیرا۔ ایک واپسی۔ دشمن پر یکبارگی حملہ کرنے کو بھی اسی مناسبت سے کثرۃ کہتے ہیں کثرتاً بار بار لوٹ، لوٹ کر دشمن پر حملہ کرنے والا۔ سورۃ الملک میں ہے ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (۴:۶۶) پھر نگاہ کو دوسری بار ڈال۔ پھر دوبارہ (غور سے) نگاہ ڈال۔

= فَذَنْبًا۔ ف تمنیٰ کے جواب میں ہے۔ فَتَبَرَّأَ مضارع منصوب کا صیغہ جمع متکلم منصوب بوجہ جواب تمنیٰ کیونکہ کثرۃ بمعنی کثرت لیا ہے۔ نصب علی جواب التمنی لانّ لو فی معنی التمنیٰ والمعنی لیت لنا کثرۃ فذنبوا۔ (مدارک التنزیل) مطلب آیت کا ہے اے کاش میں ایک بار پھر دنیا میں جانا نصیب ہو کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی (دنیا میں) ان سے بیزار ہوں۔

= کَمَا میں کاف حرف تشبیہ کا ہے اور ما موصولہ ہے۔ اسی طرح جیسے یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔  
= كَذَلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ ذلک اسم اشارہ بعید۔ اس میں ذ۔ اسم اشارہ ہے۔ اور ک حرف خطاب ہے اسی طرح  
= يُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَيْهِمْ۔

یُرِیٰ مضارع۔ جمع مذکر غائب اِراءۃ (افعال) مصدر وہ دکھائے گا۔ هِمٌّ۔ یُرِیٰ کا مفعول اول۔ (ہمہ) کا مرجع مشرکین معبودانِ باطل کے پیروکار ہیں) أَعْمَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی۔ اور اگر یُرِیٰ افعالِ قلوب ہے تو حَسَرَاتٍ اس کا تیسرا مفعول ہو جائیگا۔ ورنہ حال ہوگا (تفسیر مظہری)

= دَمَا هُمْ بِخُرْجَيْنِ رِثَ النَّارِ۔ خُرْجَيْنِ۔ اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔ اور وہ کبھی دوزخ سے نہ نکلیں گے۔ وَمَا هُمْ بِخُرْجَيْنِ اصل میں مَا یَخْرُجُونَ تھا۔ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ اس لئے بنایا گیا کہ بطور مبالغہ یہ سمجھا جائے کہ جہنم میں ہمیشہ ہی کے لئے رہیں گے۔ اور اس لئے کہ نجات اور خلاصی پانے سے بالکل مایوس ہو جائیں۔ جملہ فعلیہ میں اتنا مبالغہ نہیں۔  
۱۶۸:۲ = حَلَالًا طَيِّبًا۔ حَلَالًا۔ مفعول ہے کُلُوا کا طَيِّبًا صفت ہے حَلَالًا کی۔ پاک، ستھرا، حلال۔

= لَا تَتَّبِعُوا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر، تم پیروی مت کرو۔ اتَّبَاعٌ۔ (افتعال) مصدر۔  
= خُطُوتِ الشَّيْطَانِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ خُطُوتِ جمع ہے خُطُوۃ کی۔ وہ فاصلہ جو دو قدموں کے درمیان ہو۔ خُطُوۃ ایک بار قدم اٹھانا۔ خطو مادہ۔ خُطُوتِ الشَّيْطَانِ سے مراد شیطانی راستے ہیں مطلب یہ ہے کہ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو

= عَدُوٌّ مُّبِينٌ۔ موصوف و صفت۔ کھلا دشمن۔ مُبِينٌ۔ اَبَانَ مُبِينٌ۔ اِبَانَةٌ۔ (باب افعال) اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اِبَانَةٌ۔ ظاہر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کرنے والا۔ بین مادہ۔ اس سے باب افعال تفعیل، استفعال۔ لازم بھی آتے ہیں اور متعدی بھی اسی لئے مُبِينٌ کے معنی ظاہر بھی ہیں ظاہر کرنے والا بھی۔



= السُّوء - سُوء - در اصل اس شے کو کہتے ہیں جو انسان کو غمگین کرنے والی ہو۔ برائی، آفت، گناہ، بُرا کام۔  
عیب - یہ سب سو میں شامل ہیں۔

= الْفَحْشَاءُ - بِأَسَاء کے وزن پر مصدر ہے۔ فُحِشٌ - مادہ - الْفَحْشَاءُ وہ قول یا فعل جس کی بُرائی کھلی ہوئی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا بُرا لگے۔ بُرا کام، بے حیائی کا کام، زنا۔ قرآن مجید میں مختلف معانی میں مستعمل ہے مثلاً وہ کام جو شرعاً بُرا ہو، بخل، بیحیائی، زنا۔ امر قبیح۔

= وَأَنْ تَقُولُوا - میں اَنْ مصدر یہ ہے۔ واو عاطفہ ہے۔ اور جملہ کا عطف السُّوء پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ اور تمہیں السُّوء - الْفَحْشَاءُ اور خدا پر ایسی باتیں بنانے کا حکم دیتا ہے جن کا تم کو کوئی علم نہیں۔ یعنی جو تمہاری من گھڑت ہیں اور لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ان کو احکام خداوندی سمجھنے لگتے ہو۔ تَقُولُوا - قَوْل - کاملہ جب علی کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کے خلاف گھڑ لینا۔ کسی پر بہتان لگانا مَالًا تَعْلَمُونَ - علم سے یہاں مراد علم یقینی یا علم ثابت بالوحی ہے۔ پس اس وعید کے تحت میں صرف کفر کے ہی نہیں بلکہ بدعت کے اقوال بھی داخل ہو جاتے ہیں (الماجدی) لَا تَخَازِلُوا - تحلیل المحرمات تحریم الطیبات (بیضادی)

۲: ۱۷۰ = قِيلَ لَهُمْ - میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع النَّاسُ ہے جو یَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا..... میں اوپر آیا ہے۔ مَالًا تَعْلَمُونَ تک النَّاسُ سے خطاب بصیغہ حاضر تھا۔ اب ان کی طرف ناگواری کے اظہار کے لئے حاضر سے بصیغہ غائب ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور عقلاً اس سے مخاطب ہو کر کہا جا رہا ہے۔ ان احمقوں کی طرف دیکھو ہماری پسند و نفاق کیا جواب دے رہے ہیں۔

= اِتَّبِعُوا - اِتَّبَاعٌ (افتعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم پیروی کرو۔  
= مَا أَنْزَلَ اللَّهُ - اِی الْقُرْآن -

= بَلْ حُرُوفُ اضْرَابِ ہے۔ یہاں ما قبل کا ابطال اور ما بعد کا اثبات مقصود ہے۔ یعنی ہم مَا أَنْزَلَ اللَّهُ کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ مَا الْفَيْنَا عَلَيْنَا اِبَاءَنَا کی پیروی کریں گے۔

= مَا الْفَيْنَا - ما موصولہ ہے۔ الْفَيْنَا - ماضی کا صیغہ جمع مکمل ہے۔ اِلْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ الْفَيْنَا بمعنی وجدنا ہم نے پایا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے وَالْفَيْنَا سَيِّدًا هَٰذَا الَّذِي الْبَابُ (۲۵: ۱۲) اور دونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کو پایا۔ نفی مادہ۔

= اَدَّكَ كَانَ اِبَاءَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا - الف استفہامیہ ہے واو عاطفہ ہے تو حرف شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر یوں ہے۔ اَيَّتَبَعُوا نَحْمُ دَكُ كَانَ اِبَاءَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا۔ کیا وہ (پھر بھی) اپنے آباؤ اجداد کا اتباع کریں گے۔ اگرچہ ان کے آباؤ اجداد کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں (یعنی دین کے متعلق)



= وَلَا يَهْتَدُونَ هـ دَاؤُ عَاطِفٌ هـ۔ لَا يَهْتَدُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہیں۔ یعنی نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

۱۷۱:۲ = وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً۔ اس میں الَّذِينَ كَفَرُوا کا مضاف محذوف ہے اور تقدیر کلام یہ ہے وَمَثَلُ دَاعِيِ الَّذِينَ كَفَرُوا..... الْخِ يَنْعِقُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ نَعَقٌ۔ نَعِيقٌ۔ نُعَاقٌ (باب فتح۔ ضَرَبَ) مصادر۔ فعل لازم و متعدی ہر دو میں مستعمل ہے۔ چنانچہ بولتے ہیں۔ نَعَقَ الْغُرَابُ کوئے کا کامیں کا میں کرنا۔ اور متعدی بالباء نَعَقَ بِغَنَمِهِ اس نے چیخ کر اپنی بکریوں کو ڈانٹا۔ بَعَا میں ب تعدیر کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِي۔ جملہ کا ترجمہ ہوگا۔ اور کافر لوگوں کو دعوت حق دینے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چلا چلا کر ایسی شے کو پکار رہا، جو کچھ بھی سوائے پکارنے کے اور چلانے کے نہیں سنتی۔ یعنی وہ صرف آواز کو سنتے ہیں معنی اور مفہوم کو نہیں سمجھتے دُعَاءٌ = دَعَايِدُ عُوَا کا مصدر بمعنی پکار، بلانا، دعا کرنا، مانگنا۔ دَعَاو۔ مَادَّه۔ نِدَاءً۔ نَادَى يُنَادِي کا مصدر بمعنی پکارنا۔ آواز دینا۔ نَدَى مَادَّه۔ دعا اور نداء قریباً ہم معنی ہیں۔

= صُمٌّ۔ خبر ہے جس کا مبتدا مضمرب ہے اِیْ هُمْ صُمٌّ۔ وہ بہرے ہیں (آیات کو غور سے نہیں سنتے)

= بُكْمٌ۔ خبر ثانی۔ وہ گونگے ہیں۔ (کہ کلمات خیران کی زبان سے نہیں نکلتے)

= عُمًی۔ خبر ثالث۔ وہ اندھے ہیں (کہ ہدایت کو نہیں دیکھتے)

= لَا يَعْقِلُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ یعنی چونکہ ان کی فکر و نظر میں خلل واقع ہو گیا ہے اس لئے دین کی بات سمجھتے ہی نہیں۔

۱۷۲:۲ = اَشْكُرُوا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُونَ۔ جملہ شرطیہ کو شرط کے بعد لایا گیا ہے۔ ترجمہ اگر تم صرف اسی کی ہی (یعنی اللہ ہی کی) عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔ یہاں صیغہ امر وجوب کے لئے آیا ہے نہ کہ صرف اجازت کے لئے۔

۱۷۳:۲ = اِنَّمَا۔ بعض کے نزدیک یہ کلمہ حصہ ہے بمعنی 'بس' 'سوائے اس کے نہیں کہ' لیکن حنفیوں کے نزدیک یہاں اِنَّمَا حصہ کے لئے نہیں آیا بلکہ یہ لفظ اِنَّ حرف تحقیق اور مَا کافہ سے مرکب ہے، کیونکہ اول الذکر کی صورت میں سوائے مردار اور خون کے اور کوئی شے حرام نہیں کی گئی۔ حالانکہ ان دو کے علاوہ اور بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہیں۔

= حَرَّمَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَحَرَّمَ (تفعیل) مصدر، اس نے منع کیا۔ حرام۔ ممنوع۔

حرمت والا۔ ایک ہی مادہ حرم سے مشتق ہیں۔ ماہِ ہائے حرام۔ (حرمت والے مہینے) کو حرام اسی وجہ سے

کہا جاتا ہے کہ ان میں بعض چیزوں کو حرام (ممنوع) قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ دیگر مہینوں میں حلال ہیں۔



== اَلْمَيْتَةُ = مردار جس کو شریعت نے کھانے کے قابل نہیں قرار دیا۔ تفسیر حقانی میں ہے اَلْمَيْتَةُ بروزن فَيَعْلَهُ اور اس کا اصل مَيْتُوْتَةٌ ہے پس جب کہ واؤ اور ی جمع ہوئے اور اول ساکن تھا تو واؤ کو ی میں بدل دیا۔ پھر ی کو ی میں مدغم کر دیا۔ لیکن کثرت استعمال سے اس کو بالتخفیف پڑھنے لگے۔ ورنہ دراصل مشدد ہے۔ لغت میں میتہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بطور معمول ذبح کئے بغیر مر جائے یا مارا جائے۔

== وَمَا أَهْلٌ بِهِ لَخَيْرٌ لِلَّهِ وَآءِ عَاطِفٍ مَا مَوْصُولٌ = اُھِلٌّ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب اِھْلَالٌ (افعال) مصدر۔ جس کے معنی ہلال دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں۔ پھر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ ولادت کے وقت بچے کے رونے اور حاجیوں کے لبیک لبیک کہنے کو بھی اہلال کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی اہلال مکے وہی لغوی اور عرفی معنی یعنی نامزد کرنا۔ آواز لگانا اور ذکر کرنا مراد ہیں۔ ترجمہ۔ اور وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔

= فَمَنْ فِي فاء عاطفہ اور مَنْ شرطیہ ہے۔

= اَضْطَرَّ = ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاچار کیا گیا۔ وہ بے بس کیا گیا۔

اِضْطَرَّ (افعال) مصدر۔ جس کے اصل معنی انسان کو کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ضرر مادہ اِضْطَرَّ اصل میں اِضْطَرَّ تھا۔ ت کو ط سے بدل دیا گیا ہے اِضْطَرَّ ہو گیا۔

= غَيْرَ بَاغٍ حال ہے اور وَلَا عَادٍ اس پر معطوف ہے۔ فَمَنْ اَضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ جواب شرطیہ ہے۔ بَاغٍ بَغِيَ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بَاغٍ اصل میں بَاغِيٌّ (ناقض یاتی) تھا ضمہ ی پر دشوار تھا۔ ی کو ساکن کیا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ی اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ بَاغٍ ہو گیا۔ بمعنی حد سے نکل جانے والا۔ حکم عدولی کرنے والا۔ عَادٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے عَادُوْ (باب نصر) عُدُوْانٌ مصدر جس کے معنی ظلم کرنے یا حد سے بڑھنے کے ہیں عَادٍ اصل میں پہلے عَادُوْ تھا۔ واؤ کو یا سے بدلا عَادِيٌّ ہو گیا۔ ی کو گرا دیا۔ عَادِرہ گیا (قاعدہ ہے کہ جو واؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ یار ہو کر گر پڑتی ہے)

فَمَنْ اَضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ میں بغاوت و عدوان کا تعلق کھانے سے ہے باغی کا یہ مطلب ہے کہ بے حکمی نہ کرے یعنی نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور عادی کے معنی ہیں کہ زیادتی نہ کرے۔ یعنی بقدر ضرورت کھائے۔ تقدیر آیت یہ ہے۔ فَمَنْ اَضْطَرَّ فَآكَلْ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ۔ پس جو عاجز ہوا یا لاچار ہو گیا۔ در آئنا لیکہ وہ نہ باغی حکم عدولی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (بقدر ضرورت کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔

= غَفُوْرًا۔ غُفْرَانٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے (باب ضَرْب) بہت بخشنے والا۔ (کہ بعض حالات میں



جرائم پر بھی مواخذہ نہیں کرتا (مَرَحِيمٌ)۔ (ایسا شفقت والا کہ تشنگی کے موقع پر آسانی بہم پہنچا دیتا ہے)  
۱۷۴:۲ = يَكْتُمُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب كَتَمَ (باب نصر) مصدر وہ چھپاتے ہیں یا چھپا  
لیتے ہیں۔

= مَا أَنْزَلَ اللَّهُ۔ میں ما موصولہ ہے مِنَ الْكِتَابِ۔ ای فی الکتب فی صفة محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم۔ یعنی ان کی الہامی کتاب توراۃ یا انجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے  
متعلق جو نازل ہوا تھا اس کو چھپا لیتے ہیں یا مِنْ تَبْعِيضِهِ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی یہود توراۃ میں بعض تعلیمات و  
حقائق کو چھپا لیتے تھے اور اس سے مقصود ان کا دنیاوی نفع کمانا ہوتا تھا۔  
= يَشْتَرُونَ بِهِ۔ مضارع جمع مذکر غائب اشْتَرَاءً (افْتَعَالٌ) مصدر وہ بدلہ میں لیتے ہیں یا حاصل  
کرتے ہیں۔ بہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کتمان حقیقت ہے یا یہ ضمیر مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ  
الْكِتَابِ کی طرف عائد ہے۔

= ثَمَنًا قَلِيلًا۔ موصوف، صفت، مقوڑی قیمت، حقیر معاوضہ  
= وَلَا يُزَكِّيهِمْ۔ واو عاطفہ، لَا يُزَكِّيْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب، وہ پاک نہیں کرے گا۔ تَزْكِيَةٌ۔  
(تفعیل) مصدر۔ هِمُّ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور نہ ہی وہ ان کو پاک کرے گا۔ یعنی نہ ہی اللہ تعالیٰ اپنی  
معفرت سے ان کے گناہ معاف کرے گا۔

= عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ موصوف صفت۔ دردناک، دکھ دینے والا۔ فَعِيلٌ بمعنی فاعِلٌ ہے۔  
۱۷۵:۲ = أُولَٰئِكَ یہی ہیں وہ لوگ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔

= نَمَّا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ۔ مَا استفہامیہ ہے اور بمعنی تو بیخ آیا ہے۔ ای مالذی صبرہد  
دای شئ حَسَرَهُمْ عَلَى النَّارِ۔ تَرَکوا الحق وابتعوا الباطل۔ دوزخ کا عذاب جھیلنے پر انہیں  
کس نے صبر دیا اور کس شے نے انہیں اس کی جسارت دلائی کہ حق کو ترک کر کے باطل کے تابع ہو گئے۔  
یا مَا بمعنی تعجب ہے۔ تعجب ہے ان کے حال پر کہ حق کو ترک کر کے اس جرات صبر اور بیباکی سے عذاب  
جہنم کے لئے تیار ہیں۔ کیا ہی ان کا صبر ہے جہنم کے عذاب کو جھیلنے کا۔ اس صورت میں یہ افعال تعجب میں  
سے ہے (مَا أَفْعَلَهُ دَافِعٌ بِهِ۔ افعال تعجب کے دو صیغے ہیں)

= ذَٰلِكَ۔ ای مجموع ما ذکر من احل النار وعدم التكليم والتزكية والعذاب المرتب  
على الکتاب مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ۔ یعنی ان کا اپنے پیٹوں کو دوزخ کی آگ سے بھرنا۔ خداوند کریم  
کا ناراضگی سے ان سے کلام تک نہ کرنا۔ اور نہ ہی ان کے گناہوں کی مغفرت کر کے ان کو پاک کرنا اور دردناک  
عذاب میں مبتلا کرنا سب ہی اس میں شامل ہیں۔



= ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ط میں ب سببیہ ہے۔ اسی ذٰلِكَ الْعَذَابُ لِسَبَبِ  
اَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَرَفُضُوْهُ بِالْتَكْذِیْبِ۔ یہ عذاب ان پر بدیں سبب نازل ہونے کہ  
اللہ تعالیٰ نے تو کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا مگر انہوں نے اس کی تکذیب کرتے ہوئے اس کو  
چھوڑ دیا۔ الکتاب سے مراد توراۃ بھی ہو سکتی ہے اور القرآن بھی۔ یا مطلق کتاب مراد ہے کہ جو توراۃ و  
قرآن و دیگر کتب سماویہ کو شامل ہے۔

= فی الْکِتَابِ میں الْکِتَابِ میں الْف لام یا تو جنس کا ہے۔ اور اختلاف کے معنی یہ ہیں کہ کتاب کے بعض حصے  
پر تو ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا۔ یا الْف لام عہد کا ہے۔ اور اس صورت میں اشارہ یا تو توراۃ کی  
جانب ہے اور یا القرآن کی طرف۔  
= لَفِیْ میں لام تاکید کا ہے۔

= شِقَاقٍ اَلْعِیْدِ ط موصوف، صفت۔ الشَّقُّ شِکَاف کو کہتے ہیں۔ پھاڑ کر برابر دو ٹکڑوں میں کرنا۔  
شَقَّقْتُهُ بِنِصْفَیْنِ میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ ڈالا۔ چیرنا، پھاڑنا۔ جیسے ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ  
شَقًّا (۲۶: ۱۸۰) پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ (باب انفعال) اِنْشِقَاقٌ لازم آتا ہے اِذَا السَّمَاءُ اِنْشَقَّتْ  
(۸۴: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔

باب فِعَالٌ سے اَلشِّقَاقُ اور باب مفاعلة سے مُشَاقَّةٌ بمعنی مخالفت کرنا۔ دشمنی کرنا ہے اس  
صورت میں شِقَاقٌ بمعنی مخالفت، باہم دشمنی، مقابلہ، باہم ضد بازی ہے۔ جملہ کا مطلب ہو گا کہ وہ  
وہ ضد میں آکر (نیکی سے) دور ہو گئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے مخالفت میں دور نکل گئے ہیں  
ان کی باہمی مخالفت و عناد کا پاٹ طویل ہو گیا ہے۔

۲: ۱۷۷ = اَلْبَرُّ یہ بَحْرُ کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی خشکی کے ہیں پھر معنی وسعت کے لحاظ سے  
اس سے اَلْبَرُّ مشتق کیا گیا جس کے معنی وسیع پیمانہ پر نیکی کرنے کے ہیں اس کی نسبت کبھی اللہ  
تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ (۲۸: ۵۲) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے  
اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهُ، بندے نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی بَرٌّ وَبَارٌّ  
اسم صفت۔ اَبْرَارٌ وَبَرَرٌ جمع، نیک، نیکوکار۔ اطاعت شعار۔ اچھا سلوک کرنے والا۔ هُوَ بَرٌّ وَبَارٌّ  
بِوَالِدَيْهِ۔ وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا ہے۔

= اَنْ تُوَلُّوْا میں اَنْ مصدر یہ ہے۔ تُوَلُّوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی اَنْ کے عمل سے  
گر گیا ہے۔ تَوَلَّیَ (تفعیل) مصدر یہ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھرنے دونوں  
معنی کے لئے آتا ہے۔ جیسے اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهُکُمْ (آیت ہذا) کہ تم اپنے منہ کرو۔ پہلے معنی میں آیا ہے اور



لَعَدَا أَنْ تَوَلَّوْا مَذْبِذِينَ (۵۴: ۲۱) جب تم جاچکو گے پیٹھ پھیر کر۔ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= قِبَلَ - الْجِهَةُ (المعجم الوسيط) طرف - سمت، مقابلہ - طاقت (قاموس القرآن) جہت کے معنی میں آیت ہذا میں مستعمل ہے لَئِنْ الْبَرَّانُ تَوَلَّوْا دُجُوْهُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ - نیکی (بس یہی) نہیں کہ (نماز میں) تم پھر لو اپنے رُخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ - (۳۶: ۷۰) تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمہاری طرف دوڑتے چلے آئے ہیں۔

قِبَلَ - بمعنی طاقت و قدرت بھی آیا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَلَنَّا تَرَيْنَهُمْ بِجُنُودٍ لَّ قِبَلِ لَئِمٍ بِهَآ - (۳۷: ۲۷) ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجیں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

قِبَلَ تقدم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ لَعَدَا کی ضد ہے۔ باب تفعل سے بمعنی قبول کرنا قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔

= وَالَّذِينَ الْبَرَّانَ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ..... الْخ الْبَرَّ - منصوب بوجہ عمل الْكَتَبَ ہے الْبَرَّ کی دو صورتیں ہیں (۱) الْبَرَّ - نیکی - بھلائی، نیکی کرنا (باب سَمِعَ) مصدر بمعنی فاعل بطور مبالغہ آیا ہے۔ اور تقدیر عبارت یوں ہے وَالَّذِينَ الْبَرَّانَ اٰمَنَ ..... الْخ وَلٰكِنْ نَّيْكَى كَرْنِ وَالَا دِهْ ہے جو اللہ پر ایمان لایا ..... الْخ

(۲) اٰمَنَ بِاللّٰهِ (مضاف الیہ) کا مضاف مقدر ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے وَالَّذِينَ الْبَرَّانَ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ..... الْخ بَلْكَ اَصْل نَّيْكَى تُوَاسْ كِی ہے جو اللہ پر ایمان لایا ..... الْخ = اَلْحَ - ماضی واحد مذکر غائب - اِیْتَاؤُ (افعال) مصدر - اس نے دیا۔

= عَلٰی حُبِّہ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں (۱) اس کا مرجع اَلْمَالُ ہے یعنی مال کی محبت ہوتے ہوئے بھی اس نے اس کو دیا۔ یا خرچ کیا۔ (۲) اس کا مرجع اللہ ہے یعنی اللہ کی محبت میں اس نے مال خرچ کیا (۳) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ضمیر مصدر اِیْتَاؤُ (دینا - خرچ کرنا) کی طرف راجع ہو۔ مال کو دیا دینے کی محبت سے۔ یعنی اس کا دل خرچ کرنے سے ناخوش نہیں ہوا بلکہ خوب جی کھول کر دیا۔

= ذَوِی التَّوْبٰی - مضاف مضاف الیہ - قرابت والا - قرابت دار - نزدیکی رشتہ دار - ذُوَا - اسماء سبۃ مکبرہ میں سے ہے۔

= اِبْنُ السَّبِيلِ - راستہ کا بیٹا یعنی مسافر، راہ گزر۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے اِبْنُ السَّبِيلِ کہتے ہیں۔

فِی الرِّقَابِ - رِقَابٌ - گردنیں رَقَبَةُ کی جمع ہے۔ اِی اَلْاِی الْمَالِ فِی تَخْلِیصِ الرِّقَابِ اَذْنِی فِی الرِّقَابِ جو خرچ کرتا ہے مال کو غلام آزاد کرانے میں۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے



وَمَا آذَنَّاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ ۖ (۹۰: ۱۲-۱۳) اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی کی گردن چھڑانا۔ رَقَبَةُ اصل میں گردن کا نام ہے۔ پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور عرف عام میں یہ غلام کا نام پڑ گیا۔

= الْمُؤَفُّونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِيْقَاءُ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ پورا کرنے والے۔ پورا دینے والے۔ دَفِيْ مصدر۔ اپنا عہد پورا کرنے والے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مَنْ اٰمَنَ پر ہے۔

= عَاهَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غَائِبٌ مُّعَاهَدَةٌ (مُعَا عَلَةٌ) مصدر انہوں نے معاہدہ کیا۔ انہوں نے عہد

= اَلْبِأْسَاءِ۔ سختی، فقر، تنگ۔ پستی۔ اسم مؤنث ہے۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔ صفت نہیں ہے بعض کے نزدیک صفت ہے جو موصوف کے قائم مقام ہے۔

= الصّٰیِرِیْنَ۔ الصّٰیِرِیْنَ کو یہاں اَلْمُؤَفُّونَ کی طرح معطوف نہیں لایا گیا بلکہ فقر و مرض اور جہاد فی سبیل اللہ کے مواقع پر صبر و استقلال کو دیگر نیک اعمال متذکرہ بالا پر فضیلت کے اظہار کے لئے اسے منصوب علی الاختصاص والمدح لایا گیا ہے (نصب علی الاختصاص کے لئے ملاحظہ ہو عربی زبان کی گرامر مصنفہ ڈبلیورائٹ آرٹیکل ۳۵)

جلد دوم)

= اَلضَّرَّاءِ۔ تکلیف، سختی، تنگی، مرض، مصیبت۔ اسم ہے۔ سَرًّا اور نَعْمَاءِ کی ضد ہے۔ اَلْبِأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ دونوں مؤنث ہیں ان کا مذکر نہیں آتا۔

= وَحِیْنِ الْبَآْسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حِیْنٌ۔ بمعنی وقت۔ اَلْبَآْسِ۔ لڑائی۔ دبدبہ، سختی۔ آفت جنگ کی شدت۔ اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے ہیں مگر لڑائی اور غلبہ کے معنی میں کثرت سے مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاللّٰهُ اَشَدُّ بِاَسَادٍ اَشَدُّ تَنْكِیْلًا ط (۴: ۸۴) اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے۔ اور نرا کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔

اَلْبِأْسَاءِ اور اَلْبَآْسِ۔ مادہ ب ع س سے مشتق ہیں۔

= اَدْلٰثُكَ مندرجہ بالا اوصاف کے حامل۔

= صَدَقُوْا۔ انہوں نے سچ کر دکھایا۔ صِدْقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غَائِبٌ۔ اِی صدقوا فی الدین واتباع الحق وطلب البر۔ جو دین کے بارہ میں سچے اترے اور حق کے اتباع اور نیکی کی طلب میں کما حقہ فعال ہے۔

= اَلْمُتَّقُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِتَّقَاءُ (اِفْعَالٌ) مصدر پرہیزگار۔ تقویٰ رکھنے والے۔

گویا ایک نیک اور استباز متقی میں مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں۔

۱، جو ایمان رکھتا ہو! (۱، الشہ پر ۲، یوم آخرت پر ۳، ملائکہ پر ۴، کتاب (قرآن مجید) پر ۵، نبیوں پر۔



(۲) جو مال خرچ کرتا ہو اللہ کی محبت کی خاطر (۱) قرابت داروں پر (۲) یتیموں پر (۳) مسکینوں پر (۴) مسافروں پر (۵) سوال کرنے والوں پر (۶) غلاموں کے آزاد کرانے پر۔

(۳) جو نماز پڑھتا ہو۔

(۴) جو زکوٰۃ دیتا ہو

(۵) جو ایفاء عہد کرتا ہو

(۶) جو تنگ دستی تکلیف اور تنگ کی سختی میں صابر اور ثابت قدم رہتا ہو۔

۱۷۸:۲ = كُتِبَ عَلَيْكُمْ - كُتِبَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب - كُتِبَ وَكِتَابٌ (باب نصر) لکھنا۔ علی کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا۔ واجب کرنا۔ کہا جاتا ہے

كُتِبَ اللَّهُ عَلَى عِبَادِهِ الطَّاعَةِ وَعَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةِ - اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی ذات پر رحمت کو ضروری قرار دیا ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمْ تم کو حکم دیا ہے۔ تم پر لازم قرار دیا ہے۔ تم پر فرض کیا گیا ہے۔

= اَلْقِصَاصُ - خون کا بدلہ۔ خون بہا۔ مفعول مالم لستم فاعله

اَلْقِصَاصُ کے معنی نشان قدم پر چلنے کے ہیں۔ محاورہ ہے قَصَصْتُ اَثْرُكَ میں اس کے نقش قدم پر چلا قرآن مجید میں ہے فَارْتَدَّ اَعْلٰی اَثَارِهِمَا قَصَصًا (۶۴:۸) تودہ اپنے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے۔ اور جبکہ آیا ہے وَقَالَتْ لِاخْتِهِ قُصِّبْ (۱۱:۲۸) اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔

قصہ کو قصہ اسی لئے کہتے ہیں کہ قصہ بیان کرنے والا اصل واقعہ کی پیروی اپنے بیان میں کرتا ہے۔

= فِي الْقَتْلِ - اَلْقَتْلُ جمع ہے اَلْقَتِيلُ کی (مبعضی مقتول) فِي الْقَتْلِ - یعنی مقتولوں کے بارہ میں

= اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ - آزاد کے بدلہ میں آزاد۔ حُرٌّ - اس آزاد مرد کو کہتے ہیں جو کسی کا غلام شرعی نہ ہو۔ یہ عِبْدٌ کی

ضد ہے۔ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ - ایک غلام کا آزاد کرنا۔ حریت آزادی

= عَفِيَ لَهُ - عَفِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ عَفَا يَعْفُو (باب نصر) عَفُو - جس کے معنی آسان

حاجت سے زیادہ۔ معاف کرنا۔ ہیں۔ مَنْ عَفِيَ لَهُ - جس شخص (قاتل) کو معاف کیا ہو۔ شَيْءٌ - کچھ۔

کچھ چیز۔ مِنْ اَخِيهِ - اس کے بھائی کی طرف سے۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مقتول ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر مقتول کے بھائی (یعنی وارث) کی طرف سے قاتل کو قصاص کے سلسلہ میں کچھ

معافی دی جائے تو مقتول کے بھائی (یا وارث) کو معروف طریقہ سے (باقی قصاص) کا مطالبہ کرنا چاہئے اور

قاتل کو چاہئے کہ خوش خوئی سے وہ اسے ادا کرے اِتِّبَاعُ (اِفْتِخَالٌ) بمعنی پیروی کرنا۔ یہاں مطلب یہ



کہ معافی کے بعد باقیماندہ قصاص کا مطالبہ رائج الوقت طریقہ سے کرے اور احسان یعنی احسان مانتے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے۔ یعنی قاتل کو مقتول کے بھائی (یا وارث) کی طرف سے دی گئی معافی کا احسان ملتے ہوئے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے باقی ماندہ خون بہا ادا کرنا چاہئے۔

== تَخْفِيفٌ بَرُورٌ تَفْعِيلٌ مصدر ہے بمعنی ہلکا کرنا۔ آسانی کرنا۔ تخفیف کرنا۔

== اِعْتَدَى - ماضی واحد مذکر غائب۔ اِعْتَدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے زیادتی کی۔ اس نے حق سے تجاوز کیا۔ عدد۔ مادہ۔

۱۷۹:۲ - اُولٰٓئِہِ الذِّلْبَابُ اُولٰٓئِہِ - ولے۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بجاالت رفع اُولُو اور بجاالت نصب وجر اُولٰٓئِہِ۔ الذِّلْبَابُ - لُبُّ کی جمع بمعنی عقل۔ اُولٰٓئِہِ الذِّلْبَابُ عقل والے۔ صاحب عقل

== خَيْرًا - بہتری۔ مہلائی۔ نیک کام، نیکی۔ یہاں اس سے مراد مال ہے یہ لفظ اسی معنی میں اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے جیسے وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (۸:۱۰۰) اور وہ مال و دولت کی شدید محبت رکھتا ہے۔ یہاں خَيْرًا بمعنی مالاً کَثِیْرًا - آیا ہے۔

== الْوَصِيَّةُ - مصدر ہے۔ (باب سَمِعَ) مَرَدے کا وہ حکم جو کہ مرنے سے پہلے بعض لوگوں کے متعلق وہ دے کر مرنے والے الْوَصِيَّةُ لِلَّذِيْنَ دَانَ الْاَقْرَبٰیْنَ جملہ مفعول مالم لیم فاعل ہے اِذَا حَضَرَ اَحَدُكُمْ الْمَوْتُ متعلق الْوَصِيَّةُ ہے اِنْ تَرَكَ خَيْرَ جملہ شرطیہ ہے جواب شرط جملہ اولیٰ سے سمجھا جاتا ہے

== حَقًّا - مصدر مؤکدہ ہے اور فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اِیْ حَقٌّ ذٰلِكَ عَلٰی الْمُتَّقِیْنَ حَقًّا متقیوں یعنی خدا ترسوں پر یہ لازم کر دیا گیا

۱۸۱:۲ = فَمَنْ اَبَدَّ لَهُ - میں ضمیر کا۔ اِیْصَاءُ (نصیحت کرنا) کی طرف راجع ہے۔ اور اِیْصَاءُ الْوَصِيَّةِ میں ضمناً مذکور ہے مَنْ شرطیہ ہے اور فَمَنْ اَبَدَّ لَهُ اَبَدَّ مَا سَمِعَهُ جملہ شرطیہ ہے فَاِثْمًا اِثْمُهُ عَلٰی الدِّیْنِ یُبَدِّلُ لُذْنَهُ جواب شرط ہے پس جو کوئی وصیت کو بدل دے بعد اس کے کہ وہ اسے سُن چکا ہو تو اس کا گناہ انہی لوگوں پر ہے جو اس کو بدل دیں گے اِثْمُهُ میں کا کی ضمیر یا تو تبدیل شدہ اِیْصَاءُ کی طرف راجع ہے یا خود تبدیل کی طرف

۱۸۲:۲ = مُّوْصٍ اسم فاعل واحد مذکر اِیْصَاءُ مصدر باب (افعال) اصل میں مُّوْصٍ تھا وصیت کرنے والا = جَنَفًا = مَيْلًا عَنِ الْحَقِّ خَطَاً وَجَهْلًا - غلطی سے یا نادانستگی سے حق سے دوسری طرف جھک جانا۔ طرفدار کمی۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ مصدر ہے۔

اِثْمًا - مصدر۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ عَمْدًا ارتکاب ظلم کرنا۔

خَافَ فَعَلَ بِاَفْعَلٍ ہے۔ مِنْ مُّوْصٍ متعلق ہے خَافَ سے یہ جملہ شرطیہ ہے فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ۔



جواب شرط ہے

۱۸۳:۲ = کَتَبَ عَلَيْكُمْ - اِی فُرِضَ عَلَيْكُمْ - جیسا کہ اوپر آیت ۱۸۰-۱۷۸ میں آیا ہے۔

= الصَّیَّامُ - مفعول مالم یسم فاعله - صَامَ یَصُومُ - صَوْمٌ وَصِیَّامٌ - مصدر باب نصر الصَّوْمُ کے اصل معنی کسی کام سے رُک جانے یا باز رہنے کے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق کھانے پینے، چلنے پھرنے یا گفتگو کرنے سے ہو۔ گفتگو سے رکنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (۱۹: ۲۵) کہ میں نے خدا کے لئے روزے کی منت مانی ہے۔ یعنی کلام سے خاموش رہنے کی جیسا کہ بعد میں اسی آیت میں اس کی تفسیر یوں کی گئی ہے فَلَنْ اُکَلِمَ الْیَوْمَ الْیَسِیَّ - تو آج میں ہرگز کسی آدمی بات نہ کروں گی۔

چلنے پھرنے سے رُک جانے کے معنی میں شاعر کا قول ہے خَیْلٌ صِیَّامٌ دَاخِرٌ غَیْرُ صَائِمَةٍ کچھ گھوڑے اپنے تھان پر کھڑے ہیں اور دوسرے میدان جنگ میں ہیں  
آیت نہ ایں اصطلاح شریعت میں کسی مکلف کا روزہ رکھنے کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے عُمْدَاتِ کرنے اور جماع سے رُکے رہنے کو صیام کہتے ہیں اور یہاں صیام کے معنی رمضان کے روزے ہیں۔

= کَمَا - میں کان تشبیہ کا ہے اور مَا موصولہ - اگلا جملہ اس کا صلہ ہے۔ یہاں تشبیہ روزوں کے فرض ہونے میں ہے۔ روزوں کے دنوں کی تعداد یا ان کی کیفیت میں نہیں ہے۔

= لَعَلَّكُمْ - لَعَلَّ حرف مشبہ لفعْل ہے اور کُم ضمیر جمع مذکر حاضر، اس کا اسم شاید تم۔  
= تَتَّقُونَ مَضَارِعَ جمع مذکر حاضر اتَّقَاءُ (افتعال) مصدر تم بچتے رہو۔ تم ڈرتے رہو (ارتکاب گناہ سے) تم پر مہربان ہو جاؤ۔

۱۸۴:۲ = اَیَّامًا مَّعْدُودَاتٍ موصوف و صفت منصوب بوجہ فعل مقدر صَوُمُوا۔ (جس کا یہ مفعول فیہ ہے) چند گنتی کے دن۔

مَّعْدُودَاتٍ = اسم مفعول جمع مؤنث - مَعْدُودَةٌ - واحد - گنے ہوئے  
= فَمَنْ - شرطیہ - کَانَ کا اسم ضمیر ہے جو مَنْ کی طرف راجع ہے اور مَوَیْضًا اس کی خبر۔ معطوف علیہ اَدْ حرف عطف علی سَفَرِ معطوف موضع نصب میں ہے۔ اِیْ اَدْ کَانَ مُسَافِرًا - فَعِدَّةٌ مبتداء اس کی خبر محذوف ہے۔ اِیْ فَعَلِیْهِ عِدَّةٌ بَیْنَ اَیَّامٍ اُخْرَہ - مِنْ اَیَّامٍ اُخْرَہ صفت ہے عِدَّةٌ کی۔ پس فَمَنْ کَانَ..... عَلَى سَفَرٍ شرط ہے اور فَعِدَّةٌ مِنْ اَیَّامٍ اُخْرَہ جواب شرط ہے۔

عِدَّةٌ یہ عِدَّةٌ سے بروزن فَعِلَةٌ بمعنی مَعْدُودٌ ہے (جیسے کہ طِخْنٌ بمعنی مَطْحُونٌ ہے) پس اِیَّامًا، گنے ہوئے۔



== يُطِيقُونَهُ - مضارع جمع مذکر غائب - اِطَاقَهُ (افعال) مصدر سے - وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں، ضمیر واحد مذکر کا مرجع صیام ہے یُطِيقُونَ کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال ہیں مثلاً (۱) یُطِيقُونَ بمعنی یَطْوِقُونَ، یُكَلِّفُونَ (روزہ رکھنے میں) تکلیف محسوس کریں جو بہ تکلف و مشقت روزہ رکھ سکتے ہوں۔

(۲) یُطِيقُونَ سے پہلے لا مقدر ہے اور تقدیر یوں ہے لَا یُطِيقُونَ (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں (۳) اس کا مفہوم وہی ہے جو اِطَاقَ فُلَانٌ کا ہے۔ اِطَاقَ میں باب افعال کا ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہے اس لئے اِطَاقَ فُلَانٌ کا مطلب ہوا فُلَانٌ شخص میں طاقت نہیں ہے۔ اس سورت میں یُطِيقُونَ کا مطلب ہوگا کہ وہ اس کی (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

== فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ - فِدْيَةٌ - مبدل متہ - طَعَامُ مِسْكِينٍ مضاف مضاف الیہ ہو کر بدل ہے فِدْيَةٌ سے مطلب یہ کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ان کے ذمہ فدیہ ہے جو ایک مسکین کا کھانا ہے۔ فِدْيَةٌ مصدر - بمعنی بدلہ دینا - مال خرچ کر کے مصیبت سے چھٹکارہ حاصل کرنا - جملہ کا عطف جملہ ساقیہ پر ہے == فَعَمَلُ تَطَوُّعٍ خَيْرٌ أَوْ فَعَمَلُ خَيْرٍ لَّكَ - تَطَوُّعٌ ماضی واحد مذکر غائب تَطَوُّعٌ (تَفَعَّلَ) مصدر اس نے خوشی سے نیکی کی - اس نے شوق سے نیکی کی - تَطَوُّعٌ کے اصل معنی تو نیکی میں تکلف کے ہیں مگر عرف میں جو چیزیں کہ لازم و فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ ان کے بجالانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔

خَيْرٌ - بمعنی نیکی - بھلائی - اور خَيْرٌ بمعنی بہتر - افعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے پس جو شخص اپنی خوشی سے نیکی کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے۔

== اِنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ - میں اَنْ مصدر یہ ہے اَنْ تَصُومُوا مبتدا خَيْرٌ لَّكُمْ اس کی خبر - اور روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لئے

۱۸۵: ۲ - شَهْرُ رَمَضَانَ مَضَانٌ مضاف الیہ مل کر متبدا الَّذِي اَنْزَلَ فِيهِ الْقُرْآنَ میں الَّذِي موصول اور اَنْزَلَ فِيهِ الْقُرْآنَ صلہ اپنے موصول کا صلہ و موصول مل کر متبدا کی خبر - هُدًى لِلنَّاسِ حال ہے قرآن سے یعنی نازل کیا گیا اس ماہ میں قرآن درآ سکا لیکہ وہ سراپا ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی (وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ) اور یہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے (وَالْفُتُوتَانِ) تینوں قرآن سے حال ہیں اور سڑ و سڑ کا عطف هُدًى سڑ پر ہے۔

هُدًى - اسم و مصدر (باب ضَوِيَ) ہدایت، ہدایت کرنا - بَيِّنَاتٍ جمع بَيِّنَةٌ واحد - کھلی دلیل - واضح دلالت - الْفُتُوتَانِ - مصدر بھی ہے یعنی الگ الگ کرنا - حق کو باطل سے جدا کرنا - اور صیغہ صفت بھی ہے یعنی حق کو باطل سے جدا کر دینے والی شے - آیت نہا میں وہ دلائل مراد ہیں جو حق کو باطل سے جدا کر دینے والی ہیں اس کے علاوہ یہ لفظ قرآن مجید میں قرآن، توراۃ - دلیل و حجت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔



== فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ حِمْلًا شَرِطِيَةً اَوْ فَلْيَصُمْهُ جَوَابِ شَرْطِ شَهِدَ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے شَهِدَ مصدر سے بمعنی پانا۔ شَهِادَةٌ مصدر سے شَهِدَ بمعنی شہادت دینا ہے۔ الشَّهْرُ میں الف لام عہد کا ہے مراد رمضان کا مہینہ ہے۔ فَلْيَصُمْهُ میں ف جواب شرط کے لئے ہے لِيَصُمْ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب صَوْمٌ مصدر باب نصر (ضَمِيرٌ واحد مذکر غائب مفعول فیہ۔ اور اس کا مرجع الشَّهْرُ ہے پس وہ اس کا (رمضان کے مہینے کے) روزے رکھے۔

= مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ۔ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا۔

= اَلْيُسْرُ۔ اَلْيُسْرُ کے معنی آسانی اور سہولت کے ہیں اور یہ اَلْعُسْرُ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا (۷۶:۵۱) خدا عسریب تنگی کے بعد کشائش بخشتے گا۔

= اَلْعُسْرُ۔ تنگی، سختی۔ اَلْيُسْرُ کی ضد ہے۔

= وَ لَتَكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔ صاحب تفسیر منطہری اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں (اور تاکہ تم گنتی پوری کرو) الْعِدَّةُ میں الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر عبارت کی یوں ہے عِدَّةُ شَہْرِ رَمَضَانَ بِقَضَاءِ مَا افْطَرَمْتُمْ (یعنی تاکہ ماہ رمضان کی شمار افطار کئے ہوئے روزوں کو قضا کر کے پوری کر لو..... وَ لَتَكْمِلُوا الْعِدَّةَ کا مع اپنے معطوف وَ لَتَكْبُرُوا..... الخ کے اَلْيُسْرُ پر عطف ہے (یا تو، اس وجہ سے کہ اَلْيُسْرُ باعتبار معنی کے ماقبل کی علت ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے یہ احکام یعنی مریض اور مسافر کے لئے افطار کو مباح کرنا اور مرض کے ایام کی قدر قضا واجب کرنا اس لئے مشروع کر دیئے تاکہ تم پر سہولت ہو اور تاکہ تم ماہ رمضان کے دنوں کی گنتی افطار کئے ہوئے روزوں کی قضا کر کے پوری کر لو..... الخ یا لَتَكْمِلُوا.....) اس کے بعد اس آیت کی دیگر صورتیں بیان کی گئی ہیں)

اس صورت میں آیت یُوْبِدُ اللّٰهُ..... لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ کا ترجمہ ہوگا اور اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی کرنی اور نہیں چاہتا تمہارے لئے دشواری اور چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کر لیا کرو (افطار روزوں کی قضا پوری کر کے) اور اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تم کو سیدھی راہ دکھائی اور تاکہ تم احسان مانو (یعنی تاکہ تم روزہ کے واجب ہونے پر شکر کرو اس لئے کہ وہ درجات کے ملنے کا ذریعہ ہے اور مریض اور مسافر کے لئے افطار کے مباح ہونے پر شکر کرو کہ اس میں تمہارے لئے تخفیف اور رخصت ہے۔ تَكْمِلُوا۔ تم پورا کرو، تم مکمل کرو۔ اِكْمَالُ (افعال) مصدر۔ سے مضارع جمع مذکر حاضر نون اعرابی لام کے آنے سے حذف ہو گیا۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ کا عطف لِتَكْبُرُوا اللّٰهُ پر ہے۔

= رَمَضَانَ۔ رَمَضَانَ کا مصدر ہے جو جلنے اور سوختہ ہونے کے لئے آتا ہے پھر اس کی طرف شَہْرِ کی انشاء کی گئی۔ اور اسے علم قرار دیا گیا۔ اس ماہ کو رمضان سے یا تو اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس ماہ میں مہبوک پیاس کی



سوزش سے روزہ دار سوختہ ہو جاتا ہے یا اس لئے کہ گناہ اس میں جل جاتے ہیں اور یا اس لئے کہ جب لوگوں نے قدیم زبان سے مہینوں کے نام منتقل کئے تو یہ مہینہ سخت تمازت کے زمانہ میں واقع ہوا۔ (بیضاوی) لیکن صحیح یہ ہے کہ علم تقویم میں یہ قمری سال کے ایک مہینہ کا نام ہے۔

۱۸۶:۲ = وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ - إِذَا نَظَرَ زَمَانٌ هُوَ سَأَلَ فَعَلَ ضَمِيرُ مَفْعُولٍ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ حَاضِرٌ - عِبَادِي - مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل بمعنی جار مجرور مل کر متعلق فعل - إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي - جملہ شرطیہ - فَإِنِّي قَرِيبٌ - اِنِّي قَرِيبٌ - جواب شرط - أَجِيبُ - مضارع واحد متکلم - إِجَابَةٌ (باب افعال) مصدر بمعنی قبول کرنا - میں قبول کرتا ہوں - الدَّاعِ - بلانے والا - پکارنے والا - دُعَاءُ (دع و مادہ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بحالت رفع و جر - دَعْوَةُ الدَّاعِ - مضاف مضاف الیہ مل کر أَجِيبُ کا مفعول -

= دَعَانٍ - اصل میں دَعَانِي مَقَامًا - تَمَّ ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ حَذَفَ هُوَ كُنِيَ اَوْرَثَ وَقَايَہُ دَعَا مَاضِيٌّ كَاصِغَةٍ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ - اس نے مجھے پکارا - اس نے مجھ سے دعا کی -

= فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي - وَ سَبِيہُہُ لَيْسَتْ جِيبُوا - فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے - اسْتِجَابَةٌ (باب استفعال) ان کو چاہئے کہ میرا حکم مانیں ان کو چاہئے کہ میرا قبول کریں - اِی ۱ اِذَا دَعَوْتَهُمْ اِلَى الْاِيْمَانِ وَالطَّاعَةِ كَمَا اَنِي اَجِبْتُهُمْ اِذَا دَعَوْنِي لِحُجَّتِهِمْ - یعنی جب میں ان کو ایمان اور اطاعت کی طرف بلاؤں تو ان کو میرا حکم ماننا چاہئے جیسا کہ میں ان کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے اپنی حاجات کے لئے پکارتے ہیں اسْتِجَابَةٌ بمعنی إِجَابَةٌ (افعال) ہے - وَالْاِجَابَةُ فِي اللُّغَةِ الطَّاعَةُ فَالْاِجَابَةُ مِنَ الْعِبَادِ الطَّاعَةُ وَ مِنَ اللَّهِ الْاِثَابَةُ وَالْعَطَاءُ - لغت میں اجابت بمعنی اطاعت ہے - بندہ کی طرف سے اجابت بمعنی اطاعت اور اللہ کی طرف سے جزا عطا کرنا ہے - قرآن مجید میں آیا ہے فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (۱۹۵:۳) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی - اَوْرَثَ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ (۳۸:۸۲) اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں -

= دَلِيُوْا مَنُوْا لِي - اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے وَ اِذَا عَاطَفَ لِيُوْا مَنُوْا - امر کا صیغہ جمع مذکر غائب و رچا ہے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں

= يَرْشِدُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب رُشِدٌ (باب نصر) مصدر وہ سیدھے راہ پر آجائیں - ہدایت پاجائیں - الرُّشْدُ عَنِّيْ کی ضد ہے - اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے - قرآن مجید میں آیا ہے کہ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲۵۶:۲) گمراہی سے ہدایت الگ ہو چکی -

۱۸۷:۱ = اِحْلَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِحْلَالَ (افعال) مصدر حلال کیا گیا - مباح کیا گیا



الرَّذْتُ مفعول مالم لسم فاعله لَيْلَةُ الصَّيَامِ - مضاف مضاف الیه مل کر ظرف ہے الرَذْتُ کا۔ رفت ایک لفظ جامع ہے جس قسم کا مرد عورتوں سے فائدہ اٹھائیں سب کو یہ شامل ہے۔ اور رفت کو الی سے اس لئے متعدی کیا ہے کہ اس لفظ کے اندر افشاء (جماع) کا مضمون ہے اور افشاء کا صلہ الی آتا ہے۔

ترجمہ جائز کر دیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں پاس جانا اپنی بیبیوں کے۔  
= كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ - كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَخْتَانُونَ إِخْتِيَانٌ (إِفْتَعَالٌ) خین مادہ۔ خیانت کرنا۔ إِخْتِيَانٌ میں خِيَانَةٌ سے زیادہ مبالغہ ہے۔ تم اپنے آپ کے خیانت کیا کرتے تھے۔

= فَتَابَ عَلَيْكُمْ - یعنی جب تم نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔ تَابَ عَلٰی - اللہ کا بند کی توبہ قبول کر لینا۔ اُسے معاف کر دینا۔

= عَفَا عَنْكُمْ - اس نے تم کو معاف کر دیا۔ اس نے تمہارے گناہ مٹا دیئے۔ عَفَا (باب نصر) مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے عَفَا کا استعمال جب کسی کے جرم کے معاف کرنے کے لئے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بذریعہ عَنْ ہوتا ہے۔

= فَالْتُنَّ میں ف ترتیب کا ہے اَلْتُنَّ (اب) طرف زمان ہے الف لام بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

= بِأَشْرُوهُنَّ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تم اپنی عورتوں سے یعنی اپنی بیویوں سے مباشرت کرو۔ (مطلب یہ کہ اب روزوں میں رات کے وقت اپنی عورتوں سے تم کو مباشرت کی اجازت ہے بِأَشْرَ يُبَاشِرُ مُبَاشَرَةً - (مفاعله) مصدر بَشَرُ مادہ - الْبَشَرَةُ کے معنی انسان کی جلد کی اوپر کی سطح ہے انسان کو بشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے اس کے برعکس حیوا کی کھال پر اُون بال یا پشم ہوتی ہے۔

الْمُبَاشَرَةُ کے اصل معنی تو ایک کی جلد کو دوسرے کی جلد کے ساتھ ملانا کے ہیں مگر کنایۃ عورت سے مجامعت کرنا کے معنی میں آتا ہے۔

= اِبْتَغُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِبْتَغَاءٌ (إِفْتَعَالٌ) مصدر تم تلاش کرو۔ تم چاہو، اِبْتَغُوا فاعل بافاعل مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ - مفعول۔ جملہ نداء اور جملہ وُكُلُوا - اور دَاشَرُوا تینوں کا عطف بِأَشْرُوهُنَّ پر۔

= يَتَّبِعْنَ - مضارع واحد مذکر غائب يَتَّبِعُ (تَفَعُّلٌ) مصدر (حتی کہ) ظاہر ہو جائے۔ میٹھ ہو جائے  
الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ موصوف و صفت سفید دھاگہ الْخَيْطُ الْأَسْوَدُ موصوف و صفت مجرور سیاہ دھاگہ  
= مِنَ الْفَجْرِ - بیان ہے الْخَيْطُ کا۔



== وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ۖ میں واؤ حال یہ ہے۔ درآں حالیکہ تم مسجدوں میں اعنکاف کے لئے بیٹھے ہوئے ہو عَاكِفُونَ جمع عَاكِفٌ کی اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ شرع میں عبادت کی نیت سے مسجد میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کو اعنکاف کہتے ہیں۔ اور اس کے لغوی معنی ہیں مقیم ہونے والے اور ایسے جمنے والے کہ ٹلے ہی نہیں۔ آیت نہ ایں اپنے شرعی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ۝ (۵۲:۲۱) اپنے لغوی معنی میں آیا ہے۔

== تَتَرَبَّؤْنَهَا فِيهَا فَتُمْرِكُمْ ۖ حُدُودُ ۖ ہے۔

۲: ۱۸۸ = لَا تَأْكُلُوا ۖ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت کھاؤ ۖ اَمْوَالَكُمْ اِحْدَ اَمْرٍ دُورٍ ۖ کامال بَيْنَكُمْ ۖ آپس میں۔ اور باہم ایک دوسرے کامال ناحق نہ کھاؤ۔

== وَتَذْكُرُوا لِلْإِنْسَانِ ۖ واسطہ۔ واسطہ عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اسی لئے تَذْكُرُوا تَأْكُلُوا کے لاکے سخت میں ہے اَنْیَ دَلَّ تَذْكُرُوا۔ اور مت کھینچ لیجاؤ۔ یہ یَذْكُرُوا اِذْ لَدَاءُ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے۔ جس کے معنی ڈول ٹکانا یا ڈول ڈالنا کے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے فَادْنِیْ دَلْوَةً (۱۹:۱۲) اس نے کنویں میں اپنا ڈول ڈالا۔ پھر استعارہ کے طور پر اس کے معنی کسی چیز تک پہنچنے کے لئے ذریعہ بنانا بھی آجاتے ہیں۔ یعنی نہ ہی رسائی حاصل کرو اس مال سے (رشوت دے کر) حاکموں تک (تاکہ وہاں جھوٹ سیج بول کر ناجائز طور پر فیصلہ اپنے حق میں کرالو۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ بھی حرام کو حلال نہیں کر سکتا)۔

== لِيَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ ۖ تاکہ یوں کھاؤ کچھ حصہ لوگوں کے مال کا۔ یہاں لام تعلیل کی ہے کہ تم اس واسطے مقدمہ حکام کے ہاں لیجاؤ کہ جائز یا ناجائز طور سے فیصلہ اپنے حق میں کرو اگر دوسروں کا مال کھا جاؤ۔ فَرِيقٌ کا مطلب گروہ بھی ہے اور کسی چیز کے حصہ اور جز کو بھی فرق کہتے ہیں یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ فَرِيقًا ۖ اِی قِطْعَةً وَجُزْءًا۔ فَرِيقًا مَفْعُولٌ ہے لِيَأْكُلُوا کا۔

== وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۖ یہ جملہ حال ہے۔ تَأْكُلُوا کے فاعل سے۔ درآں حالیکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کیا ہے۔

۲: ۱۸۹ = اَلْاَهْلَۃُ ۖ مہینے کی پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو اہلۃ کہتے ہیں پھر اس کے بعد اسے قمر کہا جاتا ہے یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَهْلَۃِ ۖ لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ یہ گھٹا بڑھتا کیوں ہے اِهْلَۃٌ ۖ هِلَالٌ کی جمع ہے اَہَالِیل بھی اس کی جمع ہے

== قُلْ هِيَ مَوَاقِیتُ لِلنَّاسِ وَالْحَیْجِ ۖ کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی) میعادیں اور حج کے وقت معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔ ۖ اِی اِهْلَالٌ۔ مَوَاقِیتُ جمع ہے مِیقَاتٌ کی۔ اسم آلہ، وقت کی شناخت



کے ذرائع۔ یہ وقت مادہ سے مشتق ہے۔ وَتَّ يُوقِتُ تَوَقَّيْتُ (تَفْعِيلٌ) وقت ظاہر کرنا۔ مِيقَاتٌ اور مَوَقَّتٌ کسی کام کو شروع کرنے کی جگہ۔ جیسے میقات حج، میقات احرام۔

== ظُہُورِهَا۔ مضاف، مضاف الیہ ان کی پشتوں (کی جانب) سے ظُہُورُ واحد۔

== وَكَانَ الْبَرُّ مِنَ الْتَقَى۔ الْبَرُّ ای ذُو الْبَرِّ اَوِ الْبَارِ مَبْنٰی نیکوکار۔ نیکو کرنے والا۔ اَبْرَادُ جمع۔ ملکِ نیکو کار وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔ (نیز ملاحظہ ۲: ۱۷۷)

== اِتَّقَى۔ اِتَّقَاءُ (افعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ ڈرا۔ اس نے پرہیزگاری اختیار کی۔ فائدہ۔ عرب کے لوگوں کا دستور تھا کہ جب احرام باندھ لیا کرتے اور انہیں گھر میں داخل ہونے کی ضرورت پڑتی تو دروازہ سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے سے دیوار میں سوراخ کر کے داخل ہوتے اور اس کو بڑی نیکلی سمجھتے۔

== تَفْلِحُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر تم فلاح پاؤ۔ فلاح پانا معنی بھلائی۔ کامیابی کا حاصل کرنا اور مقصد روری ہے۔

== لَا تَعْتَدُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِعْتَدَاءُ (افعال) مصدر معنی حد سے گزرنا۔ تم حد سے مت گزرو، تم زیادتی مت کرو۔ اَلْمُعْتَدُّ۔ اسم فاعل واحد مذکر، زیادتی کرنے والا۔ حد سے گزرنے والا۔

== اَلَّذِينَ يُقَاتِلُوا نَفْسَهُمْ۔ جملہ مفعول ہے فعل قَاتِلُوا اکا۔

== اَلْمُعْتَدِينَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب۔ حد سے بڑھ جائیو والا۔

۲: ۱۹۱۔ وَاقْتُلُوا هُمُ۔ واو عاطفہ۔ اُقْتُلُوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ هُمُ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب۔ اس کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اِی الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْا نَفْسَهُمْ وہ لوگ جو تم سے لڑائی لڑیں۔

== حَيْثُ۔ ظرف مکان ہے مبنی بر ضمہ۔ مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے۔ جہاں۔ جس جگہ۔

== ثَقِفْتُمُوهُمْ۔ ثَقِفْتُمُوا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں ثَقِفْتُمْ تھا۔ واو اشباع کا ہے ثَقِفُ (باب

سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنی پالینے کے ہیں۔ هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

== اَلْفِتْنَةُ۔ کے لغوی معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں۔ اسی لئے نعمت اور مصیبت کو بھی فتنہ کہتے ہیں۔

فَتَنَ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید

میں فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے مثلاً بمعنی آزمائش۔ اِنَّمَا خُنَّ

فِتْنَةً فَلَا تَكْفُرُ۔ (۲: ۱۰۲) ہم تو ذریعہ آزمائش ہیں تم کفر میں نہ پڑو۔ بمعنی آفت۔ مصیبت۔ وَحَسِبُوا اَنَّ

لَا تَكُوْنُ فِتْنَةٌ۔ (۵: ۷۱) اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آنے کی۔ بمعنی عذاب



إِنَّا بَعَلْنَاَهَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ۝ (۶۲:۳۴) اور ہم نے اس کو ظالموں کے لئے عذاب بنا رکھا ہے۔ اور آیت ہذا میں فتنہ سے مراد کفار کا خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا اور مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکنا ہے (منظہری) وقیل معناه شرکهم باللہ فی الحرم وصدھما یا کھ عنہ (بیضاوی) ان شرکھم باللہ اشد و اعظم من قتلكم ایاھم فی الحرم (خازن) اور ان کا اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا تمہارے ان کو مسجد حرام میں قتل کرنے سے بہت بُرا ہے۔

== اَشَدُّ - افعْل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سخت تر۔ بدتر۔ نہایت سخت۔ شِدَّةٌ سے۔

۹۲:۲ = اِنْتَهَوْا - ماضی جمع مذکر غائب۔ اِنْتِهَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ ہنسی مادہ۔ وہ رُک گئے۔ انہوں نے چھو دیا۔ فَانِ اِنْتَهَوْا جملہ شرطیہ ہے اور فَانِ اللہ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جملہ جزائیہ۔

۱۹۳:۱۲ = فَلَا عُدُوَانَ - ف جواب شرط کے لئے ہے۔ جملہ جزائیہ ہے۔ (فَانِ اِنْتَهَوْا اس سے قبل کا جملہ شرطیہ ہے) عُدُوَانَ یہ عَدَا یَعْدُوْا (باب نصر) کا مصدر ہے۔ زیادتی، ظلم، ستم، تعدی، بہت بُری طرح حد سے بڑھ جانا۔ ترجمہ۔ تو کسی پر زیادتی نہیں سوائے... الخ الظالمین۔ ظلم کرنے والے۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مجبور۔ یہاں ظالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور حرب میں باقی ہیں۔

۱۹۴:۲ = الشَّهْرُ الْحَرَامُ - موصوف صفت۔ حرمت والا مہینہ الْحُرُمَةُ - حرمتیں۔ بزرگیاں۔ حُومَةٌ کی جمع۔ حرمت اس چیز کو کہتے ہیں جس کا ادب ضروری ہو۔

قِصَاصٌ - بدلہ۔ قتل کا بدلہ قتل قاتل۔ ہر عضو کا بدلہ عضو، ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ۔ ادب کی چیزوں میں مساوات۔ یعنی ماہ حرام میں اگر دشمن قتل کرے اور اس کی حرمت کا لحاظ نہ کرے تو تم بھی دفاعی جنگ کرو (آیت ہذا) خون کا بدلہ خون۔ خون بہا۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَتُ قِصَاصٌ - ماہ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری سے ہوگا۔ یعنی حرمتوں کے بارہ میں دشمن جتنی زیادتی کامر تکب ہوگا۔ دوسرا فریق اس دشمن کے خلاف اس زیادتی کے برابر اس کا توڑ کرنے میں حق بجانب ہوگا۔

== فائدہ : اہل عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ ذی القعدہ - ذوی الحجہ اور محرم کے تین مہینے حج کے لئے مختص تھے اور رجب کا مہینہ عمرہ کے لئے خاص کیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ و جدل۔ قتل و غارتگری ممنوع تھی تاکہ نہ آریں کعبہ امن و امان کے ساتھ خدا کے گھر تک جائیں۔ اور اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں۔ اسی بنا پر ان مہینوں کو حرام مہینے کہا جاتا تھا۔ یعنی حرمت والے مہینے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ ماہ حرام کی حرمت کا لحاظ کفار کریں تو مسلمان بھی کریں اور اگر وہ اس حرمت کو نظر انداز کر کے کسی حرام مہینہ میں مسلمانوں پر دست اندازی کریں تو پھر مسلمان بھی ماہ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہیں؛



(اقتباس از تفہیم القرآن)

= فَمَنْ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ - جملہ شرطیہ ہے۔ اِئْتَدَىٰ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِئْتَدَىٰ (افتعال)

مصدر۔ اس نے زیادتی کی (تم پر)

فَاعْتَدُوا عَلَيْكُمْ - جواب شرط۔ ف جواب شرط کا ہے۔ اِئْتَدَىٰ - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم زیادہ کرو۔ اِئْتَدَىٰ (زیادتی) کی ہزار کو اِئْتَدَىٰ کہنا صرف لفظی مشابہت ہے۔ مطلب یہ کہ زیادہ کرنے والے کی زیادتی کی حد تک اس زیادتی کا توڑ کرنا جائز ہے۔

= مَا اِئْتَدَىٰ میں مَا موصولہ ہے۔

= الْمُتَّقِينَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ تقویٰ کرنے والے۔ ڈرنے والے، پرہیز کرنے والے۔

۱۹۵:۲ = اِنْفِقُوا - فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر تم خرچ کرو۔

= لَا تُلْقُوا - فعل ہی جمع مذکر حاضر، اِنْفَاقٌ (افعال) جمع مذکر حاضر، تم مت ڈالو۔ لقی مادہ۔ قرآن مجید

میں ہے۔ كُلَّمَا اُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ (۲۸:۶۴) جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جاتیگی۔

= بِاَيْدِيكُمْ - بَاء حرف جار۔ اَيْدِيكُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ہاتھ۔ بمعنی اپنے ہاتھوں۔ اس

قبل اِنْفُسَكُمْ محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے وَلَا تُلْقُوا اَنْفُسَكُمْ بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اور نہ

پھینکو (یا نہ ڈالو) اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں بتا ہی میں۔ التَّهْلُكَةُ - هَلَكَ (باب ضَرَبَ وَسَمِعَ)

سے مصدر ہے ہلاک ہونا۔ تباہ ہونا۔ ہلاکت۔ تباہی۔

= اَحْسِنُوا - فعل امر جمع مذکر حاضر، اِحْسَانٌ (افعال) مصدر۔ تم نیکی کرو۔

= اَلْمُحْسِنِينَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ اِحْسَانٌ سے۔ نیکی کرنے والے۔ اچھے کام کرنے والے۔

۱۹۶:۲ = اَتِمُّوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتِمَامٌ (افعال) مصدر تم پورا کرو۔

= الْحَجَّ - حَجَّ (باب نصر) مصدر، اصل لغت میں حج قصد زیارت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح

شرع میں حج کی نیت سے اول احرام باندھ کر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا حج کہلاتا ہے

= اَلْعُمْرَةَ - عمرہ زیارت بیت اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ حج کی طرح خاص

وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ عمرہ میں ایک دفعہ اس کا بجالانا بشرط استطاعت سنت مؤکدہ ہے

شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ فرماتے ہیں کہ: عمرے کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے اور طواف

کعبہ کرے۔ اور صفا مروہ کے بیچ دوڑے پھر حجامت کر اگر احرام اتارے۔

= فَانْ حَصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ - پہلا جملہ شرطیہ ہے اور دوسرا جملہ جواب شرط ہے۔

اُحْصِرْتُمْ - ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِحْصَادٌ (افعال) مصدر سے۔ جس کے معنی روکنے



کے ہیں خواہ روکاؤٹ کسی ظاہری سبب کی بنا پر ہو۔ جیسے دشمن کا آرٹے آکر روکنا۔ یا کسی باطنی سبب سے جیسے مرض کی وجہ سے رکنے پر مجبور ہو جانا۔ پہلے حملہ کا ترجمہ یہ ہے برہمچر اگر تم روک لئے جاؤ۔ یعنی اگر تم حج سے یا اس عمرہ سے جس کی تکمیل کا تم کو حکم دیا گیا ہے روک لئے جاؤ۔ دوسرے حملہ میں ف جواب شرط کے لئے ہے مَا مَوْصُولُہ ہے۔ اِسْتَيْسَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اِسْتَيْسَارٌ (استفعال) مصدر بمعنی میسر آنا۔ آسان ہونا وہ میسر آیا۔ وہ آسان ہوا۔ اَلْهَدْيُ اسم معروف باللام قربانی کا جانور جو ماہ حرم میں حرم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے ترجمہ۔ تو جو قربانی کا جانور میسر آجائے (ذبح کر دیا۔ ذبح کرنے کے لئے بھیجو)

== وَلَا تَحْلِقُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر حَلَقٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی بالوں کو منڈانا۔ تم بال یا سرمت منڈاؤ۔ تم حجامت نہ کراؤ۔

مَحِلُّہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَحِلَّ اسم ظرف مکان، قربانی کے حلال ہونے کی جگہ۔ جہاں قربانی کے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے۔ ہ صمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلْهَدْيُ ہے۔

= اَذَى۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح کو یا جسم کو پہنچے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا اَوْ بِہِ اَذًی مِّنْ رَّأْسِہِ۔ حملہ شرطیہ ہے۔ اور فِدَیۃٌ..... اَوْ نُسْکٌ جواب شرط۔ پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو جائے یا اس کے سر میں کوئی بیماری یا تکلیف ہو تو اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی دے۔ فِدَیۃٌ۔ اَلْفِدَیۃُ۔ اَلْفِدَاءُ کے معنی کسی کی جانب سے کچھ دے کر اسے مصیبت سے بچالینا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ فَاِمَّا مَنَّا بَعْدُ رَاٰمَافِدَۃً (۴: ۴۷) پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہئے یا کچھ مال لے کر۔ فِدَیۃٌ واحد فِدَی جمع وہ مال جو کسی کو آزاد کرانے کے لئے دیا جائے۔ یا وہ مال جو کسی عبادت میں کوتاہی کرنے کی وجہ خرچ کر کے انسان خود اپنے کو گناہ سے بچاتا ہے آیت نہا میں اسی معنی میں مستعمل ہے۔

نُسْکٌ۔ اَلنُّسْکُ کے معنی عبادت کے ہیں۔ اور نَاسِکٌ عابد کو کہا جاتا ہے مگر یہ لفظ ارکان حج کے ادا کرنے کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے مَنَاسِکُ حج اور عبادت کے ارکان۔ قربانی بھی ارکان حج میں ہے یہاں قربانی ہی مراد ہے۔ نُسْکٌ کا واحد نَسِکٌ بمعنی ذبیحہ ہے۔

= فَاِذَا اَمِنْتُمْ۔ ای اذا امنتم من الاحصار یعنی جب احصار سے امن ہو شلاً دشمن کا خوف جاتا ہے یا تم مریض تھے اب تندرست ہو گئے۔

= تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ۔ تَمَتَّعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَمَتَّعَ (تَفَعَّلَ) مصدر جس کے معنی برتنے۔ فائدہ اٹھانے اور مدت منفعت میں امتداد ہونے کے ہیں۔ اس نے فائدہ اٹھایا۔ یعنی جس شخص نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھایا۔ یعنی (۱) اگر پہلے احصار میں تھا اب امن میں آگیا۔ یا پہلے بیمار تھا اب تندرست



ہو گیا۔ لیکن اس دوران وہ اپنے احرام سے حلال نہیں ہوا۔ یا (۲) پہلے سے ہی امن میں تھا (نہ احصار میں تھا نہ بیمار تھا) اور ایک ساتھ ہی حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔ پہلے عمرہ کے ارکان ادا کئے لیکن احرام بدستور رہا۔ احرام سے حلال نہیں ہوا یہاں تک کہ ایام حج میں حج کے ارکان ادا کر کے حلق کرایا۔ اور احرام سے فارغ ہوا۔ اسی طرح ایک سفر میں دو عبادتیں جمع کر لیں۔ اس صورت میں آیت نہا میں تمتع عرفی مراد ہے نہ کہ شرعی۔ اس لئے وہ تمتع اور قرآن دونوں کو شامل ہے۔ ان دونوں صورتوں میں قربانی لازمی قرار دیدی گئی کیونکہ دونوں صورتوں میں اس نے فائدہ اٹھایا۔

= فَمَا امْتَسِرَ مِنَ الْهَدْيِ . اى فعليه ما استيسر من الهدى . توجہ قربانی میسر آسکے اس پر لازم ہے

= فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ . اى فمن لم يجد الهدى جس کو قربانی میسر نہ آسکے یعنی جو قربانی نہ دے سکے۔

= فِصْيَامٍ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ . اى فعليه صيام ثلاثة ايام تو وہ تین دن کے روزے لازمی رکھے۔

= رَجَعْتُمْ . ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں التفات صائر ہے۔ اوپر خطاب واحد غائب کے صیغہ میں ہو رہا تھا۔

اب ان احکام کو جو اوپر بیان ہوئے پوری طرح ذہن نشین کرانے کے لئے صیغہ حاضر اختیار کیا گیا۔

= تِلْكَ . اسم اشارہ بعید جمع مؤنث عشوة مشارالیه ہے

= كَامِلَةً . پوری (دہائی) یعنی پورے دس۔ کمال مصدر (باب نصر۔ کوم۔ سَمِعَ) اسم فاعل واحد

مؤنث۔ یعنی قربانی کی جگہ پورے دس روزے ہوتے ہیں۔ اس سے کم نہیں۔ بعض کے نزدیک لفظ كَامِلَةً

تاکید و تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔

= ذَلِكَ . اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ یہ اشارہ یا تو (۱) تمتع کی طرف ہے جس کا ذکر آچکا ہے اور یا (۲) اس کا

اشارہ اصل حکم یعنی وجوب قربانی کی طرف ہے

= حَاضِرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ . حَاضِرِ . باشندے۔ رہنے والے۔ حَضَارَةٌ مصدر سے جس کے

معنی شہر میں رہنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اصل میں حَاضِرِينَ تھا۔ اضافت کے سبب نون

جمع حذف ہو گیا۔ حَاضِرِ . مضاف، المسجد الحرام موصوف و صفت مل کر مضاف الیه۔

یہ تمتع یا قربانی کا وجوب دینا اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں۔ حضرت امام

ابو حنیفہ کے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جو میقات سے پرے رہتے ہیں۔

= وَالْقُرْآنَ . اور اللہ سے دُرتے رہو (ان تمام احکام کی بجا آوری میں جو اوپر مذکور ہوئے)

= وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ . اور یاد رکھو یا جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے لمن لم

یتقہ اس کو جو اس سے نہیں ڈرتا۔

عِقَابٌ . عَاقَبَ يُعَاقِبُ مُعَاقَبَةً وَعِقَابٌ (باب مفاعله سے) مصدر بے گناہ پر سزا دینا۔ پاداشِ جرم



کے کی سزا۔ عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ عقاب سزا کے استحقاق کو بتاتا ہے۔ عقاب کو عقاب اسی لئے ہی کہا جاتا ہے کہ مرتکبِ جرم۔ جرم کے عقب میں ہی اس کا مستحق ہو جاتا ہے اور عذاب استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ عقاب کے معنی اصل میں پیچھے ہولینے کے ہیں۔ چنانچہ بولتے ہیں عقب الثانی الاول دوسرا پہلے کے پیچھے ہولیا۔ اور عقب الليل والنهار۔ رات دن کے پیچھے ہولی۔ اس اعتبار سے عتاب وہ سزا ہوتی جو جرم کے پیچھے دی جاتی ہے۔ لہذا اس کا ترجمہ پاداش جرم کرنا چاہئے۔

شَدِيدٌ۔ سخت، محکم۔ پکا۔ شَدِيدٌ (باب ضَرَبَ۔ نَصَوَ) سے بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ شَدِيدُ الْعِقَابِ ترکیب اضافی ہے اور شدید کی اضافت صفت مشبہ کی اپنے مرفوع کی طرف اضافت سے ہے۔ اضافة شدید من اضافة الصفة المشبهة الى مرفوعها۔ (روح المعانی) ۲: ۱۹۷ = الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ۔ ای وقت الحج اشهر معلومت وہی شوال و ذوالقعدة و عشر لیال من ذی الحجة۔ حج کا وقت چند مہینے ہیں اور وہ ہیں۔ شوال۔ ذوالقعدة اور ذوالحج کی دس راتیں۔

أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ۔ موصوف و صفت۔ جانے بوجھے مہینے۔

فَرَضَ۔ ماضی معروف۔ واحد مذکر غائب فَرَضَ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ فرض کے اصل معنی ہیں کسی حجم والی چیز کو جس میں صلاحت ہو کاٹ دینا۔ لیکن قرآن مجید میں یہ ان معنی میں آیا ہے۔ اس نے واجب کر لیا۔ اس نے مقرر کر دیا۔ اس نے عزم کر لیا۔ اس نے اجازت دیدی۔ یہاں عزم کر لینے یا نیت کر لینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

فِيهِنَّ۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع اَشْهُدُ ہے۔

= رَفَثَ۔ ملاحظہ ہو ۲: ۱۸۷۔

= فَسَوْقٌ۔ اسم فعل۔ گناہ۔ نیز مصدر (باب ضرب۔ نصر) گناہ کرنا۔ نافرمان ہونا۔ فسق فلان کے معنی کسی شخص کا دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فسق الرُّطْبُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گدڑی کھجور کے اپنے چھلکے سے باہر نکل آنے کے ہیں۔ فسق کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام و اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

= جَدَّال۔ باب مفاعلة سے مصدر ہے باہم جھگڑا کرنا۔

فَانْدَا۔ رَفَثَ۔ فسوق اور جدال میں لا کا تکرار تاکید ممانعت کے لئے ہے۔

= تَزَوَّدُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَزَوَّدُوا (تَفَعَّلَ) مصدر۔ تم زرا در راہ لے لیا کرو۔ تم سفر خرچ



ہمراہ لو۔ حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ اہل مین کی عادت تھی کہ جب وہ حج کو آتے تو زارِ ادرہہ ساتھ نہ لاتے اور اس کو توکل کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور کہتے کہ ہم لوگ متوکل ہیں۔ اور جب وہ مکہ آتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے۔ اور بقول علامہ لغوی رحم بعض اوقات لوٹ اور غصب تک نوبت پہنچتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: **وَتَزِدْ دَرًا**۔ یعنی زارِ ادرہہ اس قدر لے جایا کرو کہ جس سے وہاں تک پہنچ سکو۔ اور آبرو بچا سکو۔

= **فَاتَّخِذُوا الزَّادَ التَّقْوَىٰ**۔ بیشک بہترین زارِ ادرہہ تو تقویٰ ہے اس سے پہلے نہی عن المنکر کا حکم تھا۔ رفت۔ فسوق۔ جدال سے پرہیز۔ اب خیر پر برا لکھنا فرمایا ہے۔ اس کی شرح میں علامہ ابن کثیر رحمہ رقمطراز ہیں: چونکہ دنیوی نوشتہ کا حکم دیا تو ساتھ ہی فرمایا ہے کہ آخرت کے نوشتے کی بھی فکر کر لو۔ یعنی قبر میں اپنے ساتھ خوفِ خدا لے جاؤ۔ جیسے اور جگہ لباس کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا **يَلْبَسِي اَدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ** (۲۶: ۷) لے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے بہتر ہے۔ یعنی خشوع و خضوع طاعت و تقویٰ کے باطنی لباس سے خالی نہ رہو بلکہ یہ لباس ظاہری لباس سے کہیں زیادہ بہتر اور نفع دینے والا ہے۔ تقویٰ مادہ وقتی سے مشتق ہے۔

= **التَّقْوَىٰ**۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی مستکلم کی محذوف ہے۔ مجھ سے ڈرو۔ (اور وہ ڈر گیا ہے اس کے احکام کی تعمیل کرنا۔ اور اس کی گرفت سے بچنا۔ پرہیزگاری اختیار کرنا)

= **يَاۡدُوۡیَ الْاَلْبَابِ**۔ یا صرفِ ندار۔ اولیٰ الالباب۔ مضاف مضاف الیہ مل کر منادی۔ اے عقل والو۔ **الْبَابُ** جمع ہے **لُبِّ** کی بمعنی مغز بادام۔ بمعنی عقل مستعمل ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان کے مغزیں ہوتی ہے۔ **جُنَاحٌ**۔ گناہ۔ **جُنُوحٌ** سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے مائل کر دے اور دوسری طرف جھکا دے۔ **جُنَاحٌ** سے موسوم ہوا۔ اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔

مائل ہونے کے معنی میں: **ذَاتُ جُنُوحٍ اِلَیَّ السَّلَامِ** فَاجْنَحْ لَهَا (۶۱: ۸) اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔

= **اَنْ يَّبْتَغُوا فَضْلًا**۔ میں اَنْ مصدر یہ ہے **يَبْتَغُوْا** مضارع جمع مذکر حاضر **يَبْتَغَاءُ** (افتعال) مصدر اصل میں **يَبْتَغُوْنَ** تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ تم چاہتے ہو، تم ڈھونڈتے ہو، تم تلاش کرتے ہو۔ **فَضْلًا** اسم فعل (حالت نصب) تجارت کے ذریعے سے رزق۔ روزی۔ اور بھی کئی معانی میں مستعمل ہے۔ روزی کی تلاش کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے **فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِیْ الدَّرَجٰتِ**



وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (۱۶۲: ۱۰) پھر جب نماز ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔  
 و لا خلاف بین العلماء فی ان المراد بالفضل المذكور فی الآية ربح التجارة (اور اس بارے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ آیت مذکور میں الفضل سے مراد منفعت تجارت ہے)۔  
 = فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ - جب تم عرفات سے لوٹو افَضْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر (افعال) مصدر سے ہے۔ مادہ فیض ہے (باب ضرب) فَاَضَ الْمَاءُ کے معنی کسی جگہ سے پانی اچھل کر بہہ نکلنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے تَرَىٰ أَغْنَيْنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّارِ (۵: ۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اور اَفَاَضَ (باب افعال) اِنَاءَةً کے معنی برتن کو باللب بھرنے کے ہیں کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے۔ اور اَفَضْتُهُ کے معنی اوپر سے گرانے اور بہانے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ اَفِضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ - (۴: ۵۰) کہ کسی قدم پر پانی بہاؤ۔ وَفَاَضَ الْخَبْرُ خبر کا منتشر ہونا یا پھیلنا۔ اور اسی لئے حَدِيثٌ مُنْفِيضٌ کے معنی منتشر یعنی عام پھیلی ہوئی بات کے ہیں۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: اِفَاَضَةٌ کے معنی مجمع کثیر کے یکبارگی لوٹنے کے ہیں اور یہ فِضَانُ الْمَاءِ (یعنی پانی کا زور سے بہہ نکلنا) کے ساتھ تشبیہ سے کر لیا جاتا ہے۔

باوجود اس تمام تشریح کے اس لفظ کا استعمال حاجیوں کے عرفات میں قیام کے بعد مزدلفہ یا منیٰ کی طرف واپس لوٹنے کے لئے مخصوص ہے چنانچہ معجم الوسیط میں یوں تحریر ہے (افاض الحجج من عرفات الى منى: ای انصرفوا اليها بعد القضاء الموقف یعنی وہ (حجاج) واپس لوٹے اس (منیٰ) کی طرف وقوف عرفات) پورا کر لینے کے بعد اور اِفَاَضَةٌ: انصراف الحجج عن الموقف في عرفة - حاجیوں کی وقوف عرفات کے بعد واپسی۔ اور طواف الافاضة طواف يوم النحر ينصرف الحجج من منى الى مكة فيطوف ويعود۔ اور طواف افاضة: قربانی کے دن کا طواف جب حاجی منیٰ سے لوٹ کر مکہ جا کر طواف کرتے ہیں۔ اور پھر واپس منیٰ کی طرف) مڑتے ہیں۔

= الْمَشْعَرُ الْحَرَامُ: موصوف و صفت - المشعر - اسم ظرف ہے بمعنی علامت، نشان، مشاعر الحج معنی رسوم حج ادا کرنے کی جگہ کے ہیں۔ اس کا واحد مشعر ہے اور انہیں شعائر الحج بھی کہا جاتا ہے اس کا واحد شعیرہ ہے۔ المشعر الحرام - حرمت والا نشان حج بمعنی مزدلفہ۔

فائدہ ۱ - عرفات - مکہ معظمہ سے جو سڑک مشرق کی جانب طائف کو جاتی ہے اس پر مکہ سے کوئی بارہ میل کے فاصلہ پر کئی مربع میل کے رقبہ کا ایک طویل و عریض میدان ہے اسے عرفات کہتے ہیں اسی نام کی ایک پہاڑی بھی اسی میدان میں واقع ہے جو سطح زمین سے کوئی دو صد گز بلند ہے۔ مسجد عمرہ اسی میدان میں واقع ہے جہاں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں اس مسجد کو مسجد ابراہیم یا مسجد عرفہ بھی کہا جاتا ہے



عرفات کے اصل پہاڑی سلسلہ سے ذوالکعبہ میدان عرفات سے شمال مشرق میں سرخ رنگ کی ایک مخروطی پہاڑی ہے جسے جبل الرحمت کہتے ہیں۔

(۲) مزدلفہ یا مشعر الحرام۔ حیب عرفات سے منیٰ کی طرف جائیں اور عرفات کے دونوں کنارے چھوڑ دیں تو مزدلفہ شروع ہو جاتا ہے جس کی حد ماہانہ سے لے کر محسّر تک ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان یہ سارا علاقہ مزدلفہ ہے خود ماہانہ اور وادی محسّر مشعر الحرام میں شامل نہیں۔ حاجی حضرات یہاں مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی کر کے پڑھتے ہیں۔

== وَادُّوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اذْكُوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ کما میں کان تشبیہ کا ہے اور ما مصدریہ ہے ہدیٰ فعل ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع بھی اللہ ہے۔ کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اور یاد کرو اسے جس طرح اس نے تم کو بتایا ہے۔

== وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّیْنَ ۝ واؤ حالیہ ہے اِنْ مخففہ ہے اصل میں اِنَّ تھا قَبْلِهِ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہدایت ہے۔ لَام فارقہ ہے الضَّالِّیْنَ ۝ الضَّالَّ کی جمع ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ضَلَّ ۝ (باب ضرب) مصدر گمراہ ہونا۔ راہِ حق سے ہٹ جانا۔ راستہ سے بھٹک جانا فراموش کرنا۔ گمراہ کرنا۔ (کوشش کا) برباد ہو جانا۔ (جبکہ ضَلَّ ۝ کے معنی سیدھی راہ سے ہٹ جانا کے ہیں خواہ وہ ہٹنا سہوا ہو یا عمدًا۔ محظوظ ہو یا زیادہ۔ تو جس سے بھی کسی قسم کی غلطی سرزد ہوگی اس کے متعلق ہم ضلالت کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور کفار دونوں کی طرف ضلالت کی نسبت کی گئی ہے۔ گو ان دونوں قسم کی ضلالت میں بون بعید پایا جاتا ہے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت کریمہ : وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰی۔ (۹۳: ۷) میں ضَالًّا فرمایا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہدایت نبوت عطا ہونے سے قبل تم اس راہنمائی سے محروم تھے۔ (راغب) ترجمہ آیت ہذا کا یہ ہوگا: اور بے شک اس سے قبل تم نادانقفلوں میں سے تھے۔ نہ جاننے والوں میں سے تھے۔ (حق کی طلب میں تھے)

۱۹۹: ۲ = ثُمَّ۔ حرف عطف ہے ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ تاخر زمانی ہو یا ترتیب کے لحاظ ہو۔ مولانا عبدالمجید دریا آبادی رحمہمطراز ہیں۔ ثُمَّ۔ یہاں تاخر زمانی کے لئے نہیں فصل کلام کے لئے ہے۔ یعنی ایک بات ختم ہوئی اب دوسری ہدایت سُنو! جیسے اردو میں ایسے موقع پر ”اچھا تو“ یا ”ہاں تو“ کہتے ہیں۔

جملہ ثُمَّ اَنْفِضُوْا..... کا عطف جملہ سابقہ فاذا اَفْضَیْتُمْ پر ہے اور ثُمَّ یہاں تراخی فی الرتبة کے لئے آیا ہے مطلب یہ کہ حیب تم عرفات سے وقوف عرفہ کے بعد منیٰ کی طرف واپس مڑو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔



ہاں تو اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ تم وہاں سے مڑا کرو جہاں سے لوگ واپس مڑا کرتے ہیں (یعنی عرفات سے نہ کہ مزدلفہ سے)۔

== اَفِضُوا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِفَاضَةً (افعال) مصدر سے۔ تم واپس مڑو، تم بہاؤ (پانی کو) یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

اس امر کے مخاطبین قریش ہیں جو جس شدت والے اور حیثیت والے کہلاتے تھے اور وہ اور ان کے حلیف عرفات میں دوسرے اہل عرب کے ساتھ ٹھہرنے کو عار سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں۔ اور اس کے حرم کے ہننے والے ہیں اس لئے ہم حرم کو نہیں چھوڑتے اور یہاں سے نہیں نکلتے۔ پھر جب لوگ عرفات سے چلتے تھے تو جس مزدلفہ سے کوچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ ہے کہ مثل اوروں کے عرفات میں ٹھہریں اور وہاں وقوف کے بعد سب کے ساتھ مزدلفہ جائیں اور پھر وہاں سے واپس منی جائیں۔

== مِنْ حَيْثُ۔ جہاں سے۔ جس جگہ سے۔ حَيْثُ اسم ظرف مکان ہے اور مبنی بر ضمہ ہے۔

== النَّاسُ۔ سے جس کے سوائے تمام لوگ مراد ہیں۔ المراد من الناس الجنس (مع المعانی) الناس سے مراد جنس انسان ہے۔ ضماک نے کہا ہے کہ النَّاسُ سے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں جیسے ۴۱ یَحْسُدُونَ النَّاسَ (۵۴:۴) میں الناس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں ۲: ۲۰۰ قُضِيََتْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ قَضَاءُ مصدر باب ضرب (قضى ماده۔ جب تم نے ادا کر لیا۔ جب تم پورے کر چکے۔

== مِّنَا مِسْكُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے (جج کے) ارکان مَسْكُكُمْ واحد۔

== كَذِكْرِكُمْ ۲ بَاءُكُمْ۔ کاف حرف تشبیہ ہے ذِكْرِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف۔ ۲ بَاءُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ تمہارے اپنے آباء اجداد کے ذکر کی طرح یعنی جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو اسی طرح اللہ کا ذکر کرو۔

== اَوْ۔ یہاں اختیار کے معنی میں نہیں۔ بلکہ ترقی کے لئے ہے اور بَلْ کا ہم معنی ہے یعنی بلکہ ان کے ذکر سے بھی بڑھ کر اللہ کو یاد کرو۔

== اَشَدَّ ذِكْرًا۔ صاحب تفسر حقانی فرماتے ہیں: اَشَدَّ ذِكْرًا میں اگرچہ لوگوں نے بہت قیل وقال کی ہے مگر صاف قول یہ ہے کہ اَشَدَّ منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے اور یہ حال ذِكْرًا سے ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کی صفت ہو۔ اور ذِكْرًا تمیز ہے اَشَدَّ کی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

== خَلَقَ ط۔ حصہ۔ اپنے خلق اور عادت سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خَلَقَ ہے۔



== حَسَنَةً - مہلانی - نیکی - نعمت جو مسرت کا سبب ہو - سَيِّئَةً کی ضد ہے -

۲: ۲۰۱ = قِنَا - قِ - نَا - قِ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اور نَا ضمیر مفعول جمع متکلم - وَقَاءُ - وَقَايَةُ دَقِيٌّ - وَاقِيَةٌ مصادر لفیف مفروق (بمعنی بچانا - پرہیز کرنا - احتیاط کرنا - وَقِيْ يَقِي (باب ضرب سے) کسی دکھ دینے والی ضرر رساں چیز سے بچانا - قِ نَا - توہم کو بچا - توہم کو محفوظ رکھ - اور حکم قرآن مجید میں ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا قُوا۟ اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا - (۶: ۶۶) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ -

دَقِيٌّ سے مضارع اصل میں یُوَقِيُّ تھا - لفیف مفروق میں ن کلمہ کی تعلیل مثل مغنل الفار (مثال کے ہوتی ہے - لہذا مثال کی تعلیل کے مطابق کہ مضارع مکسور العین میں عین کلمہ سے پہلے جو واو واقع ہوتا ہے وہ حذف ہو جاتا ہے - جیسے دَعَا یُوْعِدُ سے یَعِدُ لہذا یُوَقِي یَقِي ہو گیا - لفیف مفروق کے لام کلمہ کی تعلیل مثل ناقص یائی ہوتی ہے لہذا مثل رَمٰ یَزْمِی میں یٰ پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے حذف ہو جاتا ہے لفیف مفروق کے لام کلمہ میں تعلیل کی وجہ سے یَقِي یَقِي ہو گیا -

اسی کے مطابق صیغہ امر بنانے کے لئے علامت مضارع کو حذف کیا - اور آخر میں حرف علت کو گرا دیا تو قِ رہ گیا جو امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ بن گیا -

۲: ۲۰۲ = اُدْكُشْكُ - اسم اشارہ جمع مذکر - وہ سب - اس میں مشائر الیم وہ مؤمنین ہیں جو دینا اور آخرت دونوں میں حَسَنَةً کی دعا کرتے ہیں

== نَصِيبٌ - حصہ - خواہ ثواب کا ہو - میراث کا ہو - یا حکومت کا ہو -

== کَسَبُوا - ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے کمایا - کَسَبٌ - کمائی کرنا - نفع کے لئے کوئی کام کرنا - خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا بُرا - قرآن مجید میں کَسَب کا استعمال اس طرح کیا گیا ہے - راہِ قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی جیسے وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ - (۲: ۲۲۵) لیکن جو قسمیں قصدِ دل سے کھاؤ گے اُن پر مواخذہ کرے گا - (۲) اچھا بُرا قول یا فعل - جیسے: ثُمَّ تَوَفٰی كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (۳: ۱۶۱)

پھر ہر شخص کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا - (۳) نیک کام کرنا - جیسے لَهَا مَّا كَسَبَتْ (۲: ۲۸۶) اچھا کام کرے گا تو اس کو اس کا فائدہ ملیگا - (۴) بُرے کام کرنا - جیسے وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلٰیهَا -

(۶۵: ۶) اور جو (کوئی) بُرا کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے - (۵) مال کمانا - جیسے اَنْفَقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ (۲: ۲۶۷) پاکیزہ اور عمدہ مال جو تم کماتے ہو - اس میں سے (خدا کی راہ میں) خرچ کرو

وَاللّٰهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ - واو عاطف - سَرِيعٌ - جلدی کرنے والا - سُرْعَةً (باب فتح) سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں - بروزن فَعِیلٌ بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے سَرِيعُ الْحِسَابِ ط



ترکیب اضافی ہے سَرَّيْعُ مضاف الْحِسَابُ مضاف الیہ۔ جلدی حساب کرنے والا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اللہ مبتدا کی خبر ہے۔ اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

۲۰۳:۲ = فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ ط دن جو معدودے چند ہیں۔ چند گنتی کے دن، چند دن گنتی کے۔  
 — فائدہ ۵۔ حج کا ذکر ہو رہا ہے مزدلفہ میں رات بسر کر کے دسویں تاریخ ذوالحجہ کو صبح سویرے بعد از نماز فجر وہاں سے نکل کر منیٰ پہنچے۔ ۱۰ اور ۱۱ تاریخ کو منیٰ میں قیام کیا اور ذکر و اذکار میں مشغول رہے۔ اور دیگر مناسک حج کی ادائیگی کی مثلاً دس تاریخ کو حجرہ عقبہ کی رمی کی، قربانی دی۔ سر منڈایا۔ احرام سے باہر آئے طواف زیارت کیا۔ صفامروہ کے درمیان سعی کی۔ اور واپس منیٰ آئے۔ اب منیٰ سے مکہ کی طرف واپسی کی دو صورتیں ہیں اگر کوئی شخص دسویں تاریخ کے بعد صرف دو دن قیام کر کے بارہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ چلا جائے تو بھی درست ہے اور جس کا جی چاہے بارہ تاریخ کو وہیں ٹھہرے۔ اور تیرہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ واپس مڑے تب بھی درست ہے۔ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ ..... لِمَنِ اتَّقَىٰ میں اسی کی طرف اشارہ ہے  
 ۹ کی فجر تا ۱۳ ذوالحجہ کی عصر تک ایام تشریق کہلاتے ہیں۔

= تَعَجَّلَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَعَجَّلُ (تَفَعَّلُ) مصدر اس نے جلدی کی۔ اس نے عجلت سے کام لیا  
 مَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ۔ جو شخص جلدی کر کے دو دن میں ہی چلا گیا۔ یعنی یوم النحر دسویں تاریخ کے بعد ۱۱ اور ۱۲ کو منیٰ میں ٹھہر کر ۱۳ کی شام کو مکہ معظمہ میں واپس ہو گیا۔ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ اس پر کوئی حرج نہیں  
 ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ موصولہ ہے

= مَنْ تَاَخَّرَ۔ تَاَخَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَاَخَّرُ (تَفَعَّلُ) مصدر پیچھے رہنا۔ پیچھے ہو جانا۔ وہ پیچھے رہ گیا۔ یا پیچھے رہا۔ جس نے تاخیر کی۔ یعنی ۱۲ تاریخ کو بھی منیٰ میں ٹھہر رہا اور ۱۳ کی شام کو واپس ہوا۔  
 = لِمَنِ اتَّقَىٰ۔ اِیْ ذٰلِكَ التَّخِيْرُ وَنَفَى الْاِثْمَ لِلْحَاجِ الْمُتَّقَىٰ۔ یعنی اس تاخیر میں اس حاجی کے لئے کوئی حرج نہیں جو دل میں خوفِ خدا رکھتا ہو۔ اور جس نے یہ تاخیر تقویٰ کی خاطر کی ہو

= تُحْشَرُونَ ہ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ حَشَرٌ (باب نصر، ضرب) مصدر  
 ۲۰۴:۱ = دَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ۔ داؤد عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف جملہ فَمِنْ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ ..... (آیہ ۲۰۰) پر ہے۔ آیہ ۲۰۰ میں ذکر تھا کہ بعض ایسے بھی ہیں کہ جو حج کے ایام اور ایسے مواضع میں صرف دنیا خدا تعالیٰ سے مانگتے ہیں کس لئے کہ آخرت اور وہاں کی نعمتوں کا ان کو یقین ہی نہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ دنیا و آخرت دونوں کا سوال کرتے ہیں۔ اب یہاں ان دونوں لڑوہوں کی تشریح ہے۔ مِنْ تَبْعِيْضِهِ ہے اور مَنْ موصولہ۔

= يُعْجِبُكَ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْجَابٌ (افعال) مصدر ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر



تجھ کو بھلا لگتا ہے۔ تجھ کو پسند آتا ہے۔

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا - متعلق قول سے ہے۔ اے فی امور الدنیا و اسباب المعاش یعنی اس کی گفتگو بابت امور دنیا و اسباب معاش۔ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی امور کے متعلق یا اس کی غرض سے اظہارِ عموماً محبت اور آپ کے اظہارِ اسلام وہ ایسے فصیح اور شیریں کلام میں کرتا ہے جو آپ کو متاثر کرتا ہے۔  
= يُشْهَدُ اللَّهُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ اَشْهَدُ (افعال) مصدر اللہ مفعول۔ وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ یعنی اللہ کی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے وہ اس کی زبان کے مطابق ہے۔

= وَهُوَ الَّذِي الْخَصَّامُ - جملہ حالیہ الَدُّ - سخت جھگڑالو۔ لَدَّ يَلْدُ (باب نصر) افعال التفضیل کا صیغہ لَدَّ - مصدر خِصَامٌ - خَضَمٌ کی جمع جیسے يَحَارُّ - يَجُرُّ - يَصْعَابُ صَعَبٌ کی جمع ہے يَخْضُمُ جھگڑنے والا۔ الَّذِي الْخِصَامُ جھگڑا کرنے والوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو۔ بہت بڑا جھگڑالو۔ خِصَامٌ مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں الَّذِي الْخِصَامُ بمعنی شَدِيدُ الْخُصُومَةِ ہوگا۔  
۲: ۲۰۵ = تَوَلَّى - ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ لوٹا۔ وہ پھرا۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔

= سَعَى - ماضی واحد مذکر غائب۔ سَعَى - مصدر (باب فتح) اس نے کوشش کی۔ اس نے جلدی کی اس نے قصد کیا۔

= لِيُفْسِدَ - میں لام تعلیل کا ہے اور سعی سے متعلق ہے یعنی وہ زمین میں اس واسطے دوڑتا پھرتا ہے کہ فساد پھیلا دے۔

۲: ۲۰۶ = اتَّقِعْ - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اتَّقَاءُ (افعال) مصدر توڈر۔ دَقِيَ مادہ۔

= أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ - الْعِزَّةُ - عزت۔ غرور۔ غلبہ۔ بزرگی۔ عِزٌّ - عِزَّةٌ - مصدر (باب

ضَرْبٍ) بِالْإِثْمِ - میں باء سببیہ ہے۔ غرور اور تکبر نے اس کو گناہ پر آمادہ کیا۔

= حَسْبُهُ - اس کو بس ہے۔ اس کو کافی ہے۔ اس کو کفایت ہے۔ حَسْبُ مضاف ۶ ضمیر واحد مذکر

غائب مضاف الیہ۔ حَسْبُ - کافی۔ کفایت۔

= أَلْمِهَادُ - اسم۔ بچھونا۔ ٹھکانا۔ قرار گاہ۔ مِهْدٌ - بستر، گہوارہ۔ مِهَادٌ (بستر) کی جمع أَمِهْدَةٌ اور مِهْدٌ ہے۔

فائدہ - علامہ لغوی رح نے بروایت کلبی و مقاتل و عطا فرمایا ہے کہ اخنس بن شریق بنی زہرہ کا حلیہ

تھا۔ یہ شخص بہت شیریں کلام اور خوبصورت یلیح تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا

تھا۔ بیٹھتا اور باتیں بناتا تھا۔ اور قسمیں کھا کھا کر کہتا تھا کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم بھی اس سے ملاطفت فرماتے تھے۔ واقع میں وہ منافق تھا۔ اس کے بارہ میں آیات ۲۰۴:



تا ۲۰۶ نازل ہوئیں۔ (آیت ۲۰۶ میں لہ۔ اَخَذَتْهُ اور فَحَسْبُهُ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب اخس کی طرف راجع ہے) اسی اخس نے اپنے مخالف بنو ثقیف پر شب خون مار کر ان کی کھیتیاں جلادیں۔ اور ان کے مولیشی ہلاک کر دیئے۔ اور اپنے ایک مدیون کے پاس تقاضے کے لئے طائف گیا اور وہاں جا کر اس کی کھیتی جلادی۔ اور اس کی گدھی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔

اگرچہ ابتدائے کلام میں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ..... سے اشارہ ایک واحد شخص کی طرف ہے جو بروایات اخس بن ثعلوق تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ وَمِنَ النَّاسِ سے مراد ایک ہی شخص ہو بلکہ اس سے بہتے اشخاص بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ لہذا ان آیات کا انطباق محض اسی ایک ہی شخص تک محدود نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں بھی وہ صفات پائے جائیں گے وہاں یہ آیات چسپاں ہوں گی۔

۲: ۲۰۷ = يَشْرِيْ - مضارع واحد مذکر غائب شَرَىٰ مصدر (باب ضرب) وہ فروخت کرتا ہے وہ اطاعت الہیہ کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

شِرَاءٌ اور يَبِيعُ دونوں لازم ملزوم ہیں کیونکہ مشتری کے معنی قیمت دے کر اس کے بدلے میں کوئی چیز لینے والے کے ہیں۔ اور بائع اسے کہتے ہیں جو چیز دے کر قیمت لے۔ اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب ایک طرف سے نقدی اور دوسری طرف سے سامان ہو۔ لیکن جب خرید و فروخت جنس کے عوض جنس ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو بائع اور مشتری تصور کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیع و شرا کے الفاظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اور عام طور پر شَرَيْتُ بمعنی بَعْتُ اور اَبْلَعْتُ بمعنی اِشْتَرَيْتُ آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ الْيَخْسِ (۲۰: ۱۲) اور انہوں نے اس کو بھڑی قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور اِشْتَرَوْا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ (۸۶: ۲) جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔

آیت ہذا میں يَشْرُوْنَ بمعنی فروخت کر دینا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنی جان تک اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیچ ڈالتا ہے۔

= دَعُوْا - دَعُوْا يَرْوُّوْا دَعْوًا دَاعِيَةً مصدر سے۔ بروزن فعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ امام خطابی رافٹ اور رحمت میں فرق تحریر فرماتے ہیں کہ: رحمت تو کسی مصلحت کی بناء پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن رافٹ ناپسندیدگی میں تقریباً نہیں ہوتی۔







ضمیر فاعل ان لوگوں کے لئے ہے جو اسلام میں پورے پورے داخل نہیں ہوئے۔ اِیٰ مَن یَتْرُکِ الدِّخْلَ فِی السِّلْمِ کَافَّةً - هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِی مَا یَنْتَظِرُوْنَ - اَلَّذِ - حرف استثناء۔  
 = ظَلَّل - سائبان - بدلیاں - ظَلَّة کی جمع ہے جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرُفٌ ہے۔  
 = الْغَمَامُ ابر - سفید ابر - غَمَامَةٌ کی جمع۔

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا اَنْ یَّاتِیَهُمُ اللّٰهُ فِی ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ - یہ انتظار نہیں کر رہے مگر اس بات کی کہ اللہ اور اس کے فرشتے (ان کے اعتقاد کے موافق) سفید بادلوں کے سائبانوں کے سایہ تلے ان کے اوپر آویں (جیسا کہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بادلوں میں سے دھواں اور کڑک اور نعل معلوم ہوا اور خداوند تعالیٰ کا جلوہ دکھائی دیا) تفسیر حقانی

= وَقَضِیَ الْاَمْرُ قَضٰی - ماضی مجہول واحد مذکر غائب - اور معاملہ کا فیصلہ کیا جائے - اور معاملہ پٹا دیا جائے (یعنی وہ امور جو ابھی تک نو مسلم یہودیوں اور نصاریٰ کے دلوں میں جاگزیں تھے اور ان کو کافۃً اسلام میں داخل ہونے سے مانع تھے ان کے روبرو فیصلہ ہو جاویں) نیز ملاحظہ ہو نوٹ ۷۶۴ - سورة البقرة تفسیر ماجدی  
 = وَ اِلٰی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُتُورُ اور اللہ کی ہی طرف تمام امور (قطعی فیصلہ کے لئے) لوٹائے جاتے ہیں  
 تُرْجَعُ - مضارع مجہول واحد مؤنث غائب - رَجَعُ مصدر سے - (باب ضَوَب) باب ضرب ہی مصدر  
 رُجُوعٌ سے بطور فعل لازم معنی لوٹنا آتا ہے - آیت ہذا میں بصورت اول مستعمل ہے۔

آیت ہذا کی مزید تشریح کے لئے عبد اللہ یوسف علی کی تفسیر نوٹ نمبر ۲۳۱ بھی ملاحظہ ہو

۲۱۱:۲ - کَمْ - استفہام کے لئے آئے تو اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کَمْ دَرِهَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔ اور اگر خبر یہ ہو اور مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرے تو تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے وَ کَمْ قَرْبَیۃً اَھْلَکْنَا هَا - ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔

کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے کَمْ مِّنْ قَرْبَیۃً اَھْلَکْنَا هَا (۲: ۲۴) یا آیت ہذا میں: کَمْ مِّنْ اٰیۃٍ بَیِّنَةٍ کتنی ہی کھلی نشانیاں اَتَتْهُمْ - ہم نے ان کو دیں۔

= مِّنْ شرطیہ ہے اور مِّنْ یُّبَدِّلُ ..... مَا جَاءَتْهُ - جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیدُ الْعِقَابِ جواب شرط ہے۔ یُبَدِّلُ مضارع مجزوم (بوجہ شرط) واحد مذکر غائب یُبَدِّلُ (تَفْعِلُ) مصدر (جو) بدل ڈالے - یعنی بجائے نکر کے کفر کرے۔

= نِعْمَۃً اللّٰہ - مضاف مضاف الیہ - اللہ کی نعمت - نعمت کے مراد وہ معجزے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کئے - نعمت ان کو اس لئے کہا گیا کہ وہ ہدایت کا سبب ہیں - یا اس سے مراد اللہ کی کتاب ہے، اور تبدیل سے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کیا۔



== شَدِيدُ الْعِقَابِ = سخت عذاب دینے والا۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۱۹۶)

(۲: ۲۱۲) = زُتِينَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب بَتَدِيلُ (تَفْعِيلُ) مصدر (وہ ستوارا گیا۔ وہ مرتن کیا گیا۔ اسے اچھا کر کے) دکھایا گیا۔ مطلب یہ کہ دنیا کی زندگی اسے پرکشش اور مرتن کر کے دکھائی گئی

= الْحَيَاةَ الدُّنْيَا۔ موصوف و صفت مل کر مفعول مالم لیسیم فاعل۔

= وَكَسَخَرُونَ۔ میں واو عاطفہ ہے يَسْخَرُونَ کا عطف زُتِينَ پر ہے سَخَرُ (باب سَمِعَ) مصدر مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے وہ مذاق بناتے ہیں۔ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مِنْ کے صلہ کے ساتھ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ اِنْ تَسْخَرُوا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ۔ (۱۱-۳۸) اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو ہم تم سے تمسخر کریں گے۔

فَوْقَهُمْ۔ فَوْق۔ ظرف منصوب۔ مضاف۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔۔۔۔۔ مضاف الیہ

ان کے اوپر۔ ان سے بڑھ کر، ان سے زیادہ، ان پر غالب

وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا۔ بتدار فَوْقَهُمْ خبر یَوْمَ الْقِيَامَةِ ظرف

۲: ۲۱۳ = اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ موصوف و صفت مل کر کان کی خبر۔ اُمَّةً بمعنی امت۔ جماعت،

ملت۔ دین۔ یہاں بمعنی دین مستعمل ہے۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً ای علی دین واحد۔

= فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ۔ بَعَثَ۔ ماضی واحد مذکر غائب بَعَثُ (باب فَعَمَ) مصدر۔ اس نے بھیجا

اس نے بھیجے (نبی) جملہ ہذا سے قبل فَاخْتَلَفُوا محذوف ہے عبارت یوں ہوگی۔ كَانَ النَّاسُ

اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ (ابتداء میں لوگ ایک ہی دین پر تھے۔ پھر ان کا

آپس میں اختلاف ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا۔

= مُبَشِّرِينَ وَ مُنْذِرِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال نَبِيِّنَ سے (اہل ایمان کو

جنت کے دیگر انعامات کی خوشخبری دینے والے۔ اور (منکرین کو ان کے گناہوں کی پاداش میں سزا سے)

ڈرانے والے۔

= مَعَهُم۔ ای مع النبیین۔ الکتب سے مراد جس کتاب ہے۔ بِالْحَقِّ کتاب ہے حال واقع ہے

یعنی مُشْتَبِهًا عَلَى الْحَقِّ۔ (حق پر مشتمل) لِيَحْكُمَ۔ میں لام تعلیل کی ہے۔ اور يَحْكُمَ میں ضمیر فاعل کا

مرجع اللہ یا کتب ہے یا اس کتاب کے ساتھ جو نبی ہے تاکہ اختلافی امور میں لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا کرے

فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ماموصولہ ہے اور فِيهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع۔ اس امر کے متعلق جس

میں انہوں نے اختلاف کیا۔

مطلب یہ کہ یہ اس نے نبیوں کو مبشرین و منذرین بنا کر بھیجا۔ اور ان (میں بعض) پر کتاب نازل فرمائی



جو سراسر حق باتوں پر مشتمل تھی تاکہ اللہ تعالیٰ خود یا اس کی مشتمل برحق کتاب یا نبی جس پر وہ کتاب نازل کی گئی ان باتوں کے متعلق جن میں لوگوں کا اختلاف تھا (ٹھیک ٹھیک) فیصلہ کر دے۔

== وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُذُوهُ - فِيهِ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب کا مرجع الحق سے یا کتاب الَّذِينَ موصول عہد کے لئے ہے۔ اور اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اُذُوهُ - اُذُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو کتاب کی طرف راجع ہے۔ یعنی جنہیں وہ کتاب دی گئی مطلب یہ کہ اس حق میں جس پر یہ کتاب جو یہود و نصاریٰ کو دی گئی مشتمل تھی۔ انہوں نے ہی اختلاف اختیار کیا۔ (کتاب سے مراد یہاں توراۃ اور انجیل ہے جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر نازل کی گئی اور اختلاف سے مراد یہ امور ہو سکتے ہیں۔ را، باہمی ضد اور حسد کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر۔ (۲) کتاب میں تحریف اور تبدیل پر اختلاف (۳) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق توراۃ و انجیل میں حوالہ جات جو سرگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دال تھے ان پر ان کا باہمی اختلاف۔

== مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ - بَيِّنَات سے مراد وہ محکم آیات جو تورات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دینے والی اور آپ کے اوصاف کرمیہ کو بیان کرنے والی تھیں۔ یہ جملہ اخْتَلَف سے متعلق ہے۔

== بَغِيًّا بَيْنَهُمْ - باہمی ضد اور حسد۔ یہ اخْتَلَف کا مفعول ہے۔

== فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ - هَدَى لَهُ - راستہ بتلانا۔ سیدھے راستہ پر قائم رکھنا۔ هَدَى - هَدَى - هِدَايَةٌ مصدر۔ مِنَ الْحَقِّ حال ہے ضمیر فِيهِ سے یا مَا سے بِإِذْنِهِ حال ہے الَّذِينَ ۱۲ مَنْوَا سے اِی مَا ذُوْنَا لَهُمْ - بِإِذْنِهِ اپنے امر و ارادہ سے۔ اپنے فضل و کرم سے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو حق میں جو بھی ان کو اختلاف تھا اپنے حکم سے راہ ہدایت دکھائی۔ یعنی ایمان والے اگر حق بات کے متعلق آپس میں کوئی اختلاف رکھتے بھی تھے تو چونکہ وہ بَغِيًّا بَيْنَهُمْ پر مبنی نہ تھا بلکہ محض لاعلمی یا نا سمجھی یا لاشعوری کی وجہ سے تھا۔ لیکن ان کی نیتوں میں خلوص اور جذبہ ایمان تھا اس لئے خداوند تعالیٰ نے اپنے حکم (فضل و کرم) سے ان کو اس اختلاف سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھا دیا۔ صاحب تفسیر مجیدی لکھتے ہیں لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ میں ذکر اہل حق کے اختلاف کا ہے اہل باطل سے بِإِذْنِهِ - میں اِذْن کے معنی فضل، توفیق اور لطف کے ہیں۔

۲۱۴: ۲ - آم - آم - منقطع ہے اور معنی بَل (حرف اضراب آیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہمزہ مقدر ہے۔ لفظ بَل کلام سابق سے اعراض کے لئے ہے۔ یہاں یہود اور نصاریٰ کے اختلاف اور ان کے متاع حیا



دنوی پر فخر بے جاہ اور پھر اس کے بل بوتے پر مومنوں سے تمسخر سے اعراض کرنے کے لئے آیا ہے اور ہمزہ استفہائی مومنین کے خیال کے انکار و استبعاد کے واسطے کہ تمہارا یہ خیال درست نہیں کر بغیر رنج و مشقت کی بھیڑ سے گذر تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ بلکہ تمہارے سے پہلے کے انبیاء اور مومنین کی طرح تمہیں بھی تنگی و سختی۔ فقر و بیماری اور طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کی آگ سے گذرنا پڑے گا۔ تب جا کر تم جنت کے مستحق بنو گے۔

تفسیر منطہری میں ہے کہ فراء کا قول ہے کہ اَمَدُ کے معنی اَحْبَبْتُمْ اور ميم زائد ہے

(اَمَدُ پر تفصیلی نوٹ ۹:۱۸ پر ملاحظہ ہو۔)

= حَبِيتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، حِسْبَانُ (باب حَسِبَ يَحْسِبُ) مصدر۔ تم سمجھ بیٹھے ہو۔ تم نے خیال کیا۔ یا گمان کیا۔

= اَنْ تَدْخُلُوْا۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ تَدْخُلُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر۔ کہ تم داخل ہو گے۔

= دَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ۔ جملہ حالیہ لَمَّا۔ ابھی تک نہیں۔ ترجمہ آیت کا یوں ہوگا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تک تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔

مثل الذین۔ ای مَثَلُ مَثَلُهُمْ کلام میں مضاف محذوف ہے۔ الذین صفت ہے مومنین محذوف کی۔ مِنْ قَبْلِكُمْ متعلق ہے خَلَوْا سے۔

= مَسْتَهُمُ الْبَاسَاءُ وَالضَّرَّاءُ بَيَان ہے مَثَلُ سے۔

= الْبَاسَاءُ۔ سختی، فقر، تنگی، اسم مؤنث ہے۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے بعض کے نزدیک صفت ہے جو قائم مقام ہے موصوف کے۔

= الضَّرَّاءُ۔ تکلیف۔ سختی۔ تنگی، مرض، مصیبت اسم مؤنث ہے اور سَرَّاءُ۔ نِعْمَاءُ کی ضد بَاسَاءُ وَضَرَّاءُ دونوں اسم مؤنث ہیں۔ ان کا مذکر نہیں آتا۔ ان کی جمع ضَرَاءُ کے نزدیک اَلْبُؤْسُ وَاضْرٌ بَرَزَن نِعْمَاءُ اَلْعُمُّ جائز ہے۔

= وَزُلْزِلُوْا۔ واؤ عاطفہ ہے اور اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ زُلْزِلُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ زُلْزَلَةٌ۔ زِلْزَالٌ۔ مصدر وہ جھڑ جھڑائے گئے۔ وہ زلزلہ میں آگئے وہ ہلا ڈالے گئے۔

= لَمَّا۔ حرف جازم ہے کہ کی طرح فعل پر داخل ہوتا ہے اور اس کو جزم دیتا ہے۔ اور مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ جیسے لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (۴۹: ۱۴)

لَمَّا اور لَمَّا کے درمیان بوجہ ذیل فرق کیا جاسکتا ہے۔

۱، لَمَّا۔ حرف شرط کے ساتھ آسکتا ہے جیسے فَاِنْ لَمَّا تَفْعَلْ لٰكِن لَمَّا نَحْنُ اَسْكَنَ۔



۲۔ لَمَّا سَے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک مستند مسلسل اور مستمر ہوتی ہے جیسے آیتہ ہذا۔ یا  
وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِي قُلُوْبِكُمْ اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ شناسش  
عبدی ممزق کا شعر ہے ۔

فَإِنْ كُنْتَ مَا كُنْتَ لَافَكُنْ خَيْرًا لِّكَ = وَاللَّ فَاَدْرِ كُنِّي وَلَمَّا اُمَذِّقْ  
ترجمہ: اگر مجھے خوراک ہی بننا ہے تو تو ہی بہتر کھانے والا بن جا۔ ورنہ میری مدد کو پہنچ ابھی تک میں تگتا  
بوٹی نہیں کیا گیا۔

لَمَ سَے جس نفی کا حصول ہوتا ہے اس کا تسلسل اور اتصال کبھی تو حال تک ہوتا ہے جیسے وَلَمَّ  
اَكُنْ بِدُعَاؤِكَ رَبِّ شَقِيًّا (۴: ۱۹) (اے میرے رب ابھی تک تجھے پکار کر میں نامراد نہیں رہا  
اور کبھی حال سے پہلے نفی کا انقطاع ہو جاتا ہے جیسے لَمَّ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا (۱: ۷۶) پہلے وہ  
کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ یعنی پہلے وہ بالکل معدوم تھا اب موجود ہو گیا۔

۳۔ لَمَّا سَے حاصل شدہ نفی ماضی قریب میں ہوتی ہے اور لَمَ سَے حاصل شدہ نفی ماضی مطلق میں  
خواہ قریب ہو یا بعید۔ اسی لئے لَمَّ يَكُنْ زَيْدٌ فِي الْعَامِ الْمَاضِي مُقِيمًا (زید گزشتہ سال مقیم  
نہ تھا۔ ماضی بعید) صحیح ہے۔ لیکن لَمَّا کا استعمال اس جگہ صحیح نہیں کیونکہ سال گزشتہ ماضی بعید  
ہے ماضی قریب نہیں۔

۴۔ لَمَّا سَے جس چیز کی نفی ہوتی ہے آئندہ اس کے ہونے کی توقع ہوتی ہے۔ جیسے بَلْ لَمَّا يَدْخُلُوا  
عَذَابٍ۔ بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ یعنی آئندہ چکھنے کی توقع ہے۔ لَمَّ  
میں یہ شرط نہیں ہے۔

۵۔ لَمَّا کا مدخول جائز الحذف ہے لیکن لَمَّ کا ایسا حال نہیں ہے۔ جیسے  
فَجِئْتُ قُبُورَهُمْ بِدُعَاؤِ لَمَّا = فَنَادَيْتُ الْقُبُورَ فَلَمْ يُجِبْنِي (یعنی لَمَّا اَكُنْ بَدْعُ)  
میں ان کی قبروں پر سردار قوم کی حالت میں پہنچا اور اس سے پہلے میں سردار ہوا ہی نہیں تھا۔ میں نے  
قبروں کو پکارا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

لَمَّا (جَبَّ) حرف شرط ہے یا حرف وجود وجود یا حرف وجوب وجوب۔ ماضی کے دو حملوں پر آتا ہے  
شرط و جزا۔ ابن سراج۔ ابن جنی اور فارسی وغیرہ کا قول ہے کہ لَمَّا حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے  
حَيْثُ کا ہم معنی۔ ابن مالک نے کہا ہے لَمَّا اِذْ کی طرح ہوتا ہے۔ اِذْ کا مدخول بھی حملہ ماضیہ ہوتا  
ہے۔ اور لَمَّا کا بھی۔

لَمَّا کی جزا کا فعل ماضی ہونا بالاتفاق صحیح ہے بلکہ جمہور کے نزدیک شرط ہے جیسے فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ



إِلَى الْبَرِّ اعْرِضْتُمْ (۱۷: ۶۷) جب اس نے بچا کر تم کو خشکی تک پہنچا دیا تو تم نے رد گردانی کی  
ابن مالک کہتا ہے لَمَّا کی جزاء کے مقام میں کبھی ایسا جملہ اسمیہ واقع ہوتا ہے جس کا آغاز اِذَا مفاعلیہ  
سے ہوتا ہے جیسے فَلَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (۶۹: ۶۵) جب اس نے ان کو بچا کر  
خشکی تک پہنچا دیا تو ایک دم وہ شرک کرنے لگے۔

یا اس کے شروع میں فاء ہوتی ہے جیسے فَلَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (۳۱: ۳۲)  
جب ان کو بچا کر خشکی تک پہنچا دیا۔ تو ان میں کچھ لوگ سیدھی چال پر رہے۔

ابن مسعود نے صراحت کی ہے کہ لَمَّا کی جزاء میں کبھی فعل مضارع آتا ہے جیسے فَلَمَّا ذَهَبَ  
عَنْ اِبْرَاهِيمَ الرُّدْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِی قَوْمٍ لُّوطٍ (۱۱: ۷۷) جب ابراہیم کے  
دل سے خوف جاتا رہا۔ اور خوشخبری پہنچ گئی تو ہمارے فرشتوں سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے  
لَمَّا (مگر) استثنائیہ بھی آتا ہے اِذَا کا ہم معنی۔ جیسے اِنْ كُلِّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۸۶: ۸۷)  
کوئی نفس ایسا نہیں کہ اس کے اعمال کا نگران (فرشتہ) نہ ہو۔ یہ ترجمہ لَمَّا نافیہ کا ہے جیسا کہ بعض لوگ  
اس جگہ قائل ہیں۔ محل استثناء کے لحاظ سے ترجمہ اس طرح ہوگا: کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ)  
ماور ہے۔ (لغات القرآن از مولانا عبدالدائم الجلالی)

— اَلَا۔ خبردار ہو جاؤ۔ جان لو، سن رکھو، خبردار۔ یہ حرف کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱)  
تنبیہ۔ جیسے اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السَّٰفِكُوْنَ (۲: ۱۳) سن لو کہ یہی بیوقوف ہیں (۲) توبیخ و انکار جیسے  
اَلَا زَيْدٌ قَائِمٌ۔ (۳) تمنیٰ جیسے اَلَا تَنْزِلُ عَلٰی رَاۤیِۡسِ عِزِّیْ (۴) عرض۔ یعنی کسی چیز کا نرمی سے مانگنا جیسے  
اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَکُمْ (۲۴: ۲۲) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔  
(۵) تخصیض کے لئے۔ یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے جیسے اَلَا تَقٰتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْا  
اَیْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَّءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۹: ۱۳) مہلاتم ایسے لوگوں  
سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر خدا کے جلا وطن کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور  
انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) پہل کی

علامہ زمخشری رح قاضی بیضاوی اور علماء کی ایک جماعت کے خیال میں اَلَا ہمزہ استفہام اور لام  
نافیہ سے مرکب ہے جو اپنے مابعد کے تحقیق و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب استفہام  
نفی پر داخل ہوتا ہے تو اس سے مزید ثبوت مقصود ہوتا ہے چنانچہ آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَدْرِ عَلٰی اَنْ  
يُّحْيِيَ الْمَوْتٰی (۵: ۴۵) کیا اس (خدا) کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے۔  
اَلَا اِنَّ لَّصِرَاطَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ (۱) بطور حرف تنبیہ آیا ہے اور مابعد کی تحقیق پر دلالت کرتا ہے یعنی



سُنْ لَوْ أَنَّكَ مَدَدَ آيَا هِيَ جَاهَتِي هِيَ .

۲: ۲۱۵ = مَا ذَا - کیا چیز ہے، کیا ہے، مَا حَرْتَ اسْتِفْهَام ہے اور ذَا فَصْل کے لئے آیا ہے تاکہ مَا نَافِيہ اور مَا اسْتِفْهَامِہ میں تمیز ہو سکے۔ یا مَا اسْتِفْهَامِہ ہے اور ذَا مَوْصُولہ ہے۔ یا مَا اسْتِفْهَامِہ ہے اور ذَا زَائِدہ ہے۔

= يُنْفِقُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ خرچ کریں۔ انْفَاقٌ (افْعَالٌ) مصدر = مَا انْفَقْتُمْ = میں مَا مَوْصُولہ ہے بمعنی الَّذِي۔

= مِنْ خَيْرٍ - اِی مِنْ مَّالٍ - خیر کے معنی بہتر، بھلائی۔ نیکی۔ نیک کام۔ پسندیدہ چیز۔ شر کی ضد ہے۔ خیر بمعنی مال قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے جیسے۔ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ (۲: ۱۸۰) جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آجائے اور اگر وہ کچھ مال چھوڑ جائیو والا ہو تو تم پر دستور کے مطابق والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کرنا فرض ہے خدا سے ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے۔ يٰۤاِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (۸: ۱۰۰) اور وہ مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔

= فَلِلْوَالِدَيْنِ - اِی فَاَنْفَقُوْا عَلَى الْوَالِدَيْنِ -

= اُبْنَا السَّبِيلِ - مسافر۔ لفظی معنی ہیں راستہ کا بیٹا۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے اِبْنُ السَّبِيلِ کہتے ہیں۔

= دَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ - میں مَا مَوْصُولہ ہے اور خَيْرٍ سے مراد نیکی (کوئی بھی ہو کسی بھی صورت میں ہو) ہے۔ یہ جملہ شرط کے معنوں میں ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ جواب بشرط ہے۔

(۲: ۲۱۶) كُتِبَ عَلَيْكُمْ - كُتِبَ عَلَى - واجب قرار دینا۔ فرض کر دینا۔ الْقِتَالُ اِی الْجِهَادُ۔

= كُؤُةٌ - ناگوار چیز۔ کریم۔ مشقت۔ مصدر بمعنی مفعول (مکروہ) ہے جیسے نَقَصٌ بمعنی مَنْقُوصٌ ہے

= عَسَى - غنقریب ہے، شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے افعال مقاربہ

میں سے ہے۔ محبوب چیز میں ابد کے لئے اور مکروہ بات میں خوف کے لئے ہے۔

= تَنَكَّرُ هُوًا - مضارع جمع مذکر حاضر۔ كُؤُةٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم ناپسند کرتے ہو۔ تم ناپسند کرو

تم مکروہ سمجھو، تم کو ناگوار معلوم ہو، تم کو بُرا لگے۔ تم کو دشوار لگے۔

۲: ۲۱۷ = الشَّهْرِ الْحَرَامِ - موصوف و صفت۔ حرمت والا مہینہ۔

فَامِدَّةٌ - جمادی الثانی ۱۲۸۵ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو آٹھ

(یا بعض کے نزدیک بارہ) مہاجرین کا سردار بنا کر قریش کے ایک قافلہ کے مقابلہ میں بھیجا۔ جس شب یہ

مقابلہ ہوا جس میں قریش کے چند آدمی مارے گئے تھے وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ لیکن حضرت عبداللہؓ



اور ان کے ساتھی اسے جمادی الثانی کی آخری تاریخ سمجھ رہے تھے۔ چونکہ رجب کا مہینہ ماہ حرم ہے جس میں قتال ممنوع تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھی سخت دلگیر ہوئے کہ ان سے ایسی غلطی سرزد ہوئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اہل مکہ نے جو گناہ قصداً اور عناداً کئے تھے مثلاً لوگوں کو اسلام سے روکنا۔ اللہ کو نہ ماننا۔ لوگوں کو مسجد حرام سے روکنا۔ اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا۔ (یعنی مسجد والوں کو اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضہ تھے) اور شرک کرنا۔ جو قتل سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ یعنی خود تو اہل مکہ ایسے گناہوں کے مرتکب تھے۔ ان کو کیا حق ہے کہ وہ مسلمانوں پر طعن و تشنیع کریں۔ باوجود اس کے کہ ان سے یہ فعل غلطی سے سرزد ہو گیا تھا۔

== قِتَالٌ فِيهِ كِبِيرٌ۔ قِتَالٌ باب مفاعلة سے مصدر ہے مُقَاتَلَةٌ بھی باب مفاعلة سے مصدر ہے۔ قِتَالٌ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الشَّهْرُ الْحَرَامُ ہے کِبِيرٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے بڑا (یہاں گناہ ہونے کے لحاظ سے بڑا مراد ہے)

== صَدٌّ۔ صَدٌّ يَصُدُّ (باب ضَرَبَ وَنَصَرَ) کا مصدر ہے۔ رُكْنَا رَفْعَ لَازِمٍ) روکنا (فعل متعدی) دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ صَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔ خدا کے راستہ سے روکنا یعنی لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا۔

== كُفْرٌ بِهِ۔ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے اور اس سے کفر کرنا اللہ کو نہ ماننا۔

== وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط ای وصد عن المسجد الحرام اور مسجد حرام سے روکنا۔

== اخْرَاجُ أَهْلِهِ۔ ای اهل المسجد الحرام۔

== الْفِتْنَةُ۔ فساد و شرک

== الْقَتْلُ۔ بمعنی عمرو حضری کا قتل جو قریش کے قافلہ میں سے تھا۔ اور عام فساد اور شرک بھی مراد

ہو سکتا ہے۔

== وَلَا يَزَالُُونَ يُقَاتِلُونَ نَكْمًا۔ لَا نَفَى۔ يَزَالُُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول

جمع مذکر حاضر۔ (یہ لوگ ہمیشہ لڑتے رہیں گے) کفار مکہ کی طرف اشارہ ہے) لَا يَزَالُ۔ مَا زَالَ

مَا دَامَ۔ مَا انْفَكَ۔ افعال ناقصہ ہیں ہمیشہ حرف نفی کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں لیکن مثبت کے

معنی ادا کرتے ہیں۔

== اِنْ اسْتَطَاعُوا۔ اِنْ شرطیہ ہے اِنْ اسْتَطَاعُوا جملہ شرطیہ ہے اور لَا يَزَالُُونَ... عَدُوٌّ

دِينِكُمْ۔ جزا۔

== حَتَّى يَرُدُّوكُمْ۔ حَتَّى تعلیل کے لئے ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَعْبُدُوا اللَّهَ حَتَّى ادْخُلَ الْجَنَّةَ۔



میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں تاکہ جنت میں جاؤں۔ يَزِدُّكُمْ مَضَارِعَ كَاصِفَةٍ جَمْعُ مَذْكُرٍ غَائِبٌ زَدُّ (باب نَصَرَ) سے مصدر كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تاکہ وہ تم کو لوٹا دیں۔ وہ تم کو مرتد بنادیں۔ آیت کا ترجمہ ہوگا: یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے تاکہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں۔  
= وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ فِي مَنْ شَرْطِيَّةٍ يَرْتَدِدْ - مضارع واحد مذکر غائب اِرْتَدَادٌ (افتعال)  
مصدر بمعنی لوٹ جانا۔ مرتد ہو جانا۔ اور جو تم میں سے مرتد ہو گیا یعنی اپنے دین سے پھر گیا۔ فَيَمُتْ اور مر گیا (اس کا عطف يَرْتَدِدْ پر ہے)

وَهُوَ كَافِرٌ - جملہ حالیہ ہے در آلِ حالیکہ وہ کافر ہو۔ وَمَنْ يَرْتَدِدْ سے لے کر دُھو کَافِرٌ تک شرط۔ اور اس سے اگلا جملہ فَأُولَٰئِكَ ..... خَالِدُونَ جزاء ہے۔  
= فَأُولَٰئِكَ میں ف جواب شرط کے لئے ہے۔ اُولَٰئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر غائب اور مَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ میں ضمیر فاعل مشار الیه ہے۔

= حَبِطَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب - حَبِطٌ (باب سَمِعَ) مصدر - وہ اکارت گئے۔ وہ مٹ گئے۔ وہ ضائع ہو گئے۔

= فِيهَا - فی حرف جار - ہا - ضمیر واحد مؤنث غائب - النَّارُ (دوزخ) کے لئے ہے ای فی النار  
= خَالِدُونَ - اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر - خَلَوْدٌ (باب نَصَرَ) مصدر - ہمیشہ رہنے والے۔ سدا رہنے والے  
۲: ۲۱۸ = هَاجِرُونَ - ماضی جمع مذکر غائب - مُهَاجِرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر (انہوں نے) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (وطن چھوڑا)

= جَاهِدُونَ - ماضی جمع مذکر غائب - مُجَاهِدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر - انہوں نے جہاد کیا

= يَرْجُونَ - مضارع جمع مذکر غائب رَجَاءٌ (باب نَصَرَ) وہ امید رکھتے ہیں۔

۲: ۲۱۹ = الْخَمْرُ - شراب انگوری - اصل میں تو انگور کے کچے پانی کا نام جبکہ وہ نشہ آور ہو "خمر" ہے لیکن مجازاً ہر نشیلی شراب کو خمر کہہ دیتے ہیں۔

خمر یا تو اِخْتِمَادٌ بروزن (افتعال) سے ماخوذ ہے جس کے معنی خمیر اٹھنے کے ہیں چونکہ اس میں بھی خمیر اٹھ کر جوش پیدا ہوتا ہے اور جھاگ آنے لگتے ہیں اس لئے اس کا نام خمر ہوا۔  
یا یہ مُخَامَرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے مشتق ہے جس کے معنی چھپا لینے کے ہیں۔ چونکہ یہ دوسواں کو گم کردیتی ہے اور عقل و ہوش کو چھپا دیتی ہے۔ اس لئے خمر سے موسوم ہوئی۔

خُمَارٌ وہ چیز جس سے کوئی چیز چھپائی جاوے۔ خِمَارٌ - عورت کی اوڑھنی جس کے ساتھ وہ اپنے سر کو چھپاتی ہے اس کی جمع خُمُرٌ ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَ لِيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ۔



وہ (عورتیں) اپنے سینوں پر ادڑھنیاں اوڑھے رہا کریں۔

== الْمَيْسِرِ - اسم و مصدر میسی - جوا - جوا کھیلنا - يَسِرُ - يَيْسِرُ - يَسُوْ (باب صَوَّبَ) جوا کھیلنا - يَسِرُ آسانی (جو میں بھی مال آسانی سے حاصل ہوتا ہے)

فائدہ - قرآن حکیم میں شراب کے حرام ہونے کے متعلق تدریج مندرجہ ذیل آیات ہیں۔

(۱) وَ مِنْ ثَمَرَاتِ النَّٰثِلِیْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَ رِزْقًا حَسَنًا ۚ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (۱۶۱: ۶۷) اس میں سَكَرًا کو رِزْقًا حَسَنًا سے علیحدہ کر دیا ہے۔ یعنی کھجور اور انگور سے نشہ حاصل کرنا رزق حسن نہیں ہے۔ یہاں شراب کے خلاف لطیف اشارہ ہے۔

(۲) یَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ... الخ (۲: ۲۱۹) آیہ ہذا۔ اس کے متعلق شراب کے متعلق فرمان ہے کہ اس میں گولگوں کے لئے منافع بھی ہیں لیکن اس کا گناہ منافع سے بڑھ کر ہے۔ یہ حرمت شراب کے متعلق دوسرا قدم ہے۔

(۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (۴: ۴۳)

(۴۳) یہاں ایک حد تک صریحاً ممانعت کر دی اور یہ حرمت شراب کی طرف تیسرا قدم تھا۔

(۴) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۵: ۹۰) یہاں شراب قطعی طور پر حرام ہو گئی اس کو شیطان کا فعل قرار دیکر اجتناب کا حکم ہو گیا اور جہاں نہی کسی فعل کی ہو اس کا کرنا صریحاً حرام ہے۔ آیہ شریف ۵: ۹۱ بھی اسی مضمون کے متعلق ہے۔

== مَا ذَا - ملاحظہ ہو آیت ۲: ۲۱۵ - متذکرۃ الصدر

== الْعَفْوُ - ای قُلْ اَنْفِقُوا الْعَفْوُ - الْعَفْوُ - آسان - حاجت سے زیادہ - معاف کر دینا - یَا عَفَا عَفْوًا

(باب نصر) کا مصدر ہے بقدر طاقت جو بن آئے۔ جو اپنے اور عیال کے خرچ سے زائد ہو۔ عَفْوٌ بَرَزَن فَعُولٌ - بہت زیادہ معاف کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

== یُبَیِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب یُبَیِّنُ (تَفَعُّلٌ) مصدر کھول کر بیان کرتا ہے۔

(۲۲۰: ۲) قُلْ اَصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۚ اِیْ اَصْلَاحُ اَمْوَالِ الْیَتَامٰی مِنْ عِنْدِ اِخْذِ اجْرَةٍ

ولا عوض خیر لکم ای اعظم اجرًا - یعنی یتیموں کے اموال یا کاروبار میں بغیر اجرت و عوضانہ ترقی کی کوشش کرنا۔ تمہارے لئے بہتر اجر کا باعث ہوگا۔

== اِنْ تَخَالَطَوْهُمْ - اِنْ شَرْطِیہ تَخَالَطُوا - مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر - مُخَالَطَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - اگر تم ان کو ملا لو۔ ان سے مشارکت کر لو۔ جملہ شرطیہ ہے فَاخْوَا اَمْکُمْ جَوَاب



شرط۔ تو وہ تمہارے بھائی ہی ہیں اس لئے مشارکت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

— الْمُفْسِدَ — اسم فاعل واحد مذکر۔ فَسَادٌ (باب ضَرْبٍ، نَصَرَ) مصدر۔ بگاڑنے والا۔

— الْمُصْلِحَ — اسم فاعل واحد مذکر اِصْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر، درست کرنے والا۔ بگاڑ نہ کرنے والا۔ صَالِحٌ نیک۔ درست عمل کرنے والا۔

— وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَدَعْنَتْكُمْ — واو عاطفہ کو حرف شرط شَاءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَشِيئَةٌ (باب سَبَعٍ) سے مصدر۔ اور اگر اللہ چاہتا۔ شَاءَ اصل میں شِئْتُ تھا۔ جی متحرک ماقبل مفتوح اس لئے تے کو الف سے بدلا گیا ہے۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ جملہ شرطیہ ہے۔ لَدَعْنَتْكُمْ — لام تاکید کے لئے ہے یا جواب شرط کے لئے ہے۔ اَعْنَتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْنَتُ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی 'منتہت' میں ڈالنے کے ہیں۔ کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا۔ یعنی اس باب میں کوئی سخت قانون بنا دیتا۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

۲: ۲۲۱ — لَا تَنْكِحُوا — فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نِكَاحٌ (باب ضَرْبٍ، نَكَحَ) مصدر۔ تم نکاح مت کرو۔ تم عقد نہ کرو۔ الْمُشْرِكِ — مشرک عورتوں کے ساتھ۔

— يُؤْمِنَنَّ — مضارع جمع مؤنث غائب۔ اِيْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ وَلَا مَآئِمَةً — لام تحقیق کے معنوں میں ہے۔ اِمَّةٌ — لونڈی، باندی، اسم۔ ہے علامہ بیضاوی کے نزدیک اِمَّةٌ سے مراد عورت ہے خواہ حرہ ہو خواہ لونڈی ہو۔ کیونکہ سب مرد و عورت اللہ تعالیٰ کے غلام اور باندیاں ہیں وَالْاِمَّةُ — ای والمرأة المؤمنة حرة كانت ادمملوكة فان الناس كلهم عبيد الله واماءة۔

— وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ — واو حالیہ ہے کو بمعنی اگرچہ۔ عبارت کچھ یوں ہوگی۔ ولو كان الحال ان المشركة تَعْجِبُكُمْ وَتَحِبُّوْنَهَا اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرکہ عورت تمہیں بھلی لگے اور تم اسے چاہتے ہو۔ اَعْجَبَتْكُمْ ماضی واحد مؤنث غائب کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِعْجَابٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ تم کو بھلی لگی۔ اَعْجَبَ کے اصل معنی TO EXCITE WONDER to کے ہیں۔ دوسرے میں پسند اور کشش کے جذبات ابھارنا۔ یعنی اگرچہ وہ عورت تم میں پسند اور کشش کے جذبات کا موجب ہو۔ پکھٹالنے اس کا انگریزی میں ترجمہ یہ کیا ہے THOUGH SHE PLEASE YOU اور عبد اللہ یوسف علی اس

کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ EVEN THOUGH SHE ALLURE YOU

— وَلَا تَنْكِحُوا — واو عاطفہ لَا تَنْكِحُوا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِنِكَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تم نکاح نہ کرو۔ تم عقد مت کرادو۔ الْمُشْرِكِينَ یہ لَا تَنْكِحُوا کا مفعول ہے جملہ میں ایک مفعول محذوف ہے،



تقدیر کلام ہے: وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ اور نہ تم اپنی مومن عورتوں کا عقد مشرکین سے کراؤ۔  
 = وَكَوْاْ اَعْجَبَكُمْ: اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرک تمہیں بھلا لگے۔ پسند آئے۔

= اُولَئِكَ - المشركين والمشركت کی طرف اشارہ ہے۔

اُولَئِكَ - .... الخ علت بیان کی گئی ہے مندرجہ بالا حکم کی

= يَدْعُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ دَعْوَةٌ وُدْعَاءُ (باب نصر) مصدر وہ بلا تے ہیں وہ دعوت دیتے ہیں۔

= بِاِذْنِهِ - اپنے امر و ارادہ سے۔ اپنے فضل و کرم سے۔ توفیق دے کر اور آسانی پیدا کر کے۔

= يُبَيِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبَيَّنَ (تَفْعِيلُ) مصدر وہ کھول کر بیان کرتا ہے۔

= يَتَذَكَّرُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب تَذَكَّرَ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ وہ نصیحت حاصل کریں وہ نصیحت پکڑیں۔

۲۲۲:۲ = الْمَحِيضُ - مصدر مہمی ہے۔ بمعنی حیض آنا۔ جیسے مَبِيْتُ - رات گزارنا۔ مَجِيئُ (ج ی ع) آنا۔ جَاءَ يَجِيئُ - کا مصدر محيض کے معنی (۱) حیض۔ یعنی وہ خون جو مخصوص دنوں میں صفت

خاص کے ساتھ عورت کے رحم سے جاری ہوتا ہے (۲) ظرفِ زمان۔ وقتِ حیض یا زمانہ حیض۔ (۳) ظرفِ مکان۔ مقام حیض۔

= اَذَى - ہر وہ ضرر جو ذی روح کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی۔ گندگی، بیماری المنجد میں اس کے معنی محوڑا ضرر۔ خفیف نقصان کے لکھے ہیں۔ اَذَى يَأْذِي (سَمِعَ) تکلیف پانا اور اَذَى يُؤْذِي اِيْذَاءً (افعال) تکلیف دینا۔ اَذَى - مادہ۔

= اِعْتَزَلُوا - امر جمع مذکر حاضر۔ تم الگ رہو۔ تم چھوڑ دو۔ (یعنی عورتوں کے پاس زمانہ حیض میں نہ جاؤ اِعْتَزَالُ) (افعال) بمعنی چھوڑنا۔ کنارہ کش ہونا۔ ایک طرف ہو جانا۔ الگ ہو جانا۔ اسی سے لفظ معتزلہ نکلا ہے۔ الگ ہو کر بنا ہوا فرقہ (داصل بن عطار اور اس کے پیروکار)

= فِي الْمَحِيضِ - ای فی زمان الحیض۔ حیض کے ایام میں۔

= يَطْهَرْنَ - مضارع جمع مؤنث غائب۔ طَهَّرَ وَطُهِرَ (باب نصر و کرم) یہاں تک کہ وہ عورتیں پاک ہو جائیں۔

= تَطْهَرْنَ - ماضی جمع مؤنث غائب۔ تَطَهَّرَ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ پاک ہوں۔ وہ پاک ہوتی ہیں۔ پاک ہو جائیں۔

= فَاتَوَّهْنَ - اَتَى يَأْتِي اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اتوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔



هُنَّ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعُ مَوْنَتٍ غَائِبٍ۔ پس تم ان عورتوں کے پاس آؤ۔ تم ان سے مجامعت کرو۔  
= حَيْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرفِ مکان ہے۔ مَنِ بِرُضْمَةٍ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكَ اللَّهُ تَوْجِہًا سے خدا نے تمہیں حکم دیا ہے یا ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ

= التَّوَابِينَ۔ تَوَابٌ کی جمع تَوَابٌ فَعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے تَابَ يَتُوبُ تَوْبَةً  
(باب نصر) مصدر سے۔ بہت پھر آئیوالے۔ بہت توبہ کرنے والے۔ تَوَابٌ۔ ہر دو بہت توبہ کرنے والا (بندہ) بہت توبہ قبول کرنے والا (خدا) کے معنی میں آتا ہے۔

= الْمُتَطَهِّرِينَ۔ اسمِ فاعِلِ جمعِ مذکر۔ اَلْمُتَطَهِّرُ واحد مذکر۔ تَطَهَّرَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ پاک و صاف ہونے والے۔ پاک ہونے والے۔ يُحِبُّ کا مفعول ہے۔

۲: ۲۲۳ = حَزَتْ۔ کھیتی۔ زراعت۔ حَزْتُ (باب ضرب) سے مصدر بھی ہے۔ بمعنی بیج ڈالنا کھیتی کرنا۔ کھیت کو حَزْتُ کہتے ہیں۔

= اَنَّى۔ مندرجہ ذیل معنوں میں مستعمل ہے۔

(۱) اسمِ ظرفِ زمان۔ جیسے فَأَتُوا حَزْثَكُمْ اَنَّى شِئْتُمْ۔ پس اپنی کھیتی میں جاؤ جب چاہو۔ جہاں سے چاہو۔  
(۲) اسمِ ظرفِ مکان۔ جس ہیئت سے چاہو۔  
(۳) (ا) بمعنی کَيْفَ۔ یعنی جیسے

(ب) بمعنی کَيْفَ۔ کیونکر۔ کیسے۔ اَنَّى يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (۲: ۲۵۹) خدا اس کے باشندوں کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا۔

(۴) بمعنی مِنْ اَيْنَ۔ جیسے يَمْرِيْمُ اَنَّى لَكَ هَذَا۔ (۳: ۳۷) اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔

= شِئْتُمْ۔ ماضی۔ جمعِ مذکرِ حاضر۔ تم نے چاہا۔ تم چاہو۔ شَاءَ يَشَاءُ مَشِيئَةً۔ (باب سَمِعَ) مصدر (نیز ملاحظہ ہو: ۲: ۲۲۰)

= قَدْ مَوْا۔ امر کا صیغہ جمعِ مذکرِ حاضر۔ تَقْدِيْمُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ تم پہلے بھیج دو۔ آگے بھیجو۔ قَدْ مَوْا لَا نَفْسِكُمْ۔ اور اپنے لئے (اعمالِ صالحہ) آگے (آخرت میں جو کام آئیں) بھیجو۔

مطلب یہ ہے کہ عورتوں سے صحبت کرنے کو فقط اس وقت کی لذت ہی مقصود نہ رکھو، بلکہ ان فائدوں کا قصد کرو جو دین کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ مثلاً حرام کاری سے بچنا۔ نیک اولاد کا ہونا۔ کہ تمہارے لئے دعا اور استغفار کرے۔ اور اگر مر جائے تو قیامت میں پیش خیمہ ہو۔ کیونکہ مباح امور اگر خالص اور صحیح نیت کے زیر اثر ہوں تو عبادت بن جاتے ہیں۔



= مُلَاقُوا۔ مُلَاقُوا۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مضاف۔ مُلَاقُوا اصل میں مُلَاقُونَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔ اس سے ملنے والے۔ اس کے پاس پہنچنے والے۔ مُلَاقَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر لقی مادہ۔

۲: ۲۲۴ = عُرْضَةً۔ آر۔ نشانہ۔ بہانہ۔ ہتھکنڈا۔ اَيْمَانِكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری قسمیں وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِاَيْمَانِكُمْ اور اللہ کو اپنی قسموں کے لئے آر یا بہانہ نہ بناؤ یعنی کسی اچھے کام کے نہ کرنے پر خدا کی قسم نہ کھا بیٹھو۔ کہ جب اس کے کرنے کو کہا جائے۔ تو اپنی قسم کو آر بنا کر نیک کام کرنے سے محروم نہ رہو۔ یا مطلب نکالنے کے لئے بات بات پر قسم نہ کھایا کرو۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے باعث نام کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔  
= اَنْ۔ کہ۔ یہ کہ۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) اَنْ۔ مصدریہ۔ ماضی و مضارع پر داخل ہو کر مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کا ما بعد بمنزلہ مصدر ہوتا ہے جیسے وَ اَنْ تَصُومُوا اَحْيَیْكُمْ لَکُمْ۔ (۱۸۴: ۲) اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے (۲) اَنْ۔ مخفف۔ جو کہ شروع میں ثقیلہ تھا۔ پھر خفیفہ کر لیا گیا۔ یہ کسی قسم کی تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے۔ جیسے عَلِمَ اَنْ سَیْکُونُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی۔ (۲۰: ۷۳) معلوم ہوا کہ بے شک تم میں سے کتنے ہی بیمار ہو جائیں گے۔

(۳) اَنْ۔ زائدہ۔ جو لہذا کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ جیسے فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِیْرُ (۹۲: ۱۲) پھر جب پہنچا خوشخبری دینے والا۔

(۴) اَنْ۔ مفسرہ۔ یہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو جیسے فَادْحِیْنَا اِلَیْهِ اِنْ اَصْنَعِ الْفُلْکَ (۲۳: ۲۷) پھر ہم نے اس کو حکم بھیجا کہ کشتی بنا۔

یاد دلالت معنوی ہو جیسے وَالطَّلَقَ الْمَلَا مِنْهُمْ اِنْ اَمْشُوا۔ (۶: ۳۸) تو ان میں جو معزز تھے وہ چل کھڑے ہوئے (اور بولے) کہ چلو۔ یعنی ان کے کہنے کا مطلب گویا یہ کہنا تھا کہ تم بھی چلو آیت ہذا میں اَنْ مصدریہ ہے۔

= تَبَرُّوا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ بَرَّ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تَبَرُّوا اصل میں تَبَرُّونَ تھا۔ اَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم نیکی کرتے ہو۔ یا کرو گے۔

= تَتَّقُوا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِتَّقَاءُ (افتعال) مصدر۔ بمعنی پرہیز کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ کہ تم بچتے رہو گے۔ ڈرتے رہو گے۔ یا پرہیز کرو گے یا کرتے ہو۔ تَتَّقُوا اصل میں تَتَّقُونَ تھا۔ نون اعرابی



بوجہ عمل اُن گر گیا۔

= تَصْلِحُوا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِصْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم صلح کرتے ہو، تم اصلاح کرتے ہو۔ اصل میں تَصْلِحُونَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ عمل اُن ساقط ہو گیا۔  
اَنْ تَبْرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تَصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ۔ (کہ اللہ کے نام کی قسم کا بہانہ کر کے (تم) نیکی اور پرہیزگاری اور لوگوں میں اصلاح نہ کرو۔ یا یہ کہ نیکی کرنے کو اور پرہیزگاری کو صلح بین الناس کو خدا کی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

= سَمِعَ۔ سَمِعَ سے بروزن فاعِل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سننے والا۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی ”جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے“ عَلِيمٌ عَلِمٌ سے بروزن فاعِل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ ہر دو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہیں۔  
۲۲۵:۱ = لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ۔ اللّٰهُ۔ فاعل۔ لَا يُؤَاخِذُ فَعَلَ كُمْ صَمِيْعٌ مَفْعُول۔ لَا يُؤَاخِذُ فَعَلَ نَعْلٌ مَضَارِعٌ مَنْفَعِي۔ واحد مذکر غائب۔ مُؤَاخِذَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر بمعنى مواخذہ کرنا۔ گرفت کرنا۔ پکڑ کرنا۔  
لہ گرفت نہیں کرے گا تمہاری۔

= بِاللَّغْوِ۔ ب سببیۃ۔ اللَّغْوِ۔ (باب نَصْر) بے معنی بات۔ جو کسی گنتی شمار میں نہ ہو۔ جو سوچ سمجھ کر نہ کی جائے۔ بے ہودہ بات۔ یا بیہودہ چیز۔ اور مجید قرآن مجید میں آیا ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (۳:۲۳) اور جو بے ہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ پہلو تہی کرتے ہیں۔  
لَغْوٌ اس قسم کو کہتے ہیں جو بغیر نیت قسم کے بطور تکیہ کلام کے مُنہ سے نکل جاتی ہے۔ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آدمی کی لغو قسم اس طرح کہنا ہے کہ لَا وَاللّٰهِ۔ بَلٰی وَاللّٰهِ۔  
لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْ اٰیْمَانِكُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں سے بیہودہ قسم پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا۔ اخَذَ۔ ب۔ کسی چیز کو پکڑنا۔ کسی کو گناہ پر سزا دینا۔ مواخذہ کرنا۔

= بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ۔ مَا مَوْصُول۔ كَسَبَتْ، فعل ماضی۔ واحد مؤنث غائب۔ كَسَبَتْ (باب ضَرْب) مصدر۔ کمائی کرنا۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا بُرا۔ یہاں اس کا استعمال قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی سے کام کرنے کے لئے ہوا ہے۔ یعنی وہ قسمیں جو تمہارے دلوں نے ارادۃ اور نیت کھائی ہوں۔ لیکن تم سے اس (قسم) پر مواخذہ کرے گا جو تم نے دلی ارادہ سے کھائی ہو۔ جس پر تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو۔

= عَفْوٌ۔ مَغْفِرَةٌ۔ مصدر (باب ضَرْب) سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بخشنے والا۔ حَلِيمٌ۔ حِلْمٌ سے بروزن فاعِل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بردبار۔ تحمل والا۔ حِلْمٌ جوش غضب سے اپنے



نفس اور طبیعت کو روکنا۔ بردباری۔ تحمل کرنا۔

۲۲۶:۲ = يُولُوتْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ اِيْلَاءُ (افعال) وہ عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھاتے ہیں۔ اِيْلَاءُ وَالْيَتَةُ۔ اصل میں اس قسم کو کہتے ہیں کہ جس پر قسم کھانے والے کو تکلیف اور کوتاہی کا سامنا کرنا پڑے۔ اور اصطلاح شریعت میں اِيْلَاءُ اس قسم کو کہتے ہیں جو عورت کے ساتھ جماع نہ کرنے پر اٹھانے والا کَوْنْتُ فِي الدَّامِرِ۔ کے معنی ہیں کسی کام میں کوتاہی کرنا۔ قسم کھانے کے معنی میں قرآن مجید آیا ہے۔ وَلَا يَأْتِلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ۔ (۲۲:۲۴) اور جو لوگ تم میں سے صاحب فضل (اور صاحب وسعت) ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں۔۔۔۔۔

= تَرَبَّصْ۔ بروزن تَفَعَّلْ مصدر ہے۔ انتظار کرنا۔ خواہ کسی معاملہ کے ختم ہونے یا پورا ہونے کا انتظار ہو۔ یا کسی سامان کی گرانی یا ارزانی کا۔

آیت میں تَرَبَّصْ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ۔ مبتدا ہے اور لِلَّذِينَ يُولُوتْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ خیر ہے۔ = فَإِنْ فَاءُ ۱۔ اِنْ۔ شرطیہ۔ فَاءُ ۲۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ فَيَنْتِیْ (باب ضرب) مصدر فیء مادہ۔ (سایہ کا) ہٹ جانا۔ فَاءُ ۳۔ (کسی چیز کی طرف) لوٹنا۔ اگر (اس عرصہ میں قسم سے) رجوع کر لیں۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ جواب شرط۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے حَتّٰی تَفِيْئَ اِلٰی اَمْرٍ اَوْ يَتَفَقَّهَ ظِلَّةٌ (۹:۴۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کر لائے۔ اور سایہ کے لوٹنے کے معنی میں تَفَقَّهَ ظِلَّةٌ (۱۶:۴۸) جن کے سائے۔۔۔۔۔ لوٹتے ہیں۔

فَيَنْتِیْ۔ مال غنیمت۔ فِئَةٌ گروہ، جماعت۔ بھی اسی مادہ سے ہے جس کا مطلب وہ جماعت جس کے افراد تعاون و تقاضد کے لئے ایک دوسرے کی طرف لوٹ کر آئیں۔

۲۲۷:۲ = وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ۔ جملہ شرطیہ ہے ضمیر فاعل۔ عَزَمُوا کا مرجع وہ لوگ ہیں جنہوں نے عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا رکھی تھی۔ عَزَمُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ عَزَمَ (باب ضرب) مصدر پختہ ارادہ کر لینا۔ اور اگر انہوں نے طلاق کا ہی پختہ ارادہ کر لیا ہے فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ جواب شرط (تو یاد رکھو) اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے (یعنی ان کے قول و فعل اور نیت سے بخوبی واقف ہے)

(۲۲۸:۲) = اَلَمْ تَلَقْنِیْ۔ اسم مفعول۔ جمع مؤنث۔ تَطْلِقُ (تَفْعِلُ) مصدر۔ طَلَّقَ مادہ۔ طلا دی ہوئی عورتیں۔

= يَتَرَبَّصْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب یعنی امر غائب تَرَبَّصْ (تَفَعَّلْ) مصدر سے (نکاح) روکے رہیں۔ منتظر رہیں۔ انتظار کریں۔ بِأَنْفُسِهِنَّ۔ اپنے آپ کو۔



= قُرْدٌ - جمع - قُرْدٌ واحد - الْقُرْدُ - کے اصل معنی طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں۔ اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے کہ مَا يَدُّهُ - دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعے کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے۔ لہذا قُرْدٌ نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا۔ بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ احناف کے نزدیک اس کے مراد یہاں حیض ہے۔ اور شوافع کے نزدیک طہر۔ مطلب یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ یا انتظار کریں۔

= لَا يَحِلُّ - مضارع منفی واحد مذکر غائب - حُلُولٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی نازل ہونا۔ اور حِلٌّ - (باب ضرب) مصدر سے بمعنی حلال ہونا۔ جائز ہونا۔ یہاں پر مؤخر الذکر معنی مراد ہیں۔ یعنی حلال نہیں ہے۔ جائز نہیں ہے۔

= اَنْ يَكْتُمَنَّ - اَنْ مصدر یہ - يَكْتُمَنَّ - مضارع منصوب جمع مؤنث غائب - كَتَمَ (باب نصرم) مصدر - کہ وہ عورتیں چھپائے رکھیں۔

= اَرْحَامِهِنَّ - مضاف مضاف الیہ - اَرْحَامٌ - جمع ہے رَحْمٌ کی - عورت کے پیٹ کا وہ حصہ جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔

= بُعُولَتُهُنَّ - مضاف مضاف الیہ - بُعُولَةٌ - جمع ہے بَعْلٌ کی۔ جیسے فَعُولَةٌ جمع ہے فَعْلٌ کی۔ ان عورتوں کے خاوند۔ قرآن مجید میں ہے وَ هَذَا بَعْلى سَيِّحًا (۱۱: ۷۲) اور یہ میرے خاوند بھی بوڑھے ہیں۔

= رَرِهِنَّ - مضاف مضاف الیہ - ان عورتوں کا لوٹانا۔ ان کا پھر لینا۔ یعنی ان عورتوں کو واپس اپنی زوجیت میں لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔

= فِيْ ذٰلِكَ - اِی فی مدۃ ذٰلِكَ التَّوْبِیْنِ - اس عدت کے دوران - اس انتظار کے اندر اندر۔ = اِصْلَاحًا - سنوارنا۔ صلح کرنا۔ درست کرنا۔ یعنی اگر وہ (مطلقہ عورتوں کے خاوند) تعلقات درست کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

= وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ - اِی وَلِلنِّسَاءِ عَلَی الْاِنْدَاجِ حَقٌّ مِّثْلُ حَقِّ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ - للانداج - اور عورتوں کے حقوق مردوں پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔

= بِالْمَعْرُوفِ - عام دستور کے مطابق - معروف طریقے کے مطابق۔

= دَرَجَةٌ - مرتبہ - (مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ کی فضیلت ہے۔

= عَزِيزٌ - غالب - زبردست - قوی - مشکل - دشوار - عِزَّةٌ سے فَعِیلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل



مبالغہ کا صیغہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ زجاج نے اس کے معنی کئے ہیں۔ ایسا زبردست جس پر کوئی غالب نہ ہو سکے۔

= حَكِيمٌ = حکمت والا۔ يَرْوِزُنْ فَعِيلٌ صفت مشبہ کے صیغہ میں سے ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲۲۹:۲ = الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ۔ اس میں ال عہد کا ہے۔ ای التلطيق الرجعي اثنتان۔ طلاق رجعی دو ہیں۔ یعنی وہ طلاقیں جن کے بعد طلاق دینے والا رجوع کر سکتا ہے صرف دو ہیں۔ تیسری طلاق کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکتا تا آنکہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔ پھر وہ شخص اپنی رضامندی سے اسے خود طلاق نہ دے دے۔

= فَأَمَّا كَإِمْعُرُوفٍ۔ ای اذا راجعها بعد التليقة الثانية فعليه ان يمسكها بمعروف یعنی جب دوسری طلاق کے بعد اس نے عورت سے رجوع کیا تو انہاں بعد یا تو قاعدہ اور دستور کے مطابق عورت کو اپنے پاس روکے رکھے یا.....

إِمْسَاكٌ بَرُوَزْنِ اِفْعَالٌ مصدر بمعنى روکے رکھنا۔

= اَوْ تَسْرِحُ بِإِحْسَانٍ۔ اَوْ بمعنى یا۔ تَسْرِحُ لُکال دینا۔ رخصت کر دینا۔ چھوڑ دینا۔ روانہ کرنا بَرُوَزْنِ فَعِيلٌ مصدر ہے۔ سَرَخَ لیسَرَخَ (باب فتح) سَوَّخٌ مصدر۔ بمعنى بیج دینا۔ سَرَخَ (باب تفعیل) سے تَسْرِحُ بمعنى بیوی کو طلاق دینا۔ رخصت کرنا۔ سَوَّخٌ ایک پھل دار درخت۔ سَرَخْتُ الْإِبِلَ۔ میں نے اونٹ کو سرح درخت چرایا۔ پھر چراگاہ میں کھلا چھوڑ دینے پر اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وَ لَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ مُّحِينٌ تَرِيحُونَ وَ حِينٌ تَسْرَحُونَ (۶:۱۶) اور جب شام کو انہیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل میں) چرانے لے جاتے ہو۔ تو ان سے تمہاری عزت و شان ہے۔ اور چرواہے کو سَارِحٌ کہا جاتا ہے۔

إِحْسَانٌ نیکی۔ مہلائی۔ حُسْنِ سلوک۔ یا حُسْنِ سلوک سے اسے چھوڑ دے۔

= لَا يَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حلال نہیں۔ جائز نہیں۔ دیکھو (۲:۲۲۸) متذکرۃ الصد

= مِمَّا۔ مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ ۱ تَيَسَّمُوهُنَّ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جو تم نے ان عورتوں کو دیا۔

= إِلَّا۔ حرف استثناء سوائے (اس صورت کے)

= اَنْ يَخَافَا اَنْ لَا يُقِيَمَا حُدُودَ اللَّهِ۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ يَخَافَا۔ مضارع منصوب۔ تثنیہ مذکر

غائب۔ خَوْفٌ (باب فتح) مصدر۔ ان دونوں کو خوف ہو یا اندیشہ ہو۔



الَّا - مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لَا نافیہ سے۔ یُقِيمَا - مضارع منصوب تثنیہ مذکر غائب۔ اِقَامَةُ - (اِفْعَالُ) سے مصدر۔ کہ وہ دونوں ٹھیک ٹھیک (حدود اللہ کو) قائم نہ رکھ سکیں گے۔ اگرچہ اَلَّا - تخفیف (برا لگینے کرنا) کا حرف ہے لیکن قرآن مجید میں یہ اس معنی میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا = فَانْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ - جملہ شرطیہ ہے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ - جواب شرط ہے۔ لَا جُنَاحَ - کوئی گناہ نہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔

فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ - مَا موصولہ۔ افْتَدَتْ بِهٖ - صلہ۔ ہا صمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اسم موصولہ ہے فَلَا جُنَاحَ ... بِهٖ - کوئی گناہ نہیں ان دونوں کے لئے اس مال کے دینے میں جو عورت فدیہ کے طور پر دے کر (خاوند سے رہائی حاصل کرے)

= لَا تَعْتَدُوْهَا - لَا تَعْتَدُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر (اعتدا افتعال) مصدر۔ ہا صمیر واحد مؤنث غائب۔ جس کا مرجع حُدُودُ اللّٰهِ ہے تم ان حدود سے تجاوز مت کرو۔

= مَنْ يَّتَعَدَّ - مَنْ شرطیہ ہے۔ يَّتَعَدَّ مضارع واحد مذکر غائب۔ اصل میں يَتَعَدَّى تھا۔ جو حدود الہیہ سے تجاوز کرے گا۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ - جواب شرط ہے۔ پس وہی یہ انصاف ہیں۔

= فَاِيْدَا - وَلَا يَحِلُّ ..... فَلَا تَعْتَدُوْهَا - اس آیت میں یکے بعد دیگرے صیغوں کے بدلنے سے اشکال پیدا ہو گیا ہے۔ وَلَا يَحِلُّ ..... شَيْئًا میں تَأْخُذُوْا - اور اَتَيْتُمُوْهُنَّ میں صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا ہے۔ اور آگے اِلَّا اَنْ يَّخَافَا اَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ میں تثنیہ مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ پھر اِنْ خِفْتُمْ میں صیغہ جمع مذکر حاضر آ گیا ہے اور اس کے فوراً بعد اَلَّا يُقِيمَا اور عَلَيْهِمَا میں پھر تثنیہ مذکر غائب کا صیغہ ہے اور افْتَدَتْ بِهٖ میں واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ انراں بعد فَلَا تَعْتَدُوْهَا میں پھر صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔

اس کا حل کچھ یوں ہے:۔ شروع کلام میں تمام مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے لہذا جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ پھر کوئی خاوند بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے۔ جن کو ڈر ہو کہ وہ (اکٹھا رہ کر) حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے۔ لہذا ان کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا۔ خِفْتُمْ میں پھر عوام المسلمین سے خطاب ہے۔ اس لئے صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا۔ آگے يُقِيمَا اور عَلَيْهِمَا میں پھر اسی قبل الذکر خاوند اور بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے۔ لہذا صیغہ تثنیہ مذکر غائب لایا گیا۔ افْتَدَتْ بِهٖ میں اس جوڑے میں سے بیوی کے عمل کا ذکر ہے کہ وہ اس مشکل کے حل میں کیا کرے۔ لہذا واحد مؤنث غائب کا صیغہ استعمال ہوا۔ اس طرح اس جوڑے کی مشکل کا حل بتا کر تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوا کہ یہ ہیں اللہ کی



حُدود ان سے آگے مت بڑھو۔ اب اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے جو مال اپنی بیویوں کو دیا ہے (ان کو چھوڑتے وقت) اس میں سے کچھ بھی واپس لو۔ ماسوائے اس صورت کے کہ کوئی دو خاوند بیوی کو ڈر ہو کہ اکٹھا رہنے میں وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اے مسلمانو! اگر تم کو اندیشہ ہو کہ واقعی وہ دونوں خاوند بیوی حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو جائز ہے دونوں کے لئے کہ عورت اپنی خلاصی کے لئے فدیہ ادا کرے (دونوں کے لئے جائز اس واسطے کہا کہ اس صورت میں عورت کے لئے جائز ہے کہ پیشکاش کے لئے فدیہ میں کچھ دے اور مرد کے لئے جائز ہے کہ فدیہ لے لے اور عورت کی خلاصی کر دے) ۲۳۰:۲ = فَإِنْ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ ہے پھر اگر وہ اس عورت کو (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد تیسری) طلاق دیدے فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَتَكَلَّفَ زَوْجًا غَيْرَہَا۔ جواب شرط۔ لَا تَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ حِلٌّ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ عورت حلال نہیں۔ تَتَكَلَّفُ واحد مؤنث غائب تَكَلَّفَ (باب ضرب) زَوْجًا غَيْرَہَا۔ زَوْجًا۔ (اسم مفعول) جوڑا (حیوانات سے) نر اور مادہ کو علیحدہ علیحدہ بھی زوج کہتے ہیں۔ اسی طرح غیر حیوانات میں بھی ہر اس شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد۔ زوج کہتے ہیں۔ جیسے آسمان و زمین سفیدی۔ سیاہی وغیرہ۔ زَوْجَہُ اس مرد کی بیوی۔ اور زَوْجَہَا اس عورت کا خاوند۔ یہاں زَوْجًا بمعنی دوسرا خاوند۔ غَيْرَہَا پہلے خاوند کے سوا۔ حَتَّى تَتَكَلَّفَ زَوْجًا غَيْرَہَا۔ جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔

تَتَكَلَّفُ۔ وہ (عورت) نکاح نہ کر لے۔ یہاں اس آیت میں نکاح سے مراد وطی کرنا ہے۔ تفسیر ماجدی میں ہے: نکاح یہاں اپنے اصطلاحی شرعی معنی میں یعنی عقد نکاح کے مرادف نہیں۔ بلکہ اپنے اصلی اور لغوی معنی میں یعنی ہمبستری کے مرادف ہے۔

= فَإِنْ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ یعنی اگر وہ دوسرا خاوند اس عورت کو طلاق دیدے  
= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا۔ عَلَيْهِمَا اور يَتَرَاجَعَا میں تثنیہ کا صیغہ اس عورت اور اس کے پہلے خاوند کے لئے آیا ہے۔ جملہ جواب شرط ہے۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ يَتَرَاجَعَا۔ مضارع منصوب کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ہے تَرَاجَعُ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ کہ دونوں نکاح کی طرف لوٹیں یعنی دوبارہ آپس میں نکاح کر لیں۔

= اِنْ ظَنَّا۔ اِنْ شرطیہ۔ ظَنَّا ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ ظَنُّ (باب نَصَرَ) مصدر۔ بمعنی اُکھل کرنا۔ گمان کرنا۔ ظَنُّ۔ بمعنی یقین بھی آیا ہے۔ جیسے وَظَنَّا اَنَّهُ الْفِرَاقُ (۲۸:۴۵) اور اس نے یقین کیا کہ آیا اب وقت جدائی کا۔ یہاں آیت ہذا میں اِنْ ظَنَّا بمعنی دونوں کو یقین ہو یا گمان غالب ہو۔ اِنْ ظَنَّا اَنْ يَّقِيْمَا حُدُودَ اللّٰهِ۔ اگر وہ دونوں یقین رکھتے ہوں کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔



جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط وہی جملہ مذکورہ بالا۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا ہے جملہ ہذا میں اَنْ مصدر ہے  
 = يُبَيِّنُهَا۔ يُبَيِّنُ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبَيَّنَتْ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ وہ کھول کر بیان کرتا ہے  
 ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

= قَوْمٌ يَعْلَمُونَ۔ قوم جو علم رکھتی ہے۔ یعنی اہل عقل و دانش

۲۳۱:۲ = بَاخَنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب بُلُوغٌ (باب نصر) وہ پہنچیں۔ وہ پہنچ جائیں۔

= أَجَلَهُنَّ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی مدت مقررہ۔ أَجَلٌ۔ مدت مقررہ۔ اسی وجہ سے موت  
 کو بھی أَجَلٌ کہتے ہیں۔ اَجَالٌ جمع۔

= اَمْسِكُوهُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان عورتوں کو روک  
 رکھو۔ ان کو رکھ لو۔

= سَرَّحُوهُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تَسْرِيحٌ (تَفْعِيلٌ)  
 مصدر۔ تم ان عورتوں کو رخصت کر دو۔ تم ان عورتوں کو چھوڑ دو۔  
 = بِمَعْرُوفٍ۔ معروف طریقہ پر۔ شرافت اور عزت کے ساتھ۔

= لَا تُمْسِكُوهُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان کو مت روک رکھو  
 = ضَرَّارًا۔ مفعول لہ۔ ضَارٌّ يَضَارُّ۔ ضَرَارًا وَمُضَارَّةً مصدر (باب مفاعل) ایذا دینا۔ تکلیف  
 پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔ ایک دوسرے کو گزند پہنچانا۔

= لَتَعْتَدُوا۔ یہ لام لا تُمْسِكُوهُنَّ کے متعلق ہے اور یہ بھی مفعول لہ ہو کر ضَرَّارًا کا بیان ہے۔ وَلَا  
 تُمْسِكُوا..... لَتَعْتَدُوا۔ اور تکلیف دینے کے لئے انہیں نہ روکو۔ کہ پھر ان پر زیادتی کرنے لگو۔ یعنی  
 زیادہ دنوں تک رکھنے اور کچھ دینے پر مجبور کرنے کے ساتھ ان پر ظلم کرو۔

تَعْتَدُوا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتَدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تم زیادتی کرنے لگو۔ تم حد  
 سے گذر جاؤ۔

= لَا تَتَّخِذُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِتَّخَاذٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ نون اعرابی حذف ہو گیا ہے۔ تم  
 مت بناؤ۔ تم مت پکڑو۔

= هُزُوا۔ هَزَأَ۔ يَهْزَأُ (باب فتح) وَهْزَى۔ يَهْزَأُ (باب سجع) کا هُزُوٌ مصدر ہے۔ مذاق  
 اڑانا۔ مٹھا کرنا۔ یہاں بطور اسم مفعول ہے۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ اور اللہ کی آیات کو ہدف  
 مذاق مت بناؤ۔

= وَمَا أَنْزَلَ۔ میں مَا کا عطف لِعِمَّتِ اللہ پر ہے۔ اِیْ وَاذْكُرُوا مَا أَنْزَلَ۔ یعنی اللہ نے جو



نعمتیں تم پر نازل کیں۔ ان کو یاد کرو اور (اس) کتاب اور حکمت کو بھی یاد کرو جو اس نے (اپنے رسولوں کی معرفت) تم پر نازل کیں۔

يَعْظُمُ بِهِ - جس کے ذریعہ وہ تم کو نصیحت کرتا رہتا ہے۔ یہ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب مَا انْزَلَ کی طرف راجع ہے

= اتَّقُوا - فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اتَّقَاءُ (افْتَعَالُ) مصدر۔ تم ڈرو۔ تم پر بہیزگاری اختیار کرو اتَّقُوا اللہ۔ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم اللہ سے ڈرو۔

۲: ۲۳۲ = وَاِذَا طَلَقْتُمْ ..... بِالْمَعْرُوفِ ہیں وَاِذَا ..... اَجَلَهُنَّ - جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ ..... اَزْوَاجَهُنَّ - جواب شرط۔ اِذَا تَوَاصَوْا میں اِذَا طرف زمان ہے معنی جب کہ۔

لَا تَعْضُلُوهُنَّ - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عَضُلٌ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی عضلہ (پیٹھا) پکڑ کر باندھ دینا۔ یا دوسرے الفاظ میں سختی سے روک دینا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر حاضر یا تو پہلے خاوندوں کے لئے ہے یا عورتوں کے سرپرستوں کے لئے۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جس کا مرجع وہ عورتیں جن کو دوبارہ طلاق دی جا چکی ہو۔ یعنی وہ عورتیں جن کو دوبارہ طلاق دی جا چکی ہو ان کو اپنے خاوندوں سے (اس سے مراد ان کے پہلے خاوند ہیں یا نئے خاوند ہیں جن سے وہ نکاح کرنا چاہیں) نکاح کرنے سے مت روکو۔

= اَنْ يَنْكِحَنَّ - میں اَنْ مصدر یہ ہے يَنْكِحَنَّ مضارع جمع مؤنث غائب نِكَاح مصدر کہ وہ عورتیں نکاح کریں یا نکاح کر لیں۔

= تَوَاصَوْا - ماضی جمع مذکر غائب تَوَاصَى (تفاعل) مصدر۔ وہ آپس میں راسی ہونے یعنی وہ مطابقت دریں اور ان کے خاوند پہلے یا نئے جن سے وہ نکاح کرنے پر باہمی رضا مند ہوں۔

= بِالْمَعْرُوفِ - معروف کے معانی ہیں جانی پہچانی چیز۔ قانون۔ قاعدہ دستور، حسن معاملہ حسنِ حاشرت اچھا طریق۔

= ذٰلِكَ - یہ۔ اشارہ اس طرف ہے جو عورتوں کو روکنے سے پرہیز کرنا۔ اور باہم رضا مندی کا خیال رکھنا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے

= يُوعَظُ بِهِ - يُوعَظُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ دَعَضُ (باب ضرب) مصدر سے وہ نصیحت کیا جاتا ہے۔ یہ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب ذٰلِكَ کی طرف راجع ہے۔

= مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ - یہ جملہ اپنی تمام تاویلات صرفی و نحوی کے



يُوَعِّظُ كَا مَفْعُول مَالِمُ لُسِيْمٌ فَاِلَهُ هِيَ - ثُمَّ يَمِيْنُ سِوَهُ شَخْصٍ جِوَالِدُ تَعَالٰى اَوْ رِقِيَامَتِ كِى دُنِ پَر اِيْمَان رَكْهْتَا هِىَ .

= ذَلِكُمْ - يِه - يِهِي - ذَا - اِسْم اِشَارَه بَعِيْد كِى لَئِى آيَا لَئِى كُمْ حُرُفِ خُطَاب هِىَ اَوْ اِسى لَئِى مُخَاطَب كِى حَالَات كِى اَعْتَبَار سِى تَذَكِيْر - تَاثِيْت - تَنْثِيَه - جَمْع مِى بَد تَنَارِهْتَا هِىَ

= اَزْكٰى - اَفْعَل التَّفْصِيْل كَا صِيغَه هِىَ زِيَادَه پَاك وَ پَاكِيْزَه - اَعْظَمُ بَرْكَه وَ نَفْعًا - بَرْكَت اَوْ نَفْع مِى بَرْكَه  
= اَطْهَرُ - اَفْعَل التَّفْصِيْل كَا صِيغَه هِىَ - زِيَادَه پَاك - زِيَادَه پَاكِيْزَه - طَهَارَتٌ - (بَاب نَصَر) مَصْدَر -  
پَاك هُونَا -

= وَالْوَالِدَاتُ - اِسْم فَاعِل جَمْع مَوْنَت - اَلْوَالِدَاتُ - وَاحِد - وَلاَدَةٌ - (بَاب ضَوَّب) بِمَعْنٰى عَوْرَت  
كَابِجَه جَنَنَا - وَالِدَاتُ - مَائِيْن - اَيْت نِزَا سِى پِىْلِى اَوْ پَر سِجْهِيْ چُوْنَكِى دُوْنُوں جِگَه مُطْلَقَه عَوْرَتُوں كَا هِىَ بِيَان هِىَ  
اِسى لَئِى سِيَاق وَ سَبَاق كَا لِحَاطَه كَرْتِى هُوْنِى وَ اَلِدَاتُ سِى مُرَادِ هِيَاں مُطْلَقَه عَوْرَتِيْنِ هِىَ پِيْن اَوْ رَا نِ هِىَ كِى لَئِى  
رَضَاعَت كِى يِه مَدَت بِيَان كِى كُنِى هِىَ - عُمُوْمِي رَضَاعَت كَا اِس مِى ذِكْر نِهِيْن - اِس كِى مُتَعَلِّقُ قُرْآنِ مُجِيْد كِى  
اَيْت يِه اَلِى هِىَ جَمَلَتُهُ اُمُّهُ وَ هُنَا عَلٰى ذَهْنٍ وَ فِصْلُهُ فِى عَامِيْنِ (۱۴: ۳۱) اِس كِى مَالِ تَكْلِيْف  
پَر تَكْلِيْف سِہر كَر اِٹْھَا تِى رَكْهْتِى هِىَ (پِچر اِس كُو دُو دِھ پِلَاتِى هِىَ اِس سِى جِنْنِى كِى بَعْد) اَوْ رَا خَر كَار) دُو بَرَس  
مِى اِس كَا دُو دِھ چِٹْرَا نَا هُوْتَا هِىَ - يَا - جَمَلَتُهُ اُمُّهُ كُرْهًا وَ وَضَعْتُهُ كُرْهًا وَ حَمَلُهُ وَ فِصْلُهُ  
ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا - (۱۵: ۴۶) اِس كِى مَالِ نِى اِس كُو تَكْلِيْف سِى پِیْٹ مِى رَكْھَا اَوْ تَكْلِيْفِ هِىَ سِى  
اِس كُو جَنَا - اَوْ رَا اِس كَا پِیْٹ مِى رِہْنَا اَوْ دُو دِھ چِھُوڑ نَا تِیْس مِہِيْنُوں مِى هُوْتَا هِىَ -

بَعْض كِى نَزْدِيْك اَلْوَالِدَاتُ سِى مُرَادِ جَمْعِ وَ اَلِدَاتُ هِيْن خَوَا هِىَ مُطْلَقَاتِ هُوں يَا مُتَزَوِّجَات -  
= يُرْضِعَنَّ - مُضَارِع جَمْع مَوْنَت غَايِب مُضَارِع بِمَعْنٰى اَمْر اِسْتِجَابٰى (مُسْتَحَب) هِىَ - اِرْضَاعُ  
(بَاب اَفْعَال) وَ هِىَ دُو دِھ پِلَا تِى - جِيسِى اَوْ پَر اَيْت ۲: ۲۲۸ مِى يَنْتَرِ لُصْنِ مُضَارِع بِمَعْنٰى اَمْر اِيَا هِىَ  
الرَّضَاعَةُ - دُو دِھ پِلَا نَا - (بَاب ضَوَّب - سَمِعَ - فَتَمَ - تَمِيْنُوں سِى آتَا هِىَ)

= حَوْلَيْنِ كَا مَلِيْن - مُوصُوْف وَ صِفَت - پُوْرِى دُو سَال -

= لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةُ - اِى هٰذَا الْحَكْمِ لِمَنْ اَرَادَ ..... الرَّضَاعَةُ - يِه (حَكْم) اِس  
شَخْصِ كِى لَئِى هِىَ جُو پُوْرِي مَدَت تِك دُو دِھ پِلُو اِنَا چَا هِىَ -

= عَلٰى سِرَا سِى كِى ذَمَر

= اَلْمَوْلُوْدُ لَهُ - اِى الَّذِيْ يُوْلَدُ لَهُ - كَا ضَمِيْر وَ اَمْر ذِكْر غَايِب اِس الَّذِيْ (مُقَدَّرَه) كِى طَرَف  
رَاجِع هِىَ اَلْمَوْلُوْدُ - اِسْم مَفْعُوْل وَ اَمْر ذِكْر - وَلاَدَةٌ (بَاب ضَرَب) مَصْدَر - جَنَا هُوَا - جِس كِى لَئِى وَ هِىَ جَنَا كِىَا  
هِىَ - لَهُ - مِى لَامِ اِخْتِصَاص كَا هِىَ - بِجَا ئِى اَلْوَالِدُ - كِى اَلْمَوْلُوْدُ لَهُ اِيَا هِىَ تَا كِه مُعْلُوْم هُو جَا تِى كِى



مائیں بچوں کو ان کے باپوں کے لئے جنتی ہیں کیونکہ مولود باپ دادا کی اولاد ہوتی ہے اور انہیں کی طرف منسوب کی جاتی ہے نہ کہ ماؤں کی طرف۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ - اور باپ کے ذمہ (ہے)

= رَزَقْنَهُنَّ وَكِسَوْنَهُنَّ - خوراک ان کی اور لباس ان کا۔ كِسْوَةٌ واحدة كِسَاءٌ جمع۔ كَسَى يَكْسِي (باب سَمِعَ) متعدی بیک مفعول۔ لباس پہننا۔ اور كَسَى يَكْسُو (باب نَصَرَ) متعدی بدو مفعول لباس پہننا۔ یا پہننے کو دینا۔ باب نَصَرَ کی مثال۔ ثُمَّ كَلَّسُوْهَا لَحْمًا (۲: ۲۵۹) پھر ہم ان (بھیلوں) پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔

باب سَمِعَ سے قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔

= بِالْمَعْرُوفِ - دستور کے مطابق۔ عادت رائج الوقت کے مطابق۔ اعتدال کے ساتھ کسی فریق پر ناجائز بوجھ نہ ہو۔

= لَا تَكْلَفُ - مضارع منفی مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَكْلِفُ (تَفْعِيلُ) مصدر سے اسے تکلیف نہیں دی جائے گی۔

= اِلَّا دُسْعَهَا - مضاف مضاف الیہ۔ اس کی طاقت۔ اس کی وسعت۔ اس کی سمائی سَعَةً (باب سَمِعَ) سے مصدر۔

= لَا تُضَارَّ - فعل نہی معروف (مجہول بھی ہو سکتا ہے) صیغہ واحد مؤنث غائب مُضَارَّةٌ (مفاعلة) مصدر۔ یعنی رنج پہنچانا۔ تنگ کرنا۔ ضرر پہنچانا۔ دکھ دینا۔ نہی معروف کی صورت میں لَا تُضَارَّ اصل میں لَا تُضَارُّ تھا۔ دو را۔ اکٹھی ہو گئیں۔ پہلی را کو دوسری را میں مدغم کیا اور دوسری را اجتماع ساکنین کے سبب متحرک ہو گئی اور چونکہ اس سے ماقبل فتح اور الف تھا۔ اس لئے تجانس کے سبب فتح کے ساتھ متحرک ہو گئی جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے: مَنْ يَزِدَّ مِنْكُمْ عَشْرًا (۵: ۵۴) کہ يَزِدَّ (باب افتعال) اصل میں (بطور مضارع مجزوم) يَزِدُّ تھا۔ د کو ذ میں مدغم کیا۔ اجتماع ساکنین سے دوسری د متحرک ہو گئی۔ بوجہ ماقبل پر فتح کے فتح کے ساتھ متحرک ہو گئی۔ اور يَزِدَّ ہو گیا = بَوْلِدَهَا۔ ب سبب ہے وَلَدَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ بسبب اس کے بچے کے۔ بسبب اپنے بچے کے۔

= وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ وَلَدٌ - اِذَا لَا يَضَارُّ مَوْلُودٌ لَهُ لِسَبَبٍ وَلَدٌ - اس جملہ کا عطف ماقبل کے جملہ پر ہے۔

مطلب یہ کہ: نہ ماں اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) باپ کو دکھ پہنچائے اور نہ باپ



اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) مال کو دکھ پہنچائے۔ لہٰذا اور لکھ (اپنے) میں اضافت کی تکرار اس لئے لائی گئی تاکہ وہ سمجھیں کہ اس طرح اول دکھ تو وہ اپنے بچے کو پہنچا رہے ہیں۔  
 اگر لَا تُضَادُّ کو نفی مجہول یا جانے تو اس کی صورت یہ ہوگی۔ تَضَادُّ اصل میں لَا تُضَادُّ تھا۔ دوسرا اکٹھے ہوئے ایک کو دوسری میں مدغم کیا۔ دوسری ر کو پہلی ر کی فتح کے ساتھ متحرک کیا۔ لَا تُضَادُّ ہو گیا۔ مجہول ہونے کی صورت میں بھی وہی معنی ہیں جو معروف ہونے کی صورت میں ہیں لیکن عکس ترتیب کے ساتھ۔

= دَعَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ - اس جملہ کا عطف جملہ دَعَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ پر ہے۔ اور درمیانی کلام بطور جملہ مقررۃ المعروف کی تفسیر ہے۔ الْوَارِثِ سے مراد باپ کے وارث اور لڑکے کے وارث دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ اور ذَلِکَ سے مراد وہ ذمہ داریاں جو باپ کے ذمہ تھیں۔ یعنی رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ وغیرہ وغیرہ۔

= فَإِنْ أَرَادَ فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا دَتَّ شَادِرٌ - جملہ شرطیہ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا جَوَابِ شَرْطٍ۔  
 = إِنْ أَرَادَا = ماضی تثنیہ مذکر غائب إِنْ شَرْطِیہ۔ اگر وہ دونوں چاہیں۔

= فِصَالًا - اسم فعل۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ باب مفاعله سے مصدر بھی ہے۔ یعنی باہم جدا ہونا۔ یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

= تَرَاضٍ - باہمی رضامندی۔ آپس کی خوشی۔ ایک دوسرے سے راضی ہونا۔ تَرَاضٍ (تَفَاعُلٌ) مصدر ہے تَى حرف علت بوجہ ثقالت کے ساقط ہو گئی۔

= تَشَادُرٌ - آپس میں مشورہ کرنا۔ بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔

= وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ - جملہ شرطیہ اور اگر گلا جملہ جواب شرط ہے إِنْ شَرْطِیہ  
 أَرَدْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ إِرَادَةٌ (باب افعال) مصدر۔ تم نے چاہا۔ اَنْ - مصدریہ۔

تَسْتَرْضِعُوا - مضارع منصوب جمع مذکر حاضر اسْتَرْضَعَ (اسْتَفْعَالٌ) مصدر۔ اَنْ تَسْتَرْضِعُوا  
 أَوْلَادَكُمْ میں اَوْلَادَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر تَسْتَرْضِعُوا کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اول محذوف ہے والمراد اَنْ تَسْتَرْضِعُوا الْمَوَاضِعَ لِأَوْلَادِكُمْ او الْمَوَاضِعَ وَالْمَوَاضِعَاتِ جمع لمرضعۃ

وَمَوَاضِعُ - دودھ پلانے والی عورت (مطلب یہ کہ اگر تم چاہو کہ تم اپنی اولاد کو کسی دوسری دودھ پلانے والی عورت سے دودھ پلواؤ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تو کوئی حرج نہیں ہے جملہ جواب شرط ہیں

= اِذَا سَلَّمْتُمْ مَا تَكْفُلُ بِالْمَعْرُوفِ - جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے اس پر اس کا ماقبل دلالت کرتا ہے (الاتقان) تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کر دیا۔



سَلَّمْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَسْلِمٌ (تفعیل) مصدر۔ سپرد کرنا۔ سَلَمْتُمْ۔ اے سَلَمْتُمْ الی المراضع۔ تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کر دیا۔ مَا موصولہ ہے۔ اَنْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِيتَاءُ (افعال) مصدر۔ تم نے دیا۔ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ صلہ اور موصول مل کر مفعول ثانی ہے سَلَّمْتُمْ کا۔ جو کچھ تم نے دینا تھا۔ المراضع کا مفعول اول ہے۔ مطلب یہ ہے۔ بشرطیکہ تم نے دودھ پلانے والی عورتوں کو دستور کے مطابق جو دینا تھا ادا کر دیا ہو۔

= الْمَعْرُوف۔ یہ سَلَّمْتُمْ کے متعلق ہے۔ یعنی ایسا طریقہ جو شریعت میں مستحسن اور متعارف ہو۔  
= وَاتَّقُوا اللَّهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

= اِعْلَمُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ علم (باب سمع) مصدر۔ تم جان لو۔ بَصِيرٌ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ..... بَصِيرٌ۔ یہ بچوں اور نادوں کے متعلق جو پہلے بیان کیا گیا ہے اس کی حفاظت اور اس پر کاربند ہونے کی تاکید ہے۔

۲۳۴:۲ = يُتَوَفَّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ تَوَفَّى (تفعیل) مصدر۔ وفی۔ مادہ الْوَاوِی۔ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَادْفُوا الْكَیْلَ اِذَا حِلَمْتُمْ (۳۵:۱۷) اور جب کوئی چیز باپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو۔ اور کہتے ہیں تَوَفَّيْتُ الشَّيْءَ اِذَا اخَذْتَهُ دَاقًا وَتَاقًا۔ کسی چیز کو پوری طرح اور مکمل طور پر لینا۔ يُتَوَفَّوْنَ (جب ان کی روہیں مکمل طور پر قبضہ میں لی جاتی ہیں۔ یعنی مرجاتے ہیں ان کی روہیں قبض کی جاتی ہیں۔ اسی سے فوت ہو جانا بمعنی مرجانا ہے۔ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ۔ تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے ہیں یا مرجائیں = يَذَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں۔ یا چھوڑ دیتے ہیں۔ وَذَرُوا (باب ضرب) مصدر۔ يَذَرُونَ اصل میں یُوذَرُونَ تھا لیکن عمومی تلفظ مضارع کا باب سمع سے کیا جاتا ہے وہ چھوڑ دیتا ہے يَذَرُونَ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاسْعَوْا اِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔ (۹۰:۶۲) تو خدا کی یاد کی طرف (یعنی نماز کی طرف) جلدی کرو۔ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔ وَیَذَرُونَ اَزْوَاجًا۔ اور وہ پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں۔

= یَتَرَکْضُونَ بِانْفُسِهِنَّ۔ مضارع بمعنی امر۔ یعنی وہ اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ یا انتظار کریں

نیز ملاحظہ ہو۔ (۲۲۸:۲)

= اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ چار ماہ اور دس دن۔

فَاِذَا دَا۔ تین سے دس تک اگر معدود مذکر ہو تو عدد مؤنث آتا ہے اور اگر معدود مؤنث ہو



تو عدد مذکور آتا ہے عَشْرًا مذکر ہے پس اس کا محدود مونث ہونا چاہئے وہ لَيَالٍ مَحْذُوف ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ عَشْرَةٌ دس دن کی بجائے عَشْرًا دس رات کیوں استعمال ہوا ہے۔ اس کے متعلق مختلف جوابات مفسرین نے دیئے ہیں۔

منجملہ یہ کہ عرب ایسے موقع پر جب محدود ملحوظ نہ ہو۔ عدد مونث استعمال نہیں کرتے چنانچہ صُمْتُ عَشْرَةً نہیں کہیں گے بلکہ صُمْتُ عَشْرًا کہیں گے۔ حالانکہ روزہ دن کو رکھا جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ لَّيْلَتَكُمْ اِلَّا عَشْرًا (۲۰: ۱۰۳) تم دنیا میں صرف دس دن ہی رہے ہو۔ صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں: لفظ عَشْرًا کو مونث ذکر کرنا لَيَالٍ کے اعتبار سے ہے کیونکہ لَيَالٍ کے اعتبار سے ہی مہینوں اور دنوں کی ابتداء ہوتی ہے۔ عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کسی عدد کو لیلیٰ اور ایام میں مبہم کرنا منظور ہوتا ہے تو لیلیٰ کو ایام پر غلبہ دے کر لیلیٰ کا استعمال کرتے ہیں اور ایسے موقع پر مذکر کا استعمال نہیں کرتے۔

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ میں خطاب عام اہل امت کو ہے۔ اِیَّایہا الائمة والمسلمون جمیعاً۔ ۲: ۲۳۵ = لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ یہاں خطاب مطلقہ عورتوں کو جو عدت کی مدت پوری کر رہی ہوں ان کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھنے والے مردوں سے ہے۔

= فِیْسَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ۔ فی بمعنی اس بارہ میں۔ یا اس بابت مآ موصولہ۔ عَرَّضْتُمْ ب ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَعْرِیضٌ (تَفْعِلُ مصدر۔ اشارۃ یا کنایۃ کہنا۔ تم نے اشارۃ یا کنایۃ کہا۔ جو تم نے مبہم طور پر بغیر کھولے بات کی۔ لغات القرآن میں تفسیر کبیر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں۔ تعریض۔ لغت میں تصریح کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی ہیں اپنی کلام میں ایسی چیز کو لے آنا کہ جو اپنے مقصود پر بھی دلالت کی صلاحیت رکھتی ہو اور غیر مقصود پر بھی مگر جانب مقصود کی طرف اس کی رہنمائی زیادہ مکمل اور زیادہ راجح ہو۔ یہ اصل میں عرض الشئ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی جانب اور کنارے کے ہیں۔ گویا تعریض کرنے والا شخص اپنے مقصد کے گرد کھومتا ہے مگر اسے ظاہر نہیں کرتا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک حاجتمند شخص ایک شخص سے کہو اس کی حاجت برآری کر سکتا ہو کہنے لگے میں تو حضور کے سلام کو حاضر ہوا ہوں اور محض آپ کی زیارت کو آیا ہوں۔ اسی معنی میں یہ مصرعہ ہے۔ وحسبك بالتسليم مني تقاضيا۔ (تمھ سے تقاضے کو میرا سلام ہی کافی ہے۔

۶ ضمیر واحد مذکر غائب مآ موصولہ کی طرف راجع ہے۔ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ متعلق عَرَّضْتُمْ بِهٖ خِطْبَةُ پیغام نکاح۔ نکاح کی بات چیت۔ خَطْبٌ يَخْطُبُ (بَابُ نَصْرٍ) کا مصدر ہے۔



مطلب آیت کا یہ ہوا کہ:۔ اے مرد جو متذکرہ بالا عدت پوری کرنے والی عورتوں سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہو نکاح کے سلسلہ میں جو بات تم تعریضاً کہو اس میں کوئی مضائقہ نہیں

= اَوَاكُنْتُمْ فِي الْفُسْكَ - اس جملہ کا عطف حملہ سابقہ پر ہے۔ اَكُنْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے دل میں چھپا دیا۔ تم نے دل میں محفوظ رکھا۔ اِكْنَانٌ (افعال) مصدر۔ دل میں چھپانا۔ محفوظ رکھنا۔ دُرِّمَكُنُونٌ چھپا ہوا موتی۔

یا تم (ارادۃ نکاح کو) اپنے دلوں میں ہی چھپاتے رکھو (تب بھی تم کو) کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

= سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ - س میں مضارع پر داخل ہو کر معنی میں کر دیتا ہے۔ تَذْكُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ - ضمیر مفعول جمع مؤنث۔ غائب۔ تم ان سے (نکاح کا) ذکر کرو گے

= لَا تُوَاْعِدُوْهُنَّ سِرًّا - لَا تُوَاْعِدُوْهُنَّ - فعل نہی جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تُوَاْعِدُوْا مصدر مُوَاْعِدَةٌ (مفاعلة) سے ہے۔ جس کے معنی کسی سے وعدہ کرنے کے ہیں

تم ان سے وعدہ نہ کرو۔ سِرًّا - سِرٌّ - چھپی ہوئی بات کو کہتے ہیں۔ مجید۔ راز۔ دل میں جو بات چھپی ہو اس کو سِرٌّ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَسْرَارٌ ہے بطور کنایہ اور مجاز کے سِرٌّ بمعنی جماع۔ نکاح۔ نکاح کرنے کا اظہار کرنا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے یہاں یہ بطور نکاح مستعمل ہے۔

سِرًّا مفعول پر ہے۔ اِی لَا تُوَاْعِدُوْهُنَّ نِكَاحًا (لیکن) ان عورتوں سے (ایام عدت میں) باہم نکاح کا وعدہ نہ کرو۔

= اِلَّا حُرُوفُ اسْتِثْنَاءٍ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوفًا - مستثنیٰ۔ یہ مستثنیٰ مفرغ ہے یعنی وہ مستثنیٰ جس کا مستثنیٰ متذکرہ نہ ہو اِی لَا تُوَاْعِدُوْهُنَّ مُوَاْعِدَةً اِلَّا مُوَاْعِدَةً مَّعْرُوفَةً یعنی ان سے باہمی کوئی مواعدہ نہ کرو سوائے معروف طریقہ کے مواعدہ کے جس کا ذکر فیما عَرَضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ میں اوپر ہو چکا ہے۔ اَنْ مصدر یہ ہے

= وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ الْنِكَاحِ - لَا تَعْزِمُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عَزَمَ (باب ضَرَبَ) غزم کرنا۔ قصد کرنا۔ عُقْدَةُ الْنِكَاحِ مضاف مضاف الیہ مل کر لَا تَعْزِمُوْا کا مفعول۔ عقد نکاح۔ نکاح کی بندش۔ نکاح کی گرہ۔ ترجمہ: اور نہ ارادہ کرو عقد نکاح کا عُقْدَةٌ کے معنی گرہ۔ بندش۔ روکاؤٹ۔ لکنت۔ مثلاً کہتے ہیں عَقِدَ لِسَانُهُ۔ اس کی زبان پر گرہ لگا دی گئی۔ اور فِی لِسَانِهِ عُقْدَةٌ۔ اس کی زبان میں کذت ہے قرآن مجید میں ہے۔ وَ اَخْلَلْ عُقْدَةَ مِثْنِ لِّسَانِیْ (۲۰: ۲۴) اور میری زبان کی گرہ کھول دے

= اَلْكِتٰبُ - اِی ما کتب من العدة - عدت کی مقرر کردہ مدت

= اَجَلَهُ - مضاف مضاف الیہ۔ اس کی مدت مقررہ۔ ۴ ضمیر واحد مذکر غائب الْكِتٰبُ کی طرف راجع ہے



= حَتَّى - حرف جر ہے۔ انتہار غایت کے لئے ہے۔ تا آنکہ مدت کی مقررہ مدت اختتام کو پہنچ جائے

= فَاحْذَرُوهُ - اِحْذَرُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو۔ حَذَرٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ ڈھنسی

واحد مذکر غائب کا مرجع اَللّٰہ ہے پس تم اس سے (یعنی خدا سے) ڈرو۔ یا ڈرتے رہو

= غَفُورٌ - صیغہ مبالغہ - بڑا بخشنے والا۔ بڑا معاف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

حَلِيمٌ - حِلْمٌ سے فَعِلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت بردبار۔ تَحَلَّى والا۔ جو مشغوبہ

سے نفس اور طبیعت کو روکنے والا۔ باوقار۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲: ۲۳۶ = مَا لَمْ تَمْسُوْهُنَّ - مَا - کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) مَا - شرطیہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر تم نے ان سے مجامعت نہیں کی۔

(۲) مَا - مصدر یہ ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ کہ ابھی تک تم نے ان سے مجامعت نہیں کی۔

(۳) مَا - موصولہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی۔

لَمْ تَمْسُوْا - مضارع نفی جہد بکرم۔ جمع مذکر حاضر۔ مَسَّ - مَسَّاسٌ وَمُحَاسَنَةٌ - (باب نصر وسمع)

چھونا۔ لگ جانا۔ رگڑ لگ جانا۔ لاحق ہونا۔ قرب صنفی یعنی جماع کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب

مَا لَمْ تَمْسُوْهُنَّ - جن کو تم نے (ابھی تک) چھوا نہیں۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی۔

= اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً - اس جملہ کا عطف جملہ سالف پر ہے۔ اِی اولم تفرضوا لهن .....

یا نہیں مقرر کیا تم نے۔ نہیں متعین کیا تم نے۔ نہیں فرض کیا تم نے۔ فَرَضٌ (باب ضرب) مصدر۔ فرض

اگر علی کے ساتھ آئے تو اس کے معنی کسی چیز کے واجب اور ضروری قرار دینے کے ہیں جیسے اِنَّ الَّذِیْ

فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْآنَ (۲۸: ۸۵) بے شک جس نے (یعنی خدا نے) تم پر قرآن (کے احکام کو) فرض کیا

ہے اور جب فَرَضَ لَدَم کے ساتھ آئے تو متعین کرنے اور مقرر کرنے کے معنی دیتا ہے۔ جیسے قَدْ فَرَضَ

اَللّٰهُ لَكُمْ مَحَلَّةَ اَیْمَانِكُمْ (۶۶: ۲) خدا نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔ آیت

ہذا میں بمعنی مقرر کرنا۔ متعین کرنا مستعمل ہے۔

= فَرِيْضَةٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مؤنث۔ اس کی جمع فَرَائِضٌ ہے۔ مقرر کیا ہوا مہر۔ لازم

کیا ہوا حکم۔ یہاں مقرر کیا ہوا مہر مراد ہے۔ فَرِيْضَةٌ (فَعِيْلَةٌ) کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔ اس میں ت

اس لئے لائی گئی ہے کہ لفظ و صفت سے اسمیت کی طرف منتقل ہو جائے۔ اس کا منصوب ہونا مفعول

ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔

= وَ مَتَّعُوْهُنَّ - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر تَمَتَّعٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ متاع وہ سامان ہے جو کام میں آتا

ہے۔ جس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ مال جو کسی عورت کو قربت سے پہلے طلاق دینے کی صورت



میں جب کہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہ کی گئی ہو دیا جاتا ہے هُنَّ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعٌ مَوْنٌ غَائِبٌ۔ مَتَّعُوهُنَّ تَمَّ اَنْ  
(عورتوں) کو کچھ متاع دیدو وَ مَتَّعُوهُنَّ کا عطف مقدر پر ہے اِی فَطَلِقُوهُنَّ وَ مَتَّعُوهُنَّ۔ یعنی طلاق  
دیدو اور ان کو اس قدر متاع دو کہ وہ اس سے کچھ فائدہ حاصل کریں۔

== عَلَى الْمُوسِيعِ قَدْرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدْرُهُ یہ مَتَّعُوهُنَّ کی صراحت ہے۔ مَتَّعُوهُنَّ میں یہ نہیں بتایا  
گیا کہ کس قدر متاع مطلقہ کو دیا جائے۔ یہاں اس کی وضاحت کی ہے کہ مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ صاحب ثروت  
اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دیوے۔

الْمُوسِيعُ - اسم فاعل واحد مذکر اِسْمَاعٌ (اِفْعَالٌ) مصدر - مَالِدَارٌ - وسعت والا۔ الْمُقْتِرُ - اسم فاعل  
واحد مذکر۔ اِقتَادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر - فقیر۔ تنگ دست - نادر - کم مایہ۔ یہ اصل میں قَتَارٌ وَ قَتَرٌ سے ہے  
جس کے معنی اس دھواں کے ہے جو کسی چیز کے بھونسنے یا لکڑی کے جلنے سے اٹھتا ہے۔ گویا مُقْتِرٌ اور  
مُقْتَرٌ بھی ہر چیز سے دھوئیں کی طرح لیتا ہے۔ یعنی لکڑی جو جل رہی ہوتی یا ترکاری جو پک رہی ہوتی ہے  
وہ تو ملتی نہیں صرف بجاپ سو لگھنے کو مل جاتی ہے۔

قَتَرٌ وَ قَتَرَةٌ وَ قَتَرٌ - معنی گرد و غبار قَتَرٌ (باب ضَرَبُوْنَ صَوْرَ) قَتَرٌ - مصدر بمعنی تنگی سے

گزارہ کرنا۔

== قَدْرُهُ - مضاف مضاف الیہ۔ اس کی وسعت۔ اس کی گنجائش۔

عَلَى الْمُوسِيعِ قَدْرُهُ - مَالِدَارٌ کے لئے اس کی وسعت کے مطابق (متاع دینا ہے) اور تنگ حال  
کے لئے اس کی طاقت کے مطابق۔

== مَتَاعًا - اسم مصدر ہے لیکن بطور مصدر بمعنی تَمَتُّعًا استعمال ہوا ہے اِی مَتَّعُوهُنَّ تَمَتُّعًا۔

بدیں وجہ منصوب ہے۔ (مَتَاعًا فائدہ پہنچانا معروف طریقہ سے)

== حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ - اس کی دو صورتیں ہیں

۱، یہ مَتَاعًا کی صفت ہے اِی مَتَاعًا وَاِجْبَاءً عَلَيْهِمْ۔ یعنی متاع جو کہ (محسنین) پر واجب ہے۔

۲، بطور مفعول مطلق استعمال ہوا ہے اِی حَقٌّ ذٰلِكَ حَقًّا۔ یہ متعہ کا دینا محسنین پر واجب ہے۔

== مُحْسِنِينَ - احسان کرنے والے۔ بھلائی کرنے والے۔ نیکو کار

۲: ۲۳۴ = وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِیْضَةً - در آنحالیکہ تم نے ان کا مہر مقرر کیا ہوا ہے موضع حال میں

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِی فَلَهُنَّ نِصْفُ الْفَرِیْضَةِ - تو اسی مقرر کردہ مہر کا نصف ان عورتوں  
کو ادا کرو۔ مَا - موصولہ ہے۔

== اِلَّا اَنْ یَّعْفُوْنَ - اِلَّا حرف استثناء اَنْ مصدر یہ یَعْفُوْنَ - مضارع جمع مَوْنٌ غَائِبٌ



عَفْوُ (بَابُ نَصَرَ) وہ عورتیں معاف کر دیں۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں (اپنا حق) معاف کر دیں۔  
= اَوْ۔ حرف عطف ہے۔ یا۔

= يَعْفُو۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ یا یہ کہ وہ معاف کر دے۔

= الَّذِي بِيَدِهِ عَقْدَةُ النِّكَاحِ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے  
بعض نے اس سے مراد عورت کا ولی لیا ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد عورت کا شوہر ہے  
کیونکہ یہ شوہر ہی ہے جو نکاح کے باندھنے اور کھولنے کا مالک ہے اس صورت میں شوہر کے معاف کرنے کا  
مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا نصف حصہ بھی عورت کو دیدے اس طرح پورا مہر عورت کی طرف آجائے گا۔

= وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاَوْ عَاطِفٌ هٗ اَنْ مَّصْرِیْہٖ تَعْفُوْا مضارع منصوب بوجہ  
عمل اَنْ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَاَنْ تَعْفُوْا مبتداء۔ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی خبر تمہارا معاف کر دینا پرہیزگاری  
سے نزدیک تر ہے۔

تَعْفُوْا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اس میں خطاب (ا) خاوند سے ہے۔ ای ہو خطاب

للزَّوْجِ وَالْمَعْنٰی وَلِیْعَفِ الزَّوْجِ فِی تَرْكِ حَقِّهِ الَّذِیْ سَاقٍ مِنَ الْمَهْرِ اِلَيْهَا قَبْلَ الطَّلَاقِ  
فہو اقرب للتقویٰ۔ یہ خطاب خاوند سے ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ خاوند معاف کر دے اور مہر  
جو اس نے طلاق سے قبل بیوی کو ادا کیا ہوا ہے اس میں سے اپنے حصہ پر اپنے حق کو ترک کر دے یعنی وہ بھی  
معاف کر دے۔ یہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ یہ صورت تب پیدا ہوگی کہ جب خاوند نے مجامعت سے  
قبل ہی پورا مہر عورت کو ادا کر دیا ہو اور اب قربت سے قبل ہی طلاق کی صورت میں آدھا تو عورت کو بمصدق  
فَنِصْفٌ مَّا فَرَضْتُمْ اُسے معاف کرنا ہی پڑے گا۔ تو باقی نصف جس کا وہ مستحق ہے اسے واپس لینے کی  
 بجائے وہ بھی عورت کو معاف کر دے

(۲) یہاں خطاب مردوں اور عورتوں دونوں کو ہے۔ وَالْمَعْنٰی وَعَفْوٌ لِّبَعْضِكُمْ عَنْ بَعْضٍ اِيْہَا

الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ اقْرَبُ اِلَى حَصُولِ التَّقْوٰی۔ اے مرد اور اے عورتو! تمہارا ایک دوسرے  
کو معاف کر دینا (یعنی عورت، سارا مہر معاف کر دے یا مرد سارا مہر ادا کر دے) حصول تقویٰ کی بہتر صورت ہے۔  
= وَلَا تَنسَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نَسِیَانٌ (بَابُ سَمِعَ) مصدر۔ تم مت بھولو۔ تم فراموش مت کرو  
= الْفَضْلُ۔ اسم فعل۔ آپس کے تعلقات کی سہلائی۔ میاں بیوی کے سلوک میں خوشگواہی۔ پاسداری  
 لحاظ، مروت۔ اور اگر اللہ کی طرف سے ہو تو بمعنی خیر و برکت۔ ہدایت و کرم۔

۲۳۸:۲ = حَفِظُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مَحَافِظَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ تم محافظت کرو۔

تم نگرانی کرو۔ تم حفاظت کرو۔



= الصَّلَوَات - نمازیں - جمع الصَّلَوَات - واحد -

= وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى - موصوف و صفت - درمیانی نماز - الْوُسْطَى اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے  
الْوُسْطَى - مذکر اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ای حِفْظُوا عَلَى الصَّلَوَات وَخِظُّوا عَلَى الصَّلَاةِ  
الْوُسْطَى - یہ خاص کا عطف عام پر مزید اہتمام کے لئے ہے - یعنی تمام نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر صلوٰۃ  
وُسْطَى کی - الصَّلَاةِ الْوُسْطَى سے کوئی نماز مراد ہے اس پر متعدد اقوال ہیں -

(۱) نماز فجر - حضرت عمر - حضرت عبداللہ بن عمر - حضرت ابن عباس - رضی اللہ تعالیٰ عنہم و امام مالک  
امام شافعی - عکرمہ - معاذ بن جبل - امام ابو حنیفہ -

(۲) نماز ظہر - زید بن ثابت رضی - ابوسعید خدری رضی - اسامہ بن زید رضی -

(۳) نماز عصر - حضرت ابن مسعود رضی ابوالیوب انصاری رضی ابوسہریرہ رضی - ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی - قتادہ رضی  
حسن بصری رضی -

(۴) نماز مغرب - قیس بن ذویب رضی - لیکن سلف میں سے کسی نے اس کو نقل نہیں کیا -

بعض متاخرین کے نزدیک بغیر کسی روایتی ثبوت کے عشا بھی لکھا ہے بعض علمائے پانچوں نمازوں  
میں سے کوئی نماز مراد لی ہے - اللہ تعالیٰ نے اس کو مبہم رکھا ہے تاکہ سب نمازوں کی پابندی کی جائے  
= قُومُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر قیام (باب نصر) مصدر - تم کھڑے ہو -  
= قُنْتِیْن - اسم فاعل جمع مذکر بحالت جبر و نصب - فرماں بردار اطاعت گزار قُنْتُ (باب نصر)  
مصدر بمعنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا - عبادت میں ہمہ تن مصروف ہونا - اور اس کے ماسوا  
توجہ پھیر لینا - قرآن مجید میں ہے اِنَّ اَبْرَہِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰہِ - (۱۶: ۱۲۰) بے شک حضرت  
ابراہیم لوگوں کے امام اور خدا کے فرمانبردار تھے -

= فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا - ای فَاِنْ خِفْتُمْ من عدد و غیرہ فصلوا راجلین او  
راکبین - اِنْ شرطیہ خفتم من عدد و غیرہ جملہ شرطیہ - فصلوا راجلین اور راکبین جواب شرط  
رجالاً اور کبانا ضمیر فصلوا سے حال ہیں - اگر تم کو دشمن وغیرہ کا ڈر ہو تو پیادہ چلنے کی حالت میں یا سوار  
کی حالت میں نماز پڑھ لو - مطلب یہ کہ اگر تمہیں دشمن کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے یہ ڈر ہو کہ نماز میں خضوع و  
خضوع رکوع و سجود کی خاطر خواہ ادا نیکی اور جملہ حقوق نماز کی ادائیگی بہ اہتمام تمام ملحوظ نہیں رکھی جائیگی  
تو تم پیادہ چلنے کی حالت میں یا کسی سواری پر سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لو خواہ دوران نماز قبلہ رخ رہنا  
بھی ممکن نہ ہو - یہ صلوٰۃ خوف بدوران قتال و حرب ہے اور بدون حرب و قتال کے متعلق سورۃ النساء میں  
مفصل ارشادات ہیں - وَاِذَا كُنْتَ فِیْہُمْ فَاقْتُلْ لَہُمْ ..... (۴: ۱۰۲)



= فَاذْأَمِنْتُمْ - ف عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان اَمِنْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پھر جب تم امن سے ہو جاؤ۔ اور خوف جاتا ہے۔

= فَاذْكَرُوا اللہ - اِی فصلوا اللہ - کما۔ ک تشبیہ کے لئے ہے مَا موصولہ یا مصدر یہ ہے اور مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ عِلْمَ کا مفعول ثانی ہے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مفعول اول۔ ترجمہ ہوگا: پھر جب تم امن سے ہو جاؤ۔ تو اللہ کو یاد کرو۔ یعنی نماز پڑھو جس طریق سے خدا نے تم کو (بتوسط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

۲: ۲۴۰ = وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا - ملاحظہ ہو ۲: ۲۳۴۔ متذکرہ بالادِصِيَّةً اِی فلیُوصُّوا دِصِيَّةً۔ انہیں چاہئے کہ وہ وصیت کر جائیں (اس صورت میں دِصِيَّةً مفعول ہوگا فلیُوصُّوا کا) = مَتَاعًا۔ کے منصوب ہونے کی وجوہات یہ ہو سکتی ہیں

(۱) یہ مفعول مطلق ہے۔ اِی مَتَّعُوْهُنَّ مَتَاعًا۔

(۲) یہ فعل محذوف کا مفعول ہے یعنی لِيُوصُّوا مَتَاعًا

(۳) یہ دِصِيَّةً کا مفعول ہے اِی لِيُوصُّوا دِصِيَّةً مَتَاعًا۔

مَتَاعًا سے مراد وہ چیزیں جن سے عورتیں نفع اٹھائیں۔ یعنی نان و نفقہ۔ کپڑا وغیرہ = اِلَى الْحَوْلِ - ایک سال تک کے لئے۔

= غَيْرَ اِخْرَاجٍ اِلَیْہَا اِذَا جِئِمَ سے۔ گھروں سے نکالے بغیر۔

= فَاِنْ خَرَجْنَ - حملہ شرطیہ۔ اگلا سارا جملہ مِنْ مَّعْرُوفٍ تک جواب شرط ہے

= وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ - اللہ زبردست ہے جو اس کے حکم کے خلاف کرے اس سے بدلہ لے سکتا ہے حکمت والا ہے۔ جو اس کے احکام کی تعمیل کرے گا تو دیکھے گا کہ وہ احکام حکمت سے پُر ہیں اور ان کی اطاعت میں بندہ کی اپنی ہی مصلحت ہے۔

۲: ۲۴۱ = وَالْمُطَلَّقَاتِ - لام اسحقاق کا ہے اَلْمُطَلَّقَاتِ جمع ہے اَلْمُطَلَّقَةُ کی جو اسم مفعول واحد نونث بمعنی طلاق دی گئی عورت ہے۔ یہاں اَلْمُطَلَّقَاتِ سے مراد جمیع مطلقات ہیں یعنی معروف ناعدہ کے مطابق حملہ مطلقہ عورتوں کو متعہ کا حق حاصل ہے۔

= حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ - حَقًّا۔ منصوب بوجہ مفعول مطلق کے ہے ملاحظہ ہو ۲: ۲۳۸ متذکرہ بالا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ متعہ کا دینا متقین پر واجب ہے۔

۲: ۲۴۲ = كَذٰلِكَ - ک تشبیہ کا ہے ذٰلِكَ کا اشارہ ان احکام کی طرف ہے جو طلاق، عدت اور متعہ کے متعلق اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اسی طرح۔



= يُبَيِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب (تَفَعَّلَ) مصدر - کھول کر بیان کرنا۔

= لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ - عقل الشئ ادر کہ علی حقیقتہ کسی شئی کی حقیقت کو سمجھ لینا (معجم الوسیط) تدبر کرنا (المبند) مطلب یہ کہ کسی شے پر غور و فکر اور تدبر کر کے اس کی حقیقت سمجھ لینا۔ آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ جس طرح اللہ نے متذکرہ بالا احکام کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں اسی طرح وہ اپنے تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ان پر غور و فکر کرو۔ اور ان کی حقیقت کو سمجھ پاؤ۔

= اٰیٰتِہٖ - مضاف مضاف الیہ۔ اپنی آیات۔ اپنی نشانیاں۔ اپنے احکام۔

۲: ۲۴۳ = اَلَمْ تَرَ = ہم نے استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ۔ مضارع مجزوم نفی جہد بلم۔ واحد مذکر حاضر۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ صاحب تفسیر مظہری اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: یہ لفظ ما بعد کا حال سننے کے لئے شوق اور تعجب دلاتا ہے۔ پس اَلَمْ تَرَ کہنا تعجب دلانے میں ایک مثل ہو گیا۔ اور اس سے ایک ایسے شخص کو مخاطب کیا جاتا ہے کہ جس نے اس سے پہلے یہ واقعہ نہ سنا ہو اور نہ دیکھا ہو یا یہ تقریر اور تاکید ہے ایسے شخص کے لئے جس نے ان کا قصہ اہل کتاب اور اہل تاریخ سے سُن لیا ہو۔ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ (اے مخاطب) کیا تو میرے بتانے سے بھی نہیں سمجھتا اور اس میں ایک قسم کا تعجب دلانا ہے۔ اور قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اَلَمْ تَرَ کا لفظ آیا ہے اور اس کو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا۔ وہاں سب جگہ اسی قسم کے معنی مراد ہیں۔

= اَلْوَفَّ - اَلْف کی جمع ہزاروں۔ وَهْمٌ اَلْوَفَّ - ضمیر خذ جو ا سے حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

= حَذَرَ الْمَوْتِ - مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لَمْ خَرَجُوا سے۔

= مُوْتُوْا۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر مَوْتٌ (باب نَصَو) مصدر۔ تم مرجاؤ۔

= ثُمَّ اَحْيَاهُمْ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فقال لہم اللہ موتوا ثم احموا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا مرجاؤ پس وہ مر گئے۔ پھر اس نے ان کو زندہ کر دیا۔ فائدہ :- یہ کون لوگ تھے جن کو مرنے کا حکم دیا گیا اور پھر مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ کس زمانے کے تھے کہاں بستے تھے۔ کہاں سے نکلے کہ ہر کو گئے کیوں گئے۔ ان سب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ لیکن یہ امر واضح نظر آتا ہے کہ یہ قصہ اس آیت کے نزول کے وقت لوگوں کے علم میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت دریافت نہ کیا۔ ویسے بھی یہاں آیہ کا مقصد کسی تاریخی واقعہ کا بیان کرنا نہیں بلکہ یہ امر ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے انسان اس کے بھاگ کر اپنی کوششوں سے بچ نہیں سکتا اس لئے اس قصہ کے تاریخی پس منظر



کریدنے کی ضرورت نہیں۔

= لَدُوْ فَضْلٍ۔ لام تحقیق و تاکید کے لئے ہیں ذُو فَضْلٍ۔ مضاف مضاف الیه۔ فضل کرنے والا۔ دینے  
۲۴۴:۲ = وَ قَاتِلُواْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ اور اللہ کی راہ میں لڑو (جہاد کرو) یہ بات ذہن نشین کرا دینے  
کے بعد کہ موت و حیات اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کوئی اپنے جیلہ سے موت کو ٹال نہیں سکتا۔ اور نہ زندگی کو  
بڑھا سکتا ہے اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی سر بلندی کے لئے جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے  
جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فاطیعوا و قاتلوا

= سَمِیعٌ عَلِیْمٌ۔ سننے والا۔ سَمِعَ سے بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ  
میں سے ہے۔ اور جب یہ حق تعالیٰ کی شان میں ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شئی پر حاوی  
ہو (عَلِیْمٌ۔ خوب جاننے والا۔ عَلِمَ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فَعِلٌ یہ بھی اسماء حسنیٰ میں سے ہے  
۲۴۵:۲ = مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔ مبتدا۔ ذَا خبر ہے  
الَّذِیْ یا ذَا کی صفت ہے یا اس سے بدل ہے۔ قَرْضًا منصوب بوجہ مصدر بمعنی اقْرَضَا ہے یا بوجہ  
مفعول۔ حَسَنًا صفت ہے قَرْضَا کی۔ ترجمہ۔ ہے کوئی ایسا جو اللہ کو قرض حسنہ دے

= فِیْضِعْفَ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً ف۔ جواب استفہام کے لئے یَضَاعِفَہ میں یُضَعِفُ مضارع  
منصوب کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مضاعفہ (مُضَاعَلَةٌ) مصدر باب مفاعلة مشارکت کی وجہ سے نہیں بلکہ  
مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ ان مقدرہ ہے۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب قَرْضًا  
کے لئے۔ اور کہ میں ضمیر واحد مذکر غائب قرض دینے والے کے لئے ہے۔ اَضْعَافًا۔ ضِعْفُ کی جمع ہے  
ضِعْفٌ اسم مصدر اور بطور مفعول مطلق مستعمل ہے اس کو اَضْعَافًا (بطور جمع) تنوید کے لئے بیان  
کیا ہے۔ کَثِیْرَةً۔ بہت، واحد مونث لیکن اطلاق جمع کے موقع پر بھی ہوتا ہے۔

ترجمہ:- تاکہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) قرضہ حسنہ دینے والے کے لئے اس قرض (کی جزاء) کو کئی گنا بڑھا دے  
= یَقْبِضُ۔ مضارع واحد مذکر غائب قبض (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ تنگ کرتا ہے وہ روکتا ہے  
الْقَبْضُ کے معنی کسی چیز کو پورے پنچے کے ساتھ پکڑنا۔ کے ہیں۔ جیسے قبض السیف تلوار کو پکڑنا۔  
= یَبْصُطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ بَسَطَ (باب نَصَرَ) مصدر کشادہ کرتا ہے فراخ کرتا ہے  
بسط مادہ۔ قرات میں بعض نے ص سے اور بعض نے س سے پڑھا ہے

بَسَطَ الشَّیْءَ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے اور توسیع کرنے کے ہیں پھر استعمال میں کبھی دونوں معنی  
لمحوظ ہوتے ہیں اور کبھی ایک معنی متصور ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے بَسَطَ الثَّوْبَ اس نے کپڑا پھیلایا  
اسی سے اَلْبَسَاطُ ہے جو ہر پھیلی ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے اور بَسَطَ کبھی بقبضہ بھی آتا ہے جیسے



آیت ہذا میں (خدا ہی روزی کو تنگ کرتا ہے اور وہی اسے کشادہ کرتا ہے) اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے :  
 وَكَوَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ (۲۲ : ۲۷) اور اگر خدا اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا۔ اور  
 وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ الْجِسْمِ (۲۲ : ۲۷) اس نے اُسے علم بھی بہت بخشا اور تن و توش بھی بڑا عطا کیا  
 = وَالْيَهُ تَرْجَعُونَ ۵ الیہ ای الی اللہ - تَرْجَعُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر حاضر - رَجَعَ (باب  
 ضَرَبَ) تم لوٹائے جاؤ گے - تم پھرے جاؤ گے۔

۲۲۶ : ۲ = اَلَمْ تَرَ - ہمزہ استفہامیہ - لَمْ تَرَ - مضارع نفی جہد بکلمہ - کیا تو نے نہیں دیکھا - تَرَ  
 اصل میں تَرَى تھا - یا کو حذف کیا گیا ہے۔

= اَلْمَلَأَ - سرداروں اور بڑے لوگوں کی جماعت - اسم جمع معرف باللام - مجرور - م ل ء مادہ  
 اَلْمَلَأَ - وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہیبت و جلال سے  
 بھر دے - اس کا مفرد کوئی نہیں ہے - اس کی جمع اَمْلَأُ ہے مَلَأَ يَمْلَأُ (باب فتح) مَلَأَ وَمَلَأَةً  
 مصدر یہ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ بھر دینا - مِلْءٌ پیمانہ یا برتن بھرنے کی مقدار  
 (نیز ملاحظہ ہو ۱۱ : ۹۷)

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَأِ - ای اَلَمْ تَرَ اِلَى قِصَّةِ الْمَلَأِ (بنی اسرائیل) کیا تمہیں علم نہیں بنی  
 اسرائیل میں سے بعض گروہ سرداران کے قصہ کا - (روح البیان) ای اَلَمْ تَرَ قِصَّةَ الْمَلَأِ اَوْحَدِيَّتُهُمْ  
 (روح المعانی) اَلَمْ تَرَ - کیا تو نے نہیں دیکھا - کیا تو نے غور نہیں کیا - کیا تجھے خبر نہیں -  
 فَاذْكُرْ : اَلَمْ تَرَ - عربی میں یہ طرز خطاب ایسے موقع پر آتا ہے کہ جب مخاطب کو کسی بڑے  
 اہم اور معروف واقعہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے - رویت سے ہیئت چشم بصارت سے دیکھنا  
 مراد نہیں ہوتا بلکہ وہم و تخمیل اور غور و فکر اور عقل کی راہ سے بھی مطالعہ و مشاہدہ مراد ہوتا ہے اور جب  
 اس فعل کا صلہ الی کے ساتھ آتا ہے تو کوئی مقصود کوئی نتیجہ نکالنا یا عبرت حاصل کرنا ہوتا ہے -  
 (تفسیر ماجدی)

= مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ - میں مِنْ تَبْعِيضِيہ ہے -

= مِنْ بَعْدِ مُوسَى - ای مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ اَوْ مِنْ بَعْدِ زَمَانِهِ

= اِذْ قَالُوا لِنَبِيِّ لَّهُمْ - اِذْ بَدَلْ ہے مِنْ بَعْدِ سے کیونکہ دونوں زمانہ کے لئے ہیں -

ترجمہ ہوگا - کیا تو نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے حضرت موسیٰؑ کے بعد اپنے  
 پیغمبر سے کہا - یا - کیا تجھے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے قصہ کی خبر نہیں جس نے حضرت موسیٰؑ کے  
 کے زمانہ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا -



== اِبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - یہ مقولہ ہے قَالُوا كَا - اِبْعَثْ تو بھیج - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر - بَعَثَ (باب فتح) مصدر جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اٹھانا - کھڑا کرنا - اور سامنے کرنا - بَعَثَ کی دو قسمیں ہیں - ایک بشری دوسری الہی - اگر اس کی نسبت فاعلی انسان کی طرف ہو تو اس کو بشری کہیں گے جیسے کسی ایک شخص کا دوسرے شخص کو روانہ کرنا اور بھیجنا - اگر یہ نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کو الہی کہا جائے گا - اس کی بھی دو قسمیں ہیں پہلی قسم اللہ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے اشیاء کو عدم سے وجود میں لانا - دوسری مثال مردوں کو جلانا ہے - کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو بھی سرور از فرماتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے -

دِيَارِنَا - مضاف مضاف الیہ - دِيَارٌ جمع دَارٌ کی ناصمہ جمع مکمل - ہمارے گھر ہمارے شہر ہمارے وطن - وَابْنَانَا - وَادُّ عَاطِفٌ ابْنَانَا مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف - دِيَارِنَا معطوف علیہ - تقدیر کلام یوں ہے مِنْ أَبْنَائِنَا ابْنَانَا جمع ہے ابْنٌ کی - ناصمہ جمع مکمل - اپنے بیٹوں یا اپنی اولاد سے دور کئے گئے (ابْنٌ کے معنی بیٹا کے ہیں لیکن جب بیٹے بیٹیاں دونوں مقصود ہوں تو اس کی تغلیب کی وجہ سے مذکر کا صیغہ بولتے ہیں)

== فَلَمَّا - ف عاطفہ ہے لَمَّا بمعنی جب - حرف شرط ہے ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے شرط و جزاء - بعض کے نزدیک حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے حین کا، م معنی -

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ اس کی جزاء - پھر جب قتال ان پر فرض کر دیا گیا تو وہ (سب) پھر گئے ماسوائے ان میں سے قلیل تعداد کے -

تَوَلَّوْا - ماضی جمع مذکر غائب - تَوَلَّى (تَفَعَّلَ) مصدر - انہوں نے پشت پھیر دی - انہوں نے منہ موڑا = الظَّالِمِينَ - اسم فاعل جمع مذکر ظلم کرنے والے - یہاں مراد اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں - یعنی اللہ کے نافرمان بندے - یعنی وہ نافرمان بندے جنہوں نے جہاد سے منہ پھیر لیا -

== فائدہ (۱۵۸) آیت ہذا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریباً تین سو سال کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ہزار گیارہ سو سال پہلے کا ایک واقعہ بیان ہو رہا ہے جس کا مختصر حال یہ ہے کہ عمالقہ فلسطین کے اکثر حصوں پر قابض ہو گئے تھے - اور بنی اسرائیل رامہ کے علاقہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے اُس وقت جوان کے بنی اور حکمران تھے ان کا نام سموئل تھا اور وہ کافی بوڑھے ہو چکے تھے - عمالقہ کی انداز سائیاں اور زیادتیاں دن بدن بڑھ رہی تھیں - بنی اسرائیل چاہتے تھے کہ عمالقہ کی سرکوبی کریں - اور اپنا کھویا ہوا اقتدار اور حکومت واپس لیں - اس لئے انہوں نے بار بار اپنے بنی حضرت سموئل علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے ایک ملک (سردار) کا سوال کریں - حضرت سموئل ان کی عادات سے خوب واقف



منہ سے کہ یہ دعوے تو بڑے لمبے چوڑے کرتے ہیں لیکن عمل کے وقت ان کا سارا جوش سرد پڑ جاتا ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کر دے اور تم جہاد سے منہ موڑ جاؤ۔  
کہنے لگے حضرت جی! کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم جہاد نہ کریں حالانکہ ہمیں گھروں سے نکالا گیا اور اپنے بچوں سے جدا کر دیا گیا۔

ان کی خواہش اور اصرار کے باعث اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جب ان کا سردار اور سپہ سالار مقرر فرما دیا تو لگے اعتراض کرنے کہ یہ شخص نہ لاوی بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں نبوت نسلاً بعد نسل چلتی آتی ہے اور نہ یہود بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں حکومت و سلطنت پشت در پشت چلی آرہی ہے تو یہ نادار اور قلاشش کب سردار قوم اور سالار لشکر بن سکتا ہے؟ امامت کے حقدار تو ہم ہیں جن کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔

حضرت سمویل علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ حکومت کے لئے تمہارا قائم کردہ معیار درست نہیں بلکہ اس کا صحیح معیار تو علم و شجاعت ہے اور ان دونوں باتوں میں وہ تم سے ممتاز ہے۔ بائبل میں ہے کہ یہ تیس سالہ نوجوان اپنے حسن و جمال میں بے نظیر تھا۔ ان کی قامت کی بلندی کی یہ حالت تھی کہ دوسرے لوگ مشکل سے اس کے کندھوں تک پہنچ سکتے تھے۔ اور یہ بنیامین کی نسل سے تھا۔

حضرت سمویل نے انہیں بتایا کہ طالوت کا انتخاب کوئی انسانی انتخاب نہیں بلکہ اللہ رب العزت نے خود تمہاری قیادت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ تمہیں اس کی عطا اور بخشش پر مقرر نہیں ہونا چاہئے بنی اسرائیل بھلا کب آسانی سے اپنی ضد سے باز آنے والے تھے فوراً مطالبہ کیا کہ آپ دلیل پیش کیجئے کہ طالوت کا انتخاب واقعی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اس وقت ان کے بنی نے فرمایا کہ اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہاری تسکین و طمانیت کا سامان ہے اور جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے اور جو عمالقاہ تم سے جھین کر لے گئے تھے۔ وہ تمہیں فرشتے واپس کر دیں گے۔ اور اگر تم میں ایمان ہے تو اس سے بڑھ کر تمہیں مزید کسی نشانی کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جب فرشتے اس صندوق کو اٹھاتے ہوئے یا اس بیل گاڑی کو ہانکتے ہوئے جس پر تابوت رکھا تھا بنی اسرائیل کے پاس لے آئے تو اب انہیں طالوت کے نیک (سردار) بننے کے متعلق اطمینان ہو گیا نیز انہیں ڈھارس بندھ گئی کہ اب وہ یقیناً فتحیاب ہوں گے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات والا صندوق جس میں حضرت موسیٰؑ کا عصا اور پارچات اور حضرت ہارونؑ کا عمامہ تھا۔ انہیں واپس مل گیا۔ جب طالوت عمالقاہ کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ بنی اسرائیل کا ایک ابنوہ کثیر تھا۔ راستے میں ایک نہر ممکن ہے کہ دریائے اردن ہی ہو) پر سے گزر ہوا تو انہیں حکم ملا کہ اب تمہارا امتحان



لیا جائے گا۔ اور وہ امتحان یہ ہے کہ اس نہر سے پانی پینے کی اجازت نہیں جس نے پانی پیا وہ میرا سپاہی نہیں ہے۔ ہاں اگر پیاس کی شدت ہو تو ایک چلو بھر کر پی لو اس سے زیادہ نہیں۔ اب کیا تھا سب ٹوٹ پڑے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ سوائے چند مخلصین کے جو اس امتحان میں کامیاب ہوئے اور جن کی تعداد صحیح روایت کے مطابق ۳۱۳ تھی۔ باقی جتنے لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں تھے انہوں نے لشکر سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اب طالوت اپنے مٹھی بھر جا بناز سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھے لیکن جب انہوں نے جالوت کے لشکر جبار کو دیکھا تو سہم سے گئے اور کہنے لگے کہ جالوت کے اتنے بڑے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت کہاں؟ لیکن انہیں کے چند مخلص ترین ساتھیوں نے ہمت بندھائی اور انہیں بتایا کہ فتح و نصرت اللہ کے ہاتھ میں ہے اس سے پہلے بھی بارہا ایسے واقعات ہو گزرے ہیں جب کہ اس کی نصرت و تائید سے چھوٹی سی جماعت نے بڑی بڑی فوجوں کو شکست فاش دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ان لوگوں کے ضرور شریک حال ہوتی ہے جو حق و صداقت کے لئے صبر و ثبات سے کام لیتے ہیں۔

جب وہ جا بناز سر ہتھیلیوں پر رکھے میدان میں نکلے تو بارگاہ رب العزت میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور اپنے لئے صبر و استقامت کی دعا کی اور پھر دشمن کی شکست کا سوال کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتح و نصرت حاصل کرنے کے لئے صبر و ثبات قدمی شرط اولین ہے۔ جو قوم یا فرد میدان جہاد و میدان عمل میں شدائد و تکالیف کے سامنے صبر اور استقامت سے کام لیتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ مومن کے پاس سب سے زیادہ مؤثر ہتھیار دعا ہے جس کا اس کے دشمن کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طاہرہ بھی یہی تھی۔

ان مٹھی بھر مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے دشمن کے لشکر جبار کو شکست فاش دی عمالقمہ کے سپہ سالار جالود کو جو بڑا بہادر اور کہنہ مشق جرنیل تھا حضرت داؤد علیہ السلام نے پتھر مار کر ہلاک کر دیا حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام اس وقت بالکل کم سن تھے۔ زرد رُو اور لا غرو بیمار تھے۔

فائدہ = (۲) عَسَىٰ - عنقریب ہے - شباب ہے، ممکن ہے - توقع ہے - اندیشہ ہے - کھٹکا ہے علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں:-

عَسَىٰ - فعل جامد ہے - غیر منصرف - اور اسی بنا پر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ حرف ہے - اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے اور ناپسندیدہ میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں اور یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں جمع ہو گئے ہیں - عَسَىٰ اَنْ تَكُوْنُوْا شِیْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لِّكُمْ وَعَسَىٰ اَنْ تُحِبُّوْا شِیْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لِّكُمْ (۲۱۶:۲) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے



حق میں اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں

۲: ۲۲۷ = وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ - یعنی حبیب بنی اسرائیل کی اس استدعا "إِنِّي بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فَأَنِقِصُوا مِيزَانَكُمْ لِي وَتَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" (آپ ہمارے لئے ایک سردار مقرر کر دیں تاکہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں) پر حضرت سموئیل نے اللہ سے دعا کی اور دعا کی قبولیت پر اللہ تعالیٰ نے طالوت کو ان کا سردار مقرر فرمایا تو حضرت سموئیل نے ان سے کہا وَقَالَ لَهُمْ -

= قَدْ بَعَثَ لَكُمْ - قَدْ ماضی پر داخل ہو کر ماضی قریب کے معنی دیتا ہے (اللہ تعالیٰ نے) مقرر کیا ہے  
= طَالُوتَ - بوجہ معرفہ و عجمیت کے غیر منصرف ہے اور مثل داؤد - و - جالوت کے ہے - اور بعض کے نزدیک یہ الطول سے عربی لفظ ہے اور اس کی اصل طولوت مثل رهبوت و رحموت ہے  
داؤ کو الف سے بدلا - اس کا غیر منصرف ہونا بوجہ علمیت و شبہ العجمہ کے ہے  
= مَلِكًا - حال ہے طَالُوتَ سے -

= آتَى - بمعنی مِنْ آتَى - كَيْفَ - اسے ہم پر سرداری کہاں سے آگئی - یا کیونکر آگئی - یا حاصل ہوگئی  
نیز ملاحظہ ہو (۲: ۲۲۳)

= أَمْلَكْتُ - اسم و مصدر - سرداری - امارت - بادشاہت - سلطنت -  
= وَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالْمَلِكِ مِنْهُ - داؤد حالیہ ہے - حبلہ حالیہ ہے - أَحَقُّ اسم تفضیل اور فاعل دونوں کے لئے آتا ہے - بڑا حق دار - زیادہ حقدار - حالانکہ سلطنت یا سرداری کے تو ہم اس سے زیادہ مستحق ہیں  
= فَاذْكَا - حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی نسل سے یہودیوں کے جو بارہ خاندان ہوئے وہ بنی اسرائیل کہلاتے ہیں - ان میں سے لاوہ بن یعقوب کا قبیلہ وہ تھا جس میں بنی اسرائیل کے تمام ائمہ ہوئے ہیں حضرت موسیٰ دہارون علیہما السلام اسی قبیلہ سے تھے - یہود ابن یعقوب کا قبیلہ حکومت و سلطنت کے لئے مخصوص تھا - اور حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام اسی قبیلہ میں سے تھے - سب سے چھوٹا قبیلہ بنی یامین کا تھا جس میں سے طالوت تھے - یہ قبیلہ مالی طور پر بھی چنداں حیثیت نہ رکھتا تھا - خود طالوت سقایت (پانی بھرنا) یا دباغت (چمڑہ رنگنا) کا کام کیا کرتے تھے ان مابہ الامتیاز اسباب کی وجہ سے لادی بن یعقوب اور یہود ابن یعقوب کے قبیلے کے لوگ متعجب ہوئے کہ ان کو چھوڑ کر یہ سرداری قبیلہ یامین کے پاس کیسے چلی گئی

= وَ كَمْ يُؤْتِ سَعَةً مِنَ الْمَالِ - داؤ عطف ہے جو دونوں جملوں کو ملاتی ہے - اور یہ کیونکر ہم پر سرداری کا مستحق ہوا - حالانکہ اس کے پاس دولت کی فراوانی بھی تو نہیں ہے

كَمْ يُؤْتِ - مضارع مجہول نفی جہد بکرم - واحد مذکر غائب (أَفْعَالُ) مصدر وہ نہیں



ویا گیا۔ سَعَةً اسم و مصدر بمعنی کشائش۔ فراخی۔ وسعت۔ طاقت۔ پہنچ۔ یہ وَسِعَ يَسْعُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے۔ جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں۔ اس کی تاء واؤ کے بدلہ میں ہے جیسے وَعَدَ يَعِدُ عِدَّةً (باب ضرب) اور وَزَنَ يَزِنُ زَنَةً (باب ضرب) واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض تاء لے آئے = اصْطَفَاهُ - اصْطَفَى - ماضی واحد مذکر غائب - اصْطَفَاءُ (افتعال) مصدر۔ اس نے پسند فرمایا اس نے چُن لیا۔ ص ف ی مادہ ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو پسند فرمایا۔ یا چن لیا اصطفیٰ میں ط۔ ت کی جگہ لایا گیا ہے۔ عَلَيْكُمْ تمہارے مقابلہ میں۔

= وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ واؤ عاطفہ ہے زَادَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب زِيَادَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ زیادہ دینا۔ بڑھانا۔ ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ بَسْطَةً مفعول ثانی فِي الْعِلْمِ متعلق بَسْطَةً واؤ عاطفہ الجسم۔ ائی زَادَهُ بَسْطَةً فِي الْجِسْمِ۔ بَسْطَةً۔ کشادگی، کشائش۔ وسعت فضیلت۔ اور زیادہ بخشی اس نے (اللہ نے) اس کو (طاہوت کو) علم و جسم میں کشادگی۔ اور وسعت و فضیلت۔ دہکتے تھے کہ حضرت طاہوت اپنے وقت میں فنون حرب اور دیانات (یعنی علم دین میں) سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اور جہاں تک تندرستی و توانائی کا تعلق ہے بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص خوبصورتی۔ و باہر ت۔ قد و قامت میں ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ساری قوم میں کا ندھے سے لے کر اوپر تک ہر ایک سے اونچے نظر آتے تھے۔

= وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف محذوف پر ہے گویا عبارت یوں ہے: اَلْمُلْكُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ يُؤْتِيْهِ مَلِكًا مِّنْ يَّشَاءُ۔ مَلِكًا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ملک۔ اس کی بادشاہی۔

= وَاسِعٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ سَعَةً مصدر (باب سمع) وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا۔ وسعت دینے والا۔ یعنی فقیر کو وسعت دے کر امیر کر دینے والا۔

= عَلَيْهِمْ عِلْمٌ سے فَعِيلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ (کہ کون کس کام کے لائق ہے)

۲: ۲۴۸ = اِنَّ اٰیَةَ مَلٰٓئِكِهِۦ اَنْ يَّاتِيَكُمْ التَّابُوْتُ۔ اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل اٰیة مضاف۔ مَلٰٓئِكِهِۦ مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اَنْ۔ تحقیق اس کی امارت کی نشانی یہ ہے کہ تابوت (از خود) تمہارے پاس آجائے گا۔

تَابُوْتُ بروزن فَعَلُوْتُ۔ توب سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں۔ اور اسے تابوت اس لئے کہتے ہیں کہ جو چیز اس میں سے نکالی جاتی تھی وہ پھر واپس اسی میں چلی آتی تھی (تفسیر مظہری) اس کے



متعلق مختلف اقوال ہیں۔ تابوت بمعنی لکڑی کا صندوق عموماً مستعمل ہے اس کی جمع تو اَبْتٌ ہے۔

= فِيهِ سَكِينَةٌ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو تابوت ہے یعنی اس میں ایسی چیزیں رکھی ہوئی ہیں جن سے تمہاری تسکین ہو جائے گی۔ یا تابوت کی واپسی کا امر ای فی اتيانه سکون لکم وطمأنينة  
= سَكِينَةٌ۔ تسکین۔ تسلی خاطر۔ اطمینان۔ سَكُونٌ سے بروزن فَعِيلَةٌ مصدر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہ عَزِيزَةٌ ہے۔

علامہ بغوی سید محمد مرتضیٰ زبیدیؒ لکھتے ہیں

سکینہ وہ اطمینان۔ چین و قرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں ہے یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی۔ یقین میں قوت اور استقلال کو ضروری کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ”یوم العار“ اور ”یوم حنین“ جیسے قلق و اضطراب کے مواقع پر اپنے رسول اور مومنین پر اس کے نازل کرنے کی خبر دی ہے۔

واضح رہے کہ سکینہ کا لفظ قرآن مجید میں چھ جگہ استعمال ہوا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ بجز سورۃ بقرہ کے قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی سکینہ آیا ہے اس کے معنی اطمینان کے ہیں۔ سورۃ بقرہ کی جس آیت کا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے استشعار فرمایا ہے وہ آیت کریمہ یہ ہے اِنَّ اٰیةَ مُّلْکِہٖ ..... فِيْہِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ یہاں سکینہ سے کیا مراد ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے تو یہاں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اطمینان ہی کے معنی روایت کئے ہیں اور یہی صحیح ہیں۔ اس کے علاوہ اس بابے میں تفسیر کی کتابوں میں جو بہت سی بے سرو پا روایتیں منقول ہیں وہ نہ عقلاً صحیح ہیں نہ نقلاً۔ اور پھر سخت متعارض کہ ان کا باہم جمع کرنا غیر ممکن ہے (لغات القرآن)

= فِيْہِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ یہ جملہ تابوت سے موضع حال میں ہے۔

= وَبَقِیَّتُهُ مِمَّا تَرٰکَ الْاُمُوْسٰی وَالْهٰرُونَ۔ داؤد ہر دو جگہ عاطفہ ہیں۔ بَقِیَّتُهُ۔ بچی ہوئی چیز، باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِيلَةٌ۔ بَقَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ بچی ہوئی چیزیں کیا تھیں۔ تورات کی دو لوحیں۔ کچھ ٹوٹی ہوئی لوحوں کا ریزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ ان کی نعلین۔ حضرت ہارون کا عمامہ اور عصا اور ایک قفیر (ایک پیمانہ) مَن جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔

بَقِیَّتُهُ اس کا عطف سَكِينَةٌ پر ہے مِمَّا مرکب ہے مِّنْ تَبْعِیْضِہ سے اور مَا موصولہ سے۔ الْاُمُوْسٰی وَالْهٰرُونَ میں اَل سے مراد یا تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بنفسہما ہیں اور اَل کا لفظ ہر دو



کی شان عظمت کے لئے مستعمل ہے۔ یا آل سے مراد ان کے متبعین ہیں یا بنی اسرائیل کے انبیاء۔  
مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ بِبَقِيَّةٍ کی صفت ہے۔

= تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ یہ جملہ تابوت سے حال ہے۔ تَحْمِلُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب  
۸ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع تابوت ہے۔ جس کو فرشتے اٹھائے ہوتے ہوں گے

= فِي ذَلِكَ - اِیٰ فِی رَجُوعِ التَّابُوتِ الِیْکُمْ - تابوت کی تمہاری طرف واپسی۔

= لَدَايَةِ ط میں لام تاکید کے لئے ہے اور اِیَّةٌ منصوب بوجہ عامل اِنَّ ہے۔

= اِنْ كُنْتُمْ - میں اِنْ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَدَايَةٍ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ - یہ (۱) یا تو حضرت ثمودیل نبی کے  
کلام کا بقیہ ہے۔ (۲) یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علیحدہ خطاب ہے۔

فائدہ ۴ - روح البیان میں ہے وَقَالَ لِبَعْضِهِمُ التَّابُوتُ هُوَ الْقَلْبُ وَالسَّكِينَةُ مَا  
فِيهِ مِنَ الْعِلْمِ وَالْاِخْلَاصِ وَاتِّبَانِهِ تَصْيِيرُ قَلْبِهِ مَقْرَأَ الْعِلْمِ وَالْوَقَارِ -

یعنی بعض مفسرین نے تابوت سے مراد دل - سکینہ سے مراد علم و اخلاص اور تابوت کے آنے سے  
دل کا علم و ایمان سے بھر جانا مراد لیا ہے۔

بَقِيَّةٌ کے معنی بہترین کے بھی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ  
مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ ط (۱۱۶:۱۱) یہاں اُولُو  
بَقِيَّةٍ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے اور عقل باقی ہے۔ یا ارباب فضل مراد ہیں۔ اسی سے  
عرب ولے بولتے ہیں فُلَانٌ مِنْ بَقِيَّةِ الْقَوْمِ یعنی فلاں آدمی قوم میں عمدہ ہے۔

اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوئے: اس کی حکومت کی علامت یہ ہے کہ فرشتوں کے سہارے  
تمہاری کھوئی ہوئی ہمت واپس آجائے گی اور تمہیں اطمینان قلب ضرور نصیب ہوگا۔ اور تم  
آلِ موسیٰ و آلِ ہارون کے بہترین ترکہ یعنی اخلاقِ فاضلہ کے وارث بنو گے۔

۲۴۹:۲ = فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ -

آیت سے قبل اور درمیان آیت بعض جگہ عبارت مقدّرہ ہے۔ تقدیر کلام (بحوالہ تفسیر خازن)

یوں ہے: فلما جاء هذا التابوت واقروا بالملك ليطالوت تاهب للخروج

الى الجهاد فاسرعوا لطاعته وخرجوا معه وذلك قوله تعالى (فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ

بِالْجُنُودِ اِیٰ خَرَجَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ بِالْجُنُودِ وَهُمْ سَبْعُونَ اَلْفًا وَذَلِكَ اَنَّهُمْ

لَمَّا رَأَوْا التَّابُوتَ لَمْ يَشْكُوا فِي النِّصْرِ فَسَارِعُوا اِلَى الْخُرُوجِ فِي الْجِهَادِ وَكَانَ



وكان مسيرهم في حشد يد فشكوا الى طالوت قلة الماء بينهم وبين عدوهم و  
قالوا ان الماء لا تحملنا فادع الله ان يجري لنا نهرا و (قَالَ) طالوت (اِنَّ اللهَ مُبْتَلِيكُمْ  
بِنَهَرٍ) یعنی جب تابوت ان کے پاس آ پہنچا اور انہوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور انہیں حضرت  
طالوت کی سرداری کا یقین ہو گیا۔ تو حضرت طالوت نے (ان کو مطمئن پاکر) جہاد کی تیاری کر کے (بیت المقدس)  
خروج کیا۔ بنی اسرائیل فوراً ان کے زیر کمان اکٹھے ہو گئے اس وقت ان کی تعداد ستر ہزار (یا بعض رواۃ کے  
مطابق اسی ہزار یا ایک لاکھ بیس ہزار) تھی۔ ان کی یہ اطاعت اس لئے تھی کہ جب انہوں نے تابوت  
کو دیکھا تو ان کو اپنی مدد ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ رہا اور سب کے سب فوراً جہاد کے لئے تیار ہو گئے۔  
اس وقت بہت سخت گرمی پڑ رہی تھی اس لئے انہوں نے حضرت طالوت سے قلت آب کی شکایت کی  
اور کہا کہ وہ اللہ سے ان کے لئے ایک نہر جاری کرائے۔

حضرت طالوت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب نہر کی بابت بتایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اِنَّ اللهَ  
مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ اللہ تعالیٰ ایک نہر تمہاری آزمائش کریگا۔ یعنی تمہاری استدعا کے بموجب ایک  
جاری نہر آئے گی لیکن اس سے تمہارا امتحان بھی مطلوب ہوگا۔

فَلَمَّا - فَا عطف ہے۔ لَمَّا حرف ظرف معنی جب فصل۔ فُضُولُ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب  
ہے معنی 'جدا ہونا'۔ نکلنا۔ باب ضرب۔ اس صورت میں یہ فعل لازم ہے۔ اور آیت میں یہی مراد ہے۔ لیکن اگر  
اس کا مصدر فَضْلُ ہے تو یہ فعل متعدی ہوگا۔ اس صورت میں اس کے معنی ہوتے ہیں کاٹنا۔ جدا کرنا۔ ٹکڑے  
کردینا۔ بچے کا دودھ چھڑانا۔ اول الذکر کی صورت میں معنی ہوں گے: پھر جب طالوت فوجیں لے کر (بیت  
المقدس) نکلا۔

مُبْتَلِيكُمْ - مُبْتَلِي - اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف کم ضمیر جمع مذکر ماضی۔ مضاف الیہ۔ اِبْتِلَاءٌ۔  
(افْتِعَالٌ) مصدر۔ تمہاری آزمائش کرنے والا۔ تم کو جانچنے والا۔

اس کا مادہ بَلَّی ہے (باب ضوَب) سے بمعنی فرسودہ ہو جانا۔ پرانا ہو جانا۔ بوسیدہ ہو جانا۔ جیسے  
بَلَّی الثَّوْبُ۔ بِلَّی و بَلَّاءٌ۔ کپڑا فرسودہ اور کہنہ ہو گیا۔ لیکن باب نصر سے یہ مادہ آزمائش کرنے اور  
جانچنے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ جیسے اِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللّٰهُ بِهِ (۹۲:۱۶) بیشک خدا تمہیں آزماتا ہے اس  
اِنَّ اللهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ بیشک اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کریگا۔ یعنی تم سے متمحن  
جیسا سلوک کرے گا۔ تاکہ مطیع اور عاصی میں فرق ظاہر ہو جائے۔

= مَن شَرِبَ مِنْهُ - مَن شرطیہ ہے اور حملہ شرطیہ ہے۔ فَلَيْسَ مِنِّي - ف جواب شرط میں ہے اور  
حملہ جواب شرط ہے۔



لَيْسَ مِنِّي - نہیں ہے

میرے میں سے - میرے حامیوں میں سے - میرے طرف داروں میں سے - میرے حمایتیوں میں سے ای  
لیس من اشیائی (جمع شیعۃ واحد)

= وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي - پہلا جملہ شرطیہ - دوسرا جواب شرط ہے - واؤ عاطفہ لَمْ يَطْعَمْهُ  
میں لَمْ يَطْعَمْهُ مضارع نفی جہد بَلَمْ واحد مذکر غائب (جس نے) نہ چکھا - طعم الشئ اس وقت بھی بولا  
جاتا ہے جب کسی چیز کو (کھانے کی ہو یا پینے کی) چکھے - ضمیر مفعول واحد مذکر غائب - جس کا مرجع نہر کا  
پانی ہے -

مِنِّي - مِنْ حرف جاری ساکن ضمیر واحد متکلم مجبور مجھ سے - میری طرف سے -

= إِلَّا مَنِ اعْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ - إِلَّا حرف استثناء مِنْ موصول - اعْتَرَفَ - صلہ موصول وصلہ مل کر  
مستثنیٰ - فَمَنْ شَرِبَ مستثنیٰ منہ -

اعْتَرَفَ - ماضی واحد مذکر غائب - اس نے ایک چلو بھرا - اعْتَرَفَ (افْتَعَالَ) مصدر - غُرْفَةً  
ایک چلو پانی - چلو بھر پانی - اعْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ (جس نے) اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر پانی پی لیا -  
غُرْفَةً (بمعنی معروف) بوجہ مفعول بہ ہونے کے منصوب ہے - إِلَّا مَنِ اعْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهِ -  
معناہ الرخصة فی اعتراف الغرفة باليد دون الكراء - یعنی ہاتھ سے چلو بھر پانی پی لینے کی  
اجازت ہے - بدون برتن یا منہ لگا کر پانی پینے کے -

= فَشَرِبُوا مِنْهُ - ای من النهر - پس ان (سب نے) نہر سے پانی پی لیا -

= إِلَّا قَلِيلًا - إِلَّا حرف استثناء قَلِيلًا مستثنیٰ - إِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہے لہذا  
منصوب ہے (جس کلام میں استثناء ہو اور اس میں نفی - نہی و استفہام نہ ہو وہ موجب کہلاتا ہے -  
= فَلَمَّا - پھر جب

= جَاوَزَهُ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ - جَاوَزَ - ماضی واحد مذکر غائب مُجَاوِزَةً (مفاعلة)  
بمعنی پار ہونا - پار اترنا - ء ضمیر مفعول واحد مذکر غائب نہر کے لئے ہے - هُوَ ای طالوت داؤد عاطفہ -  
الَّذِينَ موصول آمَنُوا صلہ - دونوں مل کر معطوف - عطفت بر ضمیر هُوَ - مَعَهُ - مَعَ اسم ظرف مضاف  
ء ضمیر واحد مذکر غائب - مضاف الیہ - مضاف مضاف الیہ مل کر متعلق جَاوَزَ - یعنی جب حضرت طالوت  
دریا کے پار اتر گئے - اور ان کے ساتھ صاحب ایمان لوگ بھی دریا پار کر گئے -

قَالُوا - صاحب تفسیر ماجدی رقم طراز ہیں: بلکہ نظر احوال ظاہر، یہ گفتگو ان میں آپس میں ہونے لگی  
دشمن کی کثرت تعداد اور اس کی عظمت سامان پر نظر کر کے اس کی ہیبت کا دل پر بیٹھ جانا اور اپنی طرف سے



مایوس ہو جانا ایک امر طبعی تھا۔ اچھے اچھے اہل ایمان کی بھی ایسے موقع پر طبعی طور پر بہت چھوٹ جاتی ہے۔  
 = بِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ - ب - حرف جار۔ جالوت غیر منصرف کطاوت۔ واؤ عاطفہ جُنُودِہ  
 مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ جس کا عطف جالوت پر ہے۔ جالوت اور اس کی فوجوں کے  
 مقابلہ میں

= قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْقُوا اللَّهَ - وہ لوگ جنہیں یقین تھا کہ بیشک وہ اللہ کے روبرو  
 پیش ہونے والے ہیں۔ وہ بولے۔ يَظُنُّونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ظَنَ (باب نصر) وہ یقین کرتے  
 ہیں وہ گمان کرتے ہیں۔ آیت ہذا میں اول الذکر معانی مراد ہیں۔ مُلَاقُوا اصل میں مُلَاقُونَ تھا  
 اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ہے۔ یہ اسم فاعل جمع مذکر۔ مضاف ہے اللہ مضاف الیہ۔ یہاں مذکورہ  
 بالامومنین میں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا ایمان خدا اور آخرت پر بالکل پختہ اور غیر متزلزل تھا۔ اور وہ ہنگامی  
 طور پر بھی مرعوب اور دہشت زدہ نہ ہوئے تھے بلکہ بڑے استقلال کے ساتھ بولے.....  
 = كَمْ مِنْ فِئَةٍ..... مَعَ الصَّابِرِينَ یہ مقولہ ہے قَالَ کا۔

کَمْ اسم مبنی ہے اور مصدر کلام میں آتا ہے۔ اور مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز کا محتاج ہوتا ہے۔  
 یہ دو طرح مستعمل ہے:

(۱) استفہامیہ۔ مثلاً۔ کتنی مقدار۔ کتنی تعداد۔ کتنی دیر۔ قرآن مجید میں کَمْ استفہامیہ نہیں آیا ہے۔  
 (الاتقان)۔ (۲) کَمْ خبریہ۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی تمیز ہمیشہ  
 مجرور ہوتی ہے جیسے کَمْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو برباد کر دیا۔ کبھی تمیز سے پہلے  
 مِنْ آتا ہے۔ جیسے وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا۔ (۴: ۴) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ  
 کر ڈالیں۔ اور وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيٰ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا۔ اور آسمانوں میں بہت  
 فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی۔

کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ - فِئَةٍ قَلِيلَةٍ - موصوف وصفت۔ فِئَةٌ واحد۔ گروہ۔ جماعت۔ ٹولی  
 وہ گروہ جس کے افراد باہم مددگار ہوں اور ایک دوسرے کی طرف مدد کرنے کے لئے دوڑیں۔ فَأَيُّ فِئَةٍ  
 فَنِيءٌ (باب ضرب) فنی مادہ۔ اچھی حالت کی طرف لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ جیسے حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ  
 فَإِنْ فَاءَتْ (۹: ۴۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے پس جب وہ رجوع لائے۔  
 ترجمہ ہوگا۔ (بسا اوقات) چھوٹی چھوٹی کتنی ہی جماعتوں نے بڑی بڑی جماعتوں پر غلبہ پالیا اللہ کے حکم سے  
 یعنی اس کی توفیق و مدد سے۔

۲۵۰:۲ = بَرَزُوا - وہ لڑائی کے لئے نکلے۔ ماضی جمع مذکر غائب بَرَزُوا (باب نصر) مصدر



بمعنی کھلم کھلا ظاہر ہونا میدان جنگ میں صف سے مد مقابل سے لڑنے کے لئے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔  
بُرُودٌ کی مختلف اقسام ہیں۔

(۱) نہایت کسی چیز کا خود ظاہر ہونا۔ جیسے وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً (۱۸: ۴۷) اور تو دیکھے کہ زمین کھل گئی۔  
کیونکہ اس روز مسکن اور مکین سب مٹ جائیں گے۔ اور زمین از خود کھل جائے گی۔ اسی لئے میدان جنگ میں صف سے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَبْرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ الْأَمْضَاءُ جَعَلَهُمْ (۱۵۴: ۳) تو جن کی تقدیر میں قتل لکھ دیا گیا ہے وہ تو اپنے مقتلوں کی طرف نکل کر ہی رہیں گے۔  
(۲) چھپی ہوئی چیز کا کھل جانا۔ جیسے وَبُرِزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوْينَ (۲۶: ۹۱) اور گمراہوں کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی۔

= اَفْرَغَ عَلَيْنَا صَبْرًا اَفْرَغَ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِفْرَاغٌ (افعال) مصدر بمعنی بہانا۔ دہانہ کھولنا۔ تو ہم پر دہانہ کھول دے۔ اِیْ اَصْبَبَ عَلَيْنَا صَبْرًا۔ ہم پر صبر اُنڈیل دے۔ ہم کو (بہت) صبر عطا کر۔ صَبْرًا۔ بوجہ مفعول بہ منصوب ہے۔

اَفْرَغَ مادہ فرغ سے مشتق ہے اَفْرَاغٌ شغل کی ضد ہے اور قَرَعَ يَفْرُغُ فَرُغٌ بمعنی خالی ہونا ہے فَاَرِغٌ خالی قرآن مجید میں ہے وَاصْبِرْ فَوْادِ اُمِّ مُوسٰی فَاَرِغًا (۲۸: ۱۰) اور حضرت موسیٰ کی اماں کا دل بے صبر ہو گیا۔ یعنی خوف کی وجہ سے گویا عقل سے خالی ہو گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ فَاَرِغَا کے معنی موسیٰ علیہ السلام کے خیال سے خالی ہونا ہیں۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کا خیال ان کے دل سے مہلادیا۔ حتیٰ کہ وہ مطمئن ہو گئی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈال دینا انہوں نے گوارا کر لیا۔ اور دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا فَرَعْتَ فَاَنْصَبْ (۹۴: ۷) تو جب فارغ ہوا کرو عبادت میں محنت کیا کرو۔  
اور اَفْرَعْتُ الدَّلَّو کے معنی ڈول سے پانی بہا کر اسے خالی کر دینا کے ہیں۔ چنانچہ اَفْرَغَ عَلَيْنَا صَبْرًا (آیت نہا میں) ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔ اسی سے مستعار ہے۔

= ثَبَّتْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ثَبَّتِيْتُ (تفعیل) مصدر۔ تو ثابت رکھ۔ تو قائم رکھ۔ اَقْدَامُنَا۔ مضاف۔ مضاف الیہ مل مفعول ثَبَّتْ کا۔

= اَنْصَرْنَا۔ اَنْصُرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا صَمِيرٌ مفعول جمع مشکلم۔ تو ہماری مدد فرما۔

۲۵۱: ۲ = فَهَزَمُوهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اِیْ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَسْتَجَابَ الدَّعَاءَ الْمُؤْمِنِينَ فَافْرَغَ عَلَيْهِمُ الصَّبْرَ وَثَبَّتْ اَقْدَامَهُمْ وَنَصَرَهُمْ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ حِينَ اتَّقَوْا فَهَزَمُوهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی بقضائے ارادۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی دعا قبول فرمائی ان پر صبر کے دہانے کھول دیئے۔ ان کو ثابت قدمی عطا کی۔ اور قوم کفار کے ساتھ ٹھبھڑھو نے پر اپنے ارادہ و حکم سے فتح



نصیب فرمائی۔

هَزَمُوهُمْ۔ فعل ماضی جمع مذکر غائب ضمیر فاعل مؤمنون کی طرف راجع ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کافروں کے لئے ہے۔ هَزَمْتُ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ انہوں نے ان کو شکست دی۔ اِنشَاءُ اللہ۔ اتی ماضی واحد مذکر غائب اِنْتَاءُ (اِفْعَالُ) مصدر۔ اس نے دیا۔ ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع داؤد ہے۔

= اَلْمَلِكِ۔ بادشاہت۔ منصوب بوجہ مفعول اَلْحِكْمَةِ۔ ای الذبوت۔ منصوب بوجہ مفعول حضرت داؤد (حضرت سلیمان کے والد) حضرت طالوت کی فوج میں بطور سپاہی شامل تھے۔ حضرت طالوت نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت داؤد سے کر دی اور سلطنت بھی ان کے حوالہ کر دی۔ بعد میں جب نبوت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تو سلطنت اور نبوت دونوں ایک خاندان میں جمع ہو گئیں۔

وَعَلَّمَہُمْ مِمَّا يَشَاءُ۔ اور اس کو سکھایا جو کچھ چاہا۔ یعنی منطق الطیر۔ خوش الحانی۔ علم زبور۔ علم سیاست و علم سلطنت۔ صنعت الدروع (زرہ کا بنانا) اور جو کچھ کہ خداوند تعالیٰ نے چاہا = مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے۔ مِنْ یہاں تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ ابتدائیہ ہے۔ مَا موصولہ ہے = يَشَاءُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَشِئْتُ (باب فَعَم) مصدر۔ وہ چاہتا ہے۔ اس نے چاہا۔ (بمعنی ماضی) = دَلَّوْا دَفَعَ اللہ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّفَسَادٍ اِلَیْہِمْ۔ لَوْ۔ حرف شرط ہے۔ لا نافیہ دَفَعَ مصدر مبنی للفاعل مضاف۔ اللہ مضاف الیہ۔ النَّاسُ مفعول۔ اور بَعْضُهُمْ بدل ہے النَّاسِ سے۔ بَبَعْضٍ۔ مفعول ثانی۔ یہ سارا حبلہ شرطیہ ہے اور اگلا حبلہ لَفَسَدَتِ الدُّرُحُ۔ جواب شرط۔ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ فَسَدَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ توجہ: اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا ہے تو (روئے) زمین پر فساد برپا ہو جائے۔

دَفَعَ۔ اگر الی کے صلہ کے ساتھ آئے۔ تو حوالہ کر دینے کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً فَإِذَا دَفَعْتُمْ اِلَیْہِمْ اَمْوَالَهُمْ۔ (۶: ۴) اور جب تم ان کا مال ان کے حوالہ کرنے لگو۔ اور جب اس کا استعمال عَنْ کے صلہ کے ساتھ ہو تو دفع کے معنی دفع کرنے.... دور کرنے یا ہٹانے کے آتے ہیں۔ مثلاً اِنَّ اللہَ یُدْفِعُ عَنِ الدِّیْنِ اَمْثَرًا۔ (۲۲: ۲۸) بے شک خدا مؤمنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا۔ = ذُو فَضْلٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ فضل والا۔ صاحب فضل۔ ذُو۔ اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے یعنی ان چھ حروف میں سے ہے جن کی تصغیر نہیں آتی۔

۲: ۲۵۲ = تِلْكَ۔ یہ۔ اسم اشارہ۔ واحد مؤنث۔ مشار الیہ مذکورہ بالا قصے میں۔ یعنی حدیث الا



و اما تتم واحیاء ہمد (آیت ۲۴۳) تملیکِ طاوت - طاوت کو سرداری عطا کرنا۔ تابوت کا واپس آجانا۔ منافقوں اور متذبذب لوگوں کو نہر کے ابتلا میں ڈال کر الگ کر دینا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں جالود کی ہلاکت۔ داؤد کو سلطنت و نبوت عطا کرنا وغیرہ۔

تِلْكَ مبتدا ہے۔ اَیْتُ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کی خبر۔ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ متعلق خبر۔ نَتْلُوْ۔ مضارع جمع متکلم تِلَادَةٌ۔ مصدر۔ ہم پڑھ کر سناتے ہیں۔ ہم تلاوت کرتے ہیں۔ ہَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مفعول۔ اس کا مرجع اَیْتُ ہے۔ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ۔ ہم ان کو پڑھ کر تجھے سناتے ہیں بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ۔ صحیح صحیح یعنی اس طریقہ پر جو واقعہ کے مطابق یقینی ہے جس پر کہ اہل کتاب کو بھی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی یہ قصص مندرج ہیں

وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ وَاذْ عَاظَمْنٰہُ۔ لَامٌ تاکید کے لئے۔ الْمُرْسَلِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر الْمُرْسَلُ واحد۔ بھیجے گئے پیغمبر۔

اور یہ امر (ای نتلوها علیک بالحق) اس پر بھی دال ہے کہ بے شک آپ مرسلین میں سے ہیں (کیونکہ متذکرہ بالا اخبار عجیبہ و قصص غریبہ و قدیمہ نہ آپ نے کہیں پڑھے اور نہ کسی اہل علم سے سنے ہیں بلکہ وحی من اللہ کے ذریعہ سے آپ کو ان کی خبر دی گئی ہے)









يَا رَحْمَةً  
تِلْكَ الرُّسُلُ

(٣١)

الْبَقِيَّةُ وَالْأَمْرُ عَمْرَانُ







## تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۲: ۲۵۳ = تِلْكَ - اسم اشارہ واحد مؤنث الرُّسُلُ مشار الیہ - جمع مذکر - دونوں مل کر مبتدا فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ - خبر -

آل - استغراق کا ہے یعنی تمام پیغمبر - یا آل عہد کا ہے اور اس سے وہ جماعت معلوم ہے جس کا علم آیت سابقہ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ سے ہو چکا ہے -  
= فَضَّلْنَا - ماضی جمع معکرم - تَفْضِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر ہم نے فضیلت بخشی - ہم نے بزرگی عطا کی -

= بَعْضَهُمْ - مضاف مضاف الیہ - دونوں مل کر مفعول فَضَّلْنَا کا - عَلَى بَعْضٍ بعض پر ہم نے ان پیغمبروں میں سے بعض کو بعض پر برتری عطا کی -

= مِنْهُمْ - میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع تِلْكَ الرُّسُلُ ہے مَنْ موصولہ کلمہ اللہ صلہ - یعنی ان میں سے کوئی تو وہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا - مَنْ کَلَّمَ اللہ بدل ہے محل فَضَّلْنَا سے -

= وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ - داد عطا ہے دَرَجَاتٍ حال ہے بَعْضَهُمْ سے یا اس سے قبل فی مقدر ہے - اور بعض کو مرتبوں کی صورت میں بلندی عطا کی - بَعْضَهُمْ - مضاف مضاف الیہ مل کر رفع کا مفعول ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب رُّسُل کی طرف راجع ہے - اَنْتِنَا - ماضی جمع متکلم اِنْتَا (اِفْعَالٌ) مصدر ہم نے دیا - ہم نے بخشا = اَلْبَيِّنَاتِ - کھلی دلیلیں - روشن دلائل - معجزات، بَيِّنَات کی جمع - تَبَيَّنَ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے مشتق ہے - تَبَيَّنَتْ کے معنی بیان کرنے اور واضح اور ظاہر کرنے کے ہیں - یہاں اَلْبَيِّنَاتُ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا برص کے مریضوں کو تندرست کر دینا - پیدا نشی نابیناؤں کو صحت یاب کر دینا مردوں کو زندہ کرنا (بِاِذْنِ اللہ) وغیرہ ہیں -

= اَيَّدْنَاهُ - ماضی جمع متکلم تَايَدٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ہم نے اس کو قوت دی - ہم نے اس کی مدد کی - بِرُوحِ الْقُدُسِ - حضرت جبریل کے ذریعہ سے - رُوحُ الْقُدُسِ - روح پاک - جان پاک - پاک فرشتہ - رُوح موصوف اور الْقُدُسِ صفت ہے - یہاں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے - جیسے رَجُلٌ صِدْقٍ میں رَجُلٌ موصوف اور صِدْقٍ اس کی صفت ہے لیکن یہاں ترکیب اضافی میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے -

رُوحُ الْقُدُسِ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد ۲ یا کوئی اور مستند کتاب - مَا اقْتَتَلَ - مضارع منفی واحد مذکر غائب اِقْتَتَلَ (اِفْتِعَالٌ) مصدر معنی آپس میں ۴ جنگ وقتال



کرنا۔ باہم لڑنا۔

= مِنْ بَعْدِهِمْ۔ اسی من بعد الرُّسُلِ۔ الَّذِیْنَ (اسم موصول جمع مذکر) مِنْ بَعْدِهِمْ صلہ  
یعنی رسولوں کے بعد میں آنے والے لوگ۔

= مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ۔ اسی مِنْ جِهَةِ ادْلَتِكَ الرُّسُلِ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مِنْ  
الَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِ الرُّسُلِ۔ یعنی رسولوں کے پیروکار۔ ان کے متبعین الْبَيِّنَاتُ۔ المعجزات الباہرۃ  
والایات الظاہرۃ۔ پر شکوہ۔ دل نشیں اور روز روشن کی طرح ظاہر معجزے اور کھلے صاف اور ظاہر  
دلائل۔ یعنی رسولوں کی طرف سے معجزات باہرہ اور آیات ظاہرہ آجانے کے بعد اور اپنے سامنے اپنی آنکھوں  
سے دیکھ لینے کے بعد

= رَاَوْ شَاءَ اللّٰهُ..... مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ رسولوں کے متبعین  
آپس میں جنگ و قتال نہ کریں تو وہ ان کو ہدایت نصیب فرما دیتا۔ حق پر سب کو متفق کر دیتا۔ اور مکمل اتباع  
رسل ان کو نصیب فرما دیتا۔ کوئی امت اپنے رسول کے بعد اپنے اپنے رسولوں کے ہاتھوں معجزات و آیات  
دیکھ لینے کے بعد آپس میں اختلافات نہ رکھتی اور باہمی جنگ و جدال کے متعلق سوچتی بھی نہ۔ وَلٰكِنْ اِخْتَلَفُوْا  
لیکن انہوں نے (باہم) اختلاف کیا اور آپس میں قتل و غارت کا ارتکاب کیا۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی  
جلالی و جمالی صفات اور اپنے مختلف اسماء (مثلاً) ہادی، مفضل، غفار، قہار، منتقم اور عفو کا ظہور چاہا۔  
اس لئے وہ لوگ کفر و اسلام اور ہدایت و گمراہی میں بٹ گئے)

= فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ۔ پس کچھ تو ایمان لے آئے (یعنی اللہ نے اپنی مہربانی سے دین انبیاء کا پابند رہنے  
کی ان کو ہدایت و توفیق عطا فرمادی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت ہدایت کا منظر قرار پایا  
= وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ اور کچھ لوگ ہوئے جنہوں نے کفر کیا۔ یعنی اللہ نے تقاضائے عدل کے تحت ان کی  
مدد نہیں کی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت اضلال کا منظر قرار پایا۔

= رَاَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا اقْتُلُوْا۔ اس جملہ کا دوبارہ ذکر اول جملہ کی تاکید کے لئے ہے۔

فائدہ = اگر اللہ چاہتا کہ سب ہدایت پر آجائیں اور باہمی جنگ و جدال سے باز رہیں تو اس مشیت ایزدی  
کی تکمیل میں کوئی شے مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ ان میں سے بعض کا ایمان اور بعض کا کفر نعوذ باللہ خدا کی بے بسی کی دلیل  
نہیں بلکہ وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور وہی ہوتا ہے۔ ہماری عقل اس کی حکمت اور تقدیر کی حقیقت کا ادراک  
کرنے سے قاصر ہے

= لٰكِنَّ (نون کی تشدید کے ساتھ) حرف استدراک ہے۔ یعنی پہلی بات کا وہم دور کرنے والا حرف جیسے بَلْ  
غَيْرَ اَنْ۔ اِلَّا اِلَّا اَنْ۔ وغیرہ۔ یہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے قرآن مجید میں ہے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ



وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا (۱۰۲:۲) حضرت سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے لکن (تخفیف کے ساتھ یعنی بغیر تشدید کے) حرف عاطف ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آئے۔ اور یہ لکن استدراک کے لئے بھی آتا ہے اور کچھ عمل نہیں کرتا۔ مثلاً وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً أَنْ أَنْتَوُا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أَوْ لَوِ الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَعْدِيْنَ ۝ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جُهَدُوا يَوْمَ الْمَوَالِمِ ۖ وَالنَّفْسِيمَ ۖ آدَا لَكُمْ لِهَؤُاءِ الْخَيَوَاتِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ ۸۶: ۹۱ تا ۸۸) اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر لڑائی کرو۔ تو ان میں جو دولت مند ہیں وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے ہی دیجئے۔ کہ جو لوگ گھروں میں رہیں گے ہم بھی ان کے ساتھ رہیں۔ یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھ رہیں ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں۔ لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے سب اپنے مال اور جان سے لڑے انہی لوگوں کے لئے مہلایاں ہیں اور یہی مراد پانے والے ہیں۔

۲۵۴:۲ = الْفَقُوۡۤا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ تم (راہ خدا میں) خرچ کرو۔ اس کا مفعول شَيْئًا محذوف ہے۔ اِی الْفَقُوۡۤا شَيْئًا مِّمَّا رَزَقْنَاكُمْ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ اور مَّا سے مَّا بمعنی الَّذِی اور کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ یعنی ہم نے جو تمہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔  
= خُلَّةٌ دوستی۔ اَشْنَاءٌ۔ خُلل مَادَّة۔ خَلِيلٌ دوست۔

= يَبِيعُ۔ خرید و فروخت، لین دین۔ بیچنا۔ خریدنا۔ مصدر ہے۔ سودا لے کر قیمت لینے کا نام "بیع" ہے اور قیمت دے کر سودا لینے کا نام "شرأ" ہے کبھی شرأ کے معنی میں بیع اور بیع کے معنی میں شرأ کا استعمال ہوتا ہے

= وَالْكَافِرُوۡنَ هُمُ الظَّالِمُوۡنَ۔ یہ جملہ محذوف کا معطوف ہے۔ اِی فَاَلْمُؤْمِنُوۡنَ هُمُ الْمُتَّقُوۡنَ وَالْكَافِرُوۡنَ هُمُ الظَّالِمُوۡنَ۔ پس متقی مومن تو پورا پورا کما حقہ ادا کرتے ہیں اور کافر ہی ظالم ہیں (کہ مال کو بے محل صرف کرتے ہیں اور احکام کی تعمیل نہیں کرتے) الظلمۃ کے معنی روشنی کا معدوم ہونا ہے اہل لغت اور اکثر علماء کے نزدیک ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا۔ خواہ کمی یا زیادتی کر کے یا اسے اس کے صحیح وقت یا اصلی جگہ سے ہٹا کر۔ اور الظلمۃ کا لفظ حق سے تجاوز پر بھی بولا جاتا ہے جس کی مثال دائرہ میں نکتہ کی ہوتی ہے۔ اور ظلم کا اطلاق چونکہ ہر قسم کے تجاوز پر ہوتا ہے خواہ وہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو ابلیس کو ظالم کہا ہے اور دوسری طرف حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی غلطی کی بناء پر ظالم کہہ دیا گیا ہے۔ گو دونوں کے ظالم ہونے میں بہت بڑا فرق ہے فائدہ۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ الْكَافِرُوۡنَ سے مراد زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں۔ ترک زکوٰۃ کی برائی کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے زکوٰۃ نہ دینے کو کفر سے تعبیر کیا ہے جیسے حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اور مَنْ لَّمْ يَجْعَلْ کی جگہ



مَنْ كَفَرَ فَرَايَا - آيَت - وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (۹۷:۳) اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ بیت اللہ کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہیں کرے گا (یعنی حج نہ کرے گا مقدور رکھتے ہوئے) تو خدا بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔

۲۵۵:۲ = اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ - اَللّٰهُ - بتدار لا الہ الا هو خبر اول - الحي القيوم خبر ثانی - اِلٰه - معبود - بروزن فِعَالٌ - بمعنى مَفْعُولٌ مَا لَوْهٌ ہے - ہر قوم کے نزدیک جس کی بندگی کی جائے اِلٰہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود باطل - منصوب بوجہ عمل لَا اَلْحَيُّ - زندہ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے جب اس کا تعلق خداوند تعالیٰ کی ذات سے ہو تو معنی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہوگا جس کی نہ ابتدا معلوم نہ انتہا۔

اَلْقَيُّوْمُ - صیغہ مبالغہ - بروزن فِعْعُولٌ - وہ ذات جو خود قائم رہنے والی ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ہو - خود موجود و باقی ہے اور دوسروں کو ضروریاتِ مہستی و درستی عطا کرنے والی ہے جس کی ہر چیز اپنے وجود و بقا و نشوونما کے لئے محتاج ہے

= لَا تَأْخُذُہُ - مضارع منفی واحد مؤنث غائب - أَخَذُ (باب نَصَرَ) مصدر - وہ اس کو نہیں پکڑتی ہے وہ نہیں آیتی - ک ضمیر مفعول واحد مذکر غائب - اس کا مرجع اللہ ہے - یہ جملہ مستأنف ہے - (نیا جملہ)  
= سِنَةٌ - اونگھ - غنودگی - غفلت - وَسِینَ - یُؤَسِّنُ (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے - اس کی ہا وَاوْ مُحَمَّدٌ کے بدلہ میں ہے جیسے وَعْدٌ سے عِدَّةٌ ہے۔

= نَوْمٌ - اسم - نیند۔

= مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ - مَا بمعنی الَّذِی اسم موصولہ ہے۔

= مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہُ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ۚ مَنْ اسْتَفْہَامَہُ انکار یہ ہے ای لَا یَشْفَعُ عِنْدَہُ اَحَدٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ - ذَا اسم اشارہ واحد مذکر - بعض کے نزدیک مَنْ ذَا مرکب ہے مَا ذَا کی طرح لیکن ثعلبی امالی میں اور ابو البقار نے اعراب میں انکار کیا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے

= مَا بَیْنَ اَیْدِیْہِمُ وَمَا خَلْفَہُمُ - مَا ہر دو جگہ موصولہ ہے - بَیْنَ اَیْدِیْہِمُ - اَیْدِیْہِمُ - مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ - بَیْنَ مضاف بمعنی ان کے سامنے یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر موصولہ کا صلہ ہوئے ہِمُ ضمیر جمع مذکر غائب - اس کا مرجع مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ عاقل اور بے عقل دونوں کو شامل ہے - یا یہ ضمیر ذَا کی طرف راجع ہے (جو مَنْ ذَا الَّذِی میں مذکور ہے) اور ذَا سے مراد انبیاء



اور ملائکہ ہیں۔

== وَلَا يُحِيطُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب - إِحَاطَةٌ (افعال) سے مصدر - وہ نہیں گھیر سکتے۔  
یا نہیں گھیرتے - (علمی) احاطہ نہیں کر سکتے - ضمیر فاعل مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ کی طرف راجع ہے،  
یعنی وہ اس کے علم میں سے کسی شے کا (کامل) علمی احاطہ نہیں کر سکتے۔

== إِلَّا بِمَا شَاءَ - اِیَّیْہَا شَاءَ اَنْ یُّطْلِعَہُمْ عَلَیْہِ - ہاں جس چیز کا علم وہ دینا چاہے۔  
داد حالیہ ہے اور یَعْلَمُ کی ضمیر فاعلی ذوالحال ہے یا وَاَوْ عَاطِفٌ ہے - دونوں جملوں کا مجموعہ بتا رہا ہے کہ محیط  
کل اور ہمہ گیر علم ذاتی اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ثبوت ہے اس لئے دونوں  
جملوں کے درمیان حرف عطف کو ذکر کر دیا۔ (تفسیر مظہری)

== وَسِعَ - ماضی واحد مذکر غائب - سِعَةً - (باب سَمِعَ) سے مصدر - جیسے وَعَدَ یَعِدُ سے عِدَّةٌ ہے  
اس نے سمایا - یعنی اس کا علم یا اقتدار (کرسی) ہر چیز کو محیط ہے۔

== کُرْسِیُّہُ - مضاف مضاف الیہ - اس کی کرسی - ءُ ضمیر واحد مذکر غائب - اللہ کی طرف راجع ہے اصحاب  
الطواہر (علامہ ابن تیمیہؒ - ابن قیمؒ - ابن حزم وغیرہ) کے نزدیک کرسی سے حقیقی معنی مراد ہیں یعنی بیٹھنے کی کرسی  
لیکن کیفیت مجہول ہے معلوم نہیں کیسی کرسی ہے کس چیز کی ہے - غرض ایسی ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے  
شایان ہے - بعض علماء کے نزدیک کرسی سے مراد وہ جسم محیط ہے جس کے اندر سارا جہان متحد ہوا ہے -  
بعض نے انصاف اور حکومت مراد لیا ہے - حضرت ابن عباس کے نزدیک کرسی سے علم مراد ہے - ممکن  
ہے کہ کبھی معنوں کو متضمن ہو۔

== السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - ہر دو اسم مفعول ہیں - وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - اس کی کرسی آسمان  
اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے (کوئی چیز اس سے باہر نہیں)

== وَلَا یُؤْذَہُ حِفْظُهُمَا - وَاَوْ عَاطِفٌ ہے حِفْظُهُمَا مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل لَا یُؤْذُ فعل ءُ ضمیر  
مفعول - فعل - فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوا - لَا یُؤْذُ - مضارع منفی واحد مذکر غائب اذ یؤْذُ -  
(بروزن قال یقول) اذُّ وَاِذُّ دُ (باب نصر) مصدر گراں بار کرنا - بھاری لگنا - تھکا دینا - اذُّوْذَہُ  
بوجہ - ءُ ضمیر مفعول - واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے - حِفْظُهُمَا میں هُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث سماوات  
اور ارض کے لئے ہے۔

ترجمہ :- اور ان کی (یعنی آسمانوں کی اور زمین کی) حفاظت اس کو نہیں تھکاتی۔  
== الْعَلِیُّ - بلند مرتبہ - عالی شان - یہ علاؤ سے ہے جس کے معنی بزرگ ہونے کے ہیں بروزن فَعِیْلٌ



صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں عَلِیُّ کے معنی ہیں رفیع القدر۔ یعنی بلند مرتبت کے۔ یہ عَلِی سے ہے اور حبیب اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہوں گے۔ وہ ذات جو اس سے کہیں بزرگ ہے کہ وصف بیان کرنے والوں کا وصف بلکہ عالموں کا علم بھی اس کا احاطہ کر سکے۔

== الْعَظِيمُ۔ بروزن فَعِلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی بزرگ۔ بڑا۔ بڑی عظمت والا۔ بڑی شان والا عَظَمَ يَعْظُمُ عِظْمٌ وَعِظَامَةٌ مصدر (باب کرم) سے ہے۔ بمعنی بڑا ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے ۲۵۶:۲ = لَا اِكْرَاهَ۔ منصوب بوجہ عمل لا۔ اِكْرَاهُ (افعال) مصدر ہے۔ کسی کو زبردستی کسی کام کے کرنے پر مجبور کرنا۔ اَلْكَرْهُ وَالْكَرْهُ۔ سخت ناپسندیدگی۔ اَلْكَرْهُ اس مشقت کو کہتے ہیں جو انسان کو خارج سے پہنچے۔ اور اس پر زبردستی ڈالی جائے۔ جیسا کہ آیت ہذا میں مراد ہے اور اَلْكَرْهُ بضم الکان ملاحظہ ہو (المفردات) اس مشقت کو کہتے ہیں جو اسے ناخواستہ طور پر خود اپنے آپ پہنچے۔ مثلاً ایک چیز طبعاً ناگوار ہے لیکن شریعت اسے پسند کرتی ہے اور اسے کرنا ہی پڑتا ہے جیسے جہاد۔ دوم ایسی چیز کہ طبعاً تو پسندیدہ ہو لیکن شرعاً مکروہ ہو۔ مثلاً راگ و رنگ۔

== قَدْ تَبَيَّنَ۔ فعل ماضی کے ساتھ قَدْ تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ بیشک۔ تحقیق۔ تَبَيَّنَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَيَّنَ (تَفَعَّلُ) مصدر سے جس کے معنی ظاہر ہونے اور واضح ہو جانے کے ہیں = الرُّشْدُ۔ ہدایت، راہ یابی، راستی۔ رَشَدَ يَرْشُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے، ہدایت کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ صلاحیت کے معنی میں قرآن مجید میں ہے فَإِنَّ السُّتُمَ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْنَوْا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ (۶: ۴) پھر بالغ ہونے پر اگر ان میں عقل کی نچنگی یا صلاحیت دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

== الْغَيِّ۔ گمراہی۔ بدراہی۔ ضلالت۔ کفر۔ غوی۔ حروف مادہ ہیں۔

الْغَى۔ اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔ جہالت کبھی تو کسی عقیدہ پر مبنی ہوتی ہے۔ مثلاً مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى۔ (۱۲: ۵۳) تمہارے رفیق (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ راستہ بھولے ہیں اور نہ راہ بھٹکے ہیں۔ اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوهُمْ فِي الْغَى۔ (۲۰: ۴) اور ان (یعنی کفار کے بھائی) انہیں گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں

== فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ ط مَنْ۔ شرطیہ ہے اور يَكْفُرُ۔ يَوْمِنْ فعل مضارع بوجہ شرط مجزوم ہیں۔ پس جس نے طاغوت سے انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا۔

الطَّاغُوتُ۔ شیطان۔ حق سے روکنے والے بُت۔ معبود باطل۔ سرکش۔ سخت طاغی۔ مُفِرِد۔



احد۔ جمع۔ مذکر۔ مَوْنَتْ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

علامہ محب الدین ابوالبقار عبداللہ البکری لکھتے ہیں کہ اس کی اصل طَغُوتٌ ہے کیونکہ یہ طَغَيْتُ طَغًی سے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ وَاو سے ہو کیونکہ اس میں یَطْغُوا بھی بولا جاتا ہے پر مئی کا استعمال اکثر ہے اور اسی پر مصدر طَغِيَانٌ آیا ہے پھر لام کلمہ کو مقدم کر کے غ سے پہلے کر دیا گیا تو طَغُوتٌ ہو گیا طَوْغُوتٌ بن گیا۔ پھر حرف علت متحرک اور اس کا ماقبل مفتوح ہوا۔ تو اس کو الف سے بدل دیا گیا۔ طَاغُوتٌ بن گیا۔

= فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى - جواب شرط۔ اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا۔

اسْتَمْسَكَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ اسْتَمْسَكَ (استفعال) مصدر۔ مَسَكَ مادہ اس نے پکڑ لیا۔ اسْتَمْسَكَ - پکڑ لینا۔ روکے رکھنا۔

الْعُرْوَةُ - کڑا۔ حلقہ۔ کسی چیز کا دستہ یا قبضہ۔ عُرْوَى وَعُرْوَى - جمع۔

= الْوُثْقَى - اسم تفضیل مَوْنَتْ - الْوُثْقَى - مذکر۔ وَثِيقٌ اسم فاعل۔ وَثَاقَةٌ (باب کوم) بہت مضبوط قابل شکست، مَوْتِقٌ وَمِثْقَالٌ - پختہ عہد۔ پکا وعدہ۔

لَا انْفِصَامَ لَهَا - انْفِصَامٌ - مصدر ہے (باب انفعال) ٹوٹنا۔ لَهَا میں ہا ضمیر واحد مَوْنَتْ غائب لَدُوَّةِ کے لئے ہے اور جملہ حال ہے ضمیر الْعُرْوَةُ سے۔

= سَمِيعٌ - سنانے والا۔ سَمِعٌ سے بروزن فَعِيلٌ - صفت مشبہہ کا صیغہ ہے۔ جب یہ اللہ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی ہر شے پر حاوی ہو۔

= عَلَيْهِمُ - بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عَلَيْهِمُ سے بروزن فَعِيلٌ - مبالغہ کا صیغہ ہے

۱: ۲۵ = يُخْرِجُهُمْ - يُخْرِجُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَلَّذِينَ اٰمَنُوا کے لئے ہے

= مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّورِ - صاحب تفسیر مظہری اس آیت کی شرح میں رقمطراز ہیں

”جن لوگوں کا مومن ہونا خدا چاہتا ہے تو ان کو اپنی توفیق اور ہدایت کی مدد سے جہالت۔ نفس پرستی و سوسوں اور کفر تک پہنچانے والے شبہات سے نکال کر اس صراطِ مستقیم پر لا ڈالتا ہے جو ایمان تک ان کو پہنچا دیتی ہے۔“

واقدی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ الفاظ ظُلُمَاتِ وَالنُّورِ آئے ہیں ان سے مراد

فرد ایمان ہے ہاں سورۃ النعام کی آیت جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورِ (۱: ۶) میں شب و روز مراد ہیں

آیت مذکور بتا رہی ہے کہ ایمان (اختیاری نہیں) صرف عطیہ خداوندی ہے۔ جملہ يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ



اِلَى النُّورِ۔ یا تو اللہ کی دوسری خبر ہے۔ یا اٰمَنُوْا کی ضمیر کا حال ہے یا الَّذِیْنَ کا حال ہے یا دونوں سے حال ہے۔ یا مستقل علیحدہ کلام ہے جس سے مفہوم ولایت کی توضیح یا تاکید ہو رہی ہے  
 = یُخْرِجُوْهُمْ۔ میں ضمیر فاعل الطَّاغُوْتُ کی طرف راجع ہے جبکہ ضمیر مفعول (هٰذِهِمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا) کے لئے ہے۔

= اُوْلٰئِکَ۔ اسم اشارہ جمع مذکر۔ مشار الیہ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔

= فِیْہَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ التَّارِ کے لئے ہے

= خَلِدُوْنَ۔ خُلُوْدُ رَبَّابِ نَصَرَ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت رفع۔ ہمیشہ رہنے والے

۲: ۲۵۸ = اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِی۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کیا تجھے خبر ہے اس شخص کی

حَاجَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مُحَاجَّةٌ (مفاعلة) مصدر۔ اس نے جھگڑا کیا۔ اس نے بحث کی

بحث کی۔ حجت کرنا۔ یعنی ہر ایک کا دوسرے کو اس کی دلیل اور راہ سے ہٹانے کی خواہش کرنا

= اِنَّ اَشَدُّ اللّٰهُ الْمُلْکَ۔ اَنْ سے پہلے لام تعلیل محذوف ہے گویا عبارت ہے لِاَنَّ اَشَدُّ اللّٰهُ

الْمُلْکَ۔ جھگڑا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت عطا کی تھی۔ اس لئے اس نے سرکشی

کی۔ حکومت کا غرور اس کے جھگڑا کرنے کی علت تھا۔ یعنی اس نے عطاء خداوندی کے تقاضے کے

خلاف کیا۔ عطا کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ شکر کرتا مگر کیا اس نے اس کے برعکس۔ عرب کہتے ہیں کہ

عَادَیْتَنِیْ لِاِنِّیْ اَحْسَنْتُ اِلَیْکَ تو میرا دشمن اس لئے ہو گیا کہ میں نے تجھ سے سہلائی کی (یہ طنزیہ کلام ہے)

= فَاتَّيَبَا۔ اَتَّ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِتَّيَاْتُ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی آنا۔ لیکن جب اس

کا تقدیر بآ کے ساتھ ہو تو بمعنی لانے کے ہوں گے۔ اَتَّ ب۔ تولا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب

الشمس کے لئے ہے تو اسے (نکال) لے آ۔

= بُرْهَتَ۔ ماضی مجہول۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ بُرْهَتُ (باب سَمِعَ و کَرَمَ) مصدر۔ بمعنی حیران

و ششدر رہ جانا۔ وہ حیران رہ گیا۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ یہاں فعل مجہول فعل معروف کے معنی میں ہی آیا ہے

= وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ۔ اللّٰهُ فاعل۔ لَا یَهْدِی مضارع منفی واحد مذکر غائب

فعل۔ الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ۔ موصوف و صفت مل کر مفعول۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

۲: ۲۵۹ = اَذْکَا الَّذِی۔ اَذْ حرف عطف اس کا عطف اَلَمْ تَرَ پر ہے اِذْ بمعنی مثل کے آیا ہے

اس صورت میں اَذْ اِیْتِ محذوف ہے۔ گویا آیت کی تقدیر یوں ہے۔ اَوْ اَرَاَیْتَ الَّذِی۔ یعنی

الَّذِی حَاجَّ اِبْرٰہِیْمَ۔ کے علاوہ یہ دوسرے شخص کی مثال ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ اس کے مقابل

بھی بیان نہیں ہوا۔ کہ آیا اس شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کی تھی۔ یا یہ کسی اور زمانہ کا قصہ ہے



اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعین نہیں فرمائی۔ ترجمہ یوں ہو گا: اور کیا تم نے مثال نہیں دیکھی اس شخص کی جو ایک بستی کے پاس سے گذرا.... اخفش نے کاف کو زائد قرار دیا ہے۔  
 = قَرْيَةٍ۔ بستی۔ اور بستی کے رہنے والے اس کی جمع قُرَى۔ قُرَى جمع قِیَاسی نہیں صرف سماعی ہے۔ کیونکہ  
 فَعْلَةٌ کی جمع قِیَاسی فِعَالٌ کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے ظَبْيَةٌ کی جمع ظَبَائِدُ۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے  
 کہ اہل میں قَرْيَةٍ بولتے ہیں اور اس کی جمع قُرَى قِیَاسی ہے جیسے ذُرَّةٌ کی جمع ذُرَى۔ بہر کیف قرآن  
 مجید میں قَرْيَةٍ (واحد) اور قُرَى (جمع) آیا ہے اور یہی فصیح ہے اس کے مقابلے میں مبنی استعمال فصیح  
 نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا (۹۳:۶) کہ تم بستیوں کی ماں۔  
 (یعنی مکہ) کے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈراؤ۔

= وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرْوِ شَهَا۔ هِيَ ای قَرْيَةٍ۔ خَاوِيَةٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث افتادہ۔  
 گرمی ہوئی۔ خَوِيَ يَخْوِي خَوْى (باب صوب) (گھر کا) جڑ جانا۔ گر جانا۔ اور خَوِيَ يَخْوِي خَوَايَةً  
 خَوَاءً (باب سَمِعَ) (جگہ یا مکان کا) خالی ہونا۔ گر پڑنا۔ ڈھب جانا۔ اندر سے کھوکھلا ہو جانا۔

جملہ وَهِيَ خَاوِيَةٌ موضع جر میں ہے اور اس صورت میں قَرْيَةٍ کی صفت ہے۔ عَلَى عُرْوِ شَهَا  
 متعلق ہے خَاوِيَةٌ سے عُرْوِ شَهَا۔ مضاف مضاف الیہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْيَةٍ کے لئے  
 ہے۔ عُرْوِش جمع ہے عُرْشٌ کی۔ بمعنی چھت۔ عُرْشُ الْبَيْتِ گھر کی چھت۔ بیل کو چڑھانے  
 کے لئے جو چھت یا ٹیڑھی کرتے ہیں اس کو بھی عرش کہتے ہیں۔

قَرْيَةٍ خَاوِيَةٍ عَلَى عُرْوِ شَهَا۔ شہر جو چھتوں سمیت ڈھا پڑا تھا۔

= آتِ۔ ای کیف۔ کیونکہ۔ کیسے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۲۳:۲۔ هٰذِهِ۔ یہ بستی۔ یا اس بستی کے  
 لوگ۔

= بَعْدَ مَوْتِهَا۔ اس کی موت کے بعد۔ اس کی ویرانی کے بعد (بستی یا بستی کے رہنے والوں کی  
 بربادی کے بعد)۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع قَرْيَةٍ ہے

= أَمَاتَهُ اللَّهُ۔ اللہ فاعل۔ أَمَاتَ فعل ماضی واحد مذکر غائب۔ أَمَاتَهُ (افعال) مصدر  
 ۴۔ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اس نے (یعنی خدا تعالیٰ نے) اس کو (یعنی اس شخص کو جو اس قریہ کے پاس  
 سے گذرا۔ اور اس کو برباد دیکھ کر کہا کہ اس بربادی کے بعد اللہ اسے کیسے زندہ کر دے گا۔ موت دی  
 مار ڈالا۔

= ثُمَّ بَعَثَهُ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے یہاں تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے بمعنی پھر۔ بَعَثَهُ  
 بَعَثَ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس نے اسے زندہ اٹھا کھڑا کیا۔ ۴ ضمیر



مفعول مذکورہ بالا شخص کی طرف راجع ہے۔ اگر رسولوں کے متعلق اس کا استعمال ہو تو بَعَثَ کے معنی اللہ کی طرف سے مبعوث کرنے اور بھیجنے کے ہوں گے۔ مثلاً اَللّٰهُ بَشَّرَ اَرْسُوْلًا ط (۱۷) : ۹۴) کیا خدا نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

= قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ - اِیْ قَالَ اللّٰهُ - كَمْ لَبِثْتُمْ - اِیْ كَمْ زَمَانًا لَبِثْتُمْ - تو کتنی مدت ٹھہرا۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۲۱۱ - اور ۲ : ۲۴۹ - لَبِثْتُ (بَاب سَمِعَ) لَبِثْتُ - مصدر - بمعنی ٹھہرنا۔ رہنا۔ = بَعْضُ یَوْمٍ - رمضان مضاف الیہ - بَعْضُ - کچھ - ٹکڑا - کل کے اعتبار سے شے کے کسی جز کو بعض کہتے ہیں۔ اس لئے کُل کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے بَعْضُ یَوْمٍ - دن کا کچھ حصہ۔ = قَالَ - اِیْ قَالَ اللّٰهُ -

= بَلَّ - حرف اضراب ہے۔ بلکہ - نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۱۳۵ -

= لَمْ یَقْسَنْ - نفی جہد بلم - واحد ذکر غائب - (باوجود سالہا گزر جانے کے) تمہارا مشروب یا طعام خراب نہیں ہوا۔ تَقَسَّنُ (بَاب تَفَعَّلَ) مصدر سے - عمر رسیدہ ہونا - پرانا ہونا - خوراک کا بس ہو جانا خوراک کو پھپھوندی لگ جانا۔ سَنَ نَ نَ حروف مادہ ہیں - یَقْسَنُ - اصل میں یَقْسَنُ تھا۔ چونکہ تین نون جمع ہو گئے تھے اخیر کو ی سے بدلا۔ پھری کو الف سے بدلا الف جزم کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ ۴ استراحت یعنی سکتہ کی ہے۔ مادہ سَنَ نَ نَ سے سَنِہ یَسَنِہُ سَنَہُ (بَاب سَمِعَ) سے بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی بہت سالوں والا ہونا۔ طعام یا شراب کا متغیر ہو جانا۔ بگڑ جانا۔

= وَلِنَجْعَلَكَ - محذوف پر معطوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اَدِیْنَاكَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمَ قَدْرَ قَدْرَتِنَا - ہم نے تجھے یہ کچھ اس لئے دکھلایا تاکہ تو جان لے ہماری قدرت کو (بعض کے نزدیک واؤ زائد ہے) اور یہ اس لئے کہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی (یاد دہیل) بنائیں۔ = وَالنُّظْرَ اِلَى الْعِظَامِ - اور ہڈیوں کو دیکھ۔ مراد گدھے کی ہڈیاں (جو اس شخص کے پاس تھا) یا اہل قریہ کی ہڈیاں (جو اس وقت مر کھپ چکے تھے) یا اس کی اپنی ہڈیاں یا اس کے گدھے کی ہڈیاں (روح المعانی) عِظَامُ ہڈیاں - عَظْمُ کی جمع جیسے سِهَامٌ سَهْمٌ کی جمع ہے۔

= نُنَشِّرُهَا - مضارع جمع متکلم - اِنْشَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر - ہم جوڑ دیتے ہیں - حرکت دیتے ہیں اٹھا دیتے ہیں - ہَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب العظام کے لئے ہے۔

النَّشْرُ - بلند زمین کو کہتے ہیں - اور نَشْرٌ فُلَانٌ کے معنی بلند زمین کے قصد کرنے کے ہیں۔ اسی سے نَشْرٌ فُلَانٌ عَنْ مَّقَرِّہِ کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی کسی کا اپنی قرار گاہ سے اوپر ابھر آنے کے



کے ہیں۔ اور ہر اوپر اٹھنے والی چیز کو نَاشِزُ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آتا ہے  
وَإِذَا قِيلَ النَّشْرُ فَأَنشُرُوا (۵۸: ۱۱) اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے  
ہو اکرو۔

اور نَشْرُ وَإِنْشَارُ کے معنی زندہ کرنا بھی آتے ہیں کیونکہ زندگی میں ایک طرح کا ابھار پایا  
جاتا ہے۔ اور اسی معنی میں آیت ہذا میں اس کا استعمال ہوا ہے۔

= نَكْسُوْهَا۔ مضارع جمع متکلم۔ كَسَوْهُ دباب نصر) مصدر بمعنی پہنانا (کسی کے اوپر لباس کی  
طرح) چڑھانا۔ یا جس طرح لباس سے جسم کو چھپایا جاتا ہے اسی طرح چھپا دینا۔ ھا ضمیر مفعول واحد  
مؤنث غائب جس کا مرجع العظام ہے۔ لحمًا مفعول ثانی۔ ہم ان (ہڈیوں) پر گوشت چڑھا دیتے  
ہیں۔ یا ان کو گوشت سے چھپا دیتے ہیں جس طرح جسم کو لباس سے چھپا دیتے ہیں۔ كَسَوْهُ لباس کا  
جوڑا۔

= تَبَيَّنَ = ماضی واحد مذکر غائب۔ تَبَيَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر بمعنی ظاہر ہونا۔ واضح ہونا۔ لہٰذا  
میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب اس شخص کے لئے ہے۔ جب یہ امر اس پر واضح ہو گیا۔ یعنی اللہ  
کی قدرت کی ہمہ گیری اس پر واضح ہو گئی۔

= اَعْلَمَ۔ میں جانتا ہوں بمعنی یقین کرتا ہوں۔

۲۶۰: ۲ = وَإِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ مِیْ اِذْ سَے قَبْلَ عبارت مقدر ہے اِیْ اُذْ كُرِ الْوَقْتُ  
اِذْ۔ یا اِذْ كُرِ الْوَقْتُ اِذْ۔ اور وہ وقت یاد کرو جب۔ یا وہ واقعہ یاد کرو جب۔ قرآن مجید  
میں جہاں کہیں بھی اِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْ كُرِ ممدوف ہے۔ یعنی آپ ان سے ذکر کیجئے یا آپ  
از خود یاد کیجئے اِذْ اسم ظرف ہے۔ قَالَ فعل اِبْرٰهِيْمُ۔ فاعل۔

= رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحِی الْمَوْتِی۔ یہ جملہ مقولہ ہے اور کَیْفَ تُحِی الْمَوْتِی جملہ مفعول ہے  
اَرِنِیْ کا۔ ترجمہ ہوگا۔ اور (اے نبی) اس واقعہ کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم نے کہا اے  
میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکہ زندہ کرے گا؟۔ اَرِنِیْ میں اَرِ امر کا صیغہ واحد  
مذکر حاضر ہے۔ نَ وَ قایہ اور سی ضمیر واحد متکلم کی۔

= قَالَ اَدَلَمْ تَوْمِنُ۔ قال۔ اِیْ قَالَ اللّٰهُ۔ ہمترہ استفہامیہ و حرف عطف۔ حرف  
عطف سے پہلے کلام مقدر ہے اِیْ اَلَمْ تَعْلَمْ وَلَمْ تَوْمِنُ کیا تو نہیں جانتا۔ اور تجھے یقین نہیں آیا۔

= قَالَ بَلٰی۔ اِیْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ بَلٰی۔ ہاں کیوں نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۴۶: ۳

= وَلٰكِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبُیْ۔ لِّیَطْمَئِنَّ کلام ممدوف سے متعلق ہے تقدیر کلام یوں ہے!



سَأَلْتُكَ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي۔ میں نے اطمینان دل کے لئے تجھ سے سوال کیا ہے، اِلْهَمِنَا (افعیعال) مصدر ہے۔

= خَذُ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اخذ (باب نصر) مصدر تولے۔ تو کپڑے۔

= مِنَ الطَّيْرِ صِفَتٌ هِيَ اَرْبَعَةٌ کی جو مفعول ہے فعل خَذُ کا۔

= صُرْهُنَّ اِيْنِكَ۔ صَارَ لِيَصُوْرُ۔ (باب نصر) و صَارَ لِيَصِيْرُ (باب ضرب) صِيْرُ و صَوْرُ۔ مصدر سے۔ مائل کرنا۔ بلانا۔ سدھانا۔ (باب ضرب) سے بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا بھی ہے صَارَ اِلَى كَذَا۔ کے معنی کسی خاص مقام تک پہنچ جانے کے ہیں صِيْرُ الْبَابِ۔ دروازہ کا شگاف یا جھروکا۔ اسے صِيْرُ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نقل و حرکت کا منتہی ہوتا ہے اس لئے اَلْمَصِيْرُ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل و حرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے قرآن مجید میں ہے : وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (۱۸: ۵) یعنی اللہ تعالیٰ ہی لوٹنے کی جگہ ہے يٰۤاُوْلٰٓئِیْنَ كَفَرُوْۤا بِرَبِّهٖمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَاَبْسَ الْمَصِيْرُ (۶: ۶۷) اور جو لوگ اپنے رب کے منکر ہوئے ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور بری جگہ ہے وہ پہنچنے کی۔

صُرْهُنَّ۔ صُرُ۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ بمعنی پھر ان کو اپنی طرف مانوس کر لے (ضیاء القرآن) پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ (تفسیر کبیر) پھر ان کو اپنی طرف آنے کے لئے سدھاؤ۔ (عبد اللہ یوسف علی)

= مِنْهُنَّ۔ میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث اربعۃ من الطیر کی طرف راجع ہے۔

= جُزْءٌ۔ ایک حصہ۔ کچھ حصہ۔ اَجْزَاءٌ جمع۔ اَجْعَلُ کا مفعول اِجْعَلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر جَعْلُ (باب فتح) سے مصدر۔ تو رکھ۔ تو بنا دے۔

= اُدْعُهُنَّ۔ اُدْعُ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ دَعْوَةٌ (باب نصر) سے مصدر۔ بمعنی بلانا۔ پکارنا دے کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تو ان کو پکار۔ تو ان کو بلا۔

= يٰۤاَتَيْنِكَ سَعِيًّا۔ يٰۤاَتَيْنِ مَضَارِعُ جمع مؤنث غائب اِتْيَانُ (باب ضرب) مصدر۔

لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ آئیں تیری طرف یا تیرے پاس۔ سَعِيًّا۔ مصدر۔ موضع حال میں ہے۔ دوڑتے ہوئے۔

۲: ۲۶۱ = مَثَلُ الَّذِيْنَ يَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط  
مَثَلُ الَّذِيْنَ يَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ جملہ مبتدا ہے۔



كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ - خبر -  
 أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ صفت ہے حَبَّة کی -

مِائَةِ حَبَّةٍ — بتدار [ صفت ہے سَنَابِل کی -  
 فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ — خبر ]

اس عبارت میں مضاف محذوف ہے خواہ بتدار کی طرف حذف مانا جائے یا خبر کی جانب۔  
 پہلی صورت میں عبارت ہوگی - مَثَلُ (انْفَاقِ) الَّذِينَ ..... كَمَثَلِ حَبَّةٍ - ترجمہ ہوگا : جو  
 لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بونے  
 والا جس دانے سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔

دوسری صورت میں عبارت ہوگی مَثَلُ الَّذِينَ يَنْفِقُونَ ..... كَمَثَلِ بَاذِرِ حَبَّةٍ  
 أَنْبَتَتْ - اور ترجمہ ہوگا - راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ  
 بونے والا جس دانے سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔

فِي سَبِيلِ اللَّهِ - سے مراد خدا کی راہ میں کسی مد میں خرچ کرنا ہے - بعض کے نزدیک اس سے مراد  
 جہاد ہے۔

يَنْفِقُونَ - مضارع جمع مذکر غائب انْفَاقٌ (افعال) مصدر -  
 سَنَابِلَ - جمع - سُنْبُلَةٍ واحد - بال - خوشہ -

حَبَّةٍ - حَبٌّ واحد - حُبُوبٌ - دانے اناج کے - غلہ - اناج - گندم - جو وغیرہ - دوائی وغیرہ  
 کی گولی کو بھی حَبَّةٌ یا حَبٌّ کہتے ہیں -

= يُضْعِفُ مضارع واحد مذکر غائب - مُضَاعَفَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) وہ بڑھاتا ہے - وہ بڑھائیگا  
 = وَاسِعٌ وسیع فضل والا - کشادہ بخشش والا - سَعَةٌ (باب سَمِعَ) مصدر اللہ تعالیٰ کے  
 اسماء حسنیٰ میں سے ہے -

۲۶۲:۲ = الَّذِينَ - اسم موصول مبعہ اپنے صلہ کے مبتدار - اور لَهُمْ أَخْبَدُهُمْ ..... الخ اس کی خبر  
 = ثُمَّ - یہاں تراخی فی المرتبہ (تفاوت مرتبہ) کے لئے ہے - یعنی انْفَاق اور تَرْكِ الْمَنِّ وَالَّذِي  
 کے درمیان تفاوت کے اظہار کے لئے - دوسرے لفظوں میں نفس الانْفَاق اپنی جگہ پر ٹھیک ہے  
 لیکن بعد میں احسان نہ جتنا اور اپنی فوقیت کا اظہار نہ کرتا اس سے بھی بڑھ کر ہے -

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا  
 هُمْ يَخْذَعُونَ (۱۳: ۴۶) جن لوگوں نے کہا کہ خدا ہمارا پروردگار ہے - پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو



نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمناک ہوں گے۔ مطلب یہ کہ ایمان لانے سے ایمان پر استقامت بڑھ کر نیکی ہے  
نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۸۔

== لَا يُتَّبِعُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب (إِفْعَالٌ) مصدر - وہ (اس کے) پیچھے  
نہیں کرتے۔

== مَا أَنْفَقُوا - ما موصولہ - أَنْفَقُوا - (ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب) صلہ اپنے موصول کا۔ موصول  
وصلہ مل کر مفعول اپنے فعل لَا يُتَّبِعُونَ کا۔ مَا أَنْفَقُوا ای انفاقہم۔

== مَنَّا - مَنَّا - مَنَّا (باب نصر) مَنَّا مَنَّا مصدر المِنَّة کے معنی بخاری احسان کے ہیں  
اور یہ دو طرح پر ہوتا ہے :-

(۱) ایک منت بالفعل جیسے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ (۱۶۴: ۳) خدا نے مؤمنوں پر  
بڑا احسان کیا ہے اور یہ منت بالفعل درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

(۲) منت بالقول - یعنی احسان جنانا۔ گوانسانی معاشرہ میں احسان جتلانا معیوب سمجھا جاتا ہے

مگر جب کفران نعمت ہو رہا ہو تو اس کے اظہار میں کچھ قباحت نہیں ہے کسی نے کہا ہے اذا

كُفِرَتِ النِّعَةُ حَسَنَتِ الْمِنَّةُ، جب نعمت کی ناشکری ہو رہی ہو تو احسان جتلانا ہی مستحسن

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قَلِيلًا تَمَتُّوا عَلَىٰ أَسْلَافِكُمْ

بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ - لِلْيُمَاةِ - (۱۷: ۴۹) یہ لوگ تم پر احسان رکھنے

ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ خدا نے تم پر بڑا

بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا۔

اس میں ان کی طرف سے منت بالقول یعنی احسان جتلانا مراد ہے اور اللہ کی طرف سے

منت بالفعل یعنی انہیں ایمان کی نعمت سے نوازا مراد ہے۔

یہاں مَنَّا احسان جتلانا مراد ہے منصوب بوجہ مفعول کے ہے۔

== اَذَى - ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی۔

اذی - (باب سَمِعَ) تکلیف پانا۔ اور اَذَى يُؤْذِي إِيْذَاءً - (باب اِفْعَال) بمعنی کسی کو

تکلیف دینا۔ منصوب بوجہ مفعول ہے۔

ترجمہ :- جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ خرچ کر چکے ہیں اس کے عقب

میں نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں۔

== ۲۶۳: ۲ - قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ - اچھی بات، مناسب بات - یعنی معذرت کی نرم بات کہنا۔



قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَوْصُوفٌ وصفت - مبتدا - خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا اَذًى خبر۔  
 = مَغْفِرَةٌ - معاف کرنا - درگزر کرنا - غَفَرَ يَغْفِرُ کا مصدر باب ضرب سے - مَغْفِرَةٌ - کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں -

(۱) خدا سے مغفرت مانگنا - (۱) اپنے لئے کہ سائل کو کچھ نہ دے سکا (ب) سائل کے لئے کہ سوال کرنا معیوب ہے -

(۲) سائل کے الحاح اور تلخ کلامی پر چشم پوشی کرنا - (بیضاوی)

(۳) سائل سے معافی مانگنا اور معذرت کرنا - (بیضاوی - کشاف)

(۴) سائل کی پردہ پوشی کرنا (الغناز)

بعض نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے : قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ اَذًى وَالْمَغْفِرَةُ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا اَذًى - یعنی نرم بات کہنا بہت اچھا ہے لیکن مغفرت اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد دکھ دیا جائے - اس میں قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ کی خبر محذوف لی گئی ہے - اور مَغْفِرَةٌ مبتدا اور خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ اس کی خبر لی گئی ہے -

= غَنِيٌّ - کلی طور پر بے نیاز - اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے -

= حَدِيثٌ - یروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے - بردبار - تحمل کرنے والا -

حِلْمٌ - جس کے معنی نفس و طبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ و غضب کے موقع پر سبکدوش اٹھے - قرآن مجید میں حلم بمعنی عقل بھی آیا ہے - مثلاً اَمْ تَأْمُرُهُمْ اَحْلًا هُمْ بِهَذَا (۵۲: ۳۲) کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں -

۲: ۲۶۴ = لَا تَبْطُلُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - اِبْطَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر - تم باطل مت کرو تم ضائع مت کرو - تم رائیگاں مت کرو -

= كَالَّذِي - میں ك حرف تشبیہ ہے - محل نصب میں ہے - نصب یا تو مفعول مطلق ہونے کی صورت میں ہے ای اِبْطَالُ كَالَّذِي يَنْفَقُ - ترجمہ ہوگا - اس شخص کے ثواب کو رائیگاں کرنے کی طرح اپنے ثواب کو اکارت نہ کرو جو..... الخ

یا حال ہونے کی بنا پر - اس صورت میں ترجمہ ہوگا - کہ ثواب کو برباد کرنے میں اس شخص کی مانند نہ ہو جاؤ = يَنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ - رِثَاءُ کے منصوب ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں -

(۱) منصوب مفعول لہ ہونے کی وجہ سے ہے - یعنی لوگوں کو دکھانے کی غرض سے وہ خرچ کرتا ہے

(۲) حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے - یعنی لوگوں کو دکھاتے ہوئے خرچ کرتا ہے -



(۳) مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی لوگوں کی دکھاوٹ کا خرچ کرنا۔

رِثَاءٌ۔ رَاوًی یُرَائِی (باب مفاعلة) مُرَاعَاةٌ دَرِثَاءٌ مصدر (رعی۔ مادہ) خلاف اسل  
و خلاف حقیقت دکھانا۔ دکھاوا۔ خود نمائی۔ کسی کو دکھانے کے لئے کسی کام کا کرنا۔

رِثَاءُ النَّاسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ لوگوں کے دکھاوے کے لئے  
= وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ جملہ حالیہ ہے بمعنی : حالانکہ اس کا ایمان نہ اللہ پر ہوتا ہے  
اور نہ یوم آخرت پر

فَإِذْكَ۔ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ۔ اتفاق صدقہ کی قید نہیں ہے کیونکہ  
ریاکاری خیرات کا ثواب بہر حال برباد ہو جاتا ہے خواہ ریاکاری کرنے والا مومن ہی ہو بلکہ اس جملہ کا  
ذکر حقیقت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ دکھاوٹ کے لئے خیرات کرنا مومن کی نشان نہیں ہے بلکہ یہ  
منافق کی خصوصیت ہے۔ (منظہری)

= صَفَوَاتٍ۔ صاف اور چمکنا پتھر۔ اس کا واحد صَفْوَانَةٌ ہے (ص ف و مادہ)  
= أَصَابَهُ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ إِصَابَةٌ (افعال) وہ پہنچا۔ وہ آپڑا۔ کا ضمیر مفعول واحد  
مذکر غائب۔ وہ اس پر آپڑا۔

= دَابِلٌ۔ اسم۔ سخت بارش۔ موسلا دھار بارش۔ بڑے بڑے قطروں کی بارش۔  
وَبِلٌ (آسمان کا) بہت بارش برسانا۔ (گھوڑے کا بے تماشادوڑنا۔

فَأَصَابَهُ دَابِلٌ۔ پھر اس پر زور کا مینہ برس گیا۔ اس پر زور کی بارش برسی۔

= صَلَدًا۔ سپاٹ اور سخت پتھر جس پر کچھ نہ اُگے۔ صَلَدٌ کی جمع أَصْلَادٌ ہے۔  
= لَا يَقْدِرُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ نہیں قدرت رکھتے وہ۔ عَلَى شَيْءٍ۔ کسی  
چیز پر۔ مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ اور مَا موصولہ سے۔ کَسَبُوا۔ انہوں نے کمایا۔ یعنی اس سپاٹ پتھر  
پر جو بھی انہوں نے محنت کی تھی جو کہ سخت بارش کے آنے سے دھل کر صاف ہو گئی۔ اور ان  
کی قسمت میں ان کی کمائی میں سے کچھ بھی نہ آیا۔

اسی طرح ریاکار پر مرور دہر اور موت کا مینہ برسے گا تو ان کے اعمال سخت پتھر کی طرح دھل  
جائیں گے اور آخرت میں ان کی کمائی میں سے ان کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

چونکہ الَّذِی سے جنس یا جمع مراد ہے گو لفظ مفرد ہے اس لئے معنوی لحاظ سے لَا يَقْدِرُونَ  
کی ضمیر جمع الَّذِی کی طرف راجع ہے۔

= الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ۔ موصوف و صفت مل کر لَا يَقْدِرُونَ کا مفعول ہے۔ اور اللہ کافر قوم کو



ہدایت نہیں دیتا۔

۲۶۵:۲ = اِبْتَغَا مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ مَرْضَاتِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ اِبْتَغَا۔ مضاف۔ اِبْتَغَا منصوب بوجہ مفعول لَمْ یُنْفِقُوْا کا۔ جو اپنا مال خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اِبْتَغَا برون (اِفْتَعَالُ) مصدر ہے بمعنی چاہنا تلاش کرنا۔ مَرْضَا مصدر مسمی واسم مصدر۔ پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی۔ خوشنودی۔ رضامندی۔ اسی سے ہے رَاضِی۔ اسم فاعل رِضْوَانٌ خوب رضامندی۔

= وَ تَثْبِیْثًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ۔ واؤ عاطفہ ہے تَثْبِیْثًا بھی منصوب بوجہ مفعول لَمْ یُنْفِقُوْا ہے ای ولتثبیت ایمان واعتقاد کے استحکام کے واسطے تَثْبِیْث (باب تفعیل) مصدر ہے بمعنی ثابت قدم کرنا۔ ثابت رکھنا۔ مستحکم کرنا۔ مضبوطی۔ تاکید۔ اپنے نفسوں کے ایمان واعتقاد میں استحکام کے لئے۔ ”اور اسلام کو مضبوط بنانے۔ اور اللہ کے وعدہ عہد کی تصدیق کرنے اور ثواب کی امید رکھنے کی غرض سے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں“ (تفسیر مظہری)

”اپنے دلی اعتقاد سے خرچ کرتے ہیں“ (تفسیر حقانی)

”اور اپنے نفس میں پختگی (پیدا کرنے کی غرض سے)“ (تفسیر ماجدی)

”اور خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں“ ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری۔

= كَمَثَلِ جَنَّةٍ۔ كَ تشبیہ کا ہے۔ مَثَلِ جَنَّةٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ (ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی خوشنودی اور اپنے نفس کی پختگی کے لئے خرچ کرتے ہیں) ایک (ایسے) باغ کی سی ہے۔

= بِرَبْوَةٍ۔ ب حرف جار بمعنی علی۔ رَبْوَةٍ۔ مجرور۔ اسم ہے اس کی جمع رَبِیٌّ دَرَبِیٌّ بمعنی ٹیلہ بلندی۔ بلند جگہ۔ رَبَا۔ یَرْبُو۔ رَبَاءُ (باب نصر) ٹیلہ پر چڑھنا۔ رَبَا فُلَانٌ۔ فلاں اونچی جگہ پر چلا گیا۔ یا چڑھ گیا۔ آیت ہذا میں اونچی جگہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔

رَبَا۔ یَرْبُو رَبِیٌّ (باب نصر) بمعنی (گھوڑے کا) پھولنا۔ چونکہ پھولنے میں بلندی اور ابھرنے کے معنی متضمن ہیں اس لئے ایسی زمین جو اپنی زرخیزی کی وجہ سے یا کھاد وغیرہ سے پھولے اور ابھرے اسے بھی رَبْوَةٌ کہتے ہیں۔ ان معنی میں قرآن مجید میں ہے فَاِذَا اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَاءَ اِهْتَزَّتْ وَرَبَتْ (۵:۲۲) پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے۔

بِرَبْوَةٍ صفت ہے جَنَّةٍ کی جملہ اصنافہا دَابِلٌ بھی جَنَّةٍ کی صفت ہے۔



== فَاَنْتَ - ف سببیہ ہے اَنْتَ ماضی واحد مَوْنَتْ غَائِبِ اِیْتَاءُ (افْعَالُ) مصدر - وہ لائی اُکَلَّهَا - مضاف مضاف الیہ - هَا - ضمیر واحد مَوْنَتْ غَائِبِ کا مرجع جَنَّۃ ہے اس باغ کا میوہ اس کا پھل - اَلْاُکُلُ - پھل - خوراک -

== ضِعْفَيْنِ - دو چند - دو گنا - تو وہ دو گنا پھل لاتا ہے -

== فَاِنْ لَّمْ یَصِبْهَا - ف عاطفہ اِنْ شرطیہ لَمْ یَصِبْ - مضارع نفی جَد یَلْمُ - صیغہ واحد مذکر غَائِبِ - هَا - ضمیر مفعول واحد مَوْنَتْ غَائِبِ - پھر اگر وہ نہ برسے اُس پر - جملہ شرطیہ ہے - فَطَلَّ - ف جواب شرط کے لئے ہے - طَلَّ - ہلکی بارش - پھوار - ادس - شبنم - اس کی جمع طِلَالٌ وَطِلَلٌ - ہے یہ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے - ای فطل یکفہا - تو اس کے لئے پھوا ہی کافی ہے -

== بَصِيرٌ - فَعِيلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل ہے دیکھنے والا - جاننے والا -

فَاَنْتَ - مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کا عمل اس باغ کی طرح ہے جو ایک اونچے ٹیلہ پر زرخیز زمین پر واقع ہو کہ اگر ذرا سی بارش اس پر پڑے تو اس کو پھل دو گنا آئے اور اگر زور کی بارش نہ ہو اور صرف پھوار ہی پڑ جائے تو بھی کافی ہے باغ پھر بھی پھل لے آئے گا گو دو چند نہ سہی - یعنی ایسے لوگوں نے اگر اپنی خیرات کے ساتھ ثواب کو دو گنا کر دینے والے اعمال بھی کئے ہیں تو ثواب چند در چند حسب مشیت خداوندی ہو جاتا ہے - اور اگر بالفرض ایسے اعمال انہوں نے نہ بھی کئے ہوں تو بہر حال پھر بھی ان کو اپنے اصل عمل کا ثواب لازمی ملیگا وہ ہرگز رائیگاں نہیں جائے گا -

۲۶۶:۲ = اِیَّوْذُ - آہمزہ استفہام انکاری ہے - یَّوْذُ - مضارع واحد مذکر غَائِبِ مَوْدَّةٌ (باب سَمْع) سے مصدر وہ پسند کرتا ہے وہ پسند کرے گا - وہ خواہش کرتا ہے - آرزو کرتا ہے -

== اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ - میں اَنْ مصدر یہ ہے - کہ ہو اس کے لئے ایک باغ -

== مِنْ نَّخِیْلِ وَاَعْنَابٍ - کھجوروں اور انگوروں کا - صفت ہے جَنَّۃ کی - تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا اِلَّا نَہْرٌ - دوسری صفت جَنَّۃ کی - اور لَہٗ فِیْہَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ تیسری صفت ہے جَنَّۃ کی - نَخِیْلٌ کھجوریں - کھجور کے درخت - اَعْنَابٌ - عِنَب کی جمع بمعنی انگور تَجْرِیْ - مضارع واحد مَوْنَتْ غَائِبِ - جَرِیٌّ وَجَرِیَّانٌ (باب ضَرْب) مصدر وہ بہتی ہے وہ چلتی ہے - وہ جاری ہے مِنْ تَحْتِہَا - اس کے نیچے سے - تَحْتَ ضد ہے فَوْق کی - اسم ظرف ہے - هَا - ضمیر واحد مَوْنَتْ غَائِبِ جس کا مرجع جَنَّۃ ہے - تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِہَا اِلَّا نَہْرٌ - اس (باغ)



کے نیچے یا اس باغ میں نہریں چلتی ہوں۔ چونکہ باغ میں چلنے والی نہریں باغ کے درختوں وغیرہ کے نیچے زمین پر ہوتی ہیں اس لئے درختوں کی مناسبت سے لفظ تحت استعمال ہوا ہے اس مقصد کے لئے لفظ خِلْلٌ بمعنی وسط۔ درمیان۔ بیچ بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَفَجَّرْنَا خِلَلَھُمَا نَهْرًا (۳۳: ۱۸) اور دونوں کے بیچ میں ہم نے ایک نہر جاری کر رکھی ہے۔ یا اَوْ تَكُوْنُ لَكَ بَیْتَةٌ مِّنْ تَخِیْلِ وَغَنِیٍّ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهَارَ خِلَلَھَا تَفْجِیْرًا (۹۱: ۱۷) یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو۔

لَهُ فِيْهَا۔ میں لَ بمعنی ملک (مالک ہونے کے) کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَحَدُكُمْ ہے۔ وَاصَابَهُ الْکِبَرُ۔ حال ہے اَحَدُ سے اور وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعْفَاءُ حال ہے اَصَابَهُ کی ضمیر سے۔ الْکِبَرُ۔ مصدر و اسم مصدر (باب کرم) سے۔ بڑا ہونا۔ بوڑھا ہونا۔ بڑھاپا۔ ذُرِّيَّةٌ ضُعْفَاءُ۔ موصوف صفت۔ ننھے ننھے۔ ضعیف و ناتواں بچے۔

= فَاصَابَهَا۔ میں فَ عاطفہ ہے اَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِصَابَةً (باب افعال) مصدر۔ اس نے آیا۔ اس نے پالیا۔ وہ آپہنچا۔ وہ آپڑا۔ هَا ضَمِیْرُ مَفْعُوْلٍ وَاحِدٍ مَوْنَتٌ غَائِبٌ جس کا مرجع جَنَّةٌ ہے۔ اور اس (باغ) کو آیا۔

= اِعْصَادٌ۔ تیز اور طوفانی ہوا۔ جو زمین سے بشکل عمودی اوپر کو جاتی۔ بگولہ۔ اس کی جمع اِعْصَارٌ وَاعْصَارٌ ہے۔ عصر مادہ ہے اس سے اَلْعَصْرُ (مصدر) کا معنی پخوڑنا ہے۔ اور اَلْمَعْصُوْرُ۔ وہ چیز جسے پخوڑا گیا ہو۔ اور اَلْعَصَادَةُ شیرہ جو پخوڑ کر نکال لیا جاتا ہے۔

پخوڑنے کے معنی میں قرآن مجید میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَفِیْہِ لَعَصِرٌ وَّنَ۔ (۴۹: ۱۲) اور لوگ اس میں رس پخوڑیں گے۔ اور اِنِّیْ اَرِنِّیْ اَعْصِرْ خَمْرًا (۳۶: ۱۲) میں اپنے آپ کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب (کے لئے) انگور پخوڑ رہا ہوں۔

اسی مادہ سے اَلْعَصْرُ بمعنی زمانہ اور بمعنی الْعِشِیُّ بھی ہے یعنی زوالِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا زمانہ اسی سے صَلَاةُ الْعَصْرِ (نماز عصر) ہے۔  
= فِیْہِ۔ اِیْ فِیْ اِعْصَادٍ۔ بگولہ میں۔

= فَاحْتَرَقَتْ۔ فَ عاطفہ سببیہ ہے۔ اِحْتَرَقَتْ۔ ماضی واحد مَوْنَتٌ غَائِبٌ۔ اِحْتِرَاقٌ اِفْتِعَالٌ سے مصدر۔ جس کے معنی جلنے کے ہیں۔ فعل لازم ہے۔ پس وہ جل گئی۔ ضمیر فاعل مَوْنَتٌ جَنَّةٌ کے لئے ہے۔ یعنی اس آگ بگولے کے سبب باغ جل گیا۔



فائدہ ۴۔ تفسیر حقانی میں اس تمثیل کی شرح یوں بیان کی گئی ہے:-

یہ ایک مثال اس شخص کے لئے بیان کی گئی ہے جو خیرات و صدقہ خلوص نیت سے نہیں دیتا یا دے کر احسان جتلاتا اور مسائل کو طعن اور عار کی باتوں سے ایذا دیتا ہے۔ وہ یہ کہ کسی کے پاس ایک ایسا عمدہ باغ ہو کہ جس میں اکثر کھجور اور انگور ہوں اور اس میں نہریں بھی ہوں یعنی آبِ رواں اور علاوہ اس کے اس میں ہر قسم کا میوہ ہو اور مالک باغ کا بڑھا ہو اور اس باغ کی آمدنی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتا ہو۔ نہ دوسرے فنونِ معاش پر قادر ہو اور اس پر طرہ یہ ہو کہ اس بیکسی کی حالت میں اس کے ضعیف ننھے ننھے بال بچے بھی ہوں کہ جن کا خرچ اور پرورش سب اسی کے ذمہ ہو۔ پھر اس حالت میں اس باغ پر کوئی آفتِ آسمانی ایسی پڑ جائے جو اس کو جلا کر نیست و نابود کر دے۔

پھر دیکھتے کہ اس شخص پر کس قدر صدمہ اور کیا بیکسی اور حیرت و حسرت طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کا صدقہ و خیرات عالم غیب میں نہایت عمدہ باغ کی صورت میں کہ جس کے صفات مذکور ہوئے ظہور کرتا ہے اور عالمِ آخرت میں انسان بڑھے کی طرح حسنات اور اعمالِ صالحہ کے کرنے سے مجبور و معذور ہوتا ہے اور اس کو اپنی اس کمائی اور اپنی اعمالِ صالحہ کی طرف توقع کی نظر ہوتی ہے۔

اور اس کا احسان جتلانا اور ایذا دینا اور خلوص نیت نہ ہونا بمنزلہ بگولے کے ہے کہ جس میں گولہ آگ ہو کہ جو اس کے اُس تروتازہ باغ کو خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ فرماتا ہے کہ آیا کوئی تم میں سے ایسا چاہتا ہے کہ ایسا باغ ایسی حالت میں تباہ ہو جائے۔ یعنی کوئی نہیں چاہتا۔ پھر تم کیوں اپنے اس تروتازہ باغ کو تباہ کرتے ہو؟

= كَذٰلِكَ - ك تشبیہ کا ہے - ذٰلِكَ - اسم اشارہ واحد مذکر - تمثیل بالا مشارا الیہ ہے

= يُبَيِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب (تَفْعِيلُ) مصدر -

= اَنْفَقُوْا - فعل امر جمع مذکر حاضر - اِنْفَاقٌ (اِفْعَالُ) مصدر تم خرچ کرو۔

= طَيِّبَاتٍ - طَيِّبَةٌ - کی جمع ہے مؤنث کا صیغہ ہے۔ اس کا مذکر طَيِّبٌ ہے جو طَابَ

لَطِيْبٌ (باب ضَرْبِ) طَيِّبٌ مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اس کے

معنی ہیں پاک - پاکیزہ - ستھرا - حلال طَيِّبَاتٍ ستھری چیزیں - نفیس اشیاء - پاکیزہ چیزیں۔

عمدہ چیزیں۔

مِنْ طَيِّبَاتٍ مَا كَسَبْتُمْ - مِنْ حرف جار طَيِّبَاتٍ مضاف ما موصولہ کَسَبْتُمْ اس کا صلہ



موصول وصلہ مل کر مضاف الیہ۔ مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور۔

وہ جو تم نے کمایا اس میں سے پاکیزہ عمدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔ مِنْ تَبْعِيضِيَّةٍ  
= وَمِمَّا..... الخ واؤ عاطفہ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ تَبْعِيضِيَّةٍ اور مَّا موصولہ سے۔ اور نیز  
وہ چیزیں خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے اگائی ہیں۔

= وَكَذَ تَيَمَّمُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تَيَمَّمُ (تَفَعَّلُ) مصدر جس کے معنی لغت میں  
مطلق قصد کرنے کے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی یا اس چیز کا جو پاک مٹی کے قائم  
مقام ہو (جیسے پتھر چوہہ وغیرہ) قصد کرنا۔ اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ  
اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔ آیت ہذا میں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

دوسرے معانی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اذ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا  
صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ۔ (۴: ۴۳)۔ یا تم عورتوں سے  
ہمبستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے۔ تو پاک مٹی کو اور منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو.....

= الْخَبِيثَاتُ = خُبْتُ اور خَبَاثَةٌ سے بروز تَفَعَّلُ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= مِنْهُ تُنْفِقُونَ۔ اصل میں تُنْفِقُونَ مِنْهُ ہے۔ تقدیم تخصیص کے لئے ہے یہ جملہ  
تُنْفِقُونَ مِنْهُ حال ہے الْخَبِيثَاتُ سے مِنْهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب مَا كَسَبْتُمْ کی  
طرف راجع ہے۔ اور اپنی کمائی سے خرچ کرتے ہوئے خبیث چیز کا ارادہ مت کرو۔

الْخَبِيثَاتُ۔ بمعنی خبیث۔ گندی چیز۔ ناپاک۔ پلید۔ ہر وہ شے جو ردی اور خسیس ہونے  
کے سبب بری معلوم ہو خبیث کہلاتی ہے۔ منصوب بوجہ مفعول ہے

= وَلَسْتُمْ بِاِخْدِيْهِ اِلَّا اَنْ تَغْمِضُوْا فِيْهِ۔ جملہ حال ہے فاعل 'تُنْفِقُونَ' سے۔

لَسْتُمْ لَيْسَ سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ تم نہیں ہو۔ لَيْسَ فعل ناقص ہے ماضی کے  
معنی رکھتا ہے۔ ماضی کی پوری گردان بھی آتی ہے۔ لیکن مضارع۔ امر۔ اسم فاعل اسم مفعول  
اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اصل میں لَيْسَ تھا تخفیفاً لَيْسَ کر دیا گیا۔

اِخْدِيْهِ۔ اس کے لینے والے۔ اس میں ضمیر واحد مذکر غائب الْخَبِيثَاتُ کی طرف راجع ہے  
اِخْدِيْ اصل میں اِخْدِيْنِ تھا۔ نون بوجہ اضافت گر گیا۔

اِخْدِيْ مضاف اور مضاف الیہ۔ اِخْدُ بمعنی لینے والا۔ پکڑنے والا۔ یہاں اول الذکر  
معنی مراد ہیں۔

اَنْ مصدر یہ ہے تَغْمِضُوا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِغْمَاضُ (اِفْعَالُ) مصدر







یہاں ارشاد ہے وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً۔ اور اللہ تم سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے۔ وَعَدَ يَعِدُ بمعنی ڈرانا اور وعدہ کرنا ہر دو معنی میں مستعمل ہے۔

== فَضْلًا اسم فعل (حالت نصب بوجہ مفعول) فضل کے معنی ہیں مہربانی۔ برتری۔ بڑھوتری۔  
مال۔ قوت۔ حُسن۔ رتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ حلم وغیرہ میں زیادتی  
== وَاسِعٌ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ سَعَةً مصدر باب سَمِعَ۔ وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا  
اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

== عَلِيمٌ۔ فَعِيلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانہ۔ خوب جاننے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲: ۲۶۹ = يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مضارع واحد مذکر غائب۔ اَيْتَاءُ (افعال) مصدر۔ وہ دیتا ہے۔  
الْحِكْمَةُ۔ عقل مندی۔ علم۔ تدبیر۔ عقل۔ دانش۔ سمجھ۔ علم و عقل کے ذریعے حق بات دریافت کر لینے کا نام حکمت ہے۔ جب حکمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے اشیاء کی معرفت اور ان کا بہترین طریقہ پر ایجاد کرنا مراد ہے۔ اور جب بندہ کی طرف نسبت کی جائے تو اس سے موجودات کی معرفت اور نیک کاموں کا انجام دینا مقصود ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کو حکیم اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ اس میں حکمت کی باتیں ہیں۔

الْحِكْمَةُ مفعول ہے يُؤْتِي کا اور مَنْ يَشَاءُ جملہ مفعول ثانی ہے سارا جملہ يُؤْتِي  
الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ صفت ہے عَلِيمٌ کی  
= يُؤْتِ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب جو دیا جاتا ہے یعنی جس کو دیا جاتا ہے۔ اور اُوْتِيَ  
ماضی مجہول واحد مذکر غائب اسے دیا گیا۔ اسے ملا۔

= خَيْرًا كَثِيرًا موصوف و صفت۔ خیر کثیر۔ بہت بڑی مہلانی۔ تنوین عظیم خیر کو ظاہر کر رہی ہے۔ یعنی بہت ہی بڑی نعمت۔ جو چیز سب کو پسند ہو وہ خیر ہے اس کی ضد شر ہے  
= وَمَا يَذَّكَّرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب يَذَّكَّرُ (تَفَعَّلَ) مصدر يَذَّكَّرُ۔  
اصل میں يَتَذَكَّرُ تھا ت کو ذ میں مدغم کیا گیا ہے۔ وہ نصیحت حاصل نہیں کرتا ہے۔

= اُولَ الْاَلْبَابِ۔ اُولُوا۔ والے۔ (ال و۔ حروف مادہ) جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔  
بعض ذُو کو اس کا واحد بتاتے ہیں۔ بحالت رفع اُولُوا ہے اور بحالت نصب ذُرُ اُولِی  
ہوگا۔ اُولُوا الْعِزْمِ۔ صاحب عزم۔ اُولِی الْقُوَّةِ اصحاب قوت۔ اَلْبَابِ۔ لُب کی جمع  
ہے۔ جس کے معنی اس عقل کے ہیں جو ہر آمیزش سے خالص ہو۔ اور عقل کو لُب اس لئے



کہتے ہیں کہ وہ انسان کے معنوی قوی کا خلاصہ ہوتی ہے جیسا کہ کسی چیز کے خالص حصے کو اس کا لب اور لباب کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک لب کے معنی پاکیزہ اور ستھری عقل کے ہیں چنانچہ ہر لب کو عقل کہہ سکتے ہیں لیکن ہر عقل لب نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام احکام کو جن کا ادراک عقول زکیہ ہی کہہ سکتے ہیں اُدُلُوا اِلَیَّ اِلَیَّ کے ساتھ مختص کیا ہے۔ مثلاً آیت ہَذَا مِنْ ثَمَرِ الْاَلْبَانِ..... اُدُلُوا اِلَیَّ اِلَیَّ جس کو دانائی دی گئی ہے شک اس کو بڑی نعمت ملی اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل پاکیزہ رکھتے ہیں۔

۲: ۲۷۰ = وَمَا اَنْفَقْتُمْ..... مِنْ نَّذْرٍ جَمْلَةً شَرْطِيَّةً فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ جَوَابَ شَرْطِ مَا اَنْفَقْتُمْ میں ما موصولہ ہے اَنْفَقْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انفاق (افعال) مصدر۔ جو کچھ تم نے خرچ کیا۔ نَفَقَ اسم مجرور۔ خرچ۔ یعنی صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔  
= نَذَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ نَذَرُ (باب ضو) تم نے منت مانی۔ اَلنَّذْرُ کے معنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینے کے ہیں (راعب)  
نذر کسی ایسی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لینے کو کہتے ہیں کہ اگر وہ عبادت یہ خود اپنے اوپر واجب نہ کرے تو وہ عبادت اس پر لازم نہیں ہوتی۔ (قرطبی)

مطلب یہ کہ تم خدا کی راہ میں جس طرح کا خرچ کرو یا نذر مانو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اسے جانتا ہے  
اِنَّ اَرْوَدُ نَذْرًا مَعْنٰی چو کنا کرنا۔ خبردار کرنا۔ ڈرانا۔ نَذِيرٌ جمع نَذْرٌ ڈرانے والا۔ خبردار کرنے والا۔ قرآن مجید میں ہر جگہ نَذِيرٌ (ڈرانے والا) سے مراد نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہے۔

= اَنْصَارُ جمع نَاصِرٌ وَنَصِيرٌ کی۔ مددگار۔ قرآن مجید میں جہاں مہاجرین و انصار کا ذکر آیا ہے وہاں انصار سے مراد انصار مدینہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے بدولت اس لقب سے سرفراز کئے گئے۔

۲: ۲۷۱ = اِنْ تَبَدُّوا لِلصَّدَقَاتِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَنِعْمًا هِيَ جَوَابِ شَرْطِ۔ اِنْ شَرْطِيَّةً تَبَدُّوا مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ اَبْدَاءُ (افعال) مصدر (اگر) تم ظاہر کرو۔ اَلصَّدَقَاتِ صَدَقَةٌ کی جمع۔ خیراتیں۔ زکوٰۃیں۔ فَنِعْمًا میں ف جواب شرط کے لئے ہے نِعْمًا هِيَ وہ کیا ہی اچھا ہے۔ اصل میں نِعْمَ مَا هِيَ تھا۔ دونوں میموں میں ادغام ہو گیا اور عین پر حواری نوں کی وجہ سے کسرہ آگیا۔ هِيَ ضمیر واحد مؤنث مراد اظہار الصدقہ ہے۔  
= وَاِنْ تَخْفَوْهَا۔ جملہ شرطیہ۔ اِنْ شَرْطِيَّةً۔ تَخْفُوا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِخْفَاءٌ۔



(افعال) مصدر۔ ان شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی مضارع سے ساقط ہو گیا ہے۔ ہا  
ای الصدقة۔ ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔

= وَتَوَتُّوْهَا الْفُقَرَاءُ۔ واو عاطفہ جملہ کا عطفت جملہ ماقبل پر ہے ای دَانَ تَوَتُّوْهَا الْفُقَرَاءُ  
الْفُقَرَاءُ مفعول ثانی ہے فعل تَوَتُّوْا کا اگر تم صدقات کو پوشیدہ رکھو اور دوان کو جاہل مندو  
م یہ جملہ بھی شرطیہ ہے۔ دونوں شرطیہ جملوں کا جواب اگلا جملہ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ہے ہا ضمیر مفعول  
یل واحد مؤنث غائب۔ فَمَوْ۔ میں ف جواب شرط کے لئے ہے۔ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب ہے  
مراد اخفاء الصدقة ہے۔

= وَ يَكْفُرُوْا۔ جملہ فعلیہ ہے ای دَا لَہُ یُکْفِرُوْا عَنْکُمْ مِنْ سَيِّئَاتِکُمْ اور ماقبل پر معطوف نہیں ہے  
یُکْفِرُوْا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَکْفِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر وہ دور کر دے گا وہ ساقط کر  
ے گا۔ مِنْ سَيِّئَاتِکُمْ میں مِنْ زائدہ بھی ہو سکتا ہے اور تبعیضیہ بھی۔

مَيِّئَاتِکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے گناہ۔ سَيِّئَةٌ کی جمع۔ مِنْ کے زائدہ ہونے کی  
سورت میں ترجمہ ہوگا۔ وہ تمہارے گناہ ساقط کر دے گا۔ اور اس کے تبعیضیہ ہونے کی صورت میں  
جہ ہوگا۔ وہ تمہارے کچھ گناہ معاف کر دے گا۔ یعنی صغیرہ گناہ معاف کر دے گا۔

= دَا لَہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ اللہ مبتدأ خَبِيْرٌ۔ خبر۔ بِمَا تَعْمَلُوْنَ متعلق خبر۔ مَا موصول  
نا ہو سکتا ہے۔ اللہ جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

اور مَا مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تمہارے اعمال کی نیت اور غرض سے واقف ہے۔  
خَبِيْرٌ۔ خَبِرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ قرآن مجید  
یہ ذات باری تعالیٰ ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ خَبِرٌ وَخَبِرٌ وَخَبِرَةٌ بمعنی حقیقت حال  
پوری طرح باخبر ہونا۔ خَبِيْرٌ۔ جو پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہو۔

۲۴۲ = لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ۔ هُدَاهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی ہدایت۔ ان کی تہا  
۱۔ ان کو سیدھے راہ پر چلانا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار کے لئے ہے۔ ان کو سیدھے راہ  
لانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

فَاَنْذَرْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم صرف اہل اسلام کو خیرات دینے کا حکم دیتے تھے اس  
آیت اتری۔ اس کے بعد ہر مذہب کے آدمی کو خیرات دینے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیدیا  
لہٰی۔ اَلْہِدَاۃِ۔ کے معنی لطف و کرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید  
جہاں کفار کو دوزخ کی طرف دھکیلنے کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہ بطور مذاق و تہکم آیا ہے



مَثَلًا فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ط (۲۳: ۳۷) پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلا دو۔ یہ ایسے ہی رہے جیسے کفار کے لئے عذاب کی بشارت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مَثَلًا فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (۲۴: ۸۴) تو اے پیغمبر! انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

امام راغب ر قمطرانہ ہیں۔

”السان کو اللہ تعالیٰ نے چار طرف سے ہدایت کی ہے۔

۱، وہ ہدایت جو عقل و فطانت اور معارف ضروریہ کے عطا کرنے سے کی ہے۔ اور اس معنی میں ہدایت اپنی جنس کے لحاظ سے جمع مکلفین کو شامل ہے بلکہ ہر جاندار چیز کو حسب ضرورت اس سے حصہ ملائے چنانچہ ارشاد ہے رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى (۵۰: ۲۰) ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر مخلوق کو اس کی (خاص طرح کی) بناوٹ عطا فرمائی پھر (ان کی خاص اغراض پورا کرنے کی) راہ دکھائی۔

(۲) دوسری قسم ہدایت کی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر تمام انسانوں کو راہ نجات کی طرف دعوت دی ہے۔ چنانچہ وَجَعَلْنَاهُمْ اٰيَةً يَهْتَدُوْنَ بِاَمْرِنَا..... (۲۱: ۲۳) اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کرتے تھے (ہدایت کے یہو معنی مراد ہیں۔

(۳) سوم ہدایت بمعنی توفیق خاص آیا ہے جو ہدایت یافتہ لوگوں کو عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (۱۷: ۱۷) اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں (قرآن سننے سے) خدا ان کو زیادہ ہدایت دیتا ہے۔.....

(۴) ہدایت سے آخرت میں جنت کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدانا لِهٰذَا (۴: ۴۳) اور جو کینے ان کے (اصحاب الجنبہ کے) سینوں میں ہوں گے ہم سب نکال دیں گے ان کے (محلوں کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو کاراستہ دکھایا.....

جن آیات میں ہدایت کی نسبت پیغمبر یا کتاب یا دوسرے انسانوں کی طرف کی گئی ہے وہاں صرف راہ حق کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہے۔

وَمَا تَنْفِقُوْا - وَاَوْعَاطِفُہٗ ہے ما شرطیہ جائزہ ہے۔ تَنْفِقُوْا مضارع مجزوم (بوجہ عمل مآ) جمع نہ حاضر۔ مِنْ تَبْعِيْضِہٖ ہے۔ خَيْرٌ اٰی مَالٍ - جملہ شرطیہ ہے اور جو مال بھی تم خیرات کرو گے!



فَلَا تُفْسِدُوا - جواب شرط ف جواب شرط کے لئے ہے۔ تو وہ خود اپنے ہی لئے کرو گے یعنی اس کا نفع لوٹ کر تم کو ہی ملیگا۔

وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۖ وَادُّ حَالِيهِ ہے اور تُنْفِقُوا کی ضمیر فاعلی ذوالحال ہے مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم خیرات کرو جس کی غرض سوائے حصول خوشنودی رب کے اور کچھ نہ ہو تو وہ تمہارے ہی لئے مفید ہے۔ علامہ پانی پتی اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں :-

مطلب یہ ہے کہ۔ اے مسلمانو! تمہاری خیرات تو صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے پھر کیا وجہ کہ اپنی خیرات کا احسان فقیر پر رکھتے ہو یا ناپاک مال دیتے ہو۔ تو یا یہ جملہ خبریہ ہے جس میں مسلمانوں کے حال کے تقاضے کو بیان کیا ہے یا مَا تُنْفِقُونَ لفظاً جملہ منفی ہے اور معنی کے لحاظ سے نہی ہے۔ مراد یہ کہ تمہاری خیرات کا مقصود خوشنودی رب کی طلب ہونا چاہئے۔ سوائے خدا کی رضا کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات نہ دو۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ سوائے رضائے خداوندی کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات کرنی ممنوع ہے۔ ورنہ مفت میں مال کی بربادی ہوگی (تفسیر مظہری)

مَا مَوْصُولٌ ہے تَنْفِقُونَ جمع مذکر حاضر تم خیرات کرو گے۔ ابْتِغَاءً۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن انتقال مصدر ہے۔ ابْتِغَاءً سخت کوشی کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم مذموم کی مثال ہے۔ فَاَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ۔ وَ ابْتِغَاءً تَأْوِيلًا (۳: ۷) تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ سب متشابہات کا اتباع کرتے ہیں ان کا مقصد فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے۔

وَجْهِ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی خوشنودی۔ اللہ کی رضا۔ ثواب۔

وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُؤْتِ إِلَيْكُمْ۔ وَاذ عَاطِفٌ ہے پہلا جملہ شرطیہ دوسرا جواب شرط ہے۔

يُؤْتِ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَوْفِيَةً (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ اس کو پورا پورا دیا جائے گا۔

فَإِذْكَ۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں :- مذکورہ بالا تینوں جملوں کے درمیان حرف عطف ذکر

کیا گیا ہے حالانکہ بظاہر یہ جملہ شرطیہ سابق جملہ شرطیہ کی تاکید ہے اس لئے حرف عطف نہ ہونا چاہئے۔

حرف عطف کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ آخری جملہ سے پہلے جملہ کی صرف تاکید ہی مقصود نہیں بلکہ منت الہی اور ایذا رسانی کی بُرائی کو الگ الگ دلائل سے مدلل کرنا مقصود ہے۔ پہلے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کے دینے میں خود تمہارا فائدہ ہے اس کے دینے کا فقیر پر احسان رکھنا درست نہیں۔

دوسرے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کو دینے سے تمہارے پیش نظر صرف اللہ کی خوشنودی کا حصول ہے اس کا فقیر پر احسان رکھنا تو گویا ایسے شخص سے عوض کا طلب کرنا ہے جس سے عوض طلب کرنے کے لئے



عطا نہیں کی گئی۔

تیسرا جملہ اس مضمون پر دلالت کر رہا ہے کہ جس چیز کا ایک بار بھی بدل لے لیا جائے اس کا احسان نہیں ہوتا۔ جیسے بالغ حیب اپنی چیز کی قیمت لے لیتا ہے تو خریدار پر اس کا احسان نہیں ہوتا اور تم کو تو کئی گنا معاوضہ ملیگا۔ پھر فقیر پر تمہارا کیا احسان؟

== وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ۔ جملہ حالیہ ہے ضمیر الیکم سے اور تمہاری حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

۲: ۲۷۳۔ لِلْفُقَرَاءِ۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای صدقاتکم للفقراء۔ تمہارے صدقات فقیروں کے لئے ہیں۔ یعنی ان صدقات کے مستحق فقیر لوگ ہیں۔ (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے)

== اُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ یہ صفت ہے الْفُقَرَاءِ کی۔ اُحْصِرُوا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اِحْصَارٌ (افعال) مصدر وہ بند کئے گئے۔ وہ روکے گئے۔ اَلْحَصْرُ کے معنی تضییق یعنی

تنگ کرنے کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَاحْصِرُوهُمْ (۹: ۵) اور ان کو گھیر لو۔ یا جیسے وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا (۱۷: ۷) اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔

فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ اللہ کے راستہ میں۔ خواہ وہ جہاد ہو یا ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل ہو۔ مثلاً اصحاب صفہ وغیرہ۔ یہ جملہ الْفُقَرَاءِ کی صفت ہے۔

== لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ۔ لَا يَسْتَطِيعُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتَطَاعَةٌ (اِسْتِفْعَال) سے مصدر۔ یعنی طاقت اصل میں استطاعت کا مطلب ہے ان تمام

چیزوں کا تمام و کمال پایا جانا جن کی وجہ سے فعل سرزد ہو سکے (طوع مادہ)

ضَرْبًا۔ مارنا۔ بیان کرنا۔ ظاہر کرنا۔ ضَرْبُ کے اصل معنی کسی چیز کے دوسری چیز پر واقع کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس لئے مختلف محل پر اس کے مختلف معانی ہوں گے۔ مثلاً ضَرْبًا عَلَى الرَّأْسِ۔ اس نے اس کو سر پر ضرب لگائی یعنی سر پر مارا۔

ضَرْبَ اللَّهِ مَثَلًا۔ اللہ نے مثال بیان کی۔ ضَرْبٌ فِي الْأَرْضِ۔ زمین پر چلنا۔ (کیونکہ چلنے میں زمین پر پاؤں پڑتے ہیں) جملہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مشغولیت کی وجہ سے زمین پر کہیں آجائیں سکتے کہ روزی کما سکیں

== يَحْسِبُهُمْ۔ يَحْسِبُ مضارع واحد مذکر غائب حُسْبَانٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو خیال کرتا ہے۔ اَغْنِيَاءُ۔ غِنًى کی جمع۔ مالدار۔ دولت مند لوگ یہ فعل يَحْسِبُ کا مفعول ثانی ہے۔ وہ ان کو دولت مند خیال کرتا ہے۔

== تَعَفُّفٍ۔ مصدر ہے (باب تَفَعَّلَ) عَفَّتْ سے جس سے مراد ہے قناعت کی وجہ سے سوال



کو ترک کر دینا۔ الْعِفَّةُ کے اصل معنی ہیں سقوڑی سی چیز پر قناعت کرنا جو بمنزل عَفَافَةٍ یَاعِفَّةٍ یعنی بچی کھچی چیز کے ہو۔

= الْجَاهِلُ - نادان - بے خبر۔ ان سمجھ - اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر جَعَالَةً (باب سَمِعَ) مصدر  
= تَعَرَّفَهُمْ - مضارع واحد مذکر حاضر - مَعْرِفَةٌ وَعِرْفَانٌ - (باب ضَرَبَ) سے مصدر تو ان کو پہچان لیتا ہے۔

= سَيِّئُهُمْ - مضاف مضاف الیہ - سَيِّئًا - نشانی - چہرہ - علامت یہ اصل میں دَسَمْنِي تَقَا - وَاوُ  
کو فار کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ پر رکھا گیا - تو سَوَّوْهُ ہوا - پھر وَاوُ کے ساکن اور ماقبل کے  
مکسور ہونے کی وجہ سے وَاوُ کو یاء کر لیا گیا - سَيِّئًا ہو گیا - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ  
ان کی نشانی - ان کا چہرہ -

= الْحَافَا - مصدر (افْعَالُ) کے وزن پر - لپٹنا - اصرار کرنا - یہ لِحَافٌ سے ماخوذ ہے لِحَافُ  
اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے ڈھانپا جائے -

الْحَافَا - مصدر ہے، یعنی اسم فاعل ہو کر لَا يَسْأَلُونَ کی ضمیر سے حال ہے - یعنی لپٹتے  
ہوئے لوگوں سے نہیں مانگتے -

= اُخْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ..... الْحَافَا - یہ پانچ وصف فقرار کے بیان ہوئے ہیں  
آسمیں را، اُخْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ - بطور صفت ہے -

(۲) لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ - (۳) يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ  
(۴) تَعَرَّفَهُمْ بِسْمِهِمْ (۵) لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْحَافَا بطور حال ہیں -

= وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ مَا مَوْصُولٌ ہے اور تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرِ اس کا صلہ (اور جو مال تم (راہ خدا  
میں) خرچ کرو گے -

= فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ - میں فَ بوجہ بمعنی شرط جو جملہ سابقہ میں پائی جاتی ہے - تو اللہ تعالیٰ اس  
بخوبی واقف ہے ۶ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے وہ مال جو (راہ خدا میں) خرچ ہوا -

فَأَنْذَكُ - اس آیت میں جس گروہ کا ذکر ہے - صاحب تفہیم القرآن نے یوں فرمایا ہے -  
اس گروہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کے دین کی خدمت میں اپنے آپ کو ہمہ تن وقف  
کر دیتے ہیں - اور سارا وقت دینی خدمات میں صرف کر دینے کی وجہ سے اس قابل نہیں ہتے کہ اپنی  
معاش پیدا کرنے کے لئے کوئی جدوجہد کر سکیں - بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس قسم  
کے رضا کاروں کا ایک مستقل گروہ تھا جو تاریخ میں اصحاب صفہ کے نام سے مشہور ہیں - یہ تین چار



سو آدمی تھے جو اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینے آگئے تھے۔ ہمہ وقت حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ ہر خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ حضورؐ جس مہم پر جاسے انہیں بھیج دیتے تھے اور جب مدینہ سے باہر کوئی کام نہ ہوتا تو اس وقت یہ مدینہ ہی میں رہ کر دین کا علم حاصل کرتے اور دوسرے بندگانِ خدا کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ چونکہ یہ لوگ پورا وقت دینے والے کارکن تھے اور اپنی ضروریات فراہم کرنے کے لئے اپنے ذاتی وسائل نہ رکھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ خاص طور پر ان کی مدد کرنا اتفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف ہے۔

۲: ۲۷۴ = الَّذِينَ يُنْفِقُونَ - الَّذِينَ - اسم موصول جمع مذکر۔ يُنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً - صلہ موصول وصلہ مل کر مبتداء فاعلہم اجزؤہم ..... وَلَا هُمْ يَخْزَنُونَ - خبر۔ فَ اس لئے کہ مبتداء میں بوسے شرط تھی۔

اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اسم ظرف زمان بمعنى ليلًا ونهارًا رات ہو یا دن۔ سِرًّا وَعَلَانِيَةً خفيه طور پر یا علانیہ طور پر چاروں حال میں

= وَلَا هُمْ يَخْزَنُونَ - وَاَوْ عَاطَفَهُمْ ضَمِيرٌ جمع مذکر غائب اى الَّذِينَ يُنْفِقُونَ - لَا يَخْزَنُونَ مضارع منفى جمع مذکر غائب خَزَنَ (باب سَمِعَ) مصدر۔ نہ وہ نکلین ہوں گے۔

= الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا - بَتَدَارَ لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ ..... مِنَ الْمَسْخُوفِ - خبر کما۔ کاف موضع نصب میں ہے اور مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی ! لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا قِيَامًا مِثْلَ قِيَامِ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ

= الرِّبَا - سود۔ بياج۔ یہ لفظ قرآن مجید میں بآ کے بعد واؤ اور واؤ کے بعد الف سے مرقوم ہے ماسوائے سورۃ الروم آیت (۳۰: ۳۹) کے جہاں باء کے بعد الف سے مرقوم ہے۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں: ”اس المال پر جو زیادتی ہو وہ ربا ہے لیکن شرع میں وہ اس زیادتی کے ساتھ مخصوص ہے جو ایک خاص ہی طریقہ پر ہو اور دوسری طرح نہ ہو۔“

تفسیر ماجدی میں ہے :- اہل عرب اس لفظ کو اُس زائد رقم کے لئے استعمال کرتے تھے جو قرضخواہ اپنے قرضدار سے مہلت کے معاوضہ میں وصول کرتا تھا۔ اردو میں اس کا ترجمہ سود ہے اور سود کا مفہوم ہر شخص جانتا ہے۔“

علامہ عبد اللہ یوسف علی رقمطراز ہیں میرے نزدیک ربا کی تعریف میں ہر قسم کی (نا جائز) منافع خوری شامل ہے لیکن وہ مالی منافع جو موجودہ دور میں اقتصادیات اور بنکاری سے حاصل ہوتا ہے علامہ موصوف نے اس اختلاف رائے کے متعلق کسی اور موقع پر تفصیلاً بیان کرنے کے لئے لکھا تھا



لیکن مجھے اس موضوع پر ان کی کوئی تحریر نہیں ملی

لغات القرآن جلد سوم میں مولانا عبدالرشید نعمانی ج لکھتے ہیں :-

”حضرت الاستاذ مدظلہم (یعنی حضرت مولانا علامہ محمود حسن صاحب ٹونکی نے ربو کے متعلق ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس میں ربو کی حقیقت شرعیہ کے سمجھنے میں عوام تو عوام خواص کو بھی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس رسالہ کا بغور مطالعہ ان تمام غلط فہمیوں کے ازالہ کا ضامن ہے۔

سود :- علامہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اس موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔

= لَا يَقُومُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب قِيَامٌ (باب نصر) مصدر - وہ نہیں اٹھیں گے۔ وہ

نہیں کھڑے ہوں گے ای لَا يَقُومُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی قیامت کے دن وہ قبروں سے نہیں اٹھیں گے (مگر اس شخص کی طرح جسے شیطان نے پاگل بنا دیا ہو)

= كَمَا - كاف - حرف تشبیہ اور ما موصولہ سے مرکب ہے۔ جملہ يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ صلہ ہے۔

= يَتَخَبَّطُهُ - مضارع واحد مذکر غائب تَخَبَّطٌ - (تَفَعَّلُ) مصدر ۱ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب وہ اس کو پاگل بنا دیتا ہے۔ مجنونا الجوا اس بنا دیتا ہے کہ اٹھنے کا ارادہ کرے گر پڑے پھراٹھے گر پڑے۔ اَلْمَسِي - مصدر - جن کی جھپٹ - ذرا چھو جانا - جنوں۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں - شیطان سے مراد جن ہے خَبَطَ کا معنی ہے سخت ضرب جس کے ساتھ بگاڑ بھی ہو۔ قاموس میں ہے - خَبَطَ الشَّيْطَانُ فُلَانًا - یا تَخَبَّطَ الشَّيْطَانُ فُلَانًا - فلاں شخص کو جن نے چھو کر دکھ پہنچایا۔ اَلْمَسِي سے مراد ہے جنوں یا چھو جانا مِنَ الْمَسِي کا تعلق ہے يَقُومُ سے یا يَتَخَبَّطُ سے۔ مطلب اس طرح ہوگا کہ سود خوار قبروں سے اس طرح ہی اٹھیں گے جیسے جن کے جھپٹے میں آیا ہوا آدمی جنوں زدہ ہو کر اٹھتا ہے اور شیطان اس کی عقل خراب کر دیتا ہے۔

= ذٰلِكَ - کا اشارہ یا الْاِكْلِ الرَّبُو کی طرف ہے یا اس کے نتیجے میں جو عذاب نازل ہوتا ہے اس

کی طرف ہے۔ روح المعانی میں ہے اشارۃ الی الدکل ادا الی نزل بہم من العذاب

= بِأَنَّهُمْ - میں باہمیہ ہے۔ بایں سبب - اس لئے۔

ذٰلِكَ مبتدا ہے۔ اور بِأَنَّهُمْ - - - - - مثل الرَّبُو - اس کی خبر۔

ترجمہ یہ (عذاب) اس لئے ہے کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا)



== وَاحِلَ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الزَّيْلُوۡا۔ جملہ حالیہ ہے ترجمہ:- حالانکہ اللہ نے سودے کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ اَحَلَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِحْلَالَ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے حلال کیا۔ حَرَّمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَحَرَّمَ (تَفْعِيلٌ) مصدر جس کے معنی حرام کر دینے اور سختی سے روک دینے کے ہیں۔ (اس نے حرام کر دیا۔ اس نے منع کر دیا)

یہ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ روح المعانی میں آیا ہے (جملۃ مستانفۃ من اللہ تعالیٰ رَدًّا عَلَیْہِمُ.....) اور منکرین کے قول اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الزَّيْلُوۡا کی تردید میں آیا ہے کہ تمہارا یہ کہنا باطل ہے بیع کو (بوجہ) اللہ نے حلال کیا ہے اور زبکو حرام کر دیا ہے۔

= فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّہٖ فَانْتَهَى۔ مَنْ شَرَطِیہ ہے جَاءَ ء میں کہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہے۔ مَوْعِظَةٌ اسم مصدر فاعل فعل جَاءَ۔ کا۔ وعظ، نصیحت۔ مِنْ رَبِّہٖ متعلق جَاءَ کے۔ فَاَنْتَهَى اِنْتَهَى۔ واحد مذکر غائب۔ اِنْتَهَاءُ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ وہ رُک گیا۔ وہ باز آ گیا۔ اس نے چھوڑ دیا فَ عطف اِنْتَهَى کا عطف جَاءَ ء پر ہے۔ ہر دو جملہ شرط ہیں۔ اور فَلَهُ مَا سَلَفَ ء (ف جواب شرط کے لئے اور ما موصولہ جواب شرط۔ مَا سَلَفَ جو گذر چکا۔ سَلَفَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے سَلَفَ (باب نصر) مصدر جس کے معنی گزرنے اور ہو چکنے کے ہیں۔

= وَآٰمُرُہٗ اِلَی اللّٰہِ یہ جملہ بھی معطوف ہے۔ اور اس کا عطف جملہ فَلَهُ مَا سَلَفَ پر ہے۔ اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

= وَمَنْ عَادَ۔ میں مَنْ شرطیہ ہے عَادَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے عَادَ ماضی واحد مذکر غائب جس کے معنی کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں عَادَ اصل عَوَدَ تھا وَاَوْ متحرک ماقبل مفتوح۔ فتح وَاَوْ پر ثقیل تھا۔ اس لئے وَاَوْ کو الف سے بدلا عَادَ ہو گیا۔ مطلب اور جو کوئی پھر کرے۔ یہاں عود سے مراد سود کو پھر حلال سمجھنا ہے۔

یہ جملہ شرطیہ ہے اور فَاٰذَکَ لَکَ الْاُصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْہَا خٰلِدُوْنَ جواب شرط ہے۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اُوْلٰٓئِکَ کا اشارہ مَنْ عَادَ کی طرف ہے جمع کا صیغہ باعتبار معنی کے ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور فِيْہَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کی طرف راجع ہے۔

۲: ۲۷۶ = یَمْحَقُ مَضَارِعَ وَاٰحِدَ مَذْکَرِ غَائِبِ مَحَقٌ (باب فتح) وہ گھٹاتا ہے۔ مَحَقٌ مٹانا۔ گھٹانا۔ کسی چیز کی برکت زائل کر دینا۔ بے برکت بنانا۔

یُوْنٰی۔ مَضَارِعَ وَاٰحِدَ مَذْکَرِ غَائِبِ۔ اِرْبَاۡءُ۔ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ رَنُوۡا رَنُوۡۃً۔ رِبَاۡطٌ۔ ٹیلہ۔



بندی۔ وہ بڑھاتا ہے۔

= الصَّدَقَاتِ۔ زکوٰتیں۔ خیراتیں۔

= كَفَّارٍ اَشِيمٍ موصوف و صفت۔ كَفَّارٌ۔ کافر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت ناشکر۔  
اَشِيمٌ۔ بروزن فِعْلٌ بمعنی فاعِلٌ (اِثْمٌ) گنہگار۔ اِثْمٌ يَاثِمٌ (باب ضَوْب) اِثْمٌ وَاثِمٌ  
اِثْمٌ۔ مصدر۔ بمعنی گناہ کا ارتکاب کرنا۔ كُلٌّ كَفَّارٍ اَشِيمٍ۔ ہر گنہگار ناشکر۔

۲: ۲۷۷ = الَّذِينَ اٰمَنُوا۔ اسم۔

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ اس کا عطف جملہ سالفہ پر ہے۔ اسی طرح وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاَتُوا الزَّكَاةَ  
معطوف ہیں اور ان کا عطف بھی جملہ الَّذِينَ اٰمَنُوا پر ہے۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ..... يَخْزَنُونَ۔ اپنے اسم کی خبر ہے۔

= لَا يَخْزَنُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ خُزْنٌ (باب سَمِع) مصدر نہ وہ غمگین ہوں گے

۲: ۲۷۸۔ اس آیت میں جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ شرطیہ ہے اور جملہ جزائیہ مقدم لایا گیا ہے

= اِتَّقُوا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو، تم بچو۔ تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔ اِتَّقَاءٌ۔ مصدر اللہ  
مفعول۔ اللہ سے ڈرو۔

= ذَرُّوا فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ وَذَرُّوا (باب سَمِع وفتح) مصدر تم چھوڑ دو، اس مادہ سے اس معنی  
میں صرف مضارع اور اس کے مشتقات ہی مستعمل ہیں۔

= مَا بَقِيَ۔ موصول وصلہ مل کر ذَرُّوا کا مفعول۔ مِنْ رِبِّهِمْ متعلق مَا بَقِيَ۔ اے ایمان والو! اللہ سے  
ڈرو اور جو کچھ سود لینا باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر تم ایسے مومن ہو۔

۲: ۲۷۹ = فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا جملہ شرطیہ فَأَذْنُوبُوا بِحُزْبِ بَنِي اللَّهِ وَرَسُولِهِ جواب شرط۔

= فَأَذْنُوبُوا۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اِذْنُوبُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَذْنُوبُوا (باب  
سَمِع) مصدر۔ بِالشَّيْءِ۔ جاننا۔ خبردار ہونا۔ ترجمہ۔ تو خبردار ہو جاؤ خدا اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے  
فَاَيَقِنُوا۔ یقین کر لو

= وَإِنْ تَبُتُمْ۔ جملہ شرطیہ۔ اور اگر تم تو بہ کر لو گے یعنی قابل اعتراض باتوں سے باز رہو گے فَذَكُّكُمْ  
ذُرُوسٌ اَمْوَالِكُمْ جواب شرط۔ تو اصل زر کے تم حق دار ہو۔ تو تم کو تمہاری اصل زر ہی مل سکتی ہے لَا  
غَيْرُ۔ اس سے زیادہ نہیں۔

= لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تَظْلَمُونَ (اصل سے زیادہ لے کر) تم کسی (قرض دار) پر ظلم کرو گے۔ اور نہ  
(اصل کی ادائیگی میں کمی کر کے یا مال مٹول سے کام لے کر) تم پر ظلم کیا جائیگا۔



۲۸۰:۲ = وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ - اِنْ شرطیہ كَانَ فعل ناقص - الذی عَلَیْہِ الْحَقُّ مِنْ دَیْنِہِ (جس کے ذمہ قرض ہو) كَانَ کا اسم (مخدوف) ذُو عُسْرَةٍ (تنگ دست، مفلس) مضاف مضاف الیہ - كَانَ کی خبر - اور اگر قرضدار تنگ دست ہو - یہ تمام جملہ شرط ہے۔

= فَظَرَوْهُ - ف شرط کے جواب کے لئے ہے فَظَرَوْهُ مصدر - مہلت دینا - انتظار - مبتدأ - جس کی خبر مخدوف ہے اِی فعلیکم نظرة - تو تم پر اس کی فراخی تک مہلت دینا واجب ہے - یہ جملہ جواب شرط ہے۔

اِلٰی مَیْسَرَةٍ - فراخی تک - مَیْسَرَةٍ ضد ہے عُسْرَةٍ کی - آسانی - فراخ حالی - دولت مندی۔  
= وَاَنْ تَصَدَّقُوْا - داؤ عاطف اَنْ مصدریہ تَصَدَّقُوْا مضارع جمع مذکر حاضر، تم خیرات کرو - تم صدقہ دو - تم بخش دو - یعنی اگر تم زرقرضہ بخش ہی دو - تَصَدَّقُ (تَفَعَّلُ) مصدر - تَصَدَّقُوْا اصل میں تَصَدَّقُوْنَ تھا - اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

= اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط مخدوف ہے - جملہ مخدوف ہوگا - اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اِنَّہ خیر لکم عملتموہ - اگر تم جانتے ہو تھے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو تم ایسا ہی کرتے۔  
۲۸۱:۲ = یَوْمًا - مفعول فیہ۔

= تُوْفِیْ مَضَارِعَ مَجْہُولٍ وَاَحْدُمُوْثَ غَائِبٍ - پورا دیا جائیگا تُوْفِیْ (تَفَعَّلَ) مصدر، جس کے معنی پورا پورا دینے کے ہیں۔

= مَا كَسَبَتْ - مَا موصولہ، كَسَبَتْ وَاَحْدُمُوْثَ غَائِبٍ كَسَبَتْ (بَاب ضَرَبَ) سے مصدر - جو اس نے کمایا - اس کا پورا پورا بدلہ اسے دیا جائے گا۔

= وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ - جملہ حالیہ ہے کُلُّ لَفْظِ سے - اور صیغہ جمع باعتبار معنی آیا ہے۔

۲۸۲:۲ = تَدَايَسْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر - تم نے ایک دوسرے کو قرض دیا - تم نے ایک دوسرے کو ادھار دیا - تَدَايَسْتُمْ (تَفَاعَلَ) مصدر - جس کے معنی ایک دوسرے سے قرض کا لین دین کرنے کے ہیں - دَیْنٌ - بمعنی قرض - دَیْنٌ مفعول بہ (مجرور بوجہ جر ب کے) تَدَايَسْتُمْ - بَدَیْنٌ - تم آپس میں دین یا ادھار کا معاملہ کرو۔

= اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی - اَجَلٌ کے معنی کسی چیز کی مدت مقررہ کے ہیں - چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَیْمًا اَلْاَجَلِیْنَ قَضِیْتُ (۲۸:۲۸) ان دو متعینہ مدتوں میں سے جو نسی مدت میں پوری کر دوں۔

موت کو بھی اجل کہا گیا ہے کہ اس کا وقت بھی معین اور مقرر ہے - اَجَلٌ کے معنی وجہ کے بھی ہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے - مِنْ اَجَلٍ ذٰلِكَ کَتَبْنَا عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ (۳۲:۵) اس قتل کی



وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا۔  
 مُسْتَمًّى۔ اسم مفعول، واحد مذکر تَشْمِیۃ (تفعیل) مصدر سے۔ جس کا نام لیا گیا ہو، جس کا نام رکھا گیا ہو۔ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّى۔ مقررہ یا متعین مدت کے لئے جس کی مدت نامزد کی گئی ہو۔ مطلب یہ کہ اس معاملہ یا سودے کی مدت بالکل صاف اور متعین ہونا چاہئے۔ گول اور محمل نہ ہے۔ جاڑوں کے زمانہ میں، برسات کے موسم میں دور بیع کی فصل میں، ان مبہم مدتوں کی بجائے تعین و صراحت ہونا چاہئے کہ فلاں سنہ کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ ....

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ۖ يَا حُرِّمَ الدِّينِ ۖ آمَنُوا ۖ مَوْصُولٌ وَصَلَةٌ مَلِكٌ مُنَادٍ ۖ إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى حَمْلَةٌ شَرْطِيَّةٌ ۖ فَالْكَتْبُ ۖ جواب شرط۔  
 = فَالْكَتْبُ ۖ : ف جواب شرط کے لئے ہے اُكْتُبُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم لکھ لو۔ ۖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع دین ہے۔ جس کا آپس میں لین دین زیر بحث ہے۔ ای الدین الذی تداينتم به۔

= وَلِيَكْتُبَ ۖ وَاء۔ عاطفہ لِيَكْتُبَ فعل امر واحد مذکر غائب۔ كِتَابَةٌ (باب نصر) چاہئے کہ لکھے بَيْنَكُمْ۔ ای باين الدائن والمديون۔ بين الطالب والمطلوب۔ كَاتِبٌ۔ لِيَكْتُبَ کا فاعل۔ بِالْعَدْلِ۔ ائى بِالْحَقِّ۔ اور كاتب کو چاہئے کہ دائن اور مديون کے درمیان (دین کے متعلق) ٹھیک ٹھاک انصاف سے لکھے۔ فعل يَكْتُبُ کا مفعول محذوف ہے ای الدائن اوامرا المتدائنين طرفین کا لین دین

= وَلَا يَأْبَ ۖ وَاء عاطفہ۔ لَا يَأْبَ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ اِبَاءٌ (باب فتح) مصدر اصل میں یأبى تھا۔ نہی میں یا کو ساقط کر دیا۔ نہ انکار کرے۔ اب ی مادہ۔  
 = اَنْ يَكْتُبَ ۖ میں اَنْ مصدر یہ ہے

= كَمَا۔ كَ اور مَا سے مرکب ہے۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ یعنی جیسا۔ جیسے جس طرح۔ اور ما موصولہ ہے۔ فَلْيَكْتُبْ ۖ ف عاطفہ کا ہے لِيَكْتُبَ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس کا مفعول محذوف ہے۔ ای امرا المتدائنين اوامرا الدين بين الطرفين۔ باہمی لین دین کرنے والوں کا معاہدہ بابت دین۔ ترجمہ: اور لکھنے والا جیسا کہ خدا نے اُسے سکھایا ہے۔ لکھنے سے انکار نہ کرے اور دستاویز لکھ دے۔

= لِيُسَلِّلَ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب چاہئے کہ وہ لکھوائے۔ اِمْلَاكٌ (افعال) مصدر۔ اَمَلًا يُمَلِّ اِمْلَاكٌ۔ مضمون کو بول کر لکھوانا۔ بعض صورتوں میں دوسرے لام کو یاء سے بدل



دیتے ہیں۔ (اس کو علم سرت میں ابدال سماعی کہتے ہیں) مثلاً اَفْلَلْتُ سے اَفْلَيْتُ میں نے بول کر لکھوایا۔ اور اِمْلَلْتُ سے اِمْلَدْتُ (یہاں ہمزہ قائم مقام تے کے ہے) بول کر لکھوانا

= اَلَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ - ای المدیون - مقروض - جو زیر بار ہے۔ جس کے ذمہ حق (قرض) ہے  
= وَلَيَتَّقِ اللَّهُ رَبَّهُ - واؤ عاطفہ - لَيَتَّقِ - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب - اِثْقَاءُ (اِفْتَعَالُ) مصدر  
يَتَّقِ اصل میں يَتَّقِي تھا۔ لام کے عمل سے ی سا قطف ہو گئی۔ چاہئے کہ وہ ڈرے۔ اللہ مفعول ذبہ  
مضاف مضاف الیہ مل کر اللہ کی صفت۔

ترجمہ: اور مضمون وہ لکھوائے کہ جس پر مطالبہ ہو اور وہ (لکھوانے والا یا کاتب) اللہ سے ڈرے  
جو اس کا رب ہے۔

= وَلَا يَبْخُسُ - واؤ عاطفہ - لَا يَبْخُسُ - فعل نہی واحد مذکر غائب - بَخُسُ (باب فتح)  
مصدر - اور وہ کم نہ کرے۔ (اور وہ اس میں کوئی کسر نہ رکھے) یعنی لکھوانے والا - یا کاتب کم نہ لکھے۔ یا  
لکھوائے۔

= اِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا - اِنْ شرطیہ - كَانَ فعل ناقص الَّذِي اسم موصول عَلَيْهِ  
الْحَقُّ صلہ موصول مل کر اسم كَانَ - (جس پر حق واجب ہے یعنی مدیون) سَفِيهًا خبر كَانَ اَوْضَعِيًّا  
خبر ثانی - اور اَوْ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يُمِلَّ هُوَ - خبر سوم - لَا يَسْتَطِيعُ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَنْ  
مصدریہ - يُمِلَّ مضارع واحد مذکر غائب - اِمْلَلْتُ (اِفْعَالُ) مصدر کہ وہ لکھوائے - یعنی اگر مدیون  
اس قابل نہ ہو کہ وہ خود مضمون دستاویز لکھوا سکے - یہ سارا جملہ شرط ہے

= فَلْيَمِلْ وَلِيَّتُهُ بِالْعَدْلِ جواب شرط - تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ (یعنی بے کم و کاست) لکھوائے  
سَفِيهًا - بے وقوف، بے عقل - سَفَهُ وُسْفَاهَةً (باب کرم) بے وقوف ہونا - جاہل ہونا -  
بروزن (فعل) صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مذکر ہے - عاجز - احمق - (ابن زید) جاہل (مجاہد) مبذر المال، فضول  
خرج (الشافعی)

ضَعِيفًا - ضعیف - سست - کمزور - ضَعْفُ (باب سَمِعَ) مصدر بروزن فَعِيلُ صفت مشبہہ  
کا صیغہ ہے - ضعیف العقل - ضعیف الرائے - ضعیف یہاں ایک جامع لفظ ہے - نابالغ اور پیر  
فرتوت سب اس میں آجاتے ہیں -

= اِسْتَشْهَدُوا - فعل امر جمع مذکر حاضر - تم گواہ لاؤ - تم گواہ بناؤ - اِسْتَشْهَدُوا (اِسْتِفْعَالُ)  
مصدر - جس کے معنی گواہ بنانے کے ہیں اور گواہی طلب کرنے کے ہیں شَهِدَ عَلٰی (باب سَمِعَ) کسی چیز کی  
گواہی دینا - کسی کے خلاف شہادت دینا - شَهِدُوا - آنکھ سے مشاہدہ کرنے والا - سچا گواہ -



= مِنْ رِجَالِكُمْ - اپنے لوگوں میں سے - صفت ہے شَعِيدَيْنِ کی ۔  
 = مِمَّنْ تَرْضَوْنَ - صفت ہے رَجُلٌ وَآمَرَ اثْنِ کی اور مِنَ الشُّهَدَاءِ بدل ہے مِنْ  
 سے جو مِمَّنْ میں ہے - (اُن) میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں سے  
 تَرْضَوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر - تم پسند کرتے ہو، تم راضی ہو - رَضِيَ (باب سَمِعَ) سے مصدر  
 = اَنْ تَضِلَّ - اَنْ مصدر یہ ناصب فعل ہے - اور یہ مفعول لہ ہے - تقدیر کلام یوں ہے  
 لِذَنْ تَضِلَّ فَتَذَكَّرَ - کیوں اگر ان دونوں میں سے ایک بھول جائے گی تو (دونوں میں سے دوسری اس  
 کو یاد دلا دیگی - یعنی دو عورتوں کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بات بھول جائے  
 تو دوسری اس کو یاد کرائے ۔

تَضِلَّ - مضارع واحد مؤنث غائب - وہ (عورت) بھک جائے، بھول جائے - بھٹک جائے  
 = تَذَكَّرَ - مضارع واحد مؤنث غائب تَذَكَّرَ (تفعیل) سے مصدر - وہ (عورت) یاد دلانے  
 تَذَكَّرَ - منصوب ہے اس کا عطف تَضِلَّ پر ہے ۔

= اِحْدَاهُمَا - ان دونوں میں سے ایک - اِحْدَى مضاف - مِمَّا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب - مضاف  
 الیہ - فاعل ہے اور اَلْاُخْرَى - دوسری - پچھلی - مفعول ہے تَذَكَّرَ کا ۔

= لَا يَأْتِ - نفی واحد مذکر غائب - اِبَاءٌ (باب فتح) مصدر - اصل میں یَأْتِ تھا - ہنری میں سی کو  
 ساقط کر دیا - نہ انکار کرے ۔

= اِذَا مَا - جب کبھی - جب - جو نہیں کہ ۔

= دُعُوْا - ماضی مجہول جمع مذکر غائب - دُعَاءٌ (باب نَصَرَ) مصدر وہ بلائے گئے - وہ بلائے جائیں  
 وہ پکائے گئے - وہ پکائے جائیں ۔

= لَا تَسْمُوْا - فعل نہیں جمع مذکر حاضر - تم کاہل نہ کرو - تم مت اکتاؤ - سَامَةٌ (باب فتح) ملول ہونا  
 اکتانا - السَّامَةُ (س و م) کے معنی کسی چیز کے زیادہ عرصہ تک رہنے کی وجہ سے اس سے کبیدہ خاطر  
 یا دل برداشتہ ہو جانے کے ہیں - اور یہ فعلاً (کسی کام کو زیادہ عرصہ تک کرنے) اور اِنْفَعَالاً (کسی چیز سے  
 زیادہ متاثر ہونے) دونوں طرح ہوتا ہے ۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے - وَهُمْ لَا يَسْمَوْنَ (۳۸: ۴۱) اور وہ کبھی تھکتے ہی نہیں - نیز اور جگہ  
 فرمایا - لَا يَسْتَمُّ اِلٰلٰهٌ مِّنْ دُعَاءِ الْخَيْرِ (۴۹: ۴۱) انسان بھلائی کی دعائیں کرتا کرتا تھکتا ہی  
 نہیں - ایک شاعر نے کہا ہے ۔

سَمِئْتُ تَكَالِيفَ الْحَيٰوةِ وَمَنْ يَّعِشْ - ثَمَّ يَنْتِ حَوْلًا لَا اَبَا لَكَ يَسْتَمُّ



میں زندگی کی خوشگوار یوں سے اکتا چکا ہوں۔ ہاں جو شخص اسی کو پہنچ جائے وہ لامحالہ اکتا ہی جاتا ہے  
 = اَنْ تَكْتُبُوْهُ۔ اَنْ مصدر یہ۔ تَكْتُبُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر كِتَابَةٌ (باب نصر) سے مصدر  
 بمعنی لکھنا۔ ۴ ضمیر مفعول بہ واحد مذکر غائب جس کا مرجع الذین یا الحق یا الكتاب ہے۔  
 تَكْتُبُوْا اصل میں تَكْتُبُوْنَ تھا۔ نون اعرابی اَنْ ناصبہ کے آنے سے حذف ہو گیا ہے اَنْ تَكْتُبُوْهُ  
 بتاویل مصدر لا تَسْمُوْا کا مفعول ہے۔

= صَغِيرًا اَوْ كَبِيرًا (خواہ وہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ دونوں تَكْتُبُوْهُ کی ضمیر ۴ سے حال ہیں  
 = اِلٰی اَجَلٍ۔ لکھو وقت ادا کے تعین کے ساتھ (جو فریقین کے مابین طے پایا ہو) یہ بھی تَكْتُبُوْهُ  
 کی ۴ سے حال ہے۔

= ذٰلِكُمْ۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ کُم ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے۔ یہ۔ یہی۔ اس سے معاہدہ کی  
 کتابت۔ گواہان کا تقرر۔ یا سب کچھ جو اوپر مذکور ہوا۔ مراد ہے۔

= اَقْسَطُ۔ قَسَطَ يَقْسِطُ (باب ضرب) قَسَطٌ مصدر سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ انصاف  
 کرنے والا۔ قَسَطٌ۔ اشداد میں سے ہے۔ اس کے معنی ظلم کرنے کے بھی آتے ہیں اور انصاف کرنے  
 کے بھی۔ یہاں اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ کے معنی اللہ کے حکم میں زیادہ انصاف والے ہوں گے قَسَطَ يَقْسِطُ  
 فَهُوَ قَاسِطٌ بمعنی ظلم کرنا۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے وَ اَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا  
 (۱۵: ۷۲) اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔ لیکن جب اَقْسَطَ يَقْسِطُ فَهُوَ مُقْسِطٌ  
 (افعال) سے آئے۔ تو اس کے معنی ہوں گے اس نے انصاف کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَ اَقْسِطُوا  
 اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ (۹: ۳۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے  
 = اَقْوَمُ۔ بہت درست رکھنے والا۔ زیادہ درست، زیادہ سیدھا۔ قِيَامٌ مصدر باب نصر بمعنی  
 راست ہونا۔ افعِل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= اَذْنٰی۔ نزدیک تر۔ کم تر۔ رذیل تر۔ اَقْصٰی (زیادہ دور) کے مقابل آئے تو اَذْنٰی کے معنی نزدیک تر  
 ہوں گے۔ اکثر (زیادہ) کے مقابل آئے تو بمعنی کمتر۔ جیسے وَلَا اَذْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرُ (۵۸:  
 ۷) اور نہ اس سے کم نہ زیادہ۔ اَكْثَرُ (زیادہ بڑا) کے مقابل آئے تو بمعنی اَصْغَرُ (بہت چھوٹا) جیسے  
 وَلَسَدِ يَفْتَنُّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الَّذِیْ دُوْنَ الْعَذَابِ الَّذِیْ كَبُرَ (۲۱: ۳۲) اور ہم ان کو امتحان  
 کے، بڑے عذاب کے سوا چھوٹے (کمتر) عذاب کا بھی مزہ چکھائیں گے۔ اور خیر کے مقابل رذیل تر کے  
 معنی میں جیسے اَلَّذِیْ تَتَّبِعُ لَوْ اَنَّ الَّذِیْ هُوَ اَذْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ (۶۱: ۲) تو اس (موسیٰ علیہ السلام)  
 نے کہا کہ مہلا بہتر چیز چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص (رذیل تر) چیزیں کیوں لیتے ہو۔



یہ دَانِ اور دَنِیُّ کا اسم تفضیل ہے۔

== اَلَا تَنْتَابُوا۔ اَلَا اصل میں اَنْ لَا تھا (اَنْ مصدر یہ لَانَا فیہ) نون کالام میں ادغام کر دیا گیا۔  
لَا تَنْتَابُوا۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ تم شک میں نہ پڑو۔ تم شبہ میں نہ پڑو۔ اِرْتَابٌ (اِفْتَعَالٌ) مصدر  
میں کے معنی شک کرنا اور دوسرے کو متہم سمجھنا ہے۔ کہ تم شبہ میں نہ پڑو۔

اَدُنِیُّ اَلَا تَنْتَابُوا۔ یہ دفع شبہ کے لئے سہل ترین یا قریب ترین (طریقہ) ہے ای اقرب  
الی انتفا۔ دیکھو و شکم۔ یعنی اس طرح تم قرض کی رقم اس کی شہادت اس کی میعاد کے متعلق  
کسی قسم کے شک و شبہ سے بچے رہو گے۔

== اِلَّا۔ استنثار منقطع۔ یَاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدٰیْتُمْ بِدٰیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاٰکُتُبُوْهُ  
مُسْتثنٰی منہ اور اِلَّا حرف استنثار اور اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ مُسْتثنٰی  
ان کے درمیان کا کلام جملہ معترضہ ہے۔

== اَنْ تَكُوْنَ۔ اَنْ مصدر یہ تَكُوْنَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ اَنْ تَكُوْنَ میں ضمیر اسم ہے  
ای المعاملة۔ (ای الا ان تَكُوْنَ المعاملة تجارة حاضرة۔ مگر جبکہ معاملہ دست بدست تجارت  
کا ہو) تجارة حاضرة۔ موصوف و صفت مل کر خبر تَكُوْنَ کی۔ (اور بدیں وجہ منصوب ہے) تُدِیْرُوْنَهَا  
بَيْنَكُمْ صفت ثانی ہے تجارة کی۔ اور صفت اول حاضرة ہے

== تُدِیْرُوْنَهَا۔ تُدِیْرُوْنَ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم پھراتے ہو۔ اِدَارَةٌ (باب افعال) مصدر معنی گھمانا  
چکر دینا۔ پھرانا۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (جس کو تم آپس میں پھرتے پھراتے ہو۔ مراد یہاں ہاتھوں  
ہاتھ لین دین ہے۔

== جُنَاحٌ۔ گناہ۔ مضائقہ۔ حرج۔ جُنَاحٌ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے  
کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے مائل کر دے اور دوسری طرف جھکا دے جُنَاحٌ سے  
موسوم ہوا۔ اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔

== اَلَا تَكْتُبُوْهَا۔ اَلَا مرکب ہے اَنْ مصدر یہ اور لَانَا فیہ سے۔ لَا تَكْتُبُوْا مضارع منصوب  
بوجہ عمل اَنْ جمع مذکر حاضر۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع تجارة ہے (مراد  
معادہ تجارت ہے) مطلب یہ کہ اگر تجارت حاضرہ ہے۔ دست بدست لین دین اور نقد بہ نقد  
ہے تو اس صورت میں معاہدہ تجارت نہ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

== وَاَشْهَدُوْا اِذَا بَيَّعْتُمْ۔ اور جب آپس میں خرید و فروخت کرتے ہو تو گواہ بنالیا کرو۔ جمہور کے  
مزدبیک یہ امر استجابی ہے یعنی بہتر ہے کہ گواہ بنالیا کرو۔ گواہ بنانے اور اس میں رعایت کا ذکر اوپر



- بیان ہو چکا۔ یہ عام خرید و فروخت کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ فروخت نقد قیمت پر ہو یا ادھار  
 اَشْهَدُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر (اَفْعَالٌ) مصدر۔ گواہ کر لیا کرو، گواہ کر لو۔  
 = تَبَايَعْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَبَايَعٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر جس کے معنی باہمی خرید و فروخت کرنے  
 کے ہیں۔ تَبَايَعْتُمْ۔ باہمی خرید و فروخت کرو۔  
 = لَا يُضَارُّ۔ فعل نہی مجہول واحد مذکر غائب۔ ضَرًّا دُوْمُضَارَّةٌ (مَفَاعَلَةٌ) تکلیف نہ دی جائے  
 دکھ نہ پہنچایا جائے۔ ضرر مادہ۔  
 = شَهِدُوا۔ شاہد۔ گواہ۔ کسی چیز کے مشاہدہ کرنے والے کو بھی شہید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ  
 میں سے ہے شہید وہ ذات ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔ اور شرع میں شہید وہ شخص  
 ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو۔  
 = وَإِنْ تَفْعَلُوا۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اِیْ وَانْ تَفْعَلُوا الضَّرَارَ اِذَا مَا نَهَيْتُمْ عَنْهُ اِذَا تَمَّ کَاتِبٌ یَا گواہ کو تکلیف  
 پہنچاؤ گے یا جس بات سے تمہیں منع کیا گیا ہے اسے کرو گے۔  
 = فَاتَّخَذْتُمْ مَوَاقِفَ بَعْضِكُمْ لِنَفْسِهِ اِیْ ذَلِكِ الْفَعْلِ۔ فَسُوْقٌ۔ (باب نصر) مصدر  
 نافرمانی کرنا۔ گناہ کرنا۔ جواب شرط۔ تو یہ فعل تمہارے لئے گناہ کی بات ہے۔  
 وَاتَّقُوا اللَّهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بابت ان امور کے جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے  
 اور جن سے اس نے منع کیا ہے۔ اِیْ فِیْمَا اَمَرَکُمْ بِهٖ وَنَهَاکُمْ عَنْهٖ۔  
 = وَیَعْلَمُکُمُ اللّٰهُ۔ اور اللہ تمہیں احکام بتاتا ہے جن میں تمہاری مہربانی ہے۔  
 = وَاللّٰهُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔ اور اللہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔  
 صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں =  
 ”لفظ اللہ کو تین بار تین جملوں میں ذکر کیا۔ کیونکہ ہر جملہ اپنا خاص مقصد رکھتا ہے۔ پہلے جملہ میں ترغیب تقویٰ  
 ہے۔ دوسرے جملہ میں وعدہ العاقبہ ہے اور تیسرے جملہ میں اللہ کی عظمتِ شان کا اظہار ہے۔“  
 ۲۸۳:۲ = وَانْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا۔ اِنْ شَرْطِیَّةٌ ہے اِنْ کُنْتُمْ عَلٰی سَفَرٍ۔  
 جملہ شرط ہے۔ وَاَوْ عَاطِفٌ اور جملہ لَمْ تَجِدُوْا کَاتِبًا معطوف ہے جس کا عطف فعل شرط پر ہے (اور  
 اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے)  
 = فَرِهْنِ مَّقْبُوضَةً۔ موصوف و صفت مل کر مفعول مالم لیم فاعل فعل محذوف کا اِیْ فَلِیُوْخَذْ  
 رِهْنٌ مَّقْبُوضَةٌ (تو گروی کے طور پر کوئی چیز قبضہ میں لی جائے یعنی قرض لینے والا قرض دینے والے  
 کو کوئی چیز بطور رہن دیوے) یہ جملہ جواب شرط ہے۔



= فَإِنْ آمِنَ بَعْضُكُمُ بَعْضًا - جملہ شرط ہے آمِن ماضی واحد مذکر غائب آمِنُ اَمَانَةٌ - امانت۔ مصدر ہیں اور ان سب کے معنی کبھی حالت امن کے آتے ہیں اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے۔ قرآن مجید میں ہے وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ (۸: ۲۷) یعنی وہ چیزیں جن پر تم امین مقرر کئے گئے ہو ان میں خیانت نہ کرو۔

آمِنُ يَأْمَنُ (باب سَمِعَ) آمِنٌ دَامَانَةٌ کسی کو امین بنانا (امانت دار بنانا) کسی پر اعتبار کرنا ترجمہ: اگر تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو امانت دار بنائے یعنی اس کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھے۔

= فَلْيُؤَدِّ الَّذِي فِيْ جَوَابِ شَرْطِ لَمْ - لِيُؤَدِّ فعل امر واحد مذکر غائب تَأْدِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ پس چاہئے کہ وہ ادا کرے۔ آدَى يَأْدِي (باب ضَرَبَ) آدَى اور آدَى يُوْدِي تَأْدِيَةٌ (تفعیل) ادا کرنا۔ آدَى مادہ

= أَوْ تُؤْمِنَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِئْتَمَانٌ (اِئْتَمَعُ) مصدر جس پر اعتبار کیا گیا ہو۔ جس کو امانت دار بنایا گیا ہو۔ جس کو امین بنایا گیا ہو۔ اَمَانَتُهُ جو چیز اس کی امانت میں رکھی گئی ہو فَلْيُؤَدِّ الَّذِي أَوْ تُمْنَ أَمَانَتُهُ - جواب شرط

= وَلَيُتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ - قَاوُ عَاطِفٌ لِيَتَّقِ - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب - لَامٌ لامِ امر - يَتَّقِ اصل میں يَتَّقِي مَحَا - بوجہ لام امری کو ساقط کر دیا گیا اِئْتِمَاعٌ (اِئْتَمَعُ) وقی مادہ - اور چاہئے کہ وہ ڈرتا ہے اللہ سے جو اس کا رب ہے۔

= لَا تَكْتُمُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - كَتَمُوا كِتْمَانٌ مصدر (باب نَصَرَ) بمعنی چھپانا پوشیدہ رکھنا - تم مت چھپاؤ۔

= وَمَنْ يَكْتُمْهَا - مَنْ شَرْطِيَّةٌ - يَكْتُمُ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - كَتَمَ (باب نَصَرَ) مصدر - هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الشَّهَادَةُ ہے اور جو شخص اسے چھپائے گا جملہ شرط ہے۔

= فَإِنَّهُ إِثْمٌ قَلْبُهُ - فَإِنَّهُ میں ءُ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے اِثْمٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے - اِثْمٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے - گناہ کرنے والا گنہگار - قَلْبُهُ مضاف مضاف الیہ - ءُ ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ کے لئے ہے - اِثْمٌ خبر مقدم اور قَلْبُهُ مبتدأ مؤخر ہے اور پورا جملہ اِنَّ کی خبر ہے۔ فَإِنَّهُ اِثْمٌ قَلْبُهُ - جملہ جواب شرط ہے ترجمہ: اور جو شخص اس کو (یعنی شہادت کو) چھپاتا ہے تو اس کا دل یقیناً گنہگار ہے۔



۲۸۴:۲ = اللَّهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۖ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ ۚ وَمَا نُنَزِّلُ إِلَّا بِإِذْنٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَالِمٌ ۚ

مؤخر۔ اللہ خبر مقدم۔ جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔

= فَإِنْ تَبَدُّدَا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تَخَفُوهُ - إِنَّ شَرْطِيَّةً تَبَدُّدَا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اصل میں تَبَدُّدَا تھا۔ نون عامل (حرف شرط) کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ اَبَدَا (أَفْعَالٌ) مصدر تم ظاہر کرو۔ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ۔ اسم موصول وصلہ مل کر تَبَدُّدَا کا مفعول۔ مراد اس سے انسان کی قلبی بیماریاں مثلاً۔ نفاق۔ دکھاوٹ۔ بیجا تعصب۔ دنیا کی محبت۔ غصہ۔ غرور۔ آرزو۔ حرص۔ ترک توکل۔ ترک صبر۔ حسد۔ کینہ وغیرہ۔ ہیں (تفسیر مظہری)

أَوْ تَخَفُوهُ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ضمیر واحد مذکر غائب مراد مَا فِي أَنْفُسِكُمْ ہے سارا جملہ شرط ہے يُحَاسِبُكُم بِهِ اللَّهُ جواب شرط۔

= يُحَاسِبُكُم - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ مُحَاسَبَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہارا حساب لیگا۔ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیگا۔ یہ میں ۱ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا فِي أَنْفُسِكُمْ ہے۔

= فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ - يَغْفِرُ - مضارع واحد مذکر غائب مَغْفِرَةٌ (باب ضَرْبٍ) مصدر۔ وہ بخش دے گا۔ یا بخش دیتا ہے۔

= لِمَنْ يَشَاءُ - يَشَاءُ - مضارع واحد مذکر غائب فَشِيَّةٌ (باب فَتْحٍ) مصدر۔ جسے وہ چاہتا ہے۔ قَدِيرٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قَدِيرٌ - اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے کرے۔ اسی لئے اللہ کے سوا کسی مخلوق کو قدیر نہیں کہہ سکتے۔ البتہ قادر عام ہے (راعب)

۲۸۵:۲ = آمَنَ - ماضی واحد مذکر غائب اِيْمَانٌ (أَفْعَالٌ) مصدر۔ وہ ایمان لایا۔ آمَنَ مَاؤُ

= آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ..... وَرُسُلِهِ

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان لائے اس پر جو ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا۔ یعنی (قرآن مجید) اور مومنین (بھی ایمان لائے) یہ سب ایمان رکھتے ہیں اللہ پر..... اور اس کے پیغمبروں کو کُلُّ اس میں مضاف الیہ محذوف ہے۔ تنوین اس کے عوض ہے۔ کُلُّ اِیْ کُلٌّ وَاحِدٌ مِنْهُمْ ان میں سے ہر ایک۔ (یعنی المؤمنین میں سے ہر ایک۔ کُلُّ وَاحِدٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ)

علامہ پانی پتی اس آیت کی ترکیب کے متعلق رقمطراز ہیں

کُلُّ اِنِّ میں سے ہر ایک۔ مضاف الیہ محذوف ہے تنوین اس کے عوض ہے۔ بیضاوی نے لکھا کہ الْمُؤْمِنُونَ کا عطف یا الرَّسُولُ پر ہے اس صورت میں وہ ضمیر مضاف الیہ جس کی جگہ تنوین لائی



گئی ہے الرُّسُلُ اور الْمُؤْمِنُونَ دونوں کے مجموعہ کی طرف راجع ہوگی یا المؤمنون مبتدا ہے اس وقت ضمیر مضاف الیہ صرف الْمُؤْمِنُونَ کی طرف راجع ہوگی اور کُلُّ اپنی خبر کے ساتھ مل کر المؤمنون کی خبر ہوگی اس صورت میں اَمَنْ کا فاعل تنہا الرُّسُلُ ہوگا۔

عظمتِ شانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے اَمَنْ کی نسبت صرف الرُّسُلُ کی طرف کی گئی ہے۔ یا اس وجہ سے تنہا ایمان رسول کا ذکر کیا گیا ہے کہ رسول کا ایمان مشاہدہ اور معائنہ کے ساتھ تھا۔ اور دوسرے لوگوں کا ایمان نظری اور استدلالی تھا۔

بطاہر ط کا وقف الْمُؤْمِنُونَ کے فوراً بعد یہ بتا رہا ہے کہ المؤمنون کا عطف الرسول پر ہی ہے اور یہ اگلے جملہ کا مبتدا نہیں ہے۔

= کُتِبَہ - مضاف مضاف الیہ - اس کی طرف سے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اتاری ہوئی کتابیں صحیفے۔ ہدایتیں۔ نوشتے وغیرہ۔

= لَا تَفَرِّقُ - ای ویقولون لا تفرق... الخ لَا تَفَرِّقُ مضارع منفی کا صیغہ جمع متکلم۔ تَفَرِّقُ (تَفْعِيلُ) مصدر - فرق مادہ - ہم تفریق نہیں کرتے ہیں (کہ کسی پیغمبر کو سچا اور کسی کو جھوٹا کہیں بلکہ سب کو سچا کہتے ہیں)

= بَيِّنَ أَحَدٍ قَوْلَ رُسُلِهِ - أَحَدٍ یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے اسی لئے اس پر بَيِّنَ داخل ہوا، کیونکہ بَيِّنَ ایسے اسم پر داخل ہوتا ہے جو کثرت پر دلالت کرتا ہو۔ ہم بَيِّنَ قَوْمٍ کہیں گے بَيِّنَ زَيِّدٍ نہیں کہیں گے۔

= وَقَالُوا - اس کا عطف اَمَنْ پر ہے یعنی سب ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں.....

= سَمِعْنَا - ماضی جمع متکلم سَمِعَ (باب سَمِعَ) مصدر سے - ہم نے سنا۔ ہم نے سمجھا۔

= وَأَطَعْنَا - واؤ عاطفہ - أَطَعْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم - ہم نے حکم مانا۔ ہم نے اطاعت کی - إِطَاعَةٌ (باب افعال) مصدر۔

= غُفْرَانَكَ رَبَّنَا - اس سے قبل نَسُئُكَ محذوف ہے، ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے مانگتے مانگتے ہیں۔ غُفْرَانَكَ مضاف مضاف الیہ - غُفْرَانٌ (باب ضَرْبَ) مصدر - تیری بخشش۔ لے ہمارے رب، ہم تجھ سے تیری بخشش مانگتے ہیں۔

غُفْرَانٌ بوجہ فعل محذوف کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

= الْمَصِيرَ - اسم ظرف مکان و مصدر - صَيَّرَ مادہ - لوٹنے کی جگہ - ٹھکانہ - قرار گاہ - لوٹ کر آنا۔

حاضر ہونا - مائل ہونا - آیتہ نہا میں بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور بطور مصدر ہی قرآن مجید میں اور جگہ



آیا ہے اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ وَنُمِيتُ وَآلَيْنَا الْمَصِيْرُ (۵۰: ۲۳) تحقیق ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مالتے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

بلور اسم ظرف مکان قرآن مجید میں ہے حَبِطَتْ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا دَابُّسُ الْمَصِيْرُ (۵۸-۸) اے پیغمبران کو دوزخ (ہی کی سزا) کافی ہے یہ اس میں داخل ہوں گے۔ سو وہ بُرائی ٹھکانا ہے۔ اور وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابٌ جَعَنَّمَ دَابُّسُ الْمَصِيْرُ (۶۴: ۶) اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے انکار کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بُرائی ٹھکانہ ہے۔

(۲۸۶: ۲) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ جملہ مستانفہ ہے لَا يُكَلِّفُ۔ مضارع منفی واہ مذکر غائب تَكْلِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ اللہ تکلیف نہیں دیتا نَفْسًا۔ اسم مفعول واحد مَوْنٌ مَنْصُوْہ کسی جان کو۔ کسی شخص کو۔ اِلَّا حرف استثناء وُسْعَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ وُسْع۔ طاقت سمائی۔ قدرت ہا ضمیر واحد مَوْنٌ غائب جو نفس کی طرف راجع ہے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا (ذمہ وار نہیں بناتا) مگر اس کی بساط کے مطابق۔

= لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ لَهَا میں ہا ضمیر واحد مَوْنٌ غائب۔ جو نفس کی طرف راجع ہے جو (اچھی) کمائی اس نے کی (اس کا فائدہ) اسی کو ملیگا اور جو (برائی) اس نے کی (اس کا بوجھ) اسی پر ہوگا۔

فائدہ ۴۔ یہاں خیر کے لئے کسب کا لفظ اور شر کے لئے اکتساب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سو جاننا چاہئے کہ اکتساب افعال کے وزن پر ہے اور اس میں کوشش اور طلب کا مفہوم پایا جاتا ہے گویا نیکی کا بدلہ تو بہر حال ملیگا خواہ اس کی تحصیل میں کوشش صرف کی گئی ہو یا نہیں۔ لیکن بدی کی پاداش صرف اس صورت میں ملیگی جب اس کی تحصیل میں طلب اور کوشش شامل ہو۔

= رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا... الخ اس عبارت کا عطف قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا الخ (آیت ۲۱۵) پر ہے یا اس سے قبل فعل قُوْا مقرر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے۔ قُوْا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا... الخ اللہ تعالیٰ نہایت کرم نوازی سے اپنے بندوں کو تعلیم دیتا ہے کہ مجھ سے یوں دعا کیا کرو۔ مجھ سے یوں مانگا کرو تاکہ میں تمہیں تمہاری لغزشوں اور خامیوں سے درگزر کرتے ہوئے تمہاری توقعات سے بڑھ کر عطا کروں۔

= لَا تُؤَاخِذْنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر مُؤَاخِذٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ جس کے معنی گناہ پر پکڑنے اور گرفت کرنے کے ہیں نَا ضمیر مفعول جمع متکلم تو ہمارا مُؤَاخِذٌ نہ فرما۔ تو ہمیں نہ پکڑ۔

= اِنْ نَّسِيتَا۔ اِنْ شرطیہ ہے نَسِيتَا فعل ماضی جمع متکلم (باب سَمِعَ) مصدر۔ اگر ہم بھول جائیں



== اَوَاخُطَاْنَا۔ اَوْ حَرْفِ عَظْفٍ ہے یا کے معنی دیتا ہے اَخُطَاْنَا ماضی جمع مُتَكَلِّم اِخْطَاءُ (اِفْعَالُ) مصدر یا ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔

== لَا تَحْمِلُنَّ عَلَيْنَا۔ لَا تَحْمِلُنَّ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ حَمَلٌ (باب ضَوْب) مصدر۔ توہم پر بوجھ نہ ڈال۔

== اِصْرًا۔ بھاری بوجھ۔ اصل میں اِصْرُ کے معنی اس بوجھ کے ہیں جو اپنے اٹھانے والے کو چلنے سے روک دے۔ یہاں مراد تکلیف شاقہ اور سخت اور دشوار امور سے ہے۔ اِصْرًا اس عہدِ مَوَدَّہ کو بھی کہتے ہیں جو خلاف ورزی کرنے والے کو ثواب اور خیرات سے روک دے جیسے قرآن مجید میں ہے: عَاَقِرْ رُتْمًا وَاخْذِ ثَمَّ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرٰی۔ (۸۱: ۳) مہلہ تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا پختہ عہد لیا۔

== لَا تُحْمِلُنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تَحْمِلُ (تَفْعِيلُ) نَا ضمیر متکلم مفعول۔ توہم پر بار نہ ڈال۔ توہم پر بوجھ نہ ڈال۔ توہم سے نہ اٹھو۔

== مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِہِ۔ مَا۔ موصولہ ہے اور اگلا جملہ اس کا صلہ۔ لَا نَفٰی جِنْس کا ہے اور اس کے عمل سے طَاقَةُ مبنی برفتحہ۔ بِہِ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب حَمَلٌ کی طرف راجع ہے لَا تُحْمِلُنَا اِی لَا تَحْمِلُنَا بِحَمَل۔

== وَاَعْفُ عَنَّا۔ وَاَوْ عَاطِف۔ اَعْفُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر عَفْوٌ۔ (باب نَصْر) مصدر عَفَا۔ یَعْفُو عَفْوًا اس کا استعمال جب کسی کے جرم کو معاف کرنے کے لئے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بندر لوع عن ہوتا ہے (اے پروردگار ہمارے) تو ہمارے گناہ بخش دے۔ ہمارے جرم معاف کر دے۔ ہمارے گناہ مٹا دے۔ ہمیں معاف کر دے۔

عَفْوٌ کے معنی بچے ہوئے مال کے بھی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے یَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوُ۔ (۲۱۹: ۲) اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دیجئے جو بچے اپنے خرچ سے۔ یعنی وہ خرچ کرو جو اپنے عیال کے نفقہ سے بچ رہے۔

عَفْوٌ مصدر (باب نَصْر) بمعنی زیادہ ہونے کے بھی ہیں مثلاً جو چیز زیادہ اور گھنی ہو جاتی ہے تو بولتے ہیں عَفَا الشَّیْءُ۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰی عَفَوْا (۹۵: ۷) پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ (مال و اولاد میں) زیادہ ہو گئے۔ یہاں عَفَوْا بمعنی کَثُرُوا آیا ہے۔

== وَاَعْفِرْ لَنَا۔ وَاَوْ عَاطِف۔ اَعْفِرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ عَفِرٌ (باب ضَرْب) سے مصدر



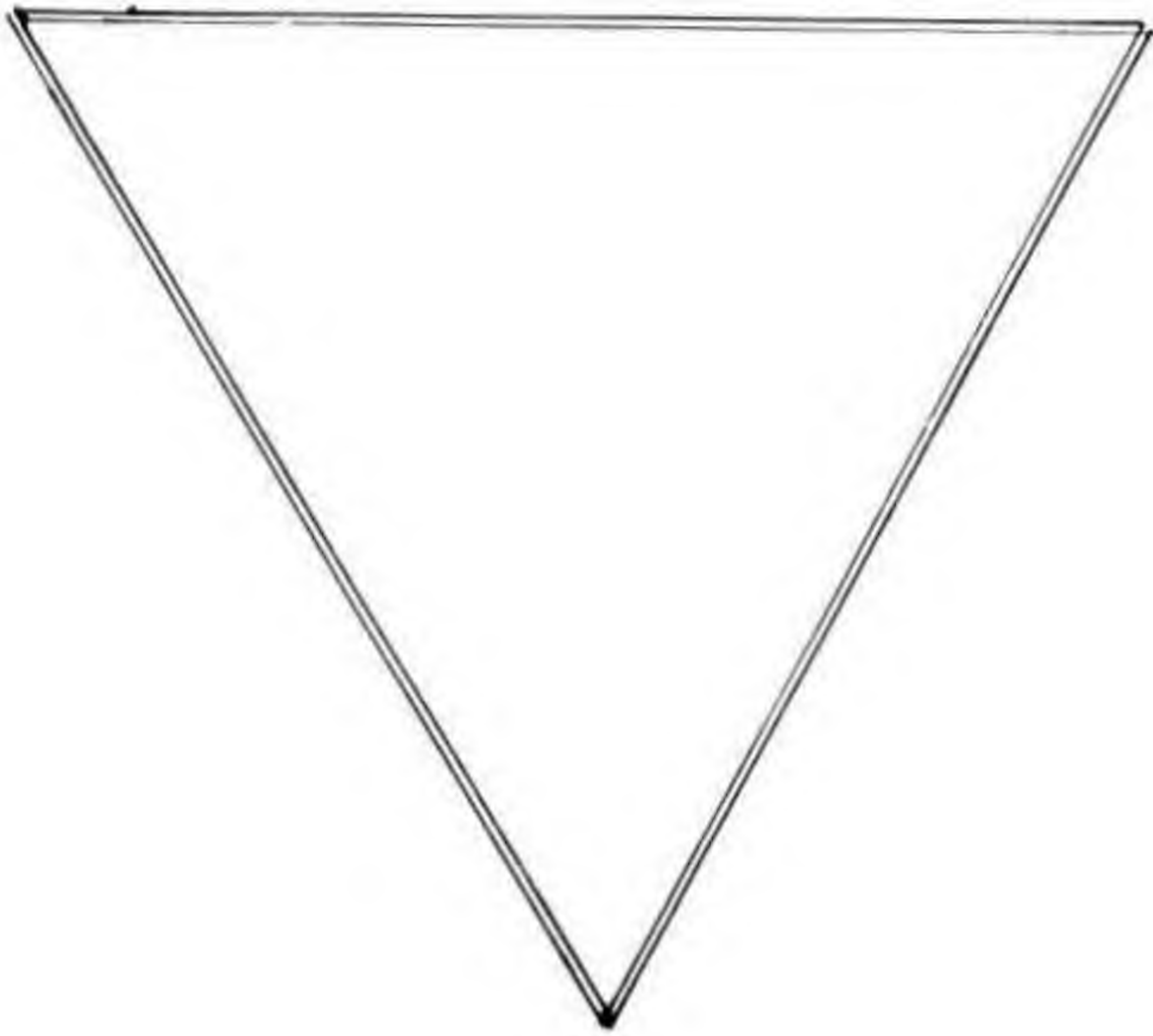
تو بخش دے۔ تو معاف کر دے۔ اصل میں غَفْرٌ ایسے لباس پہننا دینے کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ رکھ سکے۔ مغفرت الہی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے۔ اسی اعتبار سے غفور کا استعمال معاف کرنے اور بخش دینے کے معنی میں ہوتا ہے۔

مِغْفُورٌ ڈھال کو کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دشمن کے وار سے بچاتی ہے۔

== وَارْحَمْنَا۔ واؤ عاطفہ۔ اَرْحَمُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ رَحْمَةٌ (باب سمع) مصدر۔ نا

ضمیر مفعول جمع متکلم اور (اے ہمارے پروردگار) تو ہم پر رحم کر

== مَوْلَانَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا مولیٰ۔ کارساز۔ مددگار





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# سُورَةُ الْاِٰمِرَانِ

(۳-۲) الْحَقُّ - اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں ہے حیات سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے  
الْقَيُّوْمُ مَطْلُ قَائِمٍ بِالذَّاتِ - ہر شے کو قائم رکھنے والا - دیکھو ۲: ۲۵۵  
(۳: ۳) = اَلْكِتَابُ - الْقُرْآنُ بِالْحَقِّ - حق کے ساتھ - صاحبِ صیغہ القرآن لکھتے ہیں کہ :-  
حق کا جو مفہوم علامہ راغب اصفہانی نے بیان کیا ہے وہ بہت جامع اور لطیف ہے ۔  
لکھتے ہیں الحق للفعل والقول : الواقع بحسب ما يجب وقد رما يجب وفي  
الوقت الذي يجب - یعنی کوئی قول اور فعل اس وقت حق کہلاتا ہے جبکہ وہ اس طرح پایا جائے  
جیسے چاہئے اس انداز سے پایا جائے جتنا مناسب اور موزوں ہو اور اس وقت پایا جائے جب کہ اس  
کی ضرورت ہو۔

قرآن کو بالحق کی صفت کے ساتھ متصف کر کے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح  
فرمادیا کہ قرآن آیا اور ایسی آن بان سے آیا جو اس کی شایانِ شان تھی - اور ایسے دلائل و براہین کے مزین  
ہو کر آیا جن کو عقل سلیم ماننے پر مجبور تھی - اور عین اس وقت آیا جب کہ ہر طرف گھپ اندھیرا چھا  
چکا تھا - اور انسانیت کا کاروان دشتِ حیرت و ضلالت میں بھٹک رہا تھا اور اس وقت  
کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آیا - جب عقل انسانی اپنی طفولیت کی حد عبور کر کے فکر و نظر کی  
وادی میں قدم رکھ چکی تھی - اور انسان کے جو اس کو مرعوب کرنے والے معجزات سے کہیں زیادہ عقل  
و خرد کو مطمئن کرنے والی آیات بنیات کی ضرورت تھی -

سبحان اللہ کیا اعجاز ہے بالحق کے ایک لفظ میں معانی کا سمندر کوزے میں بند  
کر کے رکھ دیا ہے -

۴: ۳ = الْفُرْقَانُ - فَرْقٌ سے ہے لیکن وسیع المعانی ہے - حق و باطل میں فرق کرنا والا -  
یہاں الفرقان کے متعلق علماء سے مختلف اقوال منقول ہیں - قتادہ اور ربیع بن انس نے قرآن لیا



امام رازیؒ کے نزدیک وہ معجزات مراد ہیں جن سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے۔  
 بعض کے نزدیک وہ دلائل ہیں جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتے ہیں بعض متاخرین نے  
 اس سے عقل مراد لی ہے۔ امام ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک بہترین قول یہ ہے کہ بہ  
 الفصل بین الحق والباطل یعنی حق و باطل میں تمیز کرنے والی قوت کو فرقان کہا جاتا ہے۔ روح  
 المعانی میں ہے الفرقانُ اِنَّه القرآنُ فرق به بین الحق والباطل فاحل فیہ حلالہ و  
 حرم حرامہ وشرع شرائعہ وحد حدودہ وقرائضہ و بین بیانہ وامر بطاعته  
 ونهی عن معصیتہ و ذکر بهذا العنوان بعد ذکرہ باسم الجنس تعظیماً لثانہ  
 ورفعال مکانہ۔

اسم جنس کی حیثیت سے ذکر کرنے کے بعد اس عنوان الفرقان سے قرآن کو دوبارہ اس کی تعظیم شان اور  
 رفع مکان کے لئے ذکر کیا گیا ہے  
 = عَزَّوَجَلَّ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ عِزَّةٌ سے  
 فَعِلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= ذُو نِقَامٍ۔ صاحب انتقام۔ جو انتقام پر قادر ہو۔ انتقام۔ سزا دینا۔ بدلہ لینا۔ غلبہ پانا۔ بروزن اِفْتَعَالَ  
 مصدر ہے نَقِمَ سے جس کا معنی کسی شے کو بُرا سمجھنا۔ کبھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی عقوبت  
 (سزا دینا) کے لئے بولا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے)

۳: ۶ = الْحَكِيمُ۔ حکمت والا۔ بروزن فاعل صفت کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے  
 ۳: ۷ = مُّحْكَمَاتٌ۔ اسم مفعول جمع مؤنث۔ مُّحْكَمَةٌ۔ مفرد اِحْکَامٌ۔ مصدر (افعال) مجتہ۔ درست  
 جن کے معانی اور الفاظ میں اجمال اور اشتباہ نہ ہو۔ لفظ اپنے معانی پر واضح دلالت کرتا ہو اور غیر مراد کا احتمال نہ ہو  
 = اٰخِرٌ۔ اٰخِرٰی کی جمع جو اٰخِر کی تائید ہے۔

= مُّتَشَابِهَاتٌ۔ اسم فاعل جمع مؤنث۔ مُّتَشَابِهَةٌ مفرد۔ قرآن حکیم میں متشابہات سے کیا مراد ہے  
 اس کے معنی کی تشریح علماء نے مختلف طور پر کی ہے عام فقہانے لکھا ہے کہ اگر ظاہراً مراد کا علم نہ ہو کے تو  
 وہ متشابہ ہے۔

= نوٹ۔ تفسیر بیان القرآن میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع رسالہ موسوم  
 بر رسالۃ التواجم بما يتعلق بالتشابه تخریر فرمایا ہے جو از حد مفید ہے اور آل عمران کی تفسیر میں حاشیہ پر مندرج ہے  
 = ذَیْعٌ۔ کچی۔ حق سے روگردانی۔ ذَاغٌ یَزِیْعُ کا مصدر ہے۔

= اِبْتِغَاءٌ۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مصدر ہے یَغْنٰی سے۔ باب افتعال۔ یعنی کے اصل معنی کسی چیز کی طلب



میں درمیانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا کہیں خواہ وہ تجاوز کر سکے یا نہ کر سکے۔ یعنی دو قسم پر ہے  
(۱) محمود یعنی عدل و انصاف کی حد سے آگے نکل کر مرتبہ احسان حاصل کرنا۔ فرض کی حد سے تجاوز کر کے نوافل  
بجالانا۔ (۲) مذموم یعنی حق سے تجاوز کر کے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔ زنا کو بھی بغی کہتے ہیں کہ اس  
میں حدود عفت سے تجاوز کے معنی پائے جاتے ہیں۔

== تَادِيلٌ - اَدْلٌ سے بروزن تَفْعِيلٌ مصدر ہے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں اسی لئے مرجع  
اور جائے بازگشت کو مَوْدِلٌ کہتے ہیں۔ کسی نئے کو خواہ وہ نئی علم ہو یا فعل اس کی اصلی مراد کی طرف لوٹانے کا نام تادیل  
ہے۔ علم کی مثال وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلُهُ اِلَّا اللّٰهُ۔ (اور اس کی تادیل سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا) اور فعل کی مثال  
هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا تَاوِيلَهُ۔ (۵۳: ۷) اب کیا یہ لوگ اس کے سوا کسی اور بات کے منتظر ہیں کہ وہ  
انجام سامنے آجائے۔ الخ۔

تادیل - تفسیر - تشریح - تعبیر - کل مبہنی - بیان - حقیقت - ٹھیک پڑنا۔ انجام کار قیامت جیسے کہ  
(۵۳: ۷) میں اس معنی میں آیا ہے۔

== آیتہ ہدایں اللہ پر وقف ہے وَالرَّاسِخُونَ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔  
۸: ۳ = لَا تُزِغْ - دیکھو ذَنْبٌ آیتہ مندرجہ بالا (۳: ۷) فعل نہیں۔ واحد مذکر حاضر۔ تو کج نہ کرتو نہ پھیر  
= هَبْ - واحد مذکر حاضر۔ امر - وَهَبٌ - هِبَةٌ مصدر۔ باب فتح۔ تو عطا کر۔ تو بخشش کر۔  
وَهَابٌ۔ باللفظ کا صیغہ ہے بہت عطا کرنے والا۔ بہت زیادہ بخشش کرنے والا۔ اس سے قبل اِنَّ اَنْتَ  
لَکَ اور اَنْتَ کو لا کر اللہ تعالیٰ کی صفت واہبہ میں سخت تاکید پیدا کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہوگا: یقیناً وہاں  
تو تو ہی ہے۔

۹: ۳ = الْيَمِينُ - وعدہ - ظرف زمان بھی ہے وقت وعدہ۔

۱۰: ۳ = لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ - نفی تاکید ملن۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ الْغِنَى - تو نگرہی۔ بے  
نیازی۔ غنی۔ مالدار۔ بے نیاز۔ اَغْنَى عَنْهُ شَيْئًا - اس کو کسی حد تک بے نیاز کر دینا۔ هَذَا مَا يَغْنَى  
عَنْكَ شَيْئًا یہ تمہارے کسی کام نہ آئیگی۔ تمہارے لئے کسی فائدہ کی نہ ہوگی۔ تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔  
مَا اَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ (۱۱۱-۱۲) اس کا مال اس کے کام نہ آیا۔ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ  
مِنْ اللّٰهِ شَيْئًا۔ ان کا مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کی جانب سے کسی حد تک بھی بے نیاز نہ کر سکیں گی  
یعنی ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے۔

== دَقْدُودٌ - وَقَدْ يَعْتَدُ (صَرَبَ) (آگ کا بھڑکنا) سے۔ ایندھن - نِزْوَقَادٌ وَقِيدٌ -  
بمعنی ایندھن۔



۳:۱۱ = کَذَابٌ - ک حرف تشبیہ یا تمثیل - ذَا ب کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں مسلسل روش - عَادَۃً مُّسْتَمَرَّةً - ایسی عادت جس پر ہمیشہ عمل ہوتا ہے۔

= کَذَابِ اِلٰی فِرْعَوْنَ میں اگر اس کو نیا جملہ تصور کیا جائے تو اس صورت میں ذَا بھُمْ محذوف تصور ہوگا۔ اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آیتہ ما قبل میں جن کفار کا ذکر ہوا ہے ان کا طریقہ بھی وہی تھا جو کہ آل فرعون کا اور ان سے پہلے لوگوں کا تھا۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق آیہ سابقہ میں مذکور کفار کے مال و اولاد سے ہے اور عبارت کچھ یوں ہوگی لَنْ نَّغْنِيَّ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا کَذَابِ اِلٰی فِرْعَوْنَ یعنی جس طرح آل فرعون کو اس کا مال اور اس کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکی ان (کفار) کو بھی ان کا مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے

ایک تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق وَقُوْدُ النَّارِ سے ہے اور عبارت کچھ اس طرح ہے۔ اُولَٰئِكَ هُمُ وَقُوْدُ النَّارِ کَذَابِ اِلٰی فِرْعَوْنَ یعنی آل فرعون کی طرح یہ بھی جہنم کی آگ کا ایندھن ہونگے۔ جمہور علماء نے سب سے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے

= عِقَابٌ - مار - سزا - ایذار - عذاب - عقوبت - سزا دینا - عَاقِبَ لِعَاقِبٍ کا مصدر ہے عِقَابٌ عَقُوْبَةً مُّعَاقِبَةً - عذاب کے لئے مخصوص ہیں - عِقَاب کے اصل معنی پیچھے ہولینے کے ہیں (جیسے تعاقب پیچھا کرنے کو کہتے ہیں) چنانچہ بولتے ہیں عَقِبَ الثَّانِي الْاَوَّلَ دوسرا پہلے کے پیچھے ہولیا۔ اس اعتبار سے عِقَاب وہ سزا ہوئی جو ارتکاب جرم کے پیچھے دی جاتی ہے لہذا اس کا ترجمہ پاداش عمل کرنا چاہئے۔ ۱۲:۳ = تَحْشُرُوْنَ ہ مَضَارِعَ مَجْهُولٍ جمع مذکر حاضر الْحَشْرُ (باب نَصَرَ) کے معنی لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے مجبور کر کے نکال کر لڑائی وغیرہ کی طرف لے جانے کے ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اَلنِّسَاءُ لَا يُحْشَرْنَ عورتوں کو جنگ کے لئے نہ نکالا جائے۔ تم جمع کئے جاؤ گے۔

= اَلْمِهَادُ - اسم - بچھونا - مراد ٹھکانہ - قرار گاہ - مِهْدٌ گہوارہ - زمین - مِهْدٌ جمع - ۱۳-۳ = يَرُدُّهُمْ مِثْلُكُمْ رَاٰی الْعَيِّبِ - يَرُدُّنَ کی ضمیر کا مرجع فِئَةٌ تَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بھی ہو سکتا ہے اور اُخْرٰی (کافروں کا گروہ) بھی۔ اسی طرح يَرُدُّهُمْ میں هُمْ ضمیر مسلمانوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور کفار کے متعلق بھی۔ اس طرح اس فقرہ کے ترجمہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں -

- ۱۔ مسلمان کافروں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے۔
- ۲۔ مسلمان کافروں کو ان کی اصل تعداد سے دوچند دیکھ رہے تھے۔
- ۳۔ مسلمان اپنے آپ کو کافروں سے دوچند دیکھ رہے تھے۔



۴۔ کفار مسلمانوں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے

۵۔ کفار مسلمانوں کو ان کی تعداد سے دوچند دیکھ رہے تھے

۶۔ کافر اپنے تئیں مسلمانوں سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

دای العین مصدر مؤکد لید و نہد۔ بادی النظر میں تعداد کا اندازہ ایک اضافی امر ہے اگر حوصلے بلند اور دل میں ولولہ ہو تو مد مقابل کی تعداد اصل سے کم معلوم دیتی ہے۔ اور اس کے برعکس اگر حوصلے پست ہوں تو دشمن کی تعداد اصل سے زیادہ دکھائی دیتی ہے اس لحاظ سے معانی نمبر ۲ بعید از قیاس ہے کیونکہ مسلمان جو شش ایمان سے پُر تھے اس لیے ایسی حالت میں دشمنوں کی تعداد اصل سے زیادہ ہرگز معلوم نہیں دیتی بلکہ اصل سے کم نظر آتی ہے معنی ۳ بھی قرین قیاس نہیں مسلمان بخوبی جانتے تھے کہ ان کی تعداد ۳۱۳ ہے اور جبکہ کفار کی تعداد ۱۰۰۰ کے لگ بھگ تھی۔ اس لیے کسی بھی صورت میں وہ ۳۱۳ کو ۱۰۰۰ ہزار سے دگنا خیال نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح معنی نمبر ۴ بھی بعید از قیاس ہے کہ کافر ۱۰۰۰ ہزار ہوتے ہوئے ۳۱۳ کو اپنے سے دوچند یعنی ۲۰۰۰ ہزار کیسے خیال کر سکتے تھے۔

رہے معانی نمبر ۱۔ نمبر ۵۔ نمبر ۶۔ تو فریقین میں سے ایک فریق (مسلمانوں) کے جو شہمت و جرات اور دوسرے فریق (کفار) کے جذبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے تینوں صورتیں ممکن ہیں۔ اس اضافی کیفیت کی تائید میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی جاسکتی ہے فرماتے ہیں نظرنا الی المشرکین فزأیناھم لیضعفون علینا ثم نظرناھم فمأزأیناھم یزیدون علینا رجلاً واحداً۔ (ہم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو بادی النظر میں ان کو اپنے سے دوگنا دیکھا پھر دوبارہ جب (جو شش ایمانی اپنے زوروں پر آیا) ہم نے ان کو دیکھا تو ایسا پایا کہ ہم سے وہ ایک آدمی بھی زائد نہ تھے دوسری طرف ابو جہل کا قول ہے کہ جب کفار نے مسلمانوں کو دیکھا تو (چونکہ ابھی مد مقابل کا زور ملاحظہ ہی نہ کیا تھا) ابو جہل نے کہا ان محمد اوصحابہ اكلة جذور۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی تو اونٹ کا ایک لقمہ ہیں۔

لیکن جب مسلمانوں کی جرات و ہمت کا مزہ چکھا تو نگاہ میں فرق آگیا۔ اور مسلمانوں کی تعداد اصل تعداد سے دوگنا دکھائی دینے لگی۔ جمہور علماء و مفسرین نے اس فقرہ کا مطلب وہی لیا ہے جو کہ نمبر ۱ پر درج ہے یعنی مسلمان کافروں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے حالانکہ وہ تنگنے سے بھی زیادہ تھے۔

== یُؤْتِیْ - مضارع واحد مذکر غائب تَأْمِیْدُ مصدر باب تفعیل وہ قوی کرتا ہے۔

== عِبْرَةٌ - عبرت۔ نصیحت حاصل کرنا۔ دوسرے کے حال سے اپنے حال کو قیاس کرنا۔



== اَدِلِ الْاَبْصَارِ - اصْحَابِ نَظَرٍ - اصْحَابِ عَقْلِ -

۱۴:۲ == ذُئِبَتْ - تَزَيُّنَتْ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب - وہ سنوارا گیا - مزین کیا گیا - اچھا دکھلایا گیا -

== قَنَاطِيرُ - قنطار کی جمع - ڈھیر - انبار - کثیر مال - پُل - قنطار کی لفظی ساخت بندی کے مفہوم کو چاہتی ہے اسی لئے اونچی عمارت کو قنطرة کہتے ہیں -

== مَقْنَطَرَةٌ - ڈھیر کیا ہوا - قنطرة مصدر باب فعللة رباعی مجرد -

== اَلْمُسَوِّمَةُ - اسم مفعول - واحد مؤنث - تَسْوِيْمٌ مصدر سَوَّيْتُ سے باب تفعیل نشان زدہ ممتاز - سَيِّمَةٌ سَوَّيْتُ - سَيِّمًا - علامت، نشان - سَوَّيْتُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانا - اس مفہوم کے دو اجزاء ہیں - جانا اور طلب - کبھی صرف دو سراجز ملحوظ ہوتا ہے جیسے لَسُوْهُمُ وَاَكْمُرُ سُوْءَ الْعَذَابِ (۲: ۲۶۹) تمہیں سخت تکلیفیں دینے کی تلاش میں رہتے تھے -

چرانے کو بھیجنے کے لئے بھی آتا ہے سَمَّيْتُ (باب نصرم) اَسَمْتُ (باب افعال) سَوَّيْتُ (باب تفعیل) میں نے چرانے کے لئے بھیجا - قرآن حکیم میں ہے - شَجَرٌ فِيْهِ تَسْمِيُوْنَ (۱۰: ۱۶) درختوں میں تم اونٹوں کو چراتے ہو یا چرانے کے لئے بھیجتے ہو - سَائِمَةٌ - چرنے والے جانور -

== مَابٌ - مَابٌ مصدر بھی ہے اور اسم زمان و مکان بھی - لوٹنا - لوٹنے کی جگہ - لوٹنے کا وقت اَدْبٌ اور اَيَابٌ مصدر ہیں - اِنَّ اِلَيْنَا يَا بَهُمْ (۸۸ - ۲۵) تحقیق ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے ۱۵:۳ == قُلْ - اِیْ قُلْ یا محمد - اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے - امر کا صیغہ واحد

مذکر حاضر -

== اَدُنْبِيْكُمْ - اء - استفہامیہ نہیں بلکہ تقریر اور ثبوت کے لئے ہے اُنْبِیْیُ مصدر غ واحد متکلم تنبیئۃ (باب تفعیل) سے بمعنی خبر دینا - بتانا - کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - کیا میں تم کو بتاؤں میں تمہیں بتاتا ہوں خَبَرٌ - افعْلُ التَّفْضِيْلُ کا صیغہ - بہتر - زیادہ اچھی - عمدہ تر - ذَلِکُمْ سے مراد وہ چیزیں اور نعمتیں جو دنیاوی ہیں اوپر مذکور ہوئی ہیں - (وہ بہتر چیز کونسی ہے وہ یہ کہ متقیوں کے لئے ان کے رب کے ہاں جنتیں ہیں جن میں نہیں جاری ہیں -

اَزْوَاجٌ اور رِضْوَانٌ کا عطف جَنَّتِ پر ہے - اور ان کے لئے ہوں گی پاک بیبیاں اور خدا کی

خوشنودی -

۱۶:۳ == قِنَا - قِنَا - قِنَا واحد مذکر حاضر - امر معروف نا ضمیر جمع متکلم مفعول - دَقِيَ (لَفِيفٌ مَفْرُوقٌ) (باب ضرب) دَقِيَ دَقَايَةً - دَقِيَ يُوْقِي - قِي - لَا تَقِ - گردان امر یوں ہوگی - قِي - قِيَا - قُوا - قِي



فَيَا قَيْنَ - قِ اصل میں اضْرِبْ کے وزن پر اِدْقِ تھا۔ عمل تعلیل سے اَوْ شروع میں اور ی ساکن آخر میں گر گئی۔ قَيْنَا۔ ہم کو بچا۔ ہم کو محفوظ رکھ۔

۱۷:۳ = وَالْقَانِتَيْنِ - اطاعت گزار۔ اسم فاعل جمع مذکر معرف باللام قَنُوتُ باب نصر سے جس کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں۔

= الْمُنْفِقَيْنِ - اسم فاعل جمع مذکر۔ انْفَاقٌ مصدر راء خدا میں خرچ کرنے والے۔ اَنْفَقَ يَنْفِقُ۔ باب افعال سے۔ خرچ کرنا۔ باب مفاعلہ سے نَافَقٌ يَنْفِقُ فِي الدِّينِ۔ مذہب میں منافقت کرنا = الْمُسْتَغْفِرِينَ - اسم فاعل جمع مذکر اسْتَغْفَرَ مصدر باب استفعال۔ گناہوں کی معافی مانگنے والے = اَسْحَارٍ - سَحَرٌ کی جمع جس کے معنی رات کی تاریکی کے ساتھ دن کی روشنی کے ملنے کے ہیں۔ اسی لئے سحر صبح کے اول وقت کو کہتے ہیں۔ اسحار صبح کے اوقات۔

۱۸:۲ = شَهِدَ اللّٰهُ - اللہ تعالیٰ نے گواہی دی۔ اس صورت میں اس کا مصدر شَهِادَةٌ ہے اور اگر شَهِدُوْا سے ہو تو معنی ہوں گے اس نے پایا۔

= وَالْمَلَائِكَةُ اُولُو الْعِلْمِ - واو حرف عطف ہے اور ملائکہ اور اُولُو الْعِلْمِ اللہ معطوف علیہ معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے پس فعل شہد کا اطلاق ان ہر دو معطوف پر بھی ہوگا یعنی اللہ گواہی دیتا ہے اور فرشتے اور اہل علم بھی گواہی دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ = قَائِمًا بِالْقِسْطِ - ہُوَ کی تعریف ہے کہ عدل و انصاف کو قائم فرمانے والا۔

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں ومعناه انه تعالى قائم بتدبير خلقه وقائم بارزاقهم ومجازيم باعمالهم۔

ابوالاعلیٰ مودودی اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:- اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں۔

پیر کرم شاہ ضیاء القرآن میں یوں رقمطراز ہیں:-

قَائِمًا بِالْقِسْطِ کی ایک ترکیب یہ ہے کہ یہ حال ہے اور لفظ اللہ ذو الحال۔ اور دوسری ترکیب یہ ہے کہ:- لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ میں هُوَ ضمیر اس کا ذو الحال ہے اور یہ حال معنی اس کی صفت ہے اس صورت میں یہ مشہود ہے میں داخل ہوگا۔ یعنی ان سب گواہوں نے اس کی وحدانیت کی گواہی بھی دی اور اس کے ساتھ اس کے عدل و انصاف کی بھی شہادت دی۔

= لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ - کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۹:۳ = وَمَا اخْتَلَفَ - میں مآ نافیہ ہے اور مَا جَاءَهُمْ مِّنْ مَا بَيَّانُهُ ہے



== لَبِغًا بَيْنَهُمْ - بوجہ باہمی حسد و مخالفت کے۔

۲۰: ۳ = دَمِنِ اثْبَعَن - اِثْبَعَن اصل میں اِثْبَعَن تھا۔ اور وہ جنہوں نے میری پیروی کی۔  
 = اَلْأَقْيَيْنِ - مشرکین عرب جو اہل یہود اور نصاریٰ کے علاوہ تھے۔ اُقْمِی کے معنی اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ لکھ سکے نہ پڑھ سکے۔ اس زمانہ میں عرب کی یہ مخصوص صفت تھی کہ وہ اکثر و بیشتر بے پڑھے لکھے تھے اور اس صفت میں دوسری قوموں سے ممتاز تھے۔

= تَوَكَّأ ماضی جمع مذکر غائب تَوَكَّأ سے۔ اگر تَوَكَّأ کا لفظ متعدی بنفسہ ہو تو معنی ولایت (دوستی) اور قریب ترین مواضع سے اس کے حصول کو چاہتا ہے۔ جیسے وَلَّيْتُ سَمْعِي كَذَا۔ میں نے اپنے کان کو فلاں چیز پر لگایا۔ یا جیسے قرآن حکیم میں ہے دَمِنُ يَتَوَكَّى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ۔ (۵۶: ۵) اور جو شخص خدا اور اس کے رسول سے دوستی کرے گا۔

اور جب تعدیہ بدلے عن ہو خواہ عن لفظوں میں مذکور ہو یا مقدر تو اس کے معنی اعراض اور روگردانی اور دور ہونے کے ہیں جیسے آیت نہا میں۔ یہاں عن مقدر ہے پس فان تَوَكَّأ کا معنی ہوگا اگر وہ روگردانی کریں

۲۱: ۳ = يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ - جو عدل و انصاف کا حکم کرتے تھے۔  
 = اَلَيْسَ - دردناک۔ الم۔ درد۔ دکھ۔ تکلیف۔ جمع آلام۔  
 ۲۲: ۳ = حَبِطَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ اکارت ہو گئے۔ وہ مٹ گئے۔ وہ ضائع ہو گئے  
 ۲۳: ۳ = يُدْعَوْنَ - مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب دَعْوَةٌ سے۔ بلائے جائیں گے۔ بلائے جاتے ہیں۔

= لِيَعْلَمَكُمْ میں حکم کی اضافت کتاب اللہ کی طرف ہے

= ثُمَّ حرف عطف ہے اور پہلی چیز سے دوسری کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے یہاں معطوف علیہ محذوف ہے اور عبارت کچھ یوں ہوگی۔ وہم يعلمون انہ هو الحق ثم يتولى فربق قنہم۔ یہاں علم ہونے کے بعد ان کی روگردانی کا فعل مذکور ہے استبعاد لتوليہم۔

= مُعْرِضُونَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ روگردانی کرنے والے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ ہُم مُعْرِضُونَ یا تو فربق کی صفت ہے۔ وہم قوم لا يزال الاعراض دینہم (وہ ایک ایسا ٹولہ تھا کہ دین سے روگردانی سے باز نہیں آتا تھا۔ یا فربق کا حال ہے اور فربق ذو الحال ہے۔

۲۴: ۳ = غَرَّهُمْ - ماضی واحد مذکر غائب۔ غَوَّوْهُ مصدر۔ اس نے دھوکہ دیا۔ اس نے قریب دیا ہُم ضمیر جمع مذکر غائب اس کا فاعل جملہ ما کا نُوا يَفْتَرُونَ ہے۔ اِی غَرَّهُمْ افتراء ہمدو



كِذِبُهُمْ - اور ان کے کذب و افترار کی مثالیں۔

۱۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ط

۲۔ اَبَاءُنَا اِلَّا نَبِيَّاءُ يَشْفَعُونَ لَنَا -

۱۳۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَعَدَ لِعُقُوبِ اَنْتَ لَا يُعَذِّبُ اَبْنَاءَكَ - وغیرہ وغیرہ

۳: ۲۵ = فَكَيْفَ - اِنّی فکیف یکون حالہم

= لِيَوْمٍ - میں ل بمعنی فی آیا ہے ای فی یوم -

۳: ۲۶ = تَنْزِعُ - مضارع واحد مذکر حاضر - تو چھین لیتا ہے - تو اکھاڑ پھینکتا ہے -

۳: ۲۷ = تَوَلَّجُ - مضارع واحد مذکر حاضر - اِيْلَاجُ (اِفْعَالُ) مصدر - تو داخل کرتا ہے

ولج مادہ - کسی تنگ جگہ میں داخل کرنا - جیسے باب ضرب سے وَلَجَ يَلْجُ (حَتّٰی يَلْجَ

الْجَمَلُ فِي سَبْرِ الْخِيَاطِ) ۴: ۴۰ یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے -

۳: ۲۸ = فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ - اس فقرہ کی ترتیب کچھ یوں ہو سکتی ہے -

۱۔ فَلَيْسَ (لہ) من ولاية الله في شيء (الخازن) تو اس کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی

دوستی نہیں ہوگی - کیونکہ وہ تو اللہ کے دشمنوں کے دوست ہیں تو اللہ ان کو کیسے دوست رکھیگا -

کیونکہ موالاة اللہ و موالاة الکفار ضدان لا یجتمعان - کہ خدا کی دوستی اور کفار کی دوستی باہم

ایک دوسرے کی ضد ہیں - جو کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں -

۲۔ فَلَيْسَ لَهُ نَصْرٌ اَوْ لَایۃٌ مِنَ اللّٰهِ فِي اَمْرِ - تو کسی امر میں بھی اس کو اللہ کی دوستی یا مدد

نصیب نہ ہوگی - (عبداللہ یوسف علی)

= اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً - تَتَّقُوا - مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر - اصل میں تَتَّقُونَ تھا -

نون اعرابی بوجہ عامل اَنْ کے گر گیا -

تُقَاةٌ مصدر ہے تُقَاةٌ اصل میں وَقَاةٌ تھا - واو کو تا سے بدل دیا گیا - وقی - حروف مادہ

ہیں - وقی - یقی - اتقی یَتَّقِ - بچنا - پرہیز کرنا - حفاظت کرنا -

ماسوائے ایسی حالت کے کہ تم کو ان سے ظلم کا ڈر ہو - اِی اِلَّا اَنْ تَخَافُوا مِنْهُمْ مَخَافَةً

(الخازن) یا تم ان کے ظلم سے بچنے کے لئے ایسا طرز عمل اختیار کرو - (تفہیم القرآن)

= يُحَذِّرُكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب - کُم - ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - (اور اللہ)

تم کو ڈراتا ہے - خبردار کرتا ہے اپنی ذات سے - یعنی اپنے غضب - اپنی ناراضگی سے -

= اَلْمَصِيرُ - اسم ظرف مکان - صَارَ یَصِيرُ کا مصدر بھی ہے - لوٹنے کی جگہ - قرار گاہ - ٹھکانہ -



لوٹنا۔ مائل ہونا۔ کاٹنا۔ جمع ہونا۔

۲: ۳۰ = بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ - میں ہا ضمیر نفس کی طرف راجع ہے اور کہ ضمیر کا مرجع یا عمل سور ہے یا یوم ہے = كَوِّدٌ - مضارع واحد مؤنث غائب دُرٌّ (باب سمع) سے مصدر۔ وہ چاہیگی۔ آرزو کرے گی۔ دوست رکھیگی۔

= اَمَدًا - مدت مدید۔

= دَوْنٌ - مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ رَأْفَةً سے بروزن فَعُولٌ صفت مشبہ کا صیغہ۔

۳: ۳۳ = اصْطَفَى - اصْطِفَاءً (افتعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب اس نے چن لیا۔ اس نے پسند کر لیا۔ صَفَوْتُ سے باب افتعال میں ت کو ط سے اور واو کو ی سے بدل کر اصْطَفَى ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بندہ کو چن لینا۔

۳: ۳۴ = ذُرِّيَّةٌ - اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو ذُرِّيَّةٌ کہتے ہیں۔ مگر عرف عام میں چھوٹی بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ یا تو

۱:- ذُرْعٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ اور اس کا ہمزہ متروک ہو گیا ہے۔ جیسے رَدِّيَّةٌ اور بَرِّيَّةٌ۔ یا

۲:- اس کی اصل ذُرْوِيَّةٌ ہے۔ یا

۳:- ذُرٌّ سے بمعنی بکھیرنا۔ فَعْلِيَّةٌ کے وزن پر جیسے قُمْرِيَّةٌ ہے۔

اس کی جمع ذُرَارِيٌّ اور ذُرِّيَّاتٌ ہے۔

= ذُرِّيَّةٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ایک نسل جس کے بعض بعض کی اولاد تھے۔ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ - ذُرِّيَّةٌ کی صفت ہے۔

۳: ۳۵ = امْرَأَتُ عِمْرَانَ - عمران۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اور ان کے ہمشیرہ حضرت مریم کے باپ کا نام تھا۔ امْرَأَتُ عِمْرَانَ - میں عمران سے مراد حضرت موسیٰ کے والد نہیں بلکہ عمران کی عورت سے مراد عمران کی نسل میں سے ایک عورت ہے۔ حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت ہارون کی اولاد سے تھیں۔ اور حضرت مریم کی والدہ اور حضرت یحییٰ کی والدہ آپس میں رشتہ کی بہنیں تھیں۔ لہذا حضرت مریم امّ عیسیٰ علیہ السلام آل عمران میں سے ہوئیں۔

یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے باپ کا نام بھی عمران ہی تھا۔

۳: ۳۵ = نَذَرْتُ - ماضی واحد متکلم نَذَرٌ مصدر۔ (باب ضرب) نَصَرَ میں نے منت مانی۔ میں نے نذر مانی۔



= مُحَرَّرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ تَخْرِيْرٌ مصدر۔ آزاد کیا ہوا۔

بیت المقدس کی خدمت کے لئے مخصوص (مجاہد) عبادت کے لئے خالص کر لیا گیا (شعبی)  
دنیا کے دھندوں سے آزاد کردہ (جعفر صادقؑ)

۳۶:۳ = اُعِيْذْهُا۔ میں اس کو پناہ دیتی ہوں۔ اِعَاذَةٌ سے اِعَاذَ اُعِيْذُ (باب افعال) کوم یکوم)  
سے مضارع واحد مکمل۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب عَاذَ اُعُوْذُ۔ ب۔ باب نصر۔ کسی کی پناہ  
طلب کرنا۔ یا پناہ لینا۔

«وَاللّٰهُ سَعَىٰ تَا كَا لَانْتٰی» جملہ معترضہ ہے۔ وَاِنِّیْ سَمِعْتُهَا مَرْیَمَ سے پھر عمران کی عورت کا  
بیان شروع ہو جاتا ہے۔

= التَّرْجِیْمُ ط۔ ملعون۔ مردود۔ راندہ ہوا۔ دَجَمْتُ سے بروزن فَعِلٌ بمعنی مَفْعُولٌ۔ قرآن میں جہاں  
یہ لفظ آیا ہے شیطان کے لئے آیا ہے۔ کہ راندہ درگاہ الہی ہے۔

۳۷:۲ = اَنْبَتَهَا۔ اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر بمعنی اگانا۔ بڑھانا۔ اس نے اس کو بڑھایا (جاندار  
کے لئے) اس نے اس کو اگایا۔ (نباتات کے لئے) اِی رَبَّهَا الدَّبُّ تَرْبِیَّةٌ حَسَنَةٌ فِیْ عِبَادَةِ  
وَطَاعَةِ رَبِّهَا۔ (روح المعانی)

= كَفَّلَهَا ذَكْرِيَّا۔ اس نے (اللہ نے) اس کو (مریم کو) زکریا کی کفالت میں دیدیا۔ كَفَّلَ ماضی واحد  
مذکر غائب۔ تَكْفِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔  
كَفَّلَ کا فاعل اللہ۔ یعنی اللہ نے زکریا کو مریم کا کفیل بنادیا۔ اس صورت میں ہا ضمیر مفعول اول اور  
زکریا مفعول دوم ہوگا۔ لیکن تکفیل کے معنی کسی کو اپنی کفالت (ذمہ داری) میں لے لینا بھی ہے۔ اس لئے  
زکریا فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی زکریا نے مریم کو اپنی ذمہ داری میں لے لیا كَفَّلَ (باب نصر) بمعنی  
کسی کو اپنی ذمہ داری میں لے لینا۔ کفیل ذمہ دار۔

۳۹:۲ = بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ کی طرف سے ایک فرمان۔ اس فرمان سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام  
ہیں چونکہ ان کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے ایک غیر معمولی فرمان سے خرقِ عادت کے طور پر ہوئی تھی۔ اس  
لئے ان کو قرآن میں کلمۃ من اللہ کہا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن)

= حَصُوْرًا۔ عورت کے پاس نہ جانے والا۔ عورتوں سے بے رغبت۔ جو عورت کے پاس نہ  
پائے خواہ نامردی کے باعث یا پاکبازی اور عفت کی خاطر۔ اس کو حَصُوْرٌ کہتے ہیں حَصْرٌ سے  
روزن فَعُولٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۴۰:۲ = اَلْكِبَرُ۔ اسم مصدر۔ بڑھاپا۔ پیرانہ سالی۔



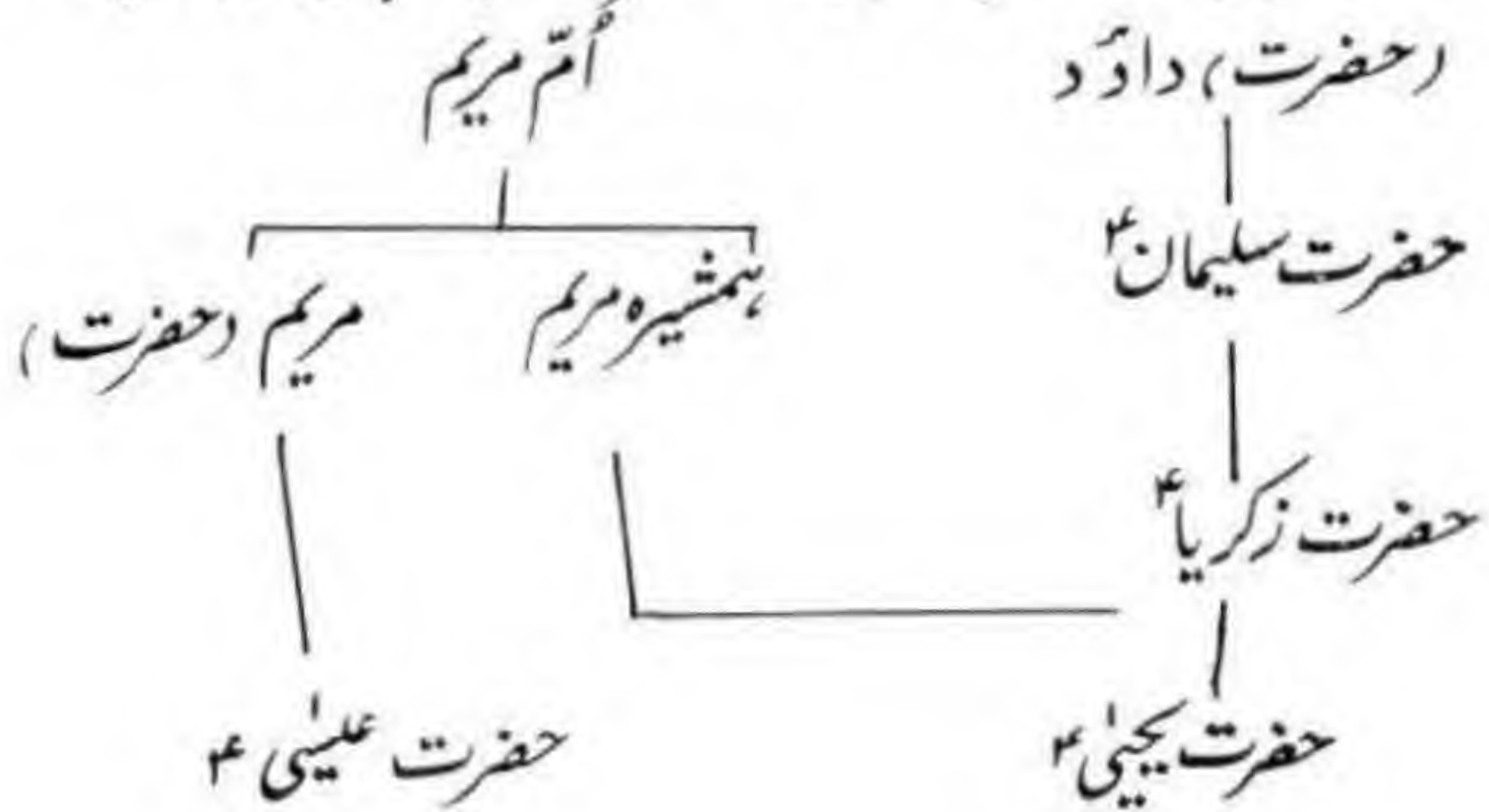
= عَاقِرٌ - بانجھ - عَقَارَةٌ سے جس کے معنی عورت کے بانجھ ہونے کے ہیں۔

۴۱: ۳ = الْعُشِيِّ - شام - سورج ڈھلے - بعد زوال - دن کا پچھلا وقت - زوال سے لے کر صبح تک کا وقت - نماز مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت۔

= اَلْاِبْكَارِ - صبح بروزن افعال اسم ہے

فائدہ نمبر ۱۰ - آیات نمبر ۴۰ اور ۴۱ میں کلام مابین زکریا اور اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے سوال منجانب زکریا ہے اور جواب منجانب اللہ تعالیٰ ہے۔

فائدہ نمبر ۲ - حضرت یحییٰ کا شجرہ نسب کچھ یوں بنتا ہے۔



۴۳: ۳ = اُذْنَتِي - تو بندگی کر - اطاعت کر - قَنُوتٌ سے جس کے معنی خشوع خضوع کے

ساتھ عبادت میں لگے رہنے کے ہیں - فعل امر - صیغہ واحد مؤنث حاضر۔

= اِذْكِنِي - فعل امر - واحد مؤنث حاضر - تو رکوع کر

۴۴: ۲ = اَنْبَاءٌ - بِنَاءٌ کی جمع - خبریں - حقیقتیں - جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل

ہو اسے بِنَاءٌ کہتے ہیں - کوئی خبر بِنَاءٌ نہیں کہلاتی جب تک کہ وہ شائبہ کذب پاک نہ ہو۔

= لَدَيْهِمْ - لدای مضاف - هُمْ مضاف الیہ - ان کے پاس۔

لَدَى - ظرف مکان غیر متکثر - پاس - طرف - ضمیر کی طرف اضافت کے وقت لَدَى

کی وہی حالت ہوتی ہے جو علی حرف جر کی ہوتی ہے۔

مثلاً لَدَيْنَا - عَلَيْنَا - لَدَيْهِ - عَلَيْهِ۔

= يُلْقَوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب (اِفعال) مصدر - وہ ڈال رہے تھے - اَلِلقاءِ

(اِفعال) کے معنی کسی چیز کو اس طرح ڈالنا کہ وہ دوسرے کو سامنے سے نظر آئے - پھر عرف میں

مطلق کسی چیز کو پھینک دینے پر القاء کا لفظ بولا جاتا ہے - قرآن مجید میں ہے - قَالَ اَلْقَهَا يَا



مُوسَىٰ فَأَلْقَاهَا - (۲۰: ۱۹) اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اسے ڈال دو (نیچے پھینک دو) تو اس نے اس کو ڈال دیا۔

== اِذْ يُلْقَوْنَ ..... مَرْكِبَهُ - جب وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے) پھینک رہے تھے کہ ان میں سے مریم کی سرپرستی کون کرے۔ یعنی قرعہ اندازی کی خاطر قلمیں پھینک رہے تھے۔ کہ کس کے نام قرعہ پڑتا ہے۔ یہاں اقلام سے مراد تیر بھی ہو سکتا ہے۔ تیروں کے ذریعہ قرعہ اندازی کا ان لوگوں میں دستور تھا۔

== يَخْتَصِمُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ جھگڑ رہے تھے (مریم کی کفالت کے سلسلہ میں) ۲: ۴۵ = كَلِمَةٍ مِّنْهُ - اس (اللہ) کی جانب سے ایک کلمہ۔ اس کا ایک کلمہ۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اِنَّهُ خَلَقَ عِيسٰی بِكَلِمَةٍ اللّٰهُ هُوَ قَوْلُهُ كُنْ فَيَكُوْنُ - اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنے قول كُنْ سے پیدا کیا۔ یہاں کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰ کی ذات ہے

== الْمَسِيْحُ - بعض علماء کے نزدیک مسیح کا لفظ عبرانی لفظ مشوح سے معرب ہے جس کے معنی معرب کے ہیں۔ اکثر علماء کے مطابق یہ لفظ مشتق ہے اور یہ لفظ فَعِلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل استعمال ہوا ہے یعنی مسح کرنے والا۔ کیونکہ آپ جس بیمار پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیتے تھے وہ صحیاب ہو جاتا تھا۔ یا مسیح بمعنی مساحت کرنے والا۔ زمین کی پیمائش کرنے والا۔ یا زمین پر مسافت پیادہ کرنے والا۔ کیونکہ آپ نے ساری عمر تبلیغ دین کے لئے مسافتیں گزاریں اور کہیں مستقل رہائش اختیار نہ کی۔

اور مسیح اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کے چہرے کا ایک رُخ صاف ہو یعنی نہ آنکھ ہونہ بھڑکی۔ اسی بناء پر دجال کو دجال مسیح کہتے ہیں۔

== عِيسٰی - عبرانی لفظ الیشوع کا معرب ہے بمعنی سید۔ سردار۔

== وَجِيْهًا - صیغہ صفت۔ دَجَاهَةٌ - مصدر۔ (باب کرم) وجاہت والا۔ قدرو منزلت والا با عزت

۲: ۴۶ = الْمَهْدِ - اسم۔ گہوارہ۔ پنگھوڑا۔ مراد شیرخوارگی کا زمانہ یا ماں کی گود میں ہونے کا زمانہ = كَهْلًا - باوقار۔ متوسط عمر کا آدمی جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہوں۔ عمر کا وہ حصہ جب دم کی قوتیں شباب پر ہوں۔

الکھل - ادھیڑ عمر کا۔ تیس سے پچاس سال تک کی عمر والا۔ (المنجد)

= يَكَلِّمُ النَّاسَ ..... كَهْلًا - یعنی بچپن سے لے کر بچی عمر تک حکمت و دانش کی باتیں لوگوں کو



بتائے گا۔

۴: ۲ = اِنِّیْ - کیونکر - کیسے - دیکھو ۲: ۲۳۳

= قَضٰی - ماضی واحد مذکر غائب قَضَاءُ مصدر - قضاء فعلی ہو یا قولی - بشری ہو یا الہی - بہر حال فیصلہ کر دینا یا کر لینا - کسی بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کر دینا - ضرور مفہوم قضا کے اندر ماخوذ ہے - صلوات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں -

بنانا - پورا کرنا - عزم کرنا - فیصلہ کرنا - حکم جاری کرنا - حکم دینا - مقدر کرنا - قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا - مقرر کرنا - حاجت پوری کر کے قطع تعلق کر لینا - فارغ ہونا - مرجانا - مار ڈالنا -

ان سب معانی کے لئے اس کا استعمال قرآن حکیم میں ہوا ہے - یہاں مراد فیصلہ کرنا ہے -

اِذَا قَضٰی اَمْرًا - جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے -

۴۸: ۲ = آیتہ ۴۷ بطور جملہ معترضہ بیچ میں آگئی - آیتہ ۴۶ میں فرشتوں کا کلام جو شروع ہوا تھا

آیتہ ۴۷ کے بعد اب پھر جاری ہو گیا - یہ سلسلہ کلام آیتہ ۴۹ کے اختتام سے قبل ہی ختم ہو کر حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کا کلام بغیر کسی تمہید کے شروع ہو جاتا ہے - یہ طرز کلام انشاعربی میں انوکھا اور غیر معروف

نہیں ہے - اور قرآن حکیم میں اس کی اکثر مثالیں ملیں گی -

= دُعِیْمُ الْكِتَابِ .... کا عطف یُبَشِّرُکَ پر ہے اور ہر دُو یُعَلِّمُ اور یُبَشِّرُ میں ضمیر فاعل

اللہ کی طرف راجع ہے -

۴۹: ۳ = الطِّیْنِ - گارا - مٹی - خاک - مٹی اور پانی کا آمیزہ - مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ طین ہے -

گو اس سے پانی کا اثر زائل ہی کیوں نہ ہو جائے -

= کَهَيْئَةِ - ک - حرف تشبیہ - هَيْئَةً - کسی چیز کی حالت - کیفیت - شکل و صورت - ہئی ماد

= اَنْفَحُ - نَفَحُ سے باب نصر - مضارع واحد متکلم - میں پھونک مالتا ہوں -

= اُبْرِئُ - اِبْرَأُ (افعال) سے مضارع واحد متکلم - اِبْرَأُ - ہر بری چیز - مرض وغیرہ سے

بری کرنا اور نجات دلانا - میں بری کر دیتا ہوں مرض سے - میں تندرست کر دیتا ہوں

= اَكْمَهَ - مادر زاد اندھا - صفت مشبہ کا صیغہ -

= اَبْرَصَ - کوڑھی - جس کو برص کی مرض ہو - ہر دو اکمہ و ابرص کی تانیث و جمع بروزن اَفْعَ

(واحد مذکر) فَعْلَاءُ (واحد مؤنث) فَعْلٌ (جمع مذکر مؤنث) ہوگی -

= اُنَبِّئُکُمْ - میں تم کو بتاؤں یا بتاتا ہوں - نَبَأٌ یُنَبِّئُ - نَبَأٌ خَبْرٌ -

= تَذَخِرُوْنَ (باب افتعال) اصل میں تَذْ تَخِرُوْنَ تھا - اِذْ تَخَرَّ يَدْ تَخِرُ - پہلے



کو دال سے تبدیل کیا۔ پھر ذال کو دال بنا کر دال کو دال میں مدغم کیا۔ اِدَّخَرَ يَدَّخِرُ ہو گیا۔ تَدَّخِرُونَ تم ذخیرہ کرتے ہو۔ تم آئندہ کے لئے جمع کرتے ہو۔

۵۲:۳ = اَجَسَّ - اِحْسَاسٌ (افعال) سے محسوس کیا اس نے ماضی واحد مذکر غائب

ای عرف منهم اصدارہم علی الکفر

= فَلَمَّا - میں ف فصاحت کے لئے ہے۔

= مِنَ النَّصَارَى إِلَى اللَّهِ کون ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں۔

= حَوَارِیُّوْنَ - حَوَارِیُّ کی جمع - حَوَارِیُّ حَوْرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی خالص سپیدی

کے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے۔ بقول شاہ عبدالقادر صاحب حواری

اصل میں دھوبی کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب میں سے پہلے دو شخص جو ان کے تابع ہوئے

دھوبی تھے۔ حضرت عیسیٰ نے ان کو کہا تھا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو میں تم کو دل دھونے سکھا دوں

وہ ان کے ساتھ ہوئے اس طرح سب کو یہ خطاب مٹھ گیا۔

۵۴:۳ = مَكْرُؤًا ماضی جمع مذکر غائب - یہاں اس کا فاعل اہل یہود ہیں۔ مَكْرُؤٌ - سے جس کے معنی کسی

شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دیا جائے۔ یہ دو قسم پر ہے اگر اس سے کوئی اچھا فعل

مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے ورنہ مذموم۔ چال چلنا۔ فریب کرنا۔ دھوکہ دینا۔ دھوکہ کی سزا دینا یا سزا

دینے کی خفیہ تدبیر کرنا۔ مکر و فریب اردو میں ہم معنی آتے ہیں۔

۵۵:۳ = مُتَوَفِّیْكَ - مُتَوَفِّیٌّ - اسم فاعل واحد مذکر مضاف لک ضمیر واحد مذکر مضاف الیہ۔

میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ میں تجھے اپنی گرفت میں لے کر اٹھائیوں والا ہوں۔ میں تجھے نیند میں سلاتے

والا ہوں۔ اور (اس حالت نیند میں) آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں اس کا مصدر تَوَفَّیٌّ

ہے۔ جس کا معنی پورا پورا لینا۔ تمام حق گرفتن۔ تَوَفَّیْتُ الشَّيْءَ اِیْ اَخَذْتُهٗ وَتَبَضَّعْتُهٗ تَامًا۔

سوائے میں مُتَوَفِّیْكَ کا مطلب یہ ہوا۔ میں تجھے سارے کے سارے کو یعنی روح بمعہ جسم قبضہ میں

لینے والا ہوں۔ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ - اور اپنی طرف اٹھالینے والا ہوں۔ اگرچہ تَوَفَّیٌّ کے اور معانی بھی

ہیں جیسا کہ اوپر مندرج ہے لیکن آیت کا مطلب متذکرہ بالا جمہور علماء کے نزدیک مقصود ہے اور

متعدد احادیث نبوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

= مُطَهَّرُكَ - مُطَهَّرٌ - اسم فاعل واحد مذکر لک ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول۔ تجھ کو پاکیزہ کرنے

والا ہوں۔ وَطَهَّرُكَ مِنَ الذِّنِّ کَفَرُوا اور تجھ کو ان لوگوں (کی تممتوں) سے پاک کرنے

والا ہوں۔ جنہوں نے (تیرا) انکار کیا۔



۵۷:۳ = فَوَفِّيْهِمْ - مضارع واحد مذکر غائب تَوْفِيَةً سے۔ وہ ان کو پورا پورا دیگا

۵۸:۳ = ذٰلِكَ - یعنی - الذی ذکرته لك من اخبار عیسیٰ وامہ مریم والحواریون وغیر ذلک من القصص (یعنی وہ ذکر جو میں نے حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ حضرت مریم اور ان کے حواری وغیرہ کے متعلق تجھ سے کیا ہے)

= مِنَ الْآيَاتِ وَالَّذِي كَرِهُ الْحَكِيمُ ط یہ اللہ کی آیات اور کلام پر حکمت ہے جس میں سے یہ باتیں تجھے سنائی جا رہی ہیں۔

۵۹:۳ = اِنَّ مَثَلَ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ط اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے آدم اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش یکساں ہے وہ بھی اس کی قدرت کی جلوہ گری ہے اور یہ بھی۔

۶۰:۳ = الْحَقُّ - یعنی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تخلیق آدم و تخلیق عیسیٰ علیہما السلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے ہر دو اس کی قدرت کاملہ کی جلوہ گری کا نتیجہ ہیں بالکل حق و صداقت = مُتَبَرِّئِينَ - اسم فاعل جمع مذکر مُتَبَرِّئًا مصدر باب افتعال - شک میں پڑنے والے تردد کرنے والے۔

۶۱:۳ = حَاجَتُكَ - حَاجَ (مفاعله) يُحَاجُّ مُحَاجَّةً - اس نے تجھ سے جھگڑا کیا۔ حجت بازی کی۔

= ضِيْدٍ میں ۵ ضمیر واحد مذکر یا تَوْقِصَہ عیسیٰ علیہ السلام متذکرہ بالا مراد ہے یا یہ ضمیر الْحَقُّ کی طرف راجع ہے۔

= تَعَالَوْا - تم آؤ۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تَعَالَى سے جس کے معنی بلند ہونے اور آنے کے ہر اصل میں تَعَالٰ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بلند مقام کی طرف بلایا جائے۔ پھر ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال کیا گیا۔ بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ عَلُوُّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعت منزل کے ہیں۔ تو گویا تَعَالَوْا میں رفعت منزل کے حصول کی دعوت ہے قرآن مجید میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے۔ علماء لغت کے نزدیک تَعَالٰ مطلقاً هَلُمَّ کے ہم معنی ہے۔

= نَبْتِهَلْ - جمع متکلم مضارع مجزوم۔ اِبْتِهَالٌ - (افتعال) مصدر۔ ہم مباہلہ کریں۔ مباہلہ کہتے ہیں کہ فریقین نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔



۲۶۲:۳ = مَا مِنْ إِلَهِ فِي نَافِيَةٍ هِيَ أَوْ كَهُوَ فِي لَامٍ تَأْكِيْدٍ كَمَا لَمْ يَكُنْ هِيَ -

۳ : ۶۴ = کَلِمَةٍ سے یہاں مراد جملہ اَلَّا نَعْبُدَ ..... مِنْ دُونِ اللّٰہ ہے جو آیت شریفہ میں آگے چل کر مذکور ہے۔

== سَوَاءٌ بَيْنَنَا - اسم مصدر ہے۔ برابر۔ اِسْتَوَاء یعنی دونوں طرف سے برابر ہونا۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔ سو پر اگر ہو تو قصر ہو گا جیسے سُوٰی (وَلَا اَنْتَ مَكَانًا سُوٰی) اور اگر بس پر ہو گا تو مد کے ساتھ آتیگا جیسا کہ آیت ہذا میں۔ سَوَاءٌ بمعنی وسط کے بھی آتا ہے جیسے فِي سَوَاءِ الْجَحِيْمِ ط (۵۵: ۳۷) دوزخ کے نیچوں نیچ۔ بمعنی تمام کے بھی آتا ہے جیسے فِي اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَاءٍ لِلْسَّائِلِيْنَ - (۱۰: ۴۱) چار دن میں سائلین کی ضرورت کے مطابق پوری پوری۔

كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ۔ وہ بات جو ہمارے مابین ہے درمیان برابر ہے یعنی اَلَا لَعَبْدٌ -----

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

عَلِمَ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ۔ وہ بات جو ہمارے مٹھارے درمیان برابر ہے یعنی اَلَا نَعْبُدُ۔۔۔۔۔  
مِنْ دُونِ اللَّهِ۔

۶۶:۳ هَا اَنْتُمْ هٰؤُلَاءِ۔ هَا حرف تنبیہ۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع مبتدأ۔  
هٰؤُلَاءِ۔ یہ هَا، اس ضمیر مرفوع پر آتی ہے جس کی خبر اسم اشارہ ہو یہاں اُولَآءِ خبر ہے۔ دیکھو تمہیں  
ہودہ لوگ۔

۶۷:۳ = حَاجُجُتُمْ۔ حَاجٌ يُحَاجُّ مُحَاجَّةً سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے حجت بازی کی۔ تم نے جھگڑا کیا۔

۲: ۶۷ = حَيْفًا سب باطل را ہیں چھوڑ کر راہِ حق کو پکڑنے والا۔ دیکھو ۲: ۱۳۵۔

۶۸:۳ = ادُلّٰی - زیادہ لائق - زیادہ مستحق - زیادہ قریب -

دلی سے افضل التفضیل کا صیغہ ہے جب اس کا صلہ لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے۔ اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے جیسے اَدُلٰی لَکَ خَادِلٰی۔ (۷۵-۳۴-۳۵) تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔ یہاں اَدُلٰی۔۔۔ بِاِبْرٰہِیْم۔۔۔ لوگوں میں سے ابراہیم کے سب سے نزدیک یا قریب۔

۳: ۶۹ = دَدَتْ مَاضِي وَاحِد مَوْث غَائِب - دَرَّ يَوْدُ وَدَّ - مَوْدَّةٌ - مصدر - اس نے دل چاہا۔  
= لَوْ - بمعنی کہ۔

== کو۔ بمعنی کہ۔

۳۰:۷۰ = تَشْهَدُونَ - تم شاہد ہو۔ تم حاضر ہو۔ تم گواہی دیتے ہو۔ شَهِيدٌ جس کے معنی حاضر ہونے کے اور موجود ہونے کے ہیں۔ یا شَهِادَةٌ سے جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں۔ اے اِنْسُمُ تَعْلَمُونَ حَقِيقَتَهَا بِلا شَبْهَةٍ بِمَنْزِلَةِ عِلْمِ الْمَشَاهِدَةِ اور تم بلا شک حقیقت کو بمنزلہ علم مشاہدہ کے جانتے ہو۔ (روح المعانی)



۳: ۷۱ = تَلْبِسُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ لَبَسَ سے۔ تم خلط ملط کرتے ہو۔ مُلَابَسَةٌ باہم خلط ملط ہونا تَلْبِسُونَ۔ لَبَسَ سے بمعنی پہننا

۳: ۷۲ = وَجْهَ النَّهَارِ - دن کا شروع حصہ۔ جیسے وَجْهَ الدَّهْرِ - زمانہ کا شروع۔ اللہ کی رضا۔ جیسے فَعَلَ ذَلِكَ لِوَجْهِ اللَّهِ - اللہ کی خوشنودی کے لئے یہ کام کیا۔ چہرہ۔ ذات جیسے يَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ (۵۵: ۲۷)

۳: ۷۳ = طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ - کا خطاب اہل کتاب کے دوسرے اشخاص سے ہے جو اسی طائفہ کے ہم مذہب ہیں۔

۳: ۷۴ = وَلَا تَوْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ مَاقُلَ إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيْتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ۔ مفسرین نے اس کو مشکل ترین آیت شمار کیا ہے (ضیاء القرآن)

وقال الواحدی ان هذه الآية من مشكلات القرآن واصعبه تفسيرا۔  
اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اہل یہود کے طائفہ کا قول جو آیہ ماقبل (۷۳: ۷۲) میں دیا گیا ہے اس آیت کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اور وَلَا تَوْمِنُوا سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہو جاتا ہے۔

يَحْتَمِلُ ان يَكُونَ الْخَبَرُ عَنِ الْيَهُودِ قَدْ تَمَّ عِنْدَ قَوْلِهِ لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ - وَقَوْلِهِ وَلَا تَوْمِنُوا " مِنْ حَلَامِ اللَّهِ تَعَالَى ثَبَتَ بِهٖ قُلُوبُ الْمُؤْمِنِينَ لَوْلَا يَشْكُو عَنِ تَلْبِيسِ الْيَهُودِ وَتَزْوِيرِ هَدْيِ اللَّهِ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَا تَصَدَّقُوا بِمَا مَعَشَرَ الْمُؤْمِنِينَ إِلَّا مَنْ تَبَعَ دِينَكُمْ وَلَا تَصَدَّقُوا ان يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيْتُمْ مِنَ الدِّينِ وَالْفَضْلِ وَلَا تَصَدَّقُوا ان يَحَاجُّكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ اَوْ يَقْدِرُوا عَلَىٰ ذَلِكَ فَان الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ وَاِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ۔ فَتَكُونُ الْآيَةُ كُلُّهَا خَطَابًا لِلْمُؤْمِنِينَ عِنْدَ تَلْبِيسِ الْيَهُودِ لَوْلَا يَشْكُو اَوْ لَا يَشْكُو۔

(احتمال ہے کہ اہل یہود کے متعلق بات لعلہم یرجعون پر ختم ہو گئی۔ اور وَلَا تَوْمِنُوا الخ کلام اللہ ہے۔ یہ اس لئے کہ) مؤمنین کے دل نہ ڈگمگائیں اور اہل یہود کی اپنے دین میں تزویر و تلبیس باعث شک نہ بنے۔ سو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے مؤمنو! سوائے اپنے مذہب کے پیروکار کے کسی پر اعتبار نہ کرو۔ اور نہ ہی یہ باور کرو کہ جو عنایات تم پر ہوئی ہیں کسی اور پر بھی ہو سکتی ہیں اور نہ ہی اس امر کو دل میں جگہ دو کہ وہ تم پر خدا کے حضور دلیل میں غالب آجائیں گے کیونکہ ہدایت تو وہی ہے







۵۔ اور اگر اَدُ کو بمعنی اِنْ حرف شرط لیا جائے تو مطلب یوں ہو سکتا ہے کہ اگر اہل یہود وہ کہیں جو انہوں نے لِسَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ تک کہا تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سے) کہہ کہ اِنَّ الْهُدٰى . . . . مَا اُوْتِيتُمْ۔ اگر وہ خدا کی دُئِن (عطائیگی) پر کٹ جتی سے کام لیں تو کہہ اِنَّ الْفَضْلَ . . . . مَنْ يَّشَاءُ۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بات کہنے کے لئے ہدایت کی جاتی ہے یا تو مَنْ يَّشَاءُ پر ختم ہو جاتی ہے۔ یا آیتہ ۴۷ کے اخیر تک چلی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا مذکورہ صورتوں کے علاوہ ان فقروں کی اور بھی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں

۳: ۴۷ = يَخْتَصُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب مخصوص فرماتا ہے

= ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ الفضل موصوف العظیم صفت۔ صفت موصوف مل کر مضاف الیہ۔ ذو مضاف۔ فضل عظیم کا مالک۔

۳: ۵۷ = تَأْمَنُّهُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ ضمیر واحد مذکر غائب تو اس کو امانت دے۔ تو اس کو امین بنائے۔

= قِنْطَارٍ۔ مال کثیر۔ ڈھیروں۔ انبار۔ جمع قِنْطَارٍ۔

= يُؤَدِّيهِ۔ واحد مذکر غائب۔ مضارع۔ ضمیر واحد مذکر غائب۔ وہ اسے ادا کر دے گا۔ اداء مادہ۔ تَأْدِيَةٌ مصدر

= مَا دُمْتُ۔ مَا دَامَ افعال ناقص میں سے ہے باب نصر۔ ضرب) سے دوام مصدر۔

ماضی صیغہ واحد مذکر حاضر۔ جب تک تو ٹھہرا رہا۔ جب تک تو رہا۔

مَا دُمْتُ عَلَيْهِ قَائِمًا۔ جب تک تو اس کے سر پر کھڑا ہے۔

= لَيْسَ عَلَيْنَا . . . . سَبِيلٌ۔ اسی لیس علینا فی مَا اَصْبَاهُ من اموال العرب عتَابٌ

وَذَمٌّ۔ اہل عرب کے مال میں سے جو بھی ہم ہتھیالیں اسی پر متواخذہ نہیں ہے۔ امیوں (غیر یہودیوں)

کے معاملہ میں ہم پر کوئی متواخذہ نہیں ہے ان سے وہ خلائی کریں۔ دھوکہ دیں۔ نقصان پہنچاویں۔

امانت کو ادا نہ کریں۔ کسی طور پر مال ایٹھ لیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳: ۶۷ = بَلٰی۔ حرف۔ ہاں۔ الف اس میں اصلی ہے بعض کہتے ہیں کہ زائد ہے۔ اصل میں

بَلٰی تھا۔ بلی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے۔

۱۔ نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے ذَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْ لَّنْ يَّبْعَثُوْا قُلَّ بَلٰی وَرَبِّیْ

لَتُبْعَثَنَّ (۶۴: ۷) کافروں کو خیال ہے کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے تو کہہ دے کیوں نہیں

قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔ ۲۔ یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو



نفی پر واقع ہے خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے اَلَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ کیا زید کھڑا نہیں۔ جواب میں کہا جائیگا بَلَىٰ۔ ہاں یعنی کھڑا ہے۔ یا استفہام توہینی ہو جیسے اَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ اَلَنْ تَجْعَلَ عِظَامَهُ بَلَىٰ قَادِرِينَ عَلَىٰ اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ (۵۱: ۲۰) کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔

یا استفہام تقریری ہو۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا (۱۴۲: ۴) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں نَعَمْ اور بَلَىٰ میں فرق یہ ہے کہ نَعَمْ استفہام مجرد کے جواب میں آتا ہے۔ اور بَلَىٰ بالاتفاق ایجاب کے جواب میں نہیں آتا۔ بلکہ اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جو مقرر (متصل) بنفی ہو۔ نیز بَلَىٰ ابطال نفی کے لئے آتا ہے۔ اور نَعَمْ تصدیق یا قبل کے لئے۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ (۱۴۲: ۴) بَلَىٰ کی مثال۔ اور نَعَمْ کی مثال۔ فَمَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ۔

= اَدْنَىٰ۔ اِيفَاءُ سے ماضی واحد مذکر غائب اس نے پورا کیا۔

(۳: ۸۸) = يَكُونُ مضارع جمع مذکر غائب لِيْ مصدر۔ باب نصر۔ وہ گھماتے ہیں۔ وہ پھرتے ہیں۔ لِيْ۔ موڑنا۔ مروڑنا۔ پھیرنا۔ گھمانا۔ لَوِي يَلْوِي (ضرب) لَوِي لِسَانُهُ يَالْوِي بِلِسَانِهِ اس نے زبان پھیر لی یعنی جھوٹ کہا۔ خود اپنی طرف سے بات گھڑ لی۔ مطلب یہ کہ زبان مروڑ کر الفاظ بگاڑ کر ادا کرتے ہیں۔ مثال۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ كَوَيْلٌ اَنْ مَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پڑھنا۔

اگر لَوِي کے اول مفعول پر علی ہو تو متوجہ ہونے اور منہ پھیر کر دیکھنے کے ہیں لَدَيَّ عَلٰی اَحَدٍ۔ وہ ایسا سمجھا گا کہ کسی طرف منہ پھیر کر نہ دیکھا۔

(۳: ۸۹) = وَ لٰكِنْ۔ اور كُوْنُوا کے درمیان يَقُولُ محذوف ہے بلکہ وہ تو یہ کہے گا۔

= رَبَّنَا رَبَّنَا۔ زائد۔ خدا پرست۔ درویش۔ اللہ والے۔ ربی۔ مرشد خلق۔ رَبَّانِي کی نسبت رب کی طرف ہے اس نسبت سے اِنے رَبِّي ہونا چاہئے تھا۔ لیکن مبالغہ کے لئے الف نون کا اضافہ کر دیا ہے۔ جیسے بڑی گھتی ڈاڑھی والے کو یحیائی اور بہت فرہ گردن والے کو رَبَّانِي کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں رَبَّانِي کا مطلب ہوگا بالکل اللہ والا۔

= تَدْرُسُوْنَ۔ (باب نصر) مضارع جمع مذکر حاضر تم پڑھتے ہو

(۳: ۸۰) = وَلَا يَأْمُرُكُمْ۔ ثُمَّ يَقُولُ پر عطف ہے اور اس کا فاعل بشر ہے جو ابتدائی



آیت میں مذکور ہے اور وہ بندہ نہیں حکم دے گا تمہیں۔

== اَيَّا مَرْكُؤَ تَعَجِبْ اور استفہام انکاری کے طور پر ہے یعنی وہ ایسا حکم ہرگز نہیں دیگا۔ ضمیر فاعل بشر کی طرف راجع ہے۔

۳: ۸۱ = اس آیت میں میثاق النبیین کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ نبیوں کے بارہ میں میثاق لیا گیا۔ دوسرا وہ میثاق جو نبیوں سے لیا گیا تھا۔

بعض مفسرین نے پہلا مطلب اختیار کیا ہے اور ان میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی ہیں اور بعضوں نے دوسرا مطلب اختیار کیا ہے۔ لیکن پہلا مطلب زیادہ قرین قیاس ہے۔ دوسرے مطلب کی صورت میں ما حاصل یہ ہوگا کہ اللہ نے نبیوں میں سے ہر ایک نبی سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر کوئی دوسرا رسول اس کے عہد میں مبعوث ہو تو اس کا فرض ہے کہ اس کی تصدیق کرے۔ اور اس کا ساتھ دے۔

تاریخ میں کب اور کہاں ایسے حالات معرض وجود میں آئے کہ ایک امت کی جانب ایک رسول کتاب و حکمت لے کر آیا ہو اور اس کی حیات ہی میں ایک دوسرا رسول کتاب و حکمت کے ساتھ مبعوث ہوا ہو۔ اگر کبھی دو نبی ایک ہی وقت میں ایک ہی امت کی طرف بھیجے گئے تو دوسرا محض پہلے کی تائید اور نصرت کی خاطر مبعوث ہوا۔

اور جہاں تک اس آیت سے یہ مطلب اخذ کرنے کا سوال ہے کہ اس سے مراد تمام انبیاء سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی پیروی کا اقرار لیا گیا تھا تو امام رازی نے اس بارہ میں ایک بہت معقول سوال اٹھایا ہے کہ رسول مقبول کی بعثت کے وقت تمام انبیاء فوت ہو چکے تھے وہ کیسے ایسے وثاق کے مکلف ہو سکتے تھے۔ لہذا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا موقف ہے وہ درست ہے کہ یہ میثاق ہر امت سے لیا گیا کہ ان میں سے ہر ایک کو بذریعہ رسول کتاب و حکمت دی گئی ہے لیکن جب کبھی اس کے بعد کوئی اور رسول منجانب اللہ کتاب و حکمت لے کر آئے جو پہلی کی تصدیق و تائید میں ہو تو اس وقت کی امت پر فرض ہوگا کہ نئے آنے والے رسول کی پیروی کرے اور اس کے ساتھ تعاون کرے کیونکہ اصل دین ایک ہی ہے اور جتنے بھی خدا کے رسول ہیں سب اسی کی دعوت دینے والے ہیں۔

== وَ اِذَا خَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ۔ اور یاد کرو جب ہم نبیوں کے بارہ میں عہد لیا تھا۔

== لَتَوُ مِثْقًا بِهٖ وَلَتَنْصُرُوْهُ۔ ہر دو فعل مضارع معروف باللام تاکید و نون ثقیلہ ہیں۔ تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

== اِصْرِيْ۔ میرا عہد۔ چونکہ عہد کی ذمہ داری کا بھی انسان پر بوجھ ہوتا ہے اس لئے اِصْرٌ کا

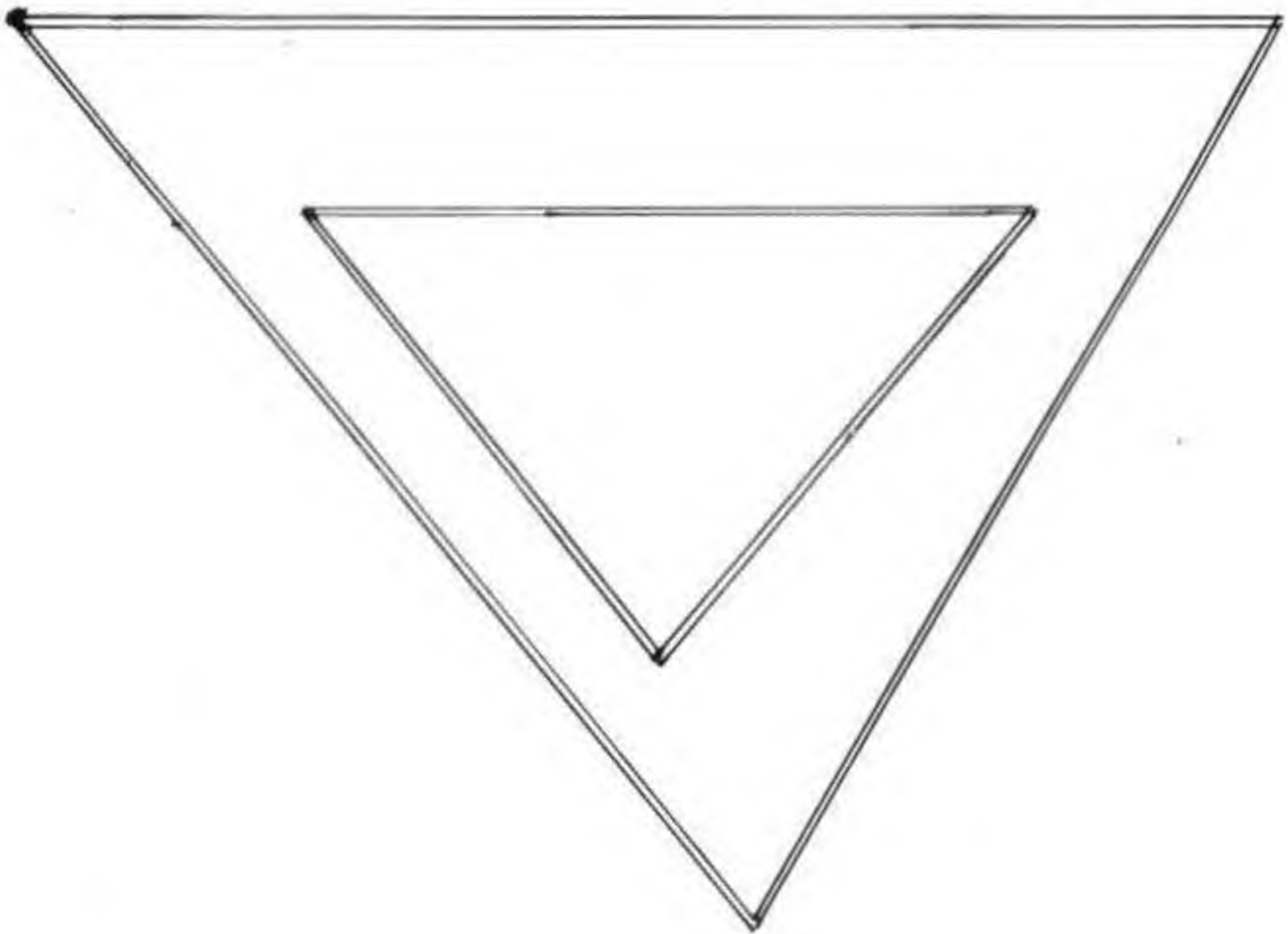


استعمال عہد کے معنی میں بھی ہوتا ہے جمع اَصَادُ

۳: ۸۴ = اَسْبَاط - قبیلے - ایک دادا کی اولاد - سِبْطُ کی جمع جس کے معنی پوتے اور نواسے دونوں کے ہیں - مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ آتا ہے یہاں حضرت یعقوب کی اولاد مراد ہے۔

۳ - ۸۵ = يَبْتَغِ - اصل میں يَبْتَغِي تھا - من عامل کی وجہ سے غ جو آخری متحرک حرف تھا ساکن ہو گیا - ی بوجہ ساکنین کے گر گئی - ی کی موجودگی کو ظاہر کرنے کے لئے غ مکسور کر دی گئی مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - ابتغاء مصدر - چاہے - ٹوہونڈھے - طلب کرے -

۳: ۹۱ = مِلٌّ وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے - جمع امْلَاءُ  
مِلُّ الارْحَمِ - مضاف مضاف الیہ اتنی مقدار جو زمین بھر میں سما سکے -  
= اِفْتَدٰی - اس نے اپنے چھڑانے کا بدلہ (فدیہ) دیا -  
ماضی واحد مذکر غائب اِفْتَدٰی (افتعال) کے وزن پر -









پَا رَہ  
 لَکِن تَسَالُوْا  
 (۴)  
 اَلْهَ عِمْرَان - اَلنِّسَاء







۹۲:۳ = لَنْ تَنَالُوا - مضارع نفی تاکید بَلَنْ - صیغہ جمع مذکر حاضر  
اصل میں لَنْ تَنَالُونَ تھا۔ لَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ صیغہ جمع کو ظاہر  
کرنے کے لئے اخیر میں الف زائد کر دیا گیا۔ تم ہرگز نہیں پاؤ گے۔ تم ہرگز نہیں پہنچو گے۔  
نَبِلُّ سے (باب سمع)

= الْبِرَّ - مصدر - مفعول بہ ہے فعل لَنْ تَنَالُوا کا۔ نیکو کاری۔ نیکی کرنا۔ مہلاتی کرنا۔ طاعت  
صلاحیت۔ سچائی۔ نیک برتاؤ۔

بِرٌّ - میں اعتقادی و عملی دونوں قسم کی نیکیاں شامل ہیں۔

مثال - لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُودُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ .....

(۱۷۷:۲)

= تَنْفِقُوا ۲ - انْفَاقٌ (افعال) سے جمع مذکر حاضر فعل مضارع معروف - نون اعرابی عامل  
کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے۔ تم خرچ کرو۔ تم خرچ کرو گے۔ تم خرچ کرتے ہو۔

۹۳:۳ = اسْرَائِيلُ - سے اگر بنی اسرائیل مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ نزول توراۃ  
سے قبل بنی اسرائیل نے رسماً بعض چیزیں حرام قرار دے لی تھیں جن کی حرمت توراۃ میں مذکور  
نہیں ہے۔ اور اگر اسرائیل سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام لئے جا دیں تو اس کا مطلب  
یہ ہوگا کہ انہوں نے طبعی کراہت کی وجہ سے یا کسی مرض کی بناء پر احتراز فرمایا تھا۔ پھر ان کے  
بعد ان کی اولاد نے ان چیزوں کو ممنوع سمجھ لیا تھا۔

۹۴:۳ = اخْتَرَى - اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔

اخْتَرَأُ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب خوی حروف مادہ الْفَعْرُ (نصر) کے معنی  
چمڑے کو سینے اور درست کرنے کے لئے اُسے کاٹنے کے ہیں۔ اور اخْتَرَأُ (افعال)  
کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اخْتَرَأُ - جھوٹ۔ دشمنی۔

اخْتَرَى عَلَيْهِ الْكَذِبَ کسی پر تہمت لگانا۔ کسی پر جھوٹ باندھنا۔

فَمَنْ ..... الْكَذِبَ - پس جو شخص اللہ پر جھوٹا بہتان تراشا ہے۔

= مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ - اس وضاحت کے بعد جو آیت ۹۳ میں کی گئی ہے۔

۹۵:۳ = مِلَّةَ - دین کی طرح ملت بھی اس دستور کا نام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء  
کی زبان پر بندوں کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ وہ قرب خداوندی حاصل کر سکیں  
دین اور ملت میں فرق یہ ہے کہ ملت کی اضافت صرف اس بنی کی طرف ہوتی ہے جس کا



وہ دین ہوتا ہے پس فَا تَبْعُوا۔۔۔ اِبْرٰہِیْمَ۔ پس دین ابراہیم کی پیروی کرو۔  
 حَنِيفًا = الْحَنِفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ الْحَنِيفُ۔  
 بر وزن فَعِيلٌ جو باطل کو چھوڑ کر استقامت پر آجائے، جو سب سے بے تعلق ہو کر صرف خدا کا ہو جائے  
 ۹۷: ۳۔ فِيْهِ اٰیٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰہِیْمَ۔ ۵ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا۔ فِيْهِ اٰیٰتٌ بَيِّنٰتٌ  
 میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب بَيِّنٰت کی طرف راجع ہے جو آیہ ماقبل میں مذکور ہے۔  
 فِيْهِ اٰیٰتٌ بَيِّنٰتٌ (فمنہا) مقام ابراہیم۔ اس میں کئی روشن نشانیاں ہیں (ان میں سے  
 ایک) مقام ابراہیم ہے۔

۹۹: ۳۔ تَصَدُّوْنَ۔ صَدٌّ و نَصَرٌ تم روکتے ہو۔ تم بند کرتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔  
 تَبْعُوْا نَهَا۔ تم اس کو چاہتے ہو بَعُوْ ہے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ هَا طمیر واحد مؤنث غائب  
 جو سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔ سبیل مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔  
 عَوَجٌ یَعْوِجُ (سمع) سے اسم ہے ٹیڑھا ہونا۔ کج ہونا جو کجی آنکھوں سے نظر آجائے مثلاً دیوار  
 کا ٹیڑھا ہونا۔ وہ عَوَجٌ (بفتح عین) ہے اور جو نظر نہ آئے مثلاً سونچو سمجھ میں کجی۔ قول میں کجی (عین  
 کے کسر کے ساتھ) ہے۔

۱۰۱: ۲۔ یُعْتَصِمُ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِعْتَصَمَ (افتعال) مصدر۔ مضبوط پکڑنا  
 ہے۔ عَصَمَ۔ گردن بند۔ حَمِلَ۔ عَصَمَ اور عَصَمَ کتے وغیرہ کی گردن کا پٹہ۔ عَصَام۔  
 مشک کا بندھن مِعَصَمٌ کلانی کا پوہ پنا۔ عَصَمٌ مصدر۔ لَصَوْبٌ سم اختیار کرنا۔ بچانا۔ محفوظ رکھنا  
 عَصَمَ اِلَیْہِ اس نے اس کی طرف پناہ لی۔ اِعْتَصَمَ (افتعال) گناہ سے بچے رہنا۔ اِلْعَصَامُ  
 (الفعال) گناہ سے بچنا۔

۱۰۳: ۳۔ اَلْفَ۔ اس نے الفت دی۔ اس نے محبت ڈال دی۔ تَأْلِیْفٌ (کَفَعِلٌ) سے  
 جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں۔ تَأْلِیْفُ الْقُلُوْبِ دلوں کو اکٹھا کرنا۔ باہمی  
 الفت پیدا کرنا۔

شَقَا۔ کنارہ۔ یہ لفظ ہلاکت کے قریب ہونے کے لئے ضرب المثل ہے (ش ف و حروف  
 مادہ ہیں) چنانچہ کہتے ہیں اَشْفٰی فُلَانٌ عَلٰی الْهَلَاكِ فُلَانٌ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا  
 = حَفْرَةٌ۔ گرہا۔ حَفَرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی زمین کھودنے کے ہیں۔ حَفَرٌ جمع حَفَارٌ  
 گور کن۔ مِحْفَرٌ بیلچہ۔ شَقَا حَفْرَةٌ۔ مضاف مضاف الیہ۔ گرہا کا کنارہ  
 = اَلْقَدْ كُمْ۔ اَلْاِنْقَادُ (افعال) کسی خطرہ یا ہلاکت سے خلاصی دینا۔ نجات دینا۔ اس نے



تم کو بچالیا۔ صیغہ ماضی داند مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ فَدُسُّوا ثَعْنِدُ دُشْمَنُ کے ہاتھ سے چھینا ہوا گھوڑا۔ گویا وہ دشمن سے بچالیا گیا ہے۔ جمع ثَقَائِدُ۔

۱۰۴: ۳ = وَ لَتَكُنَّ مِنْكُمْ لِتَكُنَّ میں لام امر ہے صیغہ واحد مؤنث غائب۔ امر غائب و متکلم معروف بناوٹ کے لحاظ سے کوئی مستقل فعل نہیں بلکہ ایک دوسرا نام مضارع بلام امر کا ہے لام امر و مضارع غائب و متکلم معروف کے آٹھوں سیغوں سے خاص ہے جو صیغہ ہائے واحد کو جزم دیتا ہے۔ جیسے لَتَكُنَّ (واحد مذکر غائب) لَتَكُنَّ (واحد مؤنث غائب) اور لَا كُنَّ واحد متکلم۔ نون امرابی کے سقوط اور نون ضمیری کی قائمی میں مثل لَمْ کے عمل کرتا ہے۔ وَ لَتَكُنَّ چاہئے کہ ہوا ایک (جماعت) تم میں سے جو.....

= مِنْكُمْ میں مِّنْ تبیین کے لئے ہے تبعیض کے لئے نہیں۔ یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام تمام امت پر واجب ہے کسی مخصوص جماعت کی ذمہ داری نہیں ہے۔

۱۱۱: ۳ = لَنْ يَصُورُكُمْ مضارع معروف نفی تاکید بلیں۔ صیغہ جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ہرگز تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

= اَذَى - تکلیف - اذیت - کوفت۔

= يُوَكُّدُكُمْ اَلْاَذَّ بَارَ - وَلِيَّ يُوَكُّدُ (باب تفعیل) پیٹھ دینا۔ پشت پھیر کر بھاگنا۔ اَذَّ بَارَ جمع دُبُر کی۔ بمعنی پیٹھ۔ وہ تمہاری طرف پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

۱۱۲: ۳ = ضَرَبْتُ - ڈال دی گئی۔ مار دی گئی۔ لازم کر دی گئی۔ مسلط کر دی گئی۔ لگادی گئی۔

ضَرْبٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ علی کے ساتھ تار یک پہلو کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ضَرَبْتُ عَلَيْهِمُ الدِّلَّةُ۔ ذلت (اور رسوائی) ان پر لازم کر دی گئی ضَرْبْتُ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةَ۔ ذلت و رسوائی۔ محتاجی اور بے نوائی ان پر مسلط کر دی گئی۔ ان پر لازم کر دی گئی۔

= ثَقِفُوا - ثَقِفَ (سَمِعَ) کسی چیز کو پانا اور اس پر کامیاب ہونا۔ وہ پائے گئے۔

= حَبْلٌ - رستی۔ عہد و پیمان۔ چونکہ رگ بھی رستی سے مشابہت رکھتی ہے اس لئے قرآن حکیم میں شاہ رگ کو حَبْلُ الْوَرِيدِ (۱۶: ۵۰) فرمایا ہے۔

= بَاءُ ذَا - انہوں نے کمایا۔ وہ پھر آئے۔ وہ لوٹے (باب نصر) بَوَاءٌ جس کے اصل معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مجازاً اس کے معنی کمانے۔ لوٹنے۔ اقرار کرنے کے بھی آتے ہیں۔ ب و د - مادہ۔

مَكَانٌ بَوَاءٌ - اترنے۔ فروکش ہونے کے لئے سازگار اور موافق جگہ۔ بَوَاتٌ لَهُ مَكَانًا۔



میں نے اس کے لئے جگہ کو بہوار اور درست کیا **وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ**۔ (۱۲۱:۳) اور جب تم صبح گھروں سے رخصت ہوئے اور مومنوں کو لڑائی کے لئے مناسب جگہ پر بٹھانے لگے۔

== **ضُوبِتْ عَلَيْهِمُ الذَّلَّةُ** ..... **وَالْمُسْكَنَةُ**۔ لازم کر دی گئی ان پر ذلت اور رسوائی جہاں کہیں بھی وہ ہیں۔ بجز اس کے کہ وہ کسی عہد نامہ کی رو سے اللہ سے یا دوسرے لوگوں سے پناہ حاصل کر سکیں (اللہ کی طرف سے عہد نامہ ان کا اہل کتاب ہونا اور پابند شریعت ہونا۔ اور لوگوں کی طرف سے عہد نامہ کسی سیاسی معاشرتی وجوہ کی بناء پر بشرائط پناہ حاصل کرنا) اور وہ مستحق ہو گئے اللہ کے غضب کے اور مسلط کر دی گئی ان پر محتاجی اور بے نوائی۔

۱۱۲:۳ = **عَصَوْا**۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ انہوں نے اطاعت نہ کی۔ انہوں نے کہنا نہ مانا۔ **مَعْصِيَةً** اور **عَصِيَّاتٍ** سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ **عَصَوْا** اصل میں **عَصِيُوا** استقامت یا متحرک ماقبل مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدلا گیا اب واؤ اور یاء دوساکن اکٹھے ہو گئے لہذا الف گر گیا اور **عَصَوْا** رہ گیا۔

== **كَانُوا يَعْتَدُونَ**۔ ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب۔ **اعْتَدُوا** مصدر (افتعال) ع د۔ مادہ۔ وہ زیادتی کرتے تھے۔ وہ حدود شرعیہ سے تجاوز کرتے تھے۔

۱۱۳:۳ = **اِنَّا**۔ اوقات۔ گھڑیاں۔ **اِنِّي**۔ واحد۔ وقت کا کچھ حصہ۔ **اِن ي**۔ حروف مادہ ۱۱۵:۲ = **فَلَنْ يُكْفَرُوهُ**۔ تو اس کا رخیر سے انکار نہیں کیا جائے گا۔ یعنی اس کا رخیر کا ان کو اجر دیا جائے گا۔ مضارع مجہول نفی تاکید **لَنْ**۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

۱۱۶:۳ = **لَنْ نَغْنِيَّ**۔ مضارع معروف نفی تاکید **لَنْ**۔ صیغہ واحد مؤنث غائب (باب افعال) وہ کفایت ہرگز نہیں کرے گی۔ وہ ہرگز کام نہ آئے گی۔ **هَذَا مَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا**۔ یہ تمہارے کسی کام نہ آئے گی۔

۱۱۷:۳ = **صِرٌّ**۔ (مطر۔ پالا۔ سردی۔ مٹھنڈک۔ ٹو۔ بادِ سموم

۱۱۸:۳ = **بَطَانَةٌ**۔ ولی۔ دوستی۔ رازدار۔ بھیدی۔ **اَسْتَر**۔ کپڑے کا باطنی حصہ جو جسم سے ملا ہے بطن سے مشتق ہے بطن کا استعمال ہر شے میں ظہر کے خلاف ہوتا ہے۔ باہر کی جانب کو ظہر کہتے ہیں۔ اور اندر کی جانب کو بطن بولتے ہیں۔ کپڑے کے اوپر کے حصہ کو ظہارہ اور اندرونی اور نیچے کے حصہ کو جو جسم سے ملا ہے **بَطَانَةٌ** کہتے ہیں۔

== **لَا يَأْتُوكُمْ**۔ مضارع منفی صیغہ جمع مذکر غائب **كُم** ضمیر جمع مذکر ماضی (باب نصر) **اَلْوُ اَلْوُ**۔ **اَلْوُ**۔ ماضی کسی کام میں کوتاہی کرنا۔ دیر لگانا۔ کہتے ہیں **لَمْ يَأَلِ جُهْدًا**۔ اس نے کوشش کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔



== خَبَالًا - تباہ کرنا - خرابی مچانا - فساد - تباہی - وہ خرابی یا فساد جس کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے۔

لَا يَأْتُوكُمْ خَبَالٌ ط وہ تمہیں خرابی پہنچانے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔

== وَدُّوا - وہ پسند کرتے ہیں - وہ محبت کرتے ہیں - وہ تمنا کرتے ہیں - وَدَّ - محبت دُودِدَ محبت والا - (اللہ کے اسماء حسنی میں سے ہے)

وَدَّ - يُوَدُّ - ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

== عَنْتُمْ - تم کو مضرت پہنچی - تم کو ایذا پہنچی - عَنْتٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے  
عَنْتٌ - گناہ - بدکاری - زنا - تکلیف - مشقت - فساد - ہلاکت - غلطی - جور - اذیت  
== اخَوَاهِهِمْ - مضاف مضاف الیہ - اخَوَاةٌ فُؤَادٌ کی جمع ہے - وَ کو گر اکر م سے بدل کر فُؤَ  
بمعنی منہ ہے۔

۱۱۹:۳ == هَانَتْكُمْ - ہاتنیدہ کے لئے ہے اُنْتُمْ - مبتدأ اور اُولَآءِ خبر ہے۔

== لَقِوْكُمْ - وہ تم سے ملتے ہیں - ماضی جمع مذکر غائب كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر - لَقِوْا اصل میں لَقِوْا تھا - لَقِیَ سے۔

== خَلَوْا - وہ تنہا ہوئے - وہ اکیلے ہوئے - خَلَاءٌ سے - ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

== عَصَوْا - انہوں نے کٹ کٹ کھایا - انہوں نے دانتوں میں دبایا عَصَى سے (باب سمع)  
ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

== اَلَا نَامِلٌ - اَنِمِلَةٌ کی جمع - جس کے معنی پہلے پورے کے ہیں جس میں ناخن ہوتا ہے۔

انگلیاں - عَصَوْا عَلَيْكُمْ اَلَا نَامِلٌ مِنَ الْغَيْظِ - تمہارے خلاف غصہ و غضب کی وجہ سے  
انگلیاں کٹ کٹ کھاتے ہیں۔

۱۲۰:۳ == تَمَسَّسْتُمْ - (باب ضَرَبَ - نَصَرَ) وہ تم کو چھوئے - وہ تم کو پہنچے - مضارع واحد مؤنث غائب۔

== تَسَوَّهْتُمْ - وہ ان کو بری لگتی ہے - وہ ان کو ناخوش کرتی ہے مضارع واحد مؤنث غائب  
ہُمْ - ضمیر جمع مذکر غائب۔

== كَيْدٌ - مصدر اور اسم مصدر - اچھی تدبیر - بُری تدبیر - مکر و فریب - چال - داؤ۔

== مُحِيطٌ - اسم فاعل - اِحْاطَةٌ - مصدر - حوط - مادہ - ہر طرف سے گھیر لینے والا۔

۱۲۱:۳ سے یہاں سے لے کر سورۃ کے اخیر تک کلام جنگِ اُحد کے بعد نازل ہوا - تَبَوَّأُ دیکھو ۱۱۲:۳



== مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ - مَقَاعِدَ - صیغہ جمع منتهی الجموع - ظرف مکان - مَقْعَدٌ واحد - بیٹھنے کی جگہ - گھات لگانے کے مقامات - مورچے

۱۲۲:۳ = هَمَّتْ - ماضی کا صیغہ واحد مَوْنَتْ غَائِبَ - هَمٌّ مصدر - هَمَّ يَهْمُ (نَصَرَ) اس نے ارادہ کیا -

== طَائِفَتَانِ - دو گروہ - دو جماعتیں - دوفرتے - طَائِفَةٌ کا تثنیہ ہے -

جنگ احد کے لئے (۱) / شوال بروز ہفتہ ۳ ہجری کو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار مجاہدین کے ہمراہ مدینہ شریف سے نکلے - تو رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ہریرہ تھا لیکن راستہ میں شوط کے مقام پر وہ اپنے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ الگ ہو گیا - اس کی دیکھا دیکھی قبیلہ ادس کی شاخ بنی حارثہ اور خزرج کی شاخ بنی سلمہ جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے ان کے دل میں بھی جنگ سے واپسی کا خیال ہوا - لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی اور اس لغزش کے ارتکاب سے ان کو بچا لیا -

== تَفْشَلًا - وہ دونوں بزدلی کریں - فَشِلَ يَفْشَلُ (سمع) فَشِلٌ بزدل ہونا - بزدلی کرنا - ہمت ہار دینا - مضارع کا صیغہ تثنیہ مَوْنَتْ غَائِبَ - نون اعرابی اَنْ کی وجہ سے گر گیا -

== وَاللَّهُ - میں داؤدِ حالیہ ہے -

۱۲۳:۳ = اَذِلَّةٌ - کمزور - نرم دل - ذلیل - ذَلِيلٌ کی جمع ہے -

۱۲۴:۳ = اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ - آ - برائے استفہام - لَنْ يَكْفِيَ - مضارع منفی تاکید بَلَنْ صیغہ واحد مذکر غَائِبَ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر كَفِيَ يَكْفِي (ضرب) كِفَايَةٌ سے کافی ہونا - كِفَايَةٌ اس چیز کو کہتے ہیں جو ضرورت کو اس طرح پوری کرے کہ اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے - کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے

== اَنْ يُمِدَّكُمْ - مَدَّ يُمِدُّ وَاَمَدًا يُمِدُّ - ب - کسی کو لشکر یا رسد مہیا کرنا - يُمِدُّ کی دال کے ضمہ کو نصب بوجہ اَنْ آئی ہے -

۱۲۵:۳ = يٰۤاَتُوْكُمْ - میں ضمیر فاعل اہل کفار کی طرف راجع ہے جو جنگِ احد میں اہل اسلام کے خلاف نبرد آزمائے تھے

== مِنْ فَوْرِهِمْ - فَوْرٌ - اسم فعل - جوش - اُبَال - عجلت - فَوْرًا - الْفَوْرُ کے معنی سخت جوش مارنے کے ہیں - یہ لفظ آگ کے بھڑک اٹھنے پر بھی بولا جاتا ہے اور ہانڈی اور غصہ کے جوش کھانے پر بھی - قرآن مجید میں ہے وَقَارَ الدُّنُوْرُ (۱۱: ۴۴) اور تنور جوش مارنے لگا -



ہانڈی کے اوبال کو فَوَادَةٌ کہا جاتا ہے پھر تشبیہ کے طور پر پانی کے ابلتے ہوئے چشمے کو بھی فَوَادَةٌ الْمَاءِ کہتے ہیں۔ ایک محاورہ ہے فَعَلْتُ كَذَا مِنْ فَوْرِي۔ میں نے جوش میں ایسا کیا۔ پس يٰۤاَتُوْكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا کَا مَطْلَبِ یہ ہوا کہ

اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعۃً حملہ کر دیں۔

== مُسَوِّمِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُسَوِّمٌ واحد تَسْوِيْمٌ مصدر سَوَّاهُ سے اپنے لئے نشان مقرر کرنے والے یا اپنے گھوڑوں کا خصوصی نشان بنانے والے۔

== وَمَا جَعَلَهُ اِلٰهُ۔ میں ۴ ضمیر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے اتارنے کے ذریعہ سے مسلمانوں کی امداد کے امر کے متعلق ہے

۳: ۱۲۷ = يَلْقَظُ۔ قَطَعَ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب فتح) مضارع پر لام جار مکسور فعل کی علت یا سبب بیان کرنے کے لئے آئے تو اس کے بعد اَنْ مصدری ناصب کا آنا ضروری ہے اور مضارع پر اسی اَنْ کی وجہ سے نصب آیا ہے اگر اَنْ مذکور نہ ہو جیسا کہ آیت ہذا میں ہے تو محذوف مقدر قرار دیا جائیگا۔ لیکن اگر فعل سے پہلے لا نفی آیا ہو تو لام جر کے بعد اَنْ کو ذکر کرنا لازم ہے۔ جیسے لَيْلًا يَكُوْنُ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ (۱۵۰: ۲)

= يَلْقَظُ۔ تاکہ کاٹ دے۔ ہلاک کر دے۔

= طَرَفًا۔ طَرَفٌ کی جمع اطْرَافٌ۔ ایک ٹکڑہ۔ ایک حصہ۔

= يَكْبِتَهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب كَبَتٌ مصدر باب ضَرْبٍ تاکہ وہ ان کو ذلیل کرے۔ مضارع پر نصب لام جار مکسور کی وجہ سے ہے جو کہ محذوف ہے اصل میں یہ يَلْقَظُ کی طرح لِيَكْبِتَهُمْ تھا۔

= خَائِبِينَ۔ نامراد۔ خَيْبَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

۳: ۱۲۶-۱۲۷ = ترجمہ۔ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ امداد کا وعدہ مسلمانوں کو خوشخبری اور ان کے اطمینان قلب کی خاطر کیا۔ اور دوم یہ کہ اہل کفار کا ایک بازو کاٹ جائے اور وہ ذلیل و خوار ہو کر نامراد واپس لوٹیں۔

۳: ۱۳۰ = الرِّبُو۔ بیاج۔ سود

= اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً۔ کئی گنا۔ چند در چند۔ مُضَاعَفَةٌ۔ اَضْعَافًا کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۳: ۱۳۱ = اُعِدَّتْ۔ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اِعْدَادُ اَفْعَالٌ سے



جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں عَدْتُ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اُعِدَّتْ وہ تیار کی گئی

۳: ۱۳۳ = سَارِعُوا۔ جلدی کرو، دوڑو۔ سرعت سے کام لو۔ مَسَارِعَةٌ جس کے معنی دوڑنے اور دوڑانے کے ہیں۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔

۳: ۱۳۴ = السَّرَّاءُ۔ خوشی۔ خوشحالی۔ الضَّرَّاءُ کا متضاد

= الضَّرَّاءُ۔ تکلیف۔ سختی۔ تنگی۔ مرض۔ بیماری۔ مصیبت۔

= كَاظِمِينَ۔ کاظِمٌ کی جمع ہے كَظْمٌ۔ كُظُومٌ۔ مصدر۔ (ضرب) غصہ روکنے والے غصہ پی جانے والے۔ كُظُومٌ کا اصل معنی ہے سانس رکنا۔ مجازاً خاموش ہو جانا۔

بَعِيرٌ كَاظِمٌ اور اِبِلٌ كُظُومٌ۔ وہ اونٹ جس نے جگالی کرنی چھوڑ دی ہو كَظَمَ السَّقَاءُ اس نے پانی بھر کر مشک کا منہ باندھ دیا۔ كَظَمَ الْبَابَ اس نے دروازہ میں قفل لگانا = الْعَافِينَ۔ عَفَاءٌ۔ معاف کرنا۔ عَفُوٌّ سے۔ معاف کرنے والے۔

۳: ۱۳۵۔ لَمْ يُصْرَدْ۔ مضارع نفی جہلْمٌ۔ انہوں نے اصرار نہیں کیا۔ جے نہیں ہے۔ اٹے نہیں ہے۔

۳: ۱۳۶ = سُنَنٌ۔ سُنَّةٌ کی جمع۔ طریقے۔ راہیں۔ مثالیں۔ سنت، قانون شرعی۔ طور و عادت۔ دستور۔ طریقہ جاریہ۔ یہاں مراد مختلف قوموں کے عروج و زوال

۳: ۱۳۹ = لَا تَهِنُوا۔ وَهْنٌ سے۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم سست مت ہو۔ تم بزدل مت ہو۔ تم کمزور مت ہو۔

۳: ۱۴۰ = يَفْسِكُمْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تم کو لگتا ہے تم کو پہنچتا ہے۔ تم کو چھوٹا ہے۔

= قَرْحٌ۔ کسی بیرونی شے سے پہنچنے والا زخم۔ مثلاً۔ تلوار کا زخم۔

الْقَرْحُ۔ اندر سے پیدا ہونے والا زخم۔ مثلاً پھوڑا۔ پھنسی کا زخم۔ اول متعدی ہے اور باب فتح سے آتا ہے دوم لازم ہے اور باب سمع سے آتا ہے لیکن کبھی باب فتح سے آتا ہے۔ جیسے قَرْحٌ قَلْبُهُ۔ اس کا دل زخمی ہو گیا۔ قَرْحٌ مصدر بھی ہے۔ زخمی کرنا۔ قَرْحٌ اس دکھ اور تکلیف کو بھی کہتے ہیں جو کسی زخم سے پیدا ہو۔ یہاں زخمی ہونا اور دکھ پانا مراد ہے

۳: ۱۴۰ = نَدَاوْلُهُمَا۔ جمع متکلم مضارع۔ مَدَاوِلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) ہا ضمیر واحد مونث مفعول ہم اس کو ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ دَلَّوْا دَوْلٌ ڈول (جوا پر نیچے آتا جاتا ہے) دَوْلَةٌ دَوْلَةٌ



مالی چکر۔ دولت کہ وہ بھی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ آتی جاتی رہتی ہے۔

۱۴۱: ۳ = لِيُمَخِّصَ - تَمَحِّصُ (تفعیل) تاکہ خالص اور صاف کر دے۔  
الْمَخْصُ - کسی چیز کو کھوٹ اور عیب سے پاک کرنا۔ مَحَصَتُ الذَّهَبِ میں  
سونے کو آگ میں گلا کر اس کے کھوٹ کو الگ کر دیا۔ دلوں کے پاک کرنے پر  
تحیص کا استعمال بمثل ترکیب و تطہیر ہوتا ہے۔

دعا میں ہم کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ مَخِّصْ عَنَّا ذُنُوبَنَا۔ اے اللہ! ہمارے گناہوں  
کو جو ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں دور کر دے۔

= يَمْحَقْ - مَحَقَّ مصدر (فَتْح) وہ گھٹاتا ہے۔ تاکہ وہ مٹا دے۔ تاکہ وہ ہلاک  
کر دے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبُو وَيُرِي الصَّدَقَاتِ ط (۲: ۲۷۶) خدا سود کو نابود اور خیرات  
کو بڑھاتا ہے۔

۱۴۲: ۳ = لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ - میں يَعْلَمُ مضارع مجزوم بوجہ لَمَّا کے ہے متحرک  
کرنے کے لئے میم کو کسرہ دیا گیا۔ ابھی جانا ہی نہیں اللہ نے یعنی آزما کر دیکھا ہی نہیں  
= وَيَعْلَمُ الصَّابِرِينَ - میں میم پر فتح بوجہ ذیل ہے۔

۱۔ واو حرف عطف ہے اور يَعْلَمُ الصَّابِرِينَ کا يَعْلَمُ اللہ پر عطف ہے۔ دراصل  
یہاں بھی مجزوم تھا۔ لیکن التقار ساکنین کی وجہ سے میم سے قبل لام کی فتح کی رعایت سے  
اسے فتح دیا گیا۔

۲۔ واو۔ واو الصرف ہے جس کے بعد اَنْ پوشیدہ ہوتا ہے لہذا واو کے بعد اور يَعْلَمُ  
سے پہلے اَنْ مقدر ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ لَا تَأْكُلِ السَّمَكُ وَلَشَرِبِ اللَّبَنَ

۳۔ امام حسن رضا کی قرأت میں یہاں بھی يَعْلَمُ کی میم کو زیر ہے۔ کیونکہ واو عاطفہ ہے  
اور یہ يَعْلَمُ پہلے يَعْلَمُ پر معطوف ہے اور لَمَّا کی وجہ سے مجزوم (یہاں لام ماقبل  
میم کی حرکت کی رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی)۔

۴۔ ابو عمرو کی قرأت میں یہ يَعْلَمُ میم کے پیش کے ساتھ ہے۔ اس صورت  
میں واو ابتدائیہ ہے اور جملہ نیا ہے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ رب تعالیٰ صابروں کو جانتا  
ہے اور انہیں بقدر صبر اجر دے گا۔

۱۴۳: ۳ = كُنْتُمْ تَمْنَوْنَ - ماضی استمراری۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمْنَوْنَ اصل میں



تَتَمَنَّوْنَ تھیں۔ ست کوت میں مدغم کر دیا گیا ہے تَمَنَّى سے مضارع تَتَمَنَّی م ن ی مادہ باب تفعّل۔ تم تمنا کیا کرتے تھے۔ تم آرزو کیا کرتے تھے۔  
 = تَلَقَّوْهُ۔ لَقِيَ يَلْقَى (سمع) لِقَاءً سے جمع مذکر حاضر۔ کا ضمیر واحد مذکر غائب راجع الی الموت ہے تم اس سے ملاقی ہو۔ تم اس سے ملو۔ تم اس سے ملاقات کرو۔ تم اس کو اپنے مقابل پاؤ۔ یہاں موت سے مراد جہاد میں شہادت ہے۔ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں جنگ و جدل سے قبل تم آرزو کیا کرتے تھے کہ تمہیں بھی ایسی شہادت کا موقعہ میسر آئے جو شہدائے بدر کو آیا تھا۔ تو لو اب اس جنگ (جنگ احد) میں تم اُسے اپنے سامنے پاسے ہو۔ فی الحقیقت پاسے ہو۔  
 = وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ برائے تاکید ہے۔  
 ۳: ۴۴ = أَفَآثِنُ۔ استفہامیہ ف زائد۔ اِنْ۔ اگر نہیں۔ تاکید و تحقیق۔

اِنْ کی چار صورتیں ہیں

۱۔ اِنْ۔ شرطیہ۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ۔ (۱۱۸: ۵) اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ میرے بندے ہیں۔ اِنْ يَلْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ۔ (۳۸: ۸) اگر وہ باز آجائیں تو معاف ہو ان کو جو کچھ ہو چکا۔

۲۔ اِنْ۔ مخفف۔ جَوَاتٍ ثَقِيْلَةٍ سے مخفف ہو کر اِنْ بن گیا۔ یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے اس کے بعد لام مفتوح کا آنا لازمی ہے جیسے اِنْ كَانَ اَصْحَابُ الدَّيْكَ لَطَائِلِمْۙ (۷۸: ۱۵) بلاشبہ اصحاب الایکہ ظالم تھے۔ اِنْ كَادَ لَيُضِلَّنَا عَنْ اِلٰهِنَا۔ (۲۵: ۲۶) تو ضرور یہ ہم کو ہمارے معبودوں سے بہکا دیتا۔

۳۔ اِنْ۔ نافیہ۔ یہ جملہ اسمیہ پر بھی آتا ہے اور جملہ فعلیہ پر بھی۔ اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ (جملہ فعلیہ) وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُونَ (جملہ اسمیہ) (۱۱۶: ۶) سو یہ کچھ نہیں مگر پیچھے پڑے اپنے خیال کے اور کچھ نہیں مگر اُسکیں دوڑاتے ہیں۔ یا اِنْ تَنْظُرْ اِلَّا ظُلُمًاۙ (۳۲: ۴۵) ہم اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (۴۴: ۲۵) یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ بشر کا کلام ہے۔

اس کے بعد اکثر اِلَّا و لَمَّا آتا ہے مگر ہر جگہ ضروری نہیں۔ مثلاً اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا تمہارے پاس اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

۴۔ اِنْ۔ موکدہ جو زائد ہوتا ہے اور مانافیہ کی تاکید میں آتا ہے۔ مثلاً وَلَقَدْ مَكَّشَكُمْ فِیْمَا اِنْ مَكَّشَكُمْ فِیْہِ۔ (۲۶: ۲۶) اور ہم نے ان کو مقدر دیا تھا اُن چیزوں کا جن کا تم کو مقدر نہیں دیا۔ لیکن یہاں اِنْ نافیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مانافیہ نہ ہوگا بلکہ مابیانہ ہوگا۔



یاجیسے کہتے ہیں مَا اِنْ يَخْرُجْ زَيْدٌ زَيْدًا باہر نہیں نکلے گا۔

= اِنْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ اَعْقَابِكُمْ - اِنْقَلَبَ يَنْقَلِبُ اِنْقِلَابٌ اِلَیْکُمْ - اِنْقَلَبَ عَلٰی اَعْقَابِہِ - وہ الٹے پاؤں واپس لوٹا جانا۔ اَعْقَابٌ - عَقِبٌ کی جمع۔ اِطْرِیَاں - اِنْقَلَبَ عَلٰی عَقْبِیْہِ - وہ الٹے پاؤں پھر گیا۔

۳: ۱۴۵ = کِتَابًا مُّوَجَّلًا - کِتَابًا - حکم ازلی - قانون - فریضہ - اللہ کی کتاب، قرآن - تحریر لوح محفوظ۔

مُوجَّلًا - اسم مفعول واحد مذکر - تَاَجَّلَ - مصدر (تفعیل) اجل مادہ مُوجَّلًا - مقرر الوقت وہ جس کا وقت مقرر ہو۔ تَاَجَّلَ - وقت دینا۔ مہلت دینا۔ وقت مقرر کرنا۔ دیر کرنا۔ کِتَابًا مُّوَجَّلًا - موصوف و صفت ہیں۔ یہ یا تو موت کی تعریف ہے کہ موت ایسا تحریر شدہ امر ہے جس کا وقت مقرر ہے یا اذن اللہ کی تعریف ہے کہ اذن اللہ ایک ایسا حکم ہے کہ جس کے نفاذ کا وقت مقرر شدہ ہے۔

= ثَوَابٌ مِنْهَا - میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ دینا کے لئے ہے۔ اور ہ ضمیر واحد مذکر غائب ثواب کے لئے ہے یا مَنْ کی طرف راجع ہے۔ مِنْهَا میں مِنْ - فِی کے معنوں میں بھی لیا جاسکتا ہے اب اس کا ترجمہ یوں ہو گا۔

(۱) جو شخص اپنے اعمال کا صلہ دنیا میں چاہتا ہے ہم یہ صلہ دنیا سے ہی یاد دنیا میں ہی دیدیتے ہیں۔

(۲) جو شخص اپنے اعمال کا صلہ دنیا میں چاہتا ہے ہم اس کو یہ صلہ دنیا سے ہی یاد دنیا میں ہی دیدیتے ہیں۔

۳: ۱۴۶ = کَاٰیٰتٍ - اصل میں آئیں تھا۔ اس پر کاف تشبیہ داخل کر کے نون تنوین کو نون کی شکل میں لکھ دیا۔ کَاٰیٰتٍ ہمیشہ خبری صورت میں مستعمل ہے۔ خاص کر قرآن مجید میں یہ بصورت خبر ہی آیا ہے یہ مبہم کثرت تعداد پر دلالت کرتا ہے ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے بعد بطور تمیز کوئی لفظ مذکور ضرور ہوتا ہے۔ جیسے آیت ہذا میں وَ کَاٰیٰتٍ مِّنْ بَیِّنٰتٍ قَتَلَ مَعَهُ رَبِّیُّوْنَ کَافِرًا اور کہتے ہی بنی گذرے ہیں کہ ان کی معیت میں اللہ والوں کی کثیر تعداد نے جہاد کیا۔ اس مثال میں کَاٰیٰتٍ نے کثیر تعداد کو ظاہر کیا لیکن کس کی؟ یہ بات مبہم تھی جب اس کے بعد مِّنْ بَیِّنٰتٍ آیا تو ابہام دور ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ کثیر تعداد پیغمبروں کی تھی۔

کَاٰیٰتٍ - ہمیشہ آغاز کلام میں آتا ہے۔ اس سے پہلے حرف جر نہیں آتا۔ اس کی خبر ہمیشہ مرکب ہوتی



مفرد کبھی نہیں آتی۔

کَآئِنٌ۔ استفہام کے لئے بھی آتا ہے مثلاً حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا۔ کَآئِنٌ تَقْرَأُ سُورَةَ الْأَحْزَابِ آيَةً۔ آپ سورۃ احزاب کی کتنی آیات پڑھتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ثَلَاثًا وَسَبْعِينَ۔ تہتر (۳۷) دیگر مثالیں۔

وَكَآئِنٌ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ..... (۱۲۶ : ۱۰۵)

وَكَآئِنٌ مِّنْ دَآئِبَةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ..... (۲۹ : ۶۰)

وَكَآئِنٌ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ ..... (۶۵ : ۸)

== رَبِّيُّونَ۔ زمخشری نے اس کا معنی رب ولے کیا ہے الرَّبَّانِيُّونَ۔ قرطبی نے اس کا معنی انہوہ کثیر کئے ہیں اس صورت میں اس کا واحد رَبِّيٌّ اور رَبَّةٌ ہوگا بمعنی جماعت کی طرف منسوب ہے۔

== وَهَنُوا۔ ماضی معروف جمع مذکر غائب وَهْنٌ سے مَا وَهَنُوا وہ کمزور نہیں پڑے۔ انہوں نے بزدلی نہیں دکھائی۔ وَهْنٌ۔ کمزور اور ضعیف ہونا۔

== مَا اسْتَكَانُوا۔ ماضی منفی جمع مذکر غائب۔ باب افتعال مسکن مادہ۔ السُّكُونُ۔ حرکت کے بعد ٹھہرنا۔ (باب نصر) رہائش اختیار کرنا۔ سکون۔ راحت۔ تسلی سب کو محیط ہے۔ لیکن مفسرین نے مسکین کے معنی مَنْ لَا شَيْءَ لَهُ (یعنی جس کے پاس کچھ نہ ہو) کئے ہیں۔ اور تَسَكَّنَ مسکین اور محتاج ہونا ہے۔ اور اسْتِكَانَ وَاسْتِكَانَةً معنی ذلیل و عاجز ہونا ہے۔ پس مَا اسْتَكَانُوا۔ کا مطلب ہوا۔ وہ دب نہیں گئے۔ وہ عاجز نہیں آئے۔ انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی ہمت نہیں ہاری۔ ہار نہیں مانی۔

۳ : ۱۴۷ = اسْرَافْنَا۔ ہماری زیادتی۔ (افعال) اسْرَافٌ سے جس کا مطلب کسی کام میں انسان کا حد سے تجاوز کرنا ہے۔ حد سے زیادہ خرچ کرنے کو بھی اسراف کہتے ہیں۔

۳ : ۱۴۸ = فَاتَّهَمُوا۔ میں ف سبب کے لئے ہے یعنی بہ سبب ان کے جہاد فی سبیل اللہ اور استقامت فی الحرب۔ صبر و توکل علی اللہ کے اللہ تعالیٰ ان کو ثواب دینا (یعنی نصرت، غنیمت، غفران الذنوب) سے بھی نوازتا ہے۔ اور بہترین ثواب آخرت سے بھی۔

== وَحَسُنَ ثَوَابُ الْآخِرَةِ۔ اس جملہ کا عطف جملہ ساقبہ پر ہے اور اُتِیَ کا مفعول ثانی ہے۔ اور اللہ (ان کو) آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیگا (وَ حَسُنَ عَاطِفٌ۔ حَسُنَ) (حَسُنَ) کا مصدر بہتر



ہونا۔ عمدہ ہونا۔ مضاف۔ ثَوَابِ الْآخِرَةِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ حُسْنِ کا ثوابِ آخرت کا عمدہ ثواب یا بدلہ۔

۱۴۹: ۳ = يَرْدُّكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ اے یوحنا کو الی امرکہ۔ الاول وهو الکفر۔ و الشُّرْکُ بِاللّٰهِ۔ یعنی تمہیں تمہاری پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے جو کفر و شرک کی حالت تھی۔  
۱۵۰: ۳ = بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰیكُمْ۔ اضطراب عن مفهوم الجملة الاولى (شوکانی) یہ پہلے جملہ کے مفہوم کا دوسرا پہلو ہے۔ یعنی اُدھر اگر تم کفار کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں کفر و شرک اور خسارے کی طرف لے جاویں گے۔ اور ادھر یہ حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین دوست اور بہترین مددگار ہے۔

۱۵۱: ۳ = سَنَلِقَنَّ۔ میں مستقبل قریب کے لئے ہے۔ تَلَقَّیْ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِلْفَاءٌ۔ مصدر (افعال) لقی مادہ۔ ہم ڈالنے کو ہیں۔ ہم عنقریب ڈالیں گے۔  
= بِمَا۔ بوجہ۔ بمقابلہ۔ بدلہ میں

= سُلْطَانًا۔ زور۔ قوت۔ حجت۔ برہان۔ سند۔ حکومت

= مَاوًی۔ مصدر۔ اور اسم ظرف۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت۔ ٹھکانہ۔ پناہ گاہ  
اَوَّلٰی یَاوًی۔ (ضرب)

= مَثْوًی۔ ظرف مکان۔ مَثَاوًی جمع۔ ٹھکانہ۔ قیام گاہ۔ فرود گاہ۔ ثَوًی یَثْوًی (ضرب) ثَوًی ثَوًیًا۔ مصدر متعدی بنفسہ بھی ہے۔ ثَوًی الْمَكَاتِ اس نے اس جگہ قیام کیا۔ اتر۔ ٹھہرا۔ اَثْوًی بِالْمَكَاتِ۔ (افعال) وہ وہاں مدتِ دراز تک ٹھہرا رہا۔ اَثْوًیْتُهُ۔ میں نے اس کو ٹھہرایا۔  
ثَوًی۔ یُثْوًی (تفعیل لانم) وہ مر گیا۔ ثَوًیْتُهُ (باب تفعیل متعدی) میں نے اس کو ٹھہرایا اور تَثَوًیْتُهُ (باب تفعیل) میں اس کا مہمان ہوا۔

اگلی چند آیات کو سمجھنے کے لئے جنگِ احد (جس سے ان آیات کا تعلق ہے) کا مختصر سا نقشہ نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔

شوالِ ستلہ کی ابتداء میں کفار قریش تقریباً ۱۰ ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ تعداد کی کثرت کے علاوہ ان کے پاس ساز و سامان بھی مسلمانوں کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ اور پھر جنگِ بدر کے انتقام کا شدید جوش بھی رکھتے تھے۔

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تجربہ کار صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں محصور ہو کر مدافعت کی جائے۔ مگر چند نوجوانوں نے جو شہادت کے شوق سے بے تاب تھے اور جنہیں بدر کی جنگ



میں شریک ہونے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا۔ آخر کار ان کے اصرار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکلنے کا ہی فیصلہ کر لیا۔ ایک ہزار آدمی آپ کے ہمراہ نکلے مگر مقام شوط پر پہنچ کر عبد اللہ بن ابی اپنے ۳۰۰ ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ عین وقت پر اس کی اس حرکت سے مسلمانوں کے لشکر میں خاصا اضطراب پھیل گیا۔ حتیٰ کہ نبو سلمہ اور نبو حارثہ کے لوگوں نے بھی دل شکستہ ہو کر پلٹ جانے کا ارادہ کر لیا۔ (آیہ ۱۲۲) مگر پھر اولو العزم صحابہ کی کوششوں سے یہ اضطراب رفع ہو گیا اور ان ہر دو گروہوں نے پلٹنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ باقی ماندہ ۴۰۰ آدمیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ لے کر آگے بڑھے۔ اور احد کی پہاڑی کے دامن میں اپنی فوج کو اس طرح صف آرا کیا کہ پہاڑ پشت پر تھا اور قریش کا لشکر سامنے۔

پہلو میں صرف ایک درہ ایسا تھا کہ جس سے اچانک حملہ کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ وہاں آپ نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت پچاس تیر انداز بٹھادیئے اور ان کو تاکید کر دی کہ کسی کو ہمارے قریب نہ پھٹکنے دیا جائے۔ اور کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہماری بوٹیاں پرندے نوچے لئے جاتے ہیں تب بھی تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔

اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ ابتدا میں مسلمانوں کا پہلہ بھاری درہا یہاں تک کہ مقابل کی فوج میں اتنی بھیل گئی۔ لیکن اس ابتدائی کامیابی کو کامل فتح کی حد تک پہنچانے کے بجائے مسلمان مال غنیمت کے اٹھانے میں مصروف ہو گئے۔ ادھر جن تیر اندازوں کو عقب کی حفاظت کے لئے بٹھایا گیا تھا انہوں نے جو دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے اور غنیمت لٹ رہی ہے تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکید فرمان یاد دلایا کہ بہت روکنے کی کوشش کی مگر چند آدمیوں کے سوا (جن کی تعداد دس سے بھی کم تھی) کوئی نہ بٹھرا۔

اس موقعہ سے خالد بن ولید نے جو اس وقت لشکر کفار کے رسالہ کی کمان کر رہے تھے۔ بروقت فائدہ اٹھایا۔ اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر پہلو کے درہ سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر نے اپنے باقیماندہ ساتھیوں کے ساتھ حملہ کو روکنا چاہا مگر مدافعت نہ کر سکے۔ اور یہ سیلاب یکایک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہوئے۔

جب مسلمانوں پر اچانک دو طرف سے حملہ ہوا تو ان کی صفوں میں اتنی بھیل گئی۔ کچھ لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے۔ اور کچھ احد پر چڑھ گئے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ دس بارہ جاں نثار آپ کے ہمراہ تھے اور آپ بھاگنے والوں کو پکار رہے تھے اِلٰی عِبَادِ اللّٰهِ۔



إِلَى عِبَادِ اللَّهِ - میری طرف آؤ اللہ کے بند۔

لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹنے سے مسلمان اس غیر متوقع صورت حال سے اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ ایک بڑا حصہ پر اگندہ ہو کر بھاگ نکلا۔ تاہم چند بہادر سپاہی ابھی تک میدان میں ٹپے ہوئے تھے۔ اتنے میں افواہ اڑ گئی کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس خبر نے صحابہؓ کے سب سے ہوش و حواس بھی گم کر دیئے۔

بعض کمزور دل کے مسلمانوں نے تو یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ کاش کوئی ہمارے لئے ابوسفیان سے (جو اس وقت لشکر کفار کے کمانڈر تھے) امان طلب کرے۔ بعض منافقوں نے تو یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر بنی ہوتے تو شہید کیسے کئے جاتے آؤ اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جائیں۔ (اسی کے متعلق ایسے اشخاص کو آیہ ۱۴۴ میں سزا سنائی ہوئی ہے،

لیکن جلد ہی آپؐ کی شہادت کی افواہ غلط نکلی۔ اور تمام صحابہؓ کو معلوم ہو گیا کہ آپؐ زندہ ہیں۔ اس حقیقت نے مسلمانوں کو ہمت بندھائی۔ اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہونے لگے۔

ادھر اپنے قیدیوں کو چھڑا لینے اپنے لوٹے ہوئے مال کو واپس لینے نیز مسلمانوں کو وسیع پیمانے پر شہید کرنے کے بعد قریش نے خیال کیا کہ ان کا مقصد حاصل ہو گیا اس لئے انہوں نے اتنی ہی کامیابی پر اکتفا کیا۔ جو حالات نے ان کو نصیب میں کر دی تھی۔ مزید برآں شدت کارزار سے ان کی اپنی ہمت بھی قریب قریب جواب دے چکی تھی۔ اس لئے انہوں نے بجائے مدینہ کا رخ کرنے کے اپنے سپہ سالار ابوسفیان کے حکم پر اپنا اسباب باندھا۔ اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو دوبارہ دیکھ کر اور اپنے میں مزید لڑائی کی قوت نہ پا کر انہوں نے اس کو ہی غنیمت جانا کہ اب کے ہمارا ہاتھ اوپر ہے مزید خطرہ مول نہ لیا جائے۔ بہر کیف انہوں نے میدان کارزار کو چھوڑ کر مکہ کے لئے رخت سفر باندھ لیا۔ ادھر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار میں کچھ وقت آرام کر کے مدینہ کی طرف واپسی فرمائی۔

اگلے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کا پھر تعاقب کیا۔ اور حمرار الاسد جو مدینہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے جا کر قیام کیا۔ اس وقت ابوسفیان کا لشکر چند میل آگے روجا کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ہر دو فریق کو ایک دوسرے کے متعلق خبر ملی کہ مقابلہ فریق



ڈٹنے کو تیار ہے لیکن تین دن تک قیام کے بعد ابوسفیان اپنے میں دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ پا کر مکہ کی طرف چل دیا۔

(تفہیم القرآن - ضیاء القرآن - تفسیر علامہ عبداللہ یوسف علی - اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

حیاء محمد مصنف محمد حسین ہیکل (مصری)

۱۵۲:۳ = تَحْسُوْا نَهْمًا - تَحْسُوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر (باب نصر) هُمْ ضَمِير جمع مذکر غائب مفعول - الْحَاسَّةُ - اس قوت کو کہتے ہیں جس سے عوارض حسیہ کا ادراک ہوتا ہے اس کی جمع حَوَاسُّ ہے جس کا اطلاق شاعرہ خمسہ (یعنی سمع - بصر - شہم - ذوق - لمس) پر ہوتا ہے۔

حَسَسْتُ (نصر) وَأَحْسَسْتُ محسوس کرنا۔ أَحْسَسْتُ (افعال) دو طرح استعمال ہوتا ہے (۱) قوت حس سے کسی چیز تک پہنچنا (محسوس کرنا)

(۲) کسی کے حاسہ پر مارنا جیسے كَبَدْتُہ - میں نے اس کے جگر پر مارا۔ اور حاسہ پر مارنے سے کبھی انسان مر بھی جاتا ہے اس لئے حَسَسْتُہ بمعنی قَتَلْتُہ بھی آجاتا ہے۔ آیت ہذا میں اپنی معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی جب تم کافروں کو قتل کر رہے تھے۔

= فَشَلُّتُمْ - ماضی معروف جمع مذکر حاضر فَشَلُّ مصدر - باب سمع - فَشَلُّ کے معنی ہیں لپٹ ہمت ہو جانا۔ بزدلی کے ساتھ کمزور ہو جانا۔ یعنی جب تم لپٹ ہمت ہو گئے یا بزدلی کے ساتھ کمزور ہو گئے = حَتَّىٰ اِذَا فَشَلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ - مندرجہ ذیل تین صورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱) فرار کے نزدیک اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور جملہ کی تقدیر یوں ہے حَتَّىٰ اِذَا تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ فَشَلْتُمْ - تا آنکہ اس حکم کے متعلق جو تم کو دیا گیا تھا جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی۔ (یعنی اس حکم کی خلاف ورزی کی۔ جو تم کو اپنی پوزیشن کو نہ چھوڑنے کے متعلق دیا گیا تھا) پس تم بزدل ہو گئے اور لپٹ ہمت ہو گئے (جیسا کہ مابعد کی جنگی صورت حالات نے بتا دیا)

(۲) اللہ نے نصرت کا جو وعدہ فرمایا تھا سچ کر دکھایا۔ لیکن تم نے بزدلی باہم جھگڑا اور نافرمانی سے کام لیا۔ (اور فتح کا موقعہ گنوا دیا)

(۳) بعض کے نزدیک یہ شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے یعنی تا آنکہ تم نے بزدلی اور لپٹ ہمتی دکھائی۔ اور بین حکم کی خلاف ورزی کی اور حکم عدولی سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کو روک لیا = مَا تَحِبُّوْنَ - سے مراد فتح و ظفر اور غنیمت ہے۔

= مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا - سے مراد وہ گروہ جو اپنی پوزیشن کو چھوڑ کر مال غنیمت کو



اصل کرنے کے حق میں تھا۔

= مِنْكُمْ ..... الْآخِرَةَ - سے مراد دوسرا گروہ جو حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سجاوڑی  
ب ہر صورت اپنی پوزیشن پر ڈٹے رہنے کے حق میں تھا۔

= صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ - صَرَفَ ۱ عَنِ - کسی کو کسی شے سے باز رکھنا۔ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ  
نہیں ان پر فتح حاصل کرنے سے باز رکھا۔ یا تمہیں ہزیمت کے ساتھ مشرکین سے پھیر دیا  
= لِيَبْتَلِيَكُمْ - تاکہ تم کو آزمائے اور تمیز کرے مومنوں کی منافقوں سے۔ دنیا پسندوں  
، آخرت پسندوں سے۔ صابروں کی شکوہ کنندگان سے۔ اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ کرنے والوں  
، ہٹ دھرمی سے کام لے کر اپنی رائے پر اڑے رہنے والوں کی۔

۱۵۳:۱ = تَصْعِدُونَ - باب افعالِ اصْعَادُ سے مضارع جمع مذکر حاضر اصْعَدَ يُصْعِدُ  
میں پر نشیب بلندی کی طرف یا بلندی سے نشیب کی طرف چلنا۔ یہاں مراد احد کی بلندی کی  
طرف بھاگ رہے تھے۔ یا دور بھاگ رہے تھے۔ صُعُودٌ بلند مقام کی طرف چڑھنا۔

= وَلَا تَلُونَّ عَلَى أَحَدٍ - لَوِيَ (ضَرَبَ) رسی کا بٹنا۔ کسی چیز کو خمیدہ کرنا۔  
وَوَارَوْسَهُمْ! (۵: ۶۲) تو وہ سر پھر لیتے ہیں۔ يَلُونَّ السِّنَنَهُمْ بِالْكِتَابِ کتاب  
ذرا (کوزبان موڑ موڑ کر پڑھتے ہیں۔

محاورہ ہے فَلَانٌ لَا يَلُوِي عَلَى أَحَدٍ - وہ کسی کی طرف گردن موڑ کر بھی نہیں دیکھتا  
سخت ہزیمت اٹھا کر بھاگ اٹھنے کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ اسی سے ہے اِذْ تَصْعِدُونَ  
لَا تَلُونَّ عَلَى أَحَدٍ جب تم دور بھاگے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے  
= اُخْرِيَكُمْ - مضاف الیہ الْاٰخِرُ الْاٰخِرُ کی مَوْنَتُ الْاٰخِرَى - پچھلی۔ دوسری۔  
اُخْرِيَكُمْ تمہاری پچھلی طرف سے (یعنی جب تم بھاگ رہے تھے تو پیچھے سے بنی اکرم صلی اللہ علیہ  
لم تمہیں واپس آنے کے لئے پکار رہے تھے۔

= اِثَابَكُمْ - اس نے تم کو عوض میں پہنچایا اِثَابٌ (افعال) ثَوْبٌ سے۔ اِثَابَةٌ بمعنی  
ل کی جزاء دینا خواہ وہ انعام ہو یا سزا۔ یہاں سزا کے معنی مراد ہیں اور فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔  
= غَمًّا اِغْتَمَّ - را، رنج کے سبب سے رنج۔ تم نے نافرمانی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
رنج پہنچایا اللہ نے اس کے عوض تم کو (شکست کا) رنج پہنچایا۔

، غم بالائے غم، غم اول فتح و ظفر اور غنیمت کا ہاتھ سے نکل جانا۔ غم ثانی قتل و ہزیمت یا غم  
ل قتل و جراح۔ اور غم ثانی یہ افواہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔



== لِكَيْلَا: ل حرف جار۔ کئی۔ تاکہ۔ لَا۔ لافنی۔ کئی۔ کبھی ناصب مضارع ہوتا ہے جو معنی اور عمل دونوں میں اَنْ مصدری کی طرح ہوتا ہے جیسے آیت ہذا میں لِكَيْلَا تَحْزَنُوا = اور کبھی تعلیلیہ ہوتا ہے یعنی لام حرف جارم کی طرح معنی کے اعتبار سے بھی اور عمل کے لحاظ سے بھی۔ اس کے بعد کبھی مَا استفہامیہ آتا ہے۔ جیسے کَيْمَ جِئْتُ۔ تو کیوں آیا۔ وقف کی صورت میں اس کے بعد ہا لایا جاتا ہے جیسے کَيْمَہ (کس لئے) کبھی مَ مصدری یا مَا کافہ آتا ہے جیسے

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَنْفَعْ فَضِرْ فَاِنَّمَا

يُوجِي الْفَتَى كَيْمَا يَضُرُّ وَ يَنْفَعُ

(ترجمہ۔ تو فائدہ رساں نہ ہو تو ضرر ہی پہنچا کیونکہ آدمی سے دوہی وجہ سے امید کی جاتی ہے۔ ضرر کے لئے یا نفع کے لئے)

یہ اَنْ مصدریہ مقدریہ پر وجوہاً داخل ہوتا ہے جیسے جِئْتُكَ کئی تُكْرِمَتِي میں تیرے پاس آیا تاکہ تو میری عزت کرے۔ عام طور پر اس کا استعمال لام کے بعد ہوتا ہے۔ جیسے جِئْتُكَ لِكِي تُكْرِمَتِي۔

کئی ناصبہ سے پہلے کبھی لام حرف جر مذکور ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ اسی طرح اس کے بعد کبھی لَا نفی ہوتا ہے کبھی نہیں۔ قرآن میں لِكَيْلَا کی مثالیں (۱۶: ۱۷۰) (۲۳: ۵) (۳۳: ۵۰) (۵۴: ۲۳) کَيْلَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ (۵۹: ۷) == فَاتَّكُمُ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ فَوْتُ مصدر واسم فعل تم سے فوت ہو گئی۔ تمہارے ہاتھ سے نکل گئی۔ تم سے چھوٹ گئی۔ یا چھوٹ جائے یا تم سے بچ کر نکل جائے۔

== اَصَابَكُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اَصَابَةٌ سے تم کو پہنچی۔ تم کو پیش آئی۔ مَا فَاتَكُمْ اور مَا اَصَابَكُمْ میں مابیانہ ہے۔

۱۵۴: ۳ = اَمْنَةً۔ امن۔ دلجمعی۔ چین۔ اَمْنٌ سے

نُعَاسًا۔ اونگھ۔ نَعَسَانٌ۔ نیند سے بھرا ہوا آدمی۔ اونگھتا ہوا آدمی۔ نَعَسٌ اور نَعَاسٌ۔ مصدر۔ اونگھنا۔ اِنْعَاسٌ (اِفْعَالٌ) کسی کو سلا دینا۔ اَمْنَةٌ مَوْنٌ ہے اور نَعَاسٌ مذکر۔

لہذا فعل يَنْعَسِي (جو نَعَاس کے فوراً بعد آیا ہے) میں ضمیر فاعل نَعَاسًا کی طرف راجع ہے اَمْنَةً نَعَاسًا کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اَمْنَةً۔ فعل اَنْزَلَ کا مفعول ہے اور نَعَاسًا اس کا بدل ہے یعنی بدل اور مبدل مِنْ اَمْنَةٍ



مطلب وہ ذہنی اور جسمانی سکون کی تحصیل ہے جس سے گزشتہ دماغی اور جسمانی پریشانیوں اور تھکاوٹیں دور ہو جائیں۔

۲ = نَعَّاسًا فَعْلَ أَنْزَلَ کا مفعول ہے اور اَمْنَةً اس کا حال جو اس سے پہلے لایا گیا ہے مثال اس کی رَأَيْتُ ذَاكِبًا رَجُلًا

(نوٹ) حال وہ اسم ہے جو کہ فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی حالت (صورت) کو بیان کرے) یعنی اللہ نے ان پر اذ نگھ نازل کی کہ وہ پر سکون حالت میں آگئے۔

۳ = نَعَّاسًا - اَمْنَةً کا عطف بیان ہے (یعنی وہ تابع جو اپنے متبوع کو صاف طور پر بیان کرے) یعنی سکون و اطمینان کی وہ حالت جو ہلکی سی نیند کی صورت میں تھی۔

۴ = يَا اَمْنَةً مفعول لڑ ہے کہ (جس کے واسطے فعل واقع ہوا) اس نے نازل کیا اذ نگھ کو تم پر اس واسطے کہ باعث سکون ہو

۵ = اَمْنَةً اَمِّنَ کی جمع ہے (جیسے بَرَزَةً بَارَ جو اصل میں بَارِزٌ ہے کی جمع ہے) اور یہ کُمُ ضمیر مفعول پر حال ہے اب ترجمہ یوں ہوگا۔ اور نازل کیا اذ نگھ کو تم پر جو کہ امن میں آچکے تھے۔

= يَعِشِي - مضارع واحد مذکر غَائِبٌ عِشِيٌّ اور عِشْيَانٌ مصدر باب سَمِعَ اس نے ڈھانپ لیا۔ اس میں نَعَّاسٌ فاعل ہے

= اَهَمَّتَهُمْ - ماضی واحد مؤنث غَائِبٌ اِهْمَامٌ (اِفْعَالٌ) سے بمعنی فکر میں ڈالنا ہُمْ ضمیر جمع مذکر غَائِبٌ۔

اَهَمَّتَهُمُ اَلْاَفْسَهُمْ - ان کی جانوں نے ان کو فکر میں ڈال دیا تھا۔ یعنی جن کو اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی۔

= هَلْ لَنَا مِنَ الدَّارِ مَرَمٍ شَيْءٌ - کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے استفہام انکاری ہے۔ یعنی ہمارا تو اس کام میں کوئی دخل ہی نہیں (یہ ان منافقین کا قول ہے جو دینہ میں ہی رہ کر مدافعت کا مشورہ دیتے تھے۔ لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشورہ کے خلاف باہر نکل کر مقابلہ کا فیصلہ کیا)

= بَرَزَ - وہ نکلا۔ باب نصر۔ بَرُوزٌ کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہونے کے ہیں۔ بَرُوزٌ کی کئی شکلیں ہیں۔ ایک تو بذاتہ کسی چیز کا خود نما ہو جانا۔ جیسے وَتَرَى الدَّرَاصَ بَارِزَةً (۱۸)؛ اور تو دیکھے کہ زمین کھل گئی۔ یہاں زمین کا صاف طور پر کھل جانا مراد ہے کیونکہ اس روز



زمین پر مختلف قسم کے جوشانات ارضی از قسم مکانات، پہاڑ، ٹیلے، مکان و مکین وغیرہ مٹ جائیں گے کبھی چھپی ہوئی چیز کے کھل جانے کے متعلق اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے ذُبُورَاتِ الْجَحِيمِ لِلْعَزِيزِ (۹۱: ۲۶) اور دوزخ ظاہر کر دی جائے گی گمراہوں کے لئے۔

میدان جنگ میں صف سے نکل کر سامنے میدان میں کھل کر آجانے کو مبارزت کہتے ہیں = مَضَاجِعِهِمْ۔ اسم طرف مکان۔ مضاف، هِمٌّ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ، قتل گاہیں۔ مقتل۔ صَجَّحَ سے جس کا اصل معنی سونا ہے لیکن سونے سے کبھی موت مراد لی جاتی ہے = لَبَرَزَ الَّذِينَ..... مَضَاجِعِهِمْ۔ جن کا قتل لکھا جا چکا ہے وہ تو اپنے اپنے مقتولوں کی طرف نکل کر ہی رہیں گے۔

= وَلَيَبْتَليَ اللَّهُ..... یہ سب مصائب اس لئے تھے کہ آزمائے اللہ تعالیٰ يُمَحِّصَ مَخْصَ يُمَحِّصُ (باب تفعیل) تاکہ صاف کرے (دیکھو ۳: ۱۴۱) ۱۵۵: ۳ = اسْتَزَلَّوْهُمْ۔ اس نے ان کو بہکا دیا۔ (باب استفعال) الزَّلَّةُ بلاقصد کے قدم پھسل جانا۔ زَلَّةٌ پھسلنے کی جگہ باب افعال سے اَزَلَّ يُزِلُّ مَهِسْلَانًا۔ فَازَلَهُمَا الشَّيْطَانُ (۱۳۶: ۲) ان دونوں کو شیطان نے مہسلا دیا۔ = يَبْغِضُ مَا كَسَبُوا۔ ان کے کسی عمل کی وجہ سے۔

= حَلِيمٌ۔ حِلْمٌ سے بروزن فَعِيلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ بہت تحمل والا۔

۱۵۶: ۳ = عَزَى۔ جمع عَازِيٍّ واحد۔ عَازِيٌّ کی جمع عَزَاةٌ، بھی ہے عَزُوٌّ مصدر۔ عَزَا لَيُزُوْ (نصر)

= صَرَبُوا فِي الْأَرْضِ۔ ای سافروا فی الارض لتجارة وغیرہا۔ یعنی تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرتے۔ صَرَبُوا میں فاعل اخوانہم ہے۔

۱۵۷: ۳ = مَتَّمٌ۔ ماضی معروف جمع مذکر حاضر۔ مَوْتٌ مصدر۔ باب نصر۔ یا اگر تم مر جاؤ۔ ماضی معجز مضارع۔ اصل میں نَصَرْتُمْ کے وزن پر مَتَّمْتُمْ تھا۔ پہلی ہر دو تا کو تار ثالث میں مدغم کیا مَتَّمٌ ہو گیا۔ مصدر میں واو کی رعایت سے میم کو ضمہ دیا گیا مَتَّمٌ ہو گیا۔

۱۵۹: ۳ = فَبِمَا۔ مَا۔ زائدہ ہے اور تاکید کے لئے آیا ہے۔ یعنی یہ صرف اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہے کہ باوجود مخالفین کے قصور کے آپ کا ردیہ ان کی طرف لطف و محبت کا ہے۔

= لَنْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر لَنْتَ مصدر۔ تونے نرمی کی۔ تونے نرم مزاجی سے کام لیا



لَا تَكِلِيْنُ (ضَرْب)

= فُظًا - بد کلام - بد خو - بد اخلاق - لفظ کی اصل وضع اس گندے پانی کے لئے ہے جو غلاظت سے بھری ہوئی آنتوں کے اندر ہوتا ہے۔

= غَلِيْظَ الْقَلْبِ - مضاف مضاف الیہ - سخت دل والا - بد اخلاق - بد خو۔

= لَا تُفَضُّوْا - میں لام تاکید کے لئے ہے۔ اِنْفَضُّوْا رِیَابِ الْفَعَالِ (الفضاض سے ہے۔ متفرق ہونا۔ تشربتر ہونا۔ وہ ضرور منتشر ہو گئے ہوتے۔

= كُوْ - یہ چھ طریق پر مستعمل ہے۔

۱۔ زمانہ ماضی میں شرط کے لئے جیسے كُوْ جَاءَنِيْ لَا كُوْ مُتَدَّ - اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کی عزت کرتا۔

۲۔ زمانہ مستقبل میں تمنا کے معنی میں۔ كُوْ تَلْتَقِيْ اَصْدَاۗءُ بَعْدَ مَوْتِنَا - کاش ہمارے اصداء موت کے بعد ملے۔ كُوْ اَنْتَ لَنَا كَرَّةٌ - کاش ایک بار اور ہم کو دنیا میں جانا مل جاتا بعض نے کہا ہے کہ یہ كُو شرطیہ ہی ہے جس کو تمنیٰ کا معنی دیا گیا ہے۔

۳۔ مصدریہ - بمعنی اِنْ۔ لیکن یہ نصب نہیں دیتا۔ عَمُوْمًا دَدَّ يُوْدُ کے بعد آتا ہے جیسے وَدَّوْا كُوْ تَأْتِيْهِمْ۔ وہ چاہتے ہیں کہ تو ان کے پاس آئے۔

۴۔ تمنا کے لئے۔ اس وقت اس کا جواب منصوب اور فار کے ساتھ آتا ہے جیسے كُوْ تَأْتِيْنِيْ فَحَدِّثْنِيْ - کاش تو میرے پاس آتا اور مجھ سے باتیں کرتا۔

۵۔ عرض کے لئے۔ مثل اَلَا۔ اس کا جواب بھی منصوب اور فار کے ساتھ آتا ہے جیسے كُوْ تَنْزِلُ عِنْدَنَا فَتُصِیْبُ حَیْرًا - اگر تو ہمارے پاس آتا تو بہتری پاتا۔

۶۔ تقلیل کے لئے جیسے تَصَدَّقُوْا دَلُوْا بِظِلْفِ مُحَرَّقٍ - صدقہ دو اگرچہ جلا ہوا کھری ہو

۳: ۱۶۰۔ يَخْذُ لَكُمْ۔ مضارع معروف واحد مذکر غائب لام پر جزم حرف اِنْ کی وجہ سے ہے۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر اِنْ يَخْذُ لَكُمْ۔ اگر وہ تمہیں بے مدد چھوڑ دے۔ تمہاری مدد نہ کرے۔ خَذَ لَا تَنْ سے جس کے معنی ہیں ایسے شخص کا عین موقعہ پر ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جانا جس کے متعلق گمان ہو کہ وہ پوری پوری مدد کرے گا۔ لہذا ساتھ چھوڑ دینا۔ دغا دینا۔ قرآن حکیم میں ہے وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (۲۵: ۲۹) اور شیطان انسان کو عین موقعہ پر دغا دینے والا ہے۔

۳: ۱۶۱۔ اَنْ يَخْلُ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب غَلَّ يَخْلُ۔



(باب نصر) سے غُلُّ غُلُولُ۔ صرف مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔  
اَنْ يَّغُلَّ کہ وہ مال غنیمت میں خیانت کرے۔

غُلُّ طوق جمع اغْلَالٌ۔ اِذَا اَلْعُلَّالُ فِيْ اَعْنَاقِهِمْ (۴۰: ۷۱) جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ کنایہ کے طور پر مَغْلُولُ الْيَدِ کنوئس شخص کو کہا جاتا ہے وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلَىٰ عُنُقِكَ (۲۹: ۱۷) اور اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا نہ کر لو یعنی بہت تنگ نہ کر لو۔

= تَوَفَّى۔ پورا دیا جائے گا۔ تَوَفِيَّةٌ سے دنی مادہ۔ مضارع مجہول واحد مَوْث غَائِب۔  
۱۶۲: ۳ = بَاء۔ ماضی واحد مذکر غَائِب بَاءٌ يَبْوُؤُ بَبْوُؤ۔ (نصر) اس نے کمایا۔ وہ لوٹا  
الْبَوَاءُ۔ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزار کا مساوی (سازگار۔ موافق) ہونے کے ہیں۔ مَكَانٌ  
بَوَاءٌ۔ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے والے کے سازگار اور موافق ہو۔

بَوَاتُ لَهُ مَكَانًا۔ میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا وَ اَوْحَيْنَا اِلَىٰ مُوسٰى  
وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبْوِءَا لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بَبْوَاتًا۔ (۸۷: ۱۰) اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور  
اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ۔

بَاءٌ بِسَخِطٍ۔ وہ ایسی جگہ اتر کہ اس کے ساتھ اللہ کا غصہ و عقوبت ہے  
= سَخِطٍ۔ غصہ۔ وہ سخت غصہ ہو عقوبت کا مقتضی ہو۔

= مَادِي۔ مصدر۔ و نیز اسم طرف مکان۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت ٹھکانہ  
اَوْ اِيَّادِي (ضَرْب)

= الْمَصِيْرُ۔ اسم طرف مکان و مصدر۔ صِيْر۔ مادہ۔ صَادَ لِيَصِيْرُ (ضَرْب) صِيْرُ  
صِيْرُوْرَةٌ۔ مَصِيْرُ۔ مصدر ہیں۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹنا۔

الْمَصِيْرُ۔ بطور اسم طرف مکان بمعنی لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔ قرار گاہ۔

۱۶۳: ۳ = هُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا اشارہ ان دو گروہوں کے افراد کی طرف ہے  
جن کا بیان آیت ماقبل میں ہوا ہے یعنی گروہ اول مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانُ اللّٰهِ اور گروہ ثانی  
مَنِ بَاءٌ بِسَخِطٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ یعنی ان ہر دو گروہ کے افراد کے الگ الگ درجے ہیں  
۱۶۴: ۳ = مَنِ۔ مصدر۔ بڑا احسان کیا۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰی مَنِ يَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ (۱۴: ۱۱) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے  
بندوں میں سے جسے چاہے اس پر احسان فرماتا ہے۔ بعض نے اس کے معنی غیر مقطوع







لیکن ہمیں تو اس امر کا یقین ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔

= لَا اتَّبَعْنَاكُمْ۔ لام تاکید کے لئے ہے ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے

= هُمْ لِلْكَفْرِ..... لِلْإِيمَانِ۔ اس دن وہ ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ نزدیک تھے۔

= تَكْتُمُونَ = مضارع جمع مذکر حاضر۔ کتم سے جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم چھپاتے ہوئے ہو

۱۶۸:۳ = الَّذِينَ۔ سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں جو کہتے تھے کہ یہ کوئی جنگ ہے یہ تو خودکشی ہے

= لِيَدْخُلْنَاهُمْ۔ میں یا تو انہوں سے مراد یا تو منافقین ہیں جو جنگ احد میں قتل ہوئے یا وہ مسلمان جو جنگ احد میں شہید ہوئے تو اس صورت میں وہ ان کے نسبی بھائی تھے دینی بھائی نہ تھے۔

وَقَعَدُوا۔ میں داؤد عالیہ ہے درآں حالیکہ وہ خود پیچھے بیٹھے رہے اور لڑائی میں شریک نہ ہوئے۔ قَعَدُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب قُعُودٌ مصدر۔ جو قَاعِدٌ (ایک بیٹھنے والا) کی جمع بھی ہے = فَادْرَأُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ دَرَأٌ مصدر۔ باب فتح۔ تم ہٹالو۔ تم دفع کرو۔ تم دور کرو۔

۱۶۹:۳ = لَا تَحْسَبَنَّ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر نون ثقیلہ برائے تاکید۔ تو مت خیال کر۔ تو مت سمجھ۔

۱۷۰:۳ = يَكْتَسِرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اسْتِشَارٌ (اسْتِفْعَالٌ) مصدر خوش ہیں۔ خوش ہوتے ہیں بِالَّذِينَ ان کے متعلق لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ جوابگو نہیں آئے ان کے ساتھ۔ مِنْ خَلْفِهِمْ ان کے پیچھے رہ جانے والوں میں سے۔

۱۷۲:۳ = اسْتَجَابُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اسْتِجَابَةٌ مصدر۔ اسْتِفْعَالٌ سے جو ب مادہ۔ انہوں نے مانا۔ انہوں نے قبول کیا۔ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ۔ انہوں نے اللہ کا فرمان قبول کیا۔ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ۔ (جو) اپنے پروردگار کا حکم قبول کرتے ہیں۔ (۳۸:۸۲) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (۱۹۵:۳) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی

= الْقَرْحُ۔ زخم۔ آبلہ۔ جمع قَرَحٌ

۱۷۳:۳ = حَسْبُنَا اللَّهُ۔ کافی ہے ہمارے لئے اللہ کی ذات۔ اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے حَسْبٌ مصدر۔ حَسِبَ يَحْسِبُ (نَصَرَ) سے۔

= وَكَيْلٌ۔ صفت مشبہ۔ دَخَلَ مصدر۔ (باب ضرب) کار ساز۔ نگران۔ نگہبان۔ ضامن



ذمہ دار۔

= آیت ۱۷۲ میں اللہ اور اس کے رسول کا فرمان قبول کرنے والوں اور ان میں نیکو کاروں اور پرہیزگاروں کے لئے اجر عظیم کی بشارت ہے یہی بشارت ان کے لئے بھی ہے جن کا ذکر آیت ۱۷۳ میں ہوا ہے جو دشمن کی کثرت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا ایمان اور مضبوط ہو گیا اور انہوں نے کلیۃً اللہ پر ڈوری ڈال دی۔

۱۷۵: ۳ = یُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهُ - اَخَافَ يُخَفِّفُ (افعال) خَوْفٌ يُخَوِّفُ (تفعیل) کے دو مفعول ہوتے ہیں۔ فَلَا تَخَافُوْهُمَ - کا قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں اس کے معانی یُخَوِّفُکُمْ اَوْلِيَآءَهُمْ ہیں۔ یعنی پہلا مفعول کُم محذوف ہے یعنی شیطان تم کو اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے۔ یعنی اپنے ساتھیوں کا ڈر تمہارے دلوں میں ڈالتا ہے۔

= خَافُوْنَ اصل میں خَافُوْنِی ہے تم مجھ سے ڈرو۔

۱۷۶: ۳ = حَظًّا - حَظًّا (واحد) حُطُوْطًا (جمع) حصہ - نصیب - مقررہ حصہ۔

۱۷۷: ۳ = اِشْتَرَوْا - انہوں نے مول لیا۔ انہوں نے بیچا اِشْتَرَاءُ (افتعال) سے جس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں کے آتے ہیں۔

۱۷۸: ۳ = اِنَّمَّا - بیشک - تحقیق - بجز اس کے نہیں۔ اِنَّ - حرف مشبہ بالفعل مَا کا قاف ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اِنَّ کو عمل سے روکتا ہے۔

= اِنَّمَّا - ایضاً۔

= نُمَلِّیْ مَضَارِعَ جَمْعِ مُکَلِّم - اِمْلَآءُ - مصدر - ملی مادہ (باب افعال) ہم ڈھیل دیتے ہیں۔ ہم مہلت دیتے ہیں۔

۱۷۹: ۳ = لِيَذَرَ - مضارع منصوب واحد مذکر غائب - منصوب بوجہ عمل لام ہے وَذَرُ مصدر کہ چھوڑ دے۔ ہر دو باب ضرب - ثَمَر سے آتا ہے۔ اس کا مضارع يُوْذِرُ - يُوْذِرُ آئے گا۔ لیکن عموماً مضارع باب سمع سے آتا ہے۔ يُوْذِرُ کی واؤ حذف ہو گئی۔ يَذَرُ ہو گیا۔ لام کے عمل سے منصوب ہو کر لِيَذَرَ ہو گیا۔

= لِيُطْلِعَكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب - اِطْلَآءٌ (باب افعال) سے مصدر طَلَعَ مادہ کُم ضمیر مفعول - جمع مذکر حاضر - کہ وہ تم کو واقف کر دے۔ تم کو آگاہ کر دے۔

۱۸۰: ۳ = يَبْخُلُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب - (باب سمع) بخل کرتے ہیں۔ بَخْلٌ - مصدر بخل - کنجوسی - بخیل بصریغہ مبالغہ بہت بڑا کنجوس۔ بَخِلَ (سمع) - بَخِلَ (کرم)



کے مفعول اول پر علی یا عَنْ آتا ہے (سیوطی) اور دوسرے مفعول پر (اگر مذکور ہو تو) باء آتی ہے۔  
جیسے بَخِلَ عَلَيْهِ۔ اس نے اس کو وہ چیز دینے میں کنجوسی کی لیکن آیت نہ ایں یَبْخُلُونَ  
اور بَخِلُوا کے بعد ایک ہی مفعول مذکور ہے اور اس پر ہر دو جگہ باء آتی ہے۔  
= هُوَ سے مراد ان کا بخیلی کا فعل ہے۔

= سَيُطَوَّقُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ سی مستقبل قریب کے لئے آتا ہے۔  
تَطَوَّقُ (تفعیل) مصدر۔ طوق کی طرح ان کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ طَوَّقٌ۔ گردن بند۔ گھیرا  
طاقت۔ وسعت۔ قابو۔ رسی کا بل۔ طوق مصدر بھی ہے۔ اِطَاقَةُ (افعال) کسی چیز پر قابو  
رکھ سکنا۔

= مِيزَاتٌ۔ مصدر مرفوع۔ ملکیت

۱۸۱: ۳ = ذُوقُوا۔ تم چکھو۔ ذُوقٌ سے (باب نصر) امر جمع مذکر حاضر۔ ذَائِقَةٌ۔ مزا  
چکھنے والا۔

= حَرِيقٌ۔ جلا دینے والا۔ فاعل اور مفعول دونوں کے لئے آتا ہے۔ یعنی جلانے والا۔  
اور جلا ہوا۔ مُحْرِقٌ بھی فاعل آتا ہے جیسے تپ محرقہ اردو میں ہے۔

۱۸۲: ۳ = قَدْ مَتَّ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقْدِيمٌ مصدر۔ پہلے کر چکے یا پہلے بھیج چکے  
= دَاتٌ۔ دَاوَمَرَاتٌ۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے

= ظَلَامٌ۔ فَعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

یہاں حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے نفی ظلم کے سلسلہ میں مبالغہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے  
یہاں ظَلَامٌ میں مبالغہ کمیت کے لحاظ سے ہے نہ کہ کیفیت کے لحاظ سے۔ یعنی ذرا سا ظلم  
بھی نہیں کرتا۔

یہ مطلب نہیں کہ زیادہ ظلم نہیں کرتا اور تھوڑا سا ظلم کر لیتا ہے۔

۱۸۳: ۳ = الَّذِينَ۔ یعنی وہ لوگ جن کو ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ کہا گیا ہے۔

۱۸۴: ۳ = الزُّبُرُ۔ کتابیں۔ اوراق۔ زبور کی جمع صحائف۔

= الْكِتَابِ الْمُنِيرِ۔ موصوف و صفت۔ روشن کتاب۔ یعنی جس میں شریعت کے احکام  
درج ہوں۔ بعض نے الزُّبُرِ سے صحیفے مراد لیا ہے اور الْكِتَابِ الْمُنِيرِ سے توراۃ اور انجیل

۱۸۵: ۳ = تُوفُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ تَوْفِيَةٌ سے تم کو پورا دیا جائے گا۔

= ذُحْرَحَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ ہٹا دیا گیا وہ بچا لیا گیا۔ ذُحْرَحَ رباعی مجرد



بروزن زَلْزَلَةً باب فَعْلَلَةٌ جس کا وزن کبھی فَعْلَلَهُ کے وزن پر آتا ہے جیسے زَلْزَالَ اور کبھی فَعْلَلِي کے وزن پر جیسے تَهَقَّرِي (پچھلے پاؤں چلنا)

= الْغُرُورُ۔ یہاں اسم فعل آیا ہے مصدر بھی ہے غَرَّ يَعُورُ (نصر) فریب دینا۔ کسی کو غافل پا کر اس سے اپنا مقصد حاصل کرنا۔ قرآن مجید میں ہے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ (۶: ۸۲) اے انسان تجھ کو کس چیز نے اپنے رب کریم کے متعلق دھوکہ دیا۔

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا (۶۴: ۱۴) اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ سب دھوکہ ہے۔ وَلَا يَغُرَّتْكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ اور دھوکہ دینے والا (اسم فاعل۔ شیطان) تمہیں خدا کے بارہ میں کسی طرح کا فریب نہ دے۔ بس غرور سے مال و جاہ۔ خواہش نفسانی۔ شیطان اور ہر وہ چیز مراد جو انسان کو فریب میں مبتلا کر دے۔

غُرُورٌ۔ مصدر۔ دھوکہ دینا۔ فریب دینا۔

مَتَاعُ الْغُرُورِ۔ دھوکہ کا سامان۔ مغرور بروزن مفعول دھوکہ کھایا ہوا۔ فریب خوردہ۔ غُرٌّ بھی بمعنی بھولا۔ فریب خوردہ۔

۱۸۶: ۳ = لَتُبْلَوْنَ۔ مضارع مجہول بلام تاکید و نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر بَلَاءٌ سے بلی مادہ۔ بَلَاءٌ سے ماضی جب باب سمع سے آتی ہے تو اس کے معنی بوسیدہ ہونے کے آتے ہیں۔ بَلَى الثَّوْبِ کپڑا بوسیدہ اور پرانا ہو گیا۔ اور جب اس کی ماضی باب نصر سے آتی ہے تو امتحان اور آزمائش کے معنی ہوتے ہیں مثلاً إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ (۱۴: ۶۸) تحقیق ہم نے آزمایا ان کو جیسا کہ ہم نے اصحاب الجنۃ کو آزمایا تھا۔

= لَتُبْلَوْنَ۔ یقیناً تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔

= فِیْ۔ کے باب میں۔

= لَتَسْمَعَنَّ۔ سَمِعٌ سے مضارع معروف بلام تاکید و نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ضرور سنو گے۔ اَذَى۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے۔

اذیت دینے والی باتیں۔ دلائل باتیں۔ اَذَى کَثِيرًا۔ لَتَسْمَعَنَّ کا مفعول ہے۔

= الْعَزْمُ۔ وَالْعَزِيمَةُ۔ کسی کام کو قطعی اور حتمی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا۔ مصمم ارادہ کرنا۔ عَزَمَتْ وَعَزَمَتْ۔ پختہ ارادہ۔ خدا کی طرف سے عائد کردہ فرض۔ عَزِيمَةٌ وَعَزَائِمٌ۔ ثابت قدمی۔ ارادہ کی پختگی۔ اَمْرٌ عَزِيزٌ۔ کام جس کا پختہ ارادہ کر لیا گیا ہو۔ وَعَزَمَ الْأَمْرُ۔ اس مخصوص کام کا کرنا واجب ہو گیا۔



= مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ - ای من صواب التدبیر الذی لاشک ان الرشد فیہ ولا ینبغی لعاقل ترکہ واصلہ من قولک عزمتم علیک ان تفعل کذا ای الزمتک ان تفعلہ لا محالۃ ولا تترکہ وقیل معناه فان ذلک مما قد عزم علیکم فعلہ - درست تدبیر کہ جس کی راستگی کے متعلق کوئی شک نہیں۔ اور ایک عقلمند کو اسے ترک نہ کرنا چاہئے اور اس کے اصل معنی میں یہ قول ہے کہ عَزَمْتُ کَذَا میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ تم ایسے کرو۔ یعنی تم پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ تم ہر حال میں اس کو کرو اور ترک مت کرو اور یہ بھی کہ اس کام کا کرنا تم پر لازم کر دیا گیا ہے۔ (المخازن)

إِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ - تو یہ فعلہ (اجراور تقویٰ) ان امور میں سے ہے جو تم پر واجب کر دیا گیا ہے فَإِنَّ تَصَبُّرًا وَتَقْوًا کا جواب محذوف ہے جَوَانِ ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ سے لیا گیا ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے ان ذلک عزمۃ من عزمات اللہ - یہ خدا کی طرف سے عائد کردہ حقوق میں سے ہے (کشاف) صاحب المفردات - ومولفین تفہیم القرآن وضمیر القرآن نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ ۳: ۱۸۷ = لَبِيتُمْ مِثْلَ بَلَامٍ تَأْكِدُ وَنُونٍ ثَقِيلَةٍ صِنْفَةٍ جمع مذکر حاضر کہ تم ضرور بیان کرو گے یہ ميثاق کا مضمون ہے یعنی اہل کتاب سے یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ تم ضرور بیان کر د گے لوگوں کے سامنے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں۔

= فَتَبَدُّوْا - ضمیر ميثاق کی طرف راجع ہے۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ تَبَدُّوْا (ضرب) پھینک دیا۔ یا ڈال دیا۔ پھینکنا۔ تَبَدُّوْا (نصر) پھوڑنا۔ تَبَدُّوْا پھوڑا ہوا عرق۔ انہوں نے اس کو

۳: ۱۸۸ = اَتَوْا - ماضی جمع مذکر غائب۔ باب ضرب اِتَيَانُ مصدر اتی یاتی (ب) کوئی چیز لانا کسی کو لانا۔

اَتَوْا - وہ لائے۔ وہ آئے۔ وہ پہنچے۔ اَتَوْا ب۔ انہوں نے کہا

يَفْزَحُونَ بِمَا اَتَوْا - خوش ہوئے اپنے کئے پر۔

= مَفَاذَةٌ - فَاذَ (مادہ فوز) کا مصدر ہے۔ باب نصر کامیاب ہونا۔ فَاذَ يَفْزُوْا بِأَذَاهُمْ کسی امر میں کامیاب ہونا۔ فَاذَ يَفْزُوْا مِنَ الْمَكْرُوْهِ کسی تکلیف سے نجات پانا۔

فَلَا تَحْسَبْنَهُمْ بِفَاذَةٍ مِنَ الْعَذَابِ - ہرگز خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے نجات پالیں گے۔

۳: ۱۸۹ = مُلْكٌ - اسم و مصدر۔ اقتدار اعلیٰ۔ بادشاہت۔



۳: ۱۹۱۔ قُعُودًا۔ جمع قَاعِدٌ کی۔ حالت نصب۔ بیٹھے ہوئے۔

== جُنُوبٌ بِہِم۔ جُنُوبٌ مضاف ہُنْ مضاف الیہ۔ جَنْبٌ کی جمع۔ ان کے پہلو۔  
== فَقِنَا۔ ف زائد ہے۔ ق۔ امر واحد مذکر حاضر۔ وَقَى یَقِی وَقَايَةً سے نا ضمیر جمع متکلم۔  
مفعول۔

۳: ۱۹۲۔ کَفِّرَ۔ امر معروف واحد مذکر حاضر۔ تَكْفِيرٌ مصدر۔ مٹانے۔ معاف کرنے۔  
دور کرنے۔

۳: ۱۹۵۔ فَاسْتَجَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔  
اِسْتِجَابَةٌ سے۔ باب استفعال۔

== بَعْضُکُمْ مِنْ بَعْضٍ۔ لفظ الاتصال والا اتحاد۔ اتصال و اتحاد میں یگانگت کے لئے  
یا مِنْ بمعنی الکاف ہے ای بعضکم کبعض۔ یعنی طاعت و فرمانبرداری پر ثواب اور معصیت  
و نافرمانی پر عقوبت میں تم سب ایک دوسرے کی طرح ہو۔ کسی کے لئے الگ معیار جزا و سزا  
نہیں ہے یا تم میں سے مرد اور عورتیں سب جزا و سزا کے ایک ہی اصول کے تحت ہیں  
یہ ایک جملہ معترضہ ہے۔

== اُخْرِجُوا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نکالے گئے۔

== اُدْذُوا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ ستائے گئے۔ ان کو اذیت دی گئی (اذی مادہ)  
اُدْذُوا اصل میں اُدْذِیُوا تھا۔ می مضموم ماقبل مکسور کی وجہ سے ی کا ضمہ ماقبل کو دیا گیا۔  
ی اور واؤ دوساکنین اکٹھے ہو گئے۔ لہذا ی کو گرا دیا گیا۔ اُدْذُوا ہو گیا۔ جیسا اُدِیَ۔ اسے دیا گیا  
ماضی مجہول واحد مذکر غائب سے اُدْذُوا جمع مذکر غائب۔

== لَا کَفَرَتْ۔ لام تاکید و نون ثقیدہ۔ اُکْفَرُوا۔ مضارع واحد متکلم۔ میں ضرور مٹا دوں گا ان کے  
نامہ عمل سے ان کے گناہ۔ یا میں ضرور معاف کر دوں گا ان کے گناہوں کو۔

== لَا دُخِلْتُمْ۔ لام تاکید بانون ثقید مضارع واحد متکلم ہُنْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔  
میں ان کو ضرور داخل کروں گا۔

== ثَوَابًا۔ جزاء۔ انعام کے طور پر۔ بدلے کے طور پر۔

۳: ۱۹۶۔ لَا یَغْرَثْکَ۔ واحد مذکر غائب نہی بانون تاکید ثقیدہ۔ مت دھوکہ میں ڈالے تجھ کو  
غَرَّ یَغْرِثُ (نَصَرَ) غَرَدٌ مصدر

== تَقَلَّبَ بروزن تفعل۔ مصدر۔ پھرنا۔ پھر پھر آنا۔ آنا جانا۔ الٹنا پلٹنا۔ باروک ٹوک نقل و حرکت



کرنا۔ اپنے کاموں میں بلا روک ٹوک آزاد ہونا۔

= مَادُّهُمْ۔ اسم ظرف مکان۔ مقام سکونت۔ ٹھکانہ۔ مَادُّی مصدر بھی ہے

= الْمِهَادُ۔ اسم۔ بچھونا۔ ٹھکانہ مراد ہے۔ قرار گاہ۔

۱۹۸:۳ = نَزْلًا۔ مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت۔

= الْأَبْرَارِ۔ بَرٌّ۔ بَارٌّ۔ کی جمع۔ نیک لوگ۔

۲۰۰:۳ = صَابِرُونَ۔ صیغہ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ مقابلہ میں مضبوط جھے رہو۔ مُصَابِرَةٌ سے

(مفاعِلَةٌ) جس کے معنی صبر کے ساتھ کسی سے جنگ کرنے کے ہیں۔

صاحب مفردات لکھتے ہیں۔

الصَّبْرُ۔ کے معنی 'عقل و شریعت دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے تقاضے کے مطابق

اپنے آپ کو روک رکھنے کے ہیں۔ صبر ایک عام لفظ ہے جو کہ مختلف مواقع استعمال کے اعتبار سے

مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی مصیبت پر نفس کو روک رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے

یہ جَزَعُ کی ضد ہے اور جنگ میں نفس کو روک رکھنا شجاعت ہے اس کی ضد جُبُنٌ ہے

یہی صبر اگر کسی پریشانی کسی حادثہ کو برداشت کرنے کی صورت میں ہو تو اُسے رَحْبُ الصَّدْرِ

کشادہ دلی کہتے ہیں۔ جس کی ضد ضَجْرٌ ہے۔ اگر کسی بات کو روک رکھے تو اسے کتمان کہتے ہیں

اس کی ضد مَذَلٌّ ہے۔ (مجبور ہو کر راز کو فاش کر دینا)

قرآن سے ان تمام صفات کو صبر کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

اصْبِرُوا وَصَابِرُوا۔ ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو۔ یعنی عبادت الہی پر اپنے آپ کو

روک رکھو۔ اور خواہشات نفسانی کے خلاف جہاد کرو!

= رَابِطُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دل لگائے رکھو۔ تم لگے رہو۔ تم آمادہ رہو۔ رِبَاطٌ اور

مُرَابِطَةٌ سے جس کے معنی محافظت اور نگرانی کرنے اور چوکی دینے کے ہیں۔

خازن بغدادی لکھتے ہیں۔ مُرَابِطَةٌ کی اصل یہ ہے کہ ادھر کے لوگ اپنے گھوڑے اور ادھر

کے لوگ اپنے گھوڑے اس طرح باندھیں کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے سے جنگ کرنے

کے لئے مستعد رہیں۔ بعد میں ہر اس شخص کو جو سرحد پر اقامت گزین ہو کر سرحد پار کا دفاع کرنے

لگا م رابطہ کہنے لگے گو اس کے پاس کوئی سواری بندھی ہوئی نہ ہو۔

شرعاً رابطت کی دو قسمیں ہیں ایک اسلامی سرحد پر کافروں کے مقابلہ میں دفاع کے لئے

چوکی دیتے رہنا۔ دوسرے نفس کی بندش اور نگرانی کرنا۔ اسی لئے حدیث میں ایک نماز



کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مصروف رہنے کو رباط کہا گیا ہے۔

## (۴) سُورَةُ النِّسَاءِ (۹۲)

۴: ۱ = بَثَّ - اس نے بکھرا۔ اس نے پھیلایا۔ بَثَّ سے ماضی واحد مذکر غائب باب ضرب۔ نصر۔

= نَفْسٍ وَاحِدَةٍ - ایک جان۔ من اصل واحد وهو آدم ابو البشر علیہ السلام یعنی ایک اصل سے جس سے مراد ذات آدم علیہ السلام ہے۔ صیغہ واحد مؤنث نفس کے لئے آیا ہے۔ جو مؤنث سماعی ہے۔

= زَوْجَهَا - جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جفت (جوڑا) کو زوج کہا جاتا ہے جیسے موزے اور جوتے وغیرہ۔ پھر ہر اس چیز کو جو دوسری کی مماثل یا مقابل ہونے کی حیثیت سے اس سے مقترن ہو وہ اس کا زوج کہلاتی ہے۔

زَوْجَهَا میں ہا ضمیر مؤنث واحد نفس کے کی رعایت سے اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ زوج سے مراد حضرت آدم کی زوجہ حضرت حوا مراد ہیں۔

= مِنْهُمَا - هُمَا - ضمیر تثنیہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی طرف راجع ہے یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

= تَسَاءَلُوْنَ بِہ - تم باہم سوال کرتے ہو اس کے نام سے۔ تم آپس میں مانگتے ہو اس کے واسطے سے۔ تَسَاءَلُوْا (تَفَاعَلُوْا) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَسَاءَلُوْنَ تھا تار تثنیہ کو حذف کر دیا گیا۔ بِہ میں ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ کی طرف راجع ہے۔

= وَالْاَرْحَامَ - منصوب ہے اس کا عطف لفظ اللہ پر ہے اَرْحَامٌ رَحْمَةُ کی جمع ہے



— رَحْمٌ عورت کے پیٹ کا وہ حصہ ہے جس میں بچہ پیدا ہونے سے پیشتر شکم مادر میں پلتا ہے۔ استعارہ کے طور پر رحم کا لفظ قرابت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے واثقوا الارحام۔ اور ڈرو قطع رحمی سے۔

— رَقِيبًا نگہبان۔ خبر رکھنے والا۔ محافظ۔ مطلع۔ منتظر۔ راہ دیکھنے والا۔ فَعِیلُ کے وزن پر اسم صفت ہے۔

۲:۴ = اَتُوا۔ اِيتَاؤ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دو۔

— لَا تَبَدَّلُوا۔ نہی۔ جمع مذکر غائب۔ تَبَدَّلُ (تَفَعَّلُ) سے جس کے معنی بدل ڈالنے کے ہیں۔ تم نہ بدل ڈالو۔

— اِنَّہٗ۔ میں وہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اکل مال یتیم کی طرف راجع ہے جس سے وَلَا تَاْكُلُوا اَمْوَالِہُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ میں ممانعت فرمائی ہے۔

— حُوبًا۔ گناہ۔ وبال۔ اسم ہے۔ الْحُوبُ (باب نصر) سے جرم کا ارتکاب کرنا۔

۳:۴ = خِفْتُمْ۔ خَوْفٌ (اجوف واوی) باب سمع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں خَوْفُكُمْ تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح واؤ کو الف سے بدلا۔ دوساکن جمع ہوئے۔ الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ بعد ازاں تاء کلمہ کے فتح کو کسرہ سے بدلا کہ ماضی مکسور العین ہے۔ خِفْتُمْ۔ تم ڈرے۔ تم کو ڈر ہوا۔

— اَلَّا۔ اَنَّ لَا کا مخفف ہے۔

— تُقْسِطُوا۔ تم انصاف کرو۔ تم انصاف کرو گے۔

اقساط سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تُقْسِطُونَ تھا۔ اَنَّ ناصب کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ اَلَّا تُقْسِطُوا۔ کہ تم انصاف نہیں کرو گے۔ یا نہ کر سکو گے۔

— طَابَ۔ طَیِّبٌ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ خوش لگے۔ مہلما معلوم ہے صاحب مدارک التنزیل نے مَا طَابَ لَكُمْ سے مراد لیا ہے جو تمہارے لئے حلال ہیں۔

— اَلَّا تَعْدِلُوا۔ کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے۔

— اَدْنٰی۔ دَآئِنٍ اور دَنٰی کا اسم تفضیل ہے۔ اَلَدُّ نُو۔ (باب نصر) کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ یہ قرب ذاتی۔ حکمی۔ مکانی۔ زمانی۔ اور قرب لمحاظ مرتبہ کے سب کو شامل ہے۔ قرآن میں دَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِہَا قِنَوَانٌ دَآئِمٌ (۶:۹۹) اور (ہم) کھجور کے گاجھے سے (نکالتے ہیں خوشے یا گچھے جو جھکے پڑتے ہیں۔



اور آیت کریمہ ثُمَّ دَنَافَتَدَلَّتْ (۸:۵۳)

پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے۔ اس میں قرب حکمی مراد ہے۔

لفظِ اَدْنٰی کبھی بمعنی اَصْغَرَ آتا ہے اس صورت میں اَکْبَر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَکْثَرُ (۷:۵۸) نہ اس سے کم نہ زیادہ۔

اور کبھی اَدْنٰی بمعنی اَزْذَلُ آتا ہے اس وقت یہ خیر کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے جیسے اَلتَّسْبِيْحُ لُؤْلُؤٌ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ (۶۱:۲) مہلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔

اور کبھی بمعنی اول (نشاة اولیٰ) استعمال ہوتا ہے اور اَلْاٰخِرَ (نشاة ثانیہ) کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے جیسے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ (۱۱:۲۲) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔

اور کبھی اَدْنٰی بمعنی اَقْرَبُ آتا ہے اور اقصى کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے جیسے اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا دَهَمَ بِالْعُدُوِّ الْقُصْوٰی (۴۲:۸) جس وقت تم مدینے کے قریب کے ناکے پر تھے اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر۔

وَذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ يَّاتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَا (۱۰۸:۵) یہ طریقہ زیادہ قریب ہے کہ گواہ صحیح صحیح شہادت دیا کرے۔ یہاں اَدْنٰی بمعنی اقرب آیا ہے۔

== اَلَّا تَعُوْا۔ تاکہ تم ایک طرف نہ جھک جاؤ۔ تم بے انصافی نہ کرو۔

تَعُوْا۔ عَوَّلَ (نَصَرَ) سے مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جس کا معنی انصاف کو چھوڑ کر بڑھتی وصول کرنے کے ہیں۔ عَالَ الْمِيزَانُ۔ ترازو جھک گئی۔ عَالَ الْحَاكِمُ۔ حاکم نے بے انصافی کی۔ عَالَ السَّهْمُ۔ تیر نشانہ سے ہٹ گیا۔

۴:۴ = صَدَقْتُمْ۔ مضاف مضاف الیه۔ صَدَقَةٌ کی جمع ہے بمعنی مہر۔

== نِحْلَةً۔ مصدر۔ واسم۔ باب فتح۔ خوشدلی کے ساتھ۔ اپنی خوشی سے بغیر مطالبہ کے۔

== طِبْنًا۔ وہ خوش ہوئیں۔ ان کو مہلا معلوم ہوا۔ طِبْتُ۔ مصدر۔ باب ضَرْب۔

== هَيِّنًا۔ صیغہ صفت مشبہ۔ هَيَّأْتُ۔ مصدر۔ (فتح۔ ضَرْب۔ نَصَرَ) خوش مزہ۔ پاکیزہ۔

فَعِیْلٌ کے وزن پر واحد۔ جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ هَيِّنٌ۔ خوش گوار۔ مُبَارَك۔ وہ چیز جو بغیر محنت کے مل جاوے۔

== مَرِيئًا۔ صفت مشبہ۔ خوشگوار۔ مَرَّاءَةٌ مصدر۔ خوش گوار ہونا۔ كَرُمٌ۔ سَمِيعٌ۔



فَتَحَّ - اِمْرَاءُ (اِفْعَالٌ) کھانے کو خوشگوار بنانا - اِسْتَمْرَاءُ (اِسْتِفْعَالٌ) - کھانے کو خوشگوار پانا۔

۴: ۵ = قِيَامًا - مصدر بھی ہے (باب نصر) جس کے معنی ہیں کھڑا ہونا - بیٹھنے کی حالت سے اٹھنا - اور قَائِمٌ کی جمع بھی ہے - کھڑے ہونے والے - قیام کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے

۱۔ کسی شخص کا تسخیری طور پر یا اپنے ارادہ سے کھڑا ہونا - مثال - مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ (۱۱: ۱۰۰) ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض تھس تھس ہو گئے ہیں تسخیری طور پر کھڑا ہونے کے معنی میں)

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (۶۴: ۲۵) اور وہ لوگ اپنے رب کے حضور سجدہ میں اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں (قیام اختیاری کی مثال)

۲۔ قِيَامٌ لِلشَّيْءِ = کسی شے کی حفاظت اور نگرانی کرنا - الرَّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ (۳۴: ۴) مرد غورتوں پر راعی اور محافظ ہیں۔

۳۔ کسی کام کا نچتہ ارادہ کر لینا - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ (۵: ۱) مومنو! جب تم ارادہ کرو نماز پڑھنے کا۔

۴۔ قِيَامٌ اور قَوَّامٌ اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے کسی شے کی بقا وابستہ ہو - مثلاً آیت نہا - وَلَا تَوَلُّوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا - (۴: ۵) نہ دونادانوں کو اپنے مال جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے

۵۔ اَمْوَالَكُمْ - سے اصل مراد وہ مال ہے جو نادان یتیموں کا دوسروں کی تحویل میں بطور نگران دیا گیا ہے - هُمْ کی بجائے کُمْ کی ضمیر کا استعمال اس اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ہوا ہے کہ یہ مال ایسا ہی قابل توجہ اور قابل احتیاط ہے جیسا کہ تمہارا اپنا مال - اس لئے اس کا ضیاع بہر نوع مذموم ہے - اور جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا (جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے) کے الفاظ اس مال کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہے کہ یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اس کو بے مقصد خرچ کرنا منع ہے تو اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ نابالغ - بے سمجھ یتیموں کے مال کی اپنا مال سمجھ کر حفاظت کرو یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اسے بے مقصد خرچ کے لئے ان کے مال ان نادان یتیموں کے حوالے نہ کرو - جو نادانی کی وجہ سے اسے چند دنوں میں اڑا دیں گے (لیکن ان کے کھانے



پینے اور لباس ضروریہ پر اس مال سے خرچ کر سکتے ہو)

۶:۴ = اِبْتَكَوْا۔ تم آزماد۔ تم امتحان لو۔ اِبْتَلَدَوْا۔ (اِفْتَعَالُ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یعنی تم ان کی آزمائش مختلف طریقوں سے کرتے رہو کہ آیا شعور محکم کو پہنچ گئے ہیں اور اپنے نفع و نقصان کو صحیح طور پر پرکھ سکتے ہیں

= حَتَّىٰ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ۔ نکاح مصدر ہے اس کے معنی نکاح کرنا یا جماع کرنا دونوں ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جاویں اور سن تمیز کو پالیں  
= رُشِدًا۔ رُشْدُ کے معنی ہیں ہدایت۔ صلاحیت۔ راہ یابی۔ بھلائی۔ راستی۔ حسن تدبیر۔  
رُشْدُ یُرْشِدُ کا مصدر ہے، یہاں مراد صلاحیت ہے۔

= اِذْ فَعَوْا۔ تم دیدو۔ تم حوالہ کردو۔ دَفْعُ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔  
= وَلَا تَاْكُلُوْهَا۔ یعنی تم خود اس مال سے خرچ مت کرو۔  
= اِسْرَافًا۔ فضول مٹوں میں۔

= بِدَارًا۔ جلدی کر کے بروزن فِعَالُ۔ مصدر۔ یعنی شتابی اور سرعت سے کام لے کر ان کا ال بے دریغ خرچ نہ کر ڈالو کہ بڑے ہو گئے تو اپنا مال واپس لے لیں گے۔  
= فَلْيَسْتَعْفِفْ۔ امر واحد مذکر غائب۔ اِسْتَعْفَفَ (اِسْتِفْعَالُ) مصدر وہ بچتا ہے۔ یعنی تنہوں کے مال خود خرچ کرنے سے پرہیز کرے۔  
= بِالْمَعْرُوفِ۔ مناسب مقدار میں۔  
= حَسِبًا۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعل ہے۔  
= ۷:۴

= قَلَّ۔ ماضی معروف واحد مذکر غائب۔ وہ کم ہوا۔ قِلَّةٌ مصدر سے۔ کثْرَةٌ کی ضد ہے وہ تھوڑا  
و یا زیادہ۔ قلیل ہو یا کثیر۔

= مَفْرُوضًا۔ اسم مفعول۔ فَرَضَ مصدر۔ فرض کیا گیا۔ مقرر کردہ۔  
۹:۴ = وَلْيَخْشَ۔ واحد مذکر غائب امر خَشِيَ مصدر باب سمع۔ اس کو ڈرنا چاہئے۔ وہ ڈرتا ہے۔

= ذُرِّيَّةً۔ چھوٹے چھوٹے بچے۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔  
= ضِعْفًا۔ ضَعْفٌ سے۔ کمزور۔ ناتواں۔ ضِعْفٌ کی جمع ہے۔  
۹:۴ = خَافُوا عَلَیْهِمْ۔ وہ فکر مند ہوئے ان کے متعلق۔



== وَلِيَخْشَ ..... خَافُوا عَلَيْهِمْ۔ پس جو لوگ یتیموں کے سر پرست ہیں وہ ڈریں یتیموں کے ساتھ سلوک کرنے میں اور سوچیں کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے کمزور ناتواں بچے چھوڑ کر اس جہاں سے رخصت ہوں تو اپنے ان بچوں کے متعلق وہ کتنے فکر مند ہوتے۔ پس جیسے وہ اپنے پسماندگان اپنے بچوں کے متعلق سلوک کی تمار کھتے ہیں ویسا ہی سلوک وہ اب اپنے سر پرستی یتیموں سے کریں۔

== سَدِيدًا۔ سَدِيدٌ بَرُوزٌ فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سَدِيدٌ سَدَدًا وَسَدَادًا درست ہونا۔ هُوَ كَيْدٌ فِي قَوْلِهِ وہ ٹھکانہ کی بات کہتا ہے۔ قُلْتُ لَهُ سِدًا مِنْ الْقَوْلِ میں نے اُسے ٹھیک اور سیدھی بات کہی۔ (سَدِيدٌ كَأَمِيرٍ استوار و درست منتہی الادب)

۴: ۱۰ = سَيَصْلُونَ۔ ص۔ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ يَصْلُونَ مضارع جمع مذکر غائہ صَلَّى مصدر۔ باب ضرب۔ صَلَّى يَصْلِي صَلِيًّا۔ گوشت بھوننا۔ صَلَّى فَلَانُ النَّارِ وَ فِيهَا رَعِيْلَهَا۔ آگ میں ڈالنا۔ صَلَّى (سَمِعَ) آگ کی گرمی برداشت کرنا۔ آگ میں جلنا۔ آگ میں داخل ہونا۔ يَصْلِي النَّارَ الْكُبْرَى (۸۴-۱۲) بڑی تیز آگ میں داخل ہوگا۔ باب افعال (اصْلَاءٌ متعدی۔ آگ میں داخل کرنا۔ آگ میں پھینکنا۔ فَسَوْفَ نُصْلِيْدُ نَارًا (۴: ۳۰) ہم اسے عنقریب جہنم میں داخل کریں گے۔

== سَعِيرًا۔ الشَّعْرُ کے معنی آگ کے بھڑکنے کے ہیں۔ سَعَرْتُ النَّارَ میں نے آگ بھڑکائی سَعِيرٌ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَيَصْلُونَ سَعِيرًا۔ عنقریب میں دہکتی ہوئی آگ (جہنم) جلس گے۔

۴: ۱۱ = يُوصِيكُمُ اللّٰهُ۔ يُوصِي۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ اِلِصَّاءُ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وصی مادہ

الْوَصِيَّةُ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ طور پر ہدایت کرنے کو کہتے ہیں۔ الْوَصِيَّةُ الْاِبْصَاءُ کا اسم ہے۔ هَذِهِ وَصِيَّتُهُ یہ اس کی وصیت ہے۔ جمع وَصَايَا۔ وَصَايَا اللّٰهِ اللّٰہ تعالیٰ کے احکام جو بندوں پر فرض ہوئے۔ اللّٰہ کی طرف سے وصیت بمعنی حکم کے ہے آیہ تَوَاصَوْا۔ (تفاسل) ایک دوسرے کو وصیت کرنا۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۳: ۱۰۳) اور آپس میں حق کی تلقین اور صبر تاکید کرتے ہیں۔ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ۔ اللّٰہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ



(۲۹: ۸) اور ہم نے انسان کو حکم دیا۔

= حَظُّ - حصہ - نصیب - مقررہ حصہ - جمع حُظُوظٌ۔

۱۔ ایک لڑکے کا حصہ = دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر

۲۔ اگر متوفی کی دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو کل جائداد کا  $\frac{1}{2}$  حصہ ان کو ملیگا۔

۳۔ اگر متوفی کی صرف ایک لڑکی ہو تو کل جائداد کا  $\frac{1}{2}$  حصہ اس کو ملے گا۔

۴۔ اگر متوفی کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو  $\frac{1}{2}$  حصہ ملیگا۔ اور بقایا اولاد کو حسب قسامہ تقسیم ہوگا۔

۵۔ اگر متوفی کی اولاد نہ ہو اور وارث صرف والدین ہوں تو اس کی ماں کو کل جائداد کا  $\frac{1}{2}$  حصہ ملیگا باقی  $\frac{1}{2}$  حصہ باپ کا ہوگا۔

۶۔ اگر متوفی کے بہن بھائی بھی ہوں اور اس کی اولاد نہ ہو تو متوفی کی وصیت پورا کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ماں کو  $\frac{1}{2}$  حصہ ملے گا۔

بھائی بہنوں کو حصہ نہ ملے گا۔

= لَا تَدْرُونَ - مضارع نفی جمع مذکر حاضر - دِرَایَةٌ مصدر - درسی مادہ - تم نہیں جانتے۔

= اَبَاءُكُمْ ..... نَفْعًا - تم نہیں جانتے کہ نفع (حصہ) حاصل کرنے میں تمہارے ماں باپ یا لڑکے لڑکیوں میں تمہارے نزدیک کون زیادہ حقدار ہے۔ یا حق حاصل کرنے میں زیادہ قریب ہے یعنی کس کو کتنا ملنا چاہئے اور کون سی ترجیحات تم اختیار کرو۔

= خَرِیْصَةً مِّنَ اللّٰهِ - اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ حصہ (بیان فرمائیے ہیں)

= ۱۲: ۴

## بیوی کی وراثت کی تقسیم

۱۔ متوفیہ کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو  $\frac{1}{2}$  حصہ ملے گا۔ خواہ بیوی ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ دیگر وارثوں کو۔

۲۔ اگر اس کی اولاد ہو تو بیوی کو  $\frac{1}{2}$  حصہ ملے گا۔ خواہ ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ دیگر وارثوں کو۔

نوٹ:- ہر صورت میں متوفی یا متوفیہ کی جائداد پر اس کی وصیت اور اس کے قرض کا بار مع تجہیز و تکفین اولیت رکھتا ہے۔

## دیگر صورتیں

۱۔ اگر کوئی مرد یا عورت بے اولاد مرے اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں (کلالہ) اور



اس مرد یا عورت کا اخیانی (ماں ایک باپ الگ) ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو اس بھائی یا بہن کو  $\frac{1}{4}$  حصہ ملے گا۔

۲۔ اگر کلالہ (مرد یا عورت) کے ایک سے زیادہ اخیانی بھائی بہن ہوں گے تو سب کو ملا کر  $\frac{1}{4}$  حصہ ملیگا اور سب میں برابر تقسیم ہوگا۔

ہر دو صورتوں میں جائداد پر پہلا بار متوفی یا متوفیہ کی وصیت اور اس کے قرض کی اور تجہیز و تکفین کا ہوگا۔

کلالہ — وہ میت جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ۔ (حدیث)  
کلالہ کی اصل کلال ہے۔ جس کے معنی ضعف کے ہیں۔ اعشیٰ کا شعر ہے

فَالَيْتُ لَا أَدْرِي لَهَا مِنْ كَلَالَةٍ  
وَلَا مِنْ حَفَا حَتَّى تُلَاقِي مُحَمَّداً

(جب تک ادنیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچا دے گی مجھے اس کی تھکان اور فرسودہ پانی پر رحم نہیں آئے گا)

توسیع استعمال کے بعد عرف عام میں کلالہ سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو منقطع الطرفین ہوں (نہ ان کے والدین ہوں نہ ان کی اولاد) معجم القرآن

قریب کے رشتہ کو چھوڑ کر کوئی دور کا رشتہ دار ہو تو اس کو بھی کلالہ کہا جاتا ہے مثلاً اگر حقیقی چچا کا لڑکا ہو تو اسے هُوَ ابْنُ عَمِّي کہیں گے اور اگر رشتہ کے چچا کا بیٹا ہو تو هُوَ ابْنُ عَمِّي کلالہ کہیں گے۔

صاحب معجم القرآن (پروفیسر عبدالرؤف) نے لکھا ہے کہ۔

سلف کا اجماع ہے کہ آیت ہذا میں اخیانی بھائی مراد ہیں۔ نہ مخشری نے بھی کشاف میں یہی معنی مراد لئے ہیں۔

= عَيَّرُ مُضَارٌّ - جو نقصان دہ نہ ہو۔ یعنی ایسی وصیت۔ یا قرض نہ ہو جو محض وارثوں کو نقصان پہنچانے کی خاطر عائد کیا گیا ہو۔

مُضَارٌّ - اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں مُضَارِدٌ (ضرر سے بروزن مفاعل) سے ہے۔

= وَصِيَّةٌ مِّنَ اللَّهِ - (وراثت کے متعلق) یہ ہے حکم اللہ کا۔

۴: ۱۳ = يُدْخِلُهُ - میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ضمیر واحد مذکر حاضر مَن کی طرف

راجع ہے۔



== يَعْصِ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم (بوجہ عمل من جو اسم بازم فعل ہے) اصل میں یَعْصِي تھا۔ عِصْيَانٌ مصدر باب ضرب۔ مَنْ يَعْصِ - جو نافرمانی کرے گا۔  
 == يَتَعَدَّ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں يَتَعَدِّي تھا (عُدوان مصدر) مَنْ يَتَعَدَّ جو حدودِ الہیہ سے تجاوز کرے گا۔

== مُهَيِّنٌ - اسم فاعل واحد مذکر۔ اِهَانَةٌ مصدر۔ باب افعال۔ ذلیل و خوار کرنے والا۔  
 ۱۵: ۴ = يَا تَبَّتْ - مضارع۔ جمع مؤنث غائب اِثْبَانٌ۔ مصدر باب ضرب۔ وہ عورتیں آئیں یہاں بمعنی مرکب ہوئیں۔

== فَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ - فَاسْتَشْهِدُوا - امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتَشْهَدُوا (استفعال) سے۔ تم گواہ لاؤ۔ استشہاد۔ گواہ لانا۔ یا گواہ طلب کرنا۔ دونوں معنوں میں آتا ہے۔  
 = فَاحِشَةً - اسم۔ حد سے بڑھی ہوئی بُرائی۔ ایسی بے حیائی کا اثر دوسرے پر پڑے۔ زنا۔  
 = يَتَوَقَّهِنَّ - يَتَوَقَّى - مضارع واحد مذکر غائب (فاعل موت) تَوَقَّى مصدر۔ (باب تفعّل) هُنَّ - ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ دَرَجَتِي - مادہ۔ وافی۔ پورا۔ باب افعال۔ پورا کرنا۔ یا پورا دینا باب تفعیل سے پورا پورا دینا۔ باب تفعّل (توفی مصدر) پورا پورا لینا۔ قبضہ کر لینا۔ کبھی مراد روح کا قبض کر لینا ہوتا ہے۔ (باب استفعال) استيفاء پورا پورا وصول کر لینا۔  
 يَتَوَقَّهِنَّ الْمَوْتَ - موت ان پر پورا پورا قبضہ کر لے۔ موت ان کو آ لے۔

۱۶: ۴ = فَادْخُلْهُمَا اَدْوَابًا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِذْنًا (افعال) ہا۔ ضمیر مفعول تثنیہ (مذکر مؤنث دونوں کے لئے) غائب۔ ان دونوں کو ایذا دو۔ ان دونوں کو مار و پیٹو۔  
 = اَعْرِضُوا - امر جمع مذکر حاضر۔ اِعْرَاضٌ سے تم درگزر کرو۔ تم کنارہ کشی کرو۔ تم چھوڑ دو۔  
 ۱۷: ۴ = اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ - تحقیق اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنا اپنے ذمہ لے لیا ان لوگوں کے حق میں۔

== التَّوْبَةُ - تَابَ - اس نے توبہ کی۔ وہ پھر آیا گناہ سے وہ باز آیا۔ باب نصر سے اس نے قبول کیا جب اس کا تقدیر الٰہی کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے معنی ہوتے ہیں، جیسے فَتَوَّابًا اِلَىٰ بَارِئِكُمْ (۵۴: ۲) پس چاہئے کہ توبہ کرو تم اپنے خالق کے حضور۔  
 اور جب علیٰ سے ہوتا ہے تو توبہ قبول کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ فَتَابَ عَلَيْكُمْ (۵۴: ۲) پھر حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔  
 = مِنْ قَرِيبٍ - جلدی۔ شتاب۔



۴: ۱۸ = اَعْتَدْنَا۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔ اِعْتَادُ (اِفْعَالُ) مصدر۔ اَلِذُّعْدَادُ۔ تیار کرنا مہیا کرنا۔ عدد مادہ۔

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنَّتٍ (۱۰۰: ۹) اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں۔ وآیتہذا۔ اور اگر مصدر اِعْتَدَا سے ہو تو معنی ہوتے ہیں زیادتی کرنے کے لیکن اس کا مادہ عَدُو ہے ۴: ۱۹ = تَرِثُوا۔ تم وارث ہو جاؤ۔ تم میراث میں لے لو۔ (حَسِبَ يَحْسِبُ) وِرَاثَةً سے مضارع جمع مذکر حاضر نون اعرابی اُن ناصبہ کے آنے سے گر گیا

= اَنْ تَرِثُوا..... کُوْھَا۔ کہ تم۔ (اس کے شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ کو متوفی کی میراث سمجھ کر) زبردستی وارث بن جاؤ

= لَا تَعْضُلُوْهُنَّ۔ مضارع نفی۔ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تم ان کو نہ روکو۔ تم ان کو بند نہ کرو۔ تم ان کو منع نہ کرو۔ (باب نصر) عَضَلُ سے۔ سختی کے ساتھ روکنا یعنی عدت ختم ہونے کے بعد ان کو نکاح ثانی سے مت روکو۔

= تَذْهَبُوْا ب۔ تم لے جاؤ۔ وَكُوشَاءَ اللّٰهُ لَذَّهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَالْبَصَارِ هِمَّ (۲۰: ۲) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو لیجائے ان کے کسنے کی قوت اور ان کی بینائی۔

= بَعْضٍ۔ کچھ حصہ۔

= عَاشِرُوْهُنَّ۔ تم ان کے ساتھ زندگی گذارو۔ تم ان کے ساتھ برتاؤ کرو۔ مُعَاشَرَةٌ (مفاعلة) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= بِالْمَعْرُوفِ۔ اَلْمَعْرُوفِ۔ ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہے۔ اَلْمُنْكَرِ۔ اس کی ضد ہے۔ دستور کے مطابق۔ مناسب طور پر۔

= عَسَى۔ عنقریب۔ شتاب۔ ممکن ہے توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے، ہو سکتا ہے ۴: ۲۰ = اِسْتَبْدَالِ (استفعال) بدلنا۔ تبدیلی چاہنا۔ مصدر ہے۔

= قِنْطَارٍ۔ مال کثیر۔ مال کا ابنار۔

۴: ۲۰ = بُهْتَانًا۔ بہتان لگا کر۔

= اِثْمًا مُّبِينًا۔ صریح گناہ کرتے ہوئے۔ صریح ظلم کرتے ہوئے۔

۴: ۲۱ = قَدْ اَفْضٰی بَعْضُکُمْ اِلٰی بَعْضٍ۔ قَدْ ماضی قریب کے لئے اَفْضٰی اِلٰی۔ کسی جگہ پہنچنا اَفْضٰی بَیْدِہِ اِلٰی کَذَا۔ کے معنی ہیں کسی جگہ ہاتھ پہنچ جانا۔ اَفْضٰی اِلٰی۔ اِی وَصَلَ۔ وَاَفْضٰی اِلٰی الْمَرْأَةِ۔ خَلَا بِہَا۔ اس کے ساتھ خلوت کی۔ جماع کیا۔ اَفْضٰی۔ وہ پہنچ گیا۔ وہ بے حجابانہ مل گیا۔



فَصَا اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں کوئی عمارت اس جگہ کی کسی چیز کے ادراک سے مانع نہ ہو۔  
خلوت بھی اسی وجہ سے افضاء سے موسوم ہوئی کہ اس میں ہر وہ چیز جو مجامعت سے مانع تھی  
دور ہو گئی۔

قَدْ أَفْضَى ..... لِبَعْضٍ۔ حالانکہ تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو۔

= أَخَذَنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب وہ لے چکی ہیں۔ یا انہوں نے لیا۔

۲۲:۴ = مَقْتًا۔ مصدر۔ منصوب۔ کسی شخص کو برائی کا مرتکب دیکھ کر اس سے بغض رکھنا۔

سبب بغض۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ (۳:۶۱) سخت مغضوب ہے اللہ کے نزدیک مَقْتٌ مادہ۔ یعنی تمہارا یہ فعل اللہ تعالیٰ کی سخت ناپسندیدگی کا سبب ہو گا۔

۲۳:۴ = أَرْضَعْنَكُمْ۔ ماضی جمع مؤنث غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ رَضِعَ (سَمِعَ)

رَضِعَ (فَتَحَ) رَضَعًا وَرَضَاعًا رَضَاعَةً۔ بچے کا ماں کا دودھ پینا۔ رَضَعَهُ رِضَاعًا وَ

مُرَاضَعَةً دودھ شریک بھائی کے ساتھ دودھ پینا۔ أَرْضَعَهُ دودھ پلایا اس کو۔

= رَبَّائِيكُمْ۔ رَبَّائِيَّتُہ کی جمع ہے۔ زیر پرورش لڑکی جو اگلے شوہر سے ہو۔

ربیبہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی ماں کے دوسرے شوہر کی آغوش میں تربیت پاتی ہے

تمہاری جو رزوں کی پہلے خاوند سے لڑکیاں۔

= فِي حُجُورِكُمْ۔ حُجُور۔ حجر کی جمع۔ حفاظت۔ جو تمہاری حفاظت۔ نگرانی میں

= دَخَلْتُمْ بَہِنَ۔ جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔

= حَلَالٌ۔ جمع حَلِيلَةٍ۔ واحد بمعنی زوجہ۔ حَلٌّ سے مشتق ہے حَلٌّ گرہ کھولنا۔ اترنا

حلال ہونا۔

= مِنْ أَصْلَابِكُمْ۔ أَصْلَابٌ جمع صُلْبٌ کہ۔ بمعنی ریڑھ کی ہڈی۔ مراد تمہاری نسل

تمہارے تخم سے۔









پَارَةُ  
وَالْمُحْصَنَاتُ  
سُورَةُ النَّسَاءِ (۵۴) ۴







۲۴:۴ = الْمُحْصَنَاتُ - اسم مفعول - جمع مؤنث - مُحْصَنَةٌ وَاحِدَةٌ مُحْصَنَةٌ  
اسم فاعل - واحد - اِحْصَانٌ - مصدر - (بروزن افعال) آزاد (پاکدامن عورتیں - دوشیزہ ہوں  
یا نہ ہوں) (۲) شوہر والیاں یعنی منکوحہ - (۳) آزاد دوشیزائیں۔

صاحب معجم القرآن نے لکھا ہے کہ سورة النساء میں مندرجہ بالا معانی محصنت کے بالترتیب  
لے گئے ہیں۔ جس ترتیب سے یہ لفظ سورة نسا میں آیا ہے۔

تعلیل نے لکھا ہے کہ ہر پاکدامن عورت کو مُحْصَنَةٌ (اسم مفعول) اور مُحْصَنَةٌ (اسم فاعل) کہا جاتا ہے  
لیکن شوہر والی عورت کو مُحْصَنَةٌ (اسم مفعول) کہیں گے۔

قاموس میں ہے اِمْرَأَةٌ حَصَانٌ پاکدامن یا شوہر والی عورت۔

راغب نے اس کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اِذَا حُرِّمَتْ کے بعد الْمُحْصَنَاتُ قرآن  
میں آیا ہے وہاں شوہر والیاں مراد ہے اور اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اِذَا حُرِّمَتْ کے بعد نہیں ہے  
تو فتح دکسر برص دونوں صحیح ہیں۔ شوہر والیاں ہوں یا عام پاکدامن عورتیں۔

اصل میں احصان کا معنی ہے حفاظت رکھنا۔ حصن سے بمعنی قلعة

اِلَّا قَلِيلًا مَّا تُحْصِنُونَ (۱۲: ۴۸) صرف وہی محصور اسارہ جائے گا (جو تم احتیاط سے محفوظ  
رکھ لو گے۔

الْحِصَانُ کے معنی مُحْصِنَةٌ (بفتح الصاد وکسر عورت کے ہیں خواہ وہ احصان  
پاکدامنی کی وجہ سے ہو۔ یا کسی کے ساتھ نکاح کر لینے سے یا اپنے شرف ذات اور حریت کی وجہ  
سے محفوظ ہو۔ اگر کوئی عورت شرف ذاتی یا عفت اخلاقی کی وجہ سے بدکاری سے اپنے آپ کو  
محفوظ رکھتی ہے تو مُحْصِنَةٌ (اسم فاعل) ہے۔ اور اگر شوہر حفاظت کرتا ہے تو مُحْصِنَةٌ  
(اسم مفعول) ہے

= اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ - جنہیں تمہارے دایئیں ہاتھوں نے قبضہ میں لے لیا۔ ان سے  
مراد وہ لونڈیاں ہیں جو جہاد میں کفار کے ساتھ نہ ہوں جنک کے نتیجہ میں مسلمانوں کے قبضہ میں  
آئیں۔ (مَسْئَلَةٌ) جو اسیر عورت کسی کے حصہ میں آئے وہ ایک ماہواری گذرنے کے بعد  
اس سے صحبت کر سکتا ہے اگر اس کے شکم سے اولاد پیدا ہوئی تو اس کے حقوق بالکل  
دیسے ہی ہوں گے جیسے دوسری اولاد کے۔ اب وہ لونڈی کو فروخت نہیں کر سکتا اور اس کے  
مرنے کے بعد وہ خود بخود آزاد بھی ہو جائے گی۔ (ضیاء القرآن)

= کُتِبَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ - کتاب مصدر مؤکدہ ہے اس کا فعل کُتِبَ محذوف ہے گویا



اس کی تقدیر یوں ہے: كَتَبَ عَلَيْكُمْ كِتَابَ اللَّهِ - اے کتب اللہ علیکم تحریر ذلک کتاب (مصدر بمعنی حکم - فرض - حکم الہی - فریضہ - جیسے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (۱۸۳:۲) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔

= اَنْ تَبْتَغُوا - مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْتَغُونَ تھا۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈھتے ہو۔ تم تلاش کرتے ہو۔ اِبْتَغَاءُ (اِفْتِعَالُ) الْبَغْيُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنے کے ہیں۔ خواہ تجاوز کر سکے یا نہ بَغْيٌ۔ دو قسم پر ہے۔ (۱) محمود یعنی عدل و انصاف سے تجاوز کر کے (بڑھ کر) مرتبہ احسان حاصل کرنا اور فرض سے تجاوز کر کے تطوع بجالانا۔

(۲) مذموم۔ یعنی حق سے تجاوز کر کے باطل کو اختیار کرنا۔ یا شبہات میں پڑنا۔ بَغْيٌ (ثلاثی مجرد) کا استعمال قرآن میں اکثر مذموم معنی میں ہوا ہے۔ اَنْ تَبْتَغُوا کہ تم تلاش کرو۔ تم حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

اَنْ تَبْتَغُوا مفعول لہ ہے اُحِلَّ کا۔

یعنی ماسوا ان عورتوں کے (جو آیتہ ۲۳ ماقبل میں حرام کی گئی ہیں) باقی تم پر حلال کر دی گئی ہیں یہ اس لئے کہ تم اپنے مال خرچ کر کے ان کو حاصل کرنے کی کوشش کر سکو۔  
= مُحْصِنَاتٌ۔ اپنے نفس کو حرام کاری سے بچانے والے۔ اسم فاعل، جمع مذکر۔ منصوب۔ مُسَافِحَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) زنا کرنے والے۔

یعنی تم اپنا مال خرچ کر کے حلال عورتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہو۔ لیکن اپنے نفس کو پاکدامن رکھتے ہوئے اور زنا کاری سے بچتے ہوئے۔ گویا ابتغاء کی اجازت مشروط ہے۔  
= اِسْتَمْتَعْتُمْ۔ باب استفعال۔ تم کام میں لائے۔ تم نے فائدہ اٹھایا۔ تم برت چکے۔ یعنی جب تم نے نکاح کر کے ان سے ہمبستری کا فائدہ اٹھایا۔ تو مقرر شدہ مہر ان کو ادا کرو۔  
اِسْتَمْتَعْتُمْ سے متعہ جو رافضیوں کے نزدیک جائز ہے اس پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے کیونکہ الفاظ مُحْصِنَاتٍ اور غَيْرُ مُسَافِحِينَ صاف طور پر اس کی تردید کرتے ہیں۔

= اُجُورَهُنَّ۔ ان کا حق ان کا مہر۔ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر فَا تَوْهَنَ کا مفعول۔ اُجُورٌ۔ اجْرٌ کی جمع ہے

= فَرِيضَةٌ۔ مقرر کیا ہوا مہر۔ لازم کیا ہوا حکم۔ صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مؤنث۔ فرضٌ مادہ طَوَّلَ۔ بمعنی السعة والغنى۔ مال و دولت۔ تو نگرى۔ انعام۔ وسعت۔ گنجائش



مقدور - قدرت - طال - يطول کا مصدر - طَوَّلُ مادہ - اس کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے  
ایک تو درازی اور فضیلت میں غلبہ حاصل کرنا - دوسرے کسی شخص کے ساتھ احسان کرنا - اور  
اس کو انعام دینا - یہاں مراد مقدور بمعنی مہر و نفقہ ہے -

= فَوْنُ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ - میں ف جواب شرط کے لئے ہے اور مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے  
مراد وہ لونڈیاں ہیں جو دوسرے کی ملکیت ہوں جیسا کہ عبارت مابعد فَاَنْكِحُوهُنَّ بِاَذْنِ  
اَهْلِهِنَّ سے ظاہر ہے

= مِنْ فَتْيَتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ - تمہاری باندیاں - کنیزیں جو مسلمان ہیں -

= بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ - بعض (جمع البعاض) کے معنی ہیں حصہ - قسمت - ٹکڑا - جزو - کچھ -  
کوئی سا - کوئی آدمی - کوئی چیز - کسی - یعنی تم ایک دوسرے کے حصے ہو - ایک دوسرے میں  
سے ہی ہو - ایک دوسرے کی ہی جنس سیکھو - انسانی طور پر - بوجہ شرکت اسلام - بوجہ وحدت خیال  
بوجہ وحدت دین و ایمان -

= مُحْصَنَاتٌ - مُسْفِحَاتٌ - دیکھو آیہ ماقبل -

= مُتَّخِذَاتٍ - اسم فاعل - جمع مؤنث - اِتَّخَذَ - (اِفْتَعَالَ) اَخَذَ - مادہ - کسی چیز کو اپنے  
تسلط و تصرف میں داخل کر لینا - خواہ ہاتھ سے پکڑ لینا ہو یا کسی کی گرفت کر لینا - باب افتعال  
سے اس کے معنی بنانا - اختیار کر لینا - اس باب سے یہ فعل متعدی بدو مفعول ہوگا -

لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا - کہ بنائیں ان میں سے بعض بعض کو اپنا غلام یا تابعدار -  
(۳۲-۳۳) بَعْضًا مفعول بہ سُخْرِيًّا مفعول لہ -

مُتَّخِذَاتٍ - بنانے والیاں - پکڑنے والیاں -

= اَخْدَانٍ - خِدْن کی جمع جس کے معنی مصاحب اور رفیق کے ہیں - مگر عام طور پر  
اس مصاحب پر بولا جاتا ہے جو جنسی خواہش پوری کرنے کے لئے ساتھ رہتا ہو - چھپے چھپے  
آشنا - مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے -

= مُحْصَنَاتٌ ..... اَخْدَانٍ - تاکہ وہ نکاح کے سنجیدہ فعل سے پاکدامن بن جائیں  
اور اعلانیہ زنا کار اور چھپے چھپے یار بنانے والیاں بن کر نہ رہیں -

= اُحْصَيْنَ - ماضی مجہول جمع مؤنث غائب - اِحْصَانٌ - سے بمعنی حریت - عفت -

تزوج - اسلام - قید میں رکھنا - نکاح کی قید یا پناہ میں لائی گئیں -

= مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ - جو (سزا) آنا ذمہ عورتوں کے لئے ہے



= ذَلِكْ - یہ لونڈیوں سے نکاح کی اجازت کی طرف اشارہ ہے

= اَلْعَنَتُ - گناہ - بدکاری - زنا - تکلیف - مشقت - فساد - ہلاکت - غلطی - غلط - جور  
اذیت - عِنْتَ لَعْنَتُ - (سمع) کا مصدر ہے - یہاں متفقہ طور پر مفسرین اس سے مراد  
زنا لیتے ہیں۔

= اَنْ تَصْبِرُوْا - اَنْ مصدر یہ ہے اور فعل کے ساتھ مل کر مصدر کے معنی میں ہوتا ہے  
ای صَبْرُكُمْ - تمہارا صبر کرنا۔

۲۶: ۴ = سُنُّنٌ - سُنَّةٌ کی جمع ہے سُنَّةٌ کے معنی ہیں - راہ - رسم - دستور - طریقہ  
جاریہ - يَهْدِيْكُمْ کا مفعول ثانی ہے - چلائے تم کو ان لوگوں کی راہوں پر

= يَتُوْبُ عَلَيْكُمْ - تَابَ يَتُوْبُ (نَصَرَ) تَوْبًا - وَتَوْبَةً وَتَابَةً - تَابَ اِلَى  
اللّٰهِ - نادم اور پشیمان ہو کر گناہ سے روگردانی کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہونا - تَائِبٌ تَوْبَةً  
کرنے والا - تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ - اللہ تعالیٰ کا کسی کے گناہ معاف کر کے اس کو اپنے فضل و کرم سے  
نوازنا - تَوَابٌ - (توبہ قبول کرنے والا)

۲۷: ۴ = تَمِيْلُوْا - مَالٌ يَمِيْلُ (ضَرَبَ) مَيْلًا - درمیانی راہ سے کسی ایک طرف ہٹ جا  
ایک طرف مائل ہو جانا - راست روی سے ہٹ جانا - تَمِيْلُوْا - تم بہک پڑو - کج روی اختیار  
۲۸: ۴ = اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ - تم سے (پابندیوں کا بوجھ) ہلکا کرے -

يُخَفِّفُ کا مفعول محذوف ہے۔

۲۹: ۴ = تَرَاضٍ - باہمی رضامندی - آپس کی خوشی - ایک کا دوسرے سے راضی  
ہونا - (باب تفاعل) مصدر ہے - ی - حرف علت بوجہ ثقالت - آخر سے گر گئی - رضی مادہ  
۳۰: ۴ = عَدُوْنَا - عَدَا يَعْدُوْا وَعُدُوْنَا وَعُدُوْنَا وَعُدُوْنَا - (باب نصر)  
زیادتی - ظلم و ستم - سرکشی -

= نُصَلِّيْهِ - اَصْلِيْ يُصَلِّيْ اِصْلَاءً - (افعال) سے مضارع جمع متکلم - ۱ ضمیر  
مفعول واحد مذکر غائب ہم اس کو آگ میں (جہنم میں) داخل کریں گے -  
اَلْقَلْبِ (سَمِعَ) کے اصل معنی آگ جلانے کے ہیں - (باب افعال) سے آگ میں  
پھینکنا - آگ میں ڈالنا۔

۳۱: ۴ = تَجْتَنِبُوْا - اجْتَنَبَ (افعال) سے اگر تم بچتے رہو گے - اجتناب  
کرو گے - مضارع جمع مذکر حاضر اصل میں تَجْتَنِبُوْنَ تھا - اِنْ جازم فعل کی وجہ سے



فَن اعرابی گر گیا۔

= تَكْفَرُ عَنْكُمْ - تَكْفَرُ - جمع متکلم مضارع جواب شرط کی وجہ سے مجزوم ہے۔ ہم دور کر دیں گے تَكْفِيرُ - مصدر بروزن تفعیل۔

= مَدْخَلًا - داخل ہونے کی جگہ - اسم ظرف مکان - مَدْخَلًا - مصدر بھی ہے (باب افعال) پہلی صورت میں ترجمہ ہو گا۔ ہم تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے (یعنی حبّت میں) دوسری صورت میں - ہم تمہیں عزت کے ساتھ (جنت میں) داخل کریں گے۔

۳۲: ۴ لَا تَتَمَنَّوْا - مضارع نہی - جمع مذکر حاضر - تَمَنَّى باب تفعّل سے اصل میں تَتَمَنَّوْنَ تھا۔ لار نہی مجازم فعل کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم آرزو مت کرو تم ہو س نہ کرو۔ تمنی کا بیشتر استعمال کسی بے حقیقت چیز کے تصور کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

التمنی عبارة عن ارادة ما يحل له او يظن انه لا يكون (رازی - روح البیان) تمنی وہ ارادہ ہے جو متمنی جانتا ہے کہ پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ اس لئے کہ حقیقت کی دنیا میں یہ اس کی استطاعت سے باہر ہوتا ہے ورنہ جہاں تک اس کی اپنی ہمت اور کوشش کا تعلق ہے وہ اسی آیت میں فرمادیا کہ : لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا - مردوں کے نصیب میں وہی ہے جو انہوں نے کمایا۔ یعنی جو جتنی محنت کرے گا اتنا ہی پھل پائے گا۔ = دَا سَلُّوْا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ - واؤ کا عطف وَلَا تَتَمَنَّوْا پر ہے یعنی بے کار ہو س نہ کرو بلکہ وہی چیز اللہ سے طلب کرو۔ لَا تَتَمَنَّوْا مَالِ النَّاسِ دَا سَلُّوْا اللّٰهَ مِنْ خَزَائِنِهِ - جو چیز لوگوں کو دی گئی ہے اس کی تمنّا مت کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے خزانوں سے ویسی نعمت کی طلب کرو۔

۳۳: ۴ بِكُلِّ بَشَرٍ شَخْصٍ کے لئے۔

= مَوَالِي - مَوَالِي - جمع - چچا کے بیٹے - (بنوی) عصبات (مجاہد) کلالہ (البوصالح) عام وارث (کلبی) دوست - مَوَکَل - محافظ (۴۴: ۴۱) آقا - مالک (۶: ۱۶)

= عَقْدَتْ اس نے باندھا۔ عَقْد سے جس کے معنی باندھنے - گرہ باندھنا۔ سو گند کھانا۔ کسی چیز کے اطراف کو آپس میں جمع کر دینا (باب ضرب) عَقْدًا گرہ - عَقْدٌ جمع - نَفْثَتْ فِي الْعُقَدِ - گرہوں میں مچھونکیں مارنے والیاں۔

عَقْدٌ - عہد باندھنا۔ قول و قرار - عہد و پیمان - اس کی جمع عُقُودٌ ہے۔ عقد یمین - عہد و پیمان کی پختگی =



وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہے۔  
 وَ لِكُلِّ جَعَلْنَا..... وَالْأَقْرَبُونَ۔ اس کی مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں۔  
 ۱۔ کُلِّ مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ احدی محذوف ہے۔

۲۔ کُلِّ مضاف ہے اور مال اس کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ اور مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ اس مال کی صفت ہے۔

پہلی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ ”ہر ایک شخص کے لئے اس ترکہ کے متعلق جو اس نے چھوڑا ہے ہم نے وارثان مقرر کر دیئے ہیں۔ اس صورت میں الوالدان وَالْأَقْرَبُونَ وارثان (موالی) کی صفت ہے یعنی یہ وارثان والدین اور قریبی رشتہ دار ہیں۔

دوسری صورت میں ترجمہ یوں کیا جائے گا: ہر مال کے لئے جو والدان اور اقربوں نے ترکہ میں چھوڑا ہے ہم نے وارث (موالی) مقرر کر دیئے ہیں۔ اس صورت میں والدان وَالْأَقْرَبُونَ موروثین ہیں

دوسری صورت جمہور کے نزدیک زیادہ صحیح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی سے یہی مروی ہے  
 = وَالَّذِينَ عَقَدَتْ..... نَصِيْبُهُمْ۔ یا فقرہ ہے

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ (اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہے) سے کیا مراد ہے بعض نے اس سے مراد وہ عورتیں لی ہیں جن سے تمہارا عہد و پیمان (نکاح) بندھ چکا ہو (ترجمان القرآن ابوالکلام) لیکن اکثریت نے اس سے مراد وہ اشخاص لئے ہیں جن سے زندگی میں باہمی عہد و پیمان وراثت ہو چکا ہو۔ یہ رسم عہد و پیمانیت سے بھی چلی آرہی تھی اور ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں ایک انصاری کی وفات کے بعد اس کا مہاجر بھائی بند وراثت ہوتا۔

اس آیت نے اس طریقہ کو منسوخ کر دیا اور حکم ہوا کہ ان کی مدد کرو۔ ان کی خیر خواہی کرو ان کو فائدہ پہنچاؤ۔ لیکن میراث انہیں نہیں پہنچتی۔ (ابن کثیر۔ عبداللہ یوسف علی)  
 بعد میں یہ دستور مابین انصار و مہاجرین آیت ۳۳ : ۶ سے منسوخ ہو گیا۔

۳۴ : ۴ = قَوَّامُونَ۔ جمع مرفوع۔ قَوَّامٌ۔ واحد صیغہ مبالغہ۔ نگران۔ سرپرست۔ محافظ۔ مسلح۔  
 برتر۔ قَوَّامٌ یا قَائِمٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارہ یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلاتے اور اس کی نگہبانی اور حفاظت کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔

= بِمَا۔ بوجہ۔ ب سبب یہ ہے اور ما مصدریہ۔

= بَعْضُهُمْ۔ میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب مردوں کے لئے ہے اور بَعْضُ عورتوں کے لئے (مدارک)  
 = فَالْصَّالِحَاتُ۔ پس نیک بیبیاں (وہ ہیں جو آگے بیان ہوئی ہیں)

= قَانِتَاتٌ۔ اسم فاعل جمع مؤنث۔ فرماں بردار، اطاعت گزار۔ قَنُوتٌ سے قَانِتٌ (مذکر غصوع اور عاجزی کرنے والا۔ نماز میں طویل قیام کرنے والا۔ بندگی پر قائم و دائم رہنے والا۔ کُلُّ لَهَا قَنُوتٌ



(۱۱۶:۲) سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اٰمَنًا قَانِتًا (۱۲۰:۱۶) بے شک ابراہیم (لوگوں کے) امام اور (خدا کے) فرمانبردار تھے۔

= حَفِظْتُ لِلْغَيْبِ۔ مردوں کی عدم موجودگی میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں شوہروں کی عزت و آبرو کی ان کے نفع و نقصان کی اور ان کے بھیدوں کی حفاظت کرنیوالیاں (لام بمعنی فنی ہے) = بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔ جیسا کہ حفاظت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت و آبرو کی۔ ان کے حقوق کی۔ ان کی نگہداشت و نان و نفقہ کی مردوں کو حکم دے کر۔ بمقام میں بسبب اور ما مصدریہ۔ یا اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔

(عبداللہ یوسف علی)

= تَخَافُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرتے ہو۔ تمہیں خوف ہو۔ خَوْفٌ (باب سماع) مصدر = لَشُوْزَهُنَّ۔ مضاف مضاف الیہ (مصدر۔ باب نصر۔ ضرب) ان کی سرکشی۔ ان کی نافرمانی۔ مراد شوہر سے نفرت۔ اطاعت گریز۔ شوہر کے مقابلہ میں غرور۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فعل تَخَافُونَ کا مفعول ہے۔

= فَعِظُوْهُنَّ۔ عِظُوا۔ امر جمع مذکر حاضر و عِظٌ سے هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔ تم ایسی عورتوں کو نصیحت کرو۔ ان کو سمجھاؤ (باب ضرب) ابن فارس کہتے ہیں کہ اَلْوَعْظُ کے معنی خوف دلانے اور ڈرانے کے ہیں۔

= اَلْمَضَاجِعُ۔ اسم ظرف جمع المضجع واحد۔ بستر۔ خواب گاہیں۔ اضجع واضطجع پہلو کے لیٹنا۔ الضَّجِيعُ ساتھ لیٹنے والا۔

= فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِمْ سَبِيْلًا۔ بَغَى۔ تلاش کرنا۔ دھونڈھنا۔ چاہنا۔ عَلٰی بمعنی خلاف۔ یعنی پران کے خلاف (کوئی ظلم کی) راہ تلاش مت کرو۔

تَبْغُوا اصل میں تَبْغُوْنَ تھا لاعنہی کے سبب نون اعرابی گر گیا۔

۲۵:۸ = شِقَاقٌ۔ اَلشَّوْخُ۔ شکاف کہتے ہیں۔ جیسے شَقَقْتُہُ بِنِصْفَیْنِ میں نے

سے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ قرآن کریم میں ہے ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۱۲۶:۸۶)

برہم نے زمین کو چیرا بھاڑا۔ یا اِذَا السَّمَاءُ اَنْشَقَّتْ (۸۴:۱) جب آسمان بھٹ بلنے لگا۔

نَشُوْ (بکسرش) اس مشقت کو کہتے ہیں کہ جو تنگ و دو سے بدن یا جسم کو لاحق ہوتی ہو۔

لَا اِلَّا بِشَوِّہِ الْاَنْفُسِہِ (۱۶:۷۷) مگر جان پر مشقت جھیلنے کے بعد۔

لَشِقَاقٌ کے معنی مخالفت، عداوت، ناچاقی کے ہیں۔ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ شق طرف



شفاق بمعنی الگ الگ (مخالفت) طرفوں میں ہونا۔

= فَاَبْعَثُوا۔ تم بھیجو۔ تم بلا بھیجو۔ تم اٹھاؤ۔ مقرر کرو۔ بَعَثٌ سے باب فتح امر کا صیغہ جمع نکرہ کا  
= حَكَمًا۔ مفعول بہ۔ منصف۔ بیچ۔ فیصلہ کرنے والا۔ حَكَمٌ سے صفت شہدہ کا صیغہ واہ  
جمع۔ سب کے۔ لے استعمال ہوتا ہے۔ فیصلہ کرنے والے کو حکم کہتے ہیں۔ حاکم سے زیادہ بلوغ  
= یُرِيدُ۔ تثنیہ نکرہ غائب اس سے مراد در بیچ۔ ایک خاندان کی طرف سے ایک بیوی کی طرف سے۔ اصل ہم  
یُرِيدُ ان تھا۔ اُن ناصبہ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔  
= يُوَفِّقُ اللّٰهُ۔ یُوَفِّقُ مضارع مجزوم مکسور بالوصل واحد نکرہ غائب تَوْفِيقٌ مصدر باب تفعیل موات  
پیدا کر دے گا۔

= بَيْنَهُمَا۔ میں ہما ضمیر تثنیہ مؤنث، غائب مرد اور عورت کے لئے ہے۔

۳۶:۱۲۔ رَبِّ اُولَی الدِّیْنِ اِحْسَانًا۔ اس کی تقدیر ہے وَ اَحْسِنُوْا بِالْعٰلِدِیْنَ اِحْسَانًا۔

= وَبِذِی الْقُرْبٰی۔۔۔۔۔ اَیْمَانُکُمْ۔ میں ذِی الْقُرْبٰی۔ وَالِیْتَامٰی۔ وَالْمَسٰکِیْنِ۔

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی۔ وَالْجَارِ الْجَنْبِ۔ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنُ السَّبِیْلِ۔ اور مَا مَلَکَتْ

اَیْمَانُکُمْ سے پہلے اَحْسِنُوْا محذوف ہے۔

= الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی۔ الْجَارُ۔ جو جوار میں یعنی پہلو میں رہنے والا ہو بمعنی پڑوسی ذِی الْقُرْبٰی

قربت دار ہو۔ یعنی رشتہ دار پڑوسی الْجَارِ الْجَنْبِ۔ جُنْبٌ بمعنی دور۔ اجنبی۔ یعنی وہ پڑوسی جو رشتہ

دار نہ ہو۔ صاحب بِالْجَنْبِ۔ پہلو کا رفیق۔ قریبی دوست سفر کا ساتھی۔ ابْنُ السَّبِیْلِ۔ مسافر

= مُخْتَلًا۔ اسم فاعل واحد نکر منصوب بوجہ خبر کَانَ۔ اِحْتِیَالَ۔ (افتعال) مصدر۔ بمعنی اکرنا

والا۔ اترانے والا۔ اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا۔

= فَخُوْدًا۔ خبر ثانی۔ کَانَ۔ مبالغہ کا صیغہ فَاخُوْرٌ سے فَعُولٌ بمعنی فَاَعِلٌ بہت فخر کرنے والا

گھمنڈ کرنے والا۔ اترانے والا۔ شیخی خور۔

۳۷:۱۴۔ یَبْخُلُوْنَ۔ مضارع جمع نکرہ غائب۔ بَخْلٌ (باب سَمِعَ) مصدر وہ بخل کرنے

ہیں۔ کنجوسی کرتے ہیں۔

= فَضْلِهِ۔ میں ۹ ضمیر واحد نکرہ غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ فضل کے معنی مال۔

برتری۔ قوت۔ حسن۔ مرتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ علم۔ وغیرہ میں زیادتی کے ہیں

= اَعْتَدْنَا۔ ہم نے تیار کیا ہے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اِعْتَادٌ مصدر۔ عَتَدُ مادہ۔ اَلْعَتَا



ضرورت کی چیزوں کا پہلے سے ذخیرہ کر لینا۔ ہی معنی اِخْدَاذُ کے ہیں۔

اَعْتَدْنَا بَرْزَنَ اَفْخَلْنَا۔ اِعْتَاذُ سے فعل ماضی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اصل میں اَعْدَدْنَا ہے۔ ایک دال کو ت میں تبدیل کیا گیا ہے۔

۳۸:۴ = یٰکٰیۡنُ۔ مضارع مجزوم فعل ناقص کوٹ سے (باب نصر) اصل میں یٰکُوۡنُ تھا۔ مَنْ جازم فعل کی وجہ سے ن ساکن ہو گیا۔ اجتماع ساکنین (واو۔ نون) کی وجہ سے واو گر گئی = قَرِیۡنًا۔ بَرْزَنَ فاعل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے (باب کرم) ساتھ ہی۔ دوست۔ اس کی جمع قُرَیۡنًا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ وَ قِیۡضُنَا لَہُمۡ قُرَیۡنًا۔ (۲۵: ۴۱) اور ہم نے شیطان کو ان کا ہمیشین مقرر کر دیا۔

ایک زمانہ کے لوگ یا امت قَرَنٌ کہلاتی ہے۔ اس کی جمع قُرُونٌ ہے جیسے قُرُونِ اُولٰی۔ پہلی امتیں۔ قَرَنٌ جانور کا سینگ بھی ہے۔ ذوالقرنین دو سنگوں والا۔ (یہاں سینک تشبیہ کے طور پر استعمال ہوا ہے)۔

= آیات ۳۶ = ۳۷ - ۳۸۔ میں مُخْتَلًا فَخُوۡرًا۔ ان اشخاص کے لئے ہے جو اپنے مال و دولت۔ عزت و جاہ۔ وغیرہ پر اترتے ہیں۔ اور فخر کرتے ہیں۔ اَلَّذِیۡنَ یَبۡخُلُوۡنَ ..... الخ۔ مُخْتَلًا فَخُوۡرًا کی صفت ہے۔ کافرین سے مراد یہی مندرجہ بالا گروہ ہے کہ کفرانِ نعمت سے کام لیتے ہوئے اللہ کے دیئے ہوئے فضل پر بیجا گھنٹہ کرتے ہیں۔ اس کے صحیح استعمال میں کنجوسی کرتے ہیں دوسروں کو اس کے صحیح استعمال سے منع کرتے ہیں۔ اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو دوسروں سے چھپاتے ہیں۔

= وَالَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ کی تین صورتیں ہیں

۱:- یہ اَلَّذِیۡنَ یَبۡخُلُوۡنَ۔ پر عطف ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور اللہ ان لوگوں کو بھی پسند نہیں کرتا۔ جو اپنا مال دکھاوے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ..... الخ  
۲:- یہ لِیَکَافِرِیۡنَ پر عطف ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ ان لوگوں کے لئے بھی جو اپنا مال دکھاوے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ ..... الخ ہم نے ان کے لئے بھی رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے

۳:- وَالَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ۔ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔

اس صورت میں وَالَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ ..... بِاَلْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ مبتدا۔ اس کی خبر محذوف (فلہم الشیطان قَرِیۡنًا۔ تو شیطان ان کا ساتھی بھڑا، اور جس کا ساتھی شیطان ہو) تو وہ



جان لے کہ شیطان، بہت بُرا ہے ایک ساتھی کی حیثیت سے۔

۴: ۳۹ = وَمَا ذَا عَلَيْهِمْ - اور کیا تکلیف ہوتی ان کو۔ اور کیا مصیبت آجاتی ان پر۔ اور کیا نقصان ہو جاتا ان کا۔

۴: ۴۰ = مِثْقَالَ - وزن - مِثْقَالِ ذَرَّةٍ - ایک ذرہ کے وزن کے برابر۔ ثَقُلَ مادہ - باب کرم سے اسم آلہ ہے۔

= تَكَثُّ - اصل میں تَكُونُ تھا۔ ان کے عمل سے واو حرف علت حذف ہو گیا۔ اور نون کو بھی خلاف قیاس حرف علت کے مشابہ مان کر کثرت استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا کَوْنٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ افعال ناقصہ میں سے ہے۔ وہ ہوفے۔ وہ ہوتی ہے وہ ہوگی = يُضَاعَفُهَا۔ مضارع معروف۔ مجزوم بوجہ جواب شرط۔ مُضَاعَفَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جو حسنۃ کی طرف راجع ہے۔ وہ اس کو بڑھا دیگا۔ دو چند کر دے گا = مِنْ لَدُنْهُ۔ اس کی طرف سے (یہاں) اپنی طرف سے۔ لَدُنْ - ظرف مکان (رَبَّنَا اِنَّا مِنْ لَدُنْكَ رَحِمَةً۔ اے رب ہمارے ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما۔

اور ظرف زمان۔ اَقَمْتُ عِنْدَكَ مِنْ لَدُنْ طُلُوعِ الشَّمْسِ إِلَى غُرُوبِهَا۔ میں اگر یاس طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک مقیم رہا۔

۴: ۴۲ = يَوَدُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب يَوَدُّ (باب سماع) مصدر۔ وہ پسند کرتا ہے وہ آرزو کرتا ہے یا کرے گا۔

لَوْ تَسَوَّى بِهِمُ الدَّرُؤُ - کاش انہیں دبا کر اوپر سے مٹی برابر کر دی گئی ہوتی۔ تَسَوَّى وہ برابر کر دی گئی۔ وہ برابر کر دی جائے۔ وہ ملا دی جائے۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ زمین ان کو اپنے اندر لے کر برابر ہو جاتی۔ لَوْ مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے جملہ تبادل مفرد يَوَدُّ کا مفعول ہوگا۔ اِی يَوَدُّونَ اَنْ يَدْفَنُوْا۔

= سَدِیْنًا۔ بات۔

۴: ۴۳ = سُكَارَى۔ سَكَرَاتٌ کی جمع ہے سَكَرٌ وَسُكَرٌ۔ سَكَرَ۔ (سَمِعَ) سَكَرًا

من الشراب۔ شراب سے مدہوش ہو جانا

وَأَنْتُمْ سُكَارَى۔ دریاں حالیکہ تم شراب کے نشہ میں ہو۔

= دَلَّ جُنُبًا۔ اور نہ حالت جنابت میں۔ دریاں حالیکہ تم پر غسل واجب ہو۔

= عَابِرِي سَبِيلٍ۔ عَابِرِي۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ گزرنے والے۔ عبور کرنے والے۔ راہ چلنے



مسافر۔ عَابِرِیْ۔ اصل میں عَابِرِیْنَ تھا بوجہ اضافت نون جمع ساقط ہو گیا۔

= الْغَائِطُ۔ نشیبی وسیع میدان۔ مراد قضاے حاجت کا مقام۔ یا قضاے حاجت عرب قضاے حاجت کے لئے نشیبی میدان میں جایا کرتے تھے کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں۔ اس لئے بطور کنایہ براز یا قضاے حاجت کا مقام ہے۔ عمرو بن معدی کرب کا شعر ہے  
وَكَمْ مِنْ غَائِطٍ دُونَ سَلْمَى۔

اور سلمیٰ سے ادھر اور بھی وسیع میدان ہیں۔

= تَتِمُّوْا۔ تم قصد کرو۔ تم ارادہ کرو۔ تم تیمم کرو۔ تَتِمُّوْا سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تیمم کے معنی لغت میں مطلق قصد کرنے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی کا یا اس چیز کا جو پاک مٹی کا قائم مقام ہو قصد کرنا۔ اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔

= صَعِيدًا۔ زمین خاک۔ الصَّعُوْدُ کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ صَعِيدٌ کالفظ وَجْهُ الدَّرَیْضِ۔ یعنی زمین کے بالائی حصہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

۴۴: ۴ = اَنْ تَصِلُوْا السَّبِيْلَ کہ تم راہ راست سے ہٹ جاؤ۔ بہک جاؤ۔

۴۵: ۴ = كَفٰی بِاللّٰهِ وَلِيًّا۔ كَفٰی يَكْفِي (ضرب) كفاية الشئ۔ کسی شے کا کافی ہونا۔ کسی چیز پر قناعت کرنا اور دوسری چیز سے بے نیاز ہونا۔ وَلِيًّا۔ صفت مشبہ (فَعِيْلٌ) وَلَا يَكْفِيْكُمْ مَّحَافِظُ۔ حامی۔ بچانے والا۔ کار ساز۔ مددگار۔ دوست۔ رفیق۔ كَفٰی بِاللّٰهِ۔ میں اللہ فاعل ہے ب زائدہ کی وجہ سے مکسور ہے۔ وَلِيًّا تمیز ہے بطور دوست اللہ ہی کافی ہے۔

۴۶: ۴ = هَادُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب هُوْدُ۔ مصدر۔ باب نصر۔ وہ یہودی ہوئے مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا۔ جو یہودی ہیں ان میں سے بعض لوگ۔

= يُحَرِّفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تحریف (تفعیل) مصدر۔ تحریف کرتے ہیں۔ بدل ڈالتے ہیں۔ بگاڑ دیتے ہیں۔ تحریف خواہ لفظی ہو یا معنوی یہاں دونوں مراد ہیں۔

= الْكَلِمَۃُ۔ جنس جمع ہے۔ کَلِمَۃٌ واحد ہے۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَۃَ عَنْ مَّوَاضِعِہَا کلمات کو

ان کے مقام سے بدل دیتے ہیں۔ یہاں کلمات سے مراد کلماتِ تورات ہیں۔

= مَّوَاضِعِہَا۔ اسم ظرف جمع مَوْضِعٌ واحد۔ وَضَعَ مصدر۔ باب فتح۔ رکھنے کے مقامات۔

اصلی جگہوں سے دَضَعَ اتار کر رکھ دینا۔

= اِسْمَعُ۔ تَوْسُن۔ سماع و سماعۃ۔ سے امر کا صیغہ۔ واحد مذکر حاضر۔



== غَيْرَ مُسْمَعٍ - مُسْمَعٍ اسم مفعول واحد مذکر۔ باب افعال۔ اِسْمَاعٌ مصدر نہ سنا گیا۔

وَاِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ (سنئے نہ سنوائے جاوے) کا محاورہ دو طرح بولا جاتا ہے۔

(۱) ایک بددعا کے طور پر۔ سنو تم بہرے ہو باؤ کچھ نہ سن سکو۔

(۲) دوسرا دعا کے طور پر۔ سنو۔ تمہیں کوئی ناگوار بات نہ سننی پڑے۔

== رَاعِنًا۔ ہماری رعایت کر۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہمارا خیال رکھ۔ مَرَاعَاةٌ سے امر کا صیغہ

واحد مذکر حاضر۔ نا ضمیر جمع متکلم۔ مزید دیکھیں ۲: ۱۰۴

== لَيَّا۔ مصدر موڑنا۔ مردڑنا۔ پھیرنا۔ گھمانا۔ لَوِي يَلْوِي (ضرب) زبان کو مروڑ کر

یہود ایک تو تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے تھے۔ کہ اس میں جو حصص حضور

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا ان کی صفات کے متعلق تھے۔ ان کو حرفاً یا معنی تبدیل کر دیتے

تھے۔ دوسرے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور ان کو دعوت حق دی

جاتی تھی تو وہ کہتے تھے۔

(۱) سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا یعنی یاواز بلند تو یہ کہتے ہیں سَمِعْنَا (ہم نے سن لیا۔ سمجھ لیا) اور

بعد میں آہستہ سے یہ بھی کہہ دیتے۔ عَصَيْنَا۔ ہم قبول نہیں کرتے ہم انکار کرتے ہیں ہم نہیں مانتے

(۲) اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ۔ جو دعا اور بددعا دونوں کے معنی میں لئے جاسکتے ہیں تشریح اوپر گذر چکی

(۳) اور کہتے رَاعِنًا۔ (معنی اوپر دیئے گئے ہیں۔ مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ۲: ۱۰۴)

لَيَّا۔ مصدر ان کے جملہ کلام کے متعلق ہے

طَعَنَ فِي الدِّينِ (دین پر طعنہ نہ لنی کرتے ہوئے) بھی ان کے جملہ کلام کے متعلق ہے اور ان

کی نیت کو ظاہر کرتا ہے۔

فرمایا۔ اگر وہ مندرجہ بالا دو معنی فقرات کی بجائے نیک نیتی سے (۱) سَمِعْنَا دَا لَطَعْنَا۔

(۲) اِسْمَعْ۔ توجہ فرمائیے۔ (۳) اُنْظُرْنَا۔ ہم پر نظر فرماویں۔ ہماری طرف التفات فرماویں۔ تو انہی

کے لئے بہتر اور درست ہوتا۔

۴۔ ۴۔ ۴۔ نَطَمَسَ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ جمع متکلم۔ طَمَسَ مصدر باب

ضَرْبٍ وَنَصَرَ، کہ ہم صورت بگاڑ دیں۔ طَمَسَ کے اصل معنی مٹانا۔ بگاڑنا اور پاٹ

دینا کے ہیں متعدی اور غیر متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے

== فَخَرَّوْا هَا۔ مضارع جمع متکلم دَرَّوْا سے باب نصر۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب

جو دُجُوْہَا کی طرف راجع ہے۔ ان کو پھیر دیں ان کا رُخ ان کی پیٹھوں کی طرف۔ عَلٰی اَذْبَارِهَا



ادبار جمع دبر کی۔ بمعنی پیٹھ) پھیر دیں۔

= فَلَعَنَہُمْ۔ مضارع جمع متکلم لَعَنَ مصدر (فتح) هُم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم اُن پر لعنت کریں لَعَنًا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہم نے لعنت کی

اَصْحَابِ السَّبْتِ۔ ہفتہ کے دن والے۔ ۵۳۶ء سے ۶۲۸ء کے درمیان یہودیوں کے نبی یرمیاہ اور نبی حزقیل علیہما السلام کے وقت میں یہودیوں کو سبت یعنی ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن ایک گروہ نے خلاف درزی کرتے ہوئے صریحاً خلاف درزی کی دوسرا گروہ باز رہا لیکن پہلے گروہ کو منع نہ کیا۔ تیسرے گروہ نے سرگرمی سے پہلے گروہ کو اس خلاف درزی سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ آخر خدا کی لعنت نے ان کو آیا۔ اور پہلے گروہ کے چہرے مسخ کر کے ان کو بندروں کی شکل دیدی گئی۔

۴۸: ۴ = اِخْتَرٰی۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ اِخْتَرٰءُ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ یعنی اس نے گناہِ عظیم کا ارتکاب کیا۔

۴۹: ۴ = یُزَكِّیْکُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَزْکِیۃٌ مصدر۔ باب تفعیل۔ پاک قرار دیتے ہیں تزکیہ نفس کی دوسو تین ہیں۔

ایک تزکیہ بالفعل۔ اچھے اعمال کے ذریعہ جو محمود طریقہ ہے۔ جسے قرآن مجید میں آیا ہے فَذُ اٰخِلَجَ مِنْ تَزْکِیۃٍ۔ (۱۴: ۸۷) جس نے تزکیۃ نفس کیا وہ فلاح پاگیا

دوسرا تزکیہ بالقول۔ انسان خود اپنے اچھا ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ طریقہ مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مَثَلًا لَا تَزْکُوْا اَنْفُسَکُمْ۔ (۵۳-۲۲) اپنے آپ کو پاک نہ ٹھہراؤ۔ یہاں اس آیت میں دوسرا طریقہ مراد ہے۔

= فَتِیْلًا۔ باریک دھاگہ۔ دُور اچھوڑا انگلیوں میں پکڑ کر بٹا جاتا ہے۔ کھجور کی گٹھلی کے شکاف میں جو دُورا یا سوتا ہوتا ہے وہ بھی فِیْل کہلاتا ہے مراد قلیل۔

۵۰: ۴ = وَکَفٰی بِہِمْ اِثْمًا مُّبِیْنًا۔ اور یہی کھلا گناہ ہے ب زائد ہے ۵ ضمیر واحد مذکر غائب یہ جملہ یَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ کے لئے ہے جو اس جملہ میں فاعل ہے۔ نیز ملاحظہ ہو (۴۵: ۴) اور یہی افتراء علی اللہ ان منقریوں کے لئے بطور ایک صریح گناہ کے کافی ہے۔

۵۱: ۴ = جِبْتٍ۔ بُت۔ جادوگر۔ شیطان۔ جادو۔ جہت اور طاغوت سے ہر وہ جنس مراد ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جائے۔ خواہ وہ بُت ہو یا آدمی ہو یا جن۔ یا شیطان طاعنوت۔ شیطان۔ حق سے روکنے والا۔ بُت۔ معبود باطل۔ ستمکش۔ سخریت۔ طاعنی۔



طَغَىٰ مَادَّة - طَغَىٰ يَطْغَىٰ طُغْيَانًا - سرکشی کرنا - اَطْغَاهُ (افعال) اسے سرکشی طغیان پر ابھارا۔  
 اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦ لَكَنَّاٰ - بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے۔

= هُوَلَاءِ - مراد الَّذِيْنَ كَفَرُوْا - وَ - يَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا - کافروں سے کہتے ہیں کہ  
 اَنْتُمْ هُوَلَاءِ اَهْدٰى ..... سَبِيْلًا - (تم ہی وہ لوگ ہو جو اہل ایمان سے زیادہ راہ راست

پر ہو) الخازن

لِلَّذِيْنَ - بمعنی ان کے متعلق - یعنی وہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان لانے والوں  
 کی نسبت زیادہ راہ راست پر ہیں۔

۵۳:۴ = فَاِذَا - اگر ایسا ہوتا تو - اس وقت حرف جزا ہے، جواب اور جزاء کے لئے آئے  
 = لَا يُؤْتُوْنَ - نہیں دیتے ہیں - نہ دیتے۔

= نَفِيْرًا - اسم منصوب - کھجور کی گٹھلی کے اوپر کا چھلکا - مراد حقیر ترین چیز۔

۵۴:۴ = فَقَدْ اٰتَيْنَا اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ - تو یاد رہے ہم دے چکے ہیں (قبل ازیں) آل ابراہیم کو  
 کتاب و حکمت اور عظیم سلطنت - مثلاً حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو - یعنی ایسی ہی نعمت  
 قبل ازیں آل ابراہیم کو بھی تودی جا چکی ہے پھر یہ اب مومنوں کو وہی نعمت دیئے جانے پر کیوں  
 جلتے ہیں۔

بعض کے نزدیک الناس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ مراد ہیں۔

۵۵:۴ = اٰمَنَ بِہٖ - اے ابوبالبتی صلی اللہ علیہ وسلم و ما اَنْزَلَ اِلَیْہ - یعنی ان میں سے  
 کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان پر نازل شدہ کلام الہی پر ایمان لے آئے۔

= صَدَّ عَنْہُ - صَدَّ - روکنا - رُکِنَا - صَدَّ يَصُدُّ (نَصَرَ) صَدَّ وَصَدَّ وَدَّ - مصدر

واحد کا صیغہ جمع کے لئے استعمال ہوا ہے - اور بعض اس سے باز رہے - یعنی ایمان نہ لائے

= وَكَفٰی بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا - جَعَلْتُمْ بُوْجہ عِجْرًا اور تَانِیْثٌ غَیْرُ مَنْصَرَفٍ ہے - لہذا اس کا اعراب  
 فتح سے آیا ہے - یہ فاعل ہے کَفٰی کا - سَعِيْرًا تمیز ہے اور دھکتی ہوئی آگ کے طور پر جہنم  
 ان کے لئے کافی ہے۔

۵۶:۴ = نُصَلِّیْہُمْ - ہم ان کو داخل کریں گے - نیز ملاحظہ ہو (۴:۳۰)

= کُلَّمَا - کُلٌّ اور مَا سے مرکب ہے - اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلٌّ ہمیشہ  
 منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ ما حرف مصدری ہے  
 یا اسم نکرہ ہے - بمعنی وقت کے - اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے کُلَّمَا اَصْبَحَ لَہُمْ مَقَسُوْا



فِيهِ (۲: ۲۰) اور آیت لہذا۔

= نَضَجَتْ - واحد مَوْنَتْ غَائِب ماضی معروف لَضَجْ مصدر (سمع) پک جائیں گی (ان کی کھالیں) نَاضِجٌ - پکا ہوا گوشت - پکا ہوا پھل۔

۵۷: ۴ = ظِلًّا ظَلِيلًا - ظِلٌّ - سایہ - پرچھائیں۔

ظَلِيلٌ صیغہ صفت ہے گھنی چھاؤں - ٹھنڈا سایہ - ظِلٌّ کے بعد اسے تاکید کے لئے لایا گیا ہے - یعنی ہم ان کو گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے - ربیع بن انس کہتے ہیں کہ ظِلًّا ظَلِيلًا سے مراد عرش کا سایہ ہے جو کبھی زائل نہ ہوگا۔

۵۸: ۴ = تَوَدُّوْا - تم ادا کرو - اصل میں تَوَدُّوْنَ تھا - اَنْ حرف ناصبہ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا - مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر - تَأْدِيَةٌ (باب تفعیل) سے ادى - ادو - مادہ الَدَّاءُ - یکبارگی اور پورا پورا حق دے دینا۔

= نِعِمًّا - یہ لفظ مرکب ہے نِعِمٌّ اور مَا سے - بمعنی بہت عمدہ - بہت اچھا - نِعِمًّا لِعِظْمِكُمْ بِهِ - کیسی ہی عمدہ بات کی وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔

۵۹: ۴ = تَأْوِيلًا - تَأْوِيلٌ بروزن تَفْعِيلٌ - اَوَّلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں - اسی لئے مرجع اور جائے بازگشت کو مَوَائِلُ کہتے ہیں۔

اَوَّلِ الشَّيْءِ اِلَيْهِ اس کی چیز کو واپس لوٹا دو - يقال في الدعاء اول الله عليك ضامنك خدا تمہاری گمشدہ چیز کو واپس دلا دے - اَحْسَنُ تَأْوِيلًا انجام کار بہتر ہے۔

Best and most suitable for final determination

۶۰: ۴ = يَرْغُمُونَ - مضارع جمع مذکر غَائِب - زَعَمٌ مصدر - باب نصر - وہ گمان کرتے ہیں وہ دعویٰ کرتے ہیں۔

= يَتَحَاكَمُونَ اِلَى - مضارع جمع مذکر غَائِب (اصل میں يَتَحَاكَمُونَ تھا - نون اعرابی اَنْ ناصبہ کی وجہ سے ساقط ہو گیا - تَحَاكَمٌ - تَفَاعُلٌ - مصدر - تحاكم الى الحاكم - باہمی جھگڑے کو کسی حاکم کے پاس فیصلہ کے لئے لے جانا - يُرِيدُونَ ..... الطَّاعُونَ - یعنی دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو کلام آپ پر نازل ہوا ہے اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں - اور ادھر باہمی جھگڑے کے فیصلے کے لئے ان لوگوں کے پاس لے جائیں جو اللہ تعالیٰ سے سرکش ہیں۔



= وَقَدْ أُمِرُوا ..... یہ۔ حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ انکار کریں۔ باز رہیں ایسے لوگوں سے (طاغوت سے) کیونکہ ان کو تو حکم یہ تھا کہ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (آیہ ماقبل)

۴: ۶۱ = تَعَالَوْا۔ تَعَالَى (تفاعل) جس کے معنی بلند ہونے اور آنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَعَالٍ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بلند مقام کی طرف بلایا جائے۔ پھر ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال کیا گیا۔

بعض علماء کے نزدیک یہ عَلُو سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعت منزل کے ہیں گویا تَعَالَوْا میں رفعت منزل کے حصول کی دعوت ہے قرآن مجید میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے۔ اہل لغت نے تَعَالٍ کو مطلقاً عَلُمُ (چلے آؤ۔ آؤ) کے معنی میں لیا ہے۔

= يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا۔ صَدَّ۔ مصدر بمعنی رکنا۔ باز رہنا۔ روک دینا۔ باز رکھنا۔ فعل لازم و متعدی ہر دو صورت میں استعمال ہوتا ہے۔ صَدَّ يَصُدُّ (نَصَرَ) بواسطہ عَنْ منہ پھیر لینا اعراض کرنا۔ روک دینا۔ پھیر دینا۔ صَدِيدٌ مصدر (ضَرَبَ) رونا پیٹنا۔ چیخنا۔ تَصْدِيدٌ مصدر (تَفْعِيل) تالی بجانا۔ صُدُودًا۔ آخر میں تاکید کے لئے ہے۔

۴: ۶۲ = اِنْ اَرَدْنَا۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= تَوْفِيقًا۔ توفیق کے معنی ہیں دو چیزوں میں مطابقت کرنا۔ اسی لئے عرف عام میں تقدیر کے موافق اچھے اعمال سرزد ہونے کا نام توفیق ہے۔ یہاں مراد اصلاح باہمی اور ملاپ کے ہیں۔ باہمی مصالحت۔

۴: ۶۳ = فِيْ اَنْفُسِكُمْ۔ ان کے اپنے متعلق۔ ان کے لئے۔

= بَلِيغًا۔ اثر کرنے والا۔ پہنچنے والا۔ بلاغت والا۔ فَعِيلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ان سے ان کے حق میں اثر کرنے والی بات کہہ۔

۴: ۶۴ = اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جب وہ ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر جَاءُ ذٰلِكَ تمہارے پاس آجاتے۔ فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اللہ سے بخشش طلب کرتے۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُوْلُ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے۔

= لَوْ جَدُّوْا ..... رَحِيْمًا۔ جواب شرط۔

۴: ۶۵ = فَلَا دَرَبَ لَكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ اس جملہ میں فَلَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ نفی کے لئے ہے۔ اِی لَیْسَ اَلَا مُرْکَمَا یَقُوْلُوْنَ یعنی بات وہ نہیں جو یہ کہتے ہیں یعنی



وہ جو قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّا اِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا غلط کہتے ہیں۔ جھوٹ بکتے ہیں بلکہ تیرے رب کی قسم بات یہ ہے کہ لَا يُؤْمِنُونَ ..... الخ۔  
ب۔ یہ لَا تاکید کے لئے ہے یعنی قسم کی تاکید میں۔

ج۔ یہ نفی کے معنی میں ہے اور لَا يُؤْمِنُونَ کی نفی کی تاکید میں یعنی نہیں۔ تیرے رب کی قسم۔ یہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے ..... الخ۔ اس کے قریب قریب اُردو میں بھی ہم بولتے ہیں کہ نہیں خدا کی قسم یہ نہیں کروں گا۔ مطلب یہ کہ میں ہرگز ہرگز یہ نہیں کروں گا۔

= يُحَكِّمُوكَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ حَكَمَ يُحَكِّمُ - تَحَكُّمًا (تفعیل) کسی کو منصف بنانا۔ یعنی جب تک آپ کو منصف نہ بنائیں گے

= شَجَرَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ باب نصر۔ اختلاف ہوا۔ جھگڑا ہوا۔ شَجُورٌ سے جس کے معنی آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے کے ہیں۔

= قَضَيْتَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضَى يَقْضِي (باب ضروب) قَضَاءُ مصدر تو نے فیصلہ کر دیا تو نے حکم دیا۔

= حَرَجًا - تنگی۔ مضائقہ۔ حرج۔ خلش۔

۴: ۶۶ = مَا يُوعَظُونَ بِهِ - میں مابیانہ ہے۔ یعنی جس چیز کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

= اَشَدَّ تَثْبِيثًا - اَشَدَّ پختہ تر۔ اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ۔ تَثْبِيثًا مصدر باب تفعیل۔ ثابت کرنا۔ ثابت رکھنا۔ یعنی ان کے ایمان میں ثابت قدمی کی پختگی کا باعث ہوتا۔ یعنی اس طرح وہ سختی سے اپنے ایمان میں ثابت قدم ہو جاتے۔

۴: ۶۷ = اِذَا - حرف جزا ہے۔ جواب شرط۔ جزا کے لئے آتا ہے تب۔ اس وقت۔

(دیکھو ۴: ۵۳) اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں ہر نوں کو الف کی صورت میں بدل لیتے ہیں۔ یہاں اِذَا - وہ جواب ہے جس کا سوال مقدر ہے۔ جیسے کہ سوال ہے کہ اس خَيْرَ اَتَاهُمْ اور اَشَدَّ تَثْبِيثًا کے بعد پھر کیا ہوتا تو جواب ہے۔ تو پھر ہم ان کو اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتے۔

= مِنْ لَدُنَّا - ہماری طرف سے لَدُنْ ظرف زمان ہے تو نہایت وقت کی ابتداء پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے اَقَمْتُ عِنْدَكَ مِنْ لَدُنْ طُلُوعِ الشَّمْسِ اِلَى غُرُوبِهَا - میں اس کے پاس مقیم رہا ابتداء طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک۔

ظرف مکان بھی ہے جس کا معنی ہے پاس۔ طرف۔ قرآن حکیم میں عموماً اسی کا استعمال ہے



مثلاً آیتِ نداء۔

۶۹:۴ = مِنْ بَيَانِهِ هُوَ

= حَسَنٌ أَوْلَٰئِكَ رَفِيقًا۔ حَسَنٌ بمعنی مَا أَحْسَنَ تَجِبَ کے لئے ہے۔ بظاہر حَسَنٌ أَوْلَٰئِكَ رَفِيقًا چاہئے تھا۔ علما نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ اس کی تقدیر کلام یہ ہے حَسَنٌ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ رَفِيقًا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ رَفِیقٌ۔ بَرِید کے الفاظ: اِحد۔ جمع۔ جنس سب معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے رَفِیقٌ یہاں بمعنی رَفِیقًا ہے۔

۷۱:۴ = حِذْرُكُمْ۔ تمہارا بچاؤ۔ جس کے ذریعہ بچاؤ کیا جاتا ہے۔ حذر کہلاتا ہے۔ مضاف مضاف الیہ۔ الْحِذْرُ الخوف زرع کرنے والی چیز سے دور رہنا۔ قرآن حکیم میں ہے اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ سِدَدًا اَلَكُمْ فَاَحْذَرُوهُمْ۔ (۱۴:۶۵) تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن (بھی) ہیں سو ان سے بچتے رہو۔

حِذْرٌ سے یہاں مراد اسلحہ جنگ وغیرہ ہیں جن کے ذریعہ دشمن سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ حِذْرًا حِذْرُكُمْ۔ احتیاطی تدابیر مکمل رکھو۔ اپنے بچاؤ کا انتظام پورا رکھو۔ اپنے بچاؤ کے ہتھیار موجود رکھو۔ مقابلہ کے لئے چوکے اور تیار رہو۔

= اِنْفِرُوا۔ تم نکلو۔ تم کوچ کرو۔ (النَّصْرُ، ضَرْبٌ) نَفِيرٌ اور نَفُورٌ سے۔ جس کے معنی نکلنے کوچ کرنے۔ اور بھاگنے (فسار ہونے) کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں نَفَرٌ کے معنی کسی چیز کے لئے بیتاب ہونے کے ہیں یا اس سے بیزار ہونے کے ہیں۔

فَاِنْفِرُوا۔ پس تم نکلو۔

= بُنَاتٍ۔ جمع۔ ثُبَلٌ واحد۔ گروہ۔ ٹولے۔ بُنَاتٍ اِیْ فِی ثُبَاتٍ۔

= جَمِيعًا۔ سب اکٹھے ہو کر جماعت کی صورت میں۔

= اِنْفِرُوا۔ سے مراد مطلق باہر نکلنا بھی ہے اور جہاد کے لئے دشمنوں کے مقابلہ میں نکلنا بھی ہے

یہاں دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جنگ اِحد کے بعد دشمنوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ اطراف

دنواح کے قبیلوں کے تیور بدل گئے تھے اور وہ ہر وقت مسلمانوں کے درپے آزار تھے۔ اس لئے

حکم ہوا کہ جب بھی باہر نکلو تو دشمنوں سے خطرہ کے پیش نظر مسلح ہو کر گروہ کی صورت میں نکلو تاکہ

بوقتِ ضرورت خاطر خواہ مدافعت کر سکو۔

دوسری صورت میں پہلے خدا اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا۔ اور اب دین کی سرابندی کے لئے جہاد



کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور حکم ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں متفق و مجتمع حالت میں نکلو۔ اور باقاعدہ اسلحہ جنگ سے لیس ہو کر۔

۴۲:۴ = لَيَبْطِئَنَّ - مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ - بَطَأٌ يَبْطِئُ تَبْطِئُ (تفعیل) بطأ مادہ - لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے - اَبْطُؤْ - چلنے میں دیر لگانا اور سستی کرنا - جملہ کے معنی یہ ہیں - اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو خود بھی دیر لگاتے ہیں اور دوسروں سے بھی دیر لگواتے ہیں -

= شَهِيدًا - سے یہاں مراد موجود ہے -

۴۳:۴ = لَيَقُولَنَّ - مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ واحد مذکر غائب - تو ضرور کہہ اُٹھے فعل بافاعل يَلِيْتَنِي ---- عَظِيْمًا - مفعول

= كَانَتْ لَكُمْ تَكُنْ ..... مَوَدَّةٌ - لَيَقُولَنَّ اور يَلِيْتَنِي کے درمیان جملہ معترضہ ہے یعنی جیسے تمہارے اور اس کے درمیان دوستی یا باہمی محبت کا کوئی رشتہ تھا ہی نہیں - اور اسے محض اپنی خود غرضی ملحوظ ہے مومنوں سے اسے کوئی سروکار نہیں -

= مَوَدَّةٌ - مصدر - دوستی - محبت - دلی رغبت -

۴۴:۴ = فَلْيُقَاتِلْ - مُقَاتَلَةٌ (مفاعلة) مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر غائب - اس سے خطاب مومنین ہے جنہوں نے آخرت کے لئے اپنی دنیاوی زندگی نیچا دی فَلْيُقَاتِلْ پس چاہئے کہ لڑیں -

= وَمَنْ يُقَاتِلْ - میں فعل مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ کے ہے -

۴۵:۴ - مَا لَكُمْ - کیا ہو گیا ہے تمہیں - کیا وجہ ہے - یہ استفہام تحریش علی الجہاد کے لئے ہے یعنی جہاد میں برا نگینہ کرنے کے لئے ہے -

= وَالْمُسْتَضْعَفِينَ - اسم مفعول جمع مذکر باب استفعال (سَبِيلُ اللَّهِ پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے - یعنی کہ تم جنگ کیوں نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور بے بس مرد - عورتوں اور بچوں کی خلاصی) کے لئے - یہاں بے بس مرد - عورتیں اور بچوں سے مراد ہیں وہ جو مکہ میں مسلمان ہوئے اور مشرکین نے ان کو ہجرت سے روک رکھا - اور ان پر طرح طرح کی اذیتیں اور سختیاں کیں ۴۶:۴ = كِيدٌ - تدبیر - (خواہ اچھی ہو یا بری) چال - داؤ - کید (باب ضرب) مصدر مبغنی چال چلنا - تدبیر کرنا -

۴۷:۴ = كُفُّوا - امر جمع مذکر حاضر - اصل میں اُكْفُوا بروزن اُنْصُرُوا - تھا - تم روکو -



كَفَّ يَكُفُّ - كَفُّوا أَيْدِيَكُمْ (عَنِ الْقِتَالِ) امام قرطبی کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمن بن عوف الزہری - المقداد بن الاسود الکندی - قدامہ بن مظعون - سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی۔

ان حضرات کا تقاضا تھا کہ ان کو مکہ میں طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں اب جب کہ ان کی حالت بہتر ہو گئی ہے تو ان کو اپنے موذی دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کی اجازت دی جائے۔ لیکن چونکہ ابھی جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نماز اور روزہ پر زیادہ توجہ دینے کے لئے فرمایا کرتے تھے جو فرض کئے جا چکے تھے اور قتال سے منع فرماتے تھے۔

= كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ - جب ان پر جہاد فرض کیا گیا۔ اور مشرکین سے قتال کا حکم ہوا اور بدر کے میدان کی طرف نکلنے کا حکم ہوا۔

= خَرِيقٌ مِّنْهُمْ - ان میں سے ایک فریق۔ ایک گروہ۔ سارے نہیں بلکہ ان میں سے ایک گروہ جو ایمان میں سچے نہ تھے

= بَخْشَوْنَ النَّاسَ - بَخَشَوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب خَشِيََ مصدر باب سمع ۲ سے لوگوں سے ڈرنے لگے۔ یعنی مشرکین سے مقابلہ سے خوف کھانے لگے۔ فَرِيقًا لَفْظًا واحد ہے لیکن معنی جمع ہے۔

= لَوْلَا - کیوں نہ - اَخْرَجْنَا - تو نے ہمیں مہلت دی۔

= اَجَلٍ قَرِيبٍ - اجل مدت مقررہ کو کہتے ہیں موت کو اجل بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وقت مقرر ہے الی اجل قَرِيبٍ - کچھ مدت تک - تھوڑا عرصہ اور۔

= فَتِلَافٌ کھجور کی گٹھلی کے ریشے برابر۔ ملاحظہ ہو ۴: ۴۹۔

۴: ۷۸ = يُدْرِكُكُمْ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - اِدْرَاكٌ سے۔ پکڑ لیا ہوا۔

بلند - قَصْرٌ مَّشِيدٌ - (۲۲: ۴۵) بہت بلند محل - مُشِيدَةٌ تَشْيِيدٌ (تفعیل) سے اسم مفعول اونچے اور مضبوط بنائے ہوئے۔

= فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ - اس قوم کو کیا ہو گیا ہے، یہ کیسی ہے۔ مَا شَأْنُ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ

= لَا يَكَادُونَ - کَادَ يَكَادُ (فتح) کَوَدٌ مصدر - کَادَ يَكَادُ - اگرچہ افعال تامہ ہیں لیکن استعمال میں ان کے بعد دوسرا فعل ضرور آتا ہے جس کے واقع ہونے کے قرب کو کَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے

لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے۔

۴: ۸۰ = حَفِظًا - نگہبان - حفاظت کرنے والا - حَفِظَ سے برون فَعِلٌ بمعنی 'فَاعِلٌ' -



۸۱:۴ = طَاعَةٌ - اِیْ یَقُولُوْنَ مِنْ اٰخِوَاهِمُ - یعنی منہ سے تو اطاعت کا دم بھرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم مطیع فرمان ہیں۔ طَاعَةٌ اسم بمعنی حکم داری۔ قبول کرنا۔ حکم ماننا۔ طَوْعٌ سے۔

= بَرَزُوا - ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ نکلتے ہیں بَرَزُوا سے باب نصر۔ جس کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہونے کے ہیں۔ یعنی جب آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

= بَدَّيْتُ - اس نے رات کے وقت مشورت کی۔ یعنی تو ایک طائفہ (گروہ) رات بھر (آپ کے خلاف) ایسے مشوروں میں لگا رہتا ہے جو عِیْرَ الَّذِیْ تَقُولُ ہے۔ یعنی جو وہ کہتا ہے (کہ ہم فرمانبردار ہیں) اس سے بالکل مختلف ہے۔ تقول میں ضمیر واحد مؤنث غائب طَائِفَةٌ کی طرف راجع ہے یا اس کی ضمیر واحد مذکر حاضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ طائفہ رات بھر مشورہ کرتا رہتا ہے ان باتوں کے خلاف جو آپ نے فرمائی ہیں۔

= یُبَدِّیْتُوْنَ - جو وہ رات بھر مشورہ کرتے ہیں۔

۸۲:۴ = لَوْ كَانَ - اِیْ لَوْ كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ - اگر یہ قرآن ہوتا (اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے)

۸۳:۴ = اَمْرٌ - کے معنی حکم کے ہیں لیکن یہ جملہ اقوال و افعال کے لئے بھی عام ہے۔ چنانچہ زان میں ہے۔ وَ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّهُ (۱۲۳:۱۱) اور تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے امر۔ یعنی کوئی بات۔ کوئی معاملہ۔ اس کی جمع اُمُور ہے۔ وَ اِذَا جَاءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ - اس کا مطلب ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی خبر۔ کوئی امر، کوئی معاملہ (خواہ وہ امن کے متعلق ہو یا وف کے متعلق) پہنچتا ہے۔

= اِذَا عُوْا بِہِ - وہ مشہور کر دیتے ہیں۔ اس کا تذکرہ عام کر دیتے ہیں۔ اس کو شہرت دیدیتے ہیں شاعت کر دیتے ہیں۔ افشا کر دیتے ہیں۔ اِذَا عُوْا - اِذَا عَاعَةٌ سے بمعنی شہرت دینا۔ خبر پھیلانا۔ اِذَا ظاہر کرنا۔ ذَلِیْعٌ مادہ۔

اُدُلِی الْاَمْرَ - صاحب الامر۔ حاکم با اقتدار۔ ذمہ دار۔ حاکم۔ اہل عقل و بصیرت۔ اہل الرائے۔

وہم کبار الصحابة کابی بکرو عمر و عثمان و علی - رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یعنی صحابہ کبار جیسے حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

= لَعَلِمَ الذِّیْنِ - لام تاکید کے لئے ہے۔ تو ضرور جان لیتے اس بات کو وہ جو ان میں سے استنباط کرنے والے ہیں۔ عَلِمَ کا فاعل الذِّیْنِ ہے۔ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل کو واحد لاتے ہیں۔

= یَسْتَنْبِطُوْنَہُ - اِسْتِنبَاطُ (استفعال) مصدر۔ جو اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ جو غور و خوض

لہ کے نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ تو گویا اس صورت میں متعلقہ خبر اپنے صحیح اور اصلی روپ میں سامنے



آجاتی اور امن و خوف کی غلط کیفیت جو بغیر سوچے سمجھے لوگ خبروں سے اخذ کر لیتے ہیں پیدا نہ ہوتی۔

۸۴:۴ = فَقَاتِلْ - میں ف جزیئہ ہے۔ اور فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ جواب شرط ہے شرط محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہوگی۔ اِنْ اَخْرَدَكَ وَتَرَكُوكَ وَحَدَّكَ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ اگر (منافقین) تمہیں تنہا چھوڑ دیں تو تُو اللہ کی راہ میں اکیلا ہی لڑ۔

= لَا تَكْلَفُ إِلَّا نَفْسَكَ - تو صرف اپنی ذات کی حد تک مکلف (ذمہ دار) ہے۔

= حَرَضَ - امر واحد مذکر حاضر۔ تور غبت دلا۔ تو تاکید کر۔ تو تحریض دلا۔ تو ابھار۔ حَرَضَ عَلَى الْقِتَالِ

= عَسَى - عنقریب ہے۔ شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔

= عَسَى اَنْ يَّكُفَّ - ممکن ہے۔ یا توقع ہے کہ روک دے۔ کَفَّ مصدر۔ باب نصر۔

اَشَدُّ - افعل التفضیل کا صیغہ۔ شدید تر۔

= بَأْسٌ - لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ زور۔ جنگ کی شدت۔ توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی جنگ کی

شدت کو روک دے۔ کیونکہ لڑائی کی شدت کے طور پر اللہ کی گرفت بہت سخت ہے۔

= اَشَدُّ تَنْكِيدًا - عذاب دینے۔ سزا دینے۔ یا ضعیف و عاجز کر دینے میں اللہ تعالیٰ بہت سخت

(اُن سے)

= يَشْفَعُ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ خرم فعل بوجہ عمل مَنْ ہے۔ جو سفارش کرتا ہے

جو معاونت کرتا ہے۔

= كِفْلٌ - حصہ۔ پورا پورا حصہ۔

= مُقَيَّنًا - اسم فاعل واحد مذکر۔ اِقْوَاتٌ مصدر۔ قُوْتُ - مادہ۔ قادر۔ نگران۔ محافظ۔ روزی

دینے والا۔ بعض نے اس کا معنی شاہد بھی لیا ہے۔ یعنی اللہ ہر بات پر نظر رکھنے والا ہے۔

۸۶:۴ = حَيَّيْتُمْ - تمہیں دعا دی جائے۔ تمہیں سلام کیا جائے۔ تَحِيَّةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع

مذکر حاضر۔

= حَيُّوْا - تم دعا دو۔ تم سلام کرو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= حَسِبًا - حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ برون فَعِيلٌ بمعنی فاعل۔

۸۷:۴ = اَصْدَقُ - افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ سچ بولنے والا۔ زیادہ سچا۔

= فَمَا لَكُمْ - کیوں تم میں۔ فی الْمُنَافِقِينَ - منافقوں کے بارہ میں۔ فَنَسِيْنٌ - دو گروہ۔ یعنی

کیا وجہ ہے کہ منافقوں کے بارہ میں تم دو گروہوں میں ہو گئے ہو۔ بعض لوگ جنہوں نے اسلام



قبول کر لیا تھا وہ دنیاوی مفاد یا باہمی معاشرتی یا خانگی تعلقات کی وجہ سے مکہ سے یا دیگر مقامات سے ہجرت سے باز ہے۔ بعض انہی وجوہ کی بناء پر مدینہ ہجرت کرنے کے بعد وہاں سے ناسازگی آب و ہوا یا دیگر بہانہ سازی سے واپس اپنے علاقوں کو چلے گئے۔ اور وہاں کم و بیش اپنی کافر قوم کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ان کی کاروائیوں میں حصہ لیتے رہے۔ مسلمانوں کی رائے ان کے بارہ میں مختلف تھیں۔ ایک گروہ ان کو خارج از اسلام گردانتا تھا۔ جب کہ دوسرا گروہ ان کو مسلمان ہی گردانتا تھا۔ کہ کلمہ پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ ان میں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو حقیقت میں بالکل مجبور تھے۔ اور ہجرت نہ کر سکتے تھے۔ اور ان پر ان کے کافر و مشرک افراد طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھاتے تھے قرآن حکیم میں ان کو مستضعفین شمار کیا گیا ہے۔

= اَذْكُسْهُمْ مَآصِنِي وَاحِدٌ مِّنْ غَنَابٍ هُمُ ضَمِيرٌ مَّفْعُولٌ جَمْعُ مَذْكُرٍ غَنَابٍ اِذْ كَاسَتْ سَمْعُ (اللہ نے) ان کو سر کے بل اوندھا کر دیا ہے۔ اِی دَكَّهُمْ اِلَى الْكُفْرِ۔ ان کو کفر کی طرف الٹا پھیر دیا ہے۔ اَذْكُسْ اور نَكَسْ ہم معنی ہیں۔

= اَتْرِيدُونَ اَنْ ... اَصِلَّ اللّٰهُ۔ یعنی مستضعفین کے علاوہ اپنی مرضی سے وہیں کفار میں رہ گئے۔ یا اگر واپس چلے گئے انہوں نے دنیاوی مفاد کو اسلام پر ترجیح دی اور کفر کی طرف لوٹا دیے گئے۔ اب اس میں اختلاف کا کوئی نسا موقع ہے۔

۸۹:۴ = فَتَكُونُونَ سَوَاءً۔ تاکہ تم بھی (اور وہ بھی) یکساں ہو جاؤ۔

= فَاِنْ كُوْنُوا۔ اگر وہ ہجرت سے منہ موڑیں۔ انکار کریں۔

۹۰:۴ = يَصِلُونَ۔ وہ پناہ پکڑیں یا جا ملیں۔ فعل مضارع جمع مذکر غَنَابٍ وَصَلٌ بِاَضْرَبٍ مصدر۔

= حَصِرَتْ۔ حَصْرٌ (سَمْعٌ) مَآصِنِي وَاحِدٌ مِّنْ غَنَابٍ وہ گھبرائی وہ تنگ ہو گئی۔ وہ رک گئی حِصَارٌ مَحْصُورٌ اسی سے مشتق ہیں۔

حَصِرَتْ صَدُّ دُھَمُ محصور ہو چکے ہیں ان کے سینے۔ (کوئی راہ نکلنے کی نہیں ملتی تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں)۔

جن منکرین ہجرت کو پکڑنے اور قتل کرنے کے متعلق حکم ہوا۔ ان میں دو گروہوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے (۱) جو اس قوم سے جا ملیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ امن ہے۔

(۲) جو تمہارے پاس آجائیں لیکن ان کے دل اس قدر محصور ہو چکے ہوں کہ وہ کوئی راہ نہیں پاسکتے کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں۔







اسی طرح آیت ہذا میں اُذْکِسُوا سے فی الحقیقت یہ مراد نہیں کہ ان کو کوئی اور مسلمانوں کے خلاف قتال میں حصہ لینے پر مجبور کر رہا تھا بلکہ ان کا ایمان تو سچی تھا۔ ان کے یہاں خانہ دل میں تو شرک اور کفر بسا ہوا تھا موقعہ پاتے ہی وہ مسلمانوں کے خلاف جو کس و خروش کے ساتھ ہر سر پیکار ہو گئے۔

= یُلْقُوا اور یُکْفُوا عطف ہیں یَحْتَزِلُوا پر۔ اس لئے لَمْ کا عمل ان ہر دو فعل پر ہے  
= تَقِفْتُمُوهُمْ۔ تم پاؤ ان کو۔

= سُلْطَانًا مُّبِينًا۔ کھلا کھلا اختیار۔ پورا پورا اختیار۔

۹۲:۴ = تَحْرِيرُ۔ آزاد کرنا۔ مصدر ہے (تفعیل)

= رَقَبَةٍ۔ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر جملہ انسانی بدن کے لئے استعمال ہونے لگا (اردو زبان میں بھی گردن سے مراد جان یا جسم انسانی مراد لیا جاتا ہے پھر عرف عام میں غلام کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ۔ غلام کا آزاد کرنا۔

= دِيَّةٌ۔ خون بہا۔ اصل میں دَدٰی دَدٰی کا مصدر ہے اور دَدٰی تھا۔ واو کو حذف کر آخر میں لائی گئی ہے۔ دیت میں سواونٹ دیئے جاتے ہیں۔

= مُسَلَّمَةٌ۔ سالم۔ بے داغ۔ یعنی ایسے اونٹ جو بے داغ ہوں۔

= يَصَّدَّقُوا۔ تَصَدَّقَ يَتَصَدَّقُ۔ تَصَدَّقُ (تفعیل) مضارع جمع مذکر غائب۔

وہ معات کر دیں۔ اصل میں يَتَصَدَّقُوا تھا۔ تاء کو صاد میں مدغم کیا۔ اور مدغم فیہ کو شد دی گئی تَوْبَةً۔ مصدر منصوب۔ یعنی بطور توبہ کے۔ اللہ سے توبہ کرنے کے طور پر۔

۹۳:۴ = مُتَعَمِّدًا۔ تَعَمَّدُ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ عَمَدًا۔ ہان بوجھ کر

= خَالِدًا۔ ہمیشہ رہیگا اس میں۔

= اَعَدَّ۔ اس نے تیار کیا۔ اِعْدَادُ (افعال) تیار کرنا۔ عَدُّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اعداد کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ شمار کی جائے

۹۴:۴ = فَتَبَيَّنُوا۔ تم تحقیق کر لو۔ تم کھول لو۔ تَبَيَّنَ (تفعیل) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر

= تَبْتَغُونَ۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈتے ہو۔ ابْتَغَاءُ مصدر بغی مادہ۔ البغی کے معنی ہیں کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا۔

= عَرَضَ۔ مال و متاع سامان۔ اسباب۔ دنیاوی مال الْعَرَضُ۔ ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو۔ دنیا کے لئے بولتے ہیں۔ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ۔ دنیا تو پیش افتادہ ساز و سامان کا نام



قرآن مجید میں آیا ہے تَزَيُّدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ (۸: ۶۷) تم لوگ پیش افتادہ ساز و سامان کے طالب ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔

اور يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الدُّنْيَا (۴: ۱۶۹) وہ اس دنیا کے مال و متاع لیتے ہیں۔

عَرَضَ کے اور بھی معانی ہیں جو اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔

= كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ تُمْ بھي تو پہلے ایسے ہی تھے یعنی ابتداء میں تمہاری بھی زبانی شہادت اسلام پر اعتبار کر لیا گیا تھا۔ قَبْلُ ظرف زمان ہے ظرف مکان بھی آتا ہے اس کو بَعْدُ کی طرف اضافت لازمی ہے جب بغیر ظرف کے آئیگا تو صمہ پر مبنی ہوگا۔

= مَتَّ اللَّهُ۔ اللہ نے احسان فرمایا۔

= فَتَبَيَّنُوا ۱۔ کا لفظ دوبارہ قتل میں انتہائی احتیاط برتنے کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

= شان نزول آیت نہا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کی قیادت میں کفار کے خلاف لشکر روانہ فرمایا۔ جب کفار کو خبر ملی تو وہ سب بھاگ گئے۔ مرد اس نامی ایک شخص جو مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ اپنے مال مولیشی کے ساتھ وہیں بھاگا رہا جب مسلمان وہاں پہنچے تو انہوں نے نعرہ بکیر بلند کیا۔ مرد اس نے بھی جواب میں اللہ اکبر کہا۔ اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے ان کے پاس آگیا اور السلام علیکم کہا۔

لیکن حضرت اسامہ رض نے اس کی پرواہ نہ کی اور اسے قتل کر دیا اور اس کا ریوڑ ہانک کر مدینہ لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو رنجیدہ خاطر ہوئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۹۵: ۴۔ اَلْقَاعِدُ دُونَ۔ بیٹھنے والے۔ یعنی جو جہاد پر نہ گئے اور پیچھے گھروں میں بیٹھے رہے۔

= عِزُّ اُولِي الضَّرَرِ۔ ماسوائے معذوروں کے عذر خواہ بیماری کے سبب ہو۔ یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے۔

= كُلًّا۔ ہر ایک کے لئے۔ سب کے لئے۔ یعنی سب مسلمانوں کے لئے خواہ وہ قاعدوں میں سے ہیں یا مجاہدین میں سے۔ ہر ایک فریق کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اچھے ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لیکن مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی ہے قاعدین پر اور ان کو اجر عظیم دے گا۔

كُلٌّ۔ لفظاً واحد ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے۔ واحد جمع۔ مذکر مؤنث۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ كُلًّا بوجہ فعل وَعَا کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔







۴: ۱۰۰ = سَعَةً - کشائش - وسعت - فراخی - طاقت - پہنچ - وَسِعَ يَسْعُ (سَمِعَ) کا مصدر جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں۔ اول سے واؤ کو حذف کر کے آخر میں اس کے عوض تار لائے ہیں جیسے عِدَّةٌ (وعدہ) زِنَةٌ (وزن)۔

سَعَةً کا استعمال مقامات کے لئے بھی ہوتا ہے اور حالت کے لئے بھی۔ اور فعل کے لئے بھی چنانچہ مقام کے بارہ میں ارشاد ہے اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاَسِعَةً (آیت ہذا) کیا اللہ کی زمین اتنی کشادہ نہ تھی۔ حالت کے بارہ میں ہے لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ (۶۵: ۷) اور صاحب دولت اپنی دولت کے مطابق خرچ کرے۔ فعل کے بارہ میں ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (۲۵۵: ۲) اور اس کی حکومت آسمانوں اور زمین کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے (یہاں کشائش رزق مراد ہے۔)

= مُرَاغِمًا - صاحب کشاف نے مراغم کے یہ معنی بیان کئے ہیں۔ مراغم کا معنی ہجرت گاہ یا ہجرت کا راستہ ہے۔ المنجد میں اس کے معنی بھاگنے کی جگہ - قلعہ - جائے پناہ - (یعنی اس کو بہت جگہیں ایسی مل جائیں گی جہاں وہ پناہ لے سکے)

= يَذْرِكُهُ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - اِذْ ذَاكَ سے (موت) اس کو آپکڑے۔ ۴: ۱۰۱ = صَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ - (جب) تم زمین میں سفر کرو۔ صَرَبْتُ فِي الْمَاءِ پانی میں تیرنا۔

= تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ - تم قصر کرو نماز میں۔ یعنی نماز کو مختصر کرلو۔

= يَغْتَنِّكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب - كُمْ ضمیر مفعول - جمع مذکر حاضر - فَتَنٌ وَفُتُونٌ مصدر باب ضرب۔ کہ تم کو پریشانی میں ڈال دیں گے۔ مصیبت میں مبتلا کر دیں گے۔

آیت ہذا میں کلام اِنْ خِفْتُمْ..... كَفَرُوا۔ کلام ماقبل سے منفصل ہے اور کلام مابعد سے متصل۔ اس صورت میں یہ شرط ہے اور جواب شرط اس کے بعد محذوف یعنی "تو بھی قصر نماز کرلو۔ اور اگر اس کو کلام ماقبل کے ساتھ لیا جائے تو مطلب ہے کہ "تم قصر نماز کر سکتے ہو جب تم حالت سفر میں ہو اور حیب دشمنوں کی طرف سے تکلیف و گزند کا اندیشہ ہو۔

بہر کیفیت بحالت سفر اور بحالت خوف کفار۔ دونوں حالتوں میں قصر جائز ہے۔

۴: ۱۰۲ = وَلْيَاْخُذُوا اَسَدِحْتُمْ (اور چاہئے کہ وہ پکڑے رکھیں اپنے ہتھیار) اس گروہ کے لئے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع نماز میں نماز کے لئے کھڑا ہوا ہے۔

= فَاِذَا سَجَدُوا - (پس جب یہ پہلا گروہ سجدہ کر چکے) فَلْيَكُونُوا مِنْ وَّرَآئِكُمْ (تو یہ پیچھے



چلے جائیں حفاظت کرنے کے لئے)

= لَمْ يُصَلُّوا۔ (جس دوسرے گروہ نے ابھی نماز پڑھنا شروع نہیں کی)

= اَمْتَعْتِكُمْ۔ تمہارا ساز و سامان۔ مَتَاع کی جمع۔

= يَمِيلُونَ۔ مضارع۔ مِيلٌ مصدر مضرب، وہ حملہ کر دیں گے۔

= مَيْلَةً وَاحِدَةً۔ یکبارگی حملہ کرنا۔ مَالٌ يَمِيلُ (ضَرْب) جھک جانا۔ ادھر ادھر مڑ جانا۔ مَالٌ عَلٰی

حملہ کرنا۔ مَالٌ عَنْ۔ اعراض کرنا۔ کنارہ کشی کرنا۔ وَمَالٌ اِلٰی۔ کسی کی طرف رغبت کرنا۔

= تَضَعُوا۔ تم اتار رکھو۔

= حِذْرُكُمْ۔ تمہارا بچاؤ۔ تمہارے بچاؤ کا سامان۔ اپنا بچاؤ ملحوظ رکھو۔

۴: ۱۰۳ = اِطْعَمَانْتُمْ۔ تم مطمئن ہو جاؤ۔ تم مطمئن ہو گئے۔ اِطْمِئْنَانٌ سے ماضی جمع مذکر غائب

= مَوْقُوتًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وَقَّتْ۔ مصدر۔ وقت مقرر کیا ہوا۔ یعنی جس کا وقت مقرر شدہ ہے

کِتَابًا مَّوْقُوتًا۔ ایک فرض جس کی ادائیگی کا وقت مقرر ہے

۴: ۱۰۴ = لَا تَهْنُؤْا۔ تم سست مت ہو جاؤ۔ تم کمزور دل نہ ہو جاؤ۔ وَهْنٌ۔ سے فعل نہی جمع

مذکر حاضر۔

وَلَا تَهْنُؤْا۔۔۔۔۔ القوم = دشمن قوم کو ڈھونڈھ نکالنے اور اس کا مقابلہ کرنے میں بزدلی نہ دکھاؤ

= تَكُونُوا تَأْلَمُونَ۔ تم درد مند ہوتے ہو۔ تم تکلیف پاتے ہو۔ اَلَمٌ سے درد۔ تکلیف۔

مضارع جمع مذکر حاضر۔ (یعنی اگر تم کو دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس کا تعاقب کرنے میں دکھ یا تکلیف

پہنچتی ہے تو ان کو بھی تمہاری طرح تم سے مقابلہ کرنے سے ویسی ہی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے)

= اَرَاكَ اللّٰهُ۔ جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے۔ یعنی جو حقیقت حال کا علم خدا نے تمہیں عطا کیا ہے

= وَلَا۔۔۔۔۔ خَصِيْمًا۔ ای ولا تکن خصیما للخصائین۔ اور خیانت کرنے والوں کے

لئے جھگڑا کرنے والا۔ یا طر فذاری کرنے والا نہ بن۔

لَا تَكُنْ۔ فعل ناقص۔ لَا تَكُنْ کی ضمیر واحد مذکر حاضر۔ اسم لا تکن۔ خصیماً خبر۔

۴: ۱۰۵ = لَا تُجَادِلْ۔ تو مت جھگڑ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ جَدَلَ مادہ۔ باب مفاعلة

مُجَادَلَةٌ سے۔

= خَوَّانًا۔ بہت زیادہ خیانت کرنے والا۔ بڑا دغا باز۔ خِيَانَةٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔

= اَثِيْمًا۔ گنہگار۔ اَثِيْمٌ بمعنی اَثِمٌ۔ فَعِيلٌ بمعنی فاعل۔

= يَسْتَخْفُونَ۔ وہ چھپتے ہیں۔ وہ چھپے رہ سکتے ہیں۔ اِسْتَخَفَّاءُ۔ (اِسْتَفْعَالٌ) مصدر خفی مادہ



يُبَيِّنُونَ - بَيَّنَّيْتُ مصدر باب - تفعیل - رات کو سوچتے ہیں۔ رات کو سوچتے اور تدبیریں کرتے ہیں۔ مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ - ایسی باتیں سوچتے اور کہتے ہیں جن پر خدا راضی نہیں ہے۔ مُحِيطًا - اسم فاعل - مفرد احاطة مصدر - ہر طرف سے گھیرے ہوئے۔ پورا پورا قابو رکھنے والا۔ ہر طرح سے جاننے والا۔ یہاں احاطہ علمی مراد ہے۔

۱۱۲: ۴ = يَوْمَ يَمْ - رَمْيَ يَوْمِي - (ضَرْبَ) سے مضارع واحد مذکر غائب - رَمْيَ مصدر - اس کی تہمت لگائے۔ الزام لگائے۔ يَمْ میں ہ ضمیر خطیئة اور اثم کی طرف راجع ہے يَوْمَ اصل میں يَوْمِي تھا۔ مَنْ شَرَّطِيہ کی وجہ سے ی حذف ہو گئی۔ = بَرِيئًا - بے تعلق - بے گناہ۔

ثُمَّ يَوْمَ يَمْ بَرِيئًا - پھر اس گناہ کا الزام کسی بے گناہ کے سر تھوپ دیتا ہے۔ = اِحْتَمَلَ - اس نے اٹھالیا اِحْتِمَالٌ سے بمعنی برداشت کرنا۔ اٹھانا۔ فَقَدْ اِحْتَمَلَ بُهْتَانًا وَاِثْمًا مُّبِينًا تو اس نے بہتان اور ایک صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر اٹھالیا ۱۱۴: ۴ = فَجَواهُمْ - اسم مکرہ۔ سرگوشی۔ سرگوشی کرنے والے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضارع مضاف الیہ۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مادہ ن ج و ہے۔ اَلْكَبْوَةُ - بلند جگہ۔ جگہ جو بلندی کی وجہ سے اپنے ماحول سے الگ معلوم ہو۔ نَجْوَةٌ - کسی کو علیحدہ بلند مقام پر چھوڑنے کے بھی ہیں۔ نَجْوَتُهُ کے معنی سرگوشی کرنے کے ہیں۔ یا اپنے مجید کو دوسروں پر افشاء ہونے سے بچانے کے ہیں۔ اس سے اِسْتِنَجَاءُ ہے۔ استنجاء کرنے اور رفع حاجت کے لئے علیحدہ جگہ تلاش کرنا۔ گویا ہر صورت میں علیحدگی اور خلوت کا مفہوم غالب ہے۔

= لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ - ان کے اکثر خفیہ مشورے خیر سے خالی ہوتے ہیں۔ = اَلَا..... بَيَّنَّ النَّاسُ - ہاں وہ جو (ایسے مشوروں میں) صدقہ خیرات کی تلقین کرے۔ یا نیکی و مصلحت کی بات کہے یا لوگوں میں اصلاح کی بات کہے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ یعنی ایسے خفیہ مشورے خیر سے خالی نہیں کہلائے جائیں گے۔ یہاں اَمْو بمعنی ترغیب و تلقین ہے۔

۱۱۵: ۴ = يُشَاقِقُ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ - يُشَاقِقُ ہوا۔ ق ثانی بوجہ حرف مابعد کے ساتھ وصل کے لئے مکسور ہوا۔ جو مخالفت کرتا ہے شَقَاقٌ مصدر باب مفاعل سے ہے شَقَّ (مضاعف) کے معنی طرف - ضد - مخالفت - ٹکڑہ۔

= نُوَلِّهِ - جمع متکلم مضارع ہ ضمیر مفعول راجع الی مَنْ نُوَلِّیْہ مصدر باف تفعیل - ہم بھیر دیں گے۔



اُسے۔ ہم اس کو مختار بنادیں گے۔

= مَا تَوَلَّى - اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ وہ متولی ہوا۔ وہ پھر گیا۔ تَوَلَّى (تَفَعَّلَ) نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى - جدھر وہ خود جانا چاہتا ہے ہم اسے ادھر ہی جانے دیں گے۔

= نُصَلِّهِ - مضارع جمع متکلم۔ اِصْلَاءٌ مصدر۔ باب افعال سے۔ صَلَّیْ مادہ اصل میں نُصَلِّیْہِ تھا جواب شرط کی وجہ سے ی گزرتی۔ ہم اس کو داخل کریں گے۔ ہم اس کو آگ میں پھینکیں گے۔

۴: ۱۱۷ = اِنَّ - نافیہ ہے۔

= اِنَّشَا عورتیں۔ اُنْثٰی کی جمع ہے جس کے معنی عورت کے ہیں۔ معبودانِ باطل کو اِناث کہا ہے کیونکہ مشرکین اپنے بتوں کو انواع و اقسام کے زیوروں سے آراستہ کرتے اور ان کو عورتوں کے نام سے نامزد کرتے تھے۔ جیسے لات، منات، عزیٰ، نائلہ۔ یہ سب مونث نام ہیں۔

۲۔ ضحاک کا بیان ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے اور مدعی تھے کہ ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ بارگاہِ الہی میں ہمارے قرب کا موجب ہیں چنانچہ انہوں نے خوبصورت شکل میں ان کے مجسمے تراشے اور کہا کہ یہ اللہ کی بیٹیوں کی شبیہ ہیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے وَجَعَلُوا لِلْمَلَائِكَةِ الذِّینَ..... اِنَّشَا۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں۔ عورتیں قرار دیا۔

۳۔ راعب اصفہانی فرماتے ہیں۔ معبودانِ عرب (لات و منات و عزیٰ وغیرہ) چونکہ پتھروں سے بنائے ہوئے تھے۔ اس لئے منجملہ جمادات تھے اور بقول حسن بصری جس کو ابن جریر اور حاتم نے نقل کیا ہے۔ بے جان چیز جس میں روح نہ پائی جائے۔ اِناث میں شامل ہے لہذا یہ پتھر کے بت جو سراسر منفعل اور غیر فاعل ہیں یعنی یہ اثر تو قبول کر لیتے ہیں لیکن موثر ہونے کی ان میں ذرا بھی اہلیت و قوت نہ ہے کیسے عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں۔

= مَرِيدًا - صفت مشبہ۔ سرکش۔ ہر خیر سے خالی۔ مارد۔ متمرد۔ اطاعت سے خارج۔

۴: ۱۱۸ = لَعَنَهُ اللّٰهُ - میں ہُوَ ضمیر شیطان کی طرف راجع ہے اور قال فعل کا فاعل بھی شیطان ہی ہے۔ لَا تَخِذْ - مضارع واحد متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ اتخاذاً افتعال سے۔ بہت سی چیزوں میں سے کسی ایک کو لینا۔ یا اختیار کرنا۔ یعنی میں ضرور لوں گا۔

= نَصِيبًا مَّفْرُوضًا - نَصِيبًا حصہ۔ مفروضاً کاٹ کر الگ کیا ہوا۔ مقرر شدہ۔ یعنی تیرے بندوں ایک معتد بہ حصہ کاٹ کر ضرور ہی اپنی طرف کر لوں گا۔

= لَا ضَلٰلَہُمْ - میں ان کو ضرور مہکاؤں گا۔ میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا۔ اِضْلَالٌ سے۔



== لَا مَتَيْنَهُمْ۔ باب تفعیل۔ میں ان کو (طرح طرح کی) امیدیں دلاؤں گا۔  
تَعْنِيهِ وَتَمَيُّنَةً۔ مَتْنِي يُعْمَتِي۔ آرزو دلانا رغبت دلانا۔  
== لَا مَوْنَهُمْ۔ میں ان کو ضرور حکم دوں گا۔ اَمْرٌ سے

== لَيُبَيِّنَنَّ۔ بَيَّنَّكَ يُبَيِّنُكَ (تفعیل) کاٹنا۔ کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کرنا۔ چیرنا یُبَيِّنُكَ  
۱۲۰: اَذَانُ الْاَنْعَامِ۔ وہ ضرور جانوروں کے کان کاٹا کریں گے (کفار عرب اس اونٹنی کو جو پانچ بچے  
جنتی اور پانچواں نہ ہوتا تو اس کے کان چھید کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے۔ اور اس سے کسی قسم کا کام نہ  
لیتے۔ یہ بھی شرک کی ایک شکل ہے

وَلَا مَوْنَهُمْ فَلَيُبَيِّنَنَّ اَذَانَ الْاَنْعَامِ۔ میں ان کو شدت یا اصرار سے حکم دوں گا اور اس کے  
نتیجہ میں وہ ضرور جانوروں کے کان کاٹا کریں گے۔ ف پچھلے فعل کے نتیجہ کو ظاہر کرتی ہے۔  
== وَلَا مَوْنَهُمْ فَلَيُغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ اور میں ان کو حکم کروں گا پس وہ ضرور ہی اللہ کی بنائی  
ہوئی مخلوق کی نسلیں بگاڑیں گے۔

تغییر (تفعیل) غَيَّرَ يَغْيِرُ بگاڑنا۔ بدلنا۔ مسخ کرنا۔ یہ صورت کا بگاڑ یا مسخ کرنا جسمانی بھی  
ہو سکتا ہے۔ مثلاً پہرہ داروں کی آنکھیں نکالنا۔ عورتوں کا بال کٹا کر اپنی نسوانیت کو بگاڑنا وغیرہ  
(یہ بگاڑ غیر فطری استعمال مخلوق بھی ہو سکتا ہے) مثلاً جانوروں کے ساتھ خواہش رانی کرنا یا مردوں کے ساتھ  
صاحب کشاف کی تشریح کے مطابق دین اسلام جو دین فطرت ہے اس میں رد و بدل اور کاٹ پھاٹ  
کرنا وغیرہ وغیرہ۔

۱۲۰: ۴ = لَعِدُهُمْ۔ وَعَدَ يَعِدُ وَعْدَةً۔ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہم ضمیر مفعول  
جمع مذکر غائب وہ ان سے وعدہ کرتا ہے۔ وہ ان کو ڈراتا ہے  
== يُمَيِّنُهُمْ۔ اور غلط امیدیں دلاتا ہے جھوٹی آرزوئیں پیش کرتا ہے۔  
== غَدُوًّا ۱۔ دھوکہ۔ فریب

۱۲۱: ۴ = مَحِيضًا۔ جاسے پناہ۔ بچ نکلنے کی جگہ۔ حَاصٌّ يَحِيضُ (اجوف یا ئی) باب ضروب  
بچنا۔ الگ ہونا۔ مَنْ حَاصٌّ عَنِ الشَّرِّ سَلَامٌ۔ جو برائی اور شر سے الگ رہا وہ محفوظ رہا۔ مَحِيضٌ  
اسم ظرف مکان۔ مہاگ کر پناہ لینے کی جگہ۔  
۱۲۲: ۴ = جَذَّتْ اِی فِی جَذَّتْ۔

== قِيلًا (اپنی) بات میں کلام میں۔ قول میں۔

۱۲۳: ۴ = اَمَّا نِيَّتُكُمْ۔ اَمَانِي۔ اُمْنِيَّةٌ کی جمع۔ تمہاری ٹھہرائی ہوئی امیدیں۔ تمہارے خیالات



کے اندازے۔ اس میں خطاب بت پرستوں سے ہے۔

= لَیْسَ کا اسم محذوف ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے۔ لَیْسَ الْاَمْرُ مَنُوطًا بِمَا فِیْکُمْ اَیُّهَا الْمُشْرِکُوْنَ۔ اے مشرکوبات  
یعنی انجام کار تمہاری امیدوں پر منحصر نہیں ہے۔

۱۲۴:۴ = نَقِیْرًا۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کا چھلکا بمعنی ذرہ برابر۔

۱۲۵:۵ = اَحْسَنُ۔ بہتر۔ افعِل التفضیل کا صیغہ۔

= مَن اَحْسَنُ۔ استفہام انکاری ہے یعنی کوئی بہتر نہیں ہو سکتا بلحاظ دین کے۔۔۔۔ الخ۔

= مَن اَسْلَمَ دَجَعَهُ لِلّٰہِ جس نے اللہ کے آگے تسلیم خم کر دیا۔

= حَنِیْفًا۔ ایک طرف ہونے والا۔ حَذَفُ سے جس کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل  
ہونے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ حق پکڑ لے اور سب باطل راہیں چھوڑ  
دے۔ خیف کہلائے۔ حَنِیْفًا حال ہے اس کا ذوالحال وہ شخص ہے جس نے ملت ابراہیمی کی پیروی  
اختیار کی۔ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا۔ اور جس نے تمام ادیان باطلہ کو چھوڑ کر صرف دین ابراہیمی کا  
اتباع کیا۔

۱۲۶:۴ = مُحِیْطًا۔ ملاحظہ ہو ۱۰۸:۴۔ یہاں احاطہ قدرت مراد ہے۔

۱۲۷:۴ = یَسْتَفْتُوْکَ = مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْتَفْتَا۔ مصدر ک ضمیر مفعول۔  
واحد مذکر حاضر۔ آپ فتویٰ لیتے ہیں۔ آپ سے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اِسْتَفْتَا کسی مشکل بات کا حل دریافت  
کرنا۔ اِفْتَاء۔ کسی مشکل مسئلہ کو حل کرنا۔ فتی حروف مادہ۔

= یُفْتِیْکُمْ۔ وہ تم کو حکم دیتا ہے۔ تم کو مشکل بات کا حل بتاتا ہے اِفْتَاءُ اَفْعَال سے واحد مذکر غائب  
= تَرْغِبُوْنَ۔ تم چاہتے ہو۔ تم رغبت کرتے ہو۔ رَغْبَةٌ مصدر مضارع جمع مذکر حاضر۔ رغب الیہ طلب  
یعنی خواہش کرنا۔ ورغب عنہ ترکہ متعمداً۔ کسی چیز کو عمدہ چھوڑ دینا۔ اس کی طرف رغبت نہ رکھنا۔  
اس آیت کی ترکیب میں حسب ذیل ملحوظ رہیں۔

یُفْتِیْکُمْ (وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے۔ مشکل بات کا حل بتاتا ہے) ان باتوں میں۔

یُفْتِیْکُمْ۔ (۱) فِیْہِیْنَ اِی فی النِّسَاء۔ (جن کے متعلق تم دریافت کرتے ہو۔ یُفْتِیْکُمْ (محذوف)

رب) فی یتامی النساء..... تَنْکِحُوْھُنَّ۔ یُفْتِیْکُمْ (محذوف)

رج) فی الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ یُفْتِیْکُمْ (محذوف)

یُفْتِیْکُمْ (محذوف) (۶) فِیْ اَنْتَ تَقُوْمُوْا لِلْیَتَامٰی بِالْقِسْطِ۔



= يَتَامَى النِّسَاءِ (مضاف مضاف الیہ) بیوہ عورتوں کے یتیم بچے۔ اِیْ اَوْلَادُ النِّسَاءِ بعض نے اس کا مطلب النِّسَاءِ الِیتَامَى (موصوف و صفت) یتیم لڑکیاں لیا ہے۔

= تَرْغَبُونَ۔ کا صلہ عَنْ یَا اِلٰی یَا فِیْ مَذکور نہیں لہذا۔ تَرْغَبُونَ عَنْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کا مطلب ہوگا جن سے تم نے نکاح کرنا نہیں چاہتے (بوجہ ان کے عدم حُسن اور عدم مال و دولت کے) اور تَرْغَبُونَ اِلٰی یَا فِیْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کا مطلب ہوگا جن کے ساتھ تم نکاح کی خواہش رکھتے ہو (بوجہ ان کے حُسن اور مال و دولت کے)۔

= تَرْغَبُونَ کا عطف لَوْ تَوْنُ پر بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کی تقدیر ہوگی وَلَا تَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اور نہ تم خواہش رکھتے ہو ان کے ساتھ نکاح کی۔

یتامی النساء اور مستضعفین کے متعلق احکام سورۃ النساء سورۃ ہذا کے رکوع ۱ و ۲ میں ارشاد فرمائے ہیں۔ وَمَا یُثْلٰی سَے عَلَیْمًا تِلْکَ اَصْلُ اسْتِفْہَا کا جواب نہیں ہے بلکہ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْکُمْ فِیْہِیْ (کہہ دے اے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کہ (ابھی) اللہ تعالیٰ تم کو ان عورتوں کے بارہ میں بتاتا ہے) یہ کہہ کر لوگوں کی توجہ سابقہ احکام کی طرف مبذول کرائی جا رہی ہے۔ جو اسی سورۃ کے آغاز میں یتیم لڑکیوں کے متعلق بالخصوص اور یتیم بچوں کے متعلق بالعموم فرمائے گئے تھے اس سے یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیکیت میں ان کے حقوق کی کتنی اہمیت ہے

۴: ۱۲۸ = یہاں سے اصل استفتاء کا جواب شروع ہوتا ہے۔

= بَعْلُہَا۔ اس عورت کا خاوند۔

= نَشُوْرًا۔ مصدر۔ منصوب نکرہ (نسر۔ ضرب) زیادتی۔ ناموافقت۔ شوہر کی طرف سے نشوز سے مراد ہے کہ عورت کہ ذیل سمجھ کر۔ ہم بستری ترک کر دینا۔ یا مصارت کم کر دینا۔ لاپرواہی۔ بدسلوکی = اِعْرَاضًا۔ بے رُخی۔ کنارہ کشی۔ رد گردانی۔

= جُنَاحٌ۔ گناہ۔ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے دوسری طرف مائل کر دے۔ یعنی جھکا دے وہ جُنَاحٌ سے موسوم ہوا پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال، دے لگا۔ کنایۃً حرج اور مضائقہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔

= فَدَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا۔ ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔

= یُضْلِحَا۔ وہ دونوں آپس میں صلح کر لیں۔ مضارع منصوب تنبیہ مذکر غائب۔ اِضْلَاحٌ سے اُخْصِرَتْ۔ وہ حاضر کی گئی۔ اِحْصَارٌ سے جس کے معنی سامنے کرنے کے ہیں ماضی مجہول واحد



مَوْنَت مَاتَب -

= اَلشُّحَّ - خود غرضی - کنجوسی - بخل - حرص - راغب لکھتے ہیں کہ شح وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو - خود غرضی - یہ مصدر ہے اور ابواب - سمع - ضرب - نصر - تینوں سے آتا ہے وَ مَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ (۹: ۵۹) اور ہر شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا وَأُخْضِرَتِ اِلَافُ نَفْسِ الشُّحِّ - اور طبائع تو خود غرضی کی طرف مائل ہوتی ہیں -

= وَ اِنْ تَحْسَبُوْا - - - اور اگر تم احسان کرو - یہاں خطاب صرف مردوں سے ہے کہ وہ احسان کریں اور نہ تارفات سے کام لیں - کیونکہ بحیثیت قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ کے اس پر فرائض بھی زیادہ عائد ہوتے ہیں اور اسی سے عالی ظرفی اور جذبہ فیاضی کی زیادہ امید کی جاسکتی ہے - ۱۲۹: ۴ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوْا - تم ہرگز نہیں کر سکتے - تم ہرگز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے - طوع مَادَہ - لَا يَسْتَطِيعُوْنَ لَنْصَرَ اَنْفُسِهِمْ (۴۳: ۲۱) وہ نہ تو آپ اپنی مدد کر سکتے ہیں -

= اِنْ تَعْدِلُوْا - کہ تم عدل و انصاف کر سکو - پورا پورا انصاف کر سکو -

= فَلَا تَمِيلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ - مَالٍ يَمِيْلُ مَيْلًا - مَالٌ عَلٰی - مخالفت کی طرف مائل ہونا - یعنی مکمل بے تعلقی اختیار کر دو - مَالٌ اِلٰی - کسی سے رغبت کی خاطر اس کی طرف مائل ہونا - مَالٌ عَنْ - روگردانی کرنا -

یہاں صلہ چھوڑ دیا گیا ہے - جس سے محبت میں وسعت پیدا ہو گئی ہے - اس کا مطلب ہو سکتا ہے کہ تم بالکل ایک بیوی کی طرف ازراہ محبت مائل نہ ہو جاؤ - یا یہ کہ تم بالکل ایک بیوی کے خلاف ہو یہ نفرت نہ ہو جاؤ - دونوں بیک وقت بھی یہ حالتیں بعید از قیاس نہیں کہ ایک کی طرف تو شدت کی رغبت ہو اور دوسری کی طرف شدت نفرت لیکن عبارت مابعد کا فریہ بتا رہا ہے کہ یہاں تَمِيْلُوْا عَلٰی کے صلہ کے ساتھ ہے - یعنی ایک بیوی سے مکمل کنارہ کشی اور قطع تعلقی اختیار نہ کر دو کہ اسے لٹکتا چھوڑ دو - یعنی نہ تو اس کی بیوی کی حیثیت ہے نہ مطلقہ کی -

= تَذَرُوْهَا - تم اس کو چھوڑ دو -

= الْمُعَلَّقَةُ - اسم مفعول واحد مَوْنَت - تَعْلِيْقُ مصدر - باب تفعیل لٹکانی گئی - نہ ادھر نہ ادھر - نہ بیوی بن کر رہنے کے قابل اور نہ آزاد کہ نکاح ثانی کر سکے -

۱۳۰: ۴ يَتَفَرَّقَا - وہ دونوں الگ ہو جائیں -

= يُغْنِ اللّٰهُ - يُغْنِ اصل میں يُغْنِي تھا - جواب شرط کی وجہ سے ی گئی - اَعْنٰی يُغْنِي اِغْنَاؤُ (افعال) اللہ اس کو بے احتیاج بنادے گا - محتاج نہ رکھیگا - بے نیاز کر دیگا -



= مِنْ سَعَةٍ - وسعت بخشش سے - یعنی اللہ خود ان کی ضروریات کو پورا کر دے گا -  
 سَعَةٌ - وسعت - گنجائش - کشائش - فراخی - وَسِعَ يَسْعُ (سَمِعَ) کا مصدر  
 ۴: ۳۱ = وَصَيْنَا - ماضی جمع متکلم - تَوْصِيَةٌ سے (باب تفعیل) ہم نے حکم دیا -

۴: ۱۳۲ = وَكَيْلًا - صفت مشبہ - کارساز - مددگار - نگہبان -

۴: ۱۳۵ = قَوَّامِينَ - جمع قَوَّامٌ واحد - اگرچہ مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اسم فاعل کے معنی ہیں - انصاف  
 کے لئے کھڑے ہونے والے -

= الْقِسْطُ - اسم مصدر - انصاف - یہ ظلم اور جور کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اگر باب  
 ضَرَبَ (قَسَطَ يَقْسِطُ - قَسَطًا وَقَسُوطًا سے آئے تو معنی ہوتے ہیں حق سے تجاوز کرنا - حق کے خلاف  
 کرنا - صفت قَاسِطٌ سے - جس کی جمع قَاسِطُونَ وَقَسَاطٌ ہے اگر باب افعال سے آئے تو بمعنی  
 انصاف کرنا - عدل کرنا کے ہیں -

پہلی مثال - وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا - (۲: ۱۵) اور جو دوسروں کا حق  
 مانتے والے ہیں - وہ درزخ کا ایندھن بنے - یہاں مراد راہِ حق سے مڑ جانے والے بھی ہیں -  
 دوسری مثال - وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ - (۹: ۴۹) اور انصاف سے کام لو  
 کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے -

كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ - اِی كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْعَدْلِ فِي  
 جَمِيعِ الشَّهَادَاتِ لَوَجْهِ اللَّهِ - یعنی ہر شہادت میں خدا کی رضا کی خاطر عدل و انصاف کرنے  
 والے بنو -

= اِنْ يَكُنْ - خواہ وہ شہود علیہ ہو یعنی وہ فریقِ حبس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہو - خواہ وہ امیر  
 ہو یا غریب -

= اَدْلٰی بِهَمَّا - اَدْلٰی - افعِلْ التفضیل کا صیغہ ہے - زیادہ لائق - زیادہ مستحق - زیادہ قریب -  
 وَلٰی سے -

جب اس کا صلہ لام واقع ہو - تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے - اس صورت میں  
 خرابی اور بُرائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے -  
 مثلاً قرآن مجید میں ہے اَدْلٰی لَكَ فَاَدْلٰی - (۲۴: ۴۵) کم بختی ہو تیرے لئے کم بختی -

فَاللَّهُ اَدْلٰی بِهَمَّا - اللہ ان دونوں کا بہتر خیر خواہ ہے - (یعنی غنی کا بھی اور فقیر کا بھی) -  
 یعنی تم کو ان کی خیر خواہی کی خاطر جھوٹی گواہی دینے کی ضرورت نہیں - تم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان کا







يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ..... الخ.

سورۃ الانعام مکی ہے اور یہ ہدایت مشرکین مکہ کی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت کے متعلق ہے جہاں میں وہ آیات الہی پر نکتہ چینی کرتے تھے۔

موجودہ سورۃ النساء میں کم و بیش یہودیوں کی ایسی ہی مجالس میں بیٹھنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے جو اپنی ان مجلسوں میں آیات الہی کا مذاق اڑاتے تھے۔ نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور انکار کرتے تھے۔ یہ سورۃ مدنی ہے۔

= اِذَا سَمِعْتُمْ کے لفظی معنی ہیں جب تم سنو۔ لیکن اس کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب تم دیکھو۔ کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور مذاق اڑایا جا رہا ہے تو فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ ان کے پاس مت بیٹھو۔

= يَخُوضُوا۔ مضارع جمع مذکر غائب اصل میں يَخُوضُونَ تھا۔ حتیٰ حرف جر کے بعد ان مقدمہ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ وہ مشغول رہیں (ایسی باتوں میں۔ خَوْضٌ مصدر باب نصر۔  
= حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ۔ (ان کے پاس مت بیٹھیں) اس وقت تک کہ وہ۔  
(یہ کفر و استہزاء چھوڑ کر) کسی دوسری بات کو چھڑیں۔

۴: ۱۴۱ = يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ۔ انتظار کر رہے ہیں کہ تمہارے ساتھ کیا گذرتی ہے (نیکی یا بدی کا میابی یا ناکامی) یعنی تمہارا کیا انجام ہوتا ہے۔ تَرَبَّصٌ (تَفَعَّلٌ) سے۔

= الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ کا عطفِ نِ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ (آیت ۱۳۹) پر ہے اور منافقین متذکرہ آیہ ۱۳۸ کے متعلق ہے لہذا فعل بَشِّرُوا (آیت ۱۳۸) کا اطلاق الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ اور الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ پر ہو گا۔ یعنی اے نبی علیہ السلام ان منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت فرمادے۔ جنہوں نے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے اور جو تمہاری ناکامی یا ناکامیابی پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ کس طرح ہر دو صورت میں مالی فائدہ حاصل کیا جائے۔

= قَالُوا۔ ای منافقین یعنی یہ منافقین تم سے کہتے ہیں

= اَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ۔ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ یعنی ہم تمہارے ساتھ شریک جنگ تھے ہمیں بھی مال غنیمت سے حصہ ملنا چاہئے۔

= اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ۔ نفی جہد بلم کا صیغہ جمع متکلم۔ اِسْتَحْوَاذٌ (استفحال) مصدر کیا ہم تم پر غالب نہ آ گئے تھے۔ اِسْتَحْوَاذٌ الْعِزُّ عَلَى الْاِثَانِ۔ گور خر گدھی پر غالب آ گیا یعنی گدھے



کا مادہ خر کی پشت پر چڑھ کر (جیسا کہ جفتی کی صورت میں ہوتا ہے) دونوں جانب سے قابو میں کر لینا  
حَوْذُ مَادَّة

= نَمْنَعُكُمْ مِّنْ - ای اَلَمْ نَمْنَعُكُمْ مِّنْ - کیا نہیں بچایا تھا ہم نے تم کو (مومنوں) سے  
کیا ہم نے تمہاری حفاظت نہ کی تھی۔

۴: ۱۴۲ = يُخْذِ عُنُوْنَ - وہ فریب کرتے ہیں وہ دھوکہ دیتے ہیں۔ مُخَادَعَةٌ (مُفَاعَلَةٌ)  
مصدر۔ اَلْخِدَاعُ کے معنی ہیں جو کچھ دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے  
پھیر دینا جس کے وہ درپے ہو۔

= يُخْذِ عُنُوْنَ اللّٰهُ - یہ (اپنے زعم میں) خدا کو حکم دیتے ہیں۔ یہاں اللہ کو دھوکہ دینا اس کے  
رسول اور صحابہ کو فریب دینا مراد ہے۔

دَهْوٌ خَادِعُهُمْ - (وہ انہیں کو دھوکہ میں ڈالنے والا ہے) بعض نے اس کے معنی کئے ہیں  
کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی فریب کاریوں کا بدلہ دے گا۔ بعض نے کہا ہے کہ مقابلہ اور مشاکلہ کے  
طور پر کہا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت دَمَكُوا ذَا مَكْرًا اللّٰهُ (۵۴: ۳) میں ہے

(مشاکلہ - مقابلہ - علم بدیع کی معانی خوبیوں میں سے دو خوبیاں ہیں۔

مقابلہ - دو یا دو سے زائد متوافق معنی کو لاکر ہر ایک کے مقابل کو ذکر کر دیا جائے ترتیب کے ساتھ  
مشاکلہ - شئی کو ایسے لفظ کے ساتھ ذکر کرنا جو اس کے لئے موضوع نہ ہو اس کے غیر کی صحبت  
میں واقع ہونے کی وجہ سے۔

= كُسَالَى - كَسَلَانٌ کی جمع ہے - سُست کاہل - جس کام میں سستی نہ کرنی چاہئے اس  
میں سستی کرنے کو كَسَلٌ کہتے ہیں۔ كَسِلَ يَكْسِلُ (سمع) سستی کرنا۔ مَبْشَلٌ سُكَارَى  
سُكَرَانٌ۔

= يُرَاءِدُنَّ - مضارع جمع مذکر غائب - مُرَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے مصدر (مَرَأَى) سے  
(مہموز العین اور ناقص یائی) وہ دکھا دٹ کرتے ہیں۔ وہ ریاکاری کرتے ہیں۔ وہ دکھلاتے ہیں  
(لوگوں کو)

یا سَرَأَى يَرَى سے مضارع مجہول ہے وہ دیکھے جاتے ہیں۔ یا کہ وہ دیکھے جائیں لوگوں سے  
یعنی لوگ انہیں دیکھیں۔ (عبداللہ یوسف علی)

۴: ۱۴۳ = مَذْبَذَ بَيْنَ - اَلْمَذْبَذُ بَيْنٌ - اصل میں معلق چیز کی ہلنے کی آواز کو کہتے ہیں  
پھر بطور استفادہ ہر قسم کی حرکت اور اضطراب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مَذْبَذَ بَيْنَ



بَيْنَ ذَلِكَ. یعنی ہمیشہ مضطرب رہتے ہیں۔ کبھی مسلمانوں کی طرف اور کبھی کفار کی طرف۔  
 ذَبْذَبَ فَلَانٌ تَرَدَّدَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ وَلَا تَثْبُتُ صُحْبَتُهُ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا  
 دو امور یا دو آدمیوں کے درمیان حالت تردد میں ہونا اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ  
 ثابت قدم نہ ہونا۔

۱۴۴: ۴ = سُلْطَانًا۔ سلطان۔ زور۔ قوت۔ حجت۔ دلیل۔ اختیار۔ برہان۔ سند۔ حکومت  
 سلطان کے معنی حجت و برہان کے ہیں۔ اسی معنی میں ارشاد الہی ہے۔ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا  
 بِسُلْطَانٍ ط (۵۵: ۴۳) نہیں نکل سکتے تم بدوں سند کے۔ کبھی اس سے مراد معجزہ لیا جاتا  
 ہے۔ جیسے اِذَا رَسَلْنَاهُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ط (۵۱: ۳۸) اور جب بھیجا ہم نے ار  
 کو فرعون کے پاس کھلی سند دیکر۔ (یہاں مراد معجزہ بھی لیا جاسکتا ہے۔ اور کھلی دلیل بھی۔)  
 یہاں واضح دلیل مراد ہے۔ یعنی کفار کے ساتھ اس قسم کے قریبی تعلقات اور پختہ مراسم  
 منافقت کی کھلی دلیل ہیں۔ اس کے بعد اگر تم پر اللہ تعالیٰ کی گرفت آئے تو تم کو گلہ شکوہ کیسے  
 ۱۴۵: ۴ = الدَّرَكِ۔ طبقہ۔ درجہ۔ الدَّرَكِ اور الدَّرَكِ دونوں لغتیں ہیں۔  
 بلندی کی طرف جو یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو اہل عرب درجات کہتے ہیں اور پستی  
 کی طرف یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو دَرَكَات کہتے ہیں۔ جہنم کے مختلف طبقات۔  
 (درکات) علی سبیل التنزیل یہ ہیں۔

(۱) جہنم۔ (۲) لفظی۔ (۳) حطہ (۴) سعیر ۵۱۰ سقر (۶) جیم (۷) ہادیہ۔ سب سے نیچے منافقوں کا  
 یہی ٹھکانہ ہے۔

۱۴۷: ۴ = مَا۔ استفہامیہ ہے۔ اِیۡ اِنَّہٗ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ الشَّاكِرَ الْمُؤْمِنَ  
 یعنی اللہ تعالیٰ شکر گزار اور مومن بندے کو عذاب نہ دے گا۔  
 کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے گا اور تم شکر گزار اور مومن ہو۔  
 = شَاکِرًا۔ قدر شناس۔ قدر دان۔



---

پارۂ

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ

(۶)

النِّسَاءَ وَالْمَأْنَدَةَ

---







## ۴: ۱۴۸ = لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ

لَا يُحِبُّ فعل نفی مضارع - اللَّهُ فاعل الْجَهْرَ مفعول

= الْجَهْرَ - مصدر - زور سے کہنا - ظاہر کرنا - اصل میں دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کے کھلم کھلا ظاہر ہونے کا نام جہر ہے جَهَرَ (فتح) جَهَرَ اَوْ جَهَارًا وَجَهْرَةً - جَهَرَ بِالْأَمْرِ - اعلان کرنا جَهَرَ بِالْقَوْلِ - آواز بلند کرنا - جَهَرَ الصَّوْتُ - آواز اٹھانا - كَلَّمْتُهُ جَهْرًا وَ بِالْجَهْرِ میں نے اس سے کھلے اور صاف الفاظ میں بات کی -

لَنْ تُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَرَى اللَّهَ جَهْرَةً - (۵۵: ۲) کہ جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں تم پر ایمان نہیں لائیں گے - اَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً (۱۵۳: ۴) ہمیں نمایاں اور ظاہر طور پر خدا دکھا دو -

لَا يُحِبُّ اللَّهُ کا مفعول ہے الْجَهْرَ بِالسُّوءِ - بری چیز کا کھلم کھلا علی الاعلان اظہار - مِنَ الْقَوْلِ - کلام - زبانی - یعنی اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ کوئی بری بات علی الاعلان برملا کہی جائے = إِلَّا مَنْ ظَلَمَ - إِلَّا حرف استثناء - بعض کے نزدیک إِلَّا مَنْ ظَلَمَ میں استثناء منقطع ہے اور اس صورت میں إِلَّا مَنْ ظَلَمَ کا مطلب ہوگا فَلَا يُؤْخَذُ اللَّهُ بِالْجَهْرِ بِهِ - البتہ مظلوم کے بری بات برملا کہنے پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرمائے گا -

اور بعض کے نزدیک یہ استثناء متصل ہے - اور اس میں مضاف محذوف ہے - اور آیت کی تقدیر یوں ہے - لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا جَهْرًا مَنْ ظَلَمَ - یعنی سوائے مظلوم کے ظالم کو علانیہ بُرا کہنے کے اللہ تعالیٰ کسی کو پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی کو علانیہ بُرا کہے -

= سَمِيعًا - مظلوم کے شکوہ کو سننے والا ہے  
= عَلِيمًا - ظالم کے ظلم کو بخوبی جاننے والا ہے -

۴: ۱۴۹ = تَبْدُوْا - مضارع جمع مذکر حاضر اصل میں تَبْدُوْنَ تھا - اِنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا - اَبْدَاءُ سے - تم ظاہر کرو -

= تَعْفُوْا عَنْ - عَفُوٌّ سے جمع مذکر حاضر - یہ بھی اصل میں تَعْفُوْنَ تھا - اِنْ شرطیہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا - عَفَا عَنْ - معاف کرنا - سزا نہ دینا - تَعْفُوْا عَنْ - تم برائی کو معاف کر دو - تم درگزر کرو - تم برائی کی سزا نہ دو -

= عَفْوًا - بروزن فَعُولُ عَفُوٌّ سے مبالغہ کا صیغہ ہے - اور عَفُوٌّ کے معنی برائی سے یا گناہ سے درگزر کرنے کے ہیں - عَفْوًا - بہت زیادہ معاف کرنے والا - یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے



۱۵۱:۴ = حَقًّا - بِمَعْنَى يَقِينًا . وَرَحِيقَت .

۱۵۳:۴ = تَنْزِيلٌ - تَنْزِيلٌ مُضَارِعٌ كَاصِيغَةٍ وَاحِدٍ مَذْكَرٍ مُنْخَرِفٍ . تَوَاتَرُ لَانِ . تَوَاتَرُ وَاوٍ  
تَنْزِيلٌ بَرُوزٌ تَفْعِيلٌ - تَرْتِيبٌ اَوْرِكِي بَعْدَ دِكْرِي تَفْرِيقٌ سِي نَازِلُ كَرَنَا - اَتَارْنَا . تَنْزِيلٌ  
مَنْصُوبٌ لَوَجْهِ اَنْ نَاصِبٌ هُوَ .

= الصَّعِيقَةُ - بَجَلِي كِي كَرْك - صَاعِقَةُ كِي اَصْلُ مَعْنَى فِضَا مِيں سَخْتِ اَوَازِ اَوْرِ هَوَلَنَاكِ دَهْمَاكِ كِي  
ہيں . پھر كہيں تُو اِس اَوَازِ سِي صَرَفِ اَگِ ہي پيدا ہوتی ہے اَوْر كہيں وَہ اَوَازِ عَذَابِ اَوْر نَقْصَانِ كَا  
سَبَبِ بِنِ جَاتِي ہے اَوْر كہيں اِس سِي مَوْتِ بِي وَاقِعِ ہو جَاتِي ہے . لِهٰذَا اِنْ اَثَارِ كِي وَجْہِ سِي صَاعِقَةُ  
بِمَعْنَى اَگِ - عَذَابِ - مَوْتِ تِيْنُوں طَرَحِ قُرْآنِ مِيں مُسْتَعْمَلِ ہي مَثَلًا وَ يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ (۱۳:۱۳) اَوْر  
وہي بَجَلِيَاں بِيھِجَاتِ ہي . اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَ ثَمُودَ (۱۳:۴۱) مِيں تَمِ كُو  
مَہْلَكِ عَذَابِ سِي اَگَاہِ كَرْتَا ہُوں جِيسِي عَادِ اَوْر ثَمُودِ پَر وَہ اَعَذَابِ اَيَا تَہَا . اَوْر فَآخَذَ نُكْمُ الصَّاعِقَةِ  
(۲۴:۵۱) سَوْتَمِ كُو (اِيكِ هَوَلَنَاكِ كَرْك كِي نَتِيجِي مِيں) مَوْتِ نِي اَپْکَرَا . صَاعِقَةُ يَا تُو صَعِقَ  
يَصْعَقُ (سَمْعِ) كَا مُصْدَرِ ہي بِي ہوشِ ہونا . يَا صَعِقُ سِي بِمَعْنَى مَذْكَورِ اِسْمِ فَاَعْلِ كَا صِيغَةُ وَاحِدِ  
مَوْنَتِ ہي . بِي ہوشِ كَرْنِي وَالِي .

= بِظُلْمِهِمْ - اِي بِسَبَبِ ظُلْمِهِمْ - يَعْنِي لِسَبَبِ اِنْ كِي ظَلَمِ كِي .

= ثُمَّ اتَّخَذُوا الْاَنْجِلَ - كِي بَعْدِ اِلَہَا مَحْذُوفِ ہي يَعْنِي اِس كِي بَعْدِ اِنھُوں نِي بَھِڑے  
كُو اِپنا مَعْبُودِ بِنَالِيَا .

= عَجَل - بَھِڑَا - كُو سَالِ - گَا ئِي كَا بَچِ - اِمَامِ اَبُو مَنْصُورِ ثَعَالِي نِي فِقْہِ اللُّغَةِ مِيں گَا ئِي بِلِ كِي عَمْرِ  
لِحَاظِ سِي تِيْنِ الْفَاظِ اسْتِعْمَالِ كَتے ہيں - (۱) عَجَلَ بِحَمْدِ الشُّبُوبِ جَوَانِ - ۳ - فَارَضَتْ عَمْرُسِيدَ  
= اَلْبَيِّنَاتُ - يَعْنِي الدَّلَالَاتِ الْوَاضِحَاتِ صَرِيحِ اَوْر وَاضِحِ دَلِيلِيں مَثَلًا عَصَا - يَدِ بَيْضَاءِ  
سَمْنَرِ كَا مَھِٹِ جَانَا .

= سُلْطَنًا مُّبِينًا - رُوشَنِ مَعْجَزَاتِ . وَاضِحِ دَلَائِلِ - يَارِ عِبِ وَ دَبْدَبِ - وَاضِحِ غَلْبِہِ .

۱۵۴:۴ = رَفَعْنَا - بَابِ فَتْحِ - رَفَعَ سِي مَاضِي جَمْعِ مُتَكَلِّمِ - ہِمِ نِي بَلَنْدِ كِيَا - ہِمِ نِي اُٹھَا يَا .

= وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ - ہِمِ نِي بَلَنْدِ كِيَا اِنْ كِي اُوپرِ كُوہِ طُورِ كُو . اِنْ كِي سِرُوں پَر كُوہِ طُورِ كُو  
مَعْلُوقِ كَر دِيَا - (ابنِ كَثِيرِ)

اَللّٰہِ تَعَالٰی نِي كُوہِ طُورِ كُو اِنْ كِي اُوپرِ كھڑا كَر دِيَا . كہ اِنْ پَر سَايہِ فَلَگنِ ہو گِيَا تَا كہ وَہ ڈَر جَا مِيں اَوْر  
نَقْضِ عَہْدِ سِي بَاذَرِ ہيں (اَلْمُخَازِنِ) پَہاڑِ كِي دَا مَنِ مِيں مِثْاقِ لِيْتِي وَقْتِ اِيْسِي خَوْفَنَاكِ صُورَتِ حَالِ



پیدا کر دی گئی تھیں کہ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پہاڑ ان کے اوپر آ پرے گا۔

عہد سے مراد وہ میثاق ہے جو کوہ طور کے دامن میں بنی اسرائیل کے نمائندوں سے لیا گیا تھا۔ (تفہیم القرآن مورودی)

اور ہم نے کوہ طور کی بلندیوں کے دامن میں ان سے عہد لیا تھا۔ (عبداللہ یوسف علی) صاحب المفردات لکھتے ہیں :-

الرَّفْعُ - (فتح) کے معنی بلند کرنے اور اٹھانے کے ہیں۔ یہ کبھی تو مادی چیز کو جو اپنی جگہ پر پڑی ہوئی ہو اسے اس کی جگہ سے اٹھا کر بلند کرنے پر بولاجاتا ہے جیسے فرمایا دَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ (۲: ۱۶۳) اور ہم نے طور پہاڑ کو تمہارے اوپر لا کھڑا کیا۔ یا آیت ہذا۔ اور اللہ الذِّعْ رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا - (۲: ۱۳) اللہ تعالیٰ وہ قادر مطلق ہے جس نے آسمان کو بدوں کسی سہارے کے جسے تم دیکھ سکو اونچا بنا کھڑا کیا۔

اور کبھی ناموری اور شہرت ذکر بلند کرنے کے لئے۔ جیسے فرمایا دَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۴: ۹۴) اور ہم نے تمہارے ذکر خیر کا آوازہ بلند کیا۔

اور کبھی مرتبہ کی بلندی بیان کرنے کے لئے جیسے نَرَفَعُ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَأُ (۶۶: ۱۲) اور ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجے بلند کر دیتے ہیں۔

= بِمِيثَاقِهِمْ - میں ب سببیہ ہے۔ یعنی بِسَبَبِ اخَذِ مِيثَاقِهِمْ - ان سے پختہ وعدہ لینے کے لئے۔ الميثاق - پختہ عہد و پیمان جو قسموں کے ساتھ ہو کہ کیا گیا ہو وثق سے۔  
= لَا تَعْدُوا - فعل نہی تم تعدی نہ کرو۔ تم تجاوز نہ کرو۔ عَدُوٌّ سے باب نصر۔

= السَّبْتِ - روزِ شنبہ۔ سنیچر کا دن۔ اہل یہود کے نزدیک سنیچر کا دن مہترک اور تعظیم کا دن تھا۔ اور اس دن وہ اپنے کام کاج سے قطع تعلق رکھتے تھے۔ یہودیوں کا عزت و حرمت کا دن انگریزی اور عبرانی شبات کا عربی مترادف۔

اس روز ان پر بعض کام کرنے اور بعض نہ کرنے کے احکام عائد تھے۔ اسی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ سبت کے روز اس کام کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ حدود جو مقرر کی گئی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا۔

= مِيثَاقًا غَلِيظًا - پختہ وعدہ۔ غَلِيظٌ غَلِيظَةٌ صفت مشبہ سخت - شَدِيدٌ - الْغَلِيظَةُ - بمعنی موٹاپن۔ گاڑھا پن۔ سخت پن۔ مثلاً فَاسْتَغْلِظْ فَاَسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوْقِهِ (۲۹: ۲۸) پھر



موٹی اور سخت ہوئی۔ اور پھر اپنی نال (تنے) پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۴: ۱۵۵ = فَبِمَا۔ میں ب سببیت کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اور مازاندہ ہے اور تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔

= فَبِمَا نَقْضِهِمْ۔ نقض مصدر نقض سے بمعنی توڑ دینا۔ نقض مضاف ہم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کے توڑ دینے کی وجہ سے۔

= فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّثْلَ قَاتِهِمْ میں تقدیر عبارت یوں ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّثْلَ قَاتِهِمْ لَعَنَهُمُ ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت مسلط کر دی اور کُفَرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ اور قَتْلِهِمْ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ اور قَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ کا عطف فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّثْلَ قَاتِهِمْ پر ہے۔ یعنی وہ ہماری لعنت کے نیچے اس واسطے بھی آگئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات سے انکار کیا۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا اور (گستاخانہ) یہ بات کہی کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہو ہیں = غُلْفٌ۔ جمع۔ اس کا واحد اَغْلَفٌ ہے اصل میں لام پر ضمہ تھا جو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا۔

اَغْلَفٌ وہ چیز ہے جو کسی غلاف میں بند ہو۔ قُلُوبُنَا غُلْفٌ یعنی ہمارے دل غلافوں کے اندر بند ہیں تمہاری نصیحت کی رسائی ہمارے دلوں تک ناممکن ہے۔

= بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا۔ جملہ معترضہ ہے اور ان کے قول قُلُوبُنَا غُلْفٌ کے جواب میں آیا ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر کیا بند ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے (بوجہ ان کے کفر کے) اس لئے ان میں مھوڑے ہی ہوں گے جو ایمان لائیں گے۔

= طَبَعَ۔ اس نے مہر لگادی۔ اس نے چھاپ لگادی۔ اس نے مٹھیا لگادیا۔ (باب فتم) سے صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

۴: ۱۵۶ = وَبِكُفْرِهِمْ۔ کا عطف بھی فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّثْلَ قَاتِهِمْ آیتہ ماقبل پر ہے اسی طرح

وَقَوْلِهِمْ..... دَسُؤَلِ اللَّهِ کا عطف فَبِمَا نَقْضِهِمْ پر ہے۔ یعنی وہ بدیں سبب بھی مورد لعنت ہوئے کہ انہوں نے پیہم کفر کا ارتکاب کیا۔ (یعنی پہلے حضرت موسیٰ کا اور پھر حضرت عیسیٰ کا اور انہوں نے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا) اور حضرت مریم پر بہتان عظیم باندھا۔

۴: ۱۵۷ = وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ کا عطف حسب بالان فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّثْلَ قَاتِهِمْ پر ہے۔

= مَا قَتَلُوهُ۔ سے لے کر آیت ۱۵۹ تک جملہ معترضہ ہے۔



= مَا صَلَبُوهُ۔ مَا نافیہ ہے۔ صَلَبُوا صَلَبٌ سے (باب ضرب) ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔  
 ۴ ضمیر واحد مذکر غائب حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے انہوں نے اس کو سولی پر چڑھایا تھا۔  
 الصلب هو تعلیق الانسان للقتل۔ کسی انسان کو لٹکا دینا تاکہ وہ مرجائے یہ صلب ہے۔  
 = شَيْئَةً۔ وہی صورت بنادی گئی۔ مانند کر دیا گیا۔ تَشْبِيْهُ سے جس کے معنی کسی چیز کو کسی چیز کے  
 مانند کر دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے

وَلَكِنْ شَيْئَةً لَهُمْ۔ بلکہ سولی چڑھانے کا معاملہ ان پر مشتبہ کر دیا گیا۔ ان کو یوں معلوم ہوا کہ  
 انہوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی چڑھا دیا۔ لیکن حقیقت میں حضرت عیسیٰ کو وہ نہ قتل کر سکے اور نہ  
 ہی سولی پر چڑھا سکے۔ محض مصلوب کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی  
 = وَانَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا..... اِلَّا اَتَّبَعَ الظَّنُّ يَه ان اختلاف کرنے والوں کے متعلق ہے  
 جو عیسائی تھے اور ان میں آپس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر کوئی متفق  
 علیہ قول نہیں بلکہ ان میں بیسیوں اقوال ہیں جن کی کثرت اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصل  
 حقیقت ان کے لئے بھی (یعنی نصاریٰ کے لئے بھی جنہوں نے یہود کے دعویٰ قتل و تصلیب پر  
 پراعتبار کر لیا ہے) مشتبہ ہی رہی۔ کوئی فرقہ ان میں سے کہتا ہے کہ جس شخص کو صلیب پر چڑھایا  
 وہ مسیح نہ تھا۔ بلکہ ان کی شکل کا کوئی اور آدمی تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر چڑھایا تو مسیح کو ہی تھا مگر ان  
 کی وفات صلیب پر نہ ہوئی تھی۔

اور کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر موت مسیح کے جسم انسانی کی واقع ہوئی تھی مگر الوہیت کی روح جو  
 اس میں تھی وہ اٹھالی گئی۔

اور کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد مسیح علیہ السلام جسم سمیت زندہ ہوئے اور پھر جسم سمیت  
 اٹھائے گئے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

= وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا۔ ان کی مندرجہ بالا غلطیوں کا قرآن حکیم نے ازالہ کر دیا۔ کہ یقیناً انہوں نے  
 حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا۔ بس یہ حقیقت ہے اور پھر اس کی مزید تصریح کر دی بَلْ دَفَعَهُ اللَّهُ  
 اِلَيْهِ۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف (جسمانی طور پر زندہ) اٹھالیا۔

۱۵۸:۴ = رَفَعَهُ کی مزید تشریح کے لئے دَفَعْنَا ۴: ۱۵۴ کے تحت ملاحظہ ہو۔

۱۵۹:۴ = اِنْ نَافِیَہ ہے۔

= يَه قَبْلَ مَوْتِهِ۔ میں ضمیر ۴ حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔

یعنی جب حضرت عیسیٰ زمین پر نزول فرمائیں گے تو ان کی طبعی موت سے قبل تمام اہل کتاب (یہودی



اور عیسائی) جو اس وقت موجود ہوں گے۔ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لا کر اسلام میں داخل ہوں گے۔

بعض کے نزدیک اس کا مرجع اہل کتاب میں سے کا ہر فرد ہے لیکن اکثر مفسرین پہلے ہی قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

۱۶۰: ۴ = فَيُظْلَمُ میں باء سببیہ ہے۔

= لِيَصِدَّ هُمْ - صَدَّ - رُكْنَا - صَدَّ لِيَصِدَّ (نَصَرَ) کا مصدر۔ ان کے (لوگوں کو اللہ کے راستے سے) روکنے کی وجہ سے۔

= كَثِيرًا - نَاسًا كَثِيرًا - (بہت لوگوں کو) بھی ہو سکتا ہے۔ اور صَدَّ اَكْثَرًا - (کثرت سے روکنا) بھی۔

۱۶۱: ۴ = نَهَوْا - نَهَى سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ ان کو منع کیا گیا۔ ان کو روکا گیا۔

نَهَى يَنْهَى (فتح) وَنَهَى يَنْهَى نَهَوْا - اصل میں نَهَيْوْا تھا۔ ماقبل مکسور کی وجہ سے یا پر ضمہ دشوار تھا۔ اس لئے یہ ضمہ ماقبل کو دیا۔ اب ہی اور و ساکنین ہونے کی وجہ سے ی گر گئی۔

= جو چیزیں باوجود پہلے حلال ہونے کے اب اہل یہود پر حرام کر دی گئی تھیں ان کی وہ بات یہ چار جرائم تھے۔ ان کا ظلم کرنا۔ لوگوں کو راہ حق سے روکنا۔ سود کھانا۔ اور لوگوں کا مال ناحق ہڑپ کرنا۔

۱۶۲: ۴ = لَكِنِ التَّوَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ - میں ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب آیہ ۱۶۰ میں الَّذِينَ هَآؤُلَآ کی طرف راجع ہے۔

= يُؤْمِنُونَ كَا فاعل تَاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ اور الْمُؤْمِنُونَ ہیں۔

= الْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ - نماز کو عزم و اہتمام کے ساتھ پڑھنے والے۔ مُقِيمِينَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔

= الْمُقِيمِينَ کا عطف الْمُؤْمِنُونَ پر ہے۔ نحوی قاعدہ کے مطابق الْمُقِيمُونَ ہونا چاہئے تھا اسے اپنے معطوف علیہ کے خلاف اعراب کیوں دیا گیا۔ اس کے متعلق علماء نے متعدد جواب دیئے ہیں۔ لیکن سب سے بہتر وہ توجیہ ہے جو سیوریہ نے کی ہے۔ کہ مُقِيمِينَ پر نصب تعظیم کی

وجہ سے ہے۔ اور اس نے اس کی کئی مثالیں بھی دی ہیں و ہذا ۱۱ ص ۱۱۱ ماقبل فیہ (قوٹی)

= اُولَئِكَ سَنُوْا قِيَمَهُمْ اَجْرًا عَظِيْمًا - (یہی لوگ جنہیں ہم عنقریب اجر عظیم دیں گے) اشارہ اُولَئِكَ کے مشارِ الیہم لَا سِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ - الْمُؤْمِنُونَ - مُقِيمِينَ الصَّلَاةَ - مُؤْتُونَ



الزَّكَاةُ - الْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ - هِيَ -

= مُؤْتُونَ - اسم فاعل جمع مذکر جانر - اَلْمُؤْتُونَ واحد اِنْتَاء مصدر باب افعال - ینے دالے - ادا کرنے والے -

۱۶۳: ۴ - اَوْحَيْنَا - ہم نے وحی بھیجی - ہم نے حکم بھیجا - اِنْعَاء - اِنْعَال - سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم وَحْی مصدر - اشارہ سے بتانا - اشارہ سے بات کرنا - دل میں بات ڈالنا - لذت عربی میں وحی کا معنی اشارہ کرنا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَىٰ إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا (۱۹-۱۱) پھر وہ (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اِشَاء سے کہا کہ خدا کو صبح و شام یاد کرتے رہا کرو -

لیکن اس کا اطلاق مختلف مفہوموں پر ہوتا رہتا ہے مثلاً ۱:- بطریق الہام کسی چیز کو دل میں ڈال دینا - جیسے وَادَّحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيْهِ (۲۸: ۴) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ -

(۲) اپنے طبعی اور غیر فطری فرائض کی انجام دہی کے لئے فطری طور پر ہدایت خالق کی طرف سے ہوتی ہے اور اسے وحی تسخیری بھی کہتے ہیں - جیسے وَادَّحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ (۱۶: ۲۸) اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا -

(۳) کسی کو پُر اسرار طریقہ پر کسی امر کی تعلیم دینے کو بھی وحی کہتے ہیں جیسے وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا (۶: ۱۱۳) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) جنوں اور انسانوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں طمع باتیں ڈالتے رہتے ہیں -

۴- شریعت میں کلمہ الہیہ کو وحی کہا جاتا ہے جو انبیاء و اولیاء کی طرف القاء کیا جاتا ہے اس کی چند صورتیں ہیں - مثلاً فرمایا:-

مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ (۲۲: ۵۱) اور کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں ہے کہ خدا اس سے بات کرے - مگر الہام کے ذریعہ سے یا پردہ کے پیچھے سے - یا کوئی فرشتہ بھیج دے - تو وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاہے القاء کرے -

الہام کی مثال اُمِّ مُوسَىٰ کے بارہ میں اوپر گزر چکی ہے -  
وحی کی دوسری دو قسمیں بذریعہ فرشتہ یا از پس حجاب بلا واسطہ یہ دونوں انبیاء کے لئے



مخصوص ہیں۔ وحی جو فرشتہ کے ذریعہ ہوتی ہے تو فرشتہ ظاہری آنکھوں سے نظر آتا ہے اور اس کا کلام سنائی دیتا ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک معین شکل میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پیام رسالت پہنچایا کرتے تھے۔ مِنْ ذَرَاءِ حِجَابٍ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر اللہ کا کلام سنا تھا۔

ایک اور صورت وحی کی القاء فی الرُّوح یعنی دل میں کسی بات کا ڈال دینا۔ جیسے حدیث شریف میں ہے کہ نہر یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِی رُوحِی (روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی)۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انقطع الوحی وبقیت المبشرات ردیہ المؤمن۔ کہ وحی تو منقطع ہو چکی ہے مگر مبشرات یعنی ردیہ مؤمن باقی رہ گئے ہیں = اَتَيْنَا دَاوُدَ زُلْفَرًا اِهْ كَا عَطَفَ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ بِرَبِّهِ اَيْتِ كِي تَقْدِيرُ كَوَايُوهٖ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ (اَلِكِتَابِ) كَمَا اَتَيْنَا (اِي اَوْحَيْنَا اِلَى) دَاوُدَ زُلْفَرًا۔

۱۶۴:۴ = رُسُلًا كَا عَطَفَ بِهٖ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ (آیتہ ماقبل) پر ہے۔ اور (جیسے وحی بھیجی ہم) دوسرے رسولوں پر۔ یہی صورت رُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ كِي هٖ۔

۱۶۵:۴ = حُجَّةٌ عِذْرٌ حِجَّتْ۔ جمع مُحَجَّجٌ۔

= مُنْذِرِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب ڈرانے والے۔

= لَعَدَ الرُّسُلِ۔ یعنی نبیوں اور رسولوں کے بھیجنے کے بعد ان کی بعثت اور کتب سماویہ ان پر نازل کرنے کے بعد۔

۱۶۶:۴ = لَكِنَّ اللّٰهَ مُكْشِفُ الدُّجَانِ۔ آیات ماقبل کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ لَكِنَّ اللّٰهَ سے پہلے عبارت انھم لَا يَشْهَدُونَ (یہ لوگ آپ کی رسالت کی اور کتاب اللہ کے نازل ہونے کی شہادت نہیں دیتے تو نہ دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے۔

= شَهِدَ ب۔ کسی کے متعلق شہادت دینا۔ شَهِدَ عِنْدَ الْحَاكِمِ بِفُلَانٍ اَوْ عَلٰی فُلَانٍ۔ اس نے حاکم کے سامنے فلاں کے متعلق یا فلاں کے خلاف شہادت دی۔

اللّٰهُ مُكْشِفُ الدُّجَانِ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ اللّٰهَ تَعَالٰی گواہی دیتا ہے اس کتاب کی بابت (اس کے حق میں) جو اس نے نازل کی تمہاری طرف۔

= اَنْزَلَ لِعِلْمِهِ۔ کہ اس نے اتارا اسے اپنے علم سے۔ یعنی یہ کلام جو نازل کیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم کی جلوہ گاہ ہے۔ (اس میں ان چیزوں کا علم ہے جس پر اس نے اپنے بندوں کو مطلع فرمانا چاہا)



جیسے ارشاد ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ (۲۵۵:۲) اور وہ اس کی منشاء کے بغیر کسی چیز کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ یہاں بھی علم سے مراد اللہ کا خاص علم ہے جو صرف وہی جانتا ہے۔ اور صرف اسی قدر اپنے بندوں کو دیتا ہے جتنا کہ وہ خود چاہے۔

۱۶۷:۴ = صَدُّوا - صَدُّ سے انہوں نے روکا۔

۱۶۹:۴ = يَسِيرًا - آسان - سہل - يُسْرًا مادہ - صفت مشبہ واحد مذکر منصوب۔

۱۷۰:۴ = وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ -

اِنْ تَكْفُرُوا کے بعد فَهُوَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَتَضَرَّدُ بِكُمْ۔ اگر تم انکار کرو گے یا کفر کرو گے تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے وہ تمہارے کفر و ایمان سے بالاتر ہے اور تمہارے کفر سے اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔

۱۷۱:۴ = لَا تَغْلُوا - فعل نہی - جمع مذکر حاضر غُلُوٌّ (باب نصر) تم مبالغہ مت کرو۔ تم حد نہ بڑھو۔ تم زیادتی مت کرو۔

= عَلَى اللَّهِ - عَلَى اکثر استعمال کے معنوں میں آتا ہے جیسے حُمِلَ عَلَى الدَّائِبَةِ - جانور پر لا دیا گیا۔ يَا اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

لیکن یہاں صرف متعلق کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

= كَلِمَتُهُ - صاحب ضیاء القرآن نے کلمہ کی بڑی اچھی اور عام فہم تشریح کی ہے۔

فرماتے ہیں کلمہ کا لغوی معنی تو ہے مَا يَنْطِقُ بِهِ الْإِنْسَانُ جس کے ساتھ نطق کیا جائے

یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا اطلاق حقیقی معنوں میں نہیں ہوتا بلکہ مجازاً ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وجہ مجاز کیا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ :-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلمہ کے اطلاق کی وجہ یہ ہے کہ ہر مولود کے دو سبب ہوتے ہیں

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کی تخلیق سے متعلق ہو اور وہ اپنی زبان قدرت سے کُنْ فرما کر اذنِ ظہور دے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مادہ منویہ شکم مادر میں قرار پکڑے اور وقت معین گزرنے کے بعد اس کی ولادت ہو۔

پہلا سبب اگرچہ حقیقی ہے لیکن نگاہوں سے پوشیدہ ہے اس لئے اسے سبب بعید

کہہ لیجئے۔ اور دوسرا سبب کیونکہ عادی اور عام ہے اور اسے ہر ایک جانتا ہے مومن ہو یا غیر مومن

اس لئے اسے سبب قریب کہہ لیجئے۔ اب یہاں دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ سبب قریب



یعنی ماد، منورہ موجود نہیں۔ اس لئے اس پر سبب بغید یعنی کلمہ کُن کا اطلاق کر دیا۔ اور آپ کو کَلِمَةُ اللَّهِ یا کَلِمَةُ مَنَّہ کہہ دیا۔ اور عربی لغت میں سبب کا اطلاق سبب پر عام ہوتا ہے جیسے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا انا دعوة ابی ابراہیم یعنی میں اپنے پدر بزرگوار ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ حالانکہ آپ دعائے عانہ تھے دعا کا جواب تھے۔ دعا ابراہیمؑ کی چونکہ آپ کی تشریف آوری کا سبب بنی تھی اس آپ پر دعا کا اطلاق کر دیا۔

نیز کلمہ کا لفظ بشارت اور آیت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا رہتا ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ آپ وہ بشارت ہیں جو حضرت مریم کو دی گئی۔ یا آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آیت (نشانوں میں سے ایک روشن نشانی) ہیں۔

== دُوحٌ مِّنْہُ۔ ضیاء القرآن میں ہے: روح کا معنی ہے ما بہ الحیاء جس کے ساتھ زندگی قائم ہو۔ اور زندگی دو قسم کی ہوتی ہے۔ حسی اور معنوی۔ حسی زندگی وہ ہے جس کے ذریعے چلنا پھرنا۔ بولنا سُننا۔ سمجھنا یاد کرنا وغیرہ قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں اور معنوی زندگی وہ ہے جس سے مکارم اخلاق رحم۔ محبت۔ سخاوت وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے اسی لئے قرآن حکیم کو بھی کئی بار روح کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ حیات معنوی کا سبب ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ (۵۲:۲۲) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ پر روح یعنی قرآن نازل کیا حضرت مسیح کیونکہ حیات حسی اور معنوی دونوں کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کو بطورِ مبالغہ روح یعنی سراپا روح کہہ دیا۔ جیسے ہم بہت کسی خوبصورت انسان کو حُسنِ مجسم کہہ دیتے ہیں۔

المفردات میں ہے۔ کبھی روح کا اطلاق سانس پر ہوتا ہے۔ جیسے شعر ہے:

وَقُلْتُ لَهُ ادْفَعْهَا اِلَيْكَ وَاَحْيِهَا

بِرُوحِكَ وَاَجْعَلْ لَهَا قِيَتَةً قَرَرًا

تو میں نے کہا اسے اٹھاؤ۔ اور قدرے نرم پھونک مار کر اسے سلگاؤ اور اس میں تھوڑا سا

ایندھن ڈال دو۔

کبھی روح کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جس کے ذریعہ زندگی۔ حرکت۔ منافع کا حصول

اور مضرات سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ آیت کریمہ: وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ

مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (۸۵:۱۷) اور تجھ سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو اُن سے کہہ

دیجئے یہ میرے پروردگار کا حکم ہے۔



روح کے دیگر معانی۔ روح۔ جان۔ بھید کی بات۔ فیض غیبی بھی ہیں۔

کبھی روح کو آل کے ساتھ بطور معرفت حضرت جبریل کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ (۴:۷۰) فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ حضرت جبریل کو رُوحُ الْقُدُس (۲:۷۲) اور رُوحُ الْاَمِين (۱۹۲:۲۶) سے بھی ذکر کیا ہے۔

== مِنْهُ۔ اس سے۔ روح کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف جزئیت کی نہیں بلکہ تشریف اور تفضیل کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنا اس چیز کے لئے شرف اور فضل کا اظہار ہے۔ اور ایسی اضافت کا استعمال قرآن حکیم اور کلام عرب میں عام ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ شیطان کو فرماتے ہیں۔ اِنَّ عِبَادِي لَكِنَّكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (۲۲:۱۵) یعنی میرے بندوں پر تو قابو نہیں پاسکتا۔ بندے تو سب اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں۔ مومن ہوں کافر ہوں۔ نیک ہوں یا بُد۔ لیکن اطاعت شعار بندوں کی اضافت اپنی طرف کی اور ان کو اپنا مخصوص اور مخلص بندہ ہونے کا شرف بخشا۔

یہاں بھی رُوحُ مِنْهُ یا روح اللہ کہہ کر اس خصوصی شرف و مقبولیت کا اظہار مقصود ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بارگاہِ الہی میں حاصل ہے مِنْهُ کے لفظ سے یہ کہنا کہ قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اللہ کی جزء ہیں بالکل ناحق ہے۔ کیونکہ آپ اس طرح جزئیت ثابت کرنے پر بضد ہوں تو پھر اس میں حضرت عیسیٰ کی خصوصیت باقی نہیں رہتی کیونکہ قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق صاف موجود ہے وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (۲۹:۱۵) میں نے اپنی روح آدم میں بھونکی۔ صرف آدم ہی نہیں بلکہ تمام اولاد آدم کے متعلق ارشاد ہے ثُمَّ جَعَلْنَا نَسْلَهُ مِنْ سُلاَلَةٍ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا (۲۲:۸:۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر بچہ آدم کو مادہ منور سے تخلیق کر کے اور اس کے اعضاء درست کر کے اس میں اپنی روح بھونکی۔ صرف آدم اور بنی آدم ہی نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کا جزو ماننا پڑے گا۔ جیسے کہ ارشاد باری ہے وَسَخَّوْكُمْ مَّاءًا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ (۱۳:۲۵) اس نے اپنی طرف سے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مطیع کر دیا۔ لہذا مِنْ رُّوْحِيْ۔ مِنْ رُّوْحِهِ۔ مِنْهُ کے الفاظ سے کسی چیز کی جزئیت ثابت نہیں ہوتی۔ (ضیاء القرآن)

== اَلْقَاهَا۔ اس کو ڈالا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جو کہ کلمہ کی طرف راجع ہے۔

== ثَلَاثَةٌ۔ تین۔ اسم عدد ہے اشارہ ہے عیسائیوں کے مسئلہ تثلیث کی طرف۔

== اِسْتَهْوَا۔ تم رک جاؤ۔ تم چھوڑ دو۔ اِنْتَهَاءُ (اِفْتِعَالُ) سے جس کے معنی جس کام سے منع کیا جائے



اس سے باز رہنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

۱۴۲: ۴ = لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ - اِسْتَنْكَافٌ سے مضارع نفی تاکید نَلَنْ باب استفعال سے

صیغہ رائد مذکر غائب۔ وہ ہرگز نہ۔ عار نہیں سمجھے گا۔ وہ ہرگز حقیر سمجھ کر سرتابی نہیں کرے گا۔

وَمَنْ يَسْتَنْكِفَ - مضارع مجزوم بالشرط۔ جو عار کرے گا۔ یا جو حقیر سمجھ کر سرتابی کر لے گا۔ جو حقیر سمجھ کر غرور کے ساتھ سرتابی کرے گا۔

۱۴۳: ۴ = فَيُؤْثِقُهُمْ - تَوْفِيَةٌ (تفعیل) سے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر

غائب۔ وہ ان کو پورا پورا دیگا۔

= اُجُوزُهُمْ - ان کا حق ان کا بدلہ۔ اُجُوزٌ جمع ہے اُجْرٌ کہ مفعول بہ فعل فَيُؤْثِقُهُمْ کا۔

= اِسْتَنْكَفُوا - اِسْتَنْكَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ دیکھو ۱۴۲: ۴ (آیہ ماقبل)

يَسْتَنْكِفُ -

۱۴۵: ۴ = اِعْتَصَمُوا بِهِ - انہوں نے اس کو مضبوطی سے پکڑا۔ یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے

پکڑا۔ اعتصام (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔

۱۴۶: ۴ = يَسْتَفْتُونَكَ - اِسْتِفْتَاءٌ (استفعال) مضارع جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول

واحد مذکر حاضر۔ وہ آپ سے فتویٰ چاہتے ہیں۔ آپ سے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ آپ سے حکم پوچھتے ہیں

اس کے بعد فی السَّكَلَةِ محذوف ہے۔ یعنی کلالہ سے متعلق آپ سے پوچھتے ہیں۔ چونکہ جواب میں کَلَلَةٌ

کا ذکر آگیا اس لئے یہاں محذوف کر دیا گیا۔

= يُفْتِيَكُمْ - وہ تم کو فتویٰ دیتا ہے۔ حکم دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول

جمع مذکر حاضر۔

= اَلْكَلَلَةُ - وہ لوگ جو منقطع الطرفین ہوں۔ یعنی نہ ان کے والدین ہوں اور نہ ان کی اولاد ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ کلالہ وہ میت ہے جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ۔ بعض اہل لغت نے لکھا

کہ کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو میت کا نہ باپ ہو نہ اولاد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کلالہ اولاد کے علاوہ دوسرے وارثوں

کو کہتے ہیں۔

۱۴۶: ۴ - اَنْ تَصِلُوا - اَنْ نَافِیہ ہے۔ کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ تم بھٹک نہ جاؤ۔ تم ٹھیک راہ

پر نہ چلو۔ صِلَا لُحْر سے جمع مذکر حاضر۔ مضارع معوف۔ اصل میں تَصِلُونَ تھا۔ اَنْ نَافِیہ کے

سبب سے نون اعرابی گر گیا۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# سُورَةُ الْمَائِدَةِ

۵: ا = اَذْفُوا - تم پورا کرو۔ اِيفَاءً سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ایفاء وعدہ۔ وعدہ کا پورا کرنا = عَقُودٌ۔ قول و قرار۔ عہد و پیمان۔ عَقْدٌ کی جمع۔ عقد کہتے ہیں ایک چیز کو ایک چیز میں مضبوطی سے باندھنا۔ اور گرہ لگانا۔

یہاں اس سے مراد وہ تمام تکالیف شرعیہ اور احکام دینیہ ہیں کہ جن کی تعمیل بندوں پر لازمی اور ضروری ہے اور اسی میں داخل ہیں امانات اور معاملات کے جملہ عہد و پیمان کہ جن کا پورا کرنا واجب ہے۔

عقدہ۔ گرہ۔ معمہ۔ گنجلک امر۔

= بِهَيْمَةِ الْأَنْعَامِ م۔ بہیمہ اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جس میں نطق نہ ہو۔ مالا نطق له (بلاغت) بے زبان جانور۔ عرف عرب میں درندوں اور پرندوں کو اگرچہ وہ بھی بے زبان ہیں بہیمہ نہیں کہا جاتا۔ مگر دوسرے چار پائے چیرنے والے جانور مراد لئے جاتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ہر چوپائے کو بہیمہ کہا جاتا ہے (اسم لکل ذی اربع) اس صورت میں اس کی اضافت انعام کی طرف بیانہ ہے۔

أَنْعَامٌ نَعَمٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی اصل میں تو اونٹ کے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ دیگر مویشی بھیڑ۔ بکری۔ گائے بھینس کو بھی شامل کیا جاتا ہے

اگر ان میں اونٹوں کو داخل نہ کیا جائے تو دوسروں کو انعام نہیں کہا جاسکتا۔

بِهَيْمَةِ الْأَنْعَامِ م۔ بے زبان مویشی قسم کے جانور۔

= غَيْرَ مُحْلٍ الصَّيْدِ۔ مُحْلٍ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل میں مُحْلَيْنِ تھا۔ بوجہ اضافت نون حذف کر دیا گیا۔ مُحْلٌ۔ واحد اِحْلَالٌ۔ مصدر حلال قرار دیئے جانے والے۔ اِحْلَالٌ کسی چیز کو



حلال بنا دینا۔ یا حلال قرار دینا۔ یا ذمہ داری سے باہر نکل آنا۔

حِلٌّ کا معنی ہے گرہ کھول دینا۔ کسی جگہ اترنے کی صورت میں عموماً سامان کھولا جاتا ہے اس لئے حلول کا معنی اترنا ہو گیا۔ اس مادہ سے جتنے مشتقات ہیں سب کے مفہوم میں کھولنے یا اترنے کا معنی ضرور پایا جاتا ہے۔

غَيْرُ حُلِّي الصَّيْدِ۔ شکار کو حلال قرار دینے والے نہ ہو۔ یعنی شکار کو حلال قرار مت دو

= وَأَنْتُمْ حُرْمٌ۔ وَأَوْ حَالِيہ ہے۔ حُرْمٌ۔ حَرَامٌ کی جمع ہے احرام باندھنے والے یا حرم کے اندر داخل ہونے والے۔ حرم سے خانہ کعبہ مراد ہے۔ یعنی جب کہ تم خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔

الْحَرَمُ کو حرام اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اس کے اندر بہت سی ایسی چیزیں حرام کر دی ہیں جو کہ دوسری جگہ حرام نہیں ہیں اور یہی معنی الشَّهْرُ الْحَرَامِ کے ہیں۔ رَجُلٌ حَرَامٌ وَ مُحَرَّمٌ وہ شخص جو حالت احرام میں ہو۔ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ۔ جب کہ تم حالت احرام میں ہو یا خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔

۵: ۲ = لَا تُحِلُّوْا۔ فَعَلٌ نَهَى۔ تَحِلُّوْا۔ اِحْلَالٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِحْلَالٌ عہد و پیمان سے آزاد ہونا۔ اَحْلَى الشَّيْءِ کسی چیز کو حلال کر لینا۔ اس کے متعلق حدود اور بندشوں سے اپنے آپ کو آزاد کر لینا۔ اس کا احترام (جو حدود اور بندشوں سے مستلزم ہے) نہ کرنا۔ بے حرمتی کرنا۔ (حسین محمد مخلوف مفتی الدیار المصریہ السابق۔ اپنی کتاب کلمات القرآن۔ تفسیر و بیان میں لَا تُحِلُّوْا کا معنی لَا تَنْهَكُوْا لکھتے ہیں۔ اِنْهَكَ الشَّيْءُ۔ بے عزتی کرنا۔ بے حرمتی کرنا۔

= شَعَائِرُ۔ شَعِيرَةٌ کی جمع ہے شَعِيرَةٌ بَرُوزَن فَعِيلَةٌ۔ بمعنی مَنْفَعَلَةٌ بمعنی مَشْعُورَةٌ ہے مَشْعُورَةٌ کے معنی نشانی کے ہیں۔ اور اِسْعَادٌ کے معنی علم میں لانے کے ہیں۔ ہر وہ شئی جو کسی چیز کا نشان ہو یا کسی علامت کو بتائے اسے شَعِيرَةٌ سے موسوم کیا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ فرماتے ہیں کہ شَعَائِرُ اللَّهِ عرف دین میں مکانات ازمہ۔ علامات و اوقاف عبادت کو کہتے ہیں۔ مکانات عبادت مثلاً کعبہ۔ عرفہ، مزدلفہ۔ جمار ثلاثہ صفا و مروہ۔ ازمہ عبادت مثلاً رمضان۔ حرم کے مہینے۔ عید الفطر۔ عید النحر۔ جمعہ۔ ایام تشریق اور علامات عبادت مثلاً اذان و اقامت۔ نماز باجماعت۔ نماز جمعہ و نماز عیدین۔ شَعَائِرُ اللَّهِ اللہ کی نشانیاں الْهَدْيِ۔ اسم معرف باللام۔ قربانی کا وہ جانور جو ماہِ حُرْمِ میں حرم کے اندر قربانی کے لئے بھیجا جاتا ہے هَدْيٌ۔ هَدَايَةٌ سے بمعنی کسی چیز کا راستہ بتانا۔ کسی چیز کی طرف رہنمائی کرنا۔ هَدْيٌ وہ جانور جو حرم کی طرف لپکایا جائے۔ ال سے اس کو مخصوص کر دیا گیا۔ اس جانور کے لئے جو قربانی کے لئے



= تَعَادَنُوا - تم آپس میں مدد کرو۔ تم آپس میں تعاون کرو۔ تَعَادَتْ (تَفَاعَلٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= لَا تَعَادَنُوا - اصل میں تَتَعَادَنُوا تھا۔ ایک ت کو گرا دیا گیا ہے۔ یہی جمع مذکر حاضر مت تعاون کرو۔ مت مدد کرو ایک دوسرے کی۔

= الْعُدْوَانِ عَدَا يَعْدُو (نَصَرَ) سے مصدر ہے۔ ظلم و ستم۔ زیادتی۔ تعدی۔ حد سے گذر جانا۔

= عِقَاب - مار۔ عذاب۔ سزا۔ عقوبت۔ سزا دینا۔

عَاقِبَ يَعَاقِبُ کا مصدر ہے۔ عِقَاب وہ سزا ہے جو جرم کے سرزد ہونے پر دی جاتی ہے یعنی پہلے ارتکاب جرم ہوتا ہے اور بعد میں اس پر سزا ہوتی ہے۔ عَقِب پیچھے کو کہتے ہیں۔

۳:۵ = أَهْلٌ - أَهْلًا (افعال) سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پکارا گیا۔ ہلال نیا چاند۔ أَهْلٌ - نیا چاند نکلا۔ نیا چاند دیکھتے وقت آواز لگانا یا پکارنا۔ حاجیوں کا لبیک کہنا۔ أَهْلٌ بِذِكْرِ اللَّهِ - اس نے (کام کرتے وقت) اللہ کا نام لے کر پکارا۔

أَهْلٌ ب کسی جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اللہ کا نام لے کر پکارنا۔ أَهْلٌ لِخَيْرِ اللَّهِ - پکارا گیا غیر اللہ کے لئے۔ اس میں وہ جانور بھی شامل ہے جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر پکارا جائے۔ اور وہ جانور بھی جو اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کر دیا گیا ہو۔ خواہ بوقت ذبح بسم اللہ بھی پڑھی جائے۔

= الْمُنْخَنِقَةُ - اسم فاعل واحد مؤنث۔ انخناق (افعال) مصدر۔ گلا گھونٹ کر مارا ہوا۔ گلا گھٹنے سے مرنے والی۔ اسی سے مرض خناق ہے جس سے گلا گھونٹ جاتا ہے۔

لَمَوْقُوذَةً وَقَدْ - مصدر (باب ضَرَبَ) چوٹ کھا کر مرا ہوا۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔

= الْمُتَرَدِّيةُ - اسم فاعل واحد مؤنث (باب تَفَعَّلَ) وہ جانور جو اوپر سے گر کر ذبح کرنے سے پہلے مرجائے۔ التردی (سمع) بمعنی ہلاکت۔ اور التردی (تفعل) اپنے آپ کو ہلاکت کے سامنے پیش کرنا۔ قرآن حکیم میں ہے وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى - (۱۱: ۹۲) اور حیب وہ جہنم میں گر گیا و اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

تَرَدَّى فِي الْبَيْتِ - کنویں میں گرنا۔ پس الْمُتَرَدِّيةُ اوپر سے گر کر مرا ہوا جانور

= النَّطِيحَةُ - صیغہ صفت بروزن فَعِيلَةٌ - بمعنى مَفْعُولَةٌ - نَطِيحَةٌ بمعنی مَنْطُوحَةٌ نَطَحَ مصدر (فتح - ضَرَبَ) وہ جانور جو دوسرے کے سینک کی چوٹ سے مرا ہو۔ نَطَحَ النَّوْ



لیجایا جار ہا ہو۔

= اَلْقَلَادِیْدُ - قَلَادِیْدٌ جمع قَلَادَةٍ کی ہے وہ چیز جو گردن میں لٹکائی جائے۔ ہار۔ رسی۔ پٹہ۔  
اَلْقَلَادِیْدُ سے مراد ذَوَاتُ الْقَلَادِیْدِ وہ جن کے گلے میں رسیاں یا پٹے ڈالے گئے ہیں۔  
یہ ہَدَی کی صفت میں ہے یعنی وہ جانور جن کی گردنوں میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں اور حرم کی طرف ذبح کرنے کے لئے لیجائے جاتے ہیں۔

= اَمِّیْن - اَمٌّ کی جمع اَمٌّ ہے جس کے معنی قصد کرنے کے ہیں۔ اَمِّیْن قصد کرے ہوئے ہیں۔  
(بیت الحرام کا) اسم فاعل جمع مذکر اَمٌّ (باب نصر) قصد کرنا۔

= الشَّهْرُ الْحَرَامُ - الْهَدٰی - الْقَلَادِیْدُ - اَمِّیْن سب شعائر اللہ کے معطوف ہیں۔

= اِذَا حَلَلْتُمْ - حِلِّب تم احرام سے نکلو حِلٌّ اور حَلَالٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

= اِصْطَادُ ذَا - تم شکار کر لو۔ تم شکار کر سکتے ہو۔ اِصْطِیَادٌ (اِفْتِعَالٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔  
یہاں امر سے یہ مطلوب نہیں کہ احرام سے باہر نکلنے کے بعد ضرور شکار کرو بلکہ مقصود یہ ہے کہ پھر تمہیں شکار کرنے کی اجازت ہے اور پہلے جو بندش لگائی گئی تھی۔ غَیْرِ حِلِّی الصَّیْدِ دَانْتُمْ حَرَمٌ اب وہ نہیں رہی۔

= لَا یَجْرِیْ مَنَکُمْ - فعل نہی۔ واحد مذکر غائب تاکید بانون ثقیلہ۔ جَوْمٌ مصدر (باب ضرب) کہ  
ضمیر مفعول۔ باعث نہ بن جائے۔ برا نگینہ نہ کرے۔ آمادہ نہ کرے۔

= شَنَانٌ - دشمنی کرنا۔ بغض رکھنا۔ یہ مصدر سماعی ہے خلاف قیاس۔ اس کا فعل فَتَحَ اور  
سَمِعَ دونوں سے آتا ہے۔ بغض۔ عداوت۔ دشمنی۔

= تَعْتَدُوْا - تم زیادتی کرنے لگو۔ تم حد سے گذر جاؤ۔ اِغْتَدَاؤُ - (اِفْتِعَالٌ) سے مضارع جمع  
مذکر حاضر۔

= لَا یَجْرِیْ مَنَکُمْ شَنَانُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا -  
شَنَانُ قَوْمٍ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ - وجہ عداوت  
کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا تھا جس کے لئے فعل کی نفی آئی ہے۔ اَنْ  
تَعْتَدُوْا کہ تم زیادتی کرو۔

اگر مخالفین کے ساتھ تمہیں مسجد حرام میں جانے سے روکنے کی وجہ سے رنج و عداوت ہے  
تو یہ رنج تمہیں ان کے خلاف زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کر دے۔ معجم الوسیط میں اس کا مطلب لَا  
یَخْمِلَنَّکُمْ بَغْضُ قَوْمٍ عَلٰی الْاِغْتِدَاۤءِ عَلَیْہُمْ لکھا ہے۔



خَا مِصَّ پچکے ہوئے پیٹ والا آدمی۔

غَيْرُ مُتَجَانِفٍ لِذَاتِهِ۔ متجانف اسم فاعل واحد مذکر تَجَانَفٌ (تفاعل) مصدر۔ گناہ کی طرف میلان رکھنے والا۔ حق سے پھرنے والا۔ یعنی گناہ کی طرف میلان یا رغبت یا حق سے روگردانی محرک فعل نہ ہو بلکہ محض اضطراری و مجبوری اس کا باعث ہو تو مندرجہ بالا ممنوعات کا استعمال قوت لایوت کی حد تک جائز ہے اور اللہ غفور رحیم ہے اسے معاف کر دے گا

۵: ۴ = عَلَّمْتُمْ۔ باب تفعیل تَعْلِمٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے سکھلایا۔ تم نے تعلیم دی۔  
= الْجَوَارِحِ۔ شکاری جانور۔ زخمی کرنے والے۔ جَارِحَةٌ کی جمع جس کے معنی شکاری جانور کے ہیں۔  
خواہ وہ پرندہ ہو از قسم باز۔ عقاب وغیرہ۔ یا درندہ از قسم کتا وغیرہ۔ یہ جَوَرِحٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں زخمی کرنا۔

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ عَطْفَ الطَّيِّبَاتِ پر ہے اور مَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ کا عطف مضاف محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے وَالْحِلُّ لَكُمْ صِيْدَ مَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ اور ان شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار بھی تمہارے لئے حلال ہے جنہیں تم نے سکھلایا اور سدھایا ہوا ہے۔  
= مُكَلِّبِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُكَلِّبٌ واحد۔ تَكْلِيْبٌ (تفعیل) مصدر۔ شکاری جانور کو شکار کی تعلیم دینے والے۔ شکاری جانور کو شکار پر چھوڑنے والے مُكَلِّبٌ۔ کتا یا درندہ۔ بھونکنے والا جانور۔  
مکلبین علمتم کی ضمیر فاعل سے حال ہے یعنی جب تم سدھائے ہوئے جانوروں سے شکار کر رہے ہو۔ تو ان سدھائے ہوئے جانوروں کا شکار تمہارے لئے حلال ہے۔

= تَعْلَمُوْنَهُنَّ میں هُنَّ کی ضمیر الجوارح کی طرف راجع ہے تم ان کو سکھلاتے ہو۔ تم ان کو تعلیم دیتے ہو  
مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ۔ جو اللہ نے تمہیں بتایا ہے۔ یا سکھلایا ہے یا جس کی اس نے تعلیم دی ہے۔  
= اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ۔ جسے وہ پکڑ رکھیں تمہارے لئے۔

۵: ۵ = مُحَصِّنِينَ۔ مسافحین۔ متخذی اخدا ان۔ دیکھو ۴: ۲۵-۲۶

= حَيْطٌ۔ اکارت گیا۔ ضائع گیا۔ باب سمع۔

۶: ۵ = الْمَرَاتِقِ۔ جمع۔ الْمَرَاتِقُ الْكَفَرَاتِ۔ واحد کفیاں۔ الْمَرَاتِقُ۔ وہ چیز جس سے سہارا لیں۔ وہ چیز جس سے نفع اٹھایا جائے۔ اسی سے ہے مَرَاتِقُ الدَّارِ۔ گھر کے منافع کی چیزیں۔ لوازمات خانہ جیسے کنواں۔ نلکا۔ باورچی خانہ۔ پائخانہ وغیرہ۔

= اَرْجُلَكُمْ۔ منصوب ہے لہذا اس کا عطف اَیْدِ نِکَمٌ پر ہے

= جُنُبًا۔ دور۔ اجنبی۔ جنبی۔ جَنْبٌ سے بمعنی دور رہنا۔ دور کرنا۔ جنبی جسے جنابت لائق ہو یعنی جس پر



وَنَحْوَهُ بِل كَا يَا اس جیسے سینگوں والے بانور کا سینگ سے مارنا۔

= السَّبْعُ - درندہ - واحد اسْبَعٌ وَسِبَاعٌ جمع -

= ذَكَيْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے ذبح کیا ذَكَّى الذَّيْحَةَ اس نے جانور کو ذبح کیا  
إِلَّا مَا ذَكَيْتُمْ (سوائے اس کے جسے تم ذبح کر لو) یہ استثنایا تو الغنخنة سے لے کر دَا  
اَكَلَ السَّبْعُ تک جتنے جانور مذکور ہوئے ہیں سب کے لئے ہے اور جمہور نے اسی معنی میں اس  
کو لیا ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے اگر اس جانور کو مرنے سے قبل ذبح کر لیا جائے تو وہ المنخنة  
الموقودة المتردية اور النطیحة کے معنی میں آتا ہی نہیں

یا یہ استثناء منقطع ہے جیسا کہ امام رازی نے تحریر کیا ہے کہ مذکورہ جانور حرام ہیں البتہ ان کے  
علاوہ جو حلال جانور تم ذبح کر لو وہ تمہارے لئے جائز ہیں۔

الکلی کا قول ہے کہ یہ استثناء صرف مَا اَكَلَ السَّبْعُ کے لئے ہے۔

= النَّصَبُ اسم مفرد - بُت - جمع نَصَبٌ بمعنی مَنْصُوبٌ مَا لِنَصَبٍ عَبْدٌ مِنْ دُونِ  
اللَّهِ (المعجم الوسيط)

نصب کرنا۔ گاڑنا۔ کعبہ کے ارد گرد پتھر گاڑے ہوئے تھے جن پر بعض بتوں کے نام پر قربانی  
کے جانور قربان کئے جاتے تھے اور ان کا خون ان پر چھڑکا جاتا تھا اور گوشت ان تپروں پر رکھا جاتا تھا  
= تَسْتَقْسِمُ - باب استفعال - تم قسمت معلوم کرو۔ تم بانٹو۔ تم تقسیم چاہو اِسْتَقْسَمَ  
بمعنی تقسیم کا خواستگار ہونا اور جوئے کے تیروں سے حصہ کی تقسیم چاہنا۔

= اَلْاِذْلَامُ - تیر - زَكَّ وَاحِد - اِزْلَام سے وہ تیر مراد ہیں جن کے ذریعے مشرکین عرب کسی ام  
کام کو کرنے یا نہ کرنے کے متعلق فیصلہ کرتے تھے۔ یہ تیر خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے کسی پر اَمْرِي دَبِّي  
اور کسی پر نَهْيِي دَبِّي لکھا ہوا ہوتا تھا۔

= فَسِقَ اسم فعل مصدر - گناہ - نافرمانی کرنا۔ حدود شریعت سے نکل جانا۔ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا وغیرہ  
= يَثِيْسُ - ماضی واحد مذکر غائب - وہ یثیوس ہوا۔ ناامید ہوا۔ (باب سمع)

= اضْطَرَّ ماضی مجہول واحد مذکر غائب - اضْطَرَّ اَرْسَ - وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ مجبور کیا گیا  
وہ لاچار کیا گیا۔ باب افتعال ضَرَّ اَرْسَ اصل میں اضْطَرَّ تھا تاہم کو ط میں تبدیل کیا گیا۔  
عام طور پر اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو ایسے امر پر مجبور کیا گیا ہو جسے وہ ناپسند  
کرتا ہو۔

= مَخْمَصَةٌ - اسم معنی المجاعة - بھوک۔ ایسی بھوک جس سے پیٹ پک بائے دَجُلٌ



غسل واجب ہو۔ جنبی کو جنب اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب تک وہ غسل نہ کرے نماز اور مسجد سے دور رہتا ہے۔ یہ لفظ واحد۔ تشنیہ۔ جمع۔ مذکر۔ مؤنث سب کے لئے یکساں بولا جاتا ہے۔

= الْغَالِطُ۔ قضائے حاجت کی جگہ۔ دیکھو ۴: ۴۳

= صَعِيدًا۔ زمین۔ خاک۔ دیکھو ۴: ۴۳

= حَرَجٌ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔ اصل میں حَرَج کے معنی ہیں کسی چیز کے مجتمع ہونے کی جگہ۔ ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو حرج کہا جاتا ہے۔

= مِيثَاقٍ۔ عہد۔ وَالْفَتْكُمُ بِهِ (جس کے پورا کرنے کے لئے) اس نے تم کو پابند کیا۔ وَثَاقٌ مَوَاقِفُ دَوَاقِعُ کسی کو کسی معاہدہ کا پابند کرنا۔ وَثَاقٌ۔ وَثَاقٌ۔ جمع وَثَقٌ۔ رسی۔ زنجیر۔ بندش۔ اخلاقی بندش اسی سے وثیقہ (اقرار نامہ۔ تحریری معاہدہ وغیرہ) اور وثیقہ نویس ہے۔

۵: ۸ = قَوَّامِينَ۔ جمع منصوب قَوَّامٌ واحد اگرچہ مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اسم فاعل کے معنی میں ہے انصاف کے لئے کھڑے ہونے والے۔ اللہ کے حقوق ادا کرنے کے لئے کھڑے ہونے والے۔ اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لئے کھڑے ہونے والے۔

اللہ میں مضاف محذوف ہے اس کی تقدیر یوں ہے قَوَّامُونَ لِحُقُوقِ اللہ۔ اولاد امر اللہ اولدین اللہ۔ اولعہد اللہ۔

= شَهِدَاءَ بِالْقِسْطِ۔ حال من الضمیر فی قَوَّامِينَ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا مومنو! انصاف کی گواہی دیتے ہوئے اللہ کے دین کے لئے یا اس کے حقوق کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔ یا پہلے فقرہ پر عطف ہو سکتا ہے۔ کو نوا شہداء بالقسط اور انصاف کے ساتھ سچی گواہی دینے والے بن جاؤ۔

= وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ۔ دیکھو ۵: ۲

۵: ۱۱ = هَمًّا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هَمٌّ مصدر۔ باب نصر۔ اس نے ارادہ کیا۔ هَمٌّ بمعنی ارادہ غم۔ جمع هُمُومٌ۔

= فَكَفَّ۔ اس نے روک دیا۔ كَفَّ مصدر باب نصر

۵: ۱۲ = لَعَنَّا۔ ہم نے بھیجے۔ ہم نے مقرر کئے۔ ہم نے اٹھائے۔

= نَقِيبًا۔ اسم منصوب۔ سردار۔ قوم کی طرف سے ایفائے عہد کے ذمہ دار۔ قوم کے حالات کی تفتیش کرنے والا۔ ہر ایک کی پوچھ گچھ کرنے والا۔

نقیب اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم کے صحیح حالات سے باخبر ہو۔ اور ان کی بہتری اور برتری کا ذمہ دار



اور ان کے کردار پر کڑی نظر رکھنے والا ہو۔

== وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ ۚ یہ خطاب نقیبوں سے ہے اس کی تقدیر یوں ہے وَقَالَ اللَّهُ لِلنَّبِيِّاءِ إِنِّي مَعَكُمْ ۚ اور بعض کے نزدیک اس کی مخاطب بنی اسرائیل کی ساری قوم ہے۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے کیونکہ ضمیر اکثر قریب ترین اسم ماسبق مذکور کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اس کے بعد کلام کی نئے سرے سے ابتدا ہوتی ہے اور لَئِنْ سے لے کر سَوَاءَ السَّبِيلِ تک کلام قوم بنی اسرائیل سے ہے۔

== لَئِنْ أَقَمْتُمْ سے لے کر قَرْضًا حَسَنًا تک شرط ہے۔ حوان پانچ امور پر مشتمل ہے اقام الصَّلَاةِ ايتاء الزكوة۔ ايمان بالرسول۔ تعذيب الرسول قرضہ حسنہ۔ اور لا كفرون سے لے کر الانها تک جواب شرط ہے۔

== عَزَّوَجَلَّ ۚ تم نے ان کی مدد کی۔ تم نے ان کو قوت پہنچائی۔ تم نے ان کی تعظیم کی۔ تعزیر سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ واو اشباع کا ہے یعنی میم ماقبل کی حرکت کو لمبا کرنے کے لئے۔

== لَا كَفَرْتُمْ ۚ میں محو کردوں گا۔ میں مٹا دوں گا۔ تَكْفِيرٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو اس طرح چھپا اور ڈھاپ دینے کے ہیں گویا وہ کبھی مٹتی ہی نہیں رہے۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔

== سَوَاءَ السَّبِيلِ ۚ سیدھی راہ۔ راہ مستقیمہ۔ ہدایت و رشد کی راہ۔

۱۳:۵ = فِيمَا ۚ میں باب سببیہ ہے اور مَا لَفْظًا زَائِدٌ اور مَا کلام میں قوت و زور پیدا کرنے کے لئے ہے۔

== نَقَضَهُمْ ۚ ان کا (عہد شکنی کرنا۔ نَقَضَ مصدر۔ نقض ینقض (نصر) توڑ دینا۔

== لَعَنَهُمْ ۚ ماضی جمع متکلم۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب لَعَنَ مصدر (باب فتح) ہم نے لعنت کی ہم نے رحمت سے دور کر دیا۔

اللَّعْنُ الْإِبْعَادُ مِنَ الرَّحْمَةِ ۚ لعنت رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں

== قَسِيَةً ۚ اسم فاعل واحد مؤنث۔ سخت دل۔ سنگدل۔ ایسے کہ ایمان کے لئے نرم نہیں پڑتے

== خَائِنَةٌ ۚ اس کی مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں۔

۱۔ یہ مصدر ہے بمعنی خیانت، دغا۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ تمہیں متواتر ان کی طرف سے خیانت کے ارتکاب کی اطلاع ہوتی رہے گی۔

۲۔ یہ اسم فاعل ہے اصل میں خَائِنٌ متھا۔ مبالغہ کے لئے آئی ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے تمہیں ہمیشہ ان میں سے کسی بڑے خائن کا علم ہوتا رہے گا۔

۳۔ خَائِنَةٌ صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے گویا آیت کی تقدیر یوں ہے۔ ولا تزال تطلع على خائنة منهم ۚ اور آپ کو اکثر ان میں سے کسی نہ کسی خیانت کرنے والی جہات



کی اطلاع ملتی رہیگی۔

= لَا تَزَالُ۔ افعال ناقص میں سے ہے۔ تو ہمیشہ رہیگا۔ فاعل کے ساتھ استمرار فعل کے معنی دیتا ہے۔  
= تَطَّلِعُ۔ تو خبردار ہوگا۔ تو اطلاع پائے گا۔ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ۔ تو ہمیشہ اطلاع پاتا رہیگا۔ تجھے متواتر اطلاع ملتی رہیگی۔

= وَاصْفَحْ۔ تو درگزر کر۔ صَفَحَ۔ (باب فتم) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

۱۴:۵ = فَأَعْرَبْنَا۔ ماضی جمع مکمل۔ ہم نے لگادی۔ ہم نے چسپاں کردی۔ ہم نے ڈال دی۔  
اعْرَاءُ سے جس کے معنی لگائیے۔ ڈالنے۔ رغبت دلانے اور چسپاں کرنے کے ہیں۔ مادہ غری  
اعْرَىٰ بَيْنَ الْقَوْمِ۔ ای افسد۔ اور اَعْرَى الْعِدَادَةَ بَيْنَهُمْ ای اَلْقَى الْعِدَادَةَ بَيْنَهُمْ۔

قرطبی نے الاعْرَاءَ بالشيء کا مطلب الالتصاق من جهة التسليط عليه لکھا ہے کسی چیز کا  
اس طرف سے چسپاں کرنا جس طرف جوڑنے والی چیز لگی ہوئی ہو۔

۱۵:۵ = يَعْضُوا۔ مضارع واحد مذکر غائب عَضُوْا سے وہ معاف کرتا ہے۔ اس فعل کا فاعل  
رَسُولُنَا ہے

= نُورٌ۔ سے مراد رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن بھی ہے۔

۱۶:۵ = سُبُلَ السَّلَامِ۔ سلامتی کی راہیں۔ يَهْدِيْ کا مفعول ہے۔ اور يَهْدِيْ بِد میں ضمیر  
ہے کِتَابُ مُبِينٍ۔ کی طرف راجع ہے۔

= بِأَذْنِهِ۔ بِتَوْفِيقِهِ۔ وبادادتہ۔

۱۸:۵ = الْمَصِيرُ۔ صَارَ يَصِيرُ (ضَرْب) سے اسم طرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا قرار گاہ  
الْمَصِيرُ۔ مصدر بھی ہے۔

۱۹:۵۔ عَلَىٰ فِتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ۔ فِتْرَةٌ۔ اسم فعل۔ مصدر۔

دھیمہ ہو جانا۔ سست ہو جانا۔ کسی نبی کی شریعت کا دھیمہ پڑ جانا۔ اور آئندہ نبی کا اس وقت تک مبعوث  
نہ ہونا۔ دونوں کے درمیانی وقفہ کو فِتْرَةٌ کہتے ہیں۔ جب کوئی چیز چلتے چلتے رک جائے تو کہتے ہیں کہ  
فِتْرَ الشَّيْءِ اور اگر کوئی کام پہلے بڑی سرگرمی سے ہو رہا ہو اور پھر وہ بند ہو جائے تو اس کے لئے بھی فِتْرَ کا  
استعمال ہوتا ہے۔ اور دونوں کے درمیانی زمانہ کو فِتْرَةٌ کہتے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے۔ یعنی نبیوں کے  
مدتوں تک آنے کے بعد۔

أَنْ۔ مبادا۔

۲۱:۵ = لَا تَرْتَدُّوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت پھرو۔ تم مت لوٹ جاؤ۔ اَرْتَدُّوا (افتعال)



مبھرجانا۔ لوٹ جانا۔

= علیٰ اذ بارکتم اذ بار جمع دُبر کی ہے بمعنی پیٹھ۔ پیٹھ دے کر مھرجانا۔ پیٹھ مھرجانا۔

= فتقلبوا۔ ف اول الذکر فعل کے انجام کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے

تقلبوا۔ تم مھرو گے۔ تم لوٹو گے۔ یعنی پیٹھ مھیر کر مڑنا جاؤ ورنہ انجام اس کا یہ ہوگا کہ تم خسارہ کھانے والے بن کر لوٹو گے۔

۲۳:۵ = یَخَافُونَ اِی یَخَافُونَ اللہ۔ اللہ سے ڈرنے والے۔

= اَنَعَمَ اللہ عَلَیْہِمَا۔ یہ ان دو آدمیوں کی صفت ہے یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور وفاء عہد کی نعمت سے نوازا تھا۔

= اَدْخَلُوا عَلَیْہِمُ الْبَابَ۔ اِی اَدْخَلُوا الْبَابَ عَلَیْہِم ان پر (چڑھائی کرتے ہوئے) دروازے سے داخل ہو جاؤ۔

۲۶:۵ = فَاِنَّہَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث الارض المقدسة (آیہ: ۲۱) کی طرف راجع ہے

= یَتَّيَمُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَاہَ یَتَّيَمُ تَتَّيَمُ (ضَرْبٌ) وَتَتَّيَمَانَا مصدر۔ سرگرداں گھومتے رہیں گے۔ یَتَّيَمُ۔ لوق ووق بیابان۔ وہ بیابان جس میں مسافر گم ہو جائے۔

= فَلَا تَأْسَ۔ (باب سَمِع) تو غم نہ کھا۔ اصل میں تَأْسَی (اَسَی بمعنی غمگین ہونا سے) تھا لام نہی کے آنے سے آخر سے ی گری گئی۔

۲۷:۵ = وَاَنْتَلُ۔ اِی دانتل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَنْتَلُ۔ تو پڑھ تو تلاوت کر۔ تو پڑھ کر سنا۔ تِلَادَةٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

= عَلَیْہِم۔ میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب اہل یہود کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ انہیں رنج تھا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے ان کو نبی بنا کر کیوں بھیجا گیا

= قَرَّبَا قُرْبَانًا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب تَقَرَّبَا۔ مصدر۔ دونوں نے قربانی دی۔ تَقَرَّبَا

پیش کرنا۔ نزدیک لانا۔ قرب حاصل ہونے کی امید پر پھینٹ دینا۔ تقرب کا مادہ قُرْبٌ ہے

قربان اس چیز کو کہتے ہیں جو قرب خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہو۔ خواہ کوئی چیز ہو جاندار ہو یا بے جان یا

اعمال صالحہ اسلامی عرف میں اس ذبیحہ کو قربان کہا جاتا ہے جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے

ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع قربانیں ہیں۔

۲۸:۵ = بَسَطْتَ الْيَدَ۔ تو نے میری طرف (ہاتھ) بڑھایا۔ تو نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ (یعنی مارنے

یا حملہ کرنے کے لئے)



۲۹:۵ = تَبَوَّأَ - تو حاصل کرے۔ تو سمیٹے۔ تو کماٹے۔ تو لوٹے۔ تو پھر جائے۔ بَاءَ يَبُوْءُ  
کَبُوْءٌ۔ اِدْ كَبُوْءٌ۔

= اَنْ تَبُوْءَ بِاِثْمِيْ دَاثِمُكَ (کہ تو ہی سمیٹ لے میرا گناہ اور اپنا گناہ) تیرا گناہ یعنی میرا  
قتل اور میرا گناہ۔ اس نقصان کا گناہ جو اپنی جان بچانے کی کوشش کرتے ہوئے میرے ہاتھ سے  
تجھے پہنچ جائے۔ (تفہیم القرآن) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بِاِثْمِيْ سے مراد بجذ مضاف بِاِثْمِ  
قَتْلِيْ (میرے قتل کرنے کا گناہ) یعنی اپنے سابقہ گناہوں میں تو میرے اس قتل کا گناہ بھی شامل  
کر لے۔ یا بِاِثْمِيْ سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے سابقہ کردہ گناہ بھی تیرے کندھوں پر ہی  
پڑ جائیں۔ اور مظلومیت کی وجہ سے ان کا بوجھ میرے کندھوں سے تیرے کندھوں پر چلا جائے  
اور میرا قتل میرے گناہوں کا کفارہ بن جائے۔

۳۰:۵ = طَوَّعَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ تطويع (تفخيل) سے اس (کے نفس) نے رغبت  
دلائی۔ اس نے راضی کر لیا۔ اس نے آمادہ کر لیا۔ اس نے آسان کر دیا۔

اس کے نفس نے تسویل و ترغیب سے اس پر آمادہ کر لیا اور وہ اس کام کے کرنے پر رضامند ہو گیا  
۳۱:۵ = فَبَعَثَ اللّٰهُ عُرَاۤءَہَا۔ پس بھیجا اللہ نے ایک کُوا۔ فَاِسْ فَقْرَہ میں محذوف عبارت  
پر دلالت کرتا ہے۔ علماء نے مابعد کے فقرہ لِيُرِيْدَ كَيْفَ يُوَارِي سَوَآةَ اَخِيْہ (تاکہ وہ اسے  
دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے) سے استدلال کیا ہے کہ ہابیل کے قتل کے بعد قابل  
کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو مردار خور جانوروں درندوں پرندوں سے کیسے محفوظ کرے۔  
اسی الجھن میں وہ لاش کو کئی دن اٹھائے پھرتا رہا۔ تا آنکہ اللہ نے کوؤں کا ایک جوڑا بھیجا ایک کوئے نے  
دوسرے کوئے کو مار دیا اور پھر اپنی چوہنج اور پنجوں سے زمین کو کھود کر اس گڑھے میں مردہ کوئے کو دفن کر دیا  
= يَبْعَثُ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَعَثُ مصدر باب فتح سے بمعنی کریدنا۔ کھودنا۔ تلاش کرنا۔  
اسی سے بحث مشتق ہے کہ بحث میں بھی مختلف پہلوؤں کو لا کر اصلی نکتہ کو تلاش کیا جاتا ہے۔

= لِيُرِيْدَ۔ (تاکہ اسے دکھائے) میں ضمیر مفعول واحد مذکر تو صاف طور پر تاویل کی طرف راجع ہے  
لیکن ضمیر فاعل اللہ کی طرف یا کوئے کی طرف راجع ہو سکتی ہے۔

= يُوَارِي۔ مضارع واحد مذکر غائب وَاِرِيْ مُوَارَاةٌ (مفاعلة) وہ چھپائے وہ چھپاتا  
ہے۔ تَوَارِيْ چھپ جانا۔ جیسے حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ط (۳۲:۳۸) یہاں تک کہ (آفتاب) پردے  
میں چھپ گیا۔ اَلْوَرَاۤءُ۔ پیچھے۔ پچھلی جانب۔ خلف۔ جیسے دَمِنْ دَوَّآءٍ اِسْحَاقَ لِعَقُوْبٍ ط  
(۱۱-۱۲) اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی۔



= سَوَاءٌ - لاش - عیب - فضیحت - مرد و عورت کی شرمگاہ کو بھی کہتے ہیں مادہ سَوَّءٌ۔  
الْكَسُوفُ - ہر وہ چیز جو انسان کو غم میں مبتلا کر دے اسے سُوء کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ امور دنیوی کے قبیل  
سے ہو یا آخری کے۔ اور عام اس سے کہ اس کا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے۔

= يَادَيْلَتِي مضاف مضاف الیہ اصل میں يَادَيْلَتِي تھا۔ ہائے میری بربادی۔ لیکن ندا کے وقت  
افسوس اور حسرت کی آواز کھینچنے کے لئے ی کو الف سے بدل دیا۔ اور اس کے ماقبل کو یعنی ت کو  
فتح دیدیا۔ اس طرح یَوْنَلْتَا ہو گیا لیکن ضمیر داند متکلم کو ظاہر کرنے کے لئے ی کو بدستور رکھ کر الف کو  
اس کے اوپر لگادیا۔

وَيْلٌ هَلَاكٌ بَرَبَادَى - عذاب کی شدت - عذاب دوزخ کی ایک دادی - وَیْلٌ رَسُوَالِی  
بتاہی - کلمہ حسرت و ندامت -

= اَعْجَزْتُ - میں عاجز رہا - میں قاصر رہا (میں تو اس سے بھی قاصر رہا کہ اس کو بے کی مانند ہی ہوتا)  
= اَجَلَ - مصدر ہے اَجَلَ کا - واسطے - غرض - سبب - وجہ - مِنْ اَجَلَ ذَلِكْ - اسی وجہ سے -  
بایں سبب -

۳۲:۲۵ = مُسْرِخُونَ - اِسْرَافٌ سے حد اعتدال یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے - بجا صرف  
کرنے والے -

۳۳:۵ - يُنْفَوْا - مضارع مجہول جمع مذکر غائب نَفَى مصدر (باب ضَوَب) نَفَى يَنْفِي - يُنْفَوْنَ  
ان کو نکال دیا جائے۔ نَفَى التَّوْحُلَ مِنْ بَلَدٍ - آدمی کو اس کے شہر سے شہر بدر کرنا۔  
۳۴:۵ = تَقْدِرُوا عَلَیْهِمْ - تم ان پر قادر ہو جاؤ۔ تم ان پر قابو پاؤ، تم ان پر قدرت حاصل کر لو (باب  
ضرب) مضارع جمع مذکر ماضی

۳۶:۵ = لِيَقْتَدُوا بِہِ - کہ اس کو قدیہ کے طور پر ادا کریں (تاکہ روز قیامت کے عذاب سے نجات  
حاصل کریں -

۳۸:۵ = كَسَبَا - ماضی تثنیہ مذکر غائب - ان دونوں نے کمایا۔

= نَكَالًا - اسم منصوب - عبرت - عبرتناک سزا دینا۔ نَكَلٌ يُنْكَلُ تَنْكِيلًا (تفعیل) رسوا کرنا۔  
بھگا دینا۔ اپنے سے ایک طرف کر دینا

۴۰:۵ = لَا يَحْزُنُكَ - تجھے رنجیدہ نہ کرے۔ تجھے دلگیر نہ کرے۔

= يُسَارِعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - مُسَارِعَةٌ (مفاعلة) مصدر - جو ایک دوسرے کے  
ساتھ دوڑ لگاتے ہیں اس میں دو گروہوں کا ذکر ہے الذین یسارعون فی الکفر اور الذین ھٰ



اور اگر ایک ہی گروہ مثلاً الذین یسارعون فی الکفر مراد ہے تو پھر اس گروہ کے آدمیوں کا آپس میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کے لئے دوڑ لگانا ہے۔

= سَمْعُونَ - خوب کان لگا کر سننے والے جاسوس۔ سَمْعٌ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر سَمَاعٌ کی جمع۔ خوب کان لگا کر سنا۔ کبھی تو نقص بینی اور جاسوسی کے لئے ہوتا ہے اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کے لئے۔ چنانچہ سَمَاعٌ کا استعمال جاسوس اور مطیع دونوں کے لئے ہوتا ہے، یہاں بھی دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ بعض مفسرین نے پہلے معنی اختیار کئے ہیں اور بعض نے دوسرے

= لِّلْكَذِّبِ میں لام تعلیل معنی "کو" بھی آسکتا ہے اور معنی "کے" لئے "بھی"۔

اول الذکر میں اس کا مطلب ہو گا کہ وہ ہر قسم کے جھوٹ اور افتراء کو خوب کان لگا کر سنتے ہیں جو اسلام کے خلاف ہو۔ اور مؤخر الذکر میں: کہ وہ کان لگا کر سنتے ہیں تاکہ نقص بینی سے کام لے کر اس میں کذب و افتراء کی آمیزش کر کے آگے سنائیں۔

= يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ - يُحَرِّفُونَ مضارع تحریف (تفعیل) سے۔ بدل دیتے ہیں۔ بگاڑ دیتے ہیں۔ اَلْكَلِمَ جمع ہے اَلْكَلِمَةُ کی۔ کلمہ کا صحیح ترجمہ بات ہے۔ حوقولی بھی ہو سکتی ہے جیسے میری بات سنو! اور فعلی بھی جیسے یہ بات کرو۔

یہاں بات قول کے معنوں میں ہے اور سے صریحاً اس سے مراد کلام اللہ ہے اللہ کی کلام یا اللہ کے احکام جن سے مراد وہ کلام یا احکام مراد ہیں جو تورات میں موجود تھے جیسا کہ آیت ۵: ۱۳ (اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۳ سے مترشح ہے) توفیق کا مطلب ہوا کہ یہ لوگ اللہ کے کلام میں تحریف کر دیتے ہیں = مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ فقرہ ماقبل کی تشریح میں آیا ہے یعنی یہ تحریف الفاظ کو یا احکام کو اپنی صحیح جگہ سے ادھر ادھر کر کے کرتے ہیں۔

مَوَاضِعِهِ مضاف مضاف الیه ہے اور ہ کی ضمیر اَلْكَلِمَ کی طرف راجع ہے۔ مَوَاضِعُ جمع ہے مَوَاضِعُ کی جو اسم ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے اور اسم ظرف زمان بھی جیسا کہ عبد اللہ یوسف علی نے لیا، آیت ۵: ۱۳ میں يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ استعمال ہوئے ہیں اور آیت ہذا میں مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ لفظ بعد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مواضع ایک مخصوص حالت اختیار کر چکے ہیں۔ یا تو اللہ کی جانب سے ان کا صحیح محل متعین ہو چکا ہے۔ جیسا کہ مدارک التنزیل میں ہے: یمیلونہ عَنْ مَوَاضِعِهِ الَّتِي وَضَعَهُ اللَّهُ فِيهَا۔ علیحدہ کر دیتے ہیں کلام کو اس کے صحیح مقام سے جس میں اللہ نے اس کو متعین کیا ہے۔ یا بَعْدِ کے بعد لفظ عِلْمٌ محذوف ہے۔ کہ مواضع کے صحیح محل کا علم ہوتے ہوئے بھی کلام کو ان مواضع سے بدل دیتے ہیں جیسا کہ مولوی محمد علی نے ترجمہ کیا ہے۔



اس آیت میں وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا کے شروع اور آخر میں علامت شیخ واقع ہوئی ہے یہ وقف معانقہ کی علامت ہے۔ تفصیل کے لئے ۲:۲ لفظِ فِیْہِ ملاحظہ ہو۔

اگر قُلُوْا بُہْمَہُ پر وقف کریں تو وَمِنَ الَّذِينَ سے نیا جملہ شروع ہو گا۔ اور یہ بیان فَاَحْذَرُوا تک چلا جائے گا۔ اور اگر الَّذِينَ هَادُوا پر وقف کریں تو مابعد کی عبارت فَاَحْذَرُوا تک الَّذِينَ لِبَسَارِہُمُوتَ اور وَالَّذِينَ هَادُوا ہر دو کے متعلق ہوگی۔ یہی جمہور علماء و مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ ازاں بعد مَنْ یُّرِیْدِ اللّٰہُ سے لے کر مِنْ اللّٰہِ شَیْئًا تک جملہ معترضہ ہے۔ اور اُولَئِكَ الَّذِينَ سے لے کر عَذَابٌ عَظِیْمٌ تک ان ہر دو گروہوں کی سزا مذکور ہے۔

= اِنْ اَوْ تَیْسَتُمْ هٰذَا۔ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے (جو ہم تمہیں بتاتے ہیں) اِنْ لَّمْ تَتَّقُوْہُ اور اگر یہ حکم (جو ہم نے بتایا ہے) تم کو نہ دیا جائے۔

= فَاَحْذَرُوا۔ تم بچ جاؤ۔ تم ڈرو (نہ مانو) (باب سمع) حَذَرٌ سے جس کے معنی کسی خوف کی بات ڈرنے اور بچنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= یَقُوْلُوْنَ ..... فَاَحْذَرُوا۔ صاحب مبیاء القرآن نے الکشاف کے حوالہ سے ایک خاص واقعہ بیان کیا ہے جس کی طرف اس فقرہ میں اشارہ کیا جا رہا ہے مختصراً :

خیبر کے دو اعلیٰ خاندانوں کے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا۔ توراۃ میں مندرجہ احکام کے مطابق علماء یہود نے ان کو رجم کرنا مناسب نہ سمجھا اور ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حکم کے لئے بھیجا۔ اور ان کو ہدایت کی کہ اگر حضور ڈرے لگانے اور منہ کالا کرنے کا حکم دیں تو مان لینا اور اگر رجم کا حکم دیں تو انکار کر دینا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے عالم صوریہ کو حکم بنا کر تورات کا حکم ان پر صادر فرمایا اور ان کو مدینہ میں رجم کیا گیا۔

آیت کے مختلف جزویات کی تشریح کے بعد اس کا ترجمہ مطابق جمہور علماء یوں ہو گا :

اے رسول جو منافقین زبانی ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن دل سے ایمان نہیں لائے یا جو یہودی بن گئے ہیں ان ہر دو میں سے ان لوگوں پر تو غمگین اور دل گیر نہ ہو جو کفر کی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگا رہے ہیں یہ لوگ بڑے کان لگا کر تجھے سنتے ہیں کہ بعد میں اس میں کذب و افتراء کی آمیزش کریں۔ اور آگے ان لوگوں کو جا کر سنائیں جو ابھی تک تیرے پاس خود نہیں پہنچے یہ لوگ کتاب اللہ کے الفاظ اور معانی کو ان کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل مواضع سے بدل کر بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں ایسا حکم دیا جائے جیسا کہ ہم نے بتایا ہے



تو اس کو قبول کر لو۔ اور اگر اس سے مختلف ہے تو قبول نہ کرنا۔

مختلف الفاظ کے جو مختلف معنی اور تشریح میں بیان ہوئے ہیں ان کے مطابق بھی معانی درست ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ الفاظ کا انتخاب اور پھر ان کی ترکیب استعمال مہلہ مندرجہ بالا معانی کو شامل ہے اور یہی کلام کا اعجاز ہے۔

= فِتْنَةٌ - اس کا فتنہ اس کی آزمائش، اس کا امتحان۔ فتنہ۔ نیز بمعنی عذاب۔ بربادی۔ فساد  
۴۲:۵ = اَكْلُوْنَ - بڑے کھانے والے۔ اَكْلٌ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر ہے

= لِلشُّحِّ - سُحٌّ - حرام۔

۴۳:۵ = يُحْكِمُوْنَكَ - تحکیم (تفعیل) مصدر وہ آپ کو منصف بناتے ہیں۔ وہ آپ سے فیصلہ کراتے ہیں۔ کیف یحکمونک۔ وہ کیسے آپ کو منصف بناتے ہیں جبکہ..... اس میں بھی اشارہ ہے مندرجہ بالا واقعہ زنا کا۔ (۴۱:۵)

۴۴:۵ = اَسْلَمُوْا - وہ تابع ہوئے۔ وہ حکم بردار ہوئے۔ یعنی تورات کے احکام کے خود بھی فرماں بردار تھے۔ اور لوگوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے رہے۔

یہاں نبیین سے مراد وہ انبیاء ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے اور ان کی اپنی الگ کتاب یا شرع نہ تھی۔

= الرَّبِّيُّوْنَ - زائد۔ خدا پرست۔ درویش۔ اللہ والے۔ مربی۔ مرشد۔ سریانی لفظ ہے اہل عرب کے کلام میں قلیل الوجود ہے۔

بعض کا نیال ہے کہ رب کی طرف منسوب ہے۔ بعض کے نزدیک رب مصدر کی طرف منسوب ہے یعنی ربانی وہ ہے کہ بر علم کی پرورش کرے۔ یا علم کے ذریعے اپنے نفس کی تربیت کرے۔

= اَحْبَارٌ - حَبْرٌ کی جمع۔ علماء۔

رَبِّيُّوْنَ اور اَحْبَارٌ کا عطف النَّبِيِّوْنَ پر ہے۔

یعنی اس کے مطابق حکم بردار مسلمان۔ انبیاء ربانیوں اور اجار یہودیوں کو پیروی کی تلقین کرتے رہے۔ یا اس کے مطابق فیصلے دیتے تھے۔

= اَسْتَحْفِظُوْا - باب استفعال۔ ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب۔ وہ مگر ان کھڑائے گئے اِسْتَحْفَظُوا - نگہبان بنانا

= النَّبِيِّوْنَ - الرَّبِّيُّوْنَ - اَلْاَحْبَارُ - ہر فعل یَحْكُمُ کے فاعل ہیں۔

بِمَا اَسْتَحْفِظُوْا - صرف ربانیوں اور اجار کے لئے آیا ہے۔ النَّبِيِّوْنَ کی صفت اَسْلَمُوْا



سے پیشتر ازیں کر دی گئی ہے۔

لیکن بعض نے اسے ہر سہ گروہ کے لئے لیا ہے کیونکہ کتاب اللہ کی حفاظت ان سب کے ذمہ کی گئی تھی۔

== فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ ..... قَلِيلًا - اس میں مسلمانوں کو بھی تنبیہ کی جا رہی ہے کہ مسلمان یہود کی طرح بادشاہوں اور امیروں سے ڈر کر تم بھی قرآن کے معانی میں ہیر پھیر شروع نہ کر دینا بلکہ ان ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔

۴۵:۵ = فِيهَا مِثْرَةٌ مِمَّا نَزَّلَ اللَّهُ فِي الْكِتَابِ لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ لَمْ يَرْجِعُوا إِلَى اللَّهِ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔

= الْجُرُوحُ - جُرْحُ کی جمع - زخم۔

= قِصَاصٌ - بدلہ - ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ - قتل کا بدلہ قتل - عضو کا بدلہ عضو۔

= تَصَدَّقَ - اس نے خیرات کی - اس نے بخش دیا - ماضی معروف (تفعل) واحد مذکر غائب۔

إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ (۸۸:۱۲) خدا خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے - رَأَتْ

تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ (۲۸۰:۲) اور اگر (زر قرض) بخش دو تو تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔

= كَفَّارَةٌ - گناہ کا شرعی اتار - الْكَفَّارَةُ - جو چیز گناہ کو دور کر دے اور اسے ڈھاپ دے

اسے کفارہ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے ذَلِكْ كَفَّارَةٌ لِّأَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ (۸۹:۵) یہ تمہاری

قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ۔

۴۶:۵ = قَفَّيْنَا - ماضی معروف جمع مکمل - تَقْفِيَةً (تفعیل) مصدر - پیچھے بھیجنا - پیچھے کر دینا

اس کا مادہ قُفَا ہے - معنی گردن اور سر کا پچھلا حصہ - قُفُوٌ - قُفُوٌ - کسی کے پیچھے چلنا - پیروی کرنا

(اس معنی میں باب نصر سے مستعمل ہے)

تَقْفِيَةً دو مفعول چاہتا ہے - جیسے قَفَّيْتُ زَيْدًا أَعْمَرًا - میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیج دیا

کبھی مفعول دوم پر ب آتا ہے - جیسا کہ آیت ہذا میں ہے قَفَّيْنَا بِعِيسَى - او (ان کے پیچھے) ہم

عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔

= عَلَى أَثَرِهِمْ - ان کے نقش قدم پر - ان کے پیچھے پیچھے۔

۴۷:۵ = وَلِيَحْكُمَ - پس چاہئے کہ وہ ضرور فیصلے کریں - یا حکم دیں - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب

۴۸:۵ = مُهَيِّمِنًا - مُهَيِّمِنًا - اسم فاعل واحد مذکر منصوب - بمعنی نگران - مشاہد مُهَيِّمِنًا

مصدر - نگرانی کرنا - حفاظت کرنا - هَمَمَ - مَادَهُ - الْمُهَيِّمِينَ - اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے



نگران۔ حفاظت کرنے والا۔ مخلوق کے اعمال و ارزاق و آجال کا کفیل و ذمہ دار۔

= عَمَّا۔ جس چیز سے۔ اصل میں عَنْ مِمَّا تھا۔ نون کو میم میں مدغم کیا گیا۔

= لَا تَتَّبِعْ۔ تو اتباع نہ کر تو پیروی نہ کر

= وَلَا تَتَّبِعْ ..... مِنَ الْحَقِّ۔ اور اس حق بات سے جو تمہارے پاس آگئی ہے پھر گمان کی

خواہشات کا اتباع نہ کر۔ (اگرچہ خطاب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن یہاں مخاطب سے دوسرے لوگ مراد لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا ان کی خواہشات کا اتباع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

= كُلُّ۔ ہر ایک کے لئے۔ لِكُلِّ مِّنْكُمْ۔ تم میں سے ہر امت کے لئے۔ مراد امت موسیٰ و امت عیسیٰ و امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم اجمعین۔

= شِرْعَةً۔ بمعنی شریعت۔ لغت میں شریعت اس راستے کو کہتے ہیں جو پانی کی طرف لے جاتا ہو۔ اسی مناسبت سے شرع و شریعت اس راستہ کو کہا جاتا ہے جو نجات دارین کی طرف راہنمائی کرتا ہو۔ اسی سے شمار ہوتا ہے مام راستہ۔ شرک ہے۔

= مِنْهَاجٌ۔ کھلا راستہ۔ واقع اور روشن راستہ۔ نہج مصدر۔ (باب فتح) لازم و متعدی و نون کے لئے آتا ہے۔ نَهَجٌ۔ مَنَهَجٌ و مَنَهَاجٌ۔ تینوں ہم معنی ہیں۔

بعض کے نزدیک دونوں (شرع و منہاج) کے معنی طریق کے ہیں۔ اور طریق سے یہاں مراد دین ہی ہے۔ لیکن جب لفظ مختلف ہوں تو متحد الفاظ کو تاکید کے لئے اکٹھا لایا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس کے نزدیک شرع وہ ہے جس کو قرآن لے کر آیا ہو اور منہاج وہ سبیل یا راستہ جو منت میں وارد ہوا ہے۔

= فَاسْتَبَقُوا الْخَيْرَاتِ۔ پس تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ فتح محذوف باریت پر دلالت کرتا ہے یعنی تم ان باریکیوں اور جھگڑوں میں مت پڑو۔ بلکہ اللہ کے اس آخری دین۔ آخری

تاب اور آخری رسول پر ایمان لا کر نیکی کے میدان میں ایک دوسرے سے بازی یگانے کی کوشش کرو۔

۴۹:۱ = اَنْ يَفْتِنُوْكَ۔ اَنْ۔ بمعنی مبادا۔ ایسا نہ ہو کہ۔ يَفْتِنُوْكَ۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب مَنَّ سے۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں۔

= خَاِنٌ تَوَلَّوْا۔ (پس اگر وہ منہ پھیر لیں) سے مراد مخالفین اسلام ہیں۔ یعنی سداگر بار بار نپو و نصاب رفتہ نش و تنبیہ کے باوجود وہ اپنی اصلاح پر آمادہ نہ ہوں۔

۵۱:۱ = يَكُوْهُمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَلَّوْا (تَفَعَّلُ) اصل میں يَتَوَلَّوْا تھا۔ ضمیر ہُم کے آنے سے ی گری گئی۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جو ان سے محبت کرتا ہے۔ دوستی کرتا ہے



دل بتاتا ہے۔ نہ دڑنا۔ پیٹھ پھینا۔ اعراض کرنا کے محو میں بھی آتا ہے۔

۵۲:۵ = يُسَارِعُونَ فِي سُبُوتِ يَوْمِهِمْ الَّذِي يَسَارِعُونَ فِيهِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ وَمَوَالِدُهُمْ لَا يَسْرِعُونَ فِيهِمْ شَرٌّ وَلَيْسَ بِهِ - اپنی یہود کی محبت اور دوستی کی طرف دوڑ دڑ کر جاتے تھے کیونکہ وہ اہل ثروت اور اہل دولت تھے۔

= دَائِرَةٌ - گردش۔ مصیبت۔ دَوْدُسُ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ جس کے معنی چکر لگانا اور پھر مصیبت۔ گردش زور، ذکر بھی دائرہ یا دارہ کہہ دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَيَتْرِكُوكُمْ فِي الدَّاءِ عَلَيْهِم دَائِرَةُ السُّرُورِ (۹۸:۹) وہ تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں ان ہی پر بڑی مصیبت واقع ہو۔  
= اسْتَوْفَا - ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے چھپایا۔ اسْتَوَافَا سے

۵۳:۵ = جَعَلْنَا آيَاتِنَا فِيهِمْ سَخَطَ بَعْضٍ سَخَطِ الْقَوْمِ الْأَوَّلِينَ - بہت کڑی قسمیں۔ بڑی بچی قسمیں۔

۵۴:۵ = آذِلَّةٌ - نرم دل۔ کمزور۔ ذلیل۔ ذَلِيلٌ کی جمع قلت۔

ذَلِيلٌ کے معنی کبھی تو متواضع اور نرم دل کے ہوتے ہیں۔ (جیسا کہ یہاں مراد ہے) اور کبھی کمزور اور ذلیل کے۔

= اَعِزَّةٌ - زبردست۔ سخت (جیسا کہ یہاں مراد ہے) عزت والے۔ عزیز کی جمع۔

= لَوْمَةً لَّا تُبِيرُ - لَّا مَ يَكُونُ (نَسَوْنَهُ) لَوْمَةً مصدر۔ کسی چیز کو بُرا سمجھ کر ملامت کرنا (خواہ وہ چیز بری ہو یا نہ ہو) لَائِمٌ اسم فاعل واحد مذکر۔

۵۵:۵ = وَلِيَّكُمْ - تمہارا دوست۔ تمہارا مددگار۔

= يَتَوَلَّ - دیکھو ۵۵:۵۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ دوست رکھتا ہے۔

۵۹:۵ = تَنْقِمُونَ مِمَّا - تَنْقِمُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم انکار کرتے ہو۔ تم بے رحمیت سے۔

تم عیب دیتے ہو ہم کو۔ نَقَمٌ سے۔ اِنْشَقَمَ مِنْهُ - کسی سے بے رحمیت کسی میں عیب نکالنا۔ کسی سے

بدل لینا۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاسْرَفْنَا مَنَافِعَ الْيَوْمِ (۳۶:۴) تو ہم نے ان سے بدلہ لیکر چھوڑا

کہ ان کو دریا میں غرق کر دیا۔

= هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا - ..... الخ کیا تم ہم میں عیب نکالتے ہو یا ہم سے نفرت کرتے ہو۔ کیونکہ

ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

= دَاثَ الْكَثْرَ كُمْ فَيَقُوبَ (اور تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں) کا عطف اَنْ اَمْثَا پر ہے۔

واو حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اکثریت تم میں سے فاسقوں کی ہے۔ (لہذا تم کس بل بوجھو)



ہم میں عیب نکالتے ہو) باوجود اس کے کہ تم میں سے اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں۔ سحانوی (۶۰:۵) = اُنْبِئْكُمْ - میں تم کو بتاؤں - بَدِئْتُهُ سے مضارع واحد متکلم - کُنْتُ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول -

= مَتَّوْبَةٌ - بدلہ جزا ثواب - مَتَّوْبَةٌ باعتبار جزا و سزا یا ثواب کے بطور ثواب کے بحیثیت ثواب کے لغوی حیثیت سے ثواب اچھے اور برے دونوں قسم کے اعمال کی جزا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن عرف عام میں زیادہ تر نیک اعمال کی جزا کے لئے مستعمل ہے۔

= هَلْ اُنْبِئْكُمْ - ... عِنْدَ اللَّهِ - اللہ کے نزدیک جزا یا سزا پانے کے لحاظ سے ان میں سے کون بُرا ہے۔

ذٰلِكَ کا اشارہ کس کی طرف ہے اس میں مختلف بیانات ہیں۔

صاحب تفہیم القرآن نے اس کا مشار الیہ فَاَسْقُوْتَ لیا ہے اور ترجمہ کیا ہے کیا میں ان لوگوں کی نشاندہی کروں جن کا انجام خدا کے ہاں فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے۔

ابن کثیر نے ذٰلِكَ سے مراد فاسقین کا یہ گمان لیا ہے جو وہ اہل ایمان کے متعلق رکھتے تھے کہ غلط راستہ پر ہیں اور ترجمہ یوں کیا ہے۔

”تم جو ہماری نسبت گمان رکھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ خدا کے پاس بدلہ پانے میں کون بدتر ہے۔“

قریب قریب یہی معنی صاحب مدارک التنزیل نے لئے ہیں فرماتے ہیں

ذٰلِكَ اِشَارَةٌ اِلَى الْاِيْمَانِ اِیْ بَشَرٍ مِّمَّا نَقَمْتُمْ مِنْ اِيْمَانِنَا ثَوَابًا یعنی ہمارے ایمان پر جو سزا مترتب ہونے کا تم گمان کرتے ہو۔

مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ - ..... السَّبِيلَ یہ هَلْ اُنْبِئْكُمْ کی وضاحت یہ ہے۔

۶۱:۵ = يَكْتُمُوْنَ - (جس کو وہ چھپاتے ہیں یعنی نفاق)۔

۶۲:۵ = الْعُدُوَانِ - عَدَايَعْدُوَا کا مصدر ہے (باب نصر) ظلم و ستم۔ زیادتی۔

= السُّخْتِ - حرام۔ دیکھو ۵:۲۲

= لَوْ لَا - اگر ماضی پر داخل ہو تو زجر و توبیخ کے لئے ہوتا ہے یعنی انہوں نے کیوں ایسا نہ کیا۔ کیوں اپنے فرض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کی۔

اور اگر مضارع پر داخل ہو تو کسی کام پر برا نگینہ کرنے اور اکسانے کے لئے ہوتا ہے یہاں مضارع پر داخل ہے اور مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب کے علماء اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔



(اس میں علمائے اسلام کو بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاکید بلیغ ہے)

= لَوَاذَ..... السُّحَّتْ کیوں نہیں رہا بین اور اجبار اٹھ کھڑے ہوتے اور منع کرتے لوگوں کو گناہ اور مصیبت کی باتوں سے اور حرام کھانے سے۔

۶۴:۵ = مَغْلُوكَةٌ۔ اسم مفعول۔ واحد مؤنث غُلٌّ مصدر۔ (نَصْر) گردن سے بندھا ہوا۔ بند۔ بخیل۔ غُلٌّ کے معنی ہیں باندھنا۔ حکمتاً۔ طوق۔ بٹیری۔ ہتھکڑی۔ پیٹ لی جلیں۔ بدخلق عورت وغیرہ۔ یہاں باندھنا اور حکمتاً کے معنی مراد ہیں۔

= غُلَّتْ أَيْدِيَهُمْ وَ لَعْنُوا۔ (بددعا یہ کلمات م حکمتاً جائیں ان کے ہاتھ اور پٹیکار زبان پر۔ مَبْسُوطَاتٍ۔ اسم مفعول۔ تثنیہ مؤنث۔ مَبْسُوطَةٌ مفرد۔ بلکہ اس کے دونوں ہاتھ اکٹھے ہوتے ہیں۔ قرآن میں۔ وہ بڑا کریم اور جواد ہے۔ بَسِطَ الْيَدَيْنِ۔ سخی آدمی۔

= وَلَيَزِيدَنَّ..... كُفْرًا۔ لَيَزِيدَنَّ فعل بلام تاکید و تون ثقیدہ۔ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مفعول مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فاعل۔ طُعْيَانًا وَ كُفْرًا۔ خبر۔

اور جو کلام تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثر کو مزید طعنان اور کفر میں دھکیل دیگا و کیونکہ وہ بہت دھرمی سے مخالفت اور نافرمانی کرتے ہیں۔

= أَوْقَدُوا۔ انہوں نے آگ سلگائی۔ (ایقاد) (افعال) مصدر ماضی جمع مذکر غائب۔

= أَطْفَأَهَا۔ اس نے اس کو بجھا دیا۔ (أطفأ) (افعال) مصدر ماضی واحد مذکر غائب ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔

۶۶:۵ = لَوْ أَنَّهُمْ آتَاؤُا۔ اگر وہ (اپنے عمل سے) قائم کرتے۔ یعنی ان پر پورا پورا عمل کرتے۔

= لَا تَكُلُوا۔ لام برائے تاکید ہے آکھو۔ انہوں نے کھایا۔ وہ ضرور کھاتے۔ وہ ضرور فراخی رزق پاتے

= مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ۔ اظہار مبالغہ کے لئے آیا ہے، یعنی ان کو اوپر سے اور نیچے سے

(یعنی ہر طرف سے) رزق کی فراخی اور کثرت نصیب ہوتی۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے وَكُونا أَهْلَ الْقُرَى

الْمَنُونا وَ اتَّقُوا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَکَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ (۹۴:۶) اور اگر ان بستیوں والے

ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے (یعنی

ان کو بے شمار برکتوں سے نوازتے۔

= مُقْتَصِدَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ اقتصاد (افعال) مصدر۔ قصد مادہ۔ سیدھے راستے

پر قائم۔ راستہ۔

۶۷:۵ = فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ۔ تو تو نے اس کی رسالت یا پیغام بری کا حق ادا نہیں کیا۔



= يَعْصِمُكَ - مضارع جمع نذكر غائب - عَصَمَهُ مصدر (باب ضوب) ك ضمير مفعول واحد نذكر ما ضر -  
وہ تم کو بچا لیکھا۔

= اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ - ای لا یمكنہم معایں یدون بك - جو گزند تم کو پہنچانے  
کے ارادے رکھتے ہیں۔ ان کی ان کو توفیق نہ دے گا۔

کافروں کو تمہارے مقابلہ میں کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا (تفہیم القرآن)  
۶۸:۵ = لَسْتُمْ عَلَى شَيْءٍ - تم کسی چیز پر نہیں ہو۔ تم کسی اصل پر نہیں ہو۔ تم کسی دین پر تصور نہیں کئے  
جاؤ گے۔

= فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ - آپ افسوس نہ کریں کافروں پر۔  
فلا تحزن علیہم فان ضرر ذلك لاحق بهم - آپ غم نہ کھائیں ان پر اس کفر کا بدلہ وہ خود ہی پالیں  
(کشاف)

۶۹:۵ = اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّبِيْثُوْنَ وَالنَّصَارَى مِنْ اٰمَتٍ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ  
الْآخِرِ وَعَمِلَ صٰلِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ -

آیت ہذا میں اگر الصبیثون کو اَن کے تحت لیا جائے تو اس کو منصوب ہونا چاہئے تھا اور  
الصبیثین ہوتا جیسا کہ آیت ۶۲:۲ میں ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

اول تقدیر میں آیت یوں ہو - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارَى مِنْ اٰمَتٍ بِاللّٰهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صٰلِحًا - فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ - وَالصَّابِثُوْنَ كَذٰلِكَ -

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے (یعنی جو مسلمان ہے) اور جو یہودی بنے - یا جو نصرانی ہیں ان میں سے جو  
اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور  
یہی حال صابیوں کا ہے۔

دوم یہ کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا کی خبر محذوف لی جائے اور النصاری کو الصبیثون  
پر معطوف سمجھا جائے۔ اور مَنْ اٰمَنَ کو ان دونوں گروہوں کی خبر لیا جائے اس صورت میں معنی یہ ہوگا

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان  
لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور صابیوں اور نصاریٰ میں

سے جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ  
غمگین ہوں گے۔

۷۰:۵ = لَا تَقْوٰی - ہوئی (باب سمع) سے مضارع منفی واحد مؤنث غائب وہ نہیں چاہتی



وہ نہیں پسند کرتی ہے۔ ھَوَىٰ۔ نفس کا خواہش کی طرف مائل ہونا۔

= بِمَا كَذَّبْتُمْ ھَوَىٰ۔ ایسا حکم لے کر جسے ان کے نفسوں نے (یعنی انہوں نے) پسند نہ کیا۔

= فَرِيقًا۔ یعنی رسولوں کے ایک گروہ کو۔

= فَخِشَّةٌ۔ آفت، مصیبت، عذاب۔ فَتَنٌ سے جس کے اصل معنی سونے کو آگ میں پٹا کر کھرا کھوٹا جانچنا۔ یا آگ میں ڈالنا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات مختلف معنی میں استعمال کئے گئے ہیں۔

۷۲:۵ = لَقَدْ كَذَرَ كَافِلُ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ..... ابْنُ مَرْيَمَ ہے یعنی جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی تو ہے۔ وہ کافر ہو گئے۔

۷۳:۵ = ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ۔ تین (خداؤں) میں سے تیسرا (خدا) ہے۔ تین خدا۔ اللہ۔ دوسرا مسیح۔ تیسرا۔ حضرت مریم یا روح القدس۔

۷۵:۵ = اِنِّیْ یُؤْفَكُوْنَ۔ اِنِّیْ۔ جہاں۔ کیونکر۔ جب۔ اسم طرف زمان و مکان۔ طرف زمان ہو تو بمعنی مَتٰی (جب۔ جس وقت) طرف مکان ہو تو بمعنی اَیْنَ۔ (جہاں۔ کہاں)

اور استفہامیہ ہو تو بمعنی کَیْفَ۔ (جیسے۔ کیونکر۔ یُؤْفَكُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِفْکٌ سے۔ (باب صوب) پھیرے جاتے ہیں۔ بھٹک رہے ہیں۔ لٹے پھیر رہے ہیں۔ اِفْکٌ۔ جھوٹ۔ بہتان۔ کسی شے کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھیرنے کا نام افک ہے۔ پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے۔ جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔

بعض دفعہ فعل مجہول اس لئے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ ظاہر کیا جاسکے کہ فاعل نے فعل کو اس تیزی سے اور اندھا دھند کیا۔ گویا اس کا فعل اس کے اختیار سے باہر تھا۔ یا اس کے پس پشت محرک فعل کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے۔

اس کی دیگر مثالیں۔ وَجَاءَهُ قَوْمٌ یُّهَوِّعُونَ اِلَیْهِ۔ (۱۱-۷۸) اور اس کی قوم اس کی طرف بھگٹ دوڑ کر آئی۔

اور وَالْقٰی السَّحَرَةُ سٰجِدٰتٌ۔ (۷۰:۱۲۰) اور جادوگر (بے اختیار) سجدے میں گر پڑے

۷۷:۵ = لَا تَغْلُوا۔ تم مبالغہ نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ تم غلو مت کرو۔ غْلُوْ (نَصَرَ) کے معنی ہیں حد سے گذرنا۔ مضارع نہیں جمع مذکر حاضر۔

= صَلُّوا۔ فعل لازم۔ وہ گمراہ ہو گئے۔ وہ گمراہ ہوئے۔



= اَضَلُّوْا۔ فعل متعدی۔ انہوں نے (دوسروں کو) گمراہ کیا۔

۸:۵ = عَلٰی لِسَانِ دَاوُدَ وَعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ۔ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر۔ یعنی حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے اپنی زبان سے ان کے لئے بد دعا کی اور وہ ملعون ہوئے۔ یعنی اللہ کی مہشکاران پر پڑی

= عَصَوْا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔

= كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۔ وہ حد سے بڑھ جایا کرتے تھے۔ زیادتیاں کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔

۹:۵ = كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ۔ وہ ایک دوسرے کو منع نہیں کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری نہی۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

۱۰:۵ = یَتَوَكَّلُوْنَ۔ دوستی رکھتے ہیں۔ تَوَكَّلَ سے بمعنی دوستی رکھنا۔ منہ موڑ لینا۔ اعراض کرنا الفاظ اضداد میں سے ہے۔

= سَخِطَ۔ (سَمِعَ) وہ غصہ ہوا۔ وہ ناراض ہوا۔

اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ..... خَالِدُوْنَ یہ قَدَّ مَتَّ کی تعریف ہے یعنی انہوں نے کیا آگے بھیجا۔ (۱) اللہ کی ناراضگی (۲) دائمی عذاب۔

۱۱:۵ = النَّبِیِّ۔ سے یہاں مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جنہوں نے صریحاً حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی۔ اگر یہودی صحیح طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو مانتے تو وہ کبھی بھی مخالفین رسول اکرم سے محبت یا تعلق نہ رکھتے۔

= اِتَّخَذُوْهُمُ۔ میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب الَّذِیْنَ كَفَرُوْا (آیہ ماقبل) کی طرف راجع ہے ۱۲:۵ = لَتَجِدَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیدہ۔ تو ضرور پائے گا۔

= لَتَجِدَنَّ۔ فعل با فاعل۔ اَیْہُودَ۔ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا دونوں مفعول۔ اَشَدَّ اِلْمَانِیْس..... اَمَنُوْا۔ حال۔ یعنی تو ضرور پائے گا اہل یہود اور مشرکین کو ایمان والوں کی عداوت میں تمام لوگوں سے سخت ترین۔

اسی طرح دوسرے فقرہ کا بھی ترجمہ ہوگا۔ اور تو ضرور پائے گا ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ایمان والوں کی دوستی میں ان سب کے قریب ترین۔

= قَتِیْبِیْنِ۔ جمع منصوب۔ قَتِیْبُوْنَ۔ جمع مرفوع۔ اس کی واحد قَتِیْبٌ اور قَتِیْبٌ ہے۔ بمعنی عیسائی عالم۔ یا درویش۔ یہ سریانی لفظ ہے۔



== زُهْبَانٌ - زاهدانِ اہل کتاب - اہل کتاب کے درویش -

رَاہِبٌ - واحد - جیسے فَارِسی کی جمع فَرُوسَانٌ اور رَاکِبٌ کی جمع رُکْبَانٌ ہے  
راہب اس عبادت گزار کو کہتے ہیں جو دنیا کے ہنگاموں سے الگ تھلگ خالق ہوں اور مجروں  
میں مصروف ذکر و فکر رہتا ہے۔

سلامہ قرطبی نے رہبانیت کی یوں تشریح کی ہے۔

الزُّهْبَانِيَّةُ وَالرَّهْبُ التَّجَدُّ فِي صَوْمِعَةٍ -

قِسِّيْنِ اور زُهْبَانَا - اَنَّ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہیں۔



پَارَةُ  
وَإِذَا سَمِعُوا  
الْمَاءَ يُدْعُونَ<sup>(١)</sup> إِلَى الْآلِ الْغَامِ







# وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ

۵: ۸۳ = تَفِيضٌ - فَاصٌ يَفِيضُ فَيْضًا - (ضَرْبٌ) سے مزارع واحد مَوْث غائب - وہ بہتی ہے - وہ جاری ہوتی ہے - فَاصٌ الْمَاءُ کے معنی ہیں کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا - یہاں آنسوؤں کے آنکھوں سے بہنے کے لئے آیا ہے -  
= الذَّامِعُ - آنسو - اشک - واحد - دُمُوعٌ وَادَّامِعٌ جمع -

= رَبَّنَا سے جو کلام شروع ہوا تھا وہ آیت ۸۲ کے اختتام پر الصَّالِحِينَ پر ختم ہوتا ہے -  
۵: ۸۴ = فَأَنَّا بَنَاهُمْ - فَ سببیہ ہے - أَنَّا بَنَيْنَا (باب افعال) بدلہ دینا انعام دینا - ثواب دینا - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - اس نے ان کو بدلہ یا انعام دیا - یہاں ماضی مستقبل کے معنی میں مستعمل ہوا ہے - یعنی وہ ان کو بدلہ دے گا - انعام دے گا -  
= جَنَّتْ ..... فِيهَا - أَنَّا بَنَيْنَا کا مفعول ثانی

۵: ۸۹ = عَقَدْتُمْ الْاٰیْمَانَ - عَقَدَ يُعْقِدُ لَعَقِيدًا (باب تفعیل) ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر - تم نے پختہ کیا - تم نے مضبوط کیا - تم نے گرہ باندھی - الْاٰیْمَانَ - اِیْمَانٌ کی جمع - قسمیں معاہدے - یعنی وہ قسمیں جن کا تم نے پختہ اقرار کر لیا ہے - جو نیتاً و ارادۃً تم نے اٹھائی ہیں -  
= تَخْرِيْوْ - (باب تفعیل) مصدر ہے آزاد کرنا - کسی کو مسجد کی خدمت یا خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دینا - جیسے نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِيْ مُحَرَّرًا (۳: ۳۵) جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کو تیری نذر کرتی ہوں - لکھنا - تحریر کرنا - وغیرہ - یہاں آزاد کرنے کے معنی میں آیا ہے -  
الْحُرُّ - آزاد مرد -

= رَقَبَةً - گردن - جان - غلام - رقبہ اصل میں گردن کو کہتے ہیں - پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا - اور عرف میں یہ غلاموں کا نام پڑ گیا - جس طرح الفاظ راسخہ اور ظہور کا استعمال سواریوں کے لئے کیا جانے لگا - تَخْرِيْوْ قَبَلَةٍ کے معنوں میں اور جگہ فَلْ رَقَبَةٍ بھی آیا ہے  
۵: ۹۰ = الْمَيْسِرُ - اسم و مصدر - جوا - جوا کھیلنا - قمار بازی -

لَيْسُوْا سے - لَيْسُوْا کے معنی آسانی - اور سہولت کے ہیں یہ عُسُوْا کی ضد ہے - چونکہ جوا کھیلنے میں بھی مال آسانی اور بلا کلفت حاصل ہوتا ہے - اس لئے اس کو الْمَيْسِرُ کہا جاتا ہے -  
= اَلَا نَصَابٌ - نَصَبٌ کی جمع - بُت وہ تمام چیزیں جو عبادت کے لئے نصب کی جائیں - خواہ وہ مورتی ہو یا پتھر - یا اور کچھ - ان کو انصاب کہا جاتا ہے - یہاں انصاب سے مراد وہ پتھر ہیں جو حرم



میں کعبہ کے ارد گرد نصب تھے اور کفار ان کے لئے جانور ذبح کرتے اور ان کا خون ان پتھروں پر مل دیتے اور گوشت ان پتھروں پر رکھ دیتے۔ جسے قرآن مجید نے حرام فرمایا۔ دیکھو ۵: ۳۔

== الْأَنْلَامُ - تیر- تیر پھینک کر شگون لینا۔ دیکھو ۳: ۵

== رِجْسٌ - ناپاک، پلید، گندہ۔ عقوبت۔ عذاب۔ بلا۔ اَرْجَاسٌ جمع (حرمت شراب کے متعلق ملا حظ ۲۱۹: ۲)

۹۱: ۵ = يُوقِعْ مضارع واحد مذکر غائب اِيقَاعٌ (افعال) مصدر۔ وہ ڈال دے۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اُن ہے۔

== يَصُدُّكُمْ۔ وہ تم کو روک دے۔ صَدَّ مصدر۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مضارع منصوب بوجہ عمل اُن۔

== مُنْتَهَوْنَ۔ باز آنے والے۔ منع ہو جانے والے۔ رُكْ بآنے والے۔ اِنْتِهَاءٌ (افعال) مصدر اصل میں مُنْتَهِيُونَ تھا۔ مادہ نَحَى

۹۲: ۵ = اِحْذَرُوا۔ باب سَمِعَ۔ حَذَرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو۔ تم بچو۔

== تَوَلَّيْتُمْ۔ تَوَلَّى سے۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑ لیا۔ تَوَلَّى کا معنی والی ہونا۔ حاکم ہونا بھی ہے۔

۹۳: ۵ = اس آیت میں الفاظ۔ اٰمَنُوا۔ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ اتَّقُوا۔ بہ تکرار استعمال ہوئے ہیں بعض کے نزدیک یہ تکرار تاکید و مبالغہ کے لئے ہے اور ایمان و تقویٰ اور ان پر مزید درجہ احسان حاصل کرنے کے لئے ابھارنے اور جوش دلانے کے لئے ہے

اور بعض کے نزدیک عَلَى الَّذِينَ کے متصل اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ زمانہ ماضی کے متعلق ہے یعنی وہ لوگ جو صاحب ایمان تھے اور نیک اور صالح اعمال کے حامل تھے اگر حرمت سے پہلے انہوں نے میسر و انصاف و ازلام سے کام لیا تو ان کو وہ معاف ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اِذَا مَا شَرَطَ کے لئے ہے اور اس سے متصل اتَّقُوا وَاٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مستقبل کے لئے۔ یعنی بشرطیکہ وہ آئندہ بھی ڈرتے رہیں گے ان چیزوں سے جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اور اچھے کام کریں گے۔ پھر جس چیز سے روکا جائے اس سے رُکیں۔ اور جو فرمان الہی ہو اسے مانیں پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رویہ اختیار کریں (المنازن۔ تفہیم القرآن)

صاحب ضیاء القرآن اور عبداللہ یوسف علی نے علامہ بیضاوی کی تشریح نقل کی ہے کہ فرماتے ہیں۔ ان مکرر الفاظ سے صحابہ کرام کی تین حالتوں یا ان کے تین مقامات کا ذکر کیا جا رہا ہے پہلے اتَّقُوا



وَأَمِنُوا سَے ان کے تقویٰ اور ایمان کی اس حالت کا بیان ہے جس کا تعلق ان کے اپنے قلب اور روح کے ساتھ ہے۔

دوسرے اِتَّقُوا وَاٰمِنُوا سَے ان کے تقویٰ اور ایمان کی اس کیفیت کا بیان ہے جو ان کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان مہتی اور آخری اِتَّقُوا وَاٰحْسَنُوا سَے تقویٰ اور احسان کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے جو ان کے اور ان کے رب کے درمیان مہتی۔ یا پہلے ان کے ابتدائی مقام کی طرف اشارہ ہے۔ پھر ان کے درمیانی حالت کی طرف اور آخر میں ان کے اعلیٰ ترین مقام کی طرف جبکہ عابد و معبود۔ ساجد سجد میں دوری کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور نعمت مشاہدہ سے دل کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں اِس لَے اِتَّقُوا وَاٰحْسَنُوا فرمایا۔ جب کہ انسان مقام احسان پر فائز ہوتا ہے۔ اور احسان کا مفہوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَمَا تَكُ تَرَاہُ فَاِنَّ لَکُمْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ بَرَآکَ۔

یعنی احسان اس کیفیت کو کہتے ہیں جبکہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر (بالت عبادت میں) تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

۹۴:۵ = لَیْسَ لَکُمْ تَرَاہُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مضارع بلام تاکید و لون ثقیلہ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو ضرور آزمائے گا۔ وہ تمہاری ضرور جانچ کر لے گا۔

بَلَاءٌ۔ سے (باب نصر) مادہ بلی۔

= رِمَا حُکْمٌ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے نیزے۔

= تَنَالُہُ۔ اس کو پاتی ہے۔ اس تک پہنچتی ہے۔ نِیْلٌ سے (باب فتح)۔

۹۵:۵ = وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ط وَاَوْ حَالِیہ (در آنحالیکہ) اَنْتُمْ حُرُمٌ ط تم حالت احرام میں ہو تم احرام باندھے ہوئے ہو۔

= مُتَعَمِّدًا ۱۔ عَمَدًا ۱۔ جان بوجھ کر۔ ارادۃ (باب فَعَّل)۔

= التَّعْمِدِ۔ اسم جنس۔ چھ پایہ۔ اونٹ بکری۔ گائے۔ بھینس وغیرہ جمع اَلْعُمَامُ وَاَلْعُمَانُ

= ذَوَا عَدْلٍ۔ دو معتبر عادل شخص۔

= هَدًیًا۔ اسم نکرہ منصوب۔ قربانی کا جانور جو ماہِ حُرُم میں حُرُم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے

= بَالِغِ الْکَعْبَةِ۔ بالغ۔ پہنچنے والا۔ بُلُوغٌ سے بمعنی پہنچنا۔ کعبہ سے مراد حدودِ حرم ہے کیونکہ جانور کعبہ میں نہیں ذبح کئے جاتے۔







بیائش یوں ہے۔

شرقی دیوار کا طول ۱۱ میٹر ۵۸ سینٹی میٹر

مغربی دیوار کا طول ۱۱ میٹر ۹۳ سینٹی میٹر

دشمالی، شمالی جانب کی دیوار کا طول ۱۰ میٹر ۲۲ سینٹی میٹر

(جنوبی، یعنی جانب کی دیوار کا طول ۱۰ میٹر ۱۳ سینٹی میٹر

(رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان)

کعبہ کی سطح زمین سے بلندی = ۱۵ میٹر

دیوار شرقی سے مقام ابراہیم تک فاصلہ = ۱۱ میٹر ۱۰ سینٹی میٹر

(الحرم المکی - الحاج عباس کرارہ) القاہرہ

= الْبَيْتُ الْحَرَامُ - عزت والا گھر - حرمت والا گھر۔

= الشَّهْرُ الْحَرَامُ - عزت و حرمت والا مہینہ - یا اگر الشَّهْرُ کو اسم جنس لیا جائے تو اس کے

منی اشْهُرُ الْحُرُمِ ہوں گے - عزت و حرمت والے مہینے - یعنی ذوالقعدہ - ذوالحجہ، محرم -

اور رجب المرجب

= الْهَدْيُ وَالْقِلَادَةُ - کے لئے دیکھو ۲:۵ - قربانی کے جانور اور وہ جانور جن کے گلے میں

پٹے پڑے ہوئے ہوں۔

= قِيَامًا لِلنَّاسِ - قِيَامٌ وَقِيَامٌ - اس چیز کو کہتے ہیں جس کے سہارے کوئی قائم

ہو سکے - جس طرح کہ عِمَادٌ وَسِنَادٌ - اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو سہارا لگا دیا جائے

بناخیز قرآن مجید میں ہے۔

وَلَا تَوَلُّوْا السُّفْهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا - (۵:۴) اور بے عقلوں

کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے مت دو۔

اسی طرح آیت ہذا میں ہے کہ۔

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے لوگوں کے لئے بقاء کا باعث بنایا ہے۔

لَبَيْتُ الْحَرَامِ - کعبہ کی صفت ہے - الشَّهْرُ الْحَرَامُ - الْهَدْيُ - الْقِلَادَةُ



سب کا عطف الکعبۃ پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سب کو لوگوں کی بقاء اور ان کی اجتماعی زندگی کے قیام کا ضلع بنایا ہے۔ قیاماً۔ جعل کا مفعول ثانی ہے

۵: ۹۸ = مَثَدٌ يَدُ الْعِقَابِ ۛ سخت سزا دینے والا۔

۵: ۹۹ = مَا بُدِّدَتْ - جو تم ظاہر کرتے ہو یا جو تم ظاہر کر دو گے۔ اِبْدَاءُ (افعال) سے = مَا تَنَكَّرْتُمْ - جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم چھپاؤ گے۔ کَتَمٌ سے۔

۵: ۱۰۱ = اِنْ تَبَدَّدَ - اصل میں تَبَدَّدَ تھا۔ اِنْ کے عمل سے ی حذف ہو گئی۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اگر وہ ظاہر ہو جائے۔

اِبْدَاءُ۔ مصدر بَدَّءَ مادہ۔

= تَسْوُؤُكُمْ - وہ تم کو برسی لگے۔ وہ تم کو ناخوش کرتی ہے۔ مضارع واحد مؤنث غائب سَاءَ يَسْوُؤُ (نصر) سَوَّءٌ - سَوَّءٌ سے مادہ۔ سوء۔ السَّوْءُ ہر وہ چیز جو انسان کو غم پر مبتلا کر دے۔ خواہ وہ امور دنیوی کے قبیل سے ہو۔ یا اخروی کے اور عام ہے اس سے کہ اس کا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے یا ان امور خارجیہ سے جن کا تعلق جاہ و جلال کے چلے جانے یا کسی قریبی رشتہ دار یا دوست کے فوت ہو جانے سے ہوتا ہے۔ قرآن میں لفظ یا اس کے مشتقات بمعنی بیماری۔ رسوائی۔ برائی بھی آیا ہے۔

اس آیت کے ترجمے میں بعض نے اِنْ تَبَدَّدَ لَكُمْ تَسْوُؤُكُمْ - وَاِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تَبَدَّدَ لَكُمْ کو اکٹھا لیا ہے اور اسے اَشْیَاء کی صفت لکھا ہے اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔

اے ایمان والو! مت پوچھ گچھ کیا کرو ایسی باتوں کے متعلق کہ اگر تم پر عیاں کر دی جائے ان کی حقیقت تو تمہاری ناگواری یا تنگی کا باعث بنیں۔ اور اگر اس وقت دریافت کی جائیں جب قرآن نازل ہو رہا ہو تو تم پر ان کی وضاحت کر دی جاتی۔ (یعنی احکام الہی کے سمجھنے میں جو تمہیں مشکلات یا دقتیں درپیش ہوتیں ان کی وضاحت کر دی جاتی)

اس ترکیب کو صاحب مدارک التنزیل اور مولانا محمد علی نے لیا ہے۔ دوسروں کے نزدیک یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا..... تَسْوُؤُكُمْ۔ اور وَاِنْ تَسْأَلُوا..... تَبَدَّدَ لَكُمْ کو الگ الگ لیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہو گا۔ اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر ظاہر کی جائیں تو تمہارے لئے تنگی کا باعث بنیں (جیسے قوم موسیٰ نے گائے کے متعلق سوال کر کے اپنے اوپر دائرہ اختیار تنگ کر لیا تھا) (دیکھو۔ ۲: ۶۸-۷۱) (ہاں) اگر تم ایسی باتیں



جب قرآن نازل ہو رہا ہو (تو کسی مشکل یا دقیق امر کو سمجھنے کی خاطر) دریافت کرو تو وہ تم پر واضح کر دی جائیں۔ (۱ سے الخازن۔ ضیاء القرآن۔ اور تفسیر عبد اللہ یوسف علی میں اختیار کیا گیا ہے) عَفَا اللَّهُ عَنْهَا۔ کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ ایک تو یہ کہ اس بائے میں تم نے جواب تک کیا ہے اسے اللہ نے معاف کر دیا ہے۔ (مدارک التنزیل۔ الخازن۔ تفہیم القرآن)

۲۔ یعنی جب قرآن کے کسی حکم کے نزول کے وقت تم نے وضاحت کی خاطر سوال کئے تو خدا تمہیں یہ معاف کر دے گا (عبد اللہ یوسف علی)

۱۰۲:۵ = سَأَلَهَا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اشیاء نہیں بلکہ المسئلة (پوچھ دریافت۔ سوال و جواب) محذوف ہے۔ یعنی ایسا ہی مسئلہ اٹھایا تھا ایک قوم نے تم سے پہلے بھی (یہاں قوم سے مراد کسی ایک خاص نبی کی قوم نہیں بلکہ سوال کرنے والوں کی ایک جماعت یعنی کسی سوال کرنے والوں نے ایسے سوال کئے تھے مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کے متعلق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کو بالجہر دیکھنے کے متعلق۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے المائدہ کے متعلق)

= ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ۔ بہا بمعنی بترکہ العمل بہا مراد ہے پھر وہ منکر ہو گئے اس وضاحت پر عدم عمل کی وجہ سے۔ پھر وہ ان احکام کا انکار کرنے والے ہو گئے۔ ۱۰۳:۵ = بِحَيْرَةٍ۔ بروزن فعیلہ بمعنی مفعولۃ۔ کان پھٹا۔

بَحَرْتُ الْعَيْرَ۔ میں نے اونٹ کے کان اچھی طرح کاٹ ڈالے۔ اہل عرب کی کفر کی رسموں میں سے ایک یہ تھی کہ اگر کسی بت کے لئے کسی مولیشی کی نذر مانتے تو اس کے کان پھاڑ دیتے نشان کے لئے اور اس کو بحیرہ کہتے۔

= سَائِبَةٍ۔ عرب کے زمانہ جاہلیت میں وہ جانور جو بت کے نام کر کے چھوڑ دیا جاتا تو اُسے سائبہ کہتے تھے۔ سَابَ يَسِيبُ (ضرب) بے مقصد گھومنا۔ جانور کا آزاد کرنا۔ سائبہ وہ اونٹنی جو تمام مشقت سے آزاد کر دی گئی ہو۔

یہ جانور سائبہ بھی بے روک ٹوک جدھر چاہے پھرتا رہتا۔ کوئی اس کو روکتا نہ تھا = دَصِيلَةٍ۔ وہ نوخیز اونٹنی جس کے سب سے پہلے حمل میں مادہ بچہ ہو اور دوسرے حمل میں بھی مادہ ہو۔ اس کو وصيدہ کہا جاتا تھا کیونکہ دو متواتر دو حملوں میں مادہ بچے ہوتے۔ درمیان میں نہ پیدا نہیں ہوا۔ دونوں مادہ بچے متصل پیدا ہوئے اس لئے



وہ اونٹنی وصیلہ کہلاتی تھی۔ اس اونٹنی کو مشرک بتوں کے نام پر مچھوڑ دیتے تھے اور اس کا دودھ نہیں دوہتے تھے۔

= حَامٍ - حَامِی - جنوانے والا اونٹ۔ جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہوتے یعنی سواری اور بوجھ کے قابل ہو جاتے تو اس اونٹ پر لادنا موقوف کر دیتے اور چارے یا پانی پر سے نہ ہٹاتے۔ اسے حامی کہتے۔

۵: ۱۰۵ = عَلَیْكُمْ أَنْفُسُكُمْ - اپنے نفسوں کی حفاظت کرو۔ تم پر اپنی جانوں کا فکر لازمی ہے۔

۵: ۱۰۶ = شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ آپس میں تمہاری گواہی تم میں سے دو معتبر اور صاحب عدل شخص ہیں۔

= أَوْ آخَرَانِ يَدُو اور شخص مِنْ غَيْرِكُمْ - غیروں میں سے۔ غیر قبیلہ۔ غیر مسلم (جمہور) = تَحْبِسُونَهُمَا - تم ان دونوں کو روک لو۔ حَبَسَ یَحْبِسُ (ضَرْبَ) روکے رکھنا مضار جمع مذکر حاضر۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔

= إِنْ اِذْتَبَنْتُمْ - اگر تم شک میں پڑے۔ اگر تمہیں شک پڑ جائے۔ اِذْتَبَأْتُ (اِفْتَعَالُ رَنْبَیْ) - (مادہ)

= لَا تَشْتَرِ بِهِ ..... لَمِنَ الْأَثِمِیْنَ - یہ الفاظ جن گواہان سے قسم لی جا رہی ہے وہ کہیں گے۔

۵: ۱۰۷ = عِثْرَ عَالِی - اسے اطلاع کر دی گئی۔ اسے خبر کر دی گئی (باب نصر۔ ضرب) عِثْرُ

سے جس کے معنی بغیر چاہے کسی چیز پر مطلع ہو جانے کے ہیں ماضی بھول واحد مذکر غائب۔ عِثْرَ یَعِثْرُ عِثْرًا وِعِثْرًا - کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔ اور مجازاً اس کا استعمال کسی شخص کے اچانک بلا طلب کسی بات پر مطلع ہو جانے کے لئے ہوتا ہے۔

وَكَذَلِكَ أَعِثْرْنَا عَلَيْهِمْ - (۸: ۲۱) اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے

باخبر کر دیا۔ یعنی لوگوں کے قصد کے بغیر ہی ہم نے ان کے حال پر مطلع کر دیا۔

= اِسْتَحَقَّ - وہ دونوں حقدار ہوئے۔ اِسْتَحَقَّ ماضی کا صیغہ تثنیہ غائب اِسْتَحَقَّا اِنَّمَا

وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہوئے۔ یا کسی گناہ کے سزاوار ہوئے۔ گناہ کر کے مستحق سزا ہوئے۔

= اِسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوَّلَیْنِ - پہلے دونوں نے جن کا حق ضائع کیا تھا۔

= فَيُقْسِمُ - پس وہ دونوں قسم اٹھاویں یعنی وہ دو نئے گواہ جو حقداروں میں سے



لئے جاویں۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب اِقْسَامٌ (افعال) مصدر

= لَشَهَادَتُنَا..... إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ۔ یہ قسم کے الفاظ وہ دو نئے گواہ کہیں گے جو کہ حقداروں میں سے لئے گئے ہیں۔

۵: ۱۰۸ = اَدْنٰی = زیادہ نزدیک۔ زیادہ کم۔ جب یہ اکبر کے مقابلہ میں ہو تو ا صغر کے معنی دیتا ہے اور جب خیر کے مقابلہ میں ہو تو اذل کے معنی دیتا ہے اور جب اقصى (دور) کے مقابلہ میں ہو تو نزدیک کے معنی دیتا ہے۔ یہ دَانِ اور دَرِنِ کا اسم تفضیل ہے۔ پہلی صورت (دَانِ سے) اقرب (نزدیک) اور دوسری صورت میں اذل کے معنی میں آتا ہے۔

= يٰۤاَتُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اصل میں يٰۤاَتُوْنَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون گر گیا۔ يٰۤاَتُوْا ب۔ وہ لائیں۔ اَنْ يٰۤاَتُوْا بِالشَّهَادَةِ کہ وہ گواہی دیں۔

= عَلٰی وَجْهِهَا۔ کما حقہ۔ جیسا کہ چاہئے۔ ٹھیک ٹھیک۔

= اَنْ تَرَدَّ اَيْمَانُ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ (یا وہ خوف کھائیں کہ) ان کی قسموں کے بعد قسم کو (وارثانِ میت کی طرف) لوٹایا جائے گا۔ یعنی ان کی قسم پر دوسرے فریق کی قسم لی جائے گی۔ اور ان کی قسم کی تردید ہو جائے گی۔

آیات نمبر ۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸ = مطلب یہ ہو گا! اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے۔ اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لئے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو صاحبِ عدل آدمی گواہ بنائے جائیں۔

یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آجائے۔ تو غیر مسلموں ہی میں سے دو گواہ لے لئے جائیں۔ پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو (مسجد میں) روک لیا جائے۔ اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ:

”ہم کسی ذاتی فائدے کے عوض شہادت بیچنے والے نہیں ہیں اور خواہ ہمارا کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (ہم اس کی رعایت کرنے والے نہیں) اور نہ خدا کے واسطے کی گواہی کو ہم چھپانے والے ہیں اگر ہم نے ایسا کیا تو گنہگاروں میں شمار ہوں گے۔ لیکن اگر پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے اپنے کو گناہ میں مبتلا کیا ہے تو پھر ان کی جگہ دو اور شخص ان لوگوں میں سے کھڑے ہوں جن کا حق پچھلے دو گواہوں نے مارنا چاہا تھا۔ اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم ایسا کریں تو ظالموں میں سے ہوں گے“



اس طریقے سے زیادہ توقع کی جاسکتی ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک شہادت دیں گے یا کم از کم اس بات کا ہی خوف کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد کہیں ان کی تردید نہ ہو جائے اللہ سے ڈرو اور سنو! اللہ نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔

(تفہیم القرآن)

۵: ۱۰۹ = مَاذَا أُجِبْتُمْ۔ تمہیں کیا جواب دیا گیا۔ إِبْجَابَةٌ جس کے معنی جواب دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

یعنی جب تم نے لوگوں کو دین حق کی دعوت دی تو اس کے رد عمل میں ان کا کیا جواب تھا۔ انہوں نے کہاں تک اسے قبول کیا اور کہاں تک اس کے منکر ہوئے۔

لَا عَلِمَ لَنَا۔ ہمیں کوئی علم نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو سرے سے اس بات کا علم ہی نہ تھا۔ کہ ان کی تبلیغ کا کیا اثر ہوا۔ اس جواب کی مختلف وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ یوم حشر کی ہولناکی کی وجہ سے مخاطبین دین حق کے رد عمل کا مفصل بیان بڑا مشکل ہوگا۔

۲۔ یہ کہ کمال انکساری کی وجہ سے۔ کہ اے خدا ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں اس قدر حقیر اور نامکمل ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمہ فرماتے ہیں کہ:

قَالُوا لَا عَلِمَ لَنَا لَا نَكَ تَعْلَمَ مَا أَظْهَرُوا وَمَا أَضْمَرُوا وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ إِلَّا بِمَا أَظْهَرُوا فَعَلِمْتُ فِيهِمْ الْفُضْلَ مِنْ عَلِمْنَا فَلِهَذَا الْمَعْنَى لَفَعُوا الْعِلْمَ عَنِ انْفُسِهِمْ لِأَنَّهُمْ عِنْدَ اللَّهِ كَلَّا عَلِمُوا۔ (انہوں نے) جواب دیا (اے اللہ) تو ان کے (مخاطبین کے) ظاہر اور باطن کو جانتا ہے۔ اور ہم ان کے ظاہر کو جانتے ہیں۔ بتر علم ان کے بارہ میں ہمارے علم سے کہیں زیادہ عمیق اور دقیق ہے بدین وجہ انہوں نے اپنی طرف سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ کیونکہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

۳۔ یہ کہ ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ ہم اپنی زندگی میں ان کے ظواہر سے باخبر رہے لیکن مرنے کے بعد ہمیں کوئی علم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا عمل کئے اور ان کا رد عمل کیا رہا۔ اس کا علم تو ہی رکھتا ہے۔

ایسا ہی جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آیت ۵: ۱۱۷ میں دیا۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔ میں ان پر گواہ رہا جب دُمتُ فیہم فلما توفیتنی کنتَ انت الرقیب علیہم۔



تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھایا تو تو ہی ان پر نگران تھا۔  
 = عِلْمٌ - عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔

عِلْمُ الْغُيُوبِ - ایسا زبردست جاننے والا جو ہر طرح کی معلومات کا ان کے گونا گوں ہونے کے باوجود علم رکھتا ہو۔ جو اب موجود ہے اسے بھی جانتا ہے جو آئندہ ہوگا اسے بھی جانتا ہے جو ظاہر ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اسے بھی۔ جو تھا۔ جو ہے۔ جو ہوگا سب کچھ جانتا ہے۔

۵: ۱۱ = اَيَّدْتُكَ - میں نے تیری مدد کی۔ اَيَّدْتُ تَأْيِيدٌ (تفعیل) سے بمعنی مدد دینا۔ قوت دینا۔ اَيَّدْتُ ماضی کا صیغہ واحد متکلم لک ضمیر مفعول بہ  
 = بِرُوحِ الْقُدُسِ - جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سے۔ روح القدس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا روح القدس سے مراد پاک مقدس روح ہے کیونکہ ارواح اپنی ماہیت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ کچھ روحیں مقدس پاک۔ نورانی اور مشرف ہیں اور کچھ ارواح خبیث۔ مکدر اور آلودہ ہیں یہاں مراد کہ ہم نے ایک پاک۔ صاف۔ مقدس ملکہ روح سے نوازا۔

= اَلْمَهْدِ - اسم۔ گہوارہ۔ مراد شیرخوارگی کا زمانہ۔ یا ماں کی گود میں فی الْمَهْدِ - بحالت طفولیت۔  
 = كَهْلًا - ادھیر عمر کا آدمی جس کے کچھ بال کالے اور کچھ سفید ہو گئے ہوں۔ بحالت کہولت۔  
 كَهْلًا حال ہے جبکہ تَكَلَّمَ النَّاسُ ذوالحال ہے۔

= تَكَلَّمَ النَّاسُ تو باتیں کرتا ہے تَكَلَّمَ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْمَهْدِ كَهْلًا یعنی بحالت طفولیت و کہولت ہر دو حالت میں تو باتیں کرتا تھا  
 دلائل و برہان سے۔

= وَإِذْ عَلَّمْتُكَ - اس کا عطف إِذْ اَيَّدْتُكَ پر ہے۔

= الْكِتَابِ سے مراد تورات ہے۔ تمہیں کتاب کی تعلیم کی اور توریت کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا جو موسیٰ کلیم اللہ پر اتاری گئی تھی۔ حدیث میں بھی توراۃ کا لفظ ہے۔ اور اس سے مراد توریت بھی اور دوسری اب بھی۔ ابن کثیر۔ الکتاب بمعنی الخط۔ لکھنا پڑھنا۔

الطِّينِ - گارا۔ مٹی۔ خاک۔ مٹی اور پانی کا آمیزہ

= كَهَيْئَةِ ك - بمعنی مثل۔ مانند۔ ہیئت۔ اسم صورت۔ شکل۔

= تَنْفُخُ - تو پھونک مارتا ہے۔ تَنْفُخُ سے واحد مذکر حاضر۔

= فِيهَا - میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب ہیئۃ کی طرف راجع ہے۔



= تَبْرِيٌّ - تو تندرست کرتا ہے۔ تو صحت یاب کرتا ہے اِبْرَاءُ سے بری۔ مادہ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ فعل با فاعل

= اَلَا كُمَّة - مادر زاد اندھا۔ کُمَّةً واحد۔ بمعنی نابینا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے تَبْرِيٌّ کا مفعول بہ۔  
= اَبْرَصَ - کوڑھی۔ اس کا عطف اَلَا كُمَّة پر ہے۔

= تُخْرِجُ الْمَوْتَى - تو مردوں کو (قبر سے زندہ حالت میں) نکالتا تھا۔

= كَفَفْتُ - میں نے روک دیا تھا كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ - میں نے بنی اسرائیل کو تیرے قتل سے روک دیا تھا۔

اس آیت میں جہاں خداوند تعالیٰ نے ان احسانات اور انعامات کا ذکر کیا ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فرمائے گئے تھے لیکن اِذْ تَخْلُقُ سے لے کر تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِاِذْنِي تک بار بار لفظ بِاِذْنِي (میرے حکم سے) فرمایا ہے۔ جس سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ یہ تمام خسرِ عادت کام محض اللہ تعالیٰ کے حکم پر تمہا سے ہاتھوں سر انجام ہوتے تھے کیونکہ حقیقت میں وہی ذات باری تعالیٰ خالق کل ہے اور شافی الامراض ہے۔ اور مردوں کو زندہ کرنے والی ہے مخلوق میں بذاتِ خود کوئی ایسی قدرت نہیں رکھتا۔

۵: ۱۱۱ = الْحَوَارِیُّنَ - حواری جمع کا صیغہ اس کا مفرد حَوَارِیٌّ ہے جو حَوْر سے مشتق ہے جس کے معنی سپیدی کے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے ان کو سپیدی سے نسبت اس لئے دی گئی کہ ان کے کپڑے سفید تھے یا بقول بعض وہ دھوبی تھے اور کپڑے دھو کر صاف کیا کرتے تھے اور حواری نبطی زبان میں دھوبی کو کہتے ہیں۔

= اَوْحَيْتُ - یہاں وحی سے مراد الہام ہے یعنی میں نے بذریعہ الہام ان کے دلوں میں ڈالا۔ اِذْ اَوْحَيْتُ ... الاية کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہم نے حواریوں کے دل میں بذریعہ الہام یہ بات ڈال دی کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر دل سے ایمان لے آویں تو انہوں نے تمہاری دعوت الی الحق سنکر اسے قبول کر لیا۔ اور تمہیں کہنے لگے، ہم ایمان لے آئے ہیں اور (مے پیغمبر) تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

۵: ۱۱۲ = هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ - کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے۔ يَسْتَطِيعُ مضارع واحد مذکر غائب استنطاع استفعال مصدر۔ حواری تو قبل ازیں دل میں مسلمان ہو چکے تھے اس لئے ان کا یہ کہنا کہ کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے۔ کسی شک پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ جیسا کہ کلام مابعد و تطمئن قُلُوبُنَا سے واضح ہے۔ محض مزید اطمینان قلب اور تقویتِ ایمان کی خاطر انہوں نے مادہ طلب کیا تھا۔ جیسا کہ







بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۶) سُورَةُ الْاِنْعَامِ (۵۵)

۱۲۶ = ثُمَّ حرف عطف ہے۔ لیکن کوئی دوسرا حرف عطف اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ معنی عطف پر دلالت کے ساتھ ساتھ کفار کی نادانی اور ان کے عقیدہ کی قباحت کو بھی عیاں کر رہا ہے ثُمَّ دَالَةٌ عَلَىٰ قُبْحِ فِعْلِ الْكَافِرِينَ (قرطبی)

= يَعْدِلُ لَوْْنٌ - مضارع جمع مذکر غائب عَدَلَ - مصدر - (باب ضرب)

یعنی وہ الوہیت میں اپنے معبودانِ باطل کو خداوند تعالیٰ کا ہمسر اور اس کے برابر بنائے ہوئے ہیں۔ (وہ عدل و انصاف کرتے ہیں یہاں یہ معنی مراد نہیں) یہاں بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُ لَوْْنٌ کو وَهُمْ بِهِمْ مُشْرِكُونَ (۱۶: ۱۰۰) کے ہم معنی لیا گیا ہے۔

بعض نے اس کو عَدُولٌ سے مشتق لیا ہے اور بِرَبِّهِمْ میں ب بمعنی عَنْ مراد لیا ہے یعنی عَنْ رَبِّهِمْ يَعْدِلُ لَوْْنٌ اپنے رب کی حکم عدولی کرتے ہیں۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ (۲۴: ۶۰) بلکہ یہ لوگ راستہ سے الگ ہوئے ہیں۔

۲: ۶ = قَضَى - مقرر کر دیا۔ ماضی واحد مذکر غائب قَضَاءُ مصدر - قضا میں فیصلہ کر دینا یا کر لینا۔ کسی بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کر دینا کا مفہوم ضرور موجود ہوتا ہے۔ سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔ بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم جاری کرنا۔ حکم دینا۔ مقرر کرنا۔ قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا۔ مقرر کرنا۔ حاجت پوری کر کے قطع تعلق کر لینا۔ فارغ ہونا۔ مرجانا۔ مار ڈالنا۔ ان سب معانی کے لئے قضا کا استعمال قرآن مجید میں ہوا ہے اور اس آیت میں مراد مقرر کی ہے

= اَجَلًا - ميعاد - قَضَى اَجَلًا - یعنی اس نے موت کے وقت کا فیصلہ کر چھوڑا ہے۔ اَجَلًا مفعول ہے قَضَى کا۔

= وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَہٗ - اَجَلٌ - ایک دوسری مدت - مُّسَمًّى - طے شدہ - نامزدہ - مقرر کردہ شدہ - اور اول الذکر ميعاد کے علاوہ جو زندگی اور موت کے متعلق ہے ایک دوسری مدت بھی اس



کے ہاں طے شدہ ہے یعنی اس کا وقت بھی متعین ہے جو صرف اس کے علم میں ہے۔

= ثَمَّ - بعینہ وہی مفہوم ادا کرتا ہے جس کے لئے یہ لفظ پہلی آیت میں استعمال ہوا ہے۔

= تَمْتَرُونَ - تم شک کرتے ہو۔ تم تردد کرتے ہو۔ اِمْتَرَاءُ (افتعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِمْتَرَاءُ کے معنی ہیں کسی ایسی چیز کی بابت حجت کرنا اور جھگڑنا کہ جس میں شک و شبہ یا تردد ہو۔

۴:۶ = مَعْرِضِينَ - اعراض کرنے والے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ اِعْرَاضُ (افعال) سے۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔

= كَذَّبُوا بِالْحَقِّ - انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ اَلْحَقُّ مفعول بہ ہے كَذَّبُوا کا۔

= اَنْبِئَاؤُ - اَنْبِئَاؤُ - خبریں۔ حقیقتیں۔ بِنَاءُ کی جمع۔ جس کے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو۔ اسے بِنَاءُ کہا جاتا ہے۔ جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو بِنَاءُ نہیں بولتے۔ کیونکہ اس وقت تک کوئی خبر بِنَاءُ کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شائبہ کذب کے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تو اتر ثابت ہو یا جس کو اللہ و رسول نے بیان کیا ہو۔

۶:۶ = قُرُونٍ سِیْنٍ - عورت کے گیسو، بالوں کا بٹا ہوا حصہ (پٹی) زمانہ۔ ایک زمانہ کے لوگ۔

قُرُونُ الشَّمْسِ - سورج کا کنارہ۔ عمر۔ سن۔ هُوَ عَلَى قُرُونٍ - وہ میرا ہم عمر ہے۔ ۱۰ - ۲۰ - ۳۰ - ۴۰

۵۰ - ۶۰ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ - ۱۰۰ - ۱۲۰ سال کو بھی قرن کہتے ہیں۔ قرن کی جمع قرون ہے۔ یہاں مراد

وہ قوم جو کسی ایک زمانہ میں ہو۔

= مَكْنَهُمْ - ہم نے ان کو با اقتدار بنایا۔ ہم نے ان کو جہاد عطا کیا۔ تَمَكِّنُ تَفْعِيلٌ سے ماضی

جمع متکلم۔ مَكَّنَ يَمَكِّنُ (باب کوّم) حاکم کے پاس مرتبہ حاصل کیا۔ اَمَكَّنَ - يُمَكِّنُ (افعال)

باقتدار ہونا۔ قابو پانا۔ کسی جگہ پر قدرت حاصل کرنا۔ باب کوّم - افعال سے فعل لازم آئیگا

اور تفعیل سے متعدی۔

= السَّمَاءُ - اى المطر۔ یعنی بارش۔ کیونکہ یہ اوپر سے آتی ہے۔

= مِذْرَارًا - دَرَّ اور دَرَّتْ سے بہت برسنے والا۔ لگاتار برسنے والا۔ (صیغہ مبالغہ)

سَمَاءٌ - مِذْرَارٌ - لگاتار اور بکثرت برسنے والا مینہ۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے يُرْسِلِ

السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِذْرَارًا - (۷۱ - ۱۱) وہ تم پر لگاتار مینہ برساتے گا۔

= مِنْ تَحْتِهِمْ - مِنْ تَحْتِ اشْجَارِهِمْ - مِنْ تَحْتِ بَسَاتِينِهِمْ - ان کے باغوں میں

= اَنْشَأْنَا - ہم نے پیدا کیا۔ اِنْشَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔



۷:۷ = فِي قِطَاسٍ - کاغذ پر لکھی ہوئی صحیفہ کی صورت میں - قِطَاسٌ کی جمع قِطَاسِیْنِ  
 ۸:۶ = لَقَضَى الْأَمْرَ - پھر تو فیصلہ ہی ہو گیا ہوتا - پھر تو سارا قصہ ہی ختم ہو گیا ہوتا - (ان کی)  
 ہلاکت کا فیصلہ ہو گیا ہوتا -

= لَا يُنْظَرُونَ - مضارع منفی مجہول - جمع مذکر غائب - ان کو مہلت نہیں دی جائے گی -  
 = لَوْ أَنزَلْنَا سَ لَا يُنْظَرُونَ تک - اگر ہم فرشتہ اتار دیتے تو بات ختم ہی ہو گئی ہوتی - قصہ ہی ختم  
 ہو گیا ہوتا - پھر ان کو مہلت نہ دی جاتی -

قَضَى الْأَمْرَ کے مختلف معانی کے پیش نظر اس فقرے کے مختلف معانی مفسرین نے  
 لئے ہیں -

۱۔ اگر فرشتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتارا جاتا تو فرشتہ کو اس کی اصلی  
 صورت میں دیکھ کر معترضین یا تو ہلاک ہو گئے ہوتے یا منجھوٹا ہوا ہو جاتے - لیکن ان دونوں  
 صورتوں میں پھر ان کو مہلت دینے کی ضرورت ہی نہیں رہتی -

۲۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ فرشتہ ان کی تصدیق رسالت کے لئے یا لوگوں  
 کو ڈرانے اور تبلیغ کے لئے اتارا جاتا تو پھر ان کے ایمان لانے یا نہ لانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا  
 اس صورت میں حقیقت آشکار ہو گئی ہوتی اور سوائے اس حقیقت کے اعتراف کرنے کے  
 کوئی چارہ کار ہی نہ ہوتا - اور نہ ہی مزید مہلت کی ضرورت رہتی - پھر تو صرف حساب لینا ہی باقی رہ جاتا  
 ۹:۶ = لَوْ جَعَلْنَاهُ - اگر ہم بناتے کسی فرشتہ کو نبی کا ضمیر واحد مذکر بنی (محدوف) کے لئے  
 ہے - لَجَعَلْنَاهُ دَجَلًا - تو ہم اس کو ضرور انسان کی شکل میں بناتے - اس میں کا ضمیر  
 مَلَكًا کی طرف راجع ہے - انسانی شکل میں بنانے کی ضرورت اس واسطے کہ فرشتوں کی اصلی  
 صورت غیر مرنی ہے جسے مادی آنکھ نہیں دیکھ سکتی -

= لَلْبَشَرِ عَلَيْهِمْ - لَبَسَ عَلَيْهِ (ضَرَبَ) کسی پر معاملہ کو مشتبہ یا مخلوط کر دینا - ہم ان کے  
 لئے حقیقت کو مشکوک کر دیتے -

(یا خود ہی پھر بات مشکوک ہو جاتی کیونکہ جب فرشتہ انسان کی شکل میں آتا ایک مزید شک  
 یہ پیدا ہو جاتا کہ یہ حقیقت فرشتہ ہے یا پھر انسان ہی ہے) -

= مَا يَلْبِسُونَ - ای مایلبسون علیٰ انفسہم جس شک میں انہوں نے خود اپنے آپ کو  
 ڈال رکھا ہے -

۱۰:۶ = اُنْصُرِيْ بَ اسَ مَ تَهْطَا کیا گیا - (رسولوں کے ساتھ تھٹھا کیا گیا تھا اور ان کا



مذاق اڑایا گیا تھا، ماضی، مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

= حَاقَّ - حَاقَّ يَحِيقُ (ضَرَبَ) اس نے گھیر لیا۔ وہ الٹ پڑا۔ وہ نازل ہوا۔ حقیق مادہ

= سَخِرُوا - سَخِرُوا انہوں نے ہٹھا کیا۔ مذاق کیا۔ انہوں نے ہنسی کی۔

فَحَاقَ ..... يَسْتَهْزِءُونَ -

حَاقَ فعل -

مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ فاعل -

الَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ - مفعول -

جس حقیقت کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان مذاق اڑانے والوں کو دسرا

دینے کے لئے آگھیرا۔ نیز ملاحظہ ہو (۴۱:۲۱)

۱۲:۶ = لِمَنْ - کس کا ہے۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔

كُتِبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ - رحمت فرمانے کو اس نے اپنے اوپر لازم اور واجب کر لیا ہے۔ یہاں واجب سے مراد یہ ہے کہ اس نے رحمت کرنے کا وعدہ، مَوَدَّہ کر لیا ہے

۱۳:۶ = سَكَنَ - وہ ٹھہرا۔ وہ بساؤہ رہا۔ اس نے آرام پکڑا۔ سکون جس میں حرکت کرنے کی صلاحیت ہو اس کے حرکت نہ کرنے کا نام ہے۔

۱۴:۶ = فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

= وَلَا تَكُونُوا نَنْ - فعل نہی بانون ثقیلہ۔ تو ہرگز نہ ہو۔ لَا تَكُونُوا سے قبل وَقِيلَ لِي محذوف ہے۔ یعنی مجھ سے یہ بھی کہا گیا کہ تم شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ بننا۔

۱۶:۶ = يَصْرَفُ (ضرب) صَرَفَ - مصدر - مضارع مجہول مجزوم واحد مذکر غائب

صَرَفَ يَصْرِفُ صَرَفَ - وہ ہٹا لیا جائے گا۔ وہ بچا لیا جائے گا۔ اس سے ٹال دیا جائے گا

= عَنْهُ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب - عذاب کی طرف راجع ہے۔

= فَقَدْ رَحِمَهُ - تو یقیناً رحم فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس پر کچھ کی ضمیر مَنْ کی طرف راجع ہے

۱۷:۶ = يَمْسَسُكَ - مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ - واحد مذکر غائب مَسَّ سے

(باب سمع) لگائے، پہنچائے۔ اَلْمَسَّسُ کے معنی امپھونا کے ہیں اور لَمَسَ کے ہم معنی

ہے لیکن لَمَسَ کسی چیز کے تلاش کرنے کو بھی کہتے ہیں اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز مل بھی جائے

لیکن مَسَّ کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب عاصۂ لمس کے ساتھ اس کا ادراک بھی ہو کہنا

عورت سے مجامعت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اَنِّیْ تَكُونُ لِي وَلَدًا وَلَمْ يَمَسِّنِي



بَشَرٌ (۳: ۲۷) میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا حالانکہ کسی انسان نے ہاتھ تو لگایا نہیں (یعنی میرے ساتھ مجامعت نہیں کی) آیت ہذا کے معنوں میں مَسْتَهْجًا أَبًا سَاءَ وَالضَّرَّاءُ (۲: ۲۱۴) ان کو بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں۔ ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= كَاشَفٌ - اسم فاعل مفرد - كَاشِفُونَ اور كَاشِفِينَ - جمع قیاسی - كَشَفٌ کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ برہنہ کرنا۔ ضرر کو دفع کرنا۔ باب ضرب - متعدی اور باب سمع سے لازم آتا ہے یعنی شکست کھانا۔ كَاشَفٌ ضرر کو دفع کرنے والا۔ تکلیف سے رہائی دلانے والا۔

۶: ۱۸ = الْقَاهِرُ - الْقَهْرُ کے معنی کسی پر غلبہ پا کر اسے ذلیل کرنے کے ہیں اور تذلیل و غلبہ ہر دو کے معنی میں علیحدہ علیحدہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے۔ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔

وَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (۹: ۹۳) تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرو۔ یعنی اسے ذلیل نہ کرو الْقَاهِرُ خبر ہے هُوَ مبتدا کی۔

۶: ۱۹ = قُلْ أَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً - اَيْ شَيْءٍ مبتدا خبر شہادۃ تمیز کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کہ گواہی کے لحاظ سے کونسی چیز سب سے بڑی (معتبر) ہے۔ یہ اس سوال کے جواب میں ہے جو کبلی کی روایت کے مطابق کفار مکہ نے کیا تھا۔ اَرِنَا مَنْ يَشْهَدُ اَنْتَ دَسُّوْا اللّٰہ - آپ نے ان سے پوچھا جواب میں کہ کونسی شہادت سب سے معتبر ہے اور پھر فرمان خداوندی کے مطابق ان کو بتایا۔ اَللّٰهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔

بعض کے نزدیک اللہ پر وقف ہے۔ اور یہ پہلے سوال اَيْ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً کا جواب اور شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ نیا جملہ ہے۔ اور اس سے پہلے وَهُوَ مَحْذُوفٌ سمجھا جاتا تھا۔ لَا نُنْذِرُكُمْ۔

= لَا نُنْذِرُكُمْ - اُنْذِرَ - اِنْذَارٌ سے مضارع ہے اور بوجہ عمل لام منصوب ہے۔ یہ لام لام کئی کہلاتا ہے لام کئی کے بعد اَنْ مقررہ ہے جو مضارع کو نصب دیتا ہے۔ صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تاکہ میں تم کو ڈراؤں

= مَنْ يَبْلُغْ - لَا يَنْدَمُ مَنْ بَلَغَ هَذَا الْقُرْآنُ - تاکہ جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان کو متنبہ کروں۔

= اَنْتُمْ - الف استفہامیۃ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کیا واقعی تم



تَشْهَدُونَ۔ لام تاکید تَشْهَدُونَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم گواہی دیتے ہو۔  
اَتَّكُمُ لَتَشْهَدُونَ کیا تم واقعی یہ شہادت دیتے ہو۔

= الْاِلَهَةُ الْاُخْرٰی۔ الْاِلَهَةُ بہت سے معبود الٰہ کی جمع۔ اُخْرٰی۔ الْاِلَهَةُ کی صفت ہے  
لموصوف جمع غیر ذوی العقول ہو تو صفت واحد مؤنث آتی ہے جیسے وَلٰی فِیْہَا مَا رِیْبُ اُخْرٰی  
۱۸:۱ اور اس میں اور بھی بہت سی ضرورتیں پوری کرتا ہوں۔ آیت ہذا میں پتھروں اور لکڑی کے بنے ہوئے  
رِی کو الْاِلَهَةُ کہنے کی وجہ سے تحقیر کے طور پر ان غیر ذوی العقول الْاِلَهَةُ کی صفت بجائے جمع  
کے واحد مؤنث لائی گئی ہے۔

= بَرِئٌ۔ بیزار۔ بے تعلق۔ بے گناہ۔ بروزن فعلٌ بَرَاءَةٌ سے بمعنی اسم فاعل ہے  
۲۰:۱ = یَعْرِفُونَهَا۔ میں وہ ضمیر واحد مذکر غائب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ کہ آپ کا  
لیہ مبارک شامل۔ صفات تورات اور انجیل میں مذکور ہیں۔

= خَسِرُواْ اَنْفُسَهُمْ۔ اَهْلَكُواْ اَنْفُسَهُمْ۔ اَذْبَقُواْ اَنْفُسَهُمْ۔ (جنہوں نے) اپنے نفسوں کو ہلاکت  
پر گھائے میں ڈال دیا۔ بابتکار ہم بنوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ  
سلم کی نبوت سے انکار کر کے۔

= فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ اِی لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہ۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے۔  
۲۲:۱ = یَوْمَ۔ مفعول بہ۔ تقدیر کلام ہے اَذْکُورُ یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا۔

= تَزْعُمُوْنَ۔ تم دعویٰ کرتے تھے (باب نصر) زَعَمٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ زَعَمٌ کا  
استعمال زیادہ تر دعویٰ باطل اور ایسے قول کے بیان کرنے کے متعلق ہوتا ہے جو مظنہ کذب ہو۔  
تحقق نہ ہو بلکہ مشکوک ہو۔ اس لئے قرآن مجید میں جہاں بھی زعم کا استعمال ہوا ہے مذمت کے  
لئے ہوا ہے۔

= کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔ اِی کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اَنْہَا تَشْفَعُ لَکُمْ عِنْدَ رَبِّکُمْ۔ جن کے متعلق تمہارا  
پر زعم تھا کہ وہ خدا کے ہاں تمہاری سفارش کریں گے۔

۲۳:۶ = فِتْنَةٌ۔ اس کا لغوی معنی پرکھنا اور آزمائش کرنا ہے لیکن یہاں فتنہ سے مراد عذر  
ور بہانہ ہے

= ثُمَّ لَنْ یَّکُنَ۔۔۔۔۔ مُشْرِکِیْنَ۔ پھر ان کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا بجز اس کے کہ وہ  
جھوٹ کا سہارا لے کر کہیں گے۔ اللہ کی قسم جو ہمارا پالنے والا ہے ہم شرک کرنے والے تھے  
۲۴:۱ = ضَلَّ۔ گم ہو گیا۔ گمراہ ہو گیا۔ ہلاک ہو گیا۔



== مَا كَانُوا يَفْتَؤُونَ ۝ جوبت وہ گھر کر پو جا کیا کرتے تھے وہ سب بناوٹی معبود گم ہو جائیں گے  
(یعنی وہ ان کو وہاں نہ پائیں گے۔)

۶: ۲۵ = يَسْمَعُ إِلَىٰ - کان لگا کر سنتے ہیں

= اَكْتَنَ - كِنَانٌ کی جمع - پرے - غلاف -

= وَقَرًّا - اسم مصدر - منصوب - ثقل - گرانی - بہرہ پن -

مطلب یہ ہے کہ ان مشرکین و کفار میں سے بعض تیری باتوں کو کان لگا کر سنتے ہیں لیکر ان کی ہٹ دھرمی - ضد - تعصب اور جمود کی وجہ سے ان کے دلوں پر پرے اور ان کے کانوں میں بہرہ پن ہو گیا ہے کہ سننے کے باوجود نہ وہ کچھ سمجھ پاتے ہیں اور نہ کچھ ان کے پلے پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ گواصل سبب ان کی محرومی تو ان کا متواتر اعراض و انکار ہے لیکن سبب پر مسبب کا مترتب ہونا یا موثر پر اثر کا مترتب ہونا قانون فطرت کے تحت ہے جو خدا نے بنایا ہے اس لئے سبب اور موثر کی بجائے ان کو خود ذات باری کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

= اَكْتَنَ اَوْ وَقَرًّا دونوں جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔

حتیٰ - جب تک - جہاں تک - لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ يَلْغَ تَكُنْ يُدْهِمُ إِلَىٰ اَنَّهُمْ ان کا اعراض و تکذیب اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جب بھی وہ تیرے پاس آتے ہیں جھگڑا کرتے ہیں  
== يُجَادِلُونَكَ مِصَارِعَ جَمْعِ مَذْكَرٍ غَائِبٍ مُّجَادَلَةٌ سے جدل مادہ - باب مفاعلة - وہ تم سے جھگڑا کرتے ہیں۔

= اِنْ - نافیہ ہے۔

۶: ۲۶ = يَنْهَوْنَ عَنْهُ - مضارع جمع مذکر غائب نَهَىٰ مصدر (باب فتح) وہ منع کرتے ہیں وہ روکتے ہیں - عَنْهُ سے مراد عَنْ اَتْبَعَ الرَّسُولِ - صَلَّى اللہ علیہ وسلم۔

= يَنْهَوْنَ عَنْهُ - دور رہتے ہیں - مضارع جمع مذکر غائب نَاهَىٰ مصدر۔

۶: ۲۷ = وَقِفُوا - ماضی مجہول - جمع مذکر غائب - وَقَفَ اَوْ وَقُوفٌ - مصدر - باب ضرب - جب ان کو روک کر کھڑا کیا جائے گا۔

اِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ - جب وہ دوزخ کے کنارے لاکھڑے کئے جا دیں گے (ماضی بمعنی مضارع) اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں جب وہ دوزخ کے متعلق مطلع کئے جا دیں گے - یا دوزخ کے کنارے پیش کئے جائیں گے - یا عَلَىٰ بمعنی فِي ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جب



وہ نار جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

مثال اس کی عَلَى مُلْكٍ سَلِيمَانَ اِی فِی مُلْكٍ سَلِيمَانَ (۱۰۲:۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں۔

= یَلِیْتَنَّا۔ یا۔ حرف تنبیہ۔ یا۔ حرف نداء جس کا منادی محذوف ہے۔ کِیْت حرف مشبہ بفعل تمنا کے لئے مستعمل ہے۔ نَا اسم۔ اے کاش ہم۔

= نُرُدُّ۔ مضارع مجہول جمع متکلم۔ رُدُّ۔ مصدر۔ (باب نصر) ہم پھیر دیئے جائیں یا پھیر دیئے جاتے ہیں۔ ہم لوٹا دیئے جائیں۔ یا لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

= وَ لَوْ كَذَّبَ۔ مضارع منفی منصوب بوجہ جواب تمنا۔ یَلِیْتَنَّا نُرُدُّ۔ وَاَوْثَلَفَ کے ہے جو تمنا کے جواب میں ہے

= مَكُونُ۔ مضارع جمع متکلم منصوب بوجہ جواب تمنا۔

= بَلْ۔ للاضراب عن الوفاء بما تمنّوا۔ ان کے ایفائے تمنا کے رد میں آیا ہے یعنی ان کی یہ تمنا یا آرزو کہ اگر وہ واپس دنیا میں لوٹائے جائیں تو وہ تکذیب قرآن سے باز رہیں گے اور مومن بن جائیں گے۔ بالکل غلط اور جھوٹ ہے بلکہ وہ یہ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اب بَدَّ اللَّهُ مَا كَانُوا يَخْفَوْنَ مِنْ بَلْ۔ ان کے راز افشا ہو گئے ہیں۔ ان کی جھوٹی قسموں کی حقیقت کھل گئی ہے۔ اور سوائے یہ کہنے کے انہیں کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔

= بَدَّ۔ ظاہر ہو گیا (باب نصر) بَدَّ اور بَدَّاءُ سے جس کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہو جانے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= كَانُوا يَخْفَوْنَ۔ ماضی استمراری۔ یَخْفَوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِخْفَاءُ سے وہ چھپا کر تے تھے۔

= لَعَادُوا۔ لام جواب کو میں واقع ہے وہ پھر کریں۔ وہ پھر کرتے ہیں۔ عَوْدُ مصدر

= نَهَوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ نیز ملاحظہ ہو (۱۶۱:۴)

۶:۲۹ = اِنْ نَافِیْہُ۔

= مَبْعُوْثِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے

۶:۳۰ = اَلِیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ۔ الاشارة الى البعث۔ دوبارہ اٹھائے جانے کی طرف اشارہ ہے۔ کیا یہ حق نہیں۔

۶:۳۱ = لِقَاءَ۔ حاصل مصدر۔ پیشی۔ ملاقات۔ لِقَى۔ یَلْقَى لِقَاءُ (سَمِعَ) استقبال



کرنا۔ پانا۔ ملاقات کرنا۔ لَدَتْنِ یُکَدَتْنِ (مفاعلة) مُلَاقَاةٌ۔ آمنے سامنے آنا۔ ملنا۔ ملاقات کرنا  
= بَعُتَہ۔ ایک دم۔ اچانک۔ یکا یک۔ بَعْتَ یَبْعُتُ بَعُتًا۔ اچانک آنا۔ یکا یک آنا  
ناگاہ آنا۔

= يُحَسِّرَتْنَا۔ کلمہ تاسف وائے قسمت۔ ہائے افسوس۔ یا حرفِ ندا۔ حَسْرَتْنَا مضاف  
مضاف الیہ مل کر مُنادی۔ حسرت منادی حقیقی نہیں۔ صرف کثرتِ حسرت کے اظہار کے  
لئے اسے منادی بنایا گیا ہے۔

== عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا۔ اس کوتاہی پر جو ہم سے اس زندگی میں ہوئی۔ مَا نَافِیْہِ نہیں ہے  
بیانہ ہے۔ فَرَّطَ فِیْہِ۔ قَصْر فِیْہِ وَضِیْعَہ حَتّٰی مَات۔ ترکہ و اغفلہ۔ کوتاہی کرنا۔ غفلت  
برتنا۔ فَرَّطَ سے باب تفعیل۔ افراط و تفریط اسی سے ہے۔ یعنی کسی شے میں معمول سے کمی یا بیشی  
کرنا۔ باب تَنْزِیْل میں تقصیر اور کوتاہی کرنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

= يَحْمِلُونَ۔۔۔ سے وہ اٹھائیں گے۔ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

== اَدُّ زَارَهُدْ - اُنْ ۔۔۔ جم۔ اَدُّ زَارَهُدْ جمع ہے وزر کی

== اَلَا - حرف تنبیہ - اور مرد : استمدار ہے - خبردار کجاں لو، سُن لو -

= سَاء۔ سَاءَ كَيْسُوْ (اُصْر) ہے۔ فذل ہے۔ سُوْء سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

۶:۳۳ = اِيَحْزَنُكَ۔ لام تاکید۔ يَحْزَنُ مضارع واحد مذكر غائب۔ لَكَ ضمير واحد مذكر حاضر مفعول۔ تم کو رنجیدہ کرتی ہے (یہ بات) اس کا نازل الذی يَقُولُونَ ہے یعنی وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں

= يَجْعَدُونَ ه جَعَدٌ بِحُودٍ مصدر - باب فتح - وہ انکار کرتے ہیں۔

۶:۳۴ = اُذْذُوا - وہ ستائے گئے۔ ان کو انذار دی گئی۔ اِیْذَاءُ (اِیْذَاءُ) سے ماضی  
مجبول کا صیغہ۔ جمع مذکر غائب۔

اِذِي مَادَّة. اِذِي يُؤْذِي اِئِذَاءً وَاَوْذِي اِئِذَاءً

= مُبَدِّل - اسم فاعل واحد مذکر - مَبْدُیْلُ (تفعیل) مصدر - تبدیل کرنے والا۔

= مَبْنِیَّ - اسم مجرور - مضاف - خبر - اَنْبَاءُ - جمع - خبریں -

۶:۳۵ = کَبُور۔ ماضی واحد مذکر غائب باب کَرُمَ یَکْرُمُ۔ اس باب میں اس کا مصدر۔  
کَبُور۔ کَبُور اور کِبَارَةٌ آتا ہے جس کے معنی بڑا ہونا۔ کَبُور شاق ہے۔ دشوار ہے۔ ناگوار ہے۔



= اِعْرَاضُهُمْ۔ ان کی روگردانی۔ فاعل ہے کَبُرَ کا۔

= اِنَّ تَبْتَغِي۔ کہ تو ڈھونڈھے یا تلاش کرے۔ اِبْتَغَاءُ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ۔

= نَفَقًا۔ اسم منصوب مفعول۔ سرنگ۔ مَا فِقاءُ اور نَفَقَةٌ گوہ کا لیٹ جس کے کم از کم دو منہ ہوتے ہیں۔ ایک دہانے سے گوہ داخل ہوتی ہے اور جب نیکاری اس سوراخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ دوسرے سوراخ سے نکال پاتی ہے۔ نفاق اور منافقت اصطلاح قرآنی میں اسی دو رخ کا نام ہے۔

= سَلَمًا۔ اسم منصوب مفعول۔ سیڑھی۔ زینہ۔ سَلَّمَ کی جمع سَلَامٌ اور سَلَامٌ ہے سَلَامٌ السَّلَامۃ سے مشتق ہے۔

= فَتَأْتِيَهُمْ۔ تو لے آئے اُن کے پاس۔

فَإِنْ اسْتَطَعْتَ حبلہ شرط ہے جس کا جواب فَا فَعَلَ محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی  
فَإِنْ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِي نَفَقًا فِی السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ  
بِأَيِّهِ فَا فَعَلَ اگر تو طاقت رکھتا ہے کہ ڈھونڈھ نکالے زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان  
تک جانے کے لئے کوئی سیڑھی کہ لے آئے ان کے پاس کوئی معجزہ تو کر دیکھ  
یہ شرط۔ اور اِنْ كَانَ کَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ جواب شرط ہے۔

بعض کے نزدیک آیت ہذا میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن نہیں کا  
رعایہ نہیں کہ رسول کریمؐ ایسا کر رہے تھے اور آپ کو منع کیا گیا بلکہ یہ اسلوب کلام کسی چیز سے  
برہیز اور اجتناب کی تاکید کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔

اور بعض کے نزدیک یہ خطاب امت کے ہر فرد کو ہے۔ علامہ ابو حیان نے اسی قول کو  
ختیار کیا ہے۔ لیکن قرآن حکیم کے فرمودات کی روشنی میں پہلا قول زیادہ صحیح معلوم دیتا ہے۔  
قرآن کریم میں قریب قریب اسی حالت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

۱) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ لِّنَفْسِكَ عَلَىٰ اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسْفَاۗط  
(۶: ۱۸) اور آپ جو ان پر اتنا غم کھاتے ہیں (سو شاید آپ ان کے پیچھے غم کے مارے جان  
بی دے گے۔ اگر یہ لوگ مضمون قرآنی پر ایمان نہ لائے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ قریب بہ ہلاکت  
رہے)

۲) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ لِّنَفْسِكَ اِنْ لَّمْ تَكُوْلُوْا مِّنْہِمْ (۳: ۲۶) شاید آپ ان کے



ایمان نہ لانے پر (رنج پر رنج کرتے کرتے) اپنی جان دیدیں گے

(۳) اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لِكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ  
(۵۶:۲۸) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے  
اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اسی کو ہے۔

سو صریحاً آیت ہدایں بھی خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے اور فرمایا جا رہا ہے  
کہ اگر تم پر ان کا اعراض کرنا شاق گذرتا ہو تو تم اس کا علاج کر ہی کیا سکتے ہو۔ زمین میں سُرنگ  
لگاؤ اور وہاں سے خدا کی نشانی نکال لاؤ یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھو اور اُد پر سے کوئی  
نشانی ڈھونڈھ نکالو اور لا کر پیش کر دو۔ اگر ہو سکتا ہے تو ایسا بھی کر دیکھو۔ یہ کبھی ایمان لائیں  
ہی نہیں۔ اگر خدا کو ان کا ایمان لانا منظور ہی ہوتا تو انہیں خود ہدایت پر جمع کرتا۔ (ابن کثیر)  
۳۶:۶۔ یَسْتَجِیْبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ استجابة (استفعال) سے مصدر  
ج و ب حروف مادہ۔ دعوت قبول کرتے ہیں۔

= اَلْمَوْتِیْ۔ المیت کی جمع۔ مُرَدَّے۔

یہاں اَلَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ کے مقابلہ میں اَلْمَوْتِیْ واقع ہوا ہے سننے والوں سے مرا  
یہ لوگ ہیں جن کے ضمیر زندہ ہیں جو نیک و بد میں تمیز کر سکتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مُرَدَّے وہ  
لوگ ہیں جو لکیر کے فقیر ہیں۔ اور اپنی ہٹ دھرمی اور تعصب کی وجہ سے کوئی اثر قبول نہیں  
کرتے۔

= یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ۔ یَبْعَثُ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب  
ن کو اٹھائے گا۔

وَالْمَوْتِیْ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ۔ ہے مُرَدَّے تو انہیں تو اللہ تعالیٰ بس قبروں ہی سے اُٹھائے  
(تفہیم القرآن) یعنی جو مردہ دل اور مردہ ضمیر ہیں وہ تو ایمان نہیں لائیں گے۔ اور روز محشر  
قبروں سے ہی اٹھیں گے۔ اور اپنے کئے کی سزا بھگتنے کے لئے خدا کے حضور لوٹائے جائیں گے  
۳۸:۶۔ دَابَّةٌ۔ جانور۔ چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رینگنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ  
مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ اس میں وحدت کی ہے اس کی جمع دَوَابٌّ ہے  
قرآن مجید میں دَابَّةٌ کا لفظ ہر حیوان کے لئے آیا ہے۔

= مَا فَرَّطْنَا۔ ماضی منفی جمع متکلم تَفَرُّطٌ مصدر (باب تفعیل) ہم نے کمی یا کوتاہی  
نہیں کی۔ ہم نے کسی ضروری چیز کو نہیں چھوڑا۔ (بلا حظہر ۳۱:۶)



۳۹ = صَمٌّ - اَصَمُّ کی جمع ہے۔ بہرے۔

يُكْمٌ - اَبْكُمُ کی جمع ہے۔ گونگے۔

۴۰ = اَرَيْتَكُمْ - اَخْبِرُونِي۔ مجھے بتاؤ۔ بھلا بتاؤ تو۔

۱۔ ہمزہ استفہام۔ رَأَيْتَ فعل یا فاعل جس میں ت فاعل ہے۔ اس کے بعد ك۔ كَمَا  
مذکر خطاب کے لئے ہیں۔ اور محض ضمیر فاعل کی تاکید کے لئے لائے جاتے ہیں۔ ت کو حالت  
نہ۔ جمع اور تانیث میں اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور ان حالتوں میں بجائے ت کے  
تے میں حسب مقام تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اگر ك۔ كَمَا۔ كُمُ برائے تاکید نہ لائے جائیں  
ت میں ضمیر کے مطابق تبدیلی ہو جائے گی۔ مثلاً اَرَايْتَ الَّذِي يَنْهَى (۹:۹۶) کیا تم نے  
شخص کے حال پر نظر کی جو منع کرتا ہے۔

اور قُلْ اَرَايْتُمْ مَا تَدْعُونَ - (۴:۴۵) (اے پیغمبر) ان لوگوں سے کہو کہ بھلا دیکھو تو یہی  
بن کو تم (اللہ کے سوا) پکارتے ہو۔ رَأٰی مادہ۔ مہموز العین اور ناقص یائی ہے۔ اس سے مشتق رُوِيَ  
ہے۔

۴۱ = يَكْشِفُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ كَشَفَ مصدر (باب ضرب) وہ دور کرتا ہے۔  
تَنْسَوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ نَسِيَ مصدر جس کے معنی کسی چیز کو ضبط میں نہ رکھنے  
ہیں۔ خواہ یہ ترک ضعف قلب کی وجہ سے ہو یا ازراہ غفلت۔ یا قصداً کسی چیز کی یاد بھلا دی  
ئے۔ حتیٰ کہ وہ دل سے محو ہو جائے۔ نَسِيَ يَنْسِي (سمع)  
(جب مصیبت کا انتہائی وقت آتا ہے تو بدترین مشرک بھی اپنے دوسرے معبودوں کو بھلا  
صرف اللہ تعالیٰ کا نام ہی پکارتا ہے۔)

۴۲ = بَأْسَاءٌ - سختی۔ فقر۔ اِسْمٌ مَوْنٌ - بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔  
الضَّرَاءُ = تکلیف۔ سختی۔ تنگی۔ بیماری۔ مصیبت۔ اِسْمٌ ہے۔ بَأْسَاءٌ اور الضَّرَاءُ  
نوں مَوْنٌ ہیں۔ اور ان کا مذکر نہیں آتا۔  
يَتَضَرَّعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب تَضَرَّعٌ (تفعل) مصدر۔ عاجزی کرتے ہیں  
گڑاتے ہیں۔ تاکہ عاجزی کریں۔

آیت میں فَآخَذَ نَهْمٌ سے قبل فَكَفَرُوا وَاكْذَبُوا محذوف ہے۔  
یعنی ہم نے رسول بھیجے لیکن انہوں نے انکار کیا اور ان کی نافرمانی کی اور تکذیب کی تو ہم  
ان کو تکالیف میں مبتلا کیا۔ (بیضاوی) لیکن اگر متن کو بعینہ لیا جاوے تو معانی ہونگے



ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے اور ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کے ہمارے سامنے جھک جائیں۔ (تفہیم القرآن)

صاحب کشف اور صاحب روح المعانی نے اول الذکر کو اختیار کیا ہے۔

۶: ۲۳ = لَوْلَا۔ اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) امتناعیہ (اگر نہ) کو حرف شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے۔ لفظاً کوئی تغیر پیدا نہیں کر دو جملوں پر داخل ہوتا ہے۔ جملہ اسمیہ۔ جملہ فعلیہ۔ پہلے جملہ کا ایک جزو ضرور محذوف ہوتا خواہ خبر ہو یا فعل۔

ابن مالک کا قول ہے کہ لَوْلَا کے پہلے جملہ کی خبر اگر عام ہو جیسے کائنات ثابت وغیرہ تو واجب الحذف ہے۔ اور اگر عمومی خبر نہ ہو بلکہ کسی مادہ کے ساتھ مقید ہو مثلاً: اَحِلُّ شَارِبٍ۔ قَائِمٌ۔ قَاعِدٌ۔ ذَاهِبٌ۔ مَاشِيٌ۔ وغیرہ اور بغیر ذکر کے معلوم نہ ہو سکے تو ذکر واجب ہے۔ جیسے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے لَوْلَا قَوْمُ مَلِكٍ حَدِيثٌ عَهْدٌ بِالْإِسْلَامِ لَهْدَمَتِ الْكَلْبَةُ۔ اگر تیری قوم نئی نئی اسلام میں داخل نہ ہوئی ہو تو میں کعبہ کو ڈھا دیتا۔ (اور ابراہیمی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرتا) اور ذکر کے بغیر اگر خبر معلوم ہو سکے ہو تو ذکر و حذف دونوں جائز ہیں۔ مثلاً لَوْلَا فَضَّلُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ (۴: ۸۳) اَعْلَيْكُمْ۔ فَضَّلُ اللّٰهُ کے متعلق ہو تو خبر محذوف ہوگی۔ ورنہ نازل کے متعلق ہو کر فضل اللہ کی خبر ہوگی۔

اور اگر لَوْلَا ضمیر پر داخل ہو تو ضمیر مرفوع ہونی ضروری ہے جیسے لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُمْ مُؤْمِنِينَ (۳۴: ۲۱) میرد کے نزدیک ضمیر کا مرفوع ہونا ضروری نہیں۔

(۲) تخصیض اور عرض کے لئے بھی لَوْلَا آتا ہے یعنی فعل پر سختی کے ساتھ ابھارنا، تخصیض نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا (عرض) اس وقت لَوْلَا کے بعد مضارع آنا چاہئے۔ خواہ لفظاً ہو یا معنی۔ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللّٰهَ۔ (۲۶: ۴۶) تخصیض اور لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ اِلَىٰ اَجَلٍ قَرِيبٍ۔ (۱۰: ۶۳) عرض۔

۳۔ زحیر و توبیخ کے لئے۔ اس وقت یہ ماضی پر داخل ہوگا۔ لَوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَدْبَعِ شُهَدَاءَ۔ (۲۴: ۱۳) اور فَلَوْلَا اِذْ جَاءَهُمْ بِآسُنَا تَضَرَّعُوا۔ (۶: ۲۳)

(۴) استفہام کے لئے لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ (۶: ۸) اور لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ اِلَىٰ اَجَلٍ قَرِيبٍ۔ (۱۰: ۶۳) لیکن جہور اہل ادب کے نزدیک اول آیت میں توبیخ اور دوسری آیت



میں عرض کے لئے ہے۔

= فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا - فَلَوْلَا تَضَرَّعُوا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا - پھر جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو کیوں نہ انہوں نے زاری کی اور توبہ کی۔

= قَسَتْ ماضی واحد مَوْتٌ غائب قَسَوْتُ مصدر - قَسَوْا مادہ ناقص وادی قَسَا يَفْسُو (نصر) اصل میں قَسَوْتُ تھا وادِ ساقط ہو کر قَسَتْ ہو گیا۔ (دل) سخت پڑ گئے۔ خشک ہو گئے حق کو قبول نہیں کرتے۔

۶: ۴۴ = فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ہم نے ہر شے کے دروازے ان پر کھول دیئے  
یعنی ان کو ہم قسم کی نعمتوں سے نوازا۔

= بَفْتَةٍ - اچانک - یک دم - یکایک۔

= مُبْلِِسُونَ - اسم فاعل جمع مذکر - مرفوع - مُبْلِِسٌ واحد -

مایوس - غمگین - پشیمان - متحیر - خاموش - جن کو کوئی بات بن پڑی ممکن نہیں - اللہ کی رحمت سے مایوس - بَلَسٌ - بے خبر آدمی۔

۶: ۴۵ = دَابِرٌ - بَخ - بنیاد - پچھاڑی - جڑ - پیچھا - دُبُورٌ سے جس کے معنی پشت پھرنے کے ہیں - اسم فاعل واحد مذکر۔

= وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - حمد الہی اس واسطے کہ ظالم قوموں کی بیخ کنی سے خدا کی مخلوق کو نجات نصیب ہوئی - اس نعمت پر خدا کی حمد انسان پر لازم ہے۔

۶: ۴۶ = أَدْعَايُهُمْ - ملاحظہ ہو ۴۰: ۶ -

= نَصْرَفُ - مضارع جمع مکمل تَصْرِيفٌ مصدر - (باب تفعیل) ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں - ہم کھول کھول کر ہر پہلو سے بیان کرتے ہیں۔

= يَصْدِفُونُ - مضارع جمع مذکر غائب صَدَفٌ مصدر (باب ضرب) اعراض کرتے ہیں

۶: ۵۲ = لَا تَطْرُدُ - فعل نہی واحد مذکر حاضر (باب نصر) طَرَدٌ سے جس کے معنی ذلیل سمجھ کر ہانکنے اور دور کرنے کے ہیں - دھتکارنا۔

= عَدَاوَةٌ - ٹرکا - طلوع فجر اور طلوع آفتاب کا درمیانی وقت

= الْعِشِيِّ - (۱) زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت - اسی بنا پر ظہر اور عصر کو صَلَاتَا الْعِشِيِّ - بولتے ہیں۔

(۲) دن کا پچھلا وقت - (۳) زوال سے لے کر صبح صادق تک کا وقت (۴) عِشِيِّ وَ



عِشَاءُ نماز مغرب کے لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت۔

= فَتَطْرُدَهُمْ۔ کہ تو ان کو اپنے سے دور ہٹا دے۔ تَطْرُدُ واحد مذکر حاضر منصوب بوجہ جواب نہی (مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابٍ۔ ان کے حساب کی کوئی ذمہ داری تجھ پر نہیں)

= فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ۔ جواب نہی۔ لَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ یہ بھی جائز ہے کہ فَتَطْرُدَهُمْ پر عطف ہے بوجہ تَسْبیب کے کہ ظالمین میں سے ہونا بوجہ ان کو اپنے سے دور ہٹانے کے ہے۔

یہ آیت حضرت بلال۔ جناب۔ سلمان۔ عمار وغیرہم کے متعلق نازل ہوئی تھی کہ اکابرین مکہ حضور سے کہتے تھے کہ ہم آپ کے پاس حاضر تو ہوں لیکن ان گنواروں۔ ناداروں کے ساتھ بیٹھنا ہماری ہمت تک ہے۔

۵۳:۶ = فَتَنَّا۔ ماضی جمع مکمل۔ ہم نے آزمائش میں ڈالا۔ اس کے علاوہ مصیبت سے بچانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ماضی معنی مضارع بھی ہو سکتا ہے ہم آزمائش میں ڈالتے ہیں۔

= مَنْ اللَّهُ عَلَيْهِمْ۔ خدا نے ان پر بڑا احسان کیا مَنْ يَكْمُنُ (نَصَرَ) مَنْ مصدر احسان کرنا۔ مَنَّا احسان کرنے والا۔ اَلْعَمَانُ۔ خدا تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۵۵:۶ = تَسْتَبَيِّنُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِسْتَبَانَ (استفعال) بین مادہ وہ ظاہر ہو جائے۔ کھل جائے۔

= سَبِيلُ۔ راستہ۔ راہ۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔  
۵۶:۶ = نَهَيْتُ ماضی مجہول واحد مکمل۔ نہی سے مجھے روکا گیا ہے۔ مجھے ممانعت کر دی گئی ہے۔

۵۷:۶ = بَيِّنَةٌ۔ واحد۔ بَيِّنَاتٌ۔ جمع۔ روشن اور کھلی دلیلیں۔ ایسی دلیلیں جو حق اور باطل کے فرق کو واضح کر دیں۔

= كَذَّبْتُمْ بِهِ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب سے مراد اللہ تعالیٰ ہے (کشاف) یا اللہ کی جانب سے آئی ہوئی کلام۔ یعنی الْقُرْآنُ ومعجزات الباہرۃ وبراہین الواضحة (المآذن)  
= تَسْتَعْجِلُونَ۔ تم جلدی کرتے ہو۔ تم عجلت کرتے ہو۔ یعنی جس عذاب یا پاداش کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو۔ استعجال (استفعال) سے جمع مذکر حاضر۔

= يَقْصُ۔ قَصَّ يَقْصُ (نَصَرَ) سے مضارع واحد مذکر غائب وہ بیان کرتا ہے۔ یعنی اللہ



تعالیٰ بیان کرتا ہے۔

= الْفَاعِلِينَ - اسم فاعل جمع مذکر فیصل جمع مصدر فیصلہ کرنے والے۔ حق کو باطل سے الگ کرنے والے۔

۶: ۵۸ = لَقَضِيَ الْآمَرُ - بات کا فیصلہ ہو گیا ہوتا الْقَضَاءُ کا معنی قولاً یا عملاً کسی کام کا فیصلہ کر دینے کے ہیں۔ حکم کرنا، خبردار کرنا۔ تمام کرنا کے معنی میں بھی آتا ہے ملاحظہ ہو (۲: ۶) ۶: ۵۹ = تَسْقُطُ - مضارع واحد مؤنث غائب (باب نصر) وہ گرتی ہے۔ سَقُوطٌ بمعنی گرنے کا ہے۔

= دَرَقَةٍ - اسم مفرد - نکرہ - کوئی ایک پتہ - دَرَقٌ چاندی کا سکہ۔ (فَالْبَعْثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ) - تو اپنے میں سے کسی کو یہ سکہ دے کر شہر میں بھیجو۔ (۱۹: ۱۸) ۶: ۶۰ = حَبَّةٌ - دانہ - غلہ - اناج - گندم - جو وغیرہ اناج کے دانہ کو حَبٌّ اور حَبَّةٌ کہتے ہیں حُبُوبٌ جمع۔

= رَطِبٍ ہرا - يَابِسٍ خشک - دونوں مجبور بوجہ حرف جار - مِنْ کے ہیں۔

= كِتَابٌ مُبِينٌ - لوح محفوظ ۶: ۶۰ = يَتَوَفَّكُمُ - مضارع واحد مذکر غائب تَوَفَّى مصدر - (بَابُ تَفَعَّلَ) كُمْ ضمیر مفعول - تمہاری جانوں کو لے لیتا ہے۔ یا لے لیگا۔ یہاں تَوَفَّى کا لفظ نیند کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ نیند بھی موت کی بہن ہے۔ ۶: ۶۱ = جَرَحْتُمْ - تم نے کمایا۔ (باب فتم) جَرَحٌ سے جس کے معنی زخمی کرنے کے کمانے اور کسی میں طعن کرنے کے ہیں۔ یہاں کمانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ يُقَالُ فُلَانٌ يَجْرَحُ لِعِيَالِهِ - وہ اپنے کنبے کے لئے کماتا ہے۔

۶: ۵۸ = ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ - پھر اٹھاتا ہے تم کو (نیند سے) دن کے وقت ۶ کی ضمیر النَّهَارِ کی طرف راجع ہے۔

= يُقَضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى - تاکہ پوری کردی جائے (اس نیند اور بیداری کے تسلسل سے تمہاری عمر کی) میعاد مقررہ۔

۶: ۶۱ = حَفِظَةً - حَافِظٌ کی جمع - نگہبان - حفاظت کرنے والے۔

= تَوَفَّاهُ دُسَلْنَا - (فرشتوں کی جماعت) اس کو اٹھا لیتی ہے۔ اس کی رُوح کو قبض کر لیتے ہیں۔



= لَا يُفَرِّطُونَ - وہ (اس میں) کوتاہی نہیں کرتے۔ یعنی اللہ کے فرستادے اس کے حکم کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو ۳۱:۶ - ۳۸:۶  
 ۶۲:۶ = رُدُّوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب رَدُّ سے۔ وہ واپس لائے گئے۔ وہ لوٹائے گئے۔ وہ پھیرے گئے۔ یعنی عبادۃ - اس کے بندے موت کے بعد اس کے حضور لوٹائے جائیں گے۔

= اَسْرَعُ الْحَسِبِينَ - حساب کرنے والوں میں سب سے زیادہ جلد اور تیز حساب کرنے والا  
 ۶۳:۶ = تَضَرَّعًا۔ عاجزی کرنا۔ گر گڑا نا۔ برون تفعّل مصدر ہے  
 = لَنْ اَنْجُوْا - اگر وہ (اللہ) ہمیں نجات دیدے (یہ ان کی دعا ہے لَنْ اَنْجُوْا مِنْ هٰذِهِ لَنْكُوْنَنَّ مِنَ الشَّكِرِيْنَ)

۶۴:۶ = كَذِبٌ - اسم مصدر۔ نکرہ۔ سخت غم۔ دم گھونٹنے والا غم  
 ۶۵:۶ = يَلْبِسْكُمْ شَيْعًا۔ يَلْبِسُ مضارع واحد مذکر غائب۔ لَبَسَ مصدر (باب ضَرَبَ) كَمْ ضمیر مفعول وہ تم کو ملا دے۔ یعنی باہم دست و گریباں کر دے۔ شَيْعٌ جمع شَيْعَةٍ کی۔ اَلْبَسَ عَلَيْهِ الْاَمْرُ۔ جب بات مشتبہ اور گڈمڈ ہو جائے۔ وَلَبَسَ عَلَيْهِ الْاَمْرُ خَلط ملط ہو جانا کہ حقیقت پہچانی نہ جاسکے۔ قرآن میں ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۲۲:۲) اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط مت کرو۔ يَلْبِسْكُمْ شَيْعًا تم کو مختلف فرقوں میں بانٹ دے کہ آپس میں الجھ جاؤ اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے لگو  
 = يُذِيقُ - مضارع واحد مذکر غائب اِذَا قَدْ مصدر (باب افعال) وہ چکھائے۔

يَلْعَثُ - يَلِيسُ اور يُذِيقُ منصوب آئے ہیں بوجہ عمل اَنْ کے۔  
 = بَأْسٌ - لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ آفت۔ جنگ کی شدت۔  
 = يُذِيقُ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ - تم میں سے ایک فرقہ کی سختی دانداز سانی کا مزہ دوسرے فرقہ کو چکھائے

۶۶:۶ = كَذَّبَ بِهِ میں ۛ ضمیر قرآن حکیم کے لئے ہے  
 = دَكِيْلٌ ذمہ دار۔ کارساز۔ نگران۔ نگہبان۔

۶۷:۶ = مُسْتَقَرٌّ - القرار۔ الثبوت۔ نہایت۔ غایت۔

لِكُلِّ نَبَأٍ مُسْتَقَرٌّ - یعنی قرآن کی ہر ایک خبر میں ایک حقیقت ایک غایت ہے یا خدا بتائی ہوئی ہر خبر کے لئے اس کے وقوع پذیر ہونے کا وقت اور مکان ہے اور اس میں کوئی



تاخیر یا رد و بدل نہیں ہے۔

۶: ۶۸ = يَخُوضُونَ مضارع جمع مذکر غائب خَوْضٌ سے (باب نصر) وہ مشغول ہوتے ہیں۔ اردو میں غور و خوض استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ استہزاء اور طعنا آیات ربانی (قرآن حکیم) پر بحث کرتے ہیں یا نکتہ چینی کے لئے انہیں زیر بحث لاتے ہیں۔  
 = يَخُوضُوا مضارع مجزوم منصوب حتیٰ کے عمل کی وجہ سے  
 = اِمَّا۔ اِنْ اور مَا سے مرکب ہے۔ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ بطور حرف تفصیل۔ جیسے اِمَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ اِمَّا مَّا كَفَرْنَا (۳: ۷۶) ہم نے انسان کو راستہ دکھایا اس کے بعد وہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکرا بن جائے۔  
 (۲) شک و ابہام کے موقع پر جیسے جَاءَ اِقَامًا زَيْدًا اِمَّا عَمُرًا۔ یا تو زید آیا ہے یا عمرو۔  
 (۳) اباحت و تنخیر کے لئے۔ تَعَلَّمَهُ اِمَّا الْفِقْهَ وَاِمَّا اللُّغَةَ۔ فقہ سیکھ یا لغت۔ یہاں اگر کے معنی میں ہے۔

— يُنْسِيَنَّكَ مضارع واحد مذکر غائب بانون ثقیدہ لَکَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَسِیَ سے وہ تم کو بھلا ہی دے۔

= لَا تَقْعُدْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ (باب نصر) قَعُودٌ۔ تَوْنٌ بلیٹھ۔ تجھے بیٹھنا نہ چاہئے  
 الذِّكْرٰی۔ نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پسند۔ موعظت۔ ذِکْرٌ یَذْکُرُ کا مصدر ہے۔  
 نصیحت کے معنوں میں آیا ہے۔ وَذِکْرٰتِ الذِّکْرِ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (۵۱: ۵۵)  
 اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مومنوں کو نفع دیتی ہے۔ ان ہی معنوں میں یہ اگلی آیت میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں بمعنی یاد آیا ہے۔ یعنی یاد آنے کے بعد۔

۶: ۶۹ = مِنَ حِسَابِهِمْ میں ضمیر ھِمَّ کافروں کے لئے ہے یعنی تقویٰ اختیار کرنے والوں پر کافروں کے حساب سے کچھ بوجھ نہ ہوگا۔ انہیں معنوں میں آیت ۵۲ میں استعمال ہوا ہے۔  
 = وَلٰکِنْ ذِکْرٰی۔ لیکن نصیحت کرنا تقویٰ اختیار کرنے والوں پر فرض ہے۔  
 تقدیر کلام یوں ہے وَلٰکِنْ عَلَیْہِمْ ذِکْرٰی۔

= لَعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب بھی کافروں کے لئے ہے۔

۶: ۷۰ = ذَرُّ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر وَذَرَّ سے (باب سمع وفتح) تو چھوڑ دے۔  
 = غَزَّ ذَہْمًا۔ ماضی واحد مؤنث غَاب۔ ھُمَّ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ دنیاوی زندگی نے ان کو بہکا رکھا ہے۔



وَذَكِّرْ بِهِ - اور نصیحت کرو قرآن کے ذریعہ سے - یعنی ان مشرکوں کو قرآن کی روشنی میں نصیحت کرو۔ ذَكِّرَ فعل امر واحد مذکر ماضیہ میں ہا ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کی طرف راجع ہے۔  
 = اَنْ - کہ - یہ کہ - اَنْ - مبادا کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ قَبِيْنٍ اَنْ تُصِيْبُوْهُ اَقْوَمًاۙ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِيْنٍ ۝ (۶:۴۹)  
 اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو - اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

اکثر مفسرین نے یہاں اَنْ کو انہیں معنوں میں لیا ہے - لیکن اگر اسے ”کہ“ کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ علامہ عبد اللہ یوسف علی نے لیا ہے تو عبارت کے معنی زیادہ واضح ہو جائے ہیں اس صورت میں اَنْ کے بعد کا جملہ ذَكِّرَ کا مفعول بہ ہوگا۔  
 صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَ (اِی تَبْسُلَ نَفْسٌ اِیْمًا كَسَبَتْ) مفعولا بہ لذكّر - ان میں سے بعض نے ”تَبْسُلَ نَفْسٌ اِیْمًا كَسَبَتْ“ کو ذَكِّرَ کا مفعول بہ لیا ہے۔  
 = تَبْسُلَ - وہ گرفتار ہو جائے - وہ ہلاکت کے سپرد کی جائے - اِبْسَالٌ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب بُسِلَ بمعنی تَهْلَكَ (ابن عباس) تَحْبَسَ - (قتادہ) اِی فی نار جہنم - تحرق بالنار (الضحاك)  
 = تَعْدِلُ - وہ بدلہ دیوے (ضرب) عدل سے جس کے معنی اصل میں مساوی اور برابر کرنے کے ہیں - چونکہ بدلہ کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے کہ جس چیز کا بدلہ ہے اس کے برابر ہے۔ اس لئے بدلہ کرنے کے معنی بھی آتے ہیں - مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔  
 = وَذَكِّرْ بِهِ اَنْ تَبْسُلَ نَفْسٌ ..... الخ - اور نصیحت کر قرآن کے ذریعہ سے کہ :-  
 پکڑا جائیگا آدمی اپنے عملوں کی وجہ سے اور نہیں ہوگا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی - اور اگر وہ ہر چیز فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو وہ بھی اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

= اُدْلِکْ - وہ لوگ جو دین کو کھیل اور دل لگی سمجھتے ہیں اور جنہیں دنیوی زندگی نے دھوکہ میں رکھا ہوا ہے -

= اُبْسِلُوا - ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ ہلاک کئے گئے وہ ہلاک ہوئے - وہ گرفتار کئے گئے - وہ پکڑے گئے - وہ ثواب سے محروم کئے گئے - (اوپر تَبْسُلَ ملاحظہ کیا جائے)



= حَمِيمٌ - نہایت گرم پانی۔ اس سے حمام مشتق ہے جہاں گرم پانی مل سکتا ہے۔  
 حَمِيمٌ قَرِيبٌ دوست کو بھی کہتے ہیں حَمِيمٌ سے۔  
 ۶: ۷۱۔ نَزْدٌ - مضارع مجہول جمع مکمل۔ رَدَّ يَرُدُّ (باب نصر) سے ہم پھیر دیئے جائیں۔  
 ہم لوٹائے جائیں۔ ہمیں لوٹا دیا جائے۔

= اَعْقَابِنَا - عَقِبَتْ کی جمع مضاف مضاف الیہ۔ ہماری اڑیاں۔ الرَّدُّ عَلَى الْأَعْقَابِ  
 بمعنی الرجوعُ إِلَى الشَّرِّ وَالضَّلَالِ۔

= كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ - لغت مصدر محذوف۔ اِیْ اسْتَرَدَّ اِثْنًا مِثْلُ  
 رَدَّ الَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ - اور نہ عوادعاء مِثْلُ دعاء الَّذِي اسْتَهْوَتْهُ  
 الشَّيَاطِينُ - کیا ہم پھر جائیں مِثْلُ پھر نے اس شخص کے جسے شیاطین نے بھٹکا دیا ہو۔  
 یا پکاریں مِثْلُ پکارنے اس شخص کے .... الخ۔

= اسْتَهْوَتْهُ - اس نے اس کو راستہ بھلا دیا۔ اسْتَهْوَاءٌ - (استفعال) راستہ  
 بھلا دینا۔ فریفتہ کرنا۔ بلندی سے پستی کی طرف لانا۔

= حَيْرَانَ - حیران۔ سرا سیمہ۔ بہکا ہوا۔ متردد۔ حیرۃ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔

= لَهُ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب الَّذِي کی طرف راجع ہے۔

= اِئْتِنَا - ہمارے پاس آ۔ اِئْتِ صیغہ امر۔ نا ضمیر جمع مکمل اِتِیْ یَا اِئْتِیَاتُ  
 (ضَرْبَ) سے

= لَهُ اصْحَابٌ ..... اِئْتِنَا - اس کے ساتھی ہوں جو اسے بلا ہے ہوں ہدایت کی  
 طرف۔ اور پکار ہے ہوں کہ ہماری طرف آجا۔

۷۲: ۶ = وَانْ اَقِمْوْا الصَّلٰوةَ وَآتُوْا ۝ اِیْ وَامْرَاۤتِنِ اَقِمْوْا الصَّلٰوةَ وَ  
 اتَّقُوْا - (اور ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ) تم نماز قائم کرو اور اس سے ڈرو۔

۷۳: ۶ - وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَبَکُوْنُ - اور جس دن وہ کہیگا کہ حشر ہو جائے اسی دن  
 وہ ہو جائے گا۔ (تفہیم القرآن)

یَوْمَ بمعنی حَیْنَ (وقت) بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے (وہ  
 وہی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا) اور جس وقت (بھی)  
 وہ کسی شے کو کہتا ہے ہو جاتا تو وہ ہو جاتی ہے۔

= قَوْلُهُ الْحَقُّ - اس کا ارشاد عین حق ہے۔ عین حقیقت ہے۔ جو وہ حکم دیتا ہے وہ



ہو کر ہی رہتا ہے اس کا قول اٹل ہے قَوْلُهُ مُبْتَدَا۔ الْحَقُّ۔ خبر۔

۶: ۷ = اَرْمِكَ - اَرَى - مضارع واحد متکلم رَأَى يَرَى رَأْيًا وَرُؤْيَةً (فتح  
مہسوز العین ناقص یائی) میں دیکھتا ہوں - ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں  
تجھے دیکھتا ہوں۔ میں تجھے پاتا ہوں۔

۶: ۷ = كَذَلِكَ - اسی طرح - كَمَا اَرَيْنَاكَ قُبْحَ الشِّرْكِ حَسْبُ طَرَح ہم نے اس کو  
شرک کی قباحت (باپ کی اور اس کی قوم کی گمراہی) دکھائی تھی۔ اسی طرح ہم نے چشم  
بصیرت سے اس کو ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کرا دیا۔

= نَرَى - مضارع جمع متکلم اَرَى يَرَى (باب افعال) اِدَاعَةٌ - ہم دکھاتے ہیں  
یہاں مضارع ماضی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= مَلَكُوتٌ - مصدر - مُلْكٌ سے مبالغہ کا صیغہ بذریعہ ایزادی و ت اقتدار کامل - غلبہ تائم  
حکومت حقیقہ - بقول راغب - ملکوت - اشد کی بادشاہت کے لئے مخصوص ہے۔  
= وَ لَيَكُونَنَّ - ای فعلنا ذلك لیکون (ہم نے ایسا اس لئے کیا) کہ وہ کامل یقین کرنے  
والوں میں سے ہو جائے۔

= اَلْمُؤَقِّنَ - اسم فاعل جمع مذکر - معترف - مجبور - اَلْمُؤَقِّنُ - واحد - اِيقَاتٌ  
مصدر - عین الیقین کے مرتبہ پر فائز ہونے والے۔

۶: ۷ = جَنَّ عَلٰی - اس نے ڈھانپ لیا - اس نے چھپا لیا۔ جَنَّ سے (باب نصر)  
= اَخْلَ - وہ غائب ہو گیا۔ وہ غروب ہو گیا۔ (ضَرَبَ - نَصَرَ - سَمِعَ) اَخُولٌ سے  
بمعنی آفتاب - ماہتاب - وغیرہ ستاروں کا غروب ہونا۔ اَخْلَ اسم فاعل جمع اَخْلَيْنَ  
۶: ۷ = بَارِزًا - درخشاں - روشن - بُزُوْعٌ سے بمعنی طلوع ہونا۔ چمکنا۔ اسم  
فاعل واحد مذکر۔

۶: ۸ = هَذَا اَرَبِيَّ - اَهَذَا اَرَبِيَّ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اَنْ اَسْتَفْهَمَ  
محذوف ہے اور استفہام انکاری کے طور پر آیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے میری قوم کیا  
یہ میرا رب ہے؟ ہرگز نہیں۔

۶: ۹ = وَجَعَلْتُ - ماضی معروف واحد متکلم - تَوَجَّيْتُ مصدر (باب تفعیل) میں نے  
اپنا رخ پھیر لیا۔

= فَطَرَ - فَطَرٌ مصدر وہ عدم سے وجود میں لایا۔ اس نے پیدا کیا۔ فَطَرٌ کے اصل معنی



بھاڑ دینے کے ہیں یعنی عدم کے پردہ کو بھاڑ کر وجود میں لایا۔

= حَنِيفًا - الْحَنَفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ الحنیف بروزن (فعل) جو باطل کو چھوڑ کر حق واستقامت کی طرف آجائے۔ اس کی جمع حُنَفَاءُ ہے۔ حَنِيفٌ حَنَفٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۶: ۸۰ = حَاجَةٌ - مُحَاجَّةٌ (مفاعلة) سے باہم حجت کرنا۔ دلیل بازی کرنا۔ الْحُجَّةُ اس دلیل کو کہتے ہیں جو صحیح مقصد کی وضاحت کرے۔ اور دو متناقض امور میں سے ایک کی صحت کی مقتضی ہو۔

حَاجَ اس نے حجت بازی کی۔ اس نے جھگڑا کیا۔

= هَدَانِ - اصل میں هَدَانِی ہے اس نے مجھے ہدایت دی۔ مجھے ہدایت یافتہ کیا۔ هِدَايَةٌ سے (باب ضرب)

= إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا - اللہ میرا رب ہے کوئی تکلیف مجھے پہنچانا چاہے تو۔

(ورنہ میں ان سے نہیں ڈرتا۔ جن کو تم رب کا شریک ٹھہراتے ہو)

= أَخْلَدَ تَتَذَكَّرُونَ - مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ ہمزہ استفہامیہ۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑو گے۔ تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے (باب تفعّل)

۶: ۸۱ = لَمْ يُنْزِلْ - مضارع نفی جہد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ اس نے نہیں نازل کیا۔ اس نے نہیں اتارا۔ یعنی جس کے لئے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی۔ تم کو کوئی اجازت نامہ نہیں دیا۔

= الْفَرِيقَيْنِ - موحّدین کا فرق اور مشرکین کا فرق۔ حضرت ابراہیم اور اس کے پیروکار ایک فرق۔ مشرکین مخالفین دوسرا فرق۔

= بِالْأَمْنِ - ای امن من العذاب - عذاب سے بے خوفی اور اطمینان ۶: ۸۲ = لَمْ يَلْبِسُوا - مضارع مجزوم نفی جہد بلم۔ صیغہ جمع مذکر غائب لَبَسَ مصدر۔ انہوں نے نہیں ملایا۔ انہوں نے مخلوط نہیں کیا۔

= آیت ۸۲ پر حضرت ابراہیم کا کلام ختم ہوا۔

۶: ۸۳ = ذُرِّيَّةٌ ذُرِّيَّةٌ سے۔ نسل۔ اولاد۔ ذُرِّيَّةٌ ذُرَّةٌ بھر۔

۶: ۸۶ = حَبِطَ عَنْ - الْحَبِطُ - (حسب یحسب) کے معنی کسی کام کے ضائع ہو جانے اور اکارت ہونے کے ہیں۔ آیت ہذا۔ اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے



سب ضائع ہو جاتے۔ ارشاد ہے لِيَحْبُطَنَّ عَمَلُكَ۔ (۶۵: ۳۹) تو یقیناً تمہارے عمل برباد ہو جائے گا۔  
حَبِطَ عَنْهُ اِی ذہب عنده۔

۶: ۸۹ = بِهَا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث۔ الکتاب۔ والحکم۔ والنبوة کی طرف راجع ہے۔ یا اس کا مرجع آیات قرآنی ہیں جو دلائل التوحید والنبوة کے متعلق ہیں۔

= هُوْلَاءِ۔ یعنی اہل مکہ۔

= وَكَلْنَا بِهَا۔ وَكَلْنَا۔ ماضی معروف۔ جمع متکلم۔ تَوَكَّلْ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے مقرر کر دیا  
= قَوْمًا۔ گروہ۔ جماعت۔ بلا تخصیص نسل و وطن (اُس صورت میں جب کہ ایسی قوم بلا واسطہ  
مخاطب نہ ہو) ایک نسب اور وطن سے تعلق رکھنے والی جماعت (جہاں پیغمبروں نے ان کو خطاب  
کیا ہو جیسے يٰاَقْتَدِ قَوْمِ یا اِذْقَالَ لِقَوْمِهِ)

یہاں اس آیت میں قوم سے مراد اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ انصار۔ مہاجرین۔ تابعین  
تبع تابعین۔ عربی، عجمی سب مراد ہیں جو اہل ایمان تھے۔

۶: ۹۰ = اُولَٰئِكَ سے مراد وہ اٹھارہ انبیاء ہیں جو اوپر مذکور ہیں۔

= اِقْتَدِۙ۔ تو اس کی پیروی کر۔ تو اس کی اقتدا کر۔ اقتدار کا معنی ہے کسی کے کام کے  
موافق کوئی کام کرنا

علامہ قطب الدین الکشاف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

کہ یہاں اقتدار سے مقصود صرف اخلاق فاضلہ اور صفات کمال میں ان جلیل القدر انبیاء کی پیروی  
کرنا ہے۔ ۵ ضمیر واحد مذکر فیہم اِھْمَ میں ھُدًی کی طرف راجع ہے۔

= اُولَٰئِكَ الَّذِينَ (آیت ۸۹) سے لے کر اِقْتَدِۙ (آیت ۹۰) تک ترجمہ یوں ہوگا۔

یہ تھے انبیاء جنہیں ہم نے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کی۔ پس اگر یہ لوگ (اہل مکہ) انہ  
(کتاب و حکمت۔ نبوت یا آیات قرآنی) سے انکار کرتے ہیں۔ تو ہم نے مقرر کر دیا ہے ایک ایسی  
قوم کو (اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ انصار۔ مہاجرین وغیرہ) جو ان (کتاب و حکمت۔ نبوت یا آیات  
قرآنی) سے منکر نہیں ہے بلکہ ان پر ایمان رکھتی ہے) یہی (انبیاء علیہم السلام) وہ لوگ تھے جن کو  
اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی تو بھی ان کی سبکدستی کی (جو میں نے ان کو عطا کی) پیروی کر

= عَلَيْهِ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن یا تبلیغ قرآن ہے۔ اور اسی طرح هُوَ ضمیر  
کا مرجع بھی قرآن ہے۔

= اِنْ نٰفٰیہ ہے۔



= ذِكْرِي - نصیحت - اوپر ۶: ۶۸ ملاحظہ ہو۔

۹۱: ۹ = مَا قَدْ دُرُوا - ماضی منفی معروف - صیغہ جمع مذکر غائب - انہوں نے تعظیم نہیں کی - انہوں نے نہیں پہچانا۔

= تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ = جن کو تم نے متفرق اور مختلف کاغذوں میں لکھ رکھا ہے تاکہ اپنے مطلب کے اوراق مختلف مواقع پر پیش کئے جاسکیں جیسا کہ ان کے اپنے مفاد میں مناسب ہو = قَرَاطِيسَ - الْقِرْطَاسُ - ہر وہ چیز جس پر لکھا جائے - کاغذ وغیرہ

= قُلِ اللّٰهُ جَوَابُ كُلِّ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسٰى كَا - قُلِ اللّٰهُ كُو اگر جملہ اسمیہ لیا جاتے تو تقدیر ہوگی قُلْ هُوَ اللّٰهُ - اور جملہ فعلیہ کے اعتبار سے اس کی تقدیر ہوگی - قُلْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ۔

= خَوْضِهِمْ - ان کی بیہودہ گوئی - باتیں بنانا - گھسنا - خَاضَ بِخَوْضٍ کا مصدر ہے خَوْضٍ کے معنی پانی میں گھسنے کے ہیں بطور استفادہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے استعمال ہوتا ہے ۹۲: ۶ = لِنُنْذِرَ - کہ ڈرائے تو - تو ڈراتے گا - تو ڈراتا ہے - اِنْذَارٌ - سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

= اُمّ الْقُرٰى - مکہ معظمہ - بستیوں کی اصل اور جڑ - بستیوں کی ماں - مَنْ حَوْلَهَا - جو اس کے ارد گرد ہے - یعنی تمام اہل مشرق و مغرب۔ ۹۳: ۶ = اخْتَرٰى - اس نے جھوٹ باندھا - اس نے بہتان تراشا - اِشْتَرَاؤُ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= مَنْ قَالَ - اے من اظلم مہن قال - اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو کہے۔ ۹۴: ۱ = دَلُوْا نَرٰى - کاشش تو دیکھے - کاشش تو دیکھ سکے۔

= غَمَرَاتٍ - غَمْرَةٌ کی جمع - موت کی سختیاں جو سائے اعضاء پر چھا جائیں - غَمْرَةٌ وہ کثیر پانی جس کی تہ نظر نہ آئے - بطور تشبیہ اس سے مراد جہالت - غفلت لی جاتی ہے - جو قوی پر غالب آجائے۔

= بَاسِطُوْا - اصل میں بَاسِطُوْنَ تھا - اَيَّدِيْهِمْ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ن ساقط ہو گیا - کھولنے والے - بڑھانے والے۔

یعنی کاشش تو ان ظالمین کو اس حالت میں دیکھ سکے جب موت کی سختیاں ان پر غالب ہوں گی - اور فرشتے ان کی جان مکالنے کے لئے ہا پنے ہاتھ ان کی طرف بڑھا رہے ہوں گے۔



= اَخْرِجُوا اَنْفُسَكُمْ۔ اس سے پہلے يَقُولُونَ لَهُمْ مَحْذُوف ہے۔ اَخْرِجُوا اَنْفُسَكُمْ لاؤ اپنی جانیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ۔ اگر ہو سکتا ہے تو چھڑاؤ اپنی جانیں، ہمارے ہاتھوں سے اَخْرِجُوا فعل امر حاضر۔ اَنْفُسَكُمْ مفعول بہ۔

= تَجْزَوْنَ۔ تم بدلہ دیے جاؤ گے۔ تم جزا دیئے جاؤ گے۔ جزاء سے جمع مذکر حاضر۔

= عَذَابُ الْهُوْنِ۔ اسم ہے۔ الْهُوْنُ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) انسان کا کسی ایسے موقع پر نرمی کا اظہار کرنا کہ جس میں اس کی سبکی نہ ہو۔ یہ قابل ستائش ہے قرآن حکیم میں ہے دَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا (۶۳:۲۵) اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر متواضع ہو کر چلتے ہیں۔

(۲) هَوَانٌ بمعنی ذلت اور رسوائی کے بھی آتا ہے یعنی دوسرا انسان اس پر مسلط ہو کر اس کو سبکسار کرے۔ تو یہ قابل مذمت ہے قرآن حکیم میں ہے فَآخَذَ تَهُمَ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ (۱۷:۴۱) تو.... بکڑک نے ان کو آکچڑا اور وہ ذلت کا عذاب تھا۔

اور اگر علی کے ساتھ آئے تو معنی معاملہ کے آسان ہونے کے ہیں جیسے هُوَ عَلَى هَآئِنٍ (۳۱:۱۹) کہ یہ مجھے آسان ہے۔

سَوْعَدَآبُ الْهُونِ بمعنی ذلت کا عذاب۔

= تَسْكَبُرُونَ۔ اسْتِكْبَارٌ (استفعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم تکبر کرتے تھے تم گھنڈ کرتے تھے۔

۶:۹۴ = جِئْتُمُونَا۔ تم ہمارے پاس آ پہنچے۔ اس میں واؤ اشباع کا اور نا ضمیر جمع متکلم ہے

= فُرَادًى۔ فَرْدٌ۔ کی جمع۔ اکیلے اکیلے۔ ایک ایک۔

= خَوَّلْنَكُمْ۔ ہم نے تم کو عطا کیا۔ ہم نے تم کو دیا۔ تَخَوَّلُ (تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی ایسی چیزوں کے عطا کرنے کے ہیں جن کی نگہداشت کی ضرورت پڑے۔ جیسے عربی میں کہتے ہیں فَلَانٌ خَالٌ مَالٍ اَوْ خَائِلٌ مَالٍ۔ یعنی فلاں مال کی خوب نگہداشت کرنے والا ہے (آیت ہذا میں: جو مال و متاع ہم نے تم کو دیا تھا تم سب پیچھے چھوڑ آئے)

ماضی جمع متکلم۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= فَبِكُمْ۔ اِيْ فَبِ اُمُوْرِكُمْ۔ تمہارے معاملات ہیں۔

= شُرَكَاءُ يَعْنِي شُرَكَاءُ لِلّٰهِ

یعنی جن کو تم یہ سمجھتے تھے کہ تمہاری فلاح و بہبود اور نفع و نقصان میں اللہ کے ساتھ شریک ہیں



اور عمل و دخل رکھتے ہیں۔

== تَقَطَّعَ - کٹ گیا۔ ٹوٹ گیا۔ قطع قطع ہو گیا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ تَقَطَّعُ (تَفَعَّلُ) سے  
تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ - ای قطع ما بینکم من الوصل - بے شک تمہارے درمیان جو رشتہ تھا  
وہ اُٹ گیا۔

== ضَلَّ - کھو گیا۔ گم ہو گیا۔ ضائع ہو گیا۔ ہلاک ہو گیا۔ گمراہ ہو گیا۔ بھٹک گیا۔ راہ سے  
دور جا پڑا۔

== مَا كُنْتُمْ تَرْعَمُونَ - اور جو دعویٰ تم کیا کرتے تھے (وہ کھو گئے)

۶: ۹۵ = خَالِقٌ - اسم فاعل واحد مذکر۔ خَلَقَ مصدر۔ پھاڑنے والا۔ بیج اور گٹھلی کو پھاڑ  
کر سبزہ نکالنے والا۔ (خَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى) تاریکی کو پھاڑ کر صبح کرنے والا۔ خَالِقُ الْإِصْبَاحِ  
= الْحَبِّ - دانہ - غلہ - گندم - انج - اس کی جمع حبوب ہے۔ عام (دوائی وغیرہ کی گولیوں کو)  
بھی حَبِّ کہتے ہیں۔

= النَّوَى - النَّوَاةُ - اس کی واحد۔ کھجور کی گٹھلیاں۔

= تَوَخَّكُونَ - تم پلٹائے جاتے ہو۔ تم پھیرے جاتے ہو۔ اخَذْتُ سے جس کے معنی کسی شے  
کے اپنے اصلی رخ سے پھرنے کے ہیں۔

یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔ قول میں راستی سے دروغ بیانی کی طرف  
در فعل میں نیکو کاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر  
= ذَلِكُمُ اللّٰهُ فَآتٰی تَوَخَّكُونَ - یہ ہے اللہ (ان خوبیوں والا) اور (تم دیکھو) تم کدھر  
ہکے چلے جا رہے ہو۔

۶: ۹۶ = سَكَنًا - برائے تسکین۔ آرام۔ راحت۔ برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو۔  
سَكُونٌ سے اسم ہے۔ بسنے کی جگہ۔ آرام و سکون کی جگہ یا وقت۔ محلًا للسکون (قوٹجی)  
= حُسْبَانًا - برائے حساب۔ شمار۔ حُسْبَانٌ بمعنی حساب و شمار۔

حَسَبَ يَحْسِبُ (نصر) کا مصدر ہے۔

قرآن مجید میں جو یہ آیا ہے وَيُرْسِلْ عَلَيْهَا حُسْبَانًا (۴۸: ۲۴) اور بھیج دے اس پر عذاب  
نویہاں حُسْبَانٌ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ (۱) ایک آگ یا مہبوب کا۔ (۲) دوسرا عذاب  
اور حقیقت میں حساب کے مطابق سزا۔

= تَقْدِيرٌ - اندازہ۔ مقدار کو مقرر کرنا۔ خواہ کسی نوعیت کے متعلق ہو۔



۹۷:۶ = يَقَوْمٌ يَعْلَمُونَ ۞ اہل دانش و اہل علم کے لئے۔

۹۸:۶ = مُسْتَقَرٌّ ۞ ظرف مکان۔ بروزن اسم مفعول اِسْتَقَرَّادُ مصدر۔ قرار گاہ۔ بٹھرنے کی جگہ۔  
 = مُسْتَوْدَعٌ ۞ ظرف مکان۔ بروزن اسم مفعول اِسْتَدَاعَ (اِسْتَفْعَالَ) مصدر۔ امانت رکھنے کی جگہ۔ حفاظت کی جگہ۔ رحمِ مادر۔

مُسْتَقَرٌّ اور مُسْتَوْدَعٌ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ مستقر سے مراد شکمِ مادر اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد باپ کی پیٹھ۔

اور بعض نے کہا ہے کہ مستقر سے مراد زمین ہے جہاں انسان دنیوی زندگی بسر کرتا ہے اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد قبر ہے۔ جہاں مرنے کے بعد حشر تک کا درمیانی عرصہ گزارنا ہوتا ہے اور بعض کے مطابق مستقر سے مراد دنیوی زندگی (ظرفِ زمان) اور مُسْتَوْدَعٌ روانگی کا وقت (ظرفِ زمان) و داع سے رخصت ہونا۔ اس کی تقدیر ہے۔ فَكَلِمَةُ مُسْتَقَرٍّ وَمُسْتَوْدَعٍ ۞

= يَفْقَهُونَ ۞ مضارع جمع مذکر غائب ۞ سمجھ رکھتے ہیں۔ سمجھتے ہیں۔

۹۹:۶ = بَنَاتٍ ۞ گھاس۔ سبزی۔ زمین کی پیداوار۔ روئیدگی۔ زمین سے پیدا کرنا۔ زمین سے اگنے والی ہر چیز۔

= مِنْهُ ۞ میں ضمیر بنات کی طرف راجع ہے۔ یعنی بنات سے ہم سرسبز کوئلیں نکالتے ہیں

= خَضِرًا ۞ سبزہ۔ سبز۔ خَضَرٌ سے جس کے معنی سبز اور ہرا ہونے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= مُتَرَآكِبًا ۞ اسم فاعل ۞ واحد مذکر۔ تَرَآكِبٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ تہ برتہ۔ ایک پر ایک

سوار۔ رَكْبٌ اور رُكُوبٌ کے معنی کسی جانور پر سوار ہونا۔ اناج کی بالی کے دانے باہم متصل ہوتے ہیں۔ ایک دانہ دوسرے سے وابستہ ہوتا ہے۔ کوئی اوپر ہوتا ہے کوئی نیچے۔ اس لئے اس کو تراکب کہا گیا ہے۔

گویا تہ برتہ ہونے کے سبب ایک دانہ دوسرے پر سوار ہوتا ہے۔ مکی کا سٹہ۔ اور اناج کے دانے بہترین مثال ہیں۔

= طَلْعَهَا ۞ اس کا گامبا۔ اس کا خوشہ۔ اس کا شگوفہ۔

= قِنَوَاتٌ ۞ قِنُوءٌ کی جمع۔ کھجوروں کے گچھے۔

= دَانِيَةً ۞ جھکنے والے۔ لٹکنے والے۔ دُنُوٌّ سے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔

جھکنے اور لٹکنے میں بھی قربت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔



= اَعْنَابٍ - عِنَب کی جمع - انگور

= الرُّمَّان - انار

= مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ - اپنی نوع اور قسم کے لحاظ سے ایک جیسے لیکن اپنی انفرادی شکل و شباہت کے لحاظ سے الگ الگ - مثلاً ایک مکی کا خوشہ بظاہر ہر خوشہ مکی سے مشابہت رکھتا ہے لیکن اس کا سائز دانوں کی قطاروں کی تعداد، ہر قطار میں دانوں کی تعداد - ان کا باہمی فاصلہ وغیرہ ایسی چیزیں جو کسی دونوں میں ایک جیسی نہیں ہو سکتیں - لہذا ہر خوشہ کی انفرادیت اپنی اپنی

= يَنْعَجُهُ مصدر - مجرور مضاف - ضمیر مضاف الیہ - اس کے پچنے کو - يَنْعَجُ (ضرب فتم) پھل پکنا۔

۶: ۱۰۰ = دَخَلَقَهُمْ - واؤ حالیہ ہے خَلَقَ میں فاعل اللہ ہے - هُمْ ضمیر الجنت کی طرف راجع - حالانکہ اللہ نے ہی ان کو پیدا کیا ہے۔

= خَرَقُوا آلَهُ - انہوں نے تراشا - خَرَقُ سے - ماضی، جمع مذکر غائب۔

الْخَرَقُ (ضرب) کسی چیز کو بلا سوچے سمجھے بگاڑنے کے لئے پھاڑ ڈالنا - قرآن میں ہے کہ: خَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا (۱۵: ۱۷) کیا تو نے اس کو اس لئے پھاڑا ہے کہ مسافروں کو غرق کرے - خَرَقَ - خَلَقَ کی ضد ہے - جس کے معنی اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانے کے ہیں اور خَرَقَ کے معنی کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنے کے ہیں - آیت میں اور بے سمجھے (جھوٹے، بہتان) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا گھڑی ہیں

۱۰۱: ۱۰۱ = بَدِيعٌ - اَلْاِبْدَاعُ - کسی کی تقلید اور اقتدار کے بغیر کسی چیز کو ایجاد کرنا - اسی سے نئے مومے ہوئے کنویں کو وَكِیَّةٌ بَدِيعٌ کہتے ہیں - جب اِبْدَاعٌ کا لفظ اللہ عزوجل کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں بغیر آلہ - بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شے کو ایجاد کرنا - یہ معنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مختص ہیں

بَدِيعٌ بمعنی مُبْدِعٌ یعنی اس چیز کا پیدا کرنے والا جس کی سابق میں کوئی مثال نہ ہو اللہ الٰہی کے اسماء حسنی میں سے ہے۔

= اَتَى - کس طرح - کیونکر - کیسے - یہ کیسے ہو سکتا ہے اَتَى یُحْيِیْ هَذِهِ الْاِلَٰهَةُ بَعْدَ مَوْتِهَا (۲۵۹: ۲) اللہ تعالیٰ ان بستیوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔

۱۰۳: ۱۰۳ = وَكَيْلٌ - صفت مشبہ - وَكَلٌ سے (ضرب) نگران - نگہبان - کارساز - مامن - گواہ۔



لَا تُدْرِكُ. مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ اس کو نہیں پاسکتی اَذْرَكَ کسی چیز کی غایت کو پہنچنا اَذْرَكَ الصَّيْتُ۔ لڑکا بچپن کی آخری حد کو پہنچ گیا۔ یعنی بالغ ہو گیا۔

حَتَّىٰ إِذَا أَذْرَكَهُ الْخَرَقُ (۱۰: ۹۰) یہاں تک کہ اس کو غرق (کے عذاب نے) آچڑا۔  
ادراک کا معنی ہے کسی چیز کو گھیر لینا۔ اس کا احاطہ کر لینا۔ ظاہر ہے کہ احاطہ اس چیز کا ہو سکتا ہے جو محدود ہو اور کسی خاص سمت میں پائی جاتی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات نہ تو محدود ہے اور نہ کسی خاص سمت میں موجود۔ اس لئے اس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ آیت ہذا میں ترجمہ ہوگا۔

نظریں اس کو نہیں گھیر سکتیں اور وہ سب نظروں کو گھیرے ہوئے ہے۔  
۱۰۴: ۶ = بَصَائِرُ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ بَصِيرَةٌ کی جمع۔ جس طرح جسم کے لئے بصارت (بینائی) ہے اسی طرح روح کے لئے بصیرت ہے۔

= اَلْبَصَرِ۔ اس نے دیکھا۔ (افعال) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔  
= عَمِيَ۔ وہ اندھا ہوا۔ عَمِيَ مصدر۔ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب یہاں کورِ دل ہونا مراد ہے  
= حَفِظْتُ۔ نگہبان۔ حَفِظْتُ سے بروزن فَعِلٌ بمعنی فاعل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ہے  
کیونکہ وہ کل کا نگہبان ہے۔

۱۰۵: ۶ = نُصَرِّفُ الْآيَاتِ۔ ہم پھیر پھیر کر۔ طرح طرح سے آیات (توحید) کو بیان کرتے ہیں  
= دَرَسْتُ۔ درس اور دِرَاسَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر  
تو نے پڑھا۔ تو نے پڑھ سنایا۔ دَرَسْتُ۔ اَلْقِرَاءَةُ علی الغیر۔ دوسرے کو پڑھ کر سنانا  
= نُبَيِّنُ مَضَارِعَ صِغَعٍ مُّتَكَلِّمٍ تَبَيِّنُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ ہم ظاہر کر دیں۔ ہم کھول دے  
۱۰۶: ۶ = لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ جملہ معترضہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان آگیا ہے  
۱۰۸: ۶ = لَا تَسُبُّوا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ سَبُّ سے (باب نصر) تم بڑا مت کہو۔ تم  
گالیاں نہ دو۔

= عَدُوًّا۔ ظُلْمًا وَعَدُوًّا۔ زیادتی۔ تعدی۔ ظلم و ستم۔ حد سے بڑھنا۔ زیادتی کرنا۔  
(یعنی برا کہنے لگیں گے خدا کو زیادتی اور بے سمجھے۔

۱۰۹: ۶ = جَهَدَ۔ تاکید پوری کوشش، مشقت۔ جَهَدَ يَجْهَدُ کا مصدر ہے۔  
اَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ وہ پوری کوشش سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔  
= اَيَّةٌ نُّشَانِي۔ یہاں نشانی سے مشرکین کی مراد کوئی خاص نشانی ہے جیسے عصا موسیٰ  
حضرت عیسیٰ کا مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنا۔ کوڑھیوں کو تندرست کرنا وغیرہ۔



محمد بن کعب القرظی اور الکلبی نے کہا ہے کہ مشرکین نے بطور خاص نشانی کے یہ مطالبہ کیا تھا کہ کوہ صفا سونا ہو جائے۔ ہمارے کچھ مرے ہوئے لوگ زندہ ہو جائیں کہ آپ کی تصدیق کریں مابعد الممات کے متعلق۔ اور ہمیں فرشتے دکھائیے کہ ہم ان سے آپ کی صداقت کے متعلق دریافت کریں۔

== إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ۔ کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں۔ یہ شیت ایزدی ہے کہ ان کو ظاہر کرے یا نہ کرے۔ یا کب اور کن حالات میں کرے۔

== مَا يُشْعِرُكُمْ۔ میں مخاطبین اہل ایمان ہیں۔ (گو بعض کے نزدیک یہاں خطاب مشرکین سے ہے) تمہیں کیا خبر۔ تمہیں کیسے سمجھایا جائے۔ يُشْعِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اشْعَارُ (افعال) سے۔ آگاہ کرے۔ واقف بنائے۔ سمجھائے۔

== أَنهَآ إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ۔ کہ جب ایسی خاص نشانی آ بھی جائے تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یا تقدیر یوں ہے۔ أَنهَآ إِذَا جَاءَتْ يُؤْمِنُونَ أَوْ لَا يُؤْمِنُونَ۔ کہ جب ایسی خاص نشانی آجائے تو یہ ایمان لائیں گے یا نہیں لائیں گے۔

== نُقَلِّبُ۔ مضارع جمع معکلم۔ تَقْلِيبٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ ہم (حق کی طرف) پھیر دیتے ہیں۔ موڑ دیتے ہیں۔

== كَمَا۔ جیسے۔ جیسا کہ۔ جس طرح۔ كَمَا تَعْلِيلُ کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسا کہ بعض کے نزدیک اس کا استعمال ان آیات میں آیا ہے۔

۱) كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ۔ (۱۵۱:۲) فَاذْكُرُونِي۔۔۔۔۔ (۱۵۲:۲) چونکہ میں نے پیغمبر بھیج دیا تمہیں میں سے۔۔۔۔۔ اس لئے میری یاد کرو۔ یہاں ارسال رُسُل ذکرِ الہی کی علت ہے؛ ۲) وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ۔ (۱۹۸:۲) چونکہ اللہ نے تمہیں ہدایت کر دی اور ذکر کا طریقہ بتا دیا۔ اس لئے اس کی یاد کرو۔ یہاں ہدایت ذکر کی علت ہے۔

۳) وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا نَهَئُهُمْ مِّنْؤَابِهٍ آدَلٍ مَّرَّةٍ۔ (آیتِ ہذا) کیونکہ وہ پہلی مرتبہ اس کے ساتھ ایمان نہیں لائے تھے ہم ان کے دلوں اور نظروں کو پھیر دیں گے۔ یہاں ان کے پہلی مرتبہ کے معجزوں (آیات) پر ایمان نہ لانا علت بن گیا ان کے تقلیب قلوب و ابصار کا۔

انکشاف اور ابن کثیر نے اس آیت میں کاف کو تعلیل کے معنوں میں لیا ہے۔ المنجد میں ہے کہ کاف کبھی تعلیل کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے اُذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا هَدَاكُمْ (۱۹۸:۲) اللہ کو



یاد کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔

لغات القرآن میں ہے کہ: کاف کو تغلیل کے لئے اخفش اور بعض کوفیوں نے قرار دیا ہے اور اکثر اہل عربیت نے الکار کیا ہے۔

== اَدَلَّ مَسْرَعًا - پہلی مرتبہ۔ اس سے مراد یا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سابقہ معجزات ہیں مثلاً شق القمر وغیرہ۔ یا سابقہ انبیاء کے معجزات مثلاً عصا موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ کا کوڑھوں تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا۔

== نَذَرُ هُمْ - مضارع جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر منقول جمع مذکر غائب۔ وَذَرَّ مصدر باب سَمِعَ ہم ناقابل پر واہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں۔ صرف مضارع اور امر مستعمل۔

== طَغْيَانِهِمْ - ان کی گمراہی۔ ان کی سرکشی۔ ان کی شرارت۔ ان کی بے راہی۔

== يَعْمَهُونَ - مضارع جمع مذکر غائب عَمَهُ مصدر۔ (باب فتح۔ سَمِعَ) وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ وہ حیران و پریشان پھرتے ہیں۔ عَمَهُ۔ سرگردانی۔ حیرانی۔ گمراہی۔

== لَيُؤْمِنَنَّ بِهَا - میں کفار کے قول کی نقل ہے۔ اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ میں ان کا جواب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ہے) اور وَمَا يُشْعِرُكُمْ سے لے کر آخر آیت ۱۱ تک پارہ ۸ مسلمانوں سے خطاب (مبجانب اللہ) ہے۔

== قُلْ اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ سے يَعْمَهُونَ تک عبارت کچھ یوں ہوگی۔ قُلْ اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اِنَّهَا اِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ (بِذَلِكَ) وَنَقَلَبَتْ اَفْئِدَتُهُمْ وَابْصَارُهُمْ وَنَذَرُ هُمْ فِي طَغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ..... اور آپ کو کیسے سمجھایا جائے کہ جب یہ خاص نشانیاں (جن کا یہ لوگ مطالبہ کر رہے ہیں) آجائیں گی جب بھی یہ ایمان نہ لاویں گے جیسے کہ وہ ایمان نہ لاتے تھے جب پہلی مرتبہ (جب اللہ کی طرف سے خاص نشانیاں اس کے انبیاء کی معرفت ظہور میں آئی تھیں) اور اب ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے) ہم ان کے دلوں کو (حق طیلی کے قصد سے) اور ان کی نگاہوں کو (حق بینی کی نظر سے) پھیر دیں گے۔ اور ان کو (ان کی) سرکشی (وکفر) میں حیران و سرگرداں چھوڑ دیں گے۔

(ملاحظہ ہو بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ضیاء القرآن پبشر کریم شاہ

صاحب بھیروی)



يَا رَءُ  
وَلَوْ أَنَّنَا  
(١٨١)

الْأَنْعَامُ وَالْأَعْرَافُ







بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَكَةَ

۱۱۱: ۶ = حَشَوْنَا۔ ہم نے اکٹھا کیا۔ ہم نے جمع کیا۔ اَلْحَشْرُ (نَصْرَ کے معنی)۔ لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے مجبور کر کے نکال کر لڑائی کی طرف لیجانے کے ہیں۔  
 ایک روایت میں ہے اَلنِّسَاءُ لَا يُحْشَرْنَ عورتوں کو جنگ کے لئے نہ نکالا جائے۔  
 اور یہ انسان اور غیر انسان سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَ اِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (۵: ۸۱) اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں گے قیامت کے دن کو بھی یوم الحشر کہا جاتا ہے کہ سب کو اس روز اکٹھا کیا جائے گا۔  
 = قُبُلًا۔ جمع۔ قَبِيلٌ واحد۔ جماعت در جماعت۔ گروہ در گروہ۔ بعض کے نزدیک قَابِلٌ کی جمع۔ یعنی آنکھوں کے سامنے۔ آگے۔  
 = يَجْهَلُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَهْلٌ۔ جَهَالَةٌ مصدر (باب سمع) وہ نہیں جانتے۔ وہ جاہل ہیں۔ وہ جہالت کرتے ہیں۔ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔  
 ۱۱۲: ۶ = كَذٰلِكَ۔ ایسے ہی۔ اسی طرح۔ یعنی جس طرح یہ لوگ آپ سے عداوت رکھتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیاطین جن و انس سے اس کے دشمن پیدا کئے۔

= يُؤْخَى۔ مضارع واحد مذکر۔ اِيْحَاؤُ سے وہ دوسو ڈالتا ہے وہ وحی بھیجتا ہے۔ یہاں شیاطین جن و انس کی دوسو اندازی کو وحی سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ یہ سب باتیں بھی بڑی رازداری اور چپکے چپکے ہوتی ہیں

= ذُخْرٌ۔ ملع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت۔ اور کسی شے کے کمالِ حُسْن کو زخرف کہتے ہیں۔ اسی لئے سونے کو بھی زُخْرُفُ کہا جاتا ہے۔ لیکن جب اس کا استعمال قول کے لئے



ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے۔ یہاں ملمع اور زیب کے معنی میں آیا ہے۔

= غُرُورًا۔ دھوکہ دینے کے لئے۔ تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔

= مَا فَعَلُوهُ۔ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب شیاطین جن والنس کا لوگوں کے دلوں میں

وسوسہ ڈالنا۔ اور جھوٹی باتیں ملمع کی صورت میں اذہان میں ڈالنے کی طرف راجع ہے

= يَفْتَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِفْتَرَاءً (اِفْتَعَالٌ) مصدر۔ وہ دروغ بازی کرتے

ہیں۔ وہ افتراء بہتان باندھتے ہیں۔

۶: ۱۱۳ = تَصْنَعُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ جھکتی ہے۔ وہ جھکتے ہیں۔

صغوا اور صغی سے رباب سمع۔ نصر اَصْغَى اِلَى حَدِيثِهِ۔ کان لگانا۔ کان دھرنا۔

اصغى اليه سننے کے لئے جھکنا۔ جھکنا۔ مائل ہونا۔

اليه اور يَرْضَوُهُ میں ۴ ضمیر ان وسوسوں اور ملمع فریب کی باتوں کی طرف راجع،

جو شیاطین جن والنس ایک دوسرے کو سکھاتے اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں ڈالتے

تھے۔۔

= يَقْتَرِفُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِقْتِرَافٌ (اِفْتَعَالٌ) سے۔ وہ کمائیں۔ وہ کریں

اِقْتِرَاف۔ کے اصل معنی درخت سے چھال اتارنے کے ہیں اور زخم سے چھلکا کریدنے کے۔

جو چھال یا چھلکا اتارا جاتا ہے اسے قرف کہتے ہیں۔ اور بطور استعارہ اِقْتِرَفَ کمانے کے معنی

میں استعمال ہوتا ہے خواہ وہ کسب اچھا ہو یا بُرا جیسے قرآن پاک میں ہے سَيَجْزُونَ بِمَا

كَانُوا يَقْتَرِفُونَ (۱۲۰: ۶) وہ عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔

اور وَاَمْوَالُنَا اِفْتَرَفْتُمُوهَا (۲۴: ۹) اور مال جو تم کماتے ہو۔

لیکن اس کا بیشتر استعمال بُرے کام کرنے پر ہوتا ہے۔

= وَلِتَصْغِيَ اِلَيْهِ مَعْطُوف ہے غُرُورًا پر۔ کہ دھوکہ میں رکھیں..... ان کو۔ اور یہ کہ مائل

ہو جائیں اس کی طرف ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

اسی طرح وَلِيَرْضَوْهُ اور وَلِيَقْتَرِفُوْا کا عطف بھی غُرُورًا پر ہے۔ یعنی اس لئے کہ

وہ ان ملمع باتوں کو پسند کرنے لگیں۔ اور جو گناہ وہ کر رہے ہیں وہ کرتے رہیں (اور حق و صدا

کی طرف سے غافل اور دھوکہ میں رہیں)

۶: ۱۱۴ = اَفْخِرَ اللّٰهُ اَبْتَعَى ..... مُفْصَلًا۔ سے قبل قل یا محمد (صلی



اللہ علیہ وسلم لہٗ اُولاءِ المشرکین محذوف ہے۔

= اَبْتَغَى - مضارع واحد متکلم - میں تلاش کروں - میں چاہوں اِبْتِغَاءً (افتعال) سے

= حَكَمًا - منصف - فیصلہ کرنے والا - حَكَمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ وائد اور جمع سب کے لئے

استعمال ہوتا ہے۔ خصوصی فیصلہ کرنے والے کو حکم کہتے ہیں اس لئے یہ حاکم سے زیادہ بلیغ ہے۔

= مَفْصَلًا - اسم مفعول تفصل وار - یعنی ادا امر و نواہی کو الگ الگ کیا گیا ہے۔

۱۱۴:۶ = اَلْمُعْتَرِيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر - اَلْمُعْتَرِيْ وَاحِدٌ اِمْتِرَاؤُ (افتعال) مصدر -

شک میں پڑنے والے - تردد کرنے والے۔

۱۱۵:۶ = حَكَمْتُ - حکم - یا اذلی تحریر - یا قرآن - یا ثواب و عذاب کا وعدہ۔

کَلِمَتٌ سے یہاں مراد قرآن مجید ہے۔ کیونکہ اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ وہ کلمات کثیرہ جو کہ مقصد واحد سے متعلق ہوں ان کو بسا اوقات کلمہ (واحد) کہہ دیا جاتا ہے۔ جس طرح زہیر کا قصیدہ جو کہ کثیر اشعار کا مجموعہ ہے۔ اسے کلمہ زہیر بھی کہہ دیتے ہیں۔

یا کلمہ سے مراد خداوند تعالیٰ کی ہر بات ہے جس کے متعلق فرمایا کہ تمہارے رب کی بات سچائی اور عدل پر ختم ہوتی ہے۔ جو کچھ وہ فرماتا ہے وہ امر حق ہے۔ امر حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور جو کچھ وہ حکم دیتا ہے وہ عدل کے سوا اور کچھ نہیں۔ (ابن کثیر)

۱۱۶:۶ = تُطِيعُ - تو حکم مانے - تو حکم مانے گا۔ اِطَاعَةٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُطِيعُ - اصل میں تُطِيعُ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے تِی حذف ہو گئی۔

= اِنْ يَتَّبِعُونَ اور اِنْ هُمْ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= يَخْرُصُونَ - مضارع جمع مذکر غائب خَرَصٌ سے (باب نصر) وہ قیاسی باتیں کرتے ہیں

اَلْخَرَصُ - پھلوں کا اندازہ کرنا۔ اندازہ کئے ہوئے پھلوں کو خَرَصٌ بمعنی مَخْرُوصٌ کہتے

ہیں۔ اٹکل کرنا اور جھوٹ بولنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آیہ مذہب میں اور آیت

(۲۰:۲۳) میں ہے اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُونَ - یہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔

اور بعض کے نزدیک يَخْرُصُونَ بمعنی يَكْذِبُونَ ہے یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

۱۱۹:۶ = فَصَّلَ - ماضی واحد مذکر غائب تَفْصِيلٌ (تفعیل) مصدر - تفصیل وار بیان

کر دیا ہے۔ الگ الگ بیان کر دیا ہے

= اضْطُرُّرْتُمْ (اضْطَرَّارٌ) (افتعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر مادہ ضرر تم مجبور

کئے گئے۔ تم مجبور ہو جاؤ۔ تم لاچار ہو جاؤ۔ یا کئے جاؤ۔



= اَلَيْسَ - اِی الی احکم - اس کے کھانے کے لئے - اس کے کھانے پر۔

= کَثِيرًا - اِی کثیرًا من الذین یجادلونک فی اکل المیتة وغیره۔

یعنی ان لوگوں میں جو آپ سے مجادلہ کرتے ہیں مردہ کے کھانے کے متعلق یا دیگر ایسے احکام کے متعلق بہت سارے اپنی خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اور بے علمی کے سبب گمراہ ہیں اور صداقت کو نہیں جانتے۔

= لَيُضِلُّوْنَ - يُضِلُّوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ اِضْلَالٌ (افعال) سے لام برائے تاکید۔ بلاشبہ وہ گمراہ کرتے ہیں۔

= اَلْمُعْتَدِيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر منصوب و مجرور۔ اَلْمُعْتَدِيْ وَاحِدٌ - اِعْتَدَاؤٌ۔

(افتعال) سے مصدر۔ حق سے ہٹنے والے۔ حد سے تجاوز کرنے والے۔

۱۲۰:۶ = ذُرُّوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَذُرُّوْا سے تم چھوڑ دو۔ ملاحظہ ہو ۱۰۹:۶۔

= خَانُوا يَقْتَرِفُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ کَانُوا يَقْتَرِفُوْنَ - ماضی استمراری

(جس کا) وہ ارتکاب کیا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو ۱۱۴:۶

۱۲۱:۶ = فِسْقٌ - اصطلاح شریعت میں فِسْقٌ کے معنی ہیں حدود شریعت سے نکل جانا۔ گناہ کرنا۔ عموماً عملی گناہ کو فِسْقٌ کہتے ہیں۔ اور ضروریات دین کے انکار کو کفر۔ عربی میں ہے فَسَقَتِ الرُّطْبَةُ عَنْ قَشْرِهَا۔ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔ فاسق بھی خیر سے باہر نکل آتا ہے۔

= يُؤْخَوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب اِیْحَاءُ (افعال) مصدر۔ وہ وحی کرتے ہیں۔ وہ دل میں ڈالتے ہیں۔ وہ دوسرے ڈالتے ہیں۔

۱۲۲:۶ = يَمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ - کا مطلب ہے ہم نے اس کے لئے نور بنادیا جس کے

اجالے میں۔ (یا جس کی مدد سے) وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے۔ یا اس کا مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نے اس کے لئے نور بنادیا جس کو لے کر وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے اور اس طرح دوسروں کو بھی روشنی مہیا کرتا ہے)

= كَذٰلِكَ - اِی کہا زین للمؤمن ايمانُه۔ یعنی جس طرح مؤمن کے لئے اس کا ایمان خوبصورت و دلکش بنادیا گیا اسی طرح کافروں کے لئے ان کا عمل جاذب و دلکش کر دیا گیا۔

۱۲۳:۶ = وَكَذٰلِكَ - اِی دیکھا جعلنا فی مکة صنادیدھا (اکابرھا) لیمکروا



فیہا۔ یعنی جس طرح مکہ میں ہم نے وہاں کے بڑے لوگوں کو (مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) شرارت کرنے والا بنا رکھا تھا اسی طرح ہم نے ہر بستی میں ..... = جَعَلْنَا۔ ہم نے بنایا۔ ہم نے پیدا کیا۔

= اَکَابِرَ۔ اَکْبَرُ کی جمع ہے رئیس لوگ۔ مُجْرِمِيہَا۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب مضاف ہا مضاف الیہ۔ اصل میں مُجْرِمِیْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا۔  
اَکَابِرَ مُجْرِمِیہَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ اَکَابِرَ۔ مضاف مجرمیہا (مضاف مضاف الیہ مل کر) مضاف الیہ۔ اور مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول جَعَلْنَا کا۔ اس صورت میں جعلنا کا مفعول اول فی کُلِّ قَرْیَۃٍ ہوگا۔ اور ترجمہ یوں ہوگا۔

جس طرح مکہ میں ہم نے بڑے بڑے مجرموں کو (رسول۔ مسلمانوں۔ اور اسلام کے خلاف) شرارتیں کرنے والا بنایا ہے۔ اسی طرح ہم ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو (رسول مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں تدبیریں کرنے کے لئے کھڑے کر دیتے ہیں۔

۲۔ مُجْرِمِیہَا۔ اَکْبَرُ کا بدل ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے۔

جس طرح ہم نے بڑے بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو (رسول۔ مسلمانوں۔ اور اسلام کے خلاف) شرارتیں کرنے کے لئے مکہ میں بنایا ہے اسی طرح ہم ہر بستی میں بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو (رسول مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) تدبیریں کرنے کے لئے بنا دیتے ہیں۔

۳۔ اَکَابِرَ اور مُجْرِمِیہَا دونوں جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔ اور مطلب آیت یوں ہوگا

جس طرح ہم نے مکہ میں رئیسوں کو اس بستی کے مجرم بنا دیا ہے تاکہ وہ (رسول اور مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) شرارتیں کریں اسی طرح ہم ہر بستی میں بڑے لوگوں کو وہاں کے مجرم بنا دیتے ہیں تاکہ وہ رسول۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں شرارتیں کریں۔

۴۔ مُجْرِمِیہَا۔ مفعول اول ہے جَعَلْنَا کا اور اَکَابِرَ مفعول ثانی۔ اور یہاں مفعول ثانی کو مقدم کیا گیا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے۔

جس طرح ہم نے مکہ میں یہاں کے مجرموں کو بڑے لوگ بنا دیا ہے کہ (رسول۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) تدبیریں کریں اسی طرح ہم ہر بستی میں مجرموں کو بڑے لوگ بنا دیتے ہیں تاکہ وہ وہاں (رسول۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں تدبیریں کریں۔

۶: ۱۲۴ = جَاءَ ثَمُّہُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اکابر مکہ کی طرف راجع ہے (یہ اکابر



کفار قریش تھے

= سَيُصِيبُ - مضارع واحد مذکر غائب (اِصَابَةٌ) سے مصدر پہنچے گا۔

= اَجْرَ مُؤَا - انہوں نے جرم کیا۔ اِجْرَامٌ (اِغْعَالٌ) سے ماضی جمع مذکر غائب

= صَعَادٌ - ذلت۔ خواری۔ صَغُرَ يَصْغُرُ (كُرُمٌ يَكْرُمُ) کا مصدر ہے جس کے

معنی ذلیل ہونے کے ہیں۔ یہاں بطور اسم بمعنی ذلت و خواری مستعمل ہے۔

۱۲۵:۶ = حَقِيقًا - تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔ اصل میں حَرْجٌ کے معنی کسی چیز کے مجتمع

ہونے کے ہیں۔ اور ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی

اور گناہ کو حرج کہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی کنانہ کے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ

مَا الْحَرْجَةُ - اس نے جواب دیا الْحَرْجَةُ فِينَا الشَّجَرَةُ تَكُونُ بَيْنَ الْاَشْجَارِ

الَّتِي لَا تَصِلُ اِلَيْهَا رَاعِيَةٌ وَلَا وَحْشِيَةٌ وَلَا شَيْءٌ۔

(حرج ہمارے ہاں اس درخت کو کہتے ہیں جو درختوں کے جھنڈ کے درمیان ہو کہ وہاں نہ

تو چرواہا جا سکے نہ کوئی وحشی جانور اور نہ کوئی اور چیز وہاں پہنچ سکے)

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:-

كَذَلِكَ قَلْبُ الْمُنَافِقِ لَا يَصِلُ اِلَيْهِ شَيْءٌ مِّنَ الْخَيْرِ۔

(منافق کے دل بھی ایسا ہوتا ہے کہ وہاں تک کوئی نیک بات نہیں پہنچتی۔

= كَانَمَا يَصْعَدُ - كَانَ - حرف مشبہ بالفعل اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو

رفع۔ ما زائدہ ہے اس کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ كَانَ کا لفظی تصرف

باطل ہو جاتا ہے اس وقت یہ اپنے مابعد کو نہ منصوب کر سکتا ہے نہ مرفوع۔

یہاں تشبیہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ بمعنی گویا۔ جیسے مثلاً كَانَ زَيْدًا اَسَدٌ

گویا زید شیر ہے۔

= يَصْعَدُ - مضارع واحد مذکر غائب تَصَعَّدُ - مصدر (باب تَفَعَّلُ) اِصْعَادٌ

(افعال) چلنا۔ سیر کرنا۔ پہنچنا۔ اس کے مفعول پر فِی اَنَا ضروری ہے۔ جیسے اَصْعَدَ

فِی الْاَرْضِ وہ زمین پر چلا۔ اس نے زمین پر سیر کی۔ (باب تَفَعَّلُ) سے (صَعَدَ

يُصْعَدُ) چڑھ کر اوپر پہنچ جانا۔ مفعول پر فِی یا عَلٰی آتا ہے۔

تَصَعَّدُ (باب تَفَعَّلُ) میں اس کا معنی دشوار گزرنا اور شاق ہونا کے ہیں جیسے تَصَعَّدَ



فِي الشَّيْءِ۔ وہ چیز مجھ پر شاق گذری۔ لیکن اگر باب تفعیل کی ت کو ص میں ادغام کر کے  
اِصْعَدُ بنا لیا جائے جسے مضارع آیت ہذا میں آیا ہے تو چڑھ کر پہنچ جانے کا معنی ہوتا ہے  
اور مفعول پر فی آتا ہے۔ يَصْعَدُ اصل میں يَتَصَعَّدُ تھا۔ ت کو ص میں مدغم کیا۔ ص پر شد دیا گیا  
كَانَمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ۔ گویا وہ (دشواری سے) آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

= يَجْعَلُ عَلَىٰ - ڈال دیتا ہے۔ مسئلہ کر دیتا ہے۔

= الرَّجْصَى - رِجْصَى - ناپاک - پلید - گندہ - نجس - عذاب - عقوبت - گناہ -

= الرَّجْصَى سے مراد شیطان بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ابن کثیر میں ہے۔

۱۲۶: ۶ = هَذَا - اشارہ ہے اس طرف جو قرآن میں آیا ہے۔ یا اشارہ ہے اسلام کی طرف

یا اس بیان کی طرف جو خدا نے توفیق شرح صدر اور خذلان کے متعلق اوپر فرمایا ہے (بیضاوی)

قرآن - اسلام - دین حق -

= مُسْتَقِيمًا - منصوب بوجہ حال ہونے کے۔

= يَدَّ كُرُونًا - مضارع جمع مذکر غائب۔ تَدَاكُرُ (تَفَعُّلٌ) سے۔ نصیحت

بکڑتے ہیں۔

۱۲۷: ۶ = دَارُ السَّلَامِ - سلامتی کا گھر یعنی جنت۔

= دَلِيْلُهُمْ - ان کا ولی - ان کا دوست - ان کا حامی و ناصر۔

۱۲۸: ۶ = وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ - اِی اذکر یَوْمَ يَحْشُرُهُمْ - اور یاد کرو وہ دن جب وہ

(اللہ) ان سب کو اکٹھا کرے گا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جمع جن والنس کے لئے ہے۔

الحازن - صاحب مدارک التنزیل اور بیضاوی نے نَحْشُرُ (نون کے ساتھ صیغہ جمع

متکلم پڑھا ہے)

= يَمْعَشِرُ الْجِنَّ - اس سے پہلے يَقُولُ محذوف ہے تقدیر ہے وَيَقُولُ يَمْعَشِرُ الْجِنَّ

..... اے جنات کے گردہ۔ یہاں جنات سے مراد شیاطین ہیں۔ الْمَعْشَرُ - اسم مفرد

مَعَاشِرَ جمع - بڑا گردہ

= اِسْتَكْثَرْتُمْ - تم نے بہت زیادہ (تابع) کر لیا۔ اِسْتِكْثَارٌ (استفعال) سے۔ کسی

کام کو بہت زیادہ کرنا۔ اسی باب سے لفظ استحصال ہے بہت زیادہ وصول کرنا۔ یہاں

اِسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْاِنْسِ سے مراد یہ ہے کہ انسانوں میں بہتوں کو تم ضلالت اور

سرکشی کی طرف لے گئے تھے۔



= اَذْلِيْثُهُمْ مِّنَ الدِّنْسِ - انسانوں میں سے جو ان شیاطین کے دوست - ہمنوا ان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔

= اِسْتَمْتَعَ - اس نے فائدہ اٹھایا۔ اس نے کام نکالا۔

= اَجَّلْتَ - تو نے مدت مقرر کی - تَأْجِيلٌ (تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی مدت مٹھرنے اور دیر کرنے کے ہیں۔ اَجَلٌ - وقت مقررہ - مدت مقررہ - چونکہ موت کا وقت بھی مقرر ہے اس لئے اَجَلٌ موت کو بھی کہتے ہیں۔

= قَالَ - اِی قَالَ اللّٰهُ۔

= مَثْوٰیكُمْ - مَثْوٰی - ظرف مکان مفرد - مَثَاوِیْ - جمع ٹھکانہ - دراز مدت تک - ٹھہرنے کا مقام - فرودگاہ۔

۶: ۱۲۹ = نُوَلِّیْ - مضارع جمع متکلم - تَوَلَّیْتُ (تَفْعِلُ) ہم حاکم بنا دیتے ہیں۔ ہم مسلط کر دیتے ہیں۔ یا ہم دوست بنا دیتے ہیں۔

صاحب مدارک نے نُوَلِّیْ بَعْضُ الظَّالِمِیْنَ بَعْضًا کی تشریح تین طرح کی ہے

۱:- ایک کو دوسرے کے پیچھے دوزخ میں داخل کرنا۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ مَوَالَاةٌ ہوگا۔ کسی کام کا پیہم پے در پے کرنا۔

۲:- ایک ظالم کو دوسرے ظالم پر مسلط کرنا۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ وِلَایَۃٌ ہوگا حکومت - غلبہ - تسلط - یہ قول عام اہل تفسیر کا ہے

۳:- ایک کو دوسرے کا دوست اور مددگار بنادینا۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ وِلَایَۃٌ ہوگا۔ دوستی - مدد - قتادہ کا یہی قول ہے۔ ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے۔

۶: ۱۳۰ = یَقْصُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ قَصَصٌ مصدر (باب نَصَو) وہ نقل کرتے ہیں۔ وہ پڑھتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں یا بیان کرتے تھے۔

= یُنْذِرُكُمْ - مضارع جمع مذکر غائب - کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِنْذَارٌ (افعال) وہ ڈراتے تھے۔

= غَرَّتْهُمْ - غَرَّتْ - ماضی واحد مؤنث غائب - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب - دینوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں رکھا ہوا تھا۔ ان کو بہکا رکھا تھا۔

۶: ۱۳۱ = ذٰلِكَ - ذٰلِكَ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے اِی الامر ذٰلِکَ - حقیقت یہ ہے۔ یا بات یہ ہے۔



یہ اشارہ ہے ارسالِ رسل کی طرف۔ یعنی یہ رسولوں کا بھیجنا اور ان کا لوگوں کو سوء عاقبت سے ڈرانا۔ اس وجہ سے ہے کہ بر  
 اَنُّ - مصدر یہ ہے۔

= لَمْ يَكُنْ - نہیں ہے۔ لَمْ يَكُنْ فعل ناقص۔ مضارع مجزوم۔ نفی جَد بَلَمْ كَوْنٌ  
 سے باب نصر۔

= مُهْلِكِ الْقُرَىٰ - بستیوں کو ہلاک کر نیوالا۔

یعنی تیرا رب بستیوں کو ہرگز ہلاک نہیں کرتا۔ مضاف مضاف الیہ ہو کر خبر کان کی  
 = بِظُلْمٍ - کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) بِظُلْمٍ قَنَهُمْ - (۲) بِظُلْمٍ قَنَهُ (من الله) جمہور نے اول الذکر کو ترجیح دی ہے  
 = غَفِلُونَ - غفلت کرنے والے۔ بے خبر۔

مطلب یہ ہے کہ۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بشیر اور نذیر بنا کر اس لئے بھیجتا ہے  
 کہ وہ کسی بستی یا قوم کو ان کے ظلم و شر اور کفر و شرک کی وجہ سے جبکہ وہ ان بدیوں کے مالِ ناواقف  
 اور بے خبر ہوں ہلاک نہیں کرتا۔ (بلکہ باقاعدہ خدا کے فرستادہ جو انہی میں سے ہوتے ہیں ان کو  
 نیک و بد سے مطلع کرتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے وعدے و وعید سے ان کو باخبر کرتے ہیں۔  
 پھر اس کے بعد وہ اگر بدیوں کے عمداً مرتکب ہوں تو مکافاتِ عمل میں ہلاکت ان کا مقدر بن جاتی ہے  
 ۱۳۲: ۶ = لِكُلِّ - اِی لِكُلِّ مِنَ الْمُكَلِّفِینَ - لِكُلِّ عَامِلٍ - ہر عاقل بالغ عامل کے لئے۔  
 ۱۳۳: ۶ = یَسْتَخْلِفُ - مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔ بوجہ جواب شرط (تمہارا جانشین بنائے  
 تمہاری جگہ لے آئے۔

= مَا يَشَاءُ - مَا بِبَيَانِهِ ہے۔ جسے چاہے۔ جیسے چاہے۔

ذُرِّيَّةٌ - اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّيَّةٌ ہے۔ لیکن عرف عام میں چھوٹی اور  
 بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں  
 کے لئے مستعمل ہے۔

ذُرِّيَّةٌ کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱۔ یہ ذُرٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں اور اس کی ہمزہ متروک  
 ہو گئی ہے جیسے رَوِيَّةٌ اور بَرِيَّةٌ میں

۲۔ اس کی اصل ذُرْوِيَّةٌ سے ہے۔ (۳) ذُرٌّ سے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ فُعْلِيَّةٌ



کے وزن پر جیسے قُمْرِيَّةٌ - ذُرَارِيٌّ - ذُرِّيَّاتٌ جمع۔

= قَوْمٌ آخَرِينَ - آخَرُ کی جمع ہے۔ دوسری قوم۔ دوسرے لوگ۔

مِنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ آخَرِينَ - ایک دوسری قوم کی نسل سے۔

۱۳۴:۶ = لَا تِ - اَتِ - آنے والا - اِثْبَانٌ سے جس کے معنی آنے کے ہیں۔ لام تاکید کے لئے

آیا ہے۔ اسم فاعل واحد مذکر

= مُعْجِزِينَ - اسم فاعل جمع مذکر عاجز کر دینے والے۔ ہر ادینے والے۔ اِعْجَازُ (افعال) سے

دوسرے کو عاجز بنا دینا۔ عاجز کر دینا۔ مُعَاجِزَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مقابلہ کر کے اپنے حریف کو ہرا دینا۔ یعنی

تم اس کو ایسا کرنے سے ہرگز روک نہیں سکتے۔

۱۳۵:۵ = عَلَى مَكَانَتِكُمْ - عَلَى غَايَةِ اسْتَطَاعَتِكُمْ جتنا تم سے ہو سکے۔ اِعْمَلُوا عَلَى

مَكَانَتِكُمْ - تم سے جو ہو سکتا ہے کر گزرو۔

= اِنِّیْ عَامِلٌ - اِی انی عامل مامورنی بہ ربی - میں تو وہی کرتا رہوں گا جو میرے رب نے

مجھے حکم دیا ہے۔ یا یوں بھی ہو سکتا ہے انی عامل عَلَى مَكَانَتِی - جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے میں

کرتا رہوں گا۔

= عَاقِبَةُ الدَّارِ - مضاف مضاف الیہ - عَاقِبَةٌ - عاقبت - انجام امر۔

عَقِبَ يَعْقِبُ کا مصدر ہے جس کے معنی پیچھے آنے کے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال ہر شے

کے آخر اور انجام کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا استعمال ثواب کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَالْعَاقِبَةُ

لِلْمُتَّقِينَ - (۲۸:۳) اور انجام نیک تو پر ہیزگاروں ہی کا ہے۔ مگر اضافت کی صورت میں کبھی

عقوبت کے معنی میں آتا ہے جیسے ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَاءُوا وَالسُّوءَ (۱۰:۳۰)

پھر جن لوگوں نے بُرائی کی ان کا انجام بھی بُرا ہوا۔

= الدَّارُ - (دَدْرُ - مادہ) مکان کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ چار دیواری سے گھرا ہوتا ہے۔ اس کی جمع

دِيَارٌ ہے۔ پھر دار کا لفظ شہر - علاقہ - بلکہ سائے جہان پر بولا جاتا ہے۔ اور الدَّارُ الدُّنْيَا

اور الدَّارُ الْآخِرَةُ (موصوف - صفت) نشأۃ اولی - نشأۃ ثانیہ میں دو قرار گاہوں کی طرف

اشارہ ہے۔

بعض نے دار الدنیا - دار الآخرة کو مضاف مضاف الیہ بھی کہا ہے۔ الدَّارُ الدُّنْيَا کے

گھر کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور آخرت کے گھر کے لئے بھی۔

اسی طرح اس آیت کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں۔



کس کے لئے انجام اچھا ہوتا ہے اس دنیا کے گھر کا۔ یعنی کس کی دیوی زندگی کا اچھا نتیجہ برآمد ہوتا ہے (صیاد القرآن)

۲۔ آخرت میں انجام اچھا کس کا ہوتا ہے

۳۔ انجام کار کس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

صاحب روح المعانی کے قول کے مطابق لفظ دار سے مراد دار دنیا ہے نہ کہ دار آخرت الخازن یوں رقمطراز ہیں۔

فسوف تعلمون غداً فی یوم القیامة لمن تكون عاقبة الدار وہی الجنة۔ کل قیامت کے دن تم جان لو گے عاقبتہ الامر کس کا ہوگا۔ یعنی جنت کس کے نصیب میں ہوگی۔ ان تمام صورتوں میں مَنْ موصولہ ہوگا۔

= علامہ زمخشری اور علامہ بیضاوی نے مَنْ کو استفہامیہ معنی میں لیا ہے۔  
ان کے نزدیک تقدیر کلام یوں ہے۔

این تكون له العاقبة التي خلق الله تعالى لها هذه الدار۔

= عام فہم ترجمہ وہ ہے جو ابن کثیر نے اختیار کیا ہے: قریب میں تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ عاقبت کی بھلائی کس کے لئے ہے۔

۱۳۶:۶ = جَعَلُوا۔ انہوں نے کیا۔ انہوں نے ٹھہرایا۔ انہوں نے مقرر کیا۔ جَعَلُوا لِلّٰہِ شُرَكَاءَ (۶: ۱۰۰) انہوں نے اللہ کے شریک بنائے۔ (وصفی طور پر) اور آیدائیں: انہوں نے اللہ کے لئے ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے ان کھیتوں اور مولشیوں سے جو اس نے پیدا کئے ہیں (فعلی طور پر۔ ای فعلوا بالفعل)

= ذَرَأَ۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے بکھیرا۔ ذَرَأُ (باب فتح) سے۔ جس کے معنی پیدا کرنے۔ ظاہر کرنے اور بکھیرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

= الْحَرْثُ۔ حَرْثٌ یَحْرَثُ (ضرب) کا مصدر۔ کھیتی۔ زراعت۔ کھیت کو حَرْثٌ کہتے ہیں جیسے نِسَاءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ (۲: ۲۲۳) تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔

= الدَّعَامُ۔ مولشی۔ بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ۔ لَحْمٌ کی جمع۔

= نَصِيبًا۔ حصہ (اللہ کی نذر و نیاز کے لئے)

= سَاءَ۔ بُرّا ہے۔ سَاءَ یَسُوءُ (نَصَرَ) سَوَّءٌ مصدر

۱۳۷:۶ = زَيَّنَ۔ اس نے سنوارا۔ اس نے زینت دی۔ اس نے بھلا کر کے دکھایا۔



تَزْيِيرٌ (تَفْعِيلٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس کا فاعل شُرَكَائُهُمْ۔ اور قَتَلَ  
اَوْ لَدِ هِم مفعول۔

= يَزِدُّهُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِزْدَاءُ (اِفْعَالٌ) مصدر رَدَّى۔ مادہ۔ کردہ  
ہلاکت میں ڈال دیں ان کو۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ كَثِيرَاتٍ الْمُشْرِكِينَ کی  
طرف راجع ہے۔ رَدَّى ہلاک رَدَّى اور رَدَّيَاتٍ مصدر۔ لازم (باب صَرَبَ) کو ذکر  
چلنا۔ لڑھکتا۔ متقدمی۔ ریزہ ریزہ۔ چورا کر دینا۔ کوٹنا۔ رَدَّى۔ مصدر (باب سَمِعَ) ہلاک ہونا  
اِزْدَاءُ (اِفْعَالٌ) ہلاک کرنا مشقت ڈال دینا۔

= لِيَزِدُّهُمْ میں لام عاقبت۔ یا لام مآل ہے۔ جو کسی فعل پر مرتب ہونے والے نتیجہ کو  
ظاہر کرتا ہے یا لام علت ہے۔

= لِيَلْبِسُوا عَلَيْكُمْ وَيَنْهَهُمْ۔ تاکہ مستحبہ کر دیں ان پر ان کا دین۔ يَلْبِسُوا۔ مضارع منصوب  
لَبَسَ مصدر۔ (باب صَرَبَ) تاکہ وہ خلط ملط کر دیں۔ گر بڑھ کر دیں۔

۱۳۸:۶ = حِجْرٌ۔ ممنوع۔ عقل۔ اصل میں جس مکان کا احاطہ پتھروں سے بنایا جائے اسے  
حجر کہا جاتا ہے۔ اس لئے حطیم کعبہ اور دیار ثمود کو حجر کہا گیا ہے۔ قرآن میں ہے :-

وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ۔ (۸۰:۱۵) اور وادی حجر کے رہنے والوں

بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔ اور حجر (پتھروں سے احاطہ کرنا) سے حفاظت اور روکنے کے

معنی لے کر عقل انسانی کو بھی حجر کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ

لِيَذِي حِجْرٍ۔ (۵:۸۹) کیا بے شک یہ چیزیں قسم کھانے کے لائق ہیں۔ حِجْرٌ حرام چیز کو بھی کہتے

ہیں کیونکہ اس کا تادل ممنوع ہوتا ہے جیسے آیت ہذا میں وَقَالُوا هَذِهِ الْأَنْعَامُ وَحَرْتُ حِجْرٌ اور یہ بھی

کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہیں۔ یہاں حِجْرٌ اسم مصدر ہے جو اسم مفعول (مَحْجُورٌ) کے

معنوں میں استعمال ہوا ہے جس طرح ذَرِيعٌ مَذْبُوحٌ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے

= يَزْعُمُهُمْ۔ يَزْعُمُهُمُ الْبَاطِلُ من غير حجة۔ اپنے گمان باطل سے بغیر کسی حجت یا دلیل

یا حقیقت کے۔ (یعنی یہ بات محض وہ اپنے گمان باطل کی بناء پر رکھتے ہیں)

= وَالْأَنْعَامُ حُرِّمَتْ ظُهُورُهُمْ وَالْأَنْعَامُ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَاءُ اللَّهِ عَلَيْهَا۔ اور بعض چوپائے

الیے ہیں جن کی پشتیں (انہوں نے) حرام قرار دے رکھی ہیں (یعنی ان پر نہ سواری کرتے ہیں اور نہ بار لگاتے

ہیں کیونکہ ان کو کسی نہ کسی بت یا دیوتا (بصورت بت یا انسان کے نام منسوب کر رکھا ہے اور بعض

چوپائے الیے ہیں جن کو ذبح کرتے وقت وہ اللہ کا نام نہیں لیتے (اور اگر کسی کا نام لیتے ہیں تو ماسوی اللہ



کسی اور بت یا شریک کا نام لیتے ہیں اور اس طرح اس کو شرعاً حرام کر دیتے ہیں) اور پھر یہ ممنوع و مذموم افعال کو متجانب اللہ قرار دیتے ہیں۔

= اِفْتَرَاءً عَلَیْهِ۔ یہ ان کا فعل اللہ تعالیٰ پر محض ایک بہتان اور من گھڑت اور انترار پردازی ہے۔ خدا نے ایسا کوئی حکم یا اجازت نہیں دے رکھی

۶: ۱۳۹ = هٰذِهِ۔ (متذکرہ بالا آیت ۱۳۸) یا وہ جانور جو سائبہ اور عبیرہ کہلاتے تھے جس کے لئے ملاحظہ ہو (۵۱: ۱۰۳)

= فَهَمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب۔ تو مرد اور عورتیں سب (اس میں شریک ہو سکتے ہیں) سَيَجْزِيْهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ (اللہ) ان کو ان کی مشرکانہ کرتوتوں کی جزا دے گا۔ بدلہ دے گا۔

وَصَفَّهُمْ۔ مصدر۔ مضاف۔ ہم مضاف الیہ۔ ان کے بیان کی۔ ای وصفهم الکذب علی اللہ ان کا جھوٹا اور بے بنیاد بیان اللہ کے خلاف

۶: ۱۴۱ = مَعْرُوشَتٍ۔ اسم مفعول کی جمع مَوْنَت۔ مَعْرُوشَةٌ واحد۔ عَرَشٌ سے عَرَشَتِ۔ اس نے لکڑی کا گھر بنایا۔ عَرَشٌ چھتر۔ ٹی۔ عَرَشَتُ الْکَرَمِ۔ میں نے انگور کی بیل کے لئے چھتری بنادی۔ (باب ضرب) ہر چھتری کے لئے ادبچا ہونا لازم ہے اسی علو کے مفہوم کے لحاظ سے عرش بادشاہ کے تخت کو بھی کہتے ہیں۔ اور مجازاً اقتدار و سلطنت بھی مراد لیتے ہیں۔

مَعْرُوشَتٍ۔ چھتری پر چڑھائی ہو بلیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے عام بلیں مراد ہیں خواہ چھتریوں پر چڑھائی گئی ہوں یا نہ۔ مگر اوپر پھیلائی جاتی ہوں۔ مثلاً انگور۔ خرپوزہ۔ ترپوزہ۔ کدو وغیرہ غَيْرَ مَعْرُوشَتٍ۔ وہ پودا جو چھتری پر نہ چڑھایا جائے۔ جس کی بیل نہ ہو اور اپنے تنہ پر کھڑا ہو۔ مثلاً کھجور کا درخت۔ گیہوں۔ جو۔ وغیرہ۔

= اُكْلُهُ۔ اس کا میوہ۔ اس کا پھل۔ مضاف مضاف الیہ۔ ایسی کھیتیاں جس کے پھل۔ میوہ الگ الگ ہوں اپنے ذائقہ اور کیفیت میں مختلف ہوں۔ یا اپنے مزہ اور غذائیت میں مختلف ہوں ۵ ضمیر الزَّرْع کے لئے ہے۔

= مُتَشَابِهًا۔ رنگ و شکل میں غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ذائقہ میں۔ کھانے میں۔ یا نوع کے لحاظ سے ایک جیسے لیکن انفرادی خصوصیات میں مختلف۔

= ثَمَرِهِ۔ میں ۵ ضمیر ان میں سے ہر ایک کے لئے ہے۔ ای کل واحد من ذلک



== اَلْوَا حَقَّةٌ - اور اللہ کا حق ادا کرو۔ یعنی اس میں سے اللہ کی راہ میں دو۔

یہ مشترک کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور صدقہ اور خیرات کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن زکوٰۃ نہیں۔ کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ مدنیہ میں فرض ہوئی تھی۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے اور یہاں مراد زکوٰۃ ہے۔

== یَوْمَ حَصَادِهِ - اس کے کاٹنے کے دن۔ یہاں حَصَادِ سے مراد وہ کھیتی ہے جو صبح وقت میں کاٹی گئی ہو فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا (۱۰: ۲۴) میں سے مراد وہ کھیتی جو بے وقت فساد اور تباہی کی غرض سے کاٹی گئی ہو۔ قرآن میں ہے مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ (۱۱: ۱۰۰) ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض کا تہس نہس ہو گیا۔ (یہاں تباہ کی گئی بستیاں مراد ہیں)

== لَا تَسْرِعُوا - فعل نہیں جمع مذکر حاضر۔ اسْرَافٌ (افعال) سے۔ تم بیجا مت اڑاؤ۔ تم حد سے نہ بڑھو ۱۴۲: ۶ = وَفِی الْاَنْعَامِ - اور پیدا کیا اس نے چوپایوں میں سے

= حَمُولَةً - لانے والے جانور۔ بوجھ اٹھانے والے۔ حِمْلٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ چوپائے از قسم اونٹ۔ گھوڑا۔ گدھا۔ وغیرہ۔

= فَزُشًا - مصدر بھی ہے لیکن اس جگہ ایسے چھوٹے چوپائے مراد ہیں جو کہ ان پر بوجھ نہیں لاداجاتا جیسے بکریاں بھیریں وغیرہ۔ یا ایسے جانور جو فرش پر لٹا کر ذبح کئے جاتے ہیں۔

= خُطُوَاتٍ - خُطْوَةٌ کی جمع۔ قدم۔ شیطان کی پیردی مت کرو

۱۴۳: ۶ = ثَمْنِيَةَ اَنْوَاجٍ - کی مندرجہ ذیل سورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ یہ حَمُولَةٌ وَفُزُشًا کا بدل ہے۔

۲۔ یہ کُلُوا کا مفعول ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے کُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ثَمْنِيَةَ اَنْوَاجٍ اس سورت میں وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ جملہ مقررہ ہے۔

۳۔ اس کا فعل محذوف ہے اِی اَنْشَأَ ثَمْنِيَةَ اَنْوَاجٍ اس نے پیدا کئے آٹھ جوڑے۔

اَنْوَاجٌ - جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ اقران ۲ ذَوُجٌ کی جمع ہے۔ حیوانات کے جوڑے میں نر اور مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ لہذا ثَمْنِيَةَ اَنْوَاجٍ کے معنی ہوئے آٹھ زوج یعنی آٹھ چوپائے مشتمل بر نر و مادہ۔ (پیدا کئے)

= الضَّانِ - اسم جنس۔ بھیڑ۔ مادہ۔ دنبہ وغیرہ جن پر اون ہو۔ ضان کی جمع ہے جبے اِکْبِ کی جمع رِکْبٌ ہے ضَائِئَةٌ مَوْنٌ۔ ہر دو کی جمع ضَانٌ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ اسم جمع ہے۔ اَلْمَعْزِ - اسم جنس۔ بکریاں۔ اس کا واحد مَاعِزٌ ہے اور مَوْنٌ مَاعِزَةٌ۔



= مِنَ الصَّائِنِ اثْنَيْنِ۔ بکریوں میں سے دو چوپائے (ایک نر اور ایک مادہ)  
 = وَالَّذِ كَرْنِ حَرَّمَ۔ کیا دونوں نر حرام کئے ہیں اس نے (ایک نر صائِن میں سے ایک نر معز میں سے)؟ اس میں ءالف استنبار ہے یعنی کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا خواہ را، بصورت استفہام ہو یعنی بطور سمجھنے کے۔ جیسے أَتَخَعَلُ فِيهَا مَنٌ يُفْسِدُ فِيهَا (۲۰: ۲) کیا تو مقرر کر گیا زمین پر اس شخص کو بطور خلیفہ جو اس میں فساد کرے گا۔ یا (۲) بطور تبدل یعنی زجر و توبیخ جیسے آیہ ہدائیں۔۔۔۔

= أَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيَيْنِ۔ یا وہ (بچہ) جیسے ان دونوں مادنیوں (یعنی مادہ بھیڑ اور مادہ بکری کے) رحم لئے ہوئے ہیں؟ یعنی جو ان کے پیٹ میں ہے اس کو اللہ نے حرام کیا ہے؟

= يَتَّبِعُونِي يُعْلِمُوْا۔ مجھے کسی علمی دلیل سے بتاؤ۔

= (آیہ ۱۴۳-۱۴۴) اس امر پر توبیخ کی گئی ہے کہ خدا نے ان چاروں قسم کے چوپایوں میں سے (بھیڑ بکری۔ اونٹ، گائے) یا ان کی مادنیوں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچوں کو حرام نہیں کیا۔ یہ محض تمہاری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں کہ کسی کو سائبہ، بحیرہ وغیرہ کا نام دے کر حرام کر لیا۔ اور کسی کو مردوں کے لئے حلال اور مردوں کے لئے حرام کر دیا۔

۱۴۴: ۶ = وَصَّيْكُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَوْصِيَّةٌ (تفعیل) مصدر کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اس نے تم کو حکم دیا۔ وَصَّى ماضی

۱۴۵: ۶ = مَسْفُوحًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ سَفَحٌ مصدر باب فتح، بہایا ہوا۔ بہتا ہوا۔

= رِجْسٌ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ عذاب۔ بلا۔ اَرْجَاسٌ جمع

= فَإِنَّهُ۔ میں ضمیر لَحْمِ الْخِنْزِيرِ کی طرف راجع ہے۔

= فِسْقًا۔ اسم فعل۔ حالت نصب۔ گناہ کی چیز۔ فِسْقٌ کے معنی ہیں دائرہ شریعت سے نکل جانا

عربی میں محاورہ ہے فِسْقَ الرَّطْبِ عَنْ قَشْرِهِ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔

أَوْ فِسْقًا۔ یا ناپاک گوشت۔ یہاں چونکہ جانوروں کے گوشت کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے فِسْق سے

مراد وہ گوشت ہے جو نافرمانی کا سبب بن سکے یا گناہ کا موجب ہو سکے۔ یا ایسا ہو کہ وہ شریعت کے

احکام کے خلاف ہو

فِسْقًا کا عطف ہے لحم الخنزیر پر اور فَإِنَّهُ رِجْسٌ جملہ معترضہ ہے۔ أَهْلٌ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

فِسْقٌ کی صفت ہے۔ یعنی (کھانے والے پر حرام ہے) مردار، بہتا ہوا خون۔ سور کا گوشت یا وہ



یا وہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

= اُھِلَّ - پکارا گیا اُھِلَّ سے ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔ اُھِلَّ کے معنی نیا چاند دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں پھر ہر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا۔ پس جس جانور کو بھی اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کیا جائے خواہ وہ غیر مت ہو یا جن یا خبیث روح۔ یا پیر پیغمبر یا کوئی مکان یا تھان۔ اور اس نیت سے ذبح کیا جائے کہ اس سے ان کی خوشنودی یا تقرب حاصل ہوگا سو وہ جانور حرام اور مَا اُھِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہوگا خواہ بوقت ذبح اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جائے یا نہ۔

اسی طرح وہ جانور بھی جس پر بوقت ذبح اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جائے۔ اس زمرہ میں شامل ہے۔ اُھِلَّ لِلّٰهِ - ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا۔ (الفراندریہ)

= اِضْطَرَّ - وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاپار کیا گیا۔ اِضْطَرَّ (افتعال) سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اضطرار کے معنی ہیں انسان کو کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کرنا۔ عام طور پر اس کا استعمال انسان کو کسی ایسی چیز یا ایسے امر پر مجبور کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔

= غَيْرَ بَاغٍ - بَاغٍ اصل میں بَاغِيٌّ تھا۔ مَی ساقط ہو گئی۔ حَد سے نکل جانے والا۔ حکم عدولی کرنے والا۔ بَاغِيٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔

= عَادٍ - زیادتی کرنے والا۔ عَادُوٌّ سے جس کے معنی ظلم کرنے اور حد سے بڑھنے کے ہیں اسم فاعل واحد مذکر عَادٍ اصل میں عَادِيٌّ تھا۔ داؤ پہلے یا رہوا۔ پھر گر گیا۔ قاعدہ ہے کہ جو داؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں واقع ہو اور اس کا مقابل مکسور ہو وہ یا ہو کر گر جاتی ہے۔

۶: ۱۴۶ = هَادُوًّا مَاضِي جمع مذکر غائب هُوْدُوٌّ مصدر (باب نَصَرَ) یہودی ہوئے

یعنی جو یہودی ہیں هُوْدُوٌّ یہودیوں کی جماعت

= ذِي ظُفْرِ - جس کے پنجے ہوں۔ پنجہ والے شکار کرنے والے جانور۔

ظُفْرٌ نَاحْنٌ - خواہ انسان کا ہو یا حیوان کا۔ لیکن آیت نہا میں پنجہ والے شکاری جانور مراد ہیں

= الْغَنَمَ - اسم جنس - بکری - بکریاں۔

= شُحُوْمَهُمَا - ان دونوں (گائے اور بکری) کی چربی۔ شُحُوْمٌ - شَحْمٌ کی جمع ہے

= الْحَوَايَا - انتڑیاں۔ آنتیں۔ حَوِيَّةٌ کی جمع

= اِخْتَلَطَ بِعَظْمٍ - اَوْ مَا اِخْتَلَطَ بِعَظْمٍ - اِی مَا لَصِقَ بِالْعِضَامِ مِنَ الشُّحُوْمِ۔ وہ چربی



جو ہڈیوں سے چمٹی ہوئی ہو۔

۶: ۱۴۷ = يَزِدُّ مَضَارِعَ مَجْهُولٍ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ مَزْدٌ مُصَدَّرٌ (بَابُ نَصَرٍ) لَا يَزِدُّ - نہیں لوٹایا جائے گا۔

= بِأَمْسَةٍ - اس کا عذاب - مضاف مضاف الیہ۔

۶: ۱۴۸ = تَخْرُصُونَ مَضَارِعَ جَمْعِ مَذْكُورٍ حَاضِرٍ - تَمَّ الثَّغْلِيں مَاسْتِے ہو۔ تَمَّ جَبُورٌ بولتے ہو خَرَصَ سے باب نصر۔

۶: ۱۴۹ - الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ - دَلِيلُ كَامِلٍ - الْحُجَّةُ الدَّلِيلُ - الْبَالِغَةُ اسْمُ فَاعِلٍ -

وَاحِدٌ مَوْنَتٌ - پھنچی ہوئی - پھنچنے والی (حقیقت کو پہنچنے والی - انتہا کو پہنچنے والی - دلیل تامہ -

۶: ۱۵۰ = هَلُمَّ - اسْمُ فِعْلٍ مَبْعُثٍ اَمْرٍ - وَاحِدٌ تَشْنِيَةٌ - جَمْعُ سَبِّ كَے لئے آتا ہے تَذْكِيرٌ وَتَانِيَةٌ بِرِجَالٍ

میں هَلُمَّ ہی آتا ہے - لازم بھی ہے مبتعدی بھی ہے - لاؤ - حَاضِرٌ كَرُوْ - آؤ - آئیے ہذا میں مبتعدی استعمال

ہوا ہے - اور آیت ۲۲: ۱۸ میں هَلُمَّ اَلَيْكِنَّا لازم استعمال ہوا ہے۔

= يَعْدِلُونَ مَضَارِعَ جَمْعِ مَذْكُورٍ غَائِبٍ اَللّٰهُ تَعَالٰی كَے ساتھ اس كَے عَدِلٍ (ہمسرہ) اوردوں كو

بھی بناتے ہیں۔

۶: ۵۱ = تَعَالَوْا - تَمَّ آؤ - تَعَالٰی سے باب تفاعل امر کا صیغہ جمع - مَذْكُورٌ حَاضِرٌ - يَتَعَلَّوْا سے ماخوذ

ہے جس كَے معنی بلند مرتبہ كَے ہیں - لہذا جب كوئی شخص دوسرے كو تعالٰی کہہ كر بلاتا ہے تو گو یا دعوت

كَے حصول كی طرف دعوت دیتا ہے قرآن حكیم میں جہاں تَعَالَوْا كا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے

جیسے تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ (۶۴: ۳) جو بات یکساں تسلیم كی گئی ہے اس كی طرف آؤ۔

اور تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ (۶۱: ۴) جو حكم خدا نے نازل كیا ہے اس كی طرف رجوع كرد۔

تعال - هَلُمَّ كَے ہم معنی ہے

= اَتْلُ اَصْلُ میں اَتْلُوْا ہے - مَضَارِعَ مَحْزُومٍ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ میں پڑھ كر سناؤں - تِلَادَةٌ سے رت

ل و مادہ تِلَادَةٌ (نَصَرٌ) كَے معنی كسی كَے پیچھے پیچھے اس طرح چلنے كَے ہیں كہ ان كَے درمیان كوئی

اجنبی چیز حائل نہ ہو یہ کہیں تو جسمانی طور ہوتا ہے اور کہیں اس كَے احكام كا اتباع كرنے سے۔

اس معنی میں اس كا مصدر تَلَوْا تَلَوْا آتا ہے اور كہیں یہ متابعت كسی قرأت (پڑھنے اور اس كَے

معانی سمجھنے كَے لئے غور و فكر كرنے كی صورت میں ہوتی ہے اس معنی میں اس كا مصدر تِلَادَةٌ ہے

پہلی مثال وَالْقَمَرِ اِذَا تَلَّاهَا - (۲: ۹۱) اور چاند كی قسم جب وہ سورج كا اتباع كرتا ہے - اور وَيَتْلُوْهُ

شَاهِدٌ مِّنْهُ (۱۱: ۱۷) اور ان كَے ساتھ ايك (آسمانی) گواہ بھی اس كی جانب سے ہو - یعنی ایسا شاہد



جو اس کی پیروی کرتا ہے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے۔

يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ (۱۱۳: ۳) وہ آیات الہی کی تلاوت کرتے ہیں۔

التِّلَادَةُ۔ بالخصوص خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتابوں کے اتباع کو تلاوة کہا جاتا ہے۔  
کبھی یہ اتباع ان کے اوامر و نواہی (احکام) ترغیب و ترہیب اور جو کچھ ان سے سمجھا جاسکتا ہے ان کی اتباع کی صورت میں۔ مگر یہ لفظ قرأت (پڑھنے) سے خاص ہے یعنی تلاوت کے اندر قرأت کا مفہوم پایا جاتا ہے مگر قرأت کے اندر تلاوت کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ کسی کا خط پڑھنے کے لئے تَلَوْتُ رُقْعَتَكَ نہیں بولتے۔ بلکہ یہ لفظ صرف قرآن پاک کے کچھ پڑھنے پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

= مَاحَرَمَ رَبِّكُمْ عَلَيْكُمْ۔ جو تمہارے رب نے تمہارے لئے حرام کیا ہے۔ (اس کی تفصیل آیت ہذا اور آیات نمبر ۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳ میں دی گئی ہے)

= اِمْلَاقٍ بِرِزْنٍ اِفْعَالٌ مصدر ہے مفلس۔ تنگ دست ہونا۔ اَمْلَقَ مفلس ہونا۔  
اَمْلَقَ الدَّهْرُ مَالَهُ۔ زمانہ نے اس کے مال کو ہاتھ سے نکال دیا۔ کنکال کر دیا۔  
مِنْ اِمْلَاقٍ تنگ دستی کی وجہ سے۔

۱۵۲: ۶ = اَشْدَّكَ۔ اس کی عقل و تمیز اور قوت کا مکمل ہونا۔

اَشْدَّكَ کے معنی ہیں قوت و عقل و تمیز کا مکمل ہونا۔

= اَوْفُوا۔ تم پورا کرو۔ اِيفَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= اَنْكِيْلَ۔ غلہ سے پیمانہ بھرنا۔ غلہ ناپنا۔ صِلْتُ الطَّعَامَ۔ میں نے اسے غلہ ناپ کر دیا۔

كَالَ يَكِيْلٍ كَيْلًا (ضرب) گیموں وغیرہ (اناج غلہ) کی مقدار کو کسی پیمانہ سے ناپنا۔

اِكْتَالٌ يَكْتَالُ۔ اِكْتِيَالٌ مِنْهُ وَعَلَيْهِ۔ اپنے لئے ناپنا۔ اَلْمِكْيَالُ۔ ناپنے کا آلہ۔

= بِالْقِسْطِ۔ انصاف و عدل کے ساتھ۔

= تَدَكَّرُونَ۔ تم نصیحت پکڑو۔ تم دھیان رکھو۔ تَدَكَّرُ (تَفَعَّلُ) سے مضارع

جمع مذکر حاضر۔

۱۵۳: ۶ = فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ۔ تمہیں متفرق کر دے گی تمہیں جدا جدا کر دے گی۔ اس کا

فاعل السَّبِيلَ ہے (سبیل کی جمع) راستے۔ راہیں۔

ای فتمیل بکہ هذه الطرق المختلفة المضلة عن دينه وطريقه الذي ارتضا

عبادہ۔ کہ یہ مختلف اور گمراہ کن راستے تمہیں اللہ کے اس دین اور طریق مستقیم سے ہٹا دیں۔



جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے۔

= ذَلِكُمْ وَشُكْرُكُمْ بِهِ - اے امرکہ باتباع دینہ و طریقہ یہ ہے اس کا وہ طریقہ جس کے اتباع کا وہ تمہیں حکم دیتا ہے۔

۱۵۴: ۶ = ثُمَّ إِنِّي أَنَا مُوسَى الْكِتَابِ - یہاں ثُمَّ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں  
 ۱. ثُمَّ - پھر - التراخی فی الوقت کے لئے بولا جاتا ہے - یعنی ماقبل سے مابعد کے دلت کے لحاظ سے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے - لیکن بعض دفعہ التراخی فی الزنبہ کے لئے بھی بولتے ہیں۔  
 البے موقع پر اس کے معنی ہوں گے مزید برآں - اس سے بڑھ کر - ان معنوں میں یہ آیت ۲۶: ۲ میں استعمال ہوا ہے - ارشاد باری ہے - هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَهُوَ ذَا ذَاتِ بَعْدٍ حَسْبُكَ سَمَوَاتٍ وَتُرَابٍ مَّا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ  
 واسطے پیدا کیا - اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان مکمل کر دینے۔  
 یہاں تراخی فی الوقت تو ہو نہیں سکتا کیونکہ سورۃ والنزعات ۹: ۲۸ میں آسمان کے پیدا کرنے کے بعد آیت ۲۰ میں فرمایا وَالْأَرْضَ مَعَكُمْ ذَلِكُمْ دَخَلَهَا (۹: ۲۰) اس کے بعد اس نے زمین کو بچھایا۔  
 لیکن محض لغوی بحث ہے درحقیقت قرآن میں کہیں زمین کی پیدائش کا پہلے ذکر ہے اور آسمانوں کی پیدائش کا ذکر بعد میں اور کہیں زمین کے ذکر کو آسمانوں کے ذکر پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ کسی جگہ بھی مقصود کلام یہ نہیں ہے کہ کس کو پہلے بنایا گیا اور کس کو بعد میں - بلکہ موقع محل کے مطابق ہر ایک کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے - (ملاحظہ ہو بیضاوی - ۱۵۴: ۶ - تفہیم القرآن ۹: ۲۰)

ثُمَّ عَاطَفَہُ - اور اس کا عطف وَشُكْرُكُمْ پر ہے - اور یہ عطف ایک خبر کے بعد دوسری خبر بنانے کے لئے ہے کہ جب اللہ پاک اپنے قول دَاثَ هَذَا صِرَاطِی مُسْتَقِيمًا کے ذریعہ قرآن سے متعلق خبر دے چکا تو مدح تو ریت پر ثُمَّ کے ذریعہ عطف فرمایا - کہ اب تمہیں یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کو بھی کتاب دی تھی جو کہ تَمَامًا عَلَی الَّذِی ... الخ تھی۔

= تَمَامًا - پورا کرنا - پورا ہونا - تمام کرنا - تمام ہونا - کسی شے کے تمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکی کہ اب کسی خارجی شے کی اس کو احتیاج نہیں رہی - مکمل - ناقص کی ضد ہے ناقص وہ ہے جو کسی خارجی شے کا محتاج ہو (یہاں پورا ہونا بطور نعمتوں اور نصائح کے ہے)  
 = عَلَی الَّذِی أَحْسَنَ عَلَی کُلِّ مَن أَحْسَنَ - ہر وہ شخص جو نیک عمل کرے - بھلائی کی روش اختیار کرے۔

۱۵۵: ۶ = وَ هَذَا كِتَابٌ - یعنی قرآن حکیم۔



۱۵۶:۶ = اَنْ تَقُولُوْا۔ اَنْ اَنْزَلْنَاهُ کی علت ہے یعنی ہم نے اسے نازل فرمایا۔ تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو  
 = طَائِفَتَيْنِ۔ یعنی یہود اور نصاریٰ۔  
 = اِنْ كُنَّا۔ اِنْ ثَقِيْلَه سے مخفف ہے۔ وَاِنَّهٗ كُنَّا اَوْرِیْكَہ ہم (ان کے پڑھنے اور پڑھانے  
 سے بالکل بے خبر تھے)

= دِرَاسَتِهِمْ۔ ان کا پڑھنا پڑھانا۔ ان کی تلاوت۔ دِرَاسَی یَدْرِسُ کا مصدر ہے۔  
 مضاف ہے۔ هِمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب جو ان کتب کے متعلق ہے جن کا ذکر ابھی ابھی ہوا ہے کہ  
 کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی تھی۔ مضاف الیہ ہے  
 ۱۵۷:۶ = اَوْ تَقُولُوْا۔ قبل الذکر اَنْ تَقُولُوْا پر عطف ہے ای۔ اَوْ اَنْ تَقُولُوْا۔ یا تم  
 یہ نہ کہہ سکو۔

= بَيِّنَةٌ۔ کھلی دلیل۔ واضح دلیل۔ روشن نشانی۔ واحد۔ بَيِّنَاتٌ جمع۔  
 = صَدَقَتْ عَنْهَا۔ صَدَقَ يَصْدُقُ (ضَرَبَ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اُس نے اُس  
 منہ پھیر لیا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب راجع الی آیات اللہ۔ صَدَقَ۔ روگردانی کرنا  
 منہ موڑنا۔ کترانا۔  
 ۱۵۸:۶ = يَنْظُرُوْنَ۔ نَظَرَ يَنْظُرُ (نَصَرَ) مضارع۔ جمع مذکر غائب۔ وہ انتظار کرتے ہیں  
 وہ دیکھتے ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ۔ وہ کس کی انتظار کر رہے ہیں اِلَّا اَنْ۔ سوائے اس کے کہ۔ یہاں استفہام انکاری  
 بمعنی کہ وہ کسی اور بات کا انتظار نہیں کر رہے بجز اس کے کہ۔  
 = الْمَلٰٓئِكَةُ۔ سے مراد موت یا عذاب کے فرشتے ہیں۔  
 = رَبُّكَ۔ سے مراد اَمْرُ رَبِّكَ بِالْعَذَابِ۔ تیرے رب کا حکم ان کے عذاب کے لئے۔  
 = آیات۔ سے مراد آیاتِ قاہرہ ہیں۔

۱۵۹:۶ = فَزَقُّوا۔ فَزَقَّ يَفْزِقُ (تَفَعَّلَ) انہوں نے ٹکڑے کر دیئے۔ یعنی انہوں  
 نے مذہب کے کئی فرقے بنا دیئے۔ ماضی جمع مذکر غائب  
 = وَكَانُوْا شِیْعًا۔ اور ہو گئے کئی گروہ۔ اور گروہوں میں بٹ گئے۔ شِیْعًا جمع ہے شِیْعَةٌ  
 کی۔ اصل میں شیعہ کے معنی انتشار اور تقویت کے ہیں۔ اس کا اطلاق واحد ثنیتہ جمع مذکر اور مؤنث  
 سب پر ہوتا ہے۔

= لَسْنَا مِنْهُمْ فِی شَیْءٍ۔ تو کسی امر میں بھی ان میں سے نہیں ہے۔ یعنی آپ کا ان سے کوئی



سروکار نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

== يَنْبِئُكُمْ - نَبَأٌ يَنْبِئُ تَنْبِئَةً (تفعل) وہ بتائے گا۔ وہ خبردار کر دے گا۔ مضارع جمع مذکر غائب  
ہم ضمیر جمع مذکر غائب۔

۱۶۱:۶ = قِيَمًا - صیغہ صفت ہے یا قیام کا مخفف ہے۔ درست۔ ثابت۔ صلاح و بقا کا مدار  
اقوال دینا و آخرت کو درست کرنے والا۔ مستقیم۔ مستحکم۔

= حَنِيفًا - تمام باطل راستوں سے ہٹ کر ایک راہ حق اختیار کرنے والا۔  
دِينًا قِيَمًا اور مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ دونوں صراطِ مستقیم کی تعریف ہیں۔ حَنِيفًا ابراہیم کی صفت ہے  
یاد دینًا قِيَمًا - (۱) صراط کا بدل محل ہے (۲) ہدائی کا دوسرا مفعول ہے (۳) اس سے فعل  
عَرَفْتَنِي وغیرہ مخذوف ہے۔ اور مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ - دین کا عطف بیان ہے۔

۱۶۲:۶ = نُسُكِي - نُسُكٌ عبادت پرستش۔ قربانی۔ النُّسُكُ کے معنی عبادت کے ہیں۔  
نَاسِكٌ عابد کو کہتے ہیں لیکن یہ لفظ ارکانِ حج کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے۔ الْمَنَاسِكُ اعمالِ حج  
ادا کرنے کے مقامات، فَإِذَا قَضَيْتُمْ پھر جب تم حج کے تمام ارکان پورے ادا کر چکو یہاں عبادت کے  
معنوں میں آیا ہے یعنی میری عبادت

لسان العرب میں ہے النُّسُكُ وَالنُّسُكُ - العبادۃ والطاعة وكل ما يتقرب به  
الی اللہ تعالیٰ - یعنی ہر وہ عبادت اور اطاعت اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے قرب کا ذریعہ ہو  
= بِذَلِكَ کا اشارہ مندرجہ بالا اقوال کی طرف ہے جو آیات ۱۶۱ میں مذکور ہوئی ہیں۔

۱۶۳:۶ = اَلْبَغْيُ - میں تلاش کروں۔ بَغْيٌ يَبْغِي (ضرب) بَغْيٌ مصدر  
= اَلَاَعْلَيْهَا - مگر اس کا بوجھ (یعنی عمل کا) اس (نفس) پر ہوگا۔ اس کے ذمہ ہوگا۔ وہی اس کا ذمہ وار ہوگا  
یعنی کوئی شخص بھی جو عمل کرتا ہے اس کی ذمہ داری اسی کی گردن پر ہوگی۔

= تَزْرُ - وہ بوجھ اٹھاتی ہے یا بوجھ اٹھاوے گی۔ وَزْرٌ مصدر (باب ضرب) یعنی بوجھ اٹھانا۔ وَازِرَةٌ  
بوجھ اٹھانے والی۔ وَزْرٌ بوجھ۔ وَزِيرٌ بوزن (نعل) بادشاہ کا مددگار۔ حکومت کا بوجھ اٹھانے والا۔  
۱۶۵:۶ = لَيَبْلُوكُمْ - بَلَاءٌ يَبْلُو (نصر) لام تعلیل کے لئے يَبْلُو مضارع واحد مذکر  
غائب کم ضمیر مفعول جمع مذکر ماضی۔ تاکہ تم کو آزمائے۔ بَلَاءٌ مصدر۔

= مَا اَنْتُمْ - (وہ نعمت) جو اس نے تم کو دی۔

= سَرِيعُ الْعِقَابِ - سریع۔ سرعت سے کرنے والا۔ فَعِيلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل صفت  
مشبہ کا صیغہ ہے۔ عقاب سزا۔ عقوبت۔ عذاب۔ سزا دینا۔ عَاقِبَ يُعَاقِبُ (مفاعلة) سے



عقوبت - عاقبت، و عذاب نینوں الفاظ عذاب کے لئے مخصوص ہیں

## ۱۷۱) سورة الاعراف (۳۹)

۱:۷ = الْقَصَص - حروف مقطعات ہیں جن کا علم خدا تعالیٰ کی ذات کو ہے۔  
 = كِتَابٌ - خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے یعنی هُوَ كِتَابٌ - کِتَابٌ سے مراد یہاں  
 القرآن ہے۔

= صَدْرِكَ تِيسِرَ سِينَةٍ - صدر سے - مضاف - كَ ضمیر واحد مذکر ماضی - مضاف الیہ - واحد  
 صَدْرٌ جمع - بعض حکماء کے نزدیک قرآن میں جہاں کہیں قَلْبٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں صرف علم  
 و عقل کی طرف اشارہ ہے - جیسے فرمایا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرًا لِّمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ (۵۰: ۳۷) جو  
 شخص دل آگاہ رکھتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے - اور جہاں صَدْر - استعمال ہوا ہے وہاں  
 علم و عقل کے علاوہ شہوت - ہوائے نفس اور غلبہ وغیرہ قوی نفسانیہ کی طرف بھی اشارہ ہے - چنانچہ  
 رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (۲۵: ۲۵) میں نفسانی قوی کی اصلاح کا سوال ہے۔

= حَرْجٌ - تنگی - مضائقہ - شک - گناہ - تنگ - اصل میں حَرْجٌ کے معنی اشیاء کے مجتمع  
 یعنی جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں - اور جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو  
 بھی حرج کہا جاتا ہے - چنانچہ اور جبکہ آیا ہے ثُمَّ لَا يَجِدُ ذَاتِيْ الْفُسْهِيْمِ حَرْجًا (۱۵: ۳) اور...  
 پھر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں (نہ محسوس کریں) کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

= فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرْجٌ مِّنْهُ - پس نہ چاہتے کہ نہ ہو تیرے سینہ میں کوئی شک  
 یا تنگی خاطر اس سے۔

تقدیر کلام یوں ہے - هٰذَا كِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ لِتُبَيِّنَ رَّبِّهِ وَذِكْرًا لِلْمُؤْمِنِيْنَ  
 فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرْجٌ مِّنْهُ - یہ کتاب (القرآن) ہے - جو نازل کی گئی ہے تیری طرف تاکہ  
 تو ڈرائے (لوگوں کو) اس (کی نواہی سے) پرہیز نہ کرنے کی عاقبت، سے اور یہ ایک نصیحت ہے مومنوں  
 کے لئے - پس چاہئے کہ تیرے سینہ میں اس (کی تبلیغ) کے متعلق کوئی تنگی و شک و شبہ نہ ہو۔  
 یعنی آپ بلا جھجک اور بے دھڑک اس کی تبلیغ فرمادیں - مخالفین کی تکذیب اور تنقید کا کوئی ڈر دل  
 میں نہ رکھیں - کیونکہ تیرے اللہ کی طرف سے یہ حق و صداقت پر مبنی کتاب ہے۔



= ذِکْرٰی - نصیحت کرنا بہت ذکر کرنا - یاد - پند و نصیحت - موعظت - ذِکْرَیْذٌ کُرٌّ (نَصْر) کا مصدر ہے - کثرت ذکر کے لئے ذِکْرٰی بولا جاتا ہے - یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے -  
ذِکْرٰی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں -

۱۔ یہ بحالت نصب ہے اضمار فعل کے ساتھ ای لَتُنْذِرَیْہِ وَتُنْذِرُتُنْذِرَ کَیْرًا - اس صورت میں اَلذِکْرٰی معنی التذکرہ ہے

۲۔ یہ بحالت رفع ہے - اور اس کا عطف کِثْبٌ پر ہے - ای هُوَ کِثْبٌ وَذِکْرٰی لِّلْمُؤْمِنِیْنَ -  
۳۔ یہ بحالت جر ہے - والعطف علی محل لِتُنْذِرَ یعنی لِلْاِذْاِرِ وَلِلذِکْرٰی ڈرانے کے لئے اور نصیحت کے لئے -

۴: ۳ = اِتَّبِعُوْا - تم پیروی کرو - اِتَّبَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر -  
اس کی دو صورتیں ہیں -

۱۔ اس سے قبل لفظ تَلْ محذوف ہے - کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہہ دے لوگوں سے -  
۲۔ یہ بلا واسطہ لوگوں سے خطاب ہے -

= وَ لَا تَتَّبِعُوْا - فعل نہیں جمع مذکر حاضر - یعنی لَا تَتَّخِذُوْا - تم مت بناؤ - تم مت پکڑو یا لَا تَتَّبِعُوْا سے مراد لَا تَقْوُلُوْا ہے - تم مت کہو -

= قَلِیْلًا مَّا تَذْکُرُوْنَ - تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو - یہ قلت - قلت زمانی بھی ہو سکتی ہے یعنی قلیل عرصہ کے لئے نصیحت پکڑتے ہو اور پھر فراموش کر دیتے ہو - مَا عَمَلًا زَانِدٌ ہے لیکن قلت کی تاکید کرتا ہے -

۴: ۴ = کَمْ - سوالیہ استفہام کے لئے آتا ہے - کتنی دیر - کتنی مقدار - کتنی تعداد - کتنی مدت - اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منسوب ہوتی ہے کبھی مذکور ہوتی ہے مثلاً کَمْ دِرْہَمًا عِنْدَکَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں - کبھی محذوف ہوتی ہے مثلاً کَمْ لَبِثْتُ - یعنی کَمْ زَمَانًا لَبِثْتُ - تو کتنی مدت ٹھہرا -

۱۔ خبر یہ - جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ - میں نے کتنے ہی مردوں کو پیٹا - کبھی اس صورت میں اس کی تمیز پر مبنی جارہ : اِخْلُ هُوَ تَاہے جیسے کَمْ مِّنْ قَرْبَیۃٍ اَھْلَکُنَاہَا - (آیتہ نذا) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں -

= بَیِّنَاتٌ ۚ الْبَیِّنَاتُ وَالْبَیِّنٰتُ - رات کے وقت دشمن پر حملہ کرنا - شجھون مارنا - آیتہ نذا - بَیِّنَاتٌ ۚ هُمْ قَائِلُوْنَ رات کے وقت حب وہ سوئے تھے یا دن کو جب وہ قیلولہ (دوپہر کا سونا - آرام کرنا)



کر رہے تھے۔ بَيَّتَ يَبِيَّتُ (تفعیل) رات کو مشورہ کرنا۔ بَيَّتَ طَائِفَةً مِّنْهُمْ (۴۱: ۸۱) ان میں بعض لوگ مشورہ کرتے ہیں۔ بَاتَ يَبِيَّتُ (ضوب) رات گزارنا۔ رات ہو جانا۔  
 = قَاتِلُونَ۔ اسم ناعل۔ جمع مذکر۔ قَتْلُوهُ۔ مصدر۔ دپہریں سونے والے، دوپہر کو آرام کرنے والے۔ آیت ہذا میں سونا مراد ہے۔

۶: ۷ = فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ۔ لَنَسْأَلَنَّ۔ مضارع جمع متکلم۔ باللام تاکید و نون ثقیدہ سو ہم ضرور پوچھیں گے۔ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ۔ ان لوگوں سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے (کہ انہوں نے رسولوں کا کہاں تک اتباع کیا۔

= الْمُرْسَلِينَ۔ رسولوں سے کہ انہوں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا۔  
 ۷: ۱۷ = فَلَنَقْصُصَنَّ عَلَيْهِمْ۔ نَقْصُصَنَّ۔ مضارع جمع متکلم لام تاکید بانون ثقیدہ۔ قَصَّ يَقْصُصُ۔ (نَصَرَ عَلٰی) کسی سے کوئی بات بیان کرنا۔

= يَعْلَمُ۔ اپنے علم کی بناء پر (یعنی ان کے احوال ظاہرہ و باطنہ اور ان کے اقوال و افعال کے متعلق خدا کے علم محیط کی بناء پر)۔  
 = هُنَّ کی ضمیر رسل اور مرسل الیہم کی طرف راجع ہے۔  
 = دَمَا كُنَّا خَائِبِينَ۔ غیر حاضر۔ غائب ہونے والے۔ اور ہم غیر حاضر نہ تھے۔ (ان کے قول و فعل کے وقت) ہم بے خبر نہ تھے۔

۸: ۷ = الْوِزْنُ۔ (تو لنا) یعنی کسی چیز کی مقدار معلوم کرنا۔  
 وَزَنَ يَزِنُ۔ (ضوب) کا مصدر ہے۔ عرف عام میں وزن اس مقدار خاص کو کہتے ہیں جو ترازو یا قبان کے ذریعہ معین کی جاتی ہے۔ وَاقِمُْوا الْوِزْنَ بِالْقِسْطِ (۵۵: ۹) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔

= الْحَقُّ۔ حق۔ برحق۔

الْوِزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ۔ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔  
 (۱) الْوِزْنُ موصوف۔ الْحَقُّ صفت۔ صفت موصوف مل کر بتدار۔ يَوْمَئِذٍ خبر۔ (يَوْمَئِذٍ اصل میں جملہ محذوف يَوْمَ يَسْأَلُ اللَّهُ الْأُمَمَ دُرُسَلَمُ کی جگہ آیا ہے)۔  
 (۲) الْوِزْنُ۔ بتدار اور الْحَقُّ خبر۔ يَوْمَئِذٍ متعلق خبر۔ پہلی صورت میں معنی ہوں گے۔ جس دن رسل اور مرسل الیہم سے پوچھ گچھ ہوگی۔ اس دن پورا پورا تول تولا جائے گا۔  
 دوسری صورت میں معنی ہوں گے اور اس دن (اعمال کا) تولنا برحق ہے۔



= مَوَازِينُهُ - اسم آلہ - میزان کی جمع - یا اسم مفعول مَوَازُونٌ کی جمع ہے - وزن کرنے کا آلہ یعنی ترازو - یا وزن کئے جانے والے اعمال -

۹: ۷ = خَسِرُوا (باب سمع) خُسْرَانٌ مصدر - خَسِرُوا انْفُسَهُمْ - انہوں نے اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا -

= بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ - ای بکذب بُوْن - جھٹلاتے تھے - یا بے انصافی کیا کرتے تھے ۱۰: ۷ = مَكَّنْكُمْ - ماضی جمع متکلم - تَمْكِيْنٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر - ہم نے ان کو جماؤ عطا کیا - ہم نے ان کو با اقتدار بنایا - ہم نے ان کو آباد کیا -

= مَعَاشٍ - مَعِيْشَةٍ کی جمع - سامان زندگی - زندہ رہنے کے اسباب - ۱۱: ۷ = صَرَفْنَاكُمْ - ماضی جمع متکلم - ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جمع مذکر حاضر صَوْرٌ يُصَوِّرُ (باب تفعیل) تمہاری شکل و صورت بنائی -

یہاں خطاب تو حاضرین کو ہے لیکن مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یعنی ہم نے آدم کو پیدا کیا اس کو اچھی صورت بخشی اور پھر فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا -

یہ اسلوب بیان قرآن میں عام ہے مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم عصر یہودیوں کو فرمایا گیا وَ اِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِّنْ اِلٰٓفِ فِرْعَوْنَ (۲۹: ۲) اور یاد کرد اس وقت کو جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دلائی - اس میں حالانکہ خطاب رسول اکرم کے زمانہ کے یہودیوں سے ہے لیکن مراد ان کے اسلاف ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہو گزرے تھے ۱۲: ۷ = طِيْنٍ - گارا - خاک - مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ -

۱۳: ۷ = فَاهْبِطْ مِنْهَا - امر واحد مذکر حاضر - تو اتر جا - هَبِطَ يَهْبِطُ (ضوب) اترنا - هَبِطْتُ - مصدر - ہا ضمیر واحد مؤنث غائب - اس سے مراد یا تو جنت ہے یا آسمان سے زمین کی طرف مراد ہبوط - بلندی سے پستی کی طرف ذلت و خواری کی صورت میں نیچے آنے کو کہتے ہیں یہاں یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ہماری بارگاہ سے دفع ہو جاؤ -

= فَمَا يَكُوْنُ لَكَ - یہ تیرے لئے درست نہیں ہے - تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے - اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا - کہ تو تکبر و غرور کرے اس جگہ - (جنت یا سماں یا بارگاہ خداوندی میں) یعنی تیرا کوئی حق نہیں کہ تکبر کرے اور بھر بھی تو یہاں ہے -

= الصَّغِيْرَيْنِ - ذیل - بے عزت لوگ -

۱۴: ۷ = اَلْطَّرِيقِیْنِ - تو مجھ کو مہلت دے - تو مجھ کو ڈھیل دے - اِنْطَارٌ (اِفْعَالٌ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر



حاضر۔ ن وقایہ۔ ی ضمیر واحد متکلم۔

= یُبْعَثُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ بَعَثَ یَبْعَثُ (فتح، وہ (یعنی لوگ) اٹھائے جاویں گے یوم قیامت۔

۱۵:۱۰ = اَلْعُنْظَرِیْنَ۔ اسم مفعول جمع۔ مُنْظَرٌ واحد۔ اِنْظَارٌ۔ مصدر۔ باب افعال جن کو مہلت دی گئی۔ مہلت یافتہ۔ ڈھیل دیئے ہوئے۔

۱۶:۷ = فَبِمَا۔ ب اس میں سبب یہ ہے۔

= اَعْوِیْتَنِی۔ اِعْوَاؤُ (اِفْعَالُ) سے۔ اَعْوَى یُعْوِی اِعْوَاؤُ۔ عَنِی اور عَوِی کے معنی ہیں بہک جانا۔ گمراہ ہونا۔ لعنتی ہونا۔ برباد ہونا۔ ناکام و نامراد ہونا۔ خائب و خاسر ہونا۔ زندگی خراب ہونا۔ باب افعال سے۔ بہکانا۔ گمراہ کرنا۔ برباد کرنا۔ خائب و خاسر کرنا۔ زندگی خراب کرنا یا گمراہی کی سزا دینا۔ یعنی سزاؤ گمراہ کرنا۔ یَسَّۤ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ (۳۴:۱۱) اگر خدا یہ چاہے کہ تمہیں تمہاری گمراہی کی سزا دے۔

اغوار کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کو ایسا حکم دینا کہ جس کی نافرمانی اس کی گمراہی کا باعث بن جائے اس آیت میں یہ آخری دو معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حکم پر سجدہ نہ کرنے کی سزا میں ابلیس کو جنت سے (یا درگاہ سے) نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس کی حکم عدولی اس کی گمراہی کا سبب بن گئی۔ سو فَبِمَا اَعْوِیْتَنِی کا ترجمہ ہو گا۔

بدیں وجہ کہ میری حکم عدولی پر تو نے سزاؤ راہ مستقیم سے مجھے دور کر دیا ہے

= لَا قُعْدَانَ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔ قَعَدَ یَقْعُدُ (نصر) قُعُودٌ سے میں ضرور بیٹھوں گا۔ میں تاک میں بیٹھوں گا۔

= صِرَاطُکَ۔ تیرا راستہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ صِرَاطُکَ اِی عَلٰی صِرَاطُکَ تیرے راستہ پر۔

= لَا قُعْدَانَ لَہُمْ صِرَاطُکَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ تیرے سیدھے راستہ سے ان کو گمراہ کرنے کے لئے میں ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔

۱۷:۷ = لَا تَیْنَہُمْ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔ میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (ان کو بہکانے کے لئے)

۱۸:۷ = مَذْمُومًا۔ حقارت کیا ہوا۔ ذلیل۔ ذَامٌ مَّہ (باب تفعیل) اِی عَابَدَ وَحَقَّرَ



وطردہ - عیب لگانا - ذلیل کرنا - دھتکارنا - ذَامَةٌ - ذِئْمًا وَذَامًا (ضرب) عیب لگانا - مذمت کرنا  
 = مَذْحُورًا - دَحْرَ يَدُ حَرْ دَحْرًا وَدَحُورًا (فتح) دھتکارنا - دور کرنا - ہٹانا - مَذْحُورًا -  
 مردود - دھتکارا ہوا - راندہ ہوا - قرآن میں آیا ہے وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُورًا (۹۸:۳۷)  
 اور وہ ہر طرف سے دھتکار کر نکال دیے جاتے ہیں

= لَا مَلَكَيْنِ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ - میں ضرور بھر دوں گا - مَلَأْتُ سے (باب فتح)  
 جس کے معنی بھرنے اور پر کرنے کے ہیں - الْمَلَأْتُ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری  
 حسن اور جمال اور نفوس کو ہیبت و حلال سے بھر دے - قرآن میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَأِ مِنْ  
 بَنِي إِسْرَآئِيلَ (۲۴:۲۱) مہلّا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا - اور دَقَالَ  
 الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ (۲۷:۷) اور قوم فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے -

اور کہتے ہیں خَلَدَتْ مَلَأُ الْعُيُونِ - یعنی سب اسے عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں - گویا اس نے  
 ان کی نظروں کو اپنے جلوے سے بھر دیا ہے - الْمَلَأُ کسی چیز کی اتنی مقدار کہ برتن کو بھر دے - قرآن  
 میں ہے - فَلَنْ يُعْبِلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلُّ الدُّرِّ ذَهَبًا وَلِوَأْتَدِي بِهِ - (۹۱:۳) سو  
 ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جائے گا - اگرچہ وہ معاوضہ میں اس کو دینا بھی چاہے  
 = مِنْكُمْ - ای منك و منهم - مخاطب کی ضمیر غالب آئی ہے -

۲۰: ۷ = لِيُبْدِيَ لَهُمَا - لام عاقبت کے لئے ہے - یعنی شیطان نے ان کے دلوں میں دوسو  
 اندازی کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنتی لباس اتار دیا گیا - اور وہ اپنے آپ کو برہنہ دیکھنے لگے -  
 يُبْدِي مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَذْرُوعًا - اِبْدَاءُ (افعال) مصدر کہ ظاہر کر دے - کھول دے - نمایاں  
 کر دے - بَدَأَ مَادَهُ -

= دُورِي - ماضی مجہول واحد مذکر غائب واری یُوَارِي مَوَادًا (مفاعلة) رومی مادہ -  
 وہ چھپایا گیا - وہ پوشیدہ رکھا گیا -

= سَوَاتِهِمَا - مضاف مضاف الیه - ان دونوں کی شرمگاہیں - سَوَاءٌ کی جمع ہے -  
 = لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَادُورِي عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِهِمَا - یہ بھی شیطان کے دوسو ڈالنے کی  
 غرض و غایت ہے - یعنی ان دونوں کی شرمگاہوں کے وہ حصے جو ڈھانپ کر ان سے چھپاتے گئے  
 تھے ان پر بے پردہ کر دے - (کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر دونوں اس کے دھوکہ میں آگئے تو نتیجتاً وہ  
 بے پردہ ہو جائیں گے)

= مَا تَهْكُمَا فِي مَآفِي كَيْسٍ نَهَى مَنِعَ كَيْسٍ تَهْكُمَا اس نے تم دونوں کو -



== عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ. یعنی عن الاعل عن هذه الشجرة اس درخت کا پھل کھانے سے۔

۲۱: ۷ = وَقَاسَمَهُمَا ان کے سامنے قسم اٹھائی۔

۲۲: ۷ = فَذَلُّهُمَا بِغُرُورٍ۔ ان دونوں کو ڈھلا لیا۔ ان دونوں کو نیچے ڈال دیا۔ ان دونوں کو کھینچ لیا۔ ان دونوں کو نیچے گرا دیا۔ ذَلَّى تَذْلِيَّةٌ (تفعیل) سے جس کے معنی کسی کو حیلہ سے کام میں لگا دینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَذْلِيَّةٌ اِذْلَاءُ الدَّلْوِ سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی ڈول ڈالنے کے ہیں اسی مناسبت سے نیچے ڈال دینے اور کھینچ لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

بِغُرُورٍ۔ غرور۔ دھوکہ۔ فریب۔ جھوٹی امید۔ لالچ۔

= بَدَتْ۔ ظاہر ہو گئی۔ بَدُوْ اور بَدَاءُ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

= طَفِقَا۔ وہ دونوں لگے۔ (اس کام کو جو آگے مذکور ہے) طَفِقَ (سمع) کَادَ کی طرح انفعال مقاربت میں سے ہے۔ جس طرح کَادَ کی خبر مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے اسی طرح طَفِقَ کی خبر بھی مضارع ہوتی ہے۔ اور بغیر اَنْ کے آتی ہے۔ جیسے يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطِفُ الْبَصَارَهُمْ (۲۰: ۲) برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس نے ان کی بینائی لے لی۔

اور طَفِقَ کی مثال آیت ہذا۔ طَفِقَا يَخْصِفُنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ۔ اور چٹانے

لگ گئے اپنے (بدن) پر جنت کے پتے۔

= يَخْصِفُنِ مضارع تنثیہ مذکر غائب خَصَفَ مصدر (باب ضرب) وہ دونوں چپکانے لگے۔

۲۴: ۷ = اِهْبِطُوا۔ تم سب اترو۔ هَبْطُ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نیچے اترنا۔ ہبوطِ آدم۔ حضرت آدم کا جنت سے زمین پر اترنا۔

= مُسْتَقَرٌّ۔ ظرف مکان۔ استقرار (استفعال) مصدر۔ قرار گاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

= مَتَاعٌ۔ اسم مفرد۔ اَمْتِعَةٌ جمع۔ معین وقت تک فائدہ اٹھانا۔ سامان جو کام میں آتا ہے جس کے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

= اِلَى حِينٍ۔ ایک دقت تک۔

۲۶: ۷ = اَنْزَلْنَا۔ کالغوی معنی ہے اوپر سے نیچے آنا۔ جیسے اَنْزَلْنَا الْمَاءَ ہم نے پانی (بارش

کی سورت میں) نازل کیا۔ انسانی ضروریات زندگی کو بہم پہنچانے کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر ارضی چیزیں تدبیرات سماویہ سے ظہور میں آتی ہیں۔ مثلاً یہی لباس کہ کپاس سے تیار ہوتا ہے جو اپنی نشوونما کے لئے پانی کی محتاج ہے جو اوپر سے برستا ہے۔ اسی طرح



آیہ ہے وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ (۶:۳۹) اور اس نے تمہارے لئے چوپائے (مولیشی، بھیجے یا نازل کئے۔ پیدا کئے۔

= رِيشَاطٌ باعث زینت۔ رِيشٌ رونق۔ لباس زینت۔ رِيشٌ اصل میں پرندوں کے پروں کو کہتے ہیں۔ اور اس کا واحد رِيشَةٌ ہے۔ اور چونکہ پرندوں کی پروں سے رونق ہے اور وہ ان کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے انسان کے لئے کپڑے۔ اس لئے اس کا استعمال بطور استعارہ رونق۔ زیب و زینت اور کپڑوں کے لئے ہوتا ہے۔ رِيشًا صفت بھی ہو سکتا ہے لِبَاسًا کی جو اس سے قبل محذوف = وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔

یہ نیا جملہ ہے لِبَاسُ التَّقْوَىٰ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ اور ذَٰلِكَ خَيْرٌ خبر گویا تقدیر کلام یوں ہے۔ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ هُوَ خَيْرٌ بعض نے لِبَاسُ التَّقْوَىٰ کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اس کو لِبَاسًا پر عطف لیا ہے۔ لیکن جمہور اول الذکر کی طرف گئے ہیں۔ لِبَاسُ التَّقْوَىٰ سے مختلف علما نے مختلف معانی لئے ہیں۔ مثلاً لباس الحرب۔ (دُھال۔ زرہ وغیرہ) خشية الله۔ الايمان۔ السمت الحسن۔ عمل صالح۔ الحیا، وغیرہ۔

= ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ میں ذَٰلِكَ کا اشارہ انزال اللباس کی طرف ہے۔ اور آیات سے مراد اللہ کی نعمتیں۔ اس کا فضل و کرم بھی ہو سکتا ہے۔ اور نشانیاں بھی۔

= لَعَلَّكُمْ يَذَكَّرُونَ۔ تاکہ وہ (انسان) نصیحت پکڑیں۔

۲۷:۷ = لَا يَفْتِنَنَّكُمْ مِصْرَاعٌ مَنْفَىٰ بَانُونَ ثَقِيلَةٌ۔ فَتَنٌ يَفْتِنُ (ضَرْبٌ) سے صیغہ واحد مذکر غائب۔ تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دے۔ تمہیں گمراہ نہ کر دے۔

= يَنْزِعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب نَزَعَ مصدر (باب ضرب) اتر وادیا۔ بمعنی ماضی۔

= لِيُرِيَهُمَا۔ مضارع منصوب۔ إِدَاءَةٌ سے۔ هُمَا ضمیر مفعول ثننیہ۔ تاکہ وہ ان دونوں کو دکھائے۔

= يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوَاءٌ تَرَاهُمَا۔ حال ہے ابَوَيْكُم سے۔

= إِنَّهُ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب شَيْطَانٌ کی طرف راجع ہے۔

= قَبِيلُهُ۔ اس کا کنبہ۔ اس کی جماعت۔ اس کا گروہ۔

۲۸:۷ = فَاحْشَةٌ۔ اسم۔ حد سے بڑھی ہوئی بدی۔ ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے

ہر وہ چیز جس کی ممانعت اللہ نے کر دی ہے۔ مثلاً برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنا۔ جس کی یہاں ان



آیات میں مذمت کی گئی ہے۔ زنا وغیرہ۔

۲۹: ۷ = بِالْقِسْطِ - بالعدل وھو الوسط من كل امرٍ - قسط سے مراد عدل یعنی برکام میں درمیانی راستہ اختیار کرنا نہ اس میں افراط ہونہ تفریط۔

= قَاتِمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی تقدیر یوں ہے قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَقَالَ أَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الخازن) تو کہہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میرے رب نے عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے اپنے چہرے سیدھے کرو (قبلہ کی طرف) ہر نماز کے وقت۔

= أَقِيمُوا - اقامۃ الشئ اعطاء الشئ حقہ و توفیتہ شروطہ - یعنی کسی چیز کو کما حقہ اس کی تمام شرائط کو پورا کرتے ہوئے ادا کرنا۔ أَقِيمُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم قائم کرو۔ تم درست کرو۔ اقامۃ (باب افعال) سے بمعنی قائم کرنا۔ درست رکھنا۔

= وُجُوهَكُمْ - تمہارے چہرے۔ الوجهہ سے مراد دلی توجہ اور نیت صحیحہ بھی مراد ہو سکتی ہے = مَسْجِدٍ - اسم ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی ہے۔ سو اس کا معنی وقت نماز بھی ہو سکتا ہے اور مسجد اور ہر وہ جگہ جہاں نماز ادا کی جائے۔

= بَدَأَ - اس نے شروع کیا۔ اس نے ابتداء کی (باب فتح) بَدَأَ - يَبْدَأُ - كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ (۲۹: ۲۰) اس نے کیسے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

= تَعَوَّدُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَادَ يَعُوذُ عَوْدًا (باب نصر) الْعَوْدُ - کسی کام کو ابتداء کرنے کے بعد دوبارہ اس کی طرف پلٹنے کو عَوْدٌ کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ پلٹنا ابتداء ہو یا قول و غم سے۔ جیسے دَلُّوا ذُو الْعَادُوں لِمَا نَهَوْا عَنْهُ (۲۸: ۶۱) اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی کرنے لگیں۔ اور اَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا (۸۸: ۷) یا تم ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔

= تَعَوَّدُونَ - تم پھر آؤ گے۔ تم پھر لوٹو گے۔

= كَمَا بَدَأَكُمْ تَعَوَّدُونَ - جس طرح اس نے تم کو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم لوٹو گے۔

۳۰: ۷ = كَمَا بَدَأَكُمْ تَعَوَّدُونَ - فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ - (جس طرح اس نے تم کو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم اس کی طرف لوٹو گے ایک گروہ کو تو اللہ نے ہدایت دیدی اور ایک گروہ ہنے کہ جس پر گمراہی واجب ہو گئی۔) اس کے معانی میں مفسرین کے اختلافات ہیں۔ کیا ننگے پیدا ہوئے تھے تو ننگے ہی اٹھائے جائیں گے۔ یا جس بنا پر کسی کی خلقت



ہوئی تھی اسی پر اس کی واپسی ہوگی۔ یا جیسا قرآن میں ہے: هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ (۲: ۶۴) کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مومن پیدا کیا اور کسی کو کافر۔ اور پھر ایسا ہی اٹھائے گا جیسا کہ پیدا کیا۔ (ابن کثیر)

۳۱: ۷ = ذِیْنَتْکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری زینت۔ یہاں زینت سے مراد لباس ہے  
= لَا تُسْرِفُوا۔ تم اسراف نہ کرو۔ حد سے نہ بڑھ جاؤ۔ تم بیجا خرچ نہ کرو۔  
۳۲: ۷ = مَنْ کَسْنٰے۔

= أَخْرَجَ۔ یہاں بمعنی اس نے پیدا کی۔

= خَالِصَةً۔ خاص کر۔ صرف (انہی کے لئے روز قیامت کو)

۳۴: ۷ = أَجَلٌ = مدت مقررہ۔ مقررہ وقت۔ (عذاب کے نازل ہونے کا)

موت کو بھی اجل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا وقت بھی مقرر ہے

= لَا یَسْتَأْخِرُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ دیر نہیں کر سکتے۔ وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

= لَا یَسْتَقْدِرُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ پہلے نہیں ہو سکتے  
(باب استفعال)

۳۵: ۷ = اِمَّا اِنْ تُعَذِّبْ وَاِمَّا اِنْ تَتَّخِذَ فِیْہِمُ حُسْنًا  
(۱۸: ۸۶) خواہ ان کو عذاب دے خواہ ان سے حسن سلوک کر۔ آیت ہر ایں معنی اگر استعمال ہوا ہے  
نیز ملاحظہ ہو

۳۷: ۷ = یَنَالُہُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ نَالَ۔ مصدر باب  
سمع، پہنچ جائے گا۔ پہنچتا رہیگا۔

= نَصِیْبُہُمْ۔ ان کا حصہ۔ یعنی خوراک۔ عمر۔ صحت۔ بیماری۔ اچھا یا برا کام کرنے کے مواقع  
گناہ کرنے یا توبہ کرنے کے مواقع۔ وغیرہ وغیرہ۔

= مِنَ الْکِتَابِ۔ (جوان کی قسبت میں) لکھا ہوا ہے۔ الْکِتَابِ۔ نوشتہ تقدیر۔  
= حَتّٰی اِذَا۔ یہاں تک کہ جب۔

= یَتَوَخَّوْنَہُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب ہُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب۔

یہ ان اشخاص کی طرف راجع ہے جو زندگی میں اللہ تعالیٰ کے خلاف جھوٹی بہتان بازی کرتے  
تھے اور اس کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔ یَتَوَخَّوْنَ حال ہے دُسَلُنَا سے یعنی در آنحالیکہ وہ



(یعنی اللہ کے فرستادہ فرشتے) ان کی روحیں قبض کر رہے ہوں گے۔ یا قبض کریں گے۔ وہ جان نکالتے ہیں یا نکالیں گے۔ یا ان کی جان لینے کے لئے يَتَوَفَّوْنَ رَبَّاب تَفْعِيل) = قَالُوا - إِذَا كَا جَوَاب۔

= اَيْنَمَا - یہاں - اَيْنَ (کہاں - طرف مکان) اور مَا موصولہ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ اَيْنَ الْاِلَهَةِ الَّتِي كُنْتُمْ تَدْعُوْنَهَا۔ اِي تَعْبُدُوْنَهَا۔ کہاں ہیں وہ جن کو تم مہود پکارتے تھے (اللہ کے سوا)۔ اَيْنَمَا - یعنی جہاں کہیں جس طرف۔ اَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ (۴۸: ۴۱) جہاں کہیں بھی تم ہو گے موت تم کو آ لے گی۔ = صَلُّوْا عَنَّا - ہم کو چھوڑ گئے۔ ہم سے گم ہو گئے ہیں۔

۲۸: ۷ = لَعَنْتُ اُخْتَهَا۔ لَعَنْتُ - یعنی لعنت بھیجے گی۔ یعنی وہ جماعت جو نئی جہنم میں داخل ہو رہی ہوگی) اُخْتَهَا۔ اپنی بہن پر (یعنی اپنی جیسی جماعت پر جو اس سے قبل جہنم میں داخل ہو چکی ہوگی۔ اپنی جیسی سے مراد یہ کہ جس پاداش میں دونوں جہنم میں پہنچی ہیں یعنی مشرکین کی جماعت مشرکین پر۔ یہود کی جماعت یہود پر۔ وغیرہ وغیرہ)

= اِذَا رَكُوزَا۔ تَدَارَكَ يَتَدَارَكَ (تفاعل) تَدَارَكَ کے تار کو دال میں ادغام کر کے شروع میں ہمزہ وصل لائے اِذَا رَكَ ہو گیا۔ اِذَا رَكُوزَا ماضی جمع مذکر غائب۔ تَدَارَكَ سے۔ الدَّرَكُ اور الدَّرَجُ کے ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن الدَّرَجُ کالفظ اوپر چڑھنے کے اعتبار سے بولا جاتا ہے اور الدَّرَكُ کالفظ نیچے اترنے کے لحاظ سے۔ اسی لئے درجات الجنة اور درجات النار کا محاورہ ہے۔ قرآن میں ہے وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (۲۵۳: ۲) اور بعض کو بلند درجات سے نوازا۔ يَا اَيُّهَا الْمُنْفِقِيْنَ فِي الدَّرَكِ الدَّسَقِلِ مِنَ النَّارِ (۱۴۵: ۴) بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہوں گے۔

سمندر کی گہرائی کی تہ کو اور اس رسی کو جس کے ساتھ پانی تک پہنچنے کے لئے دوسری رسی ملائی جائے۔ اس کو بھی درک کہتے ہیں۔ یادہ رسی جو بڑی رسی سے باندھی جائے یادہ رسی جو ڈول کے کندھے سے باندھی جائے۔ درک کہلاتی ہے۔ اس لئے یکے بعد دیگرے ایک چیز کے کسی دوسری چیز سے ملنے کو (تاکہ نایت کو پہنچ سکے) ادراک کہتے ہیں۔ اسی طرح پیہم کو ششوں سے کسی حقیقت کے پالینے کو بھی ادراک کہتے ہیں۔

پس تدارک کے معنی پے در پے ایک دوسرے سے ملنے کے ہیں۔ عربی محاورہ ہے تَدَارَكَ الْقَوْمُ قوم کے فرد ایک دوسرے سے جا ملے۔ (ہلاک ہو گئے) آیۃ ہذا میں اِذَا رَكُوزَا سے مراد یہی ہے



کہ حب ان کی جماعتیں ایک دوسرے سے ملتی ملتی ختم ہو جائیں گی۔ یعنی حب سب امتیں اس میں (دوزخ میں) یکے بعد دیگرے جمع ہو جائیں گی۔

= اٰخِرُہُمْ۔ ان میں کی آخری۔ یا پچھلی۔ یا دوسری۔ اٰخِرُ اور اٰخِرُ کی مَوْنَت۔

= اَوَّلُہُمْ۔ ان کی پہلی۔ اگلی۔ اَوَّلُ کا مَوْنَت۔

= قَالَتْ اٰخِرُہُمْ لِاَوَّلُہُمْ۔ کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ سب سے آخری امت (دوزخ میں داخل ہوگی) اپنے سے پہلی امتوں کو کہیگی !

۲۔ (دوزخ میں) ہر چھپے آنے والی امت اپنے سے پہلے والی امت کو کہے گی !

۳۔ جو امت زمانہ کے لحاظ سے بعد میں آئی تھی۔ وہ اپنے سے پہلی امت کو کہے گی۔ کیونکہ یہ پہلی امت

تھی جو اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے گمراہی کے دین کو چھوڑ گئی تھی (دنیا میں)

۴۔ یا مرتبہ کے لحاظ سے آخری امت وہ ہوگی جو تابعین کی جماعت تھی۔ اور اولیٰ وہ جماعت ہو گئی جو کہ

قائدین کی جماعت تھی۔ لہذا تابعین قائدین کو کہیں گے۔

۷: ۳۶ = کُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ۔ جو تم کمایا کرتے تھے۔ جو تم کماتے ہے تھے۔

۷: ۴۰ = يَلِجْ۔ وَ لِجْ يَلِجْ سے مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ وَ لَوْجٌ مصدر۔ داخل

ہو جائے۔

= سَمَّ الْخِيَاطِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سم۔ ناکہ۔ سوراخ۔ خياط۔ سوزن۔ سوئی۔ سم الخياط

سوئی کا ناکہ۔

۷: ۴۱ = مِهَادٌ۔ بچھونا۔ ٹھکانہ۔ قرار گاہ۔ مَهْدٌ گہوارہ۔ پالنا۔ زمین۔ مَهْدٌ مصدر

(باب نصر) بچھانا۔ اختیار کرنا۔ کام کرنا۔ تمہید۔ کام کو ہموار کرنا۔ عذر سننا۔ عذر قبول کرنا

= غَوَاشٍ۔ غَوَاشِيَةٌ کی جمع۔ اصل میں غَوَاشِيٌ تھا۔ حالتِ رفع کے سبب ی کو ساقط کر دیا

گیا۔ معنی آگ کے برے۔ ہر طرف سے ڈھانک لینے والی آگ۔

۷: ۴۳ = نَزَعْنَا۔ ماضی معروف۔ جمع مشکم۔ نَزَعَ مصدر۔ (باب فتح) ہم نکال دیں گے

چھین لیں گے۔ ملاحظہ ہو آیت ۷: ۲۷

= غِلٌّ۔ اسم فعل۔ دلی کدورت۔ قلبی عداوت۔ غِلٌّ يَغِلُّ۔ (باب ضرب) کینہ سے سینہ

کا پرہزنا۔ غِلًّا وَغِلِيًّا مصدر غِلٌّ يَغِلُّ غُلُوًّا۔ دھوکہ دینا۔

= نَحْتِمُ۔ ان کے نیچے۔ تَحْتَ قُصُورِهِمْ۔ ان کے محلوں کے نیچے۔ یا ان کے حکم پر۔

یعنی نہریں ان کے حکم پر چلیں گی۔ فرعون نے کہا تھا۔ وَ هَذِهِ الْاَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِيْ



(۵۲:۲۳) بیضادی نے اس کے معنی لکھے ہیں۔ تحت قصری - تحت امری - اوبین  
یدی -

= نُوْدُوْا - ماضی مجہول جمع مذکر غائب - يَدَّاءُ مصدر - باب مفاعلة - ان کو پکارا جائیگا۔  
(ماضی بمعنی مستقبل)

= اُوْرِثْتُمْوُهَا - تم اس کے وارث بنائے گئے۔ تمہیں وہ میراث میں دی گئی۔ واو اسباع  
کا ہے۔ اصل میں صیغہ اُوْرِثْتُمْ ہے جو اِيْرَاثُ (افعال) سے ہے۔

۴۴: ۷ = نَادَى - ماضی واحد مذکر غائب يَدَّاءُ مصدر (باب مفاعلة) اس نے پکارا  
یہاں ماضی بمعنی مضارع ہے۔

= اَذِّنَ - ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے پکارا۔ اَلْاَذْنُ سے مشتق ہے۔ اَذِنَ بمعنی  
کان - استعارہ کے طور پر وہ شخص جو ہر ایک کی بات سُن کر اسے مان لیتا ہے جیسے قرآن میں  
ہے دَقِیْقُوْنٌ هُوَ اَذِنٌ (۶۱: ۹) اور کہتے ہیں کہ وہ نرا کان ہے یعنی ہر ایک کی بات سن کر مان  
لیتا ہے۔

اَذِنٌ سے دیگر مشتقات اَذِنٌ حکم - اجازت - ارادہ - مشیت۔ اَذِنَ - اس نے سنا  
اس نے حکم دیا۔ وَاذِنْتَ لِرَبِّهَا وَحَقَّتْ - (۲: ۸۴) اور وہ اپنے رب کا فرمان سننے لگی۔ اور  
اسے واجب بھی ہے۔ اور لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَن اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (۲۳۸: ۷۸)  
نہیں کلام کریں گے۔ مگر وہ (کلام کر سکیگا) جسے اس کا رحمن (اللہ تعالیٰ) حکم دے گا۔ وَاذِّنْ  
رَبَّابِ تَفْعِلْ وہ پکارا۔ مُؤَذِّنٌ - پکارنے والا۔ اور (باب تفعّل) سے وَاذِّنَا ذِنَ  
رُبُّكَ - (۱۶۷: ۷) اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے (یہود کو) آگاہ کر دیا  
تھا۔

= مُؤَذِّنٌ - سے مراد بعض نے اسرافیل (صاحب صور) لیا ہے بہر کیف اس سے مراد کوئی  
فرشتہ ہے جو اہل جنت اور اہل دوزخ دونوں کو سُن سکتا ہے۔

۴۵: ۷ = يَبْغُوْنَهَا - مضارع جمع مذکر غائب۔ ہا صمیر واحد مؤنث غائب ہو سبیل کی  
طرف راجع ہے۔ وہ اس کو چاہتے ہیں۔ بَغَى مصدر۔

= عَوَجًا - ٹیڑھا۔ عَوَجَ کجی۔ ٹیڑھا پن۔ عَوَجَ يَعْوَجُ (سَمِعَ) سے۔

۴۶: ۷ = الْأَعْرَافِ - سے مراد۔ وہ دیوار ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان حائل ہے۔  
اعْرَافُ عُرُفٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں مکان مرتفع۔ بلند جگہ۔ عرف الفردوس۔ گھوڑے



کی گردن کے بال - عُرْفُ الدِّیْکِ - مرغ کی کلغی۔

= سِیْمُهُمْ - ان کا چہرہ - ان کی نشانی - سِیْمًا کے معنی نشانی اور علامت کے ہیں۔ یہ اصل میں دَسْمٰی تھا۔ واؤ کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ پر رکھا گیا۔ تو سِوْ مٰی ہوا پھر واؤ کے ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء کر لیا گیا تو سِیْمٰی ہو گیا۔ سِیْمٰی مضاف ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔

= فَادَدُوا - ماضی جمع مذکر غائب يَدَّاءُ مصدر - باب مفاعله - انہوں نے پکارا۔ (یا ماضی بمعنی مضارع) وہ پکاریں گے۔ اس کا قاعِل رِجَالٌ۔

= لَمْ يَدْخُلُوْهُ هَا - (ابھی) وہ اس میں (جنت میں) داخل نہیں ہوئے ہوں گے۔

= وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ - اور وہ (جنت میں) داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے۔

لَمْ يَدْخُلُوْهُ هَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ (ای اصْحَابُ الْاَعْرَافِ)

اصحاب اعراف کے بارہ میں کہ یہ کون ہوں گے؟ مفسرین میں اختلاف ہے لیکن راجح قول

یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہونے کی وجہ سے ابھی خداوند کریم نے ان کو بہشت میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی ہوگی۔ لیکن وہ داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں گے۔ جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوتا ہے کہ وہ اہل جہنم کو دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے۔ اے ہمارے رب ہمیں ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے۔

۴۷: ۷ = صُرِفَتْ - ماضی مجہول واحد مؤنث غائب وہ پھیری گئی۔ (ماضی بمعنی مضارع وہ

پھیری جائیں گی) یعنی جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف پھیری جائیں گی۔ یا پھیریں گے = تِلْقَاءَ - طرف - لِقَاءُ سے۔ جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ اسم ہے۔ ملاقات کرنے اور آنے سامنے ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءَ کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

۴۸: ۷ = اَعْنٰی عَنْ - فائدہ بخشہ کام آنا۔ غنی بنادینا۔ مَا اَعْنٰی عَنْکُمْ وہ تمہارے کسی کام نہ آیا۔ اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔

= جَمْعُکُمْ - تمہاری جمعیت۔ تمہاری جماعت۔ تمہارا جمع ہونا۔

= مَا اَعْنٰی میں مانافیہ ہے اور مَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ میں مانافیہ ہے۔

= مَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ - جس کا تم گھمنڈ کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر

۴۹: ۷ = اَهْلُوْا لِلَّذِیْنَ میں اُ استقہامیہ اَهْلٌ اسم اشارہ قریب (مبتدا)



اس کا مشار الیہ اصحاب الجنۃ محذوف ہے۔ الذین خبر۔ اقسمتُم (تم قسمیں کھاتے تھے) = لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ۔ الذین کے صلہ میں داخل ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے۔ اهلؤلاد هم الذین اقسمتُم علیہم بِاَنَّ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ۔ کیا یہ جنتی لوگ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے ان کو نہیں نوازے گا۔

= ادخلوا..... تحزنون۔ (کلام متذکرہ بالا کے بعد اہل جنت کی طرف متوجہ ہو کر وہ یہ کہیں گے یا ان کا کلام بِرَحْمَةٍ پر ختم ہو گیا اور یہ جملہ اصحاب اعراف کے حق میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا کہ اب تم نے اصحاب الجنۃ اور اصحاب النار کا حال دیکھ لیا۔ تم بھی جنت میں جاؤ داخل ہو جاؤ۔۔۔ الخ یا اصحاب اعراف یہ کہیں گے کہ (دیکھو انہیں تو حکم مل گیا ہے کہ) داخل ہو جاؤ جنت میں۔۔۔ الخ۔ یہاں اصحاب اعراف کا کلام ختم ہوا۔

۵۰:۷ = اَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ۔ اَفِيضُوا۔ تم بہاؤ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِفَاضَةً سے۔ اِفَاضَ الْمَاءُ۔ کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا۔ آنسوؤں کے بہنے کے لئے بھی آتا ہے جیسے فرمایا تَرَىٰ اَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ (۵: ۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (۱۹۹:۲) پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو۔ یہاں اِفَاضَةً کے معنی مجمع کثیر کے یکبارگی لوٹنے کے ہیں۔ اور یہ فَيُضَاتُ الْمَاءِ (یعنی پانی کا زور سے بہ نکلنا) کے ساتھ تشبیہ دے کر بولا جاتا ہے ۵۱:۷ = الذین۔۔۔۔۔ یہ نیا جملہ ہے اور یہاں سے کلام اللہ کی طرف سے ہے۔ اصحاب النار کی التجا اور اہل جنت کا جواب علی الکافرین پر ختم ہو گیا۔ الذین بمعنی جن لوگوں۔ مَا كَانُوا يَجْحَدُونَ۔ مَا بمعنی کما۔ كَانُوا يَجْحَدُونَ۔ ماضی استمراری۔ وہ انکار کیا کرتے تھے۔

۵۲:۲۷ = فَصَلْنَاكَ۔ ماضی جمع متکلم۔ تَفْصِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر ہم نے اس کو کھول کر بیان کر دیا۔ ہم نے اس کی الگ الگ (مختلف پہلوؤں سے) تفصیل (وضاحت) کر دی = عَلٰی عِلْمٍ۔ یہ اللہ کا حال بھی ہو سکتا ہے اور کِتَب کا بھی۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے ”ہم نے اپنے علم کامل سے اس کی وضاحت کر دی۔ دوسری صورت میں معنی ہوں گے ”ہم نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور وہ تمام علوم پر مشتمل ہے۔ = هُدًى وَرَحْمَةً۔ حال ہے فَصَلْنَاكَ کا۔ یعنی در آل حالیکہ وہ ہدایت اور رحمت ہے۔



۵۳:۷ = يَنْظُرُونَ - ای يَنْتَظِرُونَ - وہ انتظار کرتے ہیں۔ یا انتظار کر رہے ہیں۔  
 = هَلْ - یہ حرف استخبار اور کبھی استفہام کے لئے آتا ہے۔ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ  
 فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ (۶۱: ۱۴۹) کہہ دو تمہارے پاس کوئی سند ہے (اگر ہے) تو اسے ہمارے سامنے  
 لاؤ۔ اور کبھی تنبیہ۔ تبکیت یا نفی کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (۹:  
 ۶۵) بھلا تم اس کا کوئی ہمنام جانتے ہو۔

(نفی) هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ - (۳۷: ۳۷) کیا تجھے کوئی شکاف نظر آیا۔  
 (نفی) هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ - (۲۱: ۲۱) هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ - یہ شخص (کچھ بھی)  
 نہیں ہے مگر تمہارے جیسا آدمی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تنبیہ اور اس کی سطوت پر تحریف۔ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ  
 ان کو کسی بات کا انتظار نہیں مگر صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار۔ کیا یہ اس کی دھمکی یا اس کی تعبیر  
 کے سچ بچ وقوع پذیر ہو جانے کا انتظار کر رہے ہیں۔ یعنی یہ کس بات کے منتظر ہیں۔ کیا یہ انتظار  
 کر رہے ہیں کہ قرآن میں جو وعید آئی ہیں وہ فی الواقع انجام کار ٹھیک بیٹھتی ہیں یا نہیں (تنبیہ)  
 = يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ - جس روز آجائے گا اس کا انجام۔ یعنی جس دن اس کتاب کے وعدے  
 وعید کے عواقب اور نتیجے ظاہر ہوں گے۔

= نَزِدُّ - ہم لوٹائے جائیں۔ مضارع مجہول رَدُّ مصدر۔ (باب نصر)

= فَتَعْمَلْ - تاکہ ہم عمل کریں۔ مضارع منصوب بوجہ جواب استفہام صیغہ جمع متکلم۔

= خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ - ملاحظہ ہو (۹: ۷۷)

= ضَلَّ عَنْهُمْ - گم ہو گئے ان سے۔ چھوڑ گئے ان کو۔ (یعنی جو بہتان بازی وہ کیا کرتے تھے  
 اور جن معبودانِ باطل کی وہ پرستش کیا کرتے تھے وہ ان کو چھوڑ گئے)

۵۴:۷ = اِسْتَوٰی اَعْلٰی - اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔ متکمن ہوا  
 ملاحظہ ہو (۲۹: ۲) اِسْتَوٰی کا یہ معنی نہیں کہ خداوند تعالیٰ عرش پر بیٹھ گیا۔ کیونکہ مکان اور جلو  
 سے پاک ہے۔ اس کے استوای کی جو کیفیت ہے وہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔

عرش کے معنی کے لئے ملاحظہ ہو ۱۰: ۳۔

= يُغْشٰی - مضارع واحد مذکر غائب اُغْشٰی يُغْشٰی (باب افعال متعدی بدو مفعول)

يُغْشٰی اللَّیْلَ النَّهَارَ - وہ رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے۔ غَشٰی یُغْشٰی (سمع)۔  
 چھا جانا۔ ڈھانک لینا۔



= حَنِيشًا۔ دوڑتا ہوا۔ شتاب۔ جلد۔ حَتٌُّ سے جس کے معنی کسی کام پر ابھانے اور رغبت دلانے کے ہیں۔ فَعِيلٌ بمعنی فاعِلٌ یعنی حَاتٌّ (رغبت کرتے ہوئے) یا بمعنی مَفْعُولٌ یعنی مَحْتَوُتٌ (جسے رغبت دلائی گئی ہو) صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جس کا استعمال سریع یعنی جلد اور شتاب کے معنی میں ہوتا ہے۔

= يَطْلُبُهُ حَنِيشًا۔ اگر يَطْلُبُهُ کا فاعل لَيْلٌ ہے تو یہ ایل کا مال ہے یعنی وہ دن کو جلد پالنے کی کوشش میں ہے۔ اور اگر اس کا فاعل النہار ہے تو یہ النہار کا حال ہے یعنی دن رات کو جلد پالنے کی کوشش میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں رات اور دن سرعت سے ایک اور دوسرے کے پیچھے پیسہ رواں رواں ہیں۔

= مُسَخَّرَاتٍ۔ اسم مفعول جمع مَوْتٌ مُسَخَّرَةٌ واحد تسخیر مادہ باب تفعیل۔ تابع تسخیر میں۔ زیر فرمان۔

= تَبَارَكَ۔ وہ بہت برکت والا ہے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اس فعل کی گردان نہیں آتی۔ اور صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے۔ اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے۔ ۵۵:۷ = اَدْعُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ غم پکار و دَعْوَةٌ سے۔ باب نصر۔

= تَضَرَّعًا۔ عاجزی سے۔ گڑ گڑا کر۔ بروزن تَفَعَّلَ مصدر ہے۔

= خُفِيَةً۔ پوشیدہ۔ چھپا ہوا۔ یہاں بمعنی چپکے چپکے۔ آہستہ آہستہ۔

= مُعْتَدِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِعْتَدَاءٌ۔ (افتعال) مصدر۔ حد سے آگے بڑھنے والے۔ حد سے تجاوز کرنے والے۔

۵۶:۷ = طَعْمًا۔ توقع۔ امید۔ رکھتے ہوئے۔

۵۷:۷ = بُشْرًا۔ خوشخبری دینے والی بُشْرٌ بروزن فَعْلٌ بِشِيرَةٍ کی جمع ہے (ہوائیں نیوالی بارش کی خوشخبری دیتی ہیں)۔

= بَيْنَ يَدَيَّ۔ بَيْنٌ۔ درمیان۔ بَیْج۔ جب اس کی اضافت آئیدی (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ جیسے ثُمَّ لَا تَبْتِغُهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ (۱۷:۷) پھر میں ضرور آؤں گا ان پر سامنے سے۔ یا اس کے معنی قبل (پہلے) کے ہوتے ہیں۔ مثلاً آیت ہذا۔ بَيْنَ يَدَيَّ رَحْمَتِهِ۔ اس کی رحمت سے پہلے (یہاں رحمت سے مراد بارش ہے)۔

= أَقَلَّتْ۔ قلت اور کثرت اصل وضع کے لحاظ سے صفاتِ عدد سے ہیں جس طرح



کہ عِظَمٌ اور صِخَرٌ صفاتِ اجسام سے ہیں۔ بعدہ کثرت و قلت اور عظم و صغر میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ بطور استعارہ استعمال ہونے لگا ہے۔ مثلاً۔ قُمِ اللَّيْلُ إِلَّا قَلِيلًا (۲۲:۷۳) رات کو قیام کرو مگر تھوڑی رات۔ اس میں قلیل کا استعمال تعداد کے لئے نہیں بلکہ وقت کی کمی کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اب (افعال) سے اِقْلَلْتُ کے معنی قلیل پانے یا ہلکا سمجھنے کے ہیں۔ کسی چیز کو ہلکا سمجھنا محض حکمی و تلہ ہے مثلاً اَقْلَلْتُ مَا اَعْطَيْتَنِي میں نے تمہارے دیئے کو حقیر سمجھا۔ اور کبھی اس شے کی وت کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے آیتہ ہذا میں ہے۔ اِذَا اَقْلَلْتُ سَحَابًا ثَقَالًا جب وہ بھاری جاری پتھروں کو اٹھالاتی ہے۔

یہاں اَقْلَلْتُ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے کہ وہ بادل جن کو اٹھالاتی ہے اگرچہ فی نفسہ بھاری ہوتے ہیں لیکن ہوا کی قوت کے اعتبار سے نہایت ہلکے ہیں اَقْلَلْتُ بمعنی حَمَلْتُ ہے۔

= سُقْنَهُ۔ سَاقَ يَسُوقُ۔ سَوَّقُ (باب نصر) سے ماضی جمع متکلم ۴ ضمیر واحد مذکر غائب ام اسے ہانک لیجاتے ہیں۔ (ماضی بمعنی مضارع)

= لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ۔ ویران بستی۔ خشک و بے گیاه علاقہ۔

= فَأَنْزَلْنَاهُ۔ پھر ہم اس سے اتارتے ہیں۔

۴ ضمیر واحد مذکر غائب کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ یہ بَلَدٍ مَّيِّتٍ کی طرف بھی راجع ہو سکتا ہے اور معنی ہوں گے۔ ہم پانی کو ویران بستی پر اتارتے ہیں۔ (۲۱) یا یہ سحاب کے لئے ہے کہ ہم ان بادلوں سے پانی اتارتے ہیں۔

(۳) یا یہ سواق کے لئے ہے۔ کہ ہمارا ان کو ہانک کر لیجانا ویران بستی پر پانی برسانے کے لئے ہے = اَخْرَجْنَاهُ۔ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب الماء کے لئے ہے۔

= لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ یعنی یہ مثال تمہیں اس لئے دی ہے کہ اس سے تم یہ نصیحت قبول کر لو کہ اسی طرح وہ تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیگا اور قیامت وقوع ہوگی ۷۸:۷ خَبُثٌ۔ وہ خبیث ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ الَّذِي اسم موصول البلد کے لئے ہے یعنی وہ بستی جو خبیث اور خراب ہے۔

= تَكِدًا۔ اسم صفت منصوب۔ بے فائدہ۔ قلیل النفع۔ گھٹیا۔ شعر ہے

باراں کہ در لطافتِ طبعش کلام نیست

در باغِ لاله روید و در شورہ بوم و خس



= نَصَرُونَ۔ ہم مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔  
تَصْرِيفٌ۔ مصدر۔ مضارع جمع متکلم۔

۶۰: ۴ = الْمَلَأُ۔ اسم جمع۔ معرف باللام۔ سرداروں کی جماعت۔ بڑے لوگوں کی جماعت۔  
مَلَأَ يَمْلَأُ۔ بمعنی بھر دینا۔ قوم کے سردار چونکہ قوم کے دلوں کو اپنی خوبیوں اور محاسن۔  
بھرتے ہیں اس لئے انہیں مَلَأُ انہیں کہتے ہیں۔ مَلَأَ الْأَرْضَ زَمِينَ کی وسعتوں کو ممتلئ  
بھر دینا۔ (نیز ملاحظہ ہو: ۱۱: ۹۷)

۶۱: ۴ = لَيْسَ بِي ضَلَالَةٍ۔ لَيْسَ۔ فعل ناقص۔ واحد مذکر غائب۔ بمعنی نہیں۔  
ضَلَالَةٌ۔ گمراہی۔ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٍ مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے۔

۶۲: ۴ = أَبْلَغَكُمْ۔ بَلَغَ يَبْلِغُ تَبْلِغٌ (تَفْعِيلٌ) سے مضارع واحد متکلم۔ میں تم کو پہنچا  
ہوں۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= رِسَلْتُ۔ رِسَالَةٌ کی جمع۔ پیغامات۔

۶۳: ۴ = عَلَى رَجُلٍ۔ عَلَى لِسَانِ رَجُلٍ۔ (تم میں سے) ایک شخص کی زبان سے یا اس۔  
ذریعہ سے۔

۶۴: ۴ = عَمِيْنٌ۔ عَمٍ کی جمع۔ بحالت نصب۔ عَمٍ۔ عَمِيٌّ سے برون فاعل صف  
مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ اصل میں عَمِيٌّ تھا۔ چونکہ ناقص پائی میں صفت مشبہ کا حذف  
ہو جاتا ہے۔ اس لئے یا حذف ہو گئی۔ اور عَمٍ رہ گیا۔ حالت رفع میں جمع عَمُوْنَ آئیگا  
۶۵: ۴ = اِلَىٰ عَادٍ سے پہلے .. اَرْسَلْنَا مَحْذُوْفٌ ہے۔ یہ عطف بھی ہو سکتا ہے نوح پر آج  
(۵۹) عَادٍ سے مراد قوم عاد ہے۔ عاد حضرت نوح کی قوم میں ایک شخص گذرا ہے۔ اس کا  
نسل اسی کے نام سے موسوم ہوئی۔

عاد بن عوص بن ارم بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔

۶۶: ۴ = سَفَاهَةً۔ سَفِهَ يَسْفَهُ (سَمِعَ) کا مصدر۔ بے عقلی۔ بے وقوفی۔ جہالت۔  
= اَمِيْنٌ۔ امانت دار۔ معتبر۔ امن والا۔ اَمَانَةٌ اور اَمِيْنٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ بھی  
ہے۔ اور اسم مفعول کا بھی۔ کیونکہ فَعِيْلٌ کا وزن دونوں میں مشترک ہے۔

۶۹: ۴ = بَصُطَةً۔ بَسَطَ كَشَادَ كِي۔ وسعت۔ کشائش۔ بسیط۔ کشادہ۔ وسیع  
= الْاَلَاءِ۔ اِلٰی کی جمع۔ احسانات۔ نعمتیں۔

۷۰: ۴ = اَجِئْنَا۔ الف استفہامیہ۔ جِئْتُ ماضی واحد مذکر حاضر۔ ناظم



ح متکلم۔ کیا تم (اس لئے) ہمارے پاس آئے ہو۔

= نَذَرَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام تعلیل لِنَعْبُدَ) جمع متکلم۔ وَذُرُّ۔ مصدر (باب مع) درخور اعتناء سمجھ کر چھوڑ دینا۔ ناقابلِ پرواہ سمجھ کر چھوڑ دینا۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں  
و مضارع اور امر مستعمل ہیں۔ نَذَرَ۔ ہم ناقابلِ پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیں۔

= بِمَالٍ عِدًّا۔ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ وَعَدَ يَعِدُ (ضرب) سے مضارع واحد مذکر حاضر صیغہ ہے۔ نَا مَنِيْرٌ جمع متکلم۔ تم ہمیں دھمکاتے ہو۔ وَعَدَ يَعِدُ۔ وعدہ کرنے کے لئے بھی آتا ہے  
بکن یہاں وعید کے معنی مراد ہیں۔

۱۷ = دَقَّ۔ واجب ہو گیا۔ لازم ہو گیا۔ (باب فتح) وَقُوْعٌ مصدر وَقَعَ الشَّيْءُ مِنْ  
نَائٍ۔ چیز کا ہاتھ سے گرنا۔ دَقَّ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ۔ قول کا ان پر واجب ہونا۔ دَقَّ الْحَقُّ۔ حق کا  
بت ہونا۔ دَقَّ الدَّمْرُ۔ کسی امر کا واقع ہونا۔ وَقُوْعٌ پذیر ہونا۔

= رَجَسٌ۔ عقوبت۔ عذاب۔ اَرْجَسُ۔ جمع۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔

= اَتَجَادِلُوْنِي۔ الف استفہامیہ۔ تُجَادِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ می ضمیر  
متکلم۔ مُجَادَلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے۔ کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو۔

= مَا نَزَّلَ اللّٰهُ۔ میں مانافہ ہے (نہیں اتاری اللہ نے ان ناموں کے لئے کوئی سند)

۱۸ = دَابَرٌ۔ جُرٌ۔ بِيْحٌ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پِيْجَادُ بُوْءٌ سے جس کا معنی پشت پھرنے کے  
ب۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔

۱۹ = اِلَى تَمُوْدَ۔ اِلَى قَوْمِ تَمُوْدَ۔ ثمود بن عاد بن ارم سام بن نوح علیہ السلام۔

= لَكُمْ اٰیَةٌ۔ اِیْ اٰیَةٌ لَّكُمْ نَاقَةٌ کا حال ہے۔

= فَذَرُوْهَا۔ ف۔ پس۔ ذَرُوْا۔ امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَذُرُّ سے (ملاحظہ ہو: ۱۷)

= لَا تَمْسُوْهَا۔ اس کو مت چھوؤ۔ اِی لَا تَضْرِبُوْهَا۔ لَا تَعْقِرُوْهَا۔ اولاد نہ تپڑ دوھا۔ اس کو  
ت گزند پہنچاؤ۔

= فَيَاْخُذْكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ جواب نہی۔ اور اسی لئے مضارع منصوب ہے۔

۲۰ = بَوَّأَكُمْ۔ تم کو جگہ دی۔ قَبْوِيَّةٌ (تَفْعِيْلٌ) سے جس کے معنی ٹھکانا دینے اور

اس جگہ فروکش کرنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَبْوَأَ۔ کے اصل معنی کسی

کے اجزاء کا مساوی (سازگار موافق) ہونے کے ہیں۔ مَكَائِ بَوَّأَ اس جگہ کو کہتے ہیں

اس جگہ پر اترنے والے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَوَّأْتُ لَهُ مَكَانًا۔ میں نے اس کے لئے



جگہ کو ہوار اور درست کیا۔ آیت ہذا میں منیٰ یہ ہوگا: تم کو ٹھکانہ کے لئے عمدہ اور مناسب جگہ دی۔  
 دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَٰئِيلَ مَبَٰوِءَٰ صِدْقٍ -  
 (۹۳:۱۰) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ جگہ دی۔ يَٰٓاَيُّهَا الْمُؤْمِنِينَ مَقَٰعًا  
 لِّلْقِتَالِ (۱۲۱:۳) ایمان والوں کو لڑائی کے لئے مورچوں پر (مناسب جگہ) متعین کرنے لگے۔  
 = تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُُوْلِهَآ اِى تَتَّخِذُوْنَ قَصُوْرًا مِنْ سُهُُوْلِهَآ۔ اس کے میدانی  
 علاقوں میں عالیشان محل بناتے ہو۔ سُهُُوْلٌ سَهْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی نرم زمین کے ہر  
 جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نرم زمین سے (مٹی لے کر) محل تعمیر کرتے ہو۔  
 لیکن رَجُلٌ سَهْلٌ کے معنی ہیں میدانی علاقہ کے رہنے والا آدمی۔  
 = تَذَحِّتُوْنَ - زَحَتْ (باب ضرب) سے۔ تم تراشتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔  
 = لَا تَحْتَوُوا - تم فساد نہ کرو۔ الْحَيْثُ وَالْعَيْثُ (سخت فساد پیدا کرنا) دونوں تقریباً ہم معنی ہیں  
 لیکن عَيْثٌ کا لفظ زیادہ تر فساد حسی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور الْعَيْثُ حکمی یعنی ذہنی یا فکر  
 فساد کے لئے آتا ہے آیت ہذا میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ آیت (۶۰:۲) میں بھی یہ جملہ انہی معنوں  
 کے لئے آیا ہے۔

۷۵:۷ = اُسْتَضْعِفُوْا - وہ ضعیف سمجھے گئے۔ وہ کمزور خیال کئے گئے۔ استضعاف -  
 (استفعال) سے ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔  
 ۷۷:۷ = فَعَقَرُوْا - پس انہوں نے کوئچیں کاٹ ڈالیں۔ عَقَرُوْا سے جس کے معنی کوئچیر  
 کاٹنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔  
 = عَتَوْا - انہوں نے سرکشی کی۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ سرتابی کی حد سے گذر گئے۔ وہ شرار  
 میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عَتَوْا سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ عَتَا يَعْتُوْا عَتُوٌّ وَعِتْيٌ۔ حکم  
 عدولی کرنا۔ (باب نصر) ملاحظہ ہو ۴۴:۵ - اور ۲۱:۲۵ -

۷۸:۷ = الرَّجْفَةُ - الرَّجْفُ - اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ رَجَفَتِ الدَّمَاضُ - زیر  
 متزلزل ہوئی۔ یا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ يَوْمَ تَرْجُفُ الدَّرَٰضُ وَالْجِبَالُ - جب زمین اور پہا  
 ر ہلنے لگیں گے۔ الرَّجْفَةُ - بمبئی زلزلہ - بھونچال - کپکپاہٹ - لرزش۔

= جَحِيْمِيْنَ - جَحْم (باب ضرب - نصر) جَحْمٌ جَحْمُوْمٌ - پرندہ کا زمین پر سینہ کے بل  
 بیٹھنا۔ اور اس کے ساتھ چمٹ جانا۔ اسی سے استعارہ کے طور پر آیت ہذا میں استعمال ہوا۔  
 جس کے معنی ہیں: صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ یعنی منہ کے



بل گرے پڑے تھے۔

۸۰: ۷ = وَلَوْ طَا-ای وارسلنا لوطًا۔

= اَتَاتُونُ الْفَاحِشَةَ = کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو۔ ملاحظہ ہو ۷: ۲۸

۸۱: ۷ = مُسْرِفُونَ۔ اسم فاعل۔ اِسْرَافٌ مصدر۔ حد اعتدال سے یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔ بے جا دیہودہ صرف کرنے والے۔ لواطت کرنے والے۔ غرض حد حلال سے حد حرام کی طرف بڑھنے والے۔

۸۳: ۷ = الْغَابِرِينَ۔ الْغَابِرُ اسے کہتے ہیں جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جائے۔ اسی سے غُبْرَةٌ ہے۔ ٹھنوں میں باقیماندہ دودھ۔ غُبَارٌ وہ گردا جو قافلہ کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جاتا ہے۔ مٹی اڑنے کے بعد فضا میں باقی رہ جائے۔ لہذا الْغَابِرِينَ پیچھے رہ جانے والے۔

۸۴: ۷ = اَمْطَرْنَا۔ ہم نے برسایا۔ اِمْطَارٌ برسانا۔ (باب افعال) مطر (نصر) (آسمان کا) بارش برسانا۔ مَطَرٌ بارش۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ مَطَرٌ کا استعمال باران رحمت میں ہوتا ہے اور اَمْطَرٌ کا نزول عذاب میں۔

۸۵: ۷ = اَخَاهُمْ۔ ان کا بھائی۔ اس سے قبل اَرْسَلْنَا محذوف ہے۔

= اَدُّوْا۔ تم پورا کرو۔ اِيفَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لفیف مفروق وَفٍ یَفِیْ اِيفَاءٌ۔ پورا کرنا۔ اَدُّیْ یُوْفِیْ اِيفَاءٌ (افعال) پورا کرنا۔ اَدُّیْ بِالْوَعْدِ۔ وعدہ پورا کیا۔ اَدُّیْ الْکَیْلَ۔ پیمانہ پورا ناپنا۔ اَدُّوْا الْکَیْلَ۔ پیمانہ پورا ناپو۔ اَلْکَیْلُ۔ غلہ سے پیمانہ بھرنا۔ پیمانہ سے غلہ ناپنا۔

= اَلْمِیْزَانُ۔ وزن سے وزن کرنا۔ اِیْ اَدُّوْا اَلْمِیْزَانَ۔ وزن کو پورا کرو۔ یعنی پورا پورا تولو۔ لَا تَبْخَسُوْا۔ تم گھٹا کر نہ دو۔ بَخْسٌ سے جس کے معنی ظلم سے کسی چیز کے گھٹانے اور کم کرنے کے ہیں۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

۸۶: ۷ = لَا تَقْعُدُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم نہ بیٹھو۔ تم نہ بیٹھا کرو۔ قُعُوْدٌ سے بمعنی بیٹھنا۔ (باب نصر)

= تُوْعِدُوْنَ۔ تم ڈراتے ہو۔

لَا تَقْعُدُوْا اِسْمُ تُوْعِدُوْنَ۔ تمام راستوں پر مت بیٹھو کہ لوگوں کو (شعیب اور حق پر ایمان لانے سے) ڈراؤ۔ یعنی شعیب اور حق پر ایمان لانے کے تمام راستوں کو دھمکیوں اور



تہدید سے بند مت کرو۔ حل طریق سے مطلب کل طریق من الحق والدین (حق اور دین کی طرف جانے والے تمام راستے)

= وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ - (ای ولا تقعدوا بكل صراط تصدون عن سبیل اللہ من آمن به - ای ولا تمنعوا من یرید الایمان باللہ - اور جو اللہ پر ایمان لانا چاہتا ہے اس کو خدا کی راہ سے روکنے کے لئے تمام راستے بند مت کرو۔

= تَبْخَوْنَهَا - تم اس کو چاہتے ہو بغی سے مضارع جمع مذکر حاضر ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جو کہ سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔

= عِوَجًا - عوج - کجی - ٹیڑھا پن۔

= لَا تَقْعُدُوا ..... عِوَجًا - یعنی راستہ پر ہوا بن کر مت بیٹھ جاؤ۔ کہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خدا کی راہ سے روکے رکھو۔ اور طریق حق میں میں میخ میخ نکالتے رہو۔



پَارَةُ  
وَقَالَ الْمَلَأُ

(۹)  
الْأَعْرَافُ وَالْأَنْفَالُ







# وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

== لَتَعُوذُنَّ - منارِغ بلام تاکید و نون ثقیلہ - جمع مذکر حاضر - تم پھر آؤ گے - تم مڑ آؤ گے -  
 تم پلٹ آؤ گے - عَادَ يَعُوذُ عَوْدًا (باب نصر) کسی شے سے پلٹنے کے بعد پلٹنا خواہ بذاتِ  
 خود ہو یا بذریعہ قول یا بذریعہ عزم و ارادہ اس کی طرف پھرنے اور لوٹنے کو کہتے ہیں -

= مِلَّتِنَا - ہمارا مذہب - رَاَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا - یا تمہیں واپس ہمارے دین میں لوٹ  
 آنا ہو گا - یہ خطاب کفار اور مشرکین کا حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے پیروؤں سے تھا -  
 ان کے پیرو قبل ازیں مشرکین ہی کے مذہب سے تھے - لہذا مشرکین کے مذہب میں واپس  
 لوٹ آنے کا خطاب ان پیروکاروں سے ہے جو بذاتہ حضرت شعیب سے نہیں ہے کیونکہ وہ تو کبھی  
 بھی مشرکین کے دین پر نہ تھے

= اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ - ہمزہ استفہام کے لئے ہے واو برائے حال - تقدیر کلام یوں ہے  
 التیعدوننا فی ملتکم فی حال کراہتنا ومع کوننا کارہین - کیا تم ہمیں اپنے دین کی  
 طرف لوٹاؤ گے حالانکہ ہمیں اس سے کراہت ہے - نفرت ہے -

== ۸۹:۷ - اخْتَرَيْنَا - اخْتَرَاءُ - سے ماضی جمع متکلم - ہم نے بہتان باندھا -

= قد اخترینا - ..... منها - تقدیر کلام یوں ہے ان عدنان فی ملتکم بعد اذ  
 نجینا اللہ منها قد اخترینا علی اللہ کذبًا - باوجود اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس (تمہارے  
 دین) سے ہمیں نجات بخشی ہے اگر ہم تمہارے دین کی طرف لوٹتے ہیں تو ہماری طرف سے یہ اللہ  
 تعالیٰ پر صریحاً جھوٹا بہتان ہو گا

= وَمَا يَكُونُ لَنَا - اور نہیں ہے (کوئی وجہ) ہمارے لئے -

= فِيْهَا مِیْنٌ هَا ضَمِیْر وَاحِدٌ مَوْثِ غَائِبٌ مِلّتِ مشرکین کی طرف راجع ہے -

= اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبَّنَا - یعنی ماسوائے اس کے کہ مشیت ایزدی ہی یہی ہو اور یہ ہمارا  
 مقدر ہو چکا ہو -



= وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا - تمیز - اس کا علم ہر شے کو محیط ہے -

= اِفْتَحْ - امر - واحد مذکر حاضر - توفیلہ کرے - اَلْفَتْحُ - قاضی - فیصلہ کرنے والا - اَلْفَتْحَةُ حکومت - فَتْحٌ سے - فَتْحٌ کے معنی فتح و نصرت بھی ہیں -

۹۱: ۷ = الرَّجْفَةُ - الذَّلْزَلَةُ - زلزلہ - مہو پچال - لرزش - کپکپاہٹ -

= جَثْمَيْنِ - اوندھے پڑے ہوئے - منہ کے بل گرے ہوئے -

۹۲: ۷ = لَمْ يَخْنَوْا فِيهَا - مضارع نفی مجہولم - غنی مصدر - (باب سَمِعَ) انہوں نے قیام نہیں کیا

رگویا وہ کبھی بستے ہی نہ تھے غَنِيَتْ بِالْمَكَانِ - میں مکان میں ٹھہرا - قیام کیا - غنی القوم فی دارهم - لوگوں نے اپنے گھروں میں مدت تک قیام کیا - مَعْنَى - قیام گاہ -

۹۳: ۷ = اَنَسَى - میں افسوس کروں - میں غمگین ہوں - میں غم کھاؤں - اَنَسَى سے (باب سَمِعَ)

مضارع کا صیغہ واحد متکلم - اَنَسَى اصل میں اَنَسَى تھا - دوسری ہمزہ الف میں بدل گئی - اَنَسَى ہو گیا -

= كَيْفَ اَنَسَى - میں کیسے غم کھاؤں - میں کیوں غم کھاؤں -

(یعنی اس قدر نصیحت و وعظ کے بعد ان کے سلسلہ انکار اور ہٹ دھرمی کی جو ان کو یہ سزا

ملی ہے وہ کسی رنج و ہمدردی کے مستحق نہیں ہیں)

۹۴: ۷ = اَلْبَاسَاءُ - اسم مؤنث ہے بُؤْسٌ سے مشتق ہے - بَاسٌ بُؤْسٌ اور بَاسَاءٌ

تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں - مگر بُؤْسٌ کا لفظ زیادہ تر فقر و فاقہ اور لڑائی کی

سختی پر بولا جاتا ہے - اور اَلْبَاسُ وَاَلْبَاسَاءُ جسمانی زخم - بدنی تکلیف - جسمانی امراض اور

نقصان کے لئے آتے ہیں -

= الضَّرَاءُ - ضرر سے وہ تکلیف مراد ہے جو فقر و حاجت سے ہوتی ہے - تکلیف سختی

تنگی - اَلْبَاسَاءُ وَالضَّرَاءُ - دونوں اسم مؤنث ہیں ان کا مذکر نہیں آتا -

= يَضْرَعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - تَضَرَّعٌ (تَفَعَّلَ) مصدر - اصل میں يَضْرَعُونَ

تھا - ت کو ض میں مدغم کر دیا گیا - (تاکہ وہ زاری کریں - عاجزی کریں)

۹۵: ۷ = السَّيِّئَةُ اصل میں سَوَاءٌ تھا وَاَوْ كَوَيْ سے بدل کر ی کو ی میں مدغم کر دیا گیا ہے

معنی برائی - خطا کاری - گناہ - فعل صرید - ہر وہ شے جو فی نفسہ یا نتیجہ ناگواری اور تکلیف کا باعث

بنے - زبوں حالی - یا مصیبت یا سختی -

= الْحَسَنَةُ - السَّيِّئَةُ کی ضد ہے ہر وہ شے جو فی نفسہ یا نتیجہ آسائش - فرحت و اطمینان

کا باعث بنے - نیکی - نیکو کاری - خوشحالی - سلامتی -



== عَفَوْا - عَفَا يَعْفُو (نَصَرَ) وہ بڑھ گئے - وہ زیادہ ہو گئے - عَفُوٌّ سے جس کے معنی زیادہ ہونے کے ہیں - عَفَوْا - اِی کثروا فی النفسہ واماوالہم - مال و جان میں کثرت ہونا -  
 == السَّرَّاءِ - نعمت - فراخی - خوشی - اصل میں حالت شادمانی کا نام ستر ہے -  
 == بَعْتَةً - اچانک - ایک دم - یکایک - دفعۃً -

= آیات ۹۴ - ۹۵ میں بعض کے نزدیک بَنِي کے بعد فَكَذَّبُوهُ محذوف ہے - یعنی ہم نے جب کبھی کسی بستی میں بنی بھیجا - تو انہوں نے اسے جھٹلایا - تو ہم نے ان کو محتاجی اور بیماری میں پکڑ لیا -

لیکن بعض کے نزدیک یَضْرَعُونَ کے بعد اضمار ہے - یعنی وَلٰكِنْ لَّمْ يَضْرَعُوا محذوف ہے کہ ہم نے ان پر محتاجی اور بیماری عائد کر دی کہ وہ سرکشی سے باز آئیں - لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا - تو ہم نے ان کو دوسرا موقع دیا اور ان کی تنگی اور بیماری کو فراخی اور مال و جان کی کثرت میں بدل دیا - کہ شاید اب اللہ کی طرف جھکیں گے اور ہمارے رسولوں کا اتباع کریں گے - لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو اچانک ستر کے طور پر ہم نے ان کو اپنی گرفت میں جکڑ دیا  
 ۹۷: ۷ = اَمِنَ - وہ بے خوف ہو گیا - وہ نڈر ہو گیا - اَمِنَ سے (باب سمع) ماضی واحد مذکر غائب - اَمِنَ بمعنی امن - بے خوفی - دلجمعی -

= بَأْسُنَا - ہمارا عذاب -

= بَيَاتًا - رات کے وقت - راتوں رات -

۹۸: ۷ = ضَحًی - چاشت کے وقت - دوپہر کے وقت -

۹۹: ۷ = مَكْرٌ - چال - الْمَكْرُ کے معنی کسی شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں - اگر اس سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے اور اگر اس سے کوئی بُرا فعل مقصود ہو تو مذموم ہوتا ہے -

اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو یہ محمود ہے - جیسے وَاللّٰهُ خَيْرٌ

الْمُكْرِينَ ۵ (۵۴: ۳) اور خدا خوب چال چلنے والا ہے - اور ذٰلِكَ يَحِثُّ الْمَكْرَ السَّيِّئِ ۱۱

بِأَهْلِهِ - (۱۴۲: ۳۵) اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر ہوتا ہے

۱۰۰: ۷ = لَمْ يَهْدِ - مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمْ - هِدَايَةٌ مصدر - باب ضرب - اصل

مِنْ يَهْدِي مَتَّأ - لَمْ کی وجہ سے مضارع بمعنی ماضی ہوا - کیا ہدایت نہیں کی - کیا موجب ہدایت نہیں ہوا -



جب لازم کو حرف سد یا حرف جر لگا کر متعدی بنایا جائے تو معنی بھی بدل جاتے ہیں مثلاً ذَهَبَ گیا ذَهَبَ بِہ لے گیا۔ موجودہ صورت میں هَدٰی یَهْدِیٰ پر اللام حرف سد لایا گیا، یَهْدِیٰ لِ ۙ واضح کرنا۔

== اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ ..... بِذُنُوبِهِمْ۔ کیا ان لوگوں کو جو سابق اہل زمین کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں اس امر واقعی نے واضح نہیں کر دیا کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے قصوروں پر انہیں پکڑ سکتے ہیں۔

== وَ لَطِیْعٌ ..... لَا یَسْمَعُونَ۔ اگر یہ جملہ پہلے پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوگا:-

» اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا سکتے ہیں کہ وہ کچھ سنیں ہی نہیں۔

اور اگر یہ نیا جملہ ہے تو اس کا معنی ہوگا۔ (اگر یہ حقائق سے سبق نہ سیکھیں گے تو ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے کہ وہ کچھ سُن ہی نہ سکیں۔) انسان دھیان دے کر نصیحت تنبیہ سنتا ہے اگر اس کا دل اثر قبول کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ اگر دل پر مہر لگی ہوئی ہے تو پھر سنتا کون ہے؟

۱۰: ۙ = اَنْبَاۡئُهَا۔ اَنْبَاۡءُ نَبَاۡءُ کی جمع ہے۔ خبریں۔ نَبَاۡءُ اس خبر کو کہتے ہیں جس کا فائدہ اور یقین یا طمّین غالب حاصل ہو۔ جس خبر میں یہ باتیں نہ ہوں اس کو نَبَا نہیں کہتے۔ کوئی خبر اس وقت تک نَبَا کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو۔ یا جس کو اللہ اور اللہ کے رسول نے بیان فرمایا ہو۔

= هَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب القُریٰ کی طرف راجع ہے۔ بستیوں سے یہاں مراد حضرت نوح۔ لوط۔ ہود۔ شعیب علیہم السلام کی قوموں کی بستیاں ہیں۔

= فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا۔ لام تاکید کے لئے۔ اور ہرگز نہ ہوا یہ کہ وہ ایمان لاتے۔ یعنی وہ ہرگز ایمان نہ لائے۔ (اس پر جس کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے) نیز ملاحظہ ہو ۙ : ۸۹۔

۱۰۲: ۙ = فَمَا وَجَدْنَا..... مِنْ عَهْدٍ۔ اور ہم نے ان میں سے اکثر کو عہد کا پابند نہ پایا۔ مَا نَافِیہ ہے۔ اِنَّ۔ مخفف ہے اِنَّ سے۔ اِنَّا وَجَدْنَا ضرور پایا ہم نے۔

= فَاسْقِیْنَ۔ حکم عدولی کرنے والے۔ نافرمانی کرنے والے۔ حدودِ شریعت سے نکل جانے والے

۱۰۳: ۙ = فَظَلَمُوا بِهَا۔ فَكَفَرُوا عَنْهَا۔ انہوں نے ان آیات سے انکار کر دیا۔ ظلم کہتے ہیں کسی شے کو اس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان کے ساتھ یا زیادتی کے ساتھ یا وقت بدل کر یا جگہ بدل کر بے جگہ رکھ دینے کو۔ یہاں ظلم اس لئے استعمال ہوا کہ بجائے ان آیات پر ایمان لانے کے انہوں نے انکار کر دیا۔



۱۰۵: ۷ = حَقِيقٌ - سرادار لائق - ثابت - قائم - حَقٌّ سے بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ حَقٌّ کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں جیسے کہ دروازے کی چول اپنے گڑھے میں - اس طرح میں نٹ آجاتی ہے کہ وہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہتی ہے -  
لفظ حق کئی طرح پر استعمال ہوتا ہے -

۱۔ وہ ذات جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے - اس معنی میں باری تعالیٰ پر حق کا لفظ بولا جاتا ہے - مَثَلًا ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقُّ (۶: ۶۲) پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک پر حق اللہ تعالیٰ کے پاس بلائے جائیں گے -

۲۔ ہر وہ چیز جو مقتضائے حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو - اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل برحق ہے - مَثَلًا مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ - (۱۰: ۵) (اس نے سورج - چاند کو منور بنایا - ان کی منزلیں مقرر کیں) یہ سب کچھ اس نے حکمت کے تقاضوں کے عین مطابق پیدا کیا ۳۔ کسی چیز کے بارے میں اس طرح کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ وہ نفس واقع میں ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ بعث - ثواب - عقاب اور جنت و دوزخ کے متعلق فلاں کا اعتقاد حق ہے -

۴۔ وہ قول یا عمل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر اس کا ہونا ضروری ہے اور اس مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار میں جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے - چنانچہ قرآن میں آیا ہے :-

وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ (۱۰: ۳۳) اسی طرح خدا کا ارشاد ثابت ہو کر رہا - يَا حَقُّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ - (۳۲: ۱۳) میری طرف سے یہ بات طے پا چکی ہے کہ میں دوزخ مہر دوں گا.....

حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ - حق یہی ہے کہ - (میرے لئے) واجب یہی ہے کہ - (میرے لئے) سرادار یہی ہے -

۱۰۷: ۷ = أَلْقَى - أَلْقَى يُلْقِي إلقاءً (افعال) ماضی واحد مذکر نائب اس نے زمین پر پھینکا = فَإِذَا - اِذَا یہاں دفعۃً - ناگہاں - فوراً - کے معنوں میں آیا ہے - ویسے اس کا معنی 'جب اس وقت' - بھی ہے -

= ثَعْبَانٌ - بہت بڑا سانپ - اتر دھا - اسم ہے - مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے = مُبِينٌ - صاف - ظاہراً - کھلا - سچ مچ کا -

۱۰۸: ۷ = نَزَعَ - ماضی واحد مذکر نائب (باب فتح) نَزَعَ سے باہر نکالا - = بَيَضَاءٌ - سفید - صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث بَيَاضٌ سے - اس کی جمع بَيَاضٌ ہے



اور مذکر ابیَضُ۔

۷: ۱۱۱۔ اَرْجِدْ۔ اَرْجِدْ تو اس کو ڈھیل دے۔ تو اسے مہلت دے اَرْجَاءُ (اَفْعَالٌ) سے جس کے معنی ڈھیل دینے یا مہلت دینے کے ہیں یا ملتوی کرنے کے۔ رجاء مادہ۔ اَرْجِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ضمیر واحد مذکر غائب

آیات ۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱ میں مختلف اقوال ہیں

(۱) اِنَّ هٰذَا سے لے کر فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ تک سردارانِ قوم فرعون کا کلام ہے اور خطاب جملہ حاضرینِ دربار سے ہے۔

(۲) یہ کلام سردارانِ قوم فرعون کا ہے لیکن خطاب فرعون سے ہے۔ اور جمع کا صیغہ برائے تعظیم لایا گیا ہے (۳) اِنَّ هٰذَا سے لے کر مِنْ اَرْضِكُمْ تک سردارانِ قوم کا خطاب فرعون سے ہے اور فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ فرعون کا خطاب سردارانِ قوم سے ہے کہ تم کیا مشورہ دیتے ہو۔

اسی طرح آیت ۱۱۱ میں قَالُوا کے متعلق مختلف صورتیں ہیں۔

(۱) اگر خطاب جملہ حاضرینِ دربار سے ہے تو جمع مذکر غائب کی ضمیر ان حاضرین کی طرف راجع ہے۔ (ب) اگر خطاب سردارانِ کافر فرعون سے ہے (منبر ۲ مذکورہ بالا) تو قَالُوا سے مراد انہی سرداروں سے ہے۔ جنہوں نے خطاب کے بعد فرعون کو از خود تجویز پیش کی۔

(ج) مذکورہ منبر ۳ کی صورت میں ضمیر فاعل سرداروں کی طرف راجع ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں منبر ۲- اور (ج) سے عبارت زیادہ واضح ہو جاتی ہے

علاوہ ازیں ایک اور امر حل طلب ہے وہ یہ ہے کہ آیات منبر ۱۰۹-۱۱۰-۱۱۱ میں اِنَّ هٰذَا سے لے کر مِنْ اَرْضِكُمْ تک کلام سردارانِ قوم فرعون کی طرف منسوب ہے لیکن سورۃ الشعراء (۲۶: ۳۴-۳۵) میں یہ خطاب فرعون کی طرف سے سرداران کو ہے۔ عبارت یوں ہے قَالَ لِلْمَلَأِ حَوْلَهُ اِنَّ هٰذَا السَّاحِرُ عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾ يُرِيدُ اَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ اَرْضِكُمْ لِسِحْرِهِ فَمَاذَا تَأْمُرُوْنَ (۳۵) لیکن حقیقت میں ہر دو میں کوئی اختلاف یا تضاد نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر جب ناظرین (فرعون اور اس کے سرداران و دیگر حاضرین) بھونچکے رہ گئے تو باہمی چہ میگوئیوں میں یہ خدشہ ہر ایک کے دل میں تھا جو وہ اپنی اپنی زبانوں سے ادا کرنے لگے کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر معلوم دیتا ہے جس کا ارادہ اپنے جادو کے زور سے قبضیوں کو ان کے ملک سے باہر نکالنے اور حکومت پر خود قبضہ کرنے کا ہے۔

= الْمَدَائِنُ - مَدَائِنَةُ کی جمع - مدینہ کی جمع مُدُنٌ بھی ہے۔ معروف بہ اَلْ



== حَشِرِينَ۔ ہر کائے اکٹھے کرنے والے۔ جمع کرنے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر حَاشِرٌ واحد  
 ۱۱۲: ۷ = يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ۔ کہ وہ لے آئیں تمہارے پاس تمام سرکردہ ماہر جادو گروں کو  
 ۱۱۳: ۷ = السَّحَرَةُ۔ جادوگر۔ اس کی واحد سَاحِدٌ ہے۔  
 ۱۱۵: ۷ = اِمَّا۔ یہ کئی معنی دیتا ہے۔

(۱) حرف تفصیل ہوتا ہے جیسے اِنَّا هَدَيْنَا السَّبِيلَ اِمَّا شَاكِرًا وَاِمَّا كَفُورًا۔ (۳: ۷۶)  
 ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا۔ اب وہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکر۔  
 (۲) شک و ابہام کے موقع پر بھی آتا ہے جیسے جَاءَ اِمَّا زَيْدٌ وَاِمَّا عَمْرُوٌ۔ یا تو زید آیا ہے یا عمرو  
 گویا یہ معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون آیا ہے۔  
 (۳) اباحت اور تنخیر کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے آیۃ نذار نیز ملاحظہ ہو (۳۵: ۷)

۱۱۶: ۷ = وَاَسْتَرْهَبُوْهُمْ۔ انہوں نے ان کو ڈرایا۔ دہشت زدہ کر دیا۔ اِسْتَرْهَبَ (استفعا)  
 سے ماضی جمع مذکر غائب۔ هُمُ ضمیر جمع مذکر غائب الناس کے لئے ہے  
 الرَّهْبُ۔ الرَّهْبَةُ۔ ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں احتیاط اور اضطراب بھی ہو جیسے لَا نَتَمُ اسَدُ  
 رَهْبَةً (۱۳: ۵۹) تمہاری ہیبت تو (ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے) بڑھ کر ہے۔  
 ۱۱۷: ۷ = تَلَقَّفْ۔ وہ نگل جاتی ہے۔ وہ نگل جائے گی۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی وہ نگل گئی (باب  
 سَمِعَ) لَقَفْتُ سے جس کے معنی پھرتی سے لے لینے اور جھٹ اتار لینے کے ہیں خواہ منہ میں نگلنے کی صورت  
 میں ہو یا ہاتھ سے لے لینے کی شکل میں۔

= يَافِكُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب اِفْكٌ سے (باب ضرب) جس کو وہ پلٹ رہے تھے۔  
 جس کو وہ جھوٹے طور پر بنا رہے تھے۔ اِفْكٌ جھوٹ۔

۱۱۹: ۷ = هُنَالِكَ۔ اسم ظرف زمان و مکان۔ وہاں۔ اس جگہ۔ اس وقت۔  
 = صَغِيرَيْنِ۔ ذلیل۔ بے عزت۔

۱۲۰: ۷ = اُلْقَى۔ وہ ڈالا گیا۔ وہ پھینک دیا گیا۔ اِلْقَاءُ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے  
 جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقت کو دیکھ کر وہ اس طرح بے اختیار سجدہ میں گر گئے گویا کسی بیرونی  
 طاقت نے ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ وہ اس طرح فوراً سجدہ میں گرے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بیرونی طاقت  
 پکڑ کر ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے۔

سورۃ ہود میں ہے وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْوَعُونَ اِلَيْهِ۔ (۱۱: ۷۸) اور اس کی قوم کے



لوگ روڑتے ہوئے اس کے پاس آئے (یعنی وہ یوں دوڑ کر آئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کو پیچھے سے کوئی ہانک کر مہنگائے لارہا ہے۔ یعنی ان کی شدت جذبات اور سرعتِ کار سے یوں نظر آرہا تھا کہ ان کو اس فعل پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اس اظہار کے لئے فعل مجہول لایا گیا ہے۔

۱۲۳: ۷ = مَكَدٌ۔ چال۔ نیز ملاحظہ ہو ۷: ۹۹۔

۱۲۴: ۷ = لَأَقْطَعَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیدہ واحد متکلم۔

میں ضرور ضرور کاٹوں گا۔ تَقْطِيعٌ (تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی کچڑے کچڑے کرنے کے ہیں قطع کا لفظ ہر قسم کی چیز کے جدا کرنے کے لئے آتا ہے خواہ مادی ہو یا غیر مادی۔  
= مِنْ خِلَافٍ۔ مختلف طرفوں سے۔ یعنی ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں۔  
= لَأَصْلِبَنَّكُمْ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیدہ میں تم کو ضرور سولی چڑھاؤں گا (تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی سولی چڑھانا کے ہیں۔ صَلِبٌ۔ سولی۔

۱۲۶: ۷ = تَنْقِمُ۔ تو بیر کرتا ہے۔ تو انکار کرتا ہے۔ تو عیب دیتا ہے۔ تو ناپسند کرتا ہے (باب ضَرَبَ سَمِعَ) نَقَمٌ سے جس کے معنی غصہ ہونے۔ ناپسند کرنے اور انکار کرنے کے ہیں خواہ اس کا اظہار زبان سے ہو یا سزا دے کر۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ مَا اسْتَفْهَمِيہ ہے۔  
= اخْرِغْ عَلَيْنَا۔ تو ہم پر بہا دے۔ تَوَانِطِلْ دے۔ دہانہ کھول دے۔

اِخْرَاعٌ (اِفْعَالٌ) جس کے معنی بہانا یا دہانہ کھولنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ یہاں ایک مادی چیز کے طور پر مہر کے بہانے اور دہانہ کھولنے کا سوال کیا جا رہا ہے۔ یعنی صبران پر اس طرح بہایا جا کہ وہ سب سے چھا جائے گویا صبر بمنزلہ ظرف کے ہو اور ملنگنے دلمے بمنزلہ معطوف فیہ کے۔

۱۲۷: ۷ = تَذَرُ۔ تو چھوڑتا ہے۔ تو چھوڑے گا۔ وَذَرٌ سے۔ اس فعل کی ماضی مستعمل نہیں ہے۔  
= يَذْرَاكَ۔ وہ تجھے چھوڑ دیتا ہے اس میں فاعل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ك صمیر مفعول فرعون کے لئے ہے۔

= قَاهِرُونَ۔ غالب۔ مسلط۔

۱۲۹: ۷ = اُذِّنَا۔ ہم کو ستایا گیا۔ ہم کو سزا دی گئی۔ اِذْنًا (اِفْعَالٌ) ماضی مجہول جمع متکلم اذی

ماضی معروف۔ اُذِيَ۔ ماضی مجہول اذی۔ مادہ

فَيَنْظُرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب (باب نَصَرَ) کہ وہ دیکھے۔

۱۳۰: ۷ = اسْتَنِينَ۔ قحط۔ سال۔ برس۔ سَنَةٌ کی جمع۔ قحط سالی۔

= نَقِصٌ۔ مصدر۔ کم کرنا۔ اسم کمی۔ (باب نَصَرَ)



۳۱:۷ = لَنَا هَذِهِ - یہ ہمارا حق تھا۔ اس کے ہم مستحق تھے۔  
 = تُصِيبُهُمْ - ان کو پہنچے۔ أَصَابَ يُصِيبُ إِصَابَةً (افعال) کسی کو تکلیف کا آ لینا۔ تکلیف  
 پہنچنا۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔

= يَطْيَرُوا - مضارع جمع مذکر غائب۔ تَطِيرُ (تَفْعُلُ) سے اصل میں يَتَطَيَّرُونَ تھا۔ اَنْ  
 کی دہ سے نون اعرابی گر گیا۔ يَتَطَيَّرُوا ہو گیا۔ ت کو ط میں مدغم کر کے ط کو مشدّد کر دیا يَطْيَرُوا  
 ہو گیا۔ معنی وہ بُرا شگون لیتے تھے۔ وہ بد شگونی کرتے تھے۔ يَتَطَيَّرُوا بِمُوسَى وَمَنْ مَعَهُ -  
 حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بد شگون ٹھہراتے۔

= طَيَّرَهُمْ - ان کا شگون بُد۔ ان کی فال بد۔ ان کی بُری قسمت۔ ان کی نحوست۔ ان کی نامبارکی  
 اصل میں۔ طائر کے معنی اڑنے والا کے ہیں۔ طَارَ يَطِيرُ طَيْرَانٌ کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے  
 لیکن عرب جاہلیت کا معمول تھا کہ جب وہ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو پرندوں کو لکھاتے اور ان  
 سے فال لیتے۔ اگر پرندے دائیں سے بائیں نکل جاتے تو اسے بُرا سمجھتے اور منخوس تصور کرتے  
 اور پھر اس کام کو نہ کرتے۔ چنانچہ اس طرح اس کا استعمال پرندوں سے بُرا شگون لینے کے معنی میں  
 ہونے لگا۔ پھر ہر اس شے کے لئے کہ جس سے بد فالی لی جائے۔ یا اسے منخوس سمجھا جائے اس کا  
 استعمال ہونے لگا۔

الغبرض چونکہ عرب پرندے کو شوم اور نحوست کی دلیل سمجھتے تھے اس لئے مدلول  
 کو دلیل کا نام دے کر خود طائر اور طیر کو شوم سے موسوم کر دیا۔ طائر کا استعمال حصہ اور نصیب میں  
 بھی کرتے ہیں۔

= عِنْدَ اللَّهِ - مِنْ جَانِبِ اللَّهِ - اللہ کی طرف سے ہے۔ (مکاناتِ عمل کے قانون کے مطابق  
 ن کے نصیب میں کر دیتا ہے)

۱۳۲:۷ = مَهْمَا - جو کوئی بھی۔ جو کچھ بھی۔ جب کبھی۔ مَهْمَا تَفْعَلْ أَفْعَلْ - جو کچھ تم کرو گے  
 بس بھی کروں گا۔

مَهْمَا تَتَنَامِ مِنْ آيَةٍ - تو کوئی بھی نشانی لائے گا۔ تو جب کبھی بھی کوئی نشانی لائے گا۔  
 زمخشریؒ نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ یہ کی ضمیر لفظ کی رعایت سے اور بھا  
 لی مؤنث ضمیر معنی کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔ ہر دو میں ضمیر آیت کی طرف راجع ہے۔

۱۳۳:۷ = الْجَوَادُ - اسم جنس۔ ٹڈی۔ ملخ۔ جَوَادَةٌ واحد۔ الْقُمَّلُ - اسم جنس۔ غلہ کو کھاجا نیوالا  
 یسٹرا۔ چھڑی کی جنس۔ جَوَيْسٌ - مینڈک۔ جمع۔ اس کی واحد صِفْدَعٌ ہے۔



= مُفَصَّلَاتٍ - اسم مفعول - جمع مَوْنٌ - تَفْصِيلٌ - مصدر - جُذِجُوا - کھلی ہوئی - واضح

۱۳۴: ۙ = اَلْزَّجْزُ - عقوبت - بلا - عذاب - کپکپا دینے والا - اور لرزائینے والا عذاب

= اُذْعُ - تومانگ - تودعا کر - تو بلا - (باب نصر) دَعْوَةٌ سے - امر - واحد مذکر حاضر -

= بِمَاعَهْدِ عِنْدَكَ - اس عہد کے واسطے سے جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے -

= كَشَفْتَ عَنَّا - تو نے ہم پر سے ہٹا دیا -

۱۳۵: ۙ = اِلَىٰ اَجَلٍ - ایک مقررہ مدت کے لئے - ایک مقررہ مدت تک -

= هُمْ مَا لِعُوءٍ - جس کو انہوں نے مکمل کرنا ہی تھا - اس مدت تک انہوں نے پہنچنا ہی تھا -

یعنی جب ان کو لامحالہ عذاب عظیم آنا ہی تھا -

یہ عذاب عظیم ان کا دریا ئے قلزم میں غرق ہونا تھا - ان کو جو مہلت دی گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کے نتیجہ میں وہ ایک مقررہ وقت تک تھی اور وہ وقت مقررہ ان کی غرقابی کا وقت تھا - اس وقت تک ان کا زندہ رہنا بہر کیف ان کا مقدمہ تھا - اور اس درمیانی عرصہ کے لئے ان کو پہلے عذاب سے (یعنی جراد - قمل - منقادع - دم سے) نجات دی گئی - اس وقت مقررہ کو وہ پہنچنے والے تھے کہ انہوں نے پھر توبہ کا عہد جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا توڑ دیا - اور وہ اس طرح اپنی کرتوت پر غرقابی کے عذاب کے مستحق ہو گئے اور کیفر کردار کو پہنچ گئے -

= اِذَا - یُکَلِّتُ - نیز ملاحظہ ہو ۙ : ۱۰۴ -

= نَبِّكُثُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب - کَلْتُ مصدر (باب نصر) وہ توڑنے لگتے ہیں -

وہ توڑ دیتے ہیں -

۱۳۶: ۙ = فَاَنْتَقَمْنَا - ماضی جمع متکلم - پس ہم نے انتقام لیا - بدلہ لیا -

= اَلْیَمِّ - اسم جنس - دریا - یَمٌّ - مصدر - دریا میں ڈالنا - دریا کا ساحل پر چڑھانا -

۱۳۷: ۙ = كَانُوا یُسْتَضَعُّوْنَ - جو کمزور سمجھے جاتے تھے - جسے حقیر و ذلیل سمجھا جاتا تھا - یعنی

بنی اسرائیل - ماضی استمراری مجہول -

= مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا - زمین کے شرق و غرب کا - ارض سے مراد یہاں مصر و شام کے

دونوں ملک ہیں - والارض ہی ارض الشام والمصر - (قرطبی)

= کَلِمَةُ الْحَسَنِ - وعدہ خیر - وہی وعدہ ہم بالنصر علیٰ اعداؤہم والتمکین فی الارض

من بعدہم - ان کے دشمنوں پر فتح و نصرت - اور ان کے بعد ملک میں اقتدار کا وعدہ -

= دَمَرْنَا - ہم نے ہلاک کر دیا - ہم نے خراب کر دیا - ہم نے اکھڑ مارا - تَدْمِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) سے



ماضی جمع متکلم۔

== كَانُوا يَعْرِشُونَ (باب صَرَب - نَصَرَ) جو بلند عمارتیں وہ بنایا کرتے تھے۔ جن عمارتوں کو وہ اونچا بناتے تھے۔ جو چھتریوں وہ بناتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَرِشٌ۔ مصدر۔ لکڑیوں کی چھتری بنانا۔ مکان بنانا۔ تَعْرِيشُ الْبَيْتِ۔ گھر کی چھت بنانا۔

۱۳۸: ۷۔ جَوَزْنَا۔ جَاوَزَ۔ يُجَاوِزُ مُجَاوِزَةً۔ پار کرنا۔ آگے گذر جانا۔ یا پار کرنا۔ پار اتارنا ہم نے پار کر دیا۔ ہم نے پار اتار دیا۔ جَوَزْتُ سے جس کے معنی وسط کے ہوتے ہیں۔ جَوَزُ الطَّرِيقِ راستے کا وسط۔ جَاوَزَهُ۔ کسی چیز کے وسط سے آگے گذر جانا۔ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ۔ (۲۴۹: ۲) پھر جب وہ (حضرت طالوت) اس دریا کے وسط سے آگے گذر گئے۔ یعنی پار ہو گئے۔ آیت نہا میں:۔ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا۔ جائزہ۔ جوانہ۔ جائزہ۔ مجازہ۔ سب جَوَزْتُ سے مشتق ہیں == فَاتَوَّاعًا قَوْمٌ۔ تو ان کا ایک قوم پر گذر ہوا۔ وہ ایک قوم پر جانکے۔

== يَعْكُفُونَ۔ عَكَفَ يَعْكُفُ (باب نَصَرَ) عُكُوفٌ سے جس کے معنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا۔

شرعیات کی اصطلاح میں الاعتکاف کے معنی ہیں عبادت کی نیت سے مسجد میں رہنا اور اس سے باہر نہ نکلنا۔ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَهُمْ۔ اپنے بتوں کی عبادت میں مگن بیٹھے ہوتے تھے۔

۱۳۹: ۷۔ هُوَ لَذَاءُ۔ قوم کی طرف اشارہ ہے

== مُتَبَرِّئٌ۔ اسم مفعول۔ واحد۔ تَتَبَرَّأُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ ٹوٹ جانے والا۔ ٹوٹا ہوا۔ تباہ برباد۔ ہر ٹوٹے ہوئے برتن کو بھی مُتَبَرِّئٌ کہتے ہیں۔

تَبَارَكَ۔ ہلاکت۔ متبر۔ کلہاڑا۔ (جس سے ہلاک کیا جاسکتا ہے) قرآن میں ہے وَلَيَتَبَرَّأُوا مَا عَمَلُوا تَتَبَرَّأُ (۷: ۱۷) اور جس چیز پر غلبہ پاویں اسے تباہ کر دیں۔

وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارَاطًا (۲۸: ۷۱) اور ظالم لوگوں کے لئے اور زیادہ تباہی لا۔

== مَا هُمْ فِيهِ۔ جس (کام) میں وہ لگے ہوئے ہیں۔ (وہ ہلاک و برباد ہونے والا ہے)

۱۴۰: ۷۔ اَلْبَغْيُ كُمْ۔ میں تمہارے لئے تلاش کروں۔ اَلْبَغْيُ۔ مضارع واحد متکلم۔ كُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

۱۴۱: ۷۔ اِذْ بِمَعْیَا اُذْ كُرُوا۔ یاد کرو۔

== یَسُومُ مَوْتَكُمْ۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سَوَّمَ۔ مصدر۔



نیز ملاحظہ ہو۔ ۴۹:۲ اور ۱۴:۳۔

= مَلَأْتُ - آزمائش - مصدر ہے۔ جب باب نصر سے ہو تو بمعنی آزمائش۔ آتا ہے۔ اور جب باب سمع سے آئے تو بمعنی زائل ہونا۔ بوسیدہ ہونا آتا ہے۔ جیسے هَلْ أَدُلُّكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ مَلِكٌ لَّ يَبْلَى - (۱۲۰:۲) کیا میں تم کو ایک ایسا درخت نہ بتاؤں جو ہمیشہ ہے اور ایسی بادشاہت جو کبھی زائل نہ ہو۔

۱۲۲:۷ = فَاتَمَمْنَاَهَا لِعَشِيرٍ اور پورا کیا ہم نے ان (تیس راتوں) کو (مزید) دس راتوں سے۔

= فَتَمَّ - پس تمام ہوا۔ یعنی پورا ہو گیا۔

= مِيقَاتُ - طرفِ زمان - مقررہ وقت - ميعاد - وہ ميعاد وقت جس میں مقررہ کام کیا جائے۔ امام راغب نے اس کو اسم آلہ (بروزن مفعول) کہا ہے۔  
= اَرْبَعِينَ لَيْلَةً - چالیس راتیں۔ یہی مدت چلہ کشی کی اصل ہے۔ وضاحت کے لئے کتبہ تفسیر کی طرف رجوع کریں۔

۱۴۳:۷ = اَرِيتِ - اے ادنیٰ ذاتک ادنفسک - مجھے اپنی ذات اقدس دکھائیں۔  
= اَنْظُرْ اَيْتِكَ - کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ تیرا دیدار کر سکوں۔

= اِسْتَقَرَّ - وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ استقَرَّ (استفعال) سے جس کے معنی ٹھہرے رہنے اور قرار پکڑنے کے ہیں۔

= تَجَلَّى - اس نے تجلی کی۔ وہ روشن ہوا۔ وہ ظاہر ہوا۔ وہ جلوہ افروز ہوا۔ تَجَلَّى سے جس کے معنی ہویدا اور ظاہر ہونے کے ہیں ماضی واحد مذکر غائب۔ باب تفعّل۔

= دَكَّ - ریزہ ریزہ کرنا، ڈھا کر برابر کرنا، کوٹ کوٹ کر ہموار کرنا۔ دَكَّ سے جس کا معنی ہموار اور نرم زمین کے ہیں۔ چونکہ نرم اور ہموار زمین ریزہ ریزہ ہوتی ہے اسی لئے اسی مناسبت سے اس کے مصدر کے معنی مقرر ہوئے۔ دَكَّ (باب نصر) مصدر۔

= خَرَّ - وہ گر پڑا۔ خَرَّ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= صَعِقًا - بے ہوش، صَعِقَ يَصْعَقُ - صَعَقٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

صَعَقٌ - قرآن میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:

۱) صَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ - (۶۸:۳۹) تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں سب کے سب مرجائیں گے۔



(۲) نَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ - (۱۳: ۴۱) میں تم کو مہلک عذاب سے ڈراتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔

(۳) دُيُوسِلُ الصَّوَاعِقِ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ (۱۳: ۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں دراصل صاعقہ کے آثار ہیں سے ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی توفضا میں سخت آواز کے ہیں۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے (بجلی کی کڑک) اور کبھی وہ عذاب اور موت کا سبب بن جاتی ہے۔

قتادہ نے یہاں موت کے معنی ہی لئے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں بیہوشی اور غشی مراد ہے (لیکن یہ بھی نیند کی طرح ایک قسم کی موت ہے)

= اَفَاقٌ - وہ ہوش میں آیا۔ اسے افاقہ ہوا۔ افاقۃ سے (باب افعال) نشہ یا غشی کے بعد ہوش آنا۔ یا مرض کے بعد قوت پانا۔ فوق مادہ۔

۱۴۴: ۷ - اِصْطَفَيْتُكَ - میں نے تجھ کو امتیاز دیا۔ میں نے تجھ کو برگزیدہ کر دیا۔ میں نے تجھ کو سرفراز کیا۔ اِصْطِفَاءُ (افتعال) صَفَوُ مادہ۔ الصَّفَاءُ کے اصل معنی کسی چیز کا ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور صاف ہونا کے ہیں۔ اِلِصْطِفَاءُ کے معنی پاک اور صاف چیز کا لے لینا۔ جیسے اِلِجْتِبَاءُ کے معنی عمدہ چیز کا منتخب کر لینا اسی سے ہے المصطفیٰ اور المجتبیٰ۔

۱۴۵: ۷ = اَلَا تَوَاحُّ - تَوَحُّجٌ - کی جمع۔ تختیاں۔ (جن پر توراۃ لکھی ہوئی تھی)

= مِنْ كُلِّ شَيْءٍ - کَتَبْنَا کَمَا مَفْعُول

= مَوْعِظَةً (بطور نصیحت کے و تفصیلاً (بطور تفصیل کے)

لِكُلِّ شَيْءٍ - مبدل منہ۔ یعنی ہر وہ شئی لکھ دی جس کی بطور نصیحت یا بطور تفصیل بنی اسرائیل کو ضرورت تھی = اَحْسَنَهَا۔ اس کی خوبیوں کو۔

= سَأُرِيكُمْ - میں عنقریب تمہیں دکھاؤں گا۔ سَیَ مستقبل قریب کے لئے۔ اُرِيكُمْ۔ میں

تم کو دکھاؤں گا۔ اَرَى یُرَى اِدَاءُ۔ (افعال) دکھانا کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر رای۔ مادہ۔

= دَارَ الْفَاسِقِیْنَ - نافرمانوں کا گھر۔ مفسرین کے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

آخرت کا ٹھکانہ۔ جہنم (مجاہد) جہنم (الحسن و عطار) ملک شام جہاں قرون ماضی کے نافرمانوں کے لہندرات ہیں۔ (قتادہ) ملک مصر جہاں فرعون اور اس کی قوم کے کھنڈرات ہیں۔

۱۴۶: ۷ = سَأَصْرِفُ - میں عنقریب پھیر دوں گا۔ فعل با فاعل۔ اَلَّذِیْنَ یَسْکَبُرُونَ مَفْعُول

اَلَّذِیْنَ یَسْکَبُرُونَ - اَلَّذِیْنَ یَسْکَبُرُونَ سے حال۔ عَنْ اِیَاتِیْ متعلق فعل۔ جو لوگ زمین



پر بغیر حق کے تکبر و نخوت سے کام لیتے ہیں عنقریب میں ان کو (اس پاداش میں) اپنی آیات (کی پیروی) سے پھیر دوں گا۔

اور تصرف کیا ہوگی؟ اس کا بیان دَانُ يَتَرَوْا كُلَّ آيَةٍ ..... سَبِيلَ الْغَىِّ يَتَخَذُوهُ سَبِيلًا میں کیا گیا ہے کہ اگر وہ تمام معجزات و حقائق کو دیکھ بھی لیں تو بھی ایمان نہ لاویں۔ اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھ بھی لیں تو اختیار نہ کریں۔ (اس کے برعکس) اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو جھٹ اپنائیں (وائے محرومی)

= ذِكْ - اشارہ ہے تصرف کی طرف۔ یعنی یہ تصرف اس لئے ہے کہ بِأَنَّهُمْ ..... غَفْلِينَ۔  
۱۴۷: ۷ = هَلْ - استفہام انکاری۔ (نہیں دی جائے گی ان کو جزاء مگر اس فعل کی جس کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے)

۱۴۸: ۷ = اتَّخَذَ - بنالیا۔ اختیار کر لیا۔ پسند کر لیا۔ ٹھہرا لیا۔

= حَلِيَّتِهِمْ - ان کے زیورات۔ ان کے گہنے۔ حَلِيٌّ حَلًى کی جمع۔ مضاف مضاف الیہ۔  
حَلًى يَحْلِي - (سمع) آراستہ ہونا۔ حَلًى آراستہ کرنا۔

يُحَلِّوْنَ فِيهَا أَسَادِرَ مِنْ ذَهَبٍ (۱۸: ۳۱) ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے  
= عِجَلًا - گائے کا بچڑا۔ گو سالہ۔ جَسَدًا - خون و گوشت رکھنے والا۔ یادھا پنچہ بغیر روح کے۔  
= لَهُ خَوَارٍ - گائے کی آواز (اس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی)

(جب حضرت موسیٰ میقاتِ رب کی خاطر طور پر گئے ہوئے تھے تو سامری نے بنی اسرائیل سے زیورات لے کر بچڑے کا سامجہ بنایا۔ جو گائے کی سی آواز نکالتا تھا)  
= اتَّخَذُوهُ - ای اتخذه الہا۔

۱۴۹: ۷ - سَقِطَ - گرا دیا گیا۔ (باب نصر) سَقُوطٌ سے جس کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔

سَقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ - محاورہ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ نادام ہوئے۔ اصل میں تھا سَقِطَ التَّدْمُ فِي أَيْدِيهِمْ۔ ندامت ان کے ہاتھوں میں ڈال دی گئی۔

وَلَعَّا سَقِطَ فِي أَيْدِيهِمْ - جب حقیقت پا کر کہ نہ تو وہ عجل بات کر سکتا ہے اور نہ کوئی راہ ہدایت دکھا سکتا ہے۔ وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔

۱۵۰: ۷ = غَضَبَانَ - صیغہ مبالغہ۔ سخت غضبناک۔ غضبان وہ شخص جس کے غصہ میں شدت ہو۔ غَضِبَةً۔ وہ شخص جس کو جلد غصہ آجائے۔

= اسِفًا مصدر ہے۔ افسوس کرنا۔ پچھتاوا۔ شدید الغضب (شدید غصہ میں) -



حَزِينًا - مَاتَتْ -

= بِشَمًا - بُرَابٌ جو کچھ - بُری ہے وہ چیز - مَا بمعنی شئی کے تیز ہے بِشَى کے فاعل مضمَر کی -  
یا مَا موصولہ ہے بمعنی الذی - اور بِشَى کا فاعل ہے -

= خَلَفْتُمُونِي - تم نے میری جانشینی کی - تم نے میرے بعد کیا -

= أَعَجَلْتُمْ - ۱ - استغفہامیہ - عَجَلْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر - تم نے جلدی کی - تم نے جلد بازی کی - عَجَلٌ اور عَجَلَةٌ سے -

= أَعَجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ - کیا تم نے اپنا رب کا حکم آنے سے پہلے ہی یہ جلدی کر ڈالی - یعنی میں جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کے احکام وصول کرنے کے لئے گیا ہوا تھا تاکہ تمہارے پاس لاؤں اور تم ان احکام کے مطابق عمل کرو - لیکن تم نے اس کا انتظار کئے بغیر اتنی شتابی سے ایک گوسالہ کو خدا بنا ڈالا -

= يَجُزُّكَ - مضارع واحد مذکر غائب - جَزَّ مصدر (باب نصر) کا ضمیر مفعول اس کو کھینچتے ہوئے  
= ابْنُ أُمٍّ - یا حرفِ ندا مخذوف - ابْنُ أُمٍّ مضاف مضاف الیہ کل کر منادی -

یا ابْنُ أُمٍّ میں بعض نے میم کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اصل میں ابْنُ أُمٍّ تھا - ی کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا - میم کو مفتوح پڑھنے والوں کے نزدیک بھی میم پر فتح زیادہ بتخفیف کی وجہ سے ہے -  
= اسْتَغْفِرُونِي - انہوں نے مجھے کمزور سمجھا - مضارع جمع مذکر غائب - باب استفعال - ن  
قایہ - ی ضمیر مفعول واحد متکلم -

= لَا تَشُتُّ بِي - تَوْنَهْنَسَا - تَوْنَهْ خَوْش کر - الشَّمَاتَةُ کے معنی دشمن کی مصیبت پر خوش ہونے کے ہیں - اسْتَمَتَ اللَّهُ بِهِ الْعَدُوُّ - کے معنی ہیں - اللہ اسے مصیبت پہنچائے جس کے اس کے دشمن خوش ہوں -

فَلَا تَشُتُّ بِي الْأَعْدَاءُ - تو ایسا نہ کر کہ دشمن مجھ پر ہنسیں - لَا تَشُتُّ - فعل ہنی - واحد مذکر حاضر - اِشْمَاتٌ (افعال) مصدر - حدیث شریف میں ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَدَرْكِ الشَّقَاءِ وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ - اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بُری تقدیر سے اور بد بختی سے اور ایسی بات سے جس سے دشمن خوش ہوں

۱۵۲: ۷ - سَيِّئًا لَهُمْ - سَی - مستقبل قریب کے لئے ہے یَنَالُ مضارع واحد مذکر غائب - هُمْ ضمیر مفعول - جمع مذکر غائب - عَنْقَرِبَ ان کو آ پہنچے گا - عَنْقَرِبَ ان کو آلیگا - نِيلٌ مصدر - نَالَ یَنَالُ (باب سمع)



== الْمُفْتَرِیْنَ - اسم فاعل - جمع مذکر - افتراء پر داز - بہتان باندھنے والے - اِفْتَرَاءُ (افتعال) مصدر - فری - مادہ -

اِفْتَرَاءُ کا لفظ صلاح اور فساد دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ دَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ اِفْتَرٰۤی اِثْمًا عَظِیْمًا - (۲۸: ۲۲) جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ (۵۰: ۱۱) تم (شرک کر کے خدا پر) محض بہتان باندھتے ہو۔

۱۵۳: ۷ = مِنْ اَبْعَدِهَا - ای مِنْ اَبْعَدِ السَّیِّئَاتِ (من بعد التوبۃ) ہا ضمیر سیئات کے لئے ہے۔

۱۵۴: ۷ = سَكَتَ - وہ بھم گیا۔ اس نے سکوت (خاموشی) اختیار کیا۔ (باب نصر) سَكُوْتُ سے ماضی واحد مذکر غائب - السَّكُوْتُ - سکوت ترکِ کلام کے ساتھ مخصوص ہے اور چونکہ سکوت سکون کی بھی ایک قسم ہے۔ اس لئے یہاں اس آیت میں اس کا استعمال بطور استعارہ سکون ہی کے معنوں میں ہوا ہے۔

= نُسَخَتْهَا - نسخہ یعنی کتاب - لکھی ہوئی تحریر - مضامین - ان کے مضامین میں رحمت اور ہدایت تھی

= یَرْهَبُونَ - وہ ڈرتے ہیں - مضارع جمع مذکر غائب - رَهَبٌ (باب فتح) سے ۱۵۵: ۷ = اِخْتَارَ قَوْمَهُ - ای اِخْتَارَ مِنْ قَوْمِهِ - اختیار (افتعال) سے اس نے اپنی قوم سے چن لئے۔

= لَمِیقَاتِنَا - ہمارے مقررہ وقت پر - مضاف مضاف الیہ - مِیقَاتُ اسم ظرف زمان - طے شدہ مقرر شدہ وقت۔

= الرَّجْفَةُ - الزلزلة الشدیدة - الرَّجْفُ (باب نصر) اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ رَجَفَتِ الْاَرْضُ - زمین زلزلہ سے ہل گئی۔ رَجَفَتْ - متلاطم سمندر (نیز دیکھو) ۹۱: ۹) = مِنْ قَبْلُ - مِنْ بَعْدُ کی ضد ہے۔ قَبْلُ اور بَعْدُ کو اضافت لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے گا۔ یا تو اس پر ضمہ ہوگا۔ یا اس پر دوزبر ہوں گے۔ بَعْدًا۔

قرآن مجید میں بَعْدًا استعمال نہیں ہوا ہے۔

= اِنْ هِیَ - میں اِنْ نافیہ ہے۔



== فِتْنَتُكَ - فتنہ مضاف لک ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تیری آزمائشیں۔ فتنہ کے معنی عذاب کے بھی ہیں جیسے ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ۔ (۱۴: ۵۱) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔ یا یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ (۱۳: ۵۱) جس دن ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

۱۵۶: ۷ = اِنَّا هَدٰۤىنَا اِلَيْكَ - بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کر لیا ہے۔ هَادٍ يَهْدِي (باب نصر) سے۔ هَدٰۤىنَا ماضی جمع مکمل کا صیغہ ہے هَادٍ بمعنی دَجَّع ہے۔ اس کا معنی بُنَّا ہو سکتا ہے ہم (اپنے) کئے پر تائب ہیں۔

= اُصِيبَ بِهِ - جسے میں اس کو دیتا ہوں (جسے میں چاہوں) اَصَابَ يُصِيبُ اِصَابَةً (افعال) سے مضارع واحد مکمل۔

= سَاكِنُهَا لِلَّذِيْنَ - میں اس کو لکھ دوں گا جہاں۔ ضمیر واحد مونث غائب رَحْمَةٍ کی طرف راجع ہے۔ میں اس کو مقدر کر دوں گا۔ اسے (رحمت کو ان کی تقدیر میں) لکھ دوں گا۔

۱۵۷: ۷ = الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ - الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ کا۔

فَسَاكِنُهَا..... كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ کا ترجمہ ہوگا۔ میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کی قسمت میں لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو پیروی کرتے ہیں اس رسول اور نبی امّی کی جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے روکتا ہے۔ حلال کرتا ہے۔ حرام کرتا ہے۔ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزوں کو۔ اور ان پر سے اس بوجھ کو اتارتا ہے (جس میں وہ بے ہوتے ہیں) اور وہ بندش یا زنجیریں کھولتا ہے جنہوں نے ان کو جکڑ رکھا ہے

= الرَّسُوْلُ۔ پیغمبر۔ بھیجا ہوا۔ رِسَالَةً سے بردزن فَعُوْلٌ۔ اور یہ مُرْسَلٌ۔ بروزن مَفْعَلٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہا گیا ہے۔

= النَّبِيُّ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اصل میں نَبِیٌّ تھا۔ ہمزہ کو یا آء سے بدل کر یا۔ میں مدغم کر دیا گیا۔ نَبِیٌّ ہوا۔ بمعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر غیب کی باتیں بتانے والا۔ خدا تعالیٰ کے متعلق خبریں دینے والا۔ مخلوق کی طرف مبعوث ہونے کے باعث النَّبِيُّ کہا گیا ہے۔

= اَلْاٰتِیَّ۔ جو نہ لکھ سکے نہ کتاب پڑھ سکے۔ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّا مِمَّا مِیۡة لَا نَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ۔ ہم امی جماعت ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب کرتا۔ بعض کے نزدیک اُمّی اُمّ کی طرف منسوب ہے جس طرح ایک نوزائیدہ بچہ



پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔ اسی طرح بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔

بعض نے کہا ہے کہ اُمّی۔ اُمّ القریٰ امکہ کی وجہ سے ہے۔ چونکہ اہل مکہ یعنی قریش من حیث لقوم بے پڑھے لکھے ہی تھے۔ اس لئے بے پڑھے لکھے شخص کو اُمّی کہا جانے لگا۔

لفظ اُمّی آپ کے حق میں صفت مدح ہے دوسروں کے حق میں نہیں۔ جس طرح صفت کبر ذات باری تعالیٰ کے لئے صفت مدح ہے اور غیر کے لئے مذہوم۔

= اِصْرَهُمْ۔ ان کے بوجھ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یہاں مراد ان سخت احکام سے جو یہودیوں پر عائد تھے۔ اِصْرٌ۔ بھاری بوجھ۔ تکلیف شاقہ۔ دشوار امر۔

= يَضَعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَضَعَ مصدر۔ باسفتح۔ وہ اتارتا ہے۔ وہ دور کرتا ہے۔

= اَلْأَغْلَالُ۔ قیدیں۔ طوق۔ ہتھکڑیاں۔ زنجیریں۔ غُلّ کی جمع۔ غُلّ اس شے کے ساتھ مخصوص ہے جس سے قید کیا جائے اور اس میں اعضا باندھ دیئے جائیں۔

= اٰمَنُوْا بِہِ۔ میں ۛ ضمیر واحد مذکر غائب الرَّسُوْلُ النَّبِیُّ کی طرف راجع ہے

= عَزَّوَجَلَّ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۛ ضمیر واحد مذکر غائب راجع الی الرَّسُوْلُ النَّبِیِّ۔

تَعْزِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) سے انہوں نے اس کی تعظیم کی۔ انہوں نے اس کو قوت دی۔ انہوں نے اس کی رفاقت کی۔

= السُّور۔ اِی الْقُرْآنُ الْعَظِیْمُ۔

آیات ۱۵۶ = ۱۵۷ میں اِنَّا هُدُّنَا اِلَیْكَ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ختم ہوئی

اور قَالَ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دعا کا جواب شروع ہوا۔

بعض نے یہ جواب آیت ۱۵۷ کے اختتام الْمَفْلُحُونَ پر ختم کیا ہے۔ اس صورت میں

آیت ۱۵۷ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشینگوئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ نبی امی

ان صفات کا حامل ہوگا جو کہ یَا مُرَبِّ الْمَعْرُوفِ سے لے کر كَانَتْ عَلَیْہِمْ تک مذکور ہیں۔

اور اس کا مبارک ذکر تورات۔ انجیل (جوا بھی تک یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں نازل

نہیں ہوئی تھیں) میں ملے گا۔ پس اس نبی امی کی پیروی کا حکم فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے لیکر

اُنْزِلَ مَعَهُ تک ارشاد ہوا۔

شروع میں ارشاد ہوا۔ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (اتباعِ رسول)

اور پھر ارشاد ہوا۔ وَاتَّبِعُوا السُّورَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهُ۔ (اتباع القرآن) لہذا یہ اشارہ ہے اتباع

القرآن واتباع السُنّة کی طرف۔



بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ کی دعا کا جواب آیت ۱۵۶ کے ساتھ ختم ہو گیا اور آیت نمبر ۱۵۷ میں بنی اسرائیل کو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھے ان کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ کی اتباع کی دعوت دی گئی ہے۔

۱۵۸: ۷ = صَلَمْتِه - کلمات جمع کلمۃ کی - مضاف ۵ ضمیر واحد مذکر غائب (راجع الی اللہ) مضاف الیہ - بمعنی قرآن - یا ما انزل علیہ وعلیٰ سائر الرسل من کتبہ ووحیہ - جو آ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا (یعنی قرآن) اور جو کتابیں یا وحی دوسرے تمام رسولوں پر نازل ہوئیں۔  
 ۱۵۹: ۷ = اُمَّةٌ - گروہ - جماعت - نیز اس کے معنی مدت - طریقہ - دین - بھی ہیں۔ اُمَّةٌ - گروہ - باعتبار لفظ واحد ہے اور باعتبار معنی جمع ہے۔

= يَهْدُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - وہ ہدایت کرتے ہیں - هِدَايَةٌ مصدر باب ضرب، هَدَى يَهْدِي -

= وَبِهِ يَعْذَلُونَ - اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتے تھے - ۵ ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔ يَعْذَلُونَ - عَدَلَ يَعْذِلُ (ضوب) سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

۱۶۰: ۷ = قَطَّعْنَاهُمْ - ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - نَقَطْنَاهُمْ مصدر (باب تفعیل) الْقَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کر دینے کے ہیں - خواہ اس کا تعلق جائزہ بصر سے ہو جیسے اجسام وغیرہ یا بصیرت سے ہو جیسے معنوی چیزیں - قرآن میں ہے۔

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا اَيْدِيَهُمَا - (۲۸: ۵) اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو - اور دوسری جگہ ہے۔

فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنَ النَّارِ - (۱۹: ۲۲) جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے۔

یہاں اس آیت میں جملہ کا مطلب ہے کہ ہم نے ان کو بانٹ دیا - ہم نے ان کو تقسیم کر دیا۔

= اَسْبَاطًا - سَبَطٌ کی جمع - قبیلے - ایک دادا کی اولاد - ۲ ثنتی عشرۃ کا بدل ہے۔

= اُمَّةً - فرقے - جماعتیں - امتیں - انواع - اُمَّةٌ کی جمع - ہر وہ جماعت جس میں کہ قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو - اسے اُمت کہا جاتا ہے - موجودہ صورت میں یہ رابطہ مشترک ان کا ایک ہی جد امجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہونا ہے - (نیز ملاحظہ ہو ۱۵۹: ۷) اُمَّةً بدل ہے اَسْبَاطًا سے - یعنی ہم نے بانٹ دیا ان کو بارہ قبیلوں میں - ہر ایک کی الگ الگ جماعت



بنادی گئی۔

== اِسْتَسْقٰهُ۔ ماضی دامتہ مذکر غائب ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (باب استفعال) اس نے اس سے پانی مانگا۔ سقی مادہ۔ ساقی۔ پلانے والا۔

== اِنْجَسَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ پھوٹ نکلی۔ اِنْجَاسٌ سے جس کے معنی کسی گناہ۔ نام سے پانی کے بہ نکلنے کے ہیں۔ جَبَسَ وَ اِنْجَسَ الْمَاءُ۔ پانی پھوٹ کر بہ نکلا۔ ۱۲ انفجر کا ہم معنی ہے۔ جیسار ۲: ۶۰ میں آیا ہے۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ اس رنگ مقام یعنی پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

== اِنَاسٌ۔ لوگ۔ نَوَسٌ سے ماخوذ ہے۔

== مَشَرُّهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اسم ظرف مکان۔ پینے کی جگہ۔ چشمہ۔

== ظَلَّلْنَا۔ ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سائبان کیا۔ ہم نے سایہ فگن کر دیا۔ ہم نے سایہ کیا (ان پر ابرکام ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ باب تفعیل۔

۱۶۱: ۷ = الْقَرْيَةِ۔ یہاں اور ۵۸: ۲ میں الْقَرْيَةِ سے مراد بیت المقدس ہے

== مِنْهَا۔ ای من اثماد الْقَرْيَةِ و نذر وعھا۔ یعنی شہر میں پائے جانے والے پھل وغیرہ۔ حِطَّةٌ۔ ہم بخشش مانگتے ہیں۔ تو ہمارے گناہ بھار۔ (نیز ملاحظہ ہو ۵۸: ۲)

۱۶۲: ۷ = رَجَزًا۔ عذاب۔ بلا۔ عقوبت۔ الرَّجَزُ کے اصل معنی اضطراب کے ہیں۔ اسی سے رَجَزُ الْبَعِيرُ۔ جس کے معنی صنعت کے سبب چلتے وقت اونٹ کی ٹانگوں کے کپکپانے اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں۔

۱۶۳: ۷ = الْقَرْيَةِ۔ مدین اور کوہ طور کے درمیان سمندر کے ساحل پر ایک بستی۔ حَاضِرَةُ الْبَحْرِ۔ لب دریا۔ سمندر کے کنارے۔ حَاضِرَةٌ۔ حُضُور سے اسم فاعل ہے۔ مضاف البحر مضاف الیہ۔ بحر سے بحیرۃ قسزم مراد ہے۔

== يَعْدُدْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عُدُّوَانُ مصدر۔ باب نصر۔ حدّ شرعی سے تجاوز کر رہے تھے۔ زیادتی کر رہے تھے۔

== السَّبْتِ۔ سنیچر کا دن۔ یوم شنبہ۔ سنیچر کے دن کی تعظیم کرنا۔ کام کاج سے چھٹی کرنا۔ شُرْعًا۔ الشَّرْعُ۔ سیدھا راستہ جو واضح ہو۔ چنانچہ واضح راستہ کو شُرْعٌ شَرِيعٌ شَرِيعَةٌ۔ کہا جاتا ہے پھر استعارہ کے طور پر طریق الہیہ پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔ شُرْعًا شَارِعٌ کی جمع اسم فاعل ہے۔ شَارِعَةُ الطَّرِيقِ کی جمع شَوَارِعُ آتی ہے



جس کے معنی کھلی سڑک ہے۔ آیہ ہذا میں شُرْعًا کے معنی ہیں کہ (مچھلیاں ان کے سامنے) پانی کے اوپر واضح طور پر آجائیں۔

== لَا يَسْتَوُونَ - جب وہ سنیچر نہیں مناتے تھے۔ یعنی جس دن سنیچر کا دن نہ ہوتا تھا (اور ان کو مچھلیاں کپڑے کی ممانعت نہ ہوتی تھی) مضارع منفی جمع مذکر غائب۔

== لَا تَأْتِيهِمْ - وہ ان کے سامنے (بے دھڑک اور نمایاں) نہ آتی تھیں

== يَبْلُوهُمْ - مضارع مجزوم جمع متکلم۔ بَلَاءٌ سے باب نصر۔ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا

۱۶۴: ۷ = أُمَّةٌ مِنْهُمْ - ان میں سے کا ایک گروہ۔ ایک جماعت۔ سنیچر کے دن مچھلیوں کے

شکار نہ کرنے کے متعلق اس بستی کی آبادی تین مختلف الجینال گروہوں میں بٹ گئی۔

ایک گروہ کھلم کھلا نافرمانی کا مرتکب تھا۔ اور بے دھڑک اس روز شکار کرتا تھا۔

دوسرا گروہ خود تو شکار کرنے کے حق میں نہ تھا اور نہ شکار کرتا تھا۔ لیکن شکار کرنے والوں کو

روکنا بھی نہ تھا۔

تیسرا گروہ نہ صرف شکار سے اجتناب کرتا تھا بلکہ شکار کرنے والوں کو اس حکم عدولی سے

منع بھی کرتا تھا۔

== لِمَ تَعْظُونَ - تم کیوں نصیحت کرتے ہو۔ وَ عِظٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

یہاں مخاطب تیسرا گروہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے اور متکلم دوسرا گروہ ہے۔

== مَعَذِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ - سوال کا جواب ہے۔ اِیٰ اَنْ مَوْعِظَتِنَا اِیَّا هُمْ مَعَذِرَةٌ

إِلَىٰ رَبِّكُمْ لَانِ اَلَا مَرَّ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاجِبٌ عَلَيْنَا۔ یعنی ہمارا ان کو نصیحت

کرنا اپنے اللہ کے حضور اپنی معذرت کے طور پر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ہم پر واجب ہے

(ہم اس حکم کی تعمیل میں ایسا کر رہے ہیں)

۱۶۵: ۷ = نَسُوا مَا فِي مَعْرُوفٍ جمع مذکر غائب نِسْيَانٌ مصدر۔ (باب سمع) وہ بھول گئے۔

یعنی انہوں نے چھوڑ دیا (متذکرہ بالا پہلے گروہ کے افراد مراد ہیں)

== بَشِيرٍ - شدید۔ سخت۔ بروزن فعیل۔ بَأْسٌ اور بَوُؤْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۱۶۶: ۷ = عَتَوْا - انہوں نے سرکشی کی۔ نافرمانی کی۔ سرتابی میں حد سے گزر گئے۔ شرارت

میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عَتَوْا سے۔

== نَهَوْا - نَهَى سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کو منع کیا گیا۔

= قِرْدَةٌ - جمع۔ قِرْدٌ واحد۔ بندر۔ لنگور۔



= خُسَيْن - ذیل - خوار - خَسًا سے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

۱۶۷: ۷ = تَأَذَّن - اس نے اعلان کیا۔ اس نے خبر دی۔ اِذْنٌ سے باب تَفَعَّل تَأَذَّن جس سے سنا دینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= لَيَبْعَثَنَّ - مضارع واحد مذکر غائب تاکید بانون ثقیلہ جواب قسم کے لئے ہے بَعَثُ سے وہ ضرور ہی بھیجے گا۔

= يَسُوْمُهُمْ - مضارع واحد مذکر غائب۔ سَوَّمَ مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو تکلیف دیتا ہے یا تکلیف دیگا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۹ و ۳: ۱۴۔

هُمْ کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے۔ اس میں علماء میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ضمیر اس گروہ کے افراد کے لئے جنہوں نے متواتر حکم عدولی کرتے ہوئے سبت کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کیا۔

بعض کے نزدیک اس سے مراد پوری یہودی امت ہے۔

اور بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر یہودی مراد ہیں۔ اس آیت میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

۱۶۸: ۷ = قَطَعْنَاهُمْ - ملاحظہ ہو۔ ۱۶۰: ۷۔ ہم نے ان کو بانٹ دیا۔ تقسیم کر دیا۔

۱۶۹: ۷ = خَلَفَ - وہ جانشین ہوا۔ وہ پیچھے آیا (باب نصر) اول معنی میں خِلَافَةُ - جانشین ہونا۔ اور دوسرے معنی میں خَلَفَ (پیچھے آنا) سے ہے۔

= خَلَفٌ - ناخلف۔ بُرے جانشین۔ امام بغوی لکھتے ہیں خَلَفٌ اس قرن (نسل) کو کہتے ہیں جو دوسرے قرن کے بعد آتا ہے۔

ابن الاعرابی کا قول ہے کہ خَلَفٌ (لام کے زبر کے ساتھ) نیک کے لئے آتا ہے اور خَلَفٌ (لام کے جزم کے ساتھ) بد کے لئے آتا ہے۔

= وَرِثُوْا الْكِتٰبَ - جو کتاب الہی (توریت) کے وارث ہوئے یعنی پہلی نسلوں کے بعد اب جن پر اس کتاب الہی پر گامزن رہنا فرض ٹھہرا۔

= عَرَضَ - مال و متاع - سامان و اسباب - امام راغب لکھتے ہیں الْعَرَضُ - ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو۔ ابو عبیدہ کے نزدیک جملہ متاع دنیا اس میں شامل ہے۔ یہ جو بولا جاتا

ہے الدنیا عرض حاضر۔ (کہ دنیا تو پیش افتادہ سامان کا نام ہے) یہ بھی دنیا کی بے ثباتی ہی بتانے کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ہے تَرٰبُدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ



يُرِيدُ الْاُخِرَةَ (۶۷: ۸) تم لوگ پیش افتادہ ساز و سامان کے طالب ہو۔ اور اللہ آخرت کی مہلاتی چاہتا ہے۔

= اَذْنِي۔ زیادہ نزدیک (مذکر کے لئے بولا جاتا ہے) دَانٍ دَدْنِي کا اسم تفضیل ہے دُنْيَا (مؤنث ہے) یہاں یہ لفظ دنیا کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

يَا خُذْ دُونَ عَرَضٍ هَذَا الْاَذْنِي۔ وہ اس دنیا کا مال و دولت لیتے ہیں۔

= سَيُخَفِّرُ لَنَا۔ وہ ہمیں ضرور بخش دیا جائیگا۔ یعنی جو یہ مال حلال و حرام ہم حاصل کر رہے ہیں اس کا ہم سے مواخذہ نہ ہوگا۔

= دَانِ يَأْتِيهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ۔ واو حالیہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ بجائے حرام مال کے ہتھیانے پر توبہ کرنے اور مغفرت طلب کرنے کے ویسے ہی طریقہ کا مزید مال حاصل کرنے پر مصر ہیں۔

= مِثْلَهُ الْكِتَابِ۔ ای العیثاق المذکور فی الکتاب۔ وہ وعدہ جو کتاب (تورات) میں مذکور ہے یعنی اَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ اِلَّا الْحَقَّ۔

= دَرَسُوا۔ انہوں نے پڑھا۔ دَرَسُوا اور دَرَسَتْ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

= مَا فِيهِ۔ میں ہضمیر واحد مذکر غائب۔ الکتاب کی طرف راجع ہے

۱۷۰: ۷ = يُمْسِكُونَ۔ جمع مذکر غائب تَمْسِكُ باب تفعّل سے۔ وہ پکڑے ہوئے ہیں وہ پابند ہیں۔ اِمْسَاكُ الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز سے چمپٹ جانا۔ اور اس کی حفاظت کرنے کے ہیں۔

۱۷۱: ۷ = نَتَقْنَا۔ ماضی جمع مشکلم نَتَقُ سے (باب نصر) ہم نے اٹھایا۔ ریوٹی، ہم نے اکھاڑ دیا (بغوی)، ہم نے معلق کر دیا (فراء)، نَتَقُ (باب ضرب و نصر) کھینچنا، ہلانا۔ بات کہنا کسی چیز کو کھینچنا اور ہلانا اس طرح کہ وہ ڈھیلی پڑ جائے (راغب)

لسان العرب میں ہے کہ النقی۔ الزعزعة۔ والھز والجدب والنقص یعنی نق کا معنی جھٹکا دینا۔ زور سے ہلانا۔ کھینچنا اور جھاڑنا ہے۔ جب پہاڑ میں زلزلہ آتا ہے تو یہ کیفیت رونما ہوتی ہے۔ اور جو لوگ پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوتے ہیں انہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ان پر ابھی گرا چاہتا ہے۔ اس قسم کی صورت حال سے بنی اسرائیل کو دوچار کر دیا گیا۔

= ظَلَّةٌ۔ سائبان کی طرح سایہ دار بدلی۔ پھر ہر چیز پر جو سائبان کی طرح چھا جانوالی ہو اس پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ (۳۱: ۳۲) جب (بادلوں کی طرح) سمندر کی بڑی بڑی موجیں انہیں ڈھانپ لیتی ہیں۔



= الْجَبَل سے مراد کوہ طور ہے۔

= قَاقِعٌ۔ گر پڑنے والا۔ دَقْعٌ سے (باب فتح) اسم فاعل واحد مذکر۔

= خُنُوا۔ قُلْنَا لَهُمْ خُنُوا

= مَا أَتَيْنَكُمْ۔ یعنی تورات۔

۱۷۲:۷ = ظُھُورِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ظُھُورٌ۔ ظُھُور کی جمع ہے۔ پیٹھیں پشتیں۔ نسلیں۔

= ذُرِّيَّةٌ۔ کے اصل معنی مچھوٹی اولاد کے ہیں۔ مگر عرف میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے

قرآن میں آیا ہے ذُرِّيَّةَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔ (۳۴:۳) ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے ذُرِّيَّةٌ کے اصل کے متعلق تین قول ہیں۔

(۱)۔ بعض کے نزدیک یہ ذُرَّاءُ اللہ الخَلْق سے ہے یعنی اصل میں مہموز اللام ہے مگر کثرت استعمال کے سبب دَوْنَهُ دَوْنَهُ کی طرح ہمزہ کو ترک کر دیا گیا۔ اور ذُرِّيَّةٌ ہو گیا۔ (سادہ ذرہ)

(۲)۔ بعض کے نزدیک یہ اصل میں ذُرْوِيَّةٌ بروزن فُعْلِيَّةٌ تھا اور ذُرٌّ (ذُرَّہ) سے مشتق ہے جیسے قُرِّيَّةٌ قَرَّہ سے۔

(۳) کہ آیت کریمہ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا الْجَحَّمَ (۷۹:۷) اور ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے میں ذَرَأْنَا ذَرَيْتُ الْجِنَّةَ (گیہوں کو ہوا میں صاف کرنا) سے مشتق ہے۔ اس صورت میں مادہ ذرہ = وَادَّاخَذَ..... ذُرِّيَّتَهُمْ میں مِنْ ظُھُورِهِمْ بدل ہے مِنْ أَبْنَىٰ آدَمَ کا اور ذُرِّيَّتَهُمْ (مضاف مضاف الیہ) مفعول ہے اخذ کا۔

ترجمہ:۔ اور جب تیرے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا۔ (یعنی اپنے رو برو لا حاضر کیا)

= أَشْهَدَہُمْ۔ اس نے ان کو گواہ بنایا۔ اس نے ان کی شہادت لی۔

= اَنْ تَقُولُوا عَم غُفْلِينَ۔ یہ جملہ مفعول لہ ہے فَعَلْنَا ذٰلِكَ کا جو محذوف ہے۔

۱۷۳:۷ = اَوْ تَقُولُوا۔ عطف ہے اَنْ تَقُولُوا۔ (آیہ سابقہ پر)

= أَفْتَهْلِكُنَا۔ الف لام استفہام کے لئے ہے۔ تَهْلِكُ مضارع واحد مذکر حاضر نا ضمیر مفعول جمع متکلم کیا تو ہمیں ہلاکت میں ڈالتا ہے۔



مُبْطِلُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ غلط گو۔ جھوٹے۔ اہل باطل  
۱۷۵۔ اُتْلُ۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر۔ تِلَاوَةً سے جس کے معنی پڑھنے۔ تلاوت کرنے اور معنی  
تدبیر کرنے کے ہیں۔ امر واحد مذکر حاضر۔ خطاب حضرت رسول کریم سے ہے۔  
نَبَأٌ خَرَّ حَالٌ۔ نَبَأٌ الَّذِي حَالُ اس شخص کا۔

بُنِيَ الْيَتِيمَا۔ ہم نے اس کو اپنی نشانیاں دیں۔ ہم نے اس کو اپنی نشانیوں کا علم دیا۔  
فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔ وہ چھوڑ نکلا۔ وہ گذر گیا۔ اَنْسَلَخَ کے اصل معنی ہیں کھال کھینچنا۔ (باب انفعال)  
محاورہ ہے سَلَخْتُهَا فَاَنْسَلَخَ۔ میں نے اس کی کھال کھینچی تو وہ کھینچ گئی۔ اسی سے ہے سَلَخْتُ  
عَہ۔ میں نے اس کی زرہ کھینچی یعنی اتار لی۔ گذر جانے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے فَاِذَا اَنْسَلَخَ  
شَهْرُ الْحَرَمِ (۵:۹) جب حرمت کے مہینے گذر جائیں۔ سانپ کی کچلی اتار دینے کو عرب میں  
نہیں انساخت الحیة من جلدھا (سانپ اپنی جلد سے نکل گیا) پس فانسلیخ منها کا یہ  
ملب ہوا کہ۔ اس شخص نے ان آیات و ہدایات کو چھوڑ دیا۔ اور گمراہی میں چلا گیا۔  
اَتَّبَعَهُ۔ وہ اس کے پیچھے لگ گیا۔

عَوِيَتْ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَاوِيٌّ واحد۔ گمراہ۔ کج رو۔  
بُہَا۔ میں ضمیر الیتیم کی طرف راجع ہے۔

اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ۔ اِی مال الی الدنیا درغیب فیہا۔ (لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا  
اس کی رغبت اس میں ریح لبس گئی۔  
تَحْمِلُ عَلَيْهِ۔ تو اس پر حملہ کرے۔

يَلْهَتْ۔ ہانپنا۔ زبان باہر نکالنا۔ و ذربان باہر نکال دیتا ہے (باب فتح) لَهَتْ وَلَهَاتٌ۔  
غیرہ کا عاجزی اور پیاس سے زبان باہر نکالنا۔ لَهَاتٌ۔ پیاس کی گرمی۔ موت کی سختی۔ باب  
ح۔ پیاسا ہونا۔ لَهَاتٌ پیاس۔ التھات (باب افتعال) پیاس و تکان وغیرہ سے زبان باہر نکال  
نا۔

۱۷۷۔ سَاءَ مَثَلَانِ الْقَوْمِ۔ میں مثلاً تمیز ہے۔ یعنی مثال کے لحاظ سے بُری ہے وہ قوم۔

۱۷۸۔ الْمُهْتَدِيُّ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ معرفہ۔ ہدایت یاب۔  
وَمَنْ يُضِلُّ۔ اِی و من یُضِلُّ اللہ۔ اور جن کو اللہ گمراہ کر دے۔

۱۷۹۔ ذَرَأْنَا۔ ہم نے پیدا کیا۔ ماضی جمع متکلم۔

لِجَهَنَّمَ۔ میں لام عاقبت کا ہے۔ غایت کا نہیں۔ یعنی ان کو پیدا کرنے کی غایت ان کو جہنم میں



ڈالنے کی نہ تھی۔ بلکہ اپنے کفر و نافرمانی کے انجام کے طور پر وہ جہنمی بن گئے۔  
 قرآن میں اس کی اور مثالیں بھی ہیں۔ مثلاً فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا  
 وَحَرَزَانًا۔ پس فرعون کے آدمیوں نے اس کو اٹھالیا تاکہ بڑا ہو کر وہ ان کا دشمن بنے اور باعثِ زحمت ہو۔  
 تو یہاں انہوں نے اس نیت اور اس غرض کے لئے نہیں اٹھایا تھا کہ واقعی ان کا دشمن نکلے۔  
 بلکہ ان کی نیت اور مقصد تو یہ تھا کہ جب یہ بڑا ہو گا۔ تو ہمارے کام آئیگا لیکن ان کے اٹھانے کا نتیجہ  
 یہ نکلا کہ انجام کار وہی موسیٰؑ ان کی اور فرعون کی بربادی کا باعث بنا۔

۱۸۰: ۱ = ذُرِّيَّةٌ - تم چھوڑ دو، وَذُرِّيَّةٌ سے امر۔ جمع مذکر حاضر

= يُلْحِدُونَ - الْحَادُّ مصدر۔ وہ کجراہی کرتے ہیں۔ وہ غلط نسبت کرتے ہیں۔ الحاد کا معنی  
 سیدھی راہ سے منہ موڑنا۔

يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِمْ - جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں یعنی اس کے اسماء الحسنی  
 کا اطلاق اس کے سوا کسی غیر پر کرتے ہیں جیسے سیدہ کذاب کے پیروکار اس کو رحمن میلمہ کہا  
 کرتے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ کو ایسے ناموں سے پکارنا جو اس نے اپنے لئے نہیں رکھے۔ یا جو اس کی شان  
 کے شایان نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کو يَادَفِيقُ کہہ کر پکارنا۔ وغیرہ۔ لَحْدٌ - بغلی قبر  
 ۱۸۱: ۱ = يَعْدِلُونَ۔ عدل و انصاف کرتے ہیں۔ یہ میں ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔  
 ۱۸۲: ۱ = سَنَسْتَدْرِجُهُمْ - استدراج (استفعال) سے۔ اس کے معانی عمل کرنے  
 مختلف پہلوؤں سے کئے ہیں لیکن اصل میں کوئی اختلاف نہیں۔

- (۱) ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑتے ہیں (مولانا تھانوی ج)
- (۲) استدراج کے معنی ہیں مخفی طریقہ سے آہستہ آہستہ کسی چیز کی طرف چلنا۔ (معالم)
- (۳) ہم ان کے ساتھ ایسی تدبیریں کرنے والے ہیں جن کا ان کو پتہ بھی نہ ہو۔ (عطار)
- (۴) ہم ان کے اعمال کو ان کی نظر میں پسندیدہ بنادیں گے پھر ان کو ہلاک کر دیں گے (کلبی)
- (۵) جب وہ کوئی نیا گناہ کرتے ہیں تو ہم ان کو جدید نعمت بخشتے ہیں۔ (ضحاک)
- (۶) ہم ان پر اپنی نعمتوں کو بہاتے ہیں۔ لیکن شکر ادا کرنا فراموش کر دیتے ہیں (سفیان)
- (۷) ہم ان کو آہستہ آہستہ پستی میں گرا دیں گے اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہو۔ (کرم شاہ)

دَرَجَاتٍ زُرِيَّةٍ کی بیڑیاں تَدَارُجٌ درجہ بدرجہ چڑھنا۔

(۸) ہم قَلِيلًا قَلِيلًا ہلاکت کی طرف لیجائیں گے۔ (مظہری)

= مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ - اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہو گا۔



= اُمِّلِي۔ میں ڈھیل دوں گا۔ میں ڈھیل دینے جاتا ہوں۔ اِمْلَاءُ (اِفْعَالُ) جس کے  
نی مہلت میں ڈالنے۔ ڈھیل دینے۔ اور لمبی لمبی امیدیں دلانے کے ہیں۔ مضارع  
احد متکلم۔

= کَيِّدِي۔ میری تدبیر۔ کَيِّدُ ہر اچھی یا بُری تدبیر کو کہتے ہیں قرآن حکیم میں اس کا استعمال بطور  
مست، وہاں اس کے مذموم معنی مراد ہیں جہاں بھی اس کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہو اس کے  
وہ معنی مراد ہیں۔ حسن تدبیر۔

= مَتَيْنٌ۔ صیغہ صفت مشبہ۔ مضبوط۔ محکم۔ ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں حصہ کو متن کہتے  
ہے۔ اس سے مَتْنُ فعل بنالیا گیا۔ مَتْنُ اس کی پشت قوی اور مضبوط ہو گئی۔ اس کے اعضا  
نت اور مضبوط ہو گئے۔ مَتَيْنٌ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال سے متین کا معنی قوی  
محکم ہو گیا۔ متانت۔ مضبوطی۔ سنجیدگی۔

۱۸۴۔ جَنَّةٌ۔ جنوں۔ سودا۔ دیوانگی۔ جَنٌّ سے مشتق ہے۔ چونکہ دیوانگی عقل کو چھپا دیتی  
ہے اس لئے اسے جَنَّةٌ کہتے ہیں۔

= اِنْ هُوَ فِي اِنْ نَافِيہ ہے۔

۱۸۵ = مَلَكُوتٌ۔ مَلَكٌ فعل مبالغہ کے لئے تَا بڑھادی گئی ہے۔  
تدبیر کامل۔ غلبہ تامہ۔ حکومت حقیقیہ۔ بقول راعب مَلَكُوتُ اللہ کی بادشاہی و حکومت کے  
خاص ہے۔

اِخْتَرَبَ۔ وہ قریب آگئی۔ اِخْتَرَابٌ (اِفْتِعَالُ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَجَلُهُمْ۔ ان کی مدت مقررہ۔ ان کی موت۔

اَدَلَمْ يَنْظُرُوا میں تین امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔  
ملکوت ارض و سماء۔

مختلف النوع مخلوق جو اس ارض و سما میں ہے۔

اجل کا کسی وقت بھی آگنا۔

بَعْدَهُ میں ہُ صمیر (واحد مذکر غائب) قرآن کی طرف راجع ہے۔

۱۸۶ = يَذَرُهُمْ۔ وہ چھوڑ دیتا ہے ان کو۔ وَذَرُّهُ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ

مفعول جمع مذکر غائب

طَغْيَا نِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی گمراہی۔ سرکشی، نافرمانی۔



= يَعْمَهُونَ - وہ سرگردان و گمراہ پھرتے ہیں۔ عَمَهُ - مصدر۔ (باب فتح - سمع) عَمَهُ سِرْ  
عَمَهُ - عَامَهُ - سرگردان و حیران - متردد۔

۱۸۷: ۷ = آيَانَ - کب - مَتَى کے قریب المعنی ہے اور کسی شے کا وقت معلوم کرنے کے لئے آ  
ہوتا ہے۔

بعض اس کی اصل آيَا اَدَانِ بمعنی کو نساوقت - بتاتے ہیں۔ الف کو حذف کر کے داؤ  
یا کیا گیا پھر اس یار کو آيَا کی یار میں مدغم کیا گیا۔ آيَانَ ہو گیا۔

= مَوْسَمًا - مَوْسَا مضاف ہا مضاف الیہ۔ (مصدر مہمی ہے) مَھِرَانَا - جہانا۔ مادہ د  
ہے دَسَا یُزَسُو (نصر) مَھِرَانَا - جگہ پر جم جانا۔ اس سے مصدر مہمی مَوْسَا آتا ہے لیکن ثلاثی مز  
میں باب افعال سے اِدَسَاءُ مصدر۔ اور مصدر مہمی مَوْسَا آتا ہے۔ مَھِرَانَا - جہانا۔ کشتی  
لنگر انداز ہونا۔

آيَانَ مَوْسَمًا - اس کا وقوع کب ہوگا۔

= لَا يُجَلِّئُهَا - مضارع منفی واحد مذکر غائب ہا ضمیر واحد مؤنث غائب (تَجْلِيَةٌ) لَ  
مصدر۔ اس کو نمودار نہیں کرے گا۔ لَا يُجَلِّئُهَا لِوَقْتِهَا - اَي لَا يُظْهِرُ لَوْقْتِهَا الْمَعِينِ اِ  
اللّٰهُ - وَلَا يَقْدِرُ عَلٰی ذٰلِكَ غَيْرُهُ - اس کا وقت معین وہی ظاہر کر سکتا ہے مارتا سکتا۔  
اور کسی اس کے سوا قدرت نہیں ہے۔

= ثَقُلْتُ - (باب کرم) ثَقُلْتُ مصدر۔ وہ بھاری ہوئی۔ ماضی بمعنی مضارع۔ وہ بھا  
ہوگی۔ حَسَنُ کہتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو اہل ارض و سما پر بہت بھاری گزرے گی  
(بوجہ متعدد اسباب کے کہ آسمان پھٹ جائیں گے۔ ستارے ٹوٹ پڑیں گے۔ پہاڑ  
جائیں گے۔ زمین متزلزل ہو جائے گی۔ وغیرہ وغیرہ۔

= بَغْتَةً - اک دم۔ اچانک۔ یکایک۔ اَنَّا فَنَآ

= حَفِيٌّ - باخبر۔ جو تحقیق و تدقیق کر چکا ہو۔ بڑا مہربان۔ متلاشی۔ محقق۔

كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا - اس میں تقدیم و تاخیر ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے یَسْأَلُونَكَ  
كَأَنَّكَ حَفِيٌّ بِهِمْ - وہ تم سے یوں پوچھتے ہیں گویا تم ان کے بڑے دوست ہو۔

یا وہ تم سے اس انداز میں پوچھتے ہیں کہ تاسخ و قوع سے تم واقف ہو۔ یا تم اس کی خور  
تحقیق کر چکے ہو۔

۱۸۸: ۷ = لَا اسْتَكْثَرْتُ - میں ضرور بہت جمع کر لیتا۔ اسْتَكْثَرْتُ (اسْتَفْعَالُ) سے ج



معنی کسی چیز کو کثیر سمجھنے یا کسی کام کو بہت زیادہ کرنے کے ہیں۔

یہاں اگر غیب سے مراد وقت موت لیا جائے تو لَا سَتَكْثُرَتْ کا مطلب ہوگا کہ میں بہت نیکیاں جمع کر لیتا عمل صالح کر کے اور اعمال سوء سے اجتناب کر کے۔

اور اگر عام معنی لئے جاویں تو مطلب ہوگا کہ نقصان سے بچتے ہوئے اور نفع کو اختیار کرتے ہوئے میں بہت کچھ جمع کر لیتا۔ اور ایذا وغیرہ سے بچ جاتا۔

۱۸۹: ۷ = دَذِبَهَا۔ اس (مَوْنَتْ) کا جوڑا۔ یعنی خاوند۔ اور دَذِبْهُ اس (مذکر) کا جوڑا۔ یعنی اس کی بیوی۔ گویا زوج کا مطلب ہوا بالمقابل صنف سے ساتھی۔

= لَيْسَكُنَّ تاکہ تسکین پائے۔ اطمینان حاصل کرے۔ اس میں فاعل نَفْسُ ہے جو کہ مَوْنَتْ استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں صیغہ مذکر کا لایا گیا نَفْسُ کے معنی کے لحاظ سے کیونکہ اس سے مراد یہاں آدم (مرد) ہے۔ اور اسی مناسبت سے زوج کا لفظ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد بیوی ہے = تَغَشَّهَا۔ اس (مرد) نے اس (عورت) کو ڈھانکا۔ کنایہ "اس مرد نے اس عورت سے ہمبستری کی۔ تَغَشَّى الْمَرْأَةَ۔ وہ عورت کے پاس گیا (اس سے مجامعت کی) غِشَادَةٌ سے پردہ جس سے کوئی شے ڈھانپ دی جائے۔

= فَمَوْنَتْ بِہم۔ میں ۶ ضمیر واحد مذکر غائب حَمَلًا کی طرف راجع ہے وہ اس حمل کو لئے بھرتی ہے = دَعَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب (اگرچہ تثنیہ میں ایک مرد اور ایک عورت شامل ہیں لیکن مرد کی جنس کے غلبہ کی وجہ سے تثنیہ مذکر لایا گیا) ان دونوں نے پکارا۔ ان دونوں نے دعا کی۔ ۱۹۱: ۷ = مَا لَا يَخْلُقُ۔ میں مَا موصولہ ہے۔

لَا يَخْلُقُ۔ اور هُمْ يُخْلَقُونَ میں دونوں ضمیروں کا مرجع مَا موصولہ ہے۔ لیکن يَخْلُقُ میں هُوَ (مستتر) ضمیر واحد ہے اور يَخْلَقُونَ میں هُمْ ضمیر جمع ہے اس کی توضیح علماء نے یوں کی ہے کہ مَا موصولہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ لفظی اعتبار سے وہ واحد ہے اور لَا يَخْلُقُ میں اس کی اسی حیثیت کو معتبر رکھا گیا ہے۔ اور معنوی لحاظ سے جمع ہے اور هُمْ يُخْلَقُونَ میں اسی معنوی حیثیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے دوسری بات جو یہاں غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ شرکار سے یہاں مراد بت ہیں۔ اور وہ بے جاں تھے قاعدہ کے مطابق تو ان کے لئے ضمیر مَوْنَتْ ہونی چاہئے۔ مگر یہاں جمع مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ کفار و مشرکین کا عقیدہ ان کے متعلق یہ تھا کہ یہ بت عقل و حیات رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے عقیدہ کے مطابق ان کا ذکر کیا گیا

۱۹۲: ۷ = لَا يَسْتَطِيعُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ (باب استفعال) وہ استطاعت



نہیں رکھتے۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔ وہ طاقت نہیں رکھتے۔ طَوَّعُ مَادَّہ۔  
= لَہُمَّ میں ہر ضمیر ہُنْد کا مرجع مشرکین ہیں اور اَنفُسُہُمْ میں ضمیر ہُنْد وہ بُرّت ہیں جن کو مشرکین  
نے اللہ کا شریک بنایا ہوا تھا۔

۱۹۳: ۷ = تَدْعُوہُمْ۔ تم ان کو پکارتے ہو۔ تم ان کو بلاتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں  
تَدْعُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام و  
اوٹان کے لئے ہے۔

= اِنْ تَدْعُوہُمْ اِلَى الْہُدٰی لَا یَتَّبِعُوْکُمْ۔ اِی اِلٰی مَا هُوَ ہُدٰی و رِشَاد و اِلٰی  
اِنْ یُہْدُوْکُمْ وَالْمَعْنٰی وَاَنْ تَطْلُبُوْا مِنْہُمْ کَمَا تَطْلُبُوْنَ مِنْ اللّٰہِ الْخَیْرِ وَالْہُدٰی لَا  
یَتَّبِعُوْکُمْ اِلٰی مَرَادِکُمْ وَطَلَبَتُکُمْ وَلَا یَجِیْبُوْکُمْ کَمَا یَجِیْبُکُمُ اللّٰہُ اِلٰی الْہُدٰی۔  
رشد و ہدایت کی طرف اس واسطے کہ تمہیں راہ ہدایت دکھائیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان سے خیر و ہدایت کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ تم اللہ تعالیٰ سے خیر و ہدایت  
کی دعا کرتے ہو تو جس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری پکار کو سُن کر پورا کرتا ہے یہ تمہاری مراد یا طلب کو پورا نہیں  
کر سکتے۔

یا اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے اگر تم ان کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ تمہاری پیروی نہ کریں  
= اَدْعُوْاہُمْ۔ خواہ تم ان کو پکارو۔ اِنْ کو دعوت دو۔ دَعْوَتُکُمْ۔ دُعَاءُ سے ماضی جمع  
مذکر حاضر۔ وَاِذَا اشْبَاعُ کا ہے ہُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام کے لئے ہے۔  
= صَامِتُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ خاموش۔ چپ۔ صَمْتُ سے جس کے معنی خاموش  
ہونے کے ہیں۔ صَمْتُ یَصْمُتُ۔ (نَصَرَ) خاموش رہنا۔ ناطق کی ضد ہے۔  
۱۹۴: ۷ = تَدْعُوْنَ۔ تم پکارتے ہو۔ اِی تعبدون۔ (جن کی) تم عبادت کرتے ہو۔ و تَسْمُوْنَ  
الہٰۃ۔ جنہیں تم الہ کا نام دیتے ہو۔

= عِبَادُ اَمْثَالِکُمْ۔ تم ہی جیسے بندے۔ بت اگرچہ پتھر اور لکڑی کے بے بہان مجسمے ہو اگر تھے  
تھے ان کو تمہارے جیسے بندے کہنا وجوہ ذیل کی بنا پر ہو سکتا ہے۔  
۱۔ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کے اعتقاد کے مطابق  
ان سے بات کی گئی۔

۲۔ یہ الفاظ بطور استہزار استعمال کئے گئے ہیں کہ اے عقل کے دشمنو! اگر تمہاری بات کو مان بھی  
لیا جائے کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں تو پھر بھی زیادہ سے زیادہ تمہاری طرح کے انسان ہی



ہوں گے۔ تو پھر اپنے جیسے انسان کی بندگی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالنا کہاں کی دانشمندی ہے (۳) بتوں کو عباد کہنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ بھی تمہاری طرح اس کے ملوک ہی ہیں۔ جس طرح تم مخلوق ہو اس طرح پر یہ بھی مخلوق ہیں۔

== فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ == پس پکار دیکھو ان کو، انہیں چاہئے کہ تمہاری پکار کو قبول کریں اگر تم اپنے اعتقاد پر سچے ہو (لیکن بھلا یہ ایسا کرتے ہیں ہرگز نہیں) ۱۹۵: ۶ = قُلْ - اِی قُلْ یَا مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم)

== کَیْدُؤِنْ - میرے خلاف تدبیریں کر لو۔ میرے خلاف سازش کر لو! تم سب اور تمہارے شرکا،

== فَلَا تُنْظِرُوْنَ - تم مجھے ڈھیل مت دو۔ تم مجھے مہلت نہ دو۔ (اِنْظَارٌ) (افْعَالٌ) سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ ہی ضمیر واحد متکلم۔ محذوف ہے۔

(یعنی تم جو یہ دھمکی دیتے ہو کہ تمہارے بت اگر ناراض ہو گئے تو میری خیر نہیں تو بلا لو اپنے ان شرکا کو۔ اور خود بھی ان کے ساتھ مل کر میرے خلاف جو سازش چاہو تیار کر لو تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ مجھے اللہ کی حمایت پر یقین ہے

۱۹۶: ۷ = دَلِی - میرا حمایتی۔ میرا مددگار۔ میرا ناصر۔

== اَلْكِتَاب - القرآن

== یَتَوَلَّى - جو مدد کرتا ہے۔ جو دوست رکھتا ہے۔

۱۹۸: ۷ = فَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى - ملاحظہ ہو (۱۹۳: ۷)

اگر یہاں ہُمْ کی ضمیر مشرکوں کی طرف راجع ہے جیسا کہ الحسن کا قول ہے تو اس کا مطلب یہ ہو گا۔ کہ اگر تم ان (مشرکین) کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ نہیں سنیں گے اور تو ان کو دیکھے گا کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں لیکن کچھ دیکھ پا نہیں رہے (یونہی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن حقیقت میں پکار کو سمجھ نہیں رہے)

لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک ہُمْ کی ضمیر کا مرجع وہ اسام داو ثات ہیں جن کو مشرکین اللہ کے شریک ٹھہرا رہے تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ (یا ہدایت کے لئے بلاؤ) تو اپنی مصنوعی آنکھوں سے معلوم دیں گے کہ دیکھ رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اس قابل ہی نہیں کہ دیکھ سکیں۔

یہ مضمون آیت ۱ کے بعد دوبارہ لایا گیا ہے کہ ان بتوں کی لاچارگی اور بے بسی ان کے



ذہن نشین کرائی جائے

۱۹۹: ۷ = خُذْ - تو کپڑ - تولے - تو اختیار کر - اَخِذْ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر -

= اَلْعَفْوُ - آسان - حاجت سے زیادہ - معاف کر دینا - عَفَا يَعْفُو ۱ - (باب نصر) کا مصدر ہے اور اسم بھی ہے - عربی میں کہتے ہیں خُذْ مَا عَفَا لَكَ جو تمہیں باسانی بغیر مشقت کے ملے وہ لے لو -

اور قرآن میں ہے وَلَيَسْئَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوُ (۲۱۹: ۲) (اے محمد) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا مال خرچ کریں - تو ان سے کہہ دو جو تمہاری حاجت سے زیادہ (جس کے خرچ سے تمہیں تکلیف نہ ہو) اور معاف و درگزر کرنے کے معنوں میں قرآن میں اکثر استعمال ہوا ہے - اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے عَفُوٌّ ہے - اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۴۲۳) بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے -

اور ثَمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ (۵۲: ۲) پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا -

اور مِنْ عَفَادٍ اَصْلَحَ (۴۲: ۴۰) مگر جو درگزر کرے اور معاملے کو درست کر لے - آیہ نذا میں معاف کرنے اور درگزر کرنے کے معنی ہیں

= اَلْعُرْفُ - عُرْفٌ بَرُوزٌ فُعْلٌ اسم ہے مَعْرُوْفٌ کے معنوں میں - پسندیدہ کام - نیک کام نیکی - مَعْرُوْفٌ - ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جو کہ اس کی خوبی شریعت یا عقل سے ثابت ہو - مُنْكَوْرٌ کی ضد ہے - جس سے مراد ہر وہ بات جو شریعت و عقل کی رو سے بُری سمجھی جائے -

= اَعْرِضْ - تو منہ پھیر لے - تو کنارہ کش ہو جا - اِعْرَاضٌ سے امر واحد مذکر حاضر -

۲۰۰: ۷ = اِمَّا اِنْ شَرَطِيْہِ اور ما زائدہ سے مرکب ہے - اگر - یا - ملاحظہ ہو ۱۱۵: ۷ -

= يَنْزَعُ عَنْكَ - مضارع واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ نَزَعَ نَزْعٌ سے لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَزْعٌ کے معنی ہیں انگلیوں کے پوروں سے کسی کو گدگدانا - کسی کو برائی پر اکسانا - اور کسی گناہ پر آمادہ کرنا - النزع الضرب برؤس الاصلع والمراد ههنا التحريك الى الشر والاعواء والسوسة (منظہری)

المفردات میں ہے النَزْعُ کے معنی کسی کام کو بگاڑنے کے لئے اس میں دخل انداز ہونا -

مِنْ كَعْدِ اَنْ نَّزَعُ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ (۱۰۰: ۱۲) بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا -

یہاں بمعنی دسوسہ میں ڈالے - برائی پر اکسائے -



= فَاسْتَعِذْ - تَرِپاہ مانگ - استعاذۃ (استفعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔  
 ۲۰۱: ۴ = مَسَّيْهُمْ - مَسَّيْ يَمُسُّ (باب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع  
 مذکر غائب۔ وہ ان کو چھو جائے۔ وہ ان کو پہنچائے، وہ ان کو لگ جائے۔ کبھی اس سے مراد قربت  
 منفی (جماع) بھی ہوتی ہے۔ مَثَلًا وَإِنْ طَلَقْتُمْوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ (۲۳۴: ۲) اور اگر  
 تم عورتوں کو ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو۔ لازم اور متعدی دونوں صورتوں میں استعمال  
 ہوتا ہے۔

= طُفْتُ - دسوسہ - خطرہ - پھر جانے والا۔ پھرے والا۔ پہلے معنی مجازی ہیں۔ اور دوسرے حقیقی  
 طُفْتُ طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ طَوْفٌ کے معنی کسی چیز کے گرد چکر کاٹنا۔ قرآن  
 میں ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا (۱۵۸: ۲) اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف  
 کرے، اسی طرح خانہ کعبہ کے گرد چکر کاٹنے کو طواف کہتے ہیں اسی طرح جو شخص گھروں کے گرد اگر دھفا  
 کے لئے چکر لگاتا رہتا ہے اسے طائف کہتے ہیں۔ اور اسی سے جن۔ خیال۔ حادثہ وغیرہ کو بطور استعارہ  
 طائف بولتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے إِذَا مَسَّهُمْ طُفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ۔ جب ان کو شیطان  
 کی طرف سے کوئی دسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ یا جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر۔ یعنی جو شیطان انسان پر  
 چکر کاٹتا رہتا ہے اور اس کو فکرا کرنا چاہتا ہے اس کا دسوسہ اور خطرہ اثر کر گیا۔

اور فَطَافَ عَلَيْهَا طُفٌ مِّنْ رَبِّكَ (۱۹: ۶۸) پھر پھیرا گیا اس پر کوئی پھیرا کرنے والا تیرے  
 رب کی طرف سے۔ یعنی اس پر آفت پھر گئی۔

= تَذَكَّرُوا۔ تَذَكَّرُ (باب تفعّل) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چونک گئے۔ انہوں نے  
 یاد کیا۔ (ما امر اللہ بہ و نہی عنہ جس کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہوا تھا اور جس سے اس نے منع  
 فرمایا ہوا تھا) یادہ پاگئے۔ سمجھ گئے۔ شیطان کے دسوسہ کو اور اس کی چال کو۔  
 = مُبْصِرُونَ (توفوراً) ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ حقیقت کو جان گئے۔

۲۰۲: ۴ = إِخْوَانُهُمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ الشیاطین کی طرف راجع ہے۔ ماقبل  
 میں اگرچہ الشیطان (مفرد) استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں اس سے مراد جنس شیطان ہے اس لئے  
 یہاں ضمیر جمع لائی گئی ہے۔ یعنی اخوان الشیاطین۔ وہ گروہ جو متقین کے متضاد ہے

= يَمْدُدُونَهُمْ۔ يَمْدُدُ (کافاعل) الشیاطین ہے اور ہم ضمیر کا مرجع إِخْوَانُهُمْ (اخوان الشیاطین)  
 = آخَى۔ اسم فعل۔ گمراہی۔ بدراہی۔ غدی مادہ۔

= ثُمَّ لَا يَقْصِرُونَ۔ (انہیں پھر گمراہ کرنے میں وہ کوتاہی نہیں کرتے) مضارع منفی جمع مذکر غائب



(باب انعال) اِتْصَادُ سے وہ باز نہیں رہتے۔ وہ کمی نہیں کرتے۔ وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ اَقْصَوْ عَنِ الشَّيْءِ کے معنی ہیں وہ اس چیز سے رُک گیا۔

۲۰۳: ۴ = لَمْ تَأْتِهِمْ۔ تو نہیں لاتا ان کے پاس۔ نفی مجہد بلم۔ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔  
= لَوْلَا۔ کیوں نہ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ۲۳: ۶۔

= اِجْتَبَيْتَهَا۔ جَحَى (ضَرْب) جَحَى الْمَاءِ فِي الْحَوْضِ۔ اس نے حوض میں پانی جمع کیا۔ بڑے حوض کو جَابِيَّة کہتے ہیں اور اس کی جمع جَوَابِ ہے قرآن میں ہے دَجَفَانٍ كَالْجَوَابِ (۱۳: ۳۴) اور (ایسے) لگن جیسے بڑے بڑے حوض۔ باب افتعال سے اِجْتَبَاءُ۔ انتخاب کے طور پر کسی چیز کو جمع کرنا۔ جیسے اَلْمُجْتَبَىٰ منتخب شدہ۔ برگزیدہ۔

آیتِ ہذا میں اِجْتَبَيْتَ بمعنی اِخْتَرْتَ وَاخْلَقْتَ کے ہے کیوں نہیں تم خود گھڑ لیتے۔ کیوں نہیں تم خود بنا لیتے۔ کیوں نہیں تم خود اختراع کر لیتے۔ (جیسا کہ بقول کافرین کے وہ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کو از خود گھڑ کر پیش کرتے تھے) ہا ضمیر کا مرجع آیت ہے۔

= اَتَّبِعُ۔ میں اتباع کرتا ہوں اِتِّبَاعُ (افتعال) مضارع صیغہ واحد متکلم۔  
= يُؤْمِنُ۔ دُحیٰ کی جاتی ہے۔ اِيْحَاءُ (افعال) سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔  
= هَذَا۔ ای القرآن۔

= لَبَاصِرٌ۔ بَصِيرَةٌ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ واضح براہین۔

۲۰۴: ۴ = اِسْتَمِعُوا۔ تم کان لگا کر (غور سے) سنو (استمیع (افتعال) سے امر۔ جمع مذکر غائب۔

= اَنْصِتُوا۔ تم خاموش رہو۔ چپے سنے رہو۔ اِنْصَاتُ (باب افعال) سے نَصَتَ

يَنْصِتُ (ضرب) چپ رہنا۔ خاموشی سے سننا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

۲۰۵: ۴ = تَضَرَّعًا بِرُؤْسِ تَفْعَلُ۔ مصدر ہے۔ عاجزی کرنا۔ گر گڑا کر انا۔

= خِيفَةً۔ خَافَ يَخَافُ (فتح) کا مصدر ہے۔ خوف۔ ڈر۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ خِيفَةً کے معنی ہیں خوف کی حالت۔ قرآن میں ہے کہ:

فَادْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ۔ قُلْنَا لَا تَخَفْ (۶۴: ۲۰) (حضرت موسیٰ علیہ السلام)

نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا (اے موسیٰ) مت ڈر۔ کبھی خِيفَةً بمعنی خوف بھی آتا ہے۔ مثلاً وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ (۱۳: ۱۳) اور فرشتے سب اس کے خوف سے۔

= دُونَ الْجَهْرِ۔ چپکے چپکے۔ بغیر بلند آواز کے۔



= اَلْعُدُوْ - صبح صبح کو نکلنا۔ صبح صبح کو پہنچنا۔ فجر اور طلوعِ آفتاب کا درمیانی وقت۔ دن کا ابتدائی حصہ میں چلنا۔ یہ اَلْعُدُوْۃ کی جمع بھی ہے۔  
 = اَلْاَصَالُ - شام۔ شام کا وقت۔ اُصْل کی جمع ہے۔ جس کے معنی شام کے وقت کے ہیں  
 ۴: ۲۰۶- اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ - بے شک وہ جو تیرے رب کے قرب میں ہیں۔ یہاں مراد فرشتے ہیں۔

## (۸) سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ (۸۸)

۸: ۱ = اَلَا نُنْفَالُ - مال غنیمت نفل کی جمع جس کے معنی زیادتی کے ہیں۔ اسی لئے زائد نماز کو نافلہ کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمِنْ اَللَّیْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَادِیَۡكَ تَلَ (۴۹: ۱۷) اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کر یہ تمہارے لئے نفل ہے۔  
 اسی اعتبار سے اولاد کی اولاد کو نافلہ کہتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً (۲۱: ۷۲) اور ہم نے اس کو (حضرت ابراہیم کو) اسحق عطا کیا اور مزید برآں یعقوب بھی۔

بھیر عطیہ اور بخشش کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ کیونکہ بخشش بھی بغیر استحقاق ایک شئی مزید ہے۔

بعض کے نزدیک نفل اور غنیمت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ان میں صرف اعتباری فرق ہے وہ مال جو فتح کے بعد چھینا ہوا ہوتا ہے اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے اور اس لحاظ سے فتح کا لازمی نتیجہ مال حاصل ہونا نہیں بلکہ محض ایک عطا غیر لازم ہے لہذا مال مستزاد یا نفل کہلاتا ہے بعض کے نزدیک ان میں نسبت عموم و خصوص مطلق ہے یعنی غنیمت عام ہے اور ہر اس مال کو غنیمت کہتے ہیں جو لوٹ سے حاصل ہو خواہ مشقت سے یا بغیر مشقت کے۔ فتح سے قبل حاصل ہو یا بعد میں۔ استحقاق سے حاصل ہو یا بلا استحقاق۔ اور نفل خاص کر اس مال کو کہتے ہیں جو مال غنیمت سے قبل از تقسیم حاصل ہوا ہو۔

بعض کے نزدیک نفل وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے۔ اور اسے فتنے بھی کہتے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جو سامان وغیرہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد



بانٹا جاتا ہے اسے نفل کہتے ہیں۔

عام استعمال میں ہر دو نفل اور غنیمت ایک ہی معنی میں لئے جاتے ہیں۔

== يَسْأَلُونَكَ مِنَ الْأَنْفَالِ - اِي يَسْأَلُونَكَ عَنْ قِسْمَةِ الْغَنَائِمِ - مَا لَ غَنِيمَتُكَ تَقْبَلُكُمْ كَيْفَ  
 بائے میں پوچھتے ہیں۔

== اَصْلَحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ - اپنے باہمی احوال کی اصلاح کرو۔

۲:۸ = وَجِلَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ وَجِلَتْ مصدر (باب سجع) ڈرجاتے ہیں (ان کے دل) مَوْجِلٌ شیبی گڑھا۔ خوف کی نگہ۔

== تَلَيْتُ ماضی بھول۔ واحد مؤنث غائب۔ تلاوت کی جاتی ہیں۔ پڑھی جاتی ہیں (آیات مسکى)  
 == زَادَ ثُهُمُ - تو وہ زیادہ کر دیتی ہیں ان کو۔ وہ بڑھا دیتی ہیں ان کو۔ اِيْمَانًا بِحَيْثُ اِيْمَانِ  
 یعنی ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں۔ ان کا ایمان اور قوی ہو جاتا ہے۔

۵:۸ = كَمَا - جیسے۔

ان آیات کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے مختصراً ان کا پس منظر بیان کرنا ضروری ہے۔

شعبان المعظم ۲ھ میں مدینہ کے شمالی جانب ابو سفیان کی قیادت میں ایک تجارتی وفد شام سے مکہ کی جانب لوٹ رہا تھا۔ ان کی گزرگاہ مسلمانان مدینہ کی زد میں تھی۔ ابو سفیان نے حفظ ما تقدم کے طور پر امداد کے لئے مکہ کو اپنا آدمی دوڑایا جس نے حالات کو نہایت مبالغہ کے ساتھ مکہ والوں کے سامنے بیان کیا۔ اس پر مکہ سے ابو جہل کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار حملہ سامان حرب لیس ہو کر جنوبی مدینہ کی جانب چڑھ نکلا۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ قافلہ مسلمانوں کی زد سے بچ کر نکل گیا ہے اس پر ابو جہل کے کئی آدمیوں نے رائے دی کہ اب جب کہ مقصد پورا ہو گیا ہے ہمیں لوٹ جانا چاہئے لیکن ابو جہل اور اس کے لشکر کی اکثریت اس پر رضامند نہ ہوئی ان کا ارادہ تھا کہ مسلمانوں کی اس مختصر جمعیت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے جس سے نہ صرف ان کا مذہب بلکہ ان کی یہ تجارتی شاہراہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں سے محفوظ ہو جائے گی۔ لہذا انہوں نے آگے بڑھنے کا عزم کیا۔

ادھر مسلمانوں کو جب ایک طرف سے قافلہ کی آمد اور دوسری طرف کفار کے لشکر کی یلغار کا علم ہوا تو ان کے سامنے دو راستے تھے شمال میں قافلہ پر حملہ کر کے مال حاصل کریں۔ یا جنوب میں کفار کے لشکر کا مقابلہ کر کے دین حق کی سرابندی قائم کریں۔

باہمی مشاورت کے بعد بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر الذکر راستہ اختیار کرنے کا حکم



صادر فرمایا۔ چند ایک مسلمان اس فیصلہ پر اتنے خوش نہ تھے ان کے خیال میں وہ سیدھے موت کے منہ میں جا رہے تھے کیونکہ لشکر کفار کے جم غفیر اور مسلمانوں کی تعداد حقیر میں کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ مہر اُدھر ہر شخص کیل کاٹے سے لیس اور اُدھر مسلمانوں میں اکثر نہتے تھے۔ لیکن انجام کار حالات نے ثابت کر دیا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب بالکل برحق تھا۔ اور آخر کار حق ہی کی فتح ہوئی اور نتیجہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لئے خوشگوار نکلا۔

(یہ غزوہ بدر رمضان ۳؎ کا واقعہ ہے)

اب ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ایک فریق بدر کے میدان میں علی الرغم اور مجبوری نکلا تھا اب مال غنیمت کی تقسیم پر بھی بعض ناخوشش ہیں کیونکہ زمانہ جاہلیت میں جو مال جس کے ہاتھ آجاتا وہی اس کا مالک بن بیٹھتا تھا۔ اب خداوند تعالیٰ کا حکم آگیا کہ سارے کا سارا مال غنیمت اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہے جس طرح چاہیں تقسیم کریں۔ لیکن ان کو علم نہیں کہ گویا ہر یہ طریقہ تقسیم ان پر شاق ہے لیکن اس کے دور رس نتائج نہ صرف اسلام بلکہ ان کے اپنے حق میں بغایت خوشگوار ہوں گے۔

= اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ اَبْدَانِكَ بِالْحَقِّ۔ (جس طرح) تیرے رب کا تجھے اپنے گھر سے (کفار کے مقابلہ میں) نکالنا حق بجانب تھا۔ (اسی طرح خداوند تعالیٰ کا فرمان کہ اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ حق بجانب ہے)

= وَانَّ۔ میں واوِ حالیہ ہے حالانکہ یقیناً (مومنوں کا ایک گروہ ناخوش تھا)

۸: ۶ = يُجَادِلُوْكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا بَيَّنَّ۔ اس (تصادم) کو حق بجانب سمجھتے ہوئے بھی وہ آپ سے چر کر رہے تھے (حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی وہ آپ سے مجادلہ کر رہے تھے)

= كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۔ (وہ یوں محسوس کر رہے تھے) گویا وہ موت کو سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اس کے منہ میں (علی الرغم) ہانکے جا رہے تھے۔

(اس آیت پر انفال کے حکم اور کفار کے خلاف قتال کے حکم کا موازنہ ختم ہوا۔ ازاں بعد جنگ بدر کے واقعات کی تفصیل ہے)

۸: ۷ = وَاِذْ۔ جب۔ اس سے قبل اُذْکُرْ محذوف ہے (یاد کرو) یعنی اُذْکُرْ (ذکر)۔ یاد کرو جب۔

= يَعِدْکُمْ۔ وَعَدَ يَعِدُ۔ (ضَرْبِ) وہ وعدہ کرتا ہے۔ مضارع واعد مذکر غائب کُذْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے۔ جب اس نے تم سے



(دو گروہوں میں سے ایک کام وعدہ کیا تھا۔

= اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ - دو گروہوں میں سے ایک - يَحِدُ کا مفعول ثانی ہے

= اَنْهَآ لَكُمْ - کہ وہ تمہارے لئے ہے - اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ کا بدل ہے - یہاں طَائِفَتَانِ

(دو گروہ) سے مراد - ایک تو وہ قافلہ جو شام سے سامان تجارت لئے جا رہا تھا - اور دوسرا وہ مسلح

لشکر جو ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا - اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ تھا کہ ان

دونوں میں سے ایک پر تمہیں غلبہ دیا جائے گا (جسے تم منتخب کرو گے)

= تَوَدُّونَ - تم چاہتے ہو - وُدُّ سے مضارع جمع مذکر حاضر - باب مع - مَوَدَّةٌ مصدر

وَدَدٌ صیغہ مبالغہ - بہت چاہنے والا - بہت کرنے والا - ثَوَابٌ دیئے والا -

= الشُّوْكَةُ - کانٹا - مجازاً ہتھیار اور سختی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے -

= عَيْرِذَاتِ الشُّوْكَةِ جو قافلہ بغیر ہتھیاروں کے تھا - (یہاں مراد تجارتی قافلہ جو شام سے آ رہا) تھا

= يُحِقُّ - مضارع واحد مذکر غائب - منصوب بوجہ عمل اَنْ اَحْقَاقُ مصدر - سچ کو سچ کر دکھانے

حق کو قائم کر دے - حق کو ثابت کر دے - (باب انفعال)

= بِكَلِمَاتٍ - بایاتہ - اور بِأَمْوَالٍ - اپنی نشانیوں سے یعنی عین لڑائی کے دوران فرشتوں

کا مومنوں کی امداد کے لئے نزول اور کفار کے دلوں میں رعب کا چھا جانا - یا اپنے ارشاد و حکم کے

ذریعہ سے - کہ لڑنے کا حکم دے کر باوجود کمی اسلحہ و قلت تعداد کے با بنجام مسلمانوں کو فتح عطا کرنا

= يَقْطَعُ - مضارع واحد مذکر غائب - منصوب بوجہ عمل اَنْ قَطَعَ مصدر - تاکہ کاٹ دے

تاکہ ہلاک کر دے - (باب فتح)

= دَابِرَ - جرّ - بیخ - بنیاد - پچھاڑی - پیچھا - دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھرنے کے

ہیں - اسم فاعل واحد مذکر -

۹:۸ = تَسْتَخِثُوْنَ - تم فریاد کرتے ہو - تم فریاد چاہتے ہو اِسْتِغَاثَةٌ (استفعال)

سے کسی کو مدد کے لئے پکارنا - فَاَسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي

مِنْ عَدُوِّهِ (۱۵:۲۸) تو جو شخص ان کی قوم سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلہ میں

جو موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی -

غِيْثٌ مدد مانگنا اور پانی مانگنا بھی ہو سکتا ہے - غِيْثٌ بمعنی بارش - جیسے کَمَثَلِ

غِيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ (۱۰:۵۷) جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں

کو بھلی لگتی ہے -



إِسْتَجَابَ - اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتِجَابَةٌ (استفعال) سے مصدر جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔ صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف۔  
 = مُبِدٌ كُمْ - مضاف مضاف الیه۔ مُبِدٌ اسم فاعل واحد مذکر اِمْدَادٌ (افعال) مصدر۔ مدد دینے والا۔

= مُرْدِفَيْنِ ۙ الْبَرِّ ۙ - تابع۔ یعنی ہر وہ چیز جو دوسرے کے پیچھے ہو۔ لگاتار۔ پے درپے۔ ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے۔

۸: ۱۰ = دَمَا جَعَلَهُ ۙ - میں مَآ نافیہ ہے اور ۙ ضمیر قول کریم اَتَى مُبِدٌ كُمْ کی طرف راجع ہے ای امداد من اللہ۔ بعض کے نزدیک اس کا مرجع نزول المثلثۃ ہے جو امداد کی عملی صورت ہے۔  
 ۸: ۱۱ = يُغَشِّيكُمْ ۙ مضارع واحد مذکر غائب تَغَشَّى تَفْعِلَةٌ باب تفعیل سے مصدر ہے جیسے تَصَدِیْقَةٌ ۙ تا یاں بجانا۔ (۲۵: ۸) اور تَصْلِیْقَةٌ (۹۴: ۵۶) نماز پڑھنا۔ یا ایندھن کا آگ میں جلنا۔ یہاں باب تفعیل سے متعدی بدو مفعول آیا ہے مفعول اول کُمْ اور مفعول ثانی النَّعَاسُ اس نے غنوگی سے تم کو ڈھانپ دیا۔ وہ غنودگی سے تم کو ڈھانک رہا تھا۔  
 = النَّعَاسُ - اسم معرفہ۔ اونگھ (بھانوی) خفیف سی نیند (راغب)۔

= اَمْنَةٌ - مفعول لہ۔ امن و چین سے۔ یا مصدر ہے۔

= مِنْهُ ۙ ای من اللہ۔ اَمْنَةٌ کی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی تھی  
 = یہ ۙ میں ضمیر ۙ کا مرجع مآد ہے

= رِجْزٌ ۙ عقوبت۔ بلا، عذاب۔ کپکپا اور لرزائیے والا عذاب۔ پلیدی۔ دوسرے شیطانی۔ شیطان کا مومنین کو پیاس سے ڈرانا۔

= لِيُرْبِطَ ۙ تاکہ مضبوط کرے (تمہارے دلوں کو) رَبَطَ مصدر (باب ضرب) مضارع منصوب بوجہ لام تعلیل محذوف۔

= یہ ۙ ای بالمد یا ۙ ضمیر ربط کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

۸: ۱۲ = اَتَىٰ مَعَكُمْ ۙ - یُوْحٰی کا مفعول ہے۔ اور کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ملائکہ کے لئے ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ضمیر المؤمنین کے لئے ہے۔

= فَخَبَّتُوْا ۙ - تم ثابت قدم رکھو۔ تم استوار کرو۔ تم قائم رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ (خطاب ملائکہ سے)  
 = سَأَلْنِي ۙ - اِنْقَاءً سے۔ مضارع واحد متکلم۔ میں ڈال دوں گا۔

= خَوْقَ الدَّعْنَاقِ ۙ گردنوں پر۔ گردنوں کے اوپر کے حصوں پر۔



== بَنَان - بَنَانَةُ کی جمع ہے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے پورے اور بدن کے جوڑوں کو بھی بنان کہتے ہیں۔

قرطبی لکھتے ہیں کہ :- قیل المراد ببنان ههنا اطراف الاصابع من اليدين و الرجلين - وقال الضحاك البنات كل مفصل - یعنی بنان سے یہاں مراد ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے پورے ہیں۔ اور حضرت ضحاک کہتے ہیں - تمام جوڑوں کو بنان کہتے ہیں۔ یہاں فوق الاعناق اور بنان خاص طور پر کیوں مذکور فرمائے۔ اس کے متعلق متعدد توضیحات ہیں۔

منجملہ یہ کہ فوق الاعناق سر ہوتا ہے جو سب اہم حصہ جسم ہے۔ اور بنان - انگلیوں کے پورے - سب سے چھوٹے حصہ جسم ہیں۔ ان دونوں کو بیان کر کے تمام حصص جسم کو مراد لیا ہے یعنی جسم کے کسی حصہ کو نہ چھوڑو۔ (مارو - مارو، خوب مارو۔ کسی حصہ جسم کو نہ چھوڑو۔ اور پرانی محکم کے تحت بیان ہوا کہ کم کی ہنیز جمع مذکر ہائے المومنین کی طرف راجع ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ انی معکم کے متعلق دو قول ہیں۔

اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ ان کے ساتھ ہے۔ یعنی فرشتوں کے ساتھ ہے کہ اس نے ان کو مسلمین کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔

دوم۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہے پس تم (یعنی فرشتے) ان کی (مسلمانوں کی) مدد کرو اور ان کو ثابت قدم رکھو۔ یہی سب بہتر ہے کیونکہ اس کلام سے (یعنی انی معکم سے) مقصود خوف و روع کا ازالہ کرنا تھا اور کفار سے خوف و خطر مسلمانوں کو تھا نہ کہ فرشتوں کو۔

اسی طرح فاضلوا فوق الاعناق و اضربوا منهم کل بنان میں بھی حکم مومنوں سے ہے کیونکہ ملائکہ مقاتلہ و محاربہ کے لئے نازل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ یہ کام مومن مجاہدین کے ہاتھوں ہونا تھا۔ ملائکہ مومنین کی امداد اور تثبیت الاقدام کے لئے بھیجے گئے تھے۔

یعنی حیلہ موجبات فستح و ظفر عطا ہو چکے۔ یعنی النفاس - المار من السمار - تطہیر الاجسام و الارواح - اذہاب رجز الشیطان - ربط القلوب - تثبیت الاقدام - معیت خداوندی - القاء الرعب فی قلوب الکافرین - تو حکم ہوا کہ فاضلوا فوق الاعناق و اضربوا منهم کل بنان - تو اب ہمت کرو اور کافروں کی گردنیں اڑا دو اور کاٹ کاٹ کر رکھ دو۔

۸: ۱۳ = ذٰلِكَ - یعنی یہ کافروں کا قتل اور ان کو قیدی بنانا وغیرہ۔



= بِأَنَّهُمْ - ای بسبب

= شَاتِقُوا - انہوں نے مخالفت کی - شَاتِقَةٌ اور شِقَاقٌ سے ماضی جمع مذکر غائب - شاق کے معنی ہیں ضد - مخالفت - مقابلہ - اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا - شق طرف کو کہتے ہیں یعنی اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف کو چھوڑ کر مخالف طرف اختیار کر لی -

ذَلِكَ مُتَدَاہِے اور بَانَهُمْ شَاتِقُوا اللّٰهُ ورسولہ اس کی خبر ہے -

= مَنْ لِّشَاتِقِي - مضارع مجزوم مکسور بالوصل - واحد مذکر غائب - باب مفاعله - جو مخالفت کرتا ہے -

۱۴:۷ = ذٰلِكُمْ - کافروں سے خطاب ہے - اے کافرو! یہ سزا ہے تمہاری -

= فَذُوْا قُوَّةً - پس چکھو اسے - ضمیر واحد مذکر غائب - اس سزا کی طرف راجع ہے جس طرف ذٰلِکُمْ میں اشارہ ہے - یعنی یہ موجودہ سزاتو اب چکھو -

= وَاَنَّ لِلْكَافِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ وادعاطفہ بھی ہو سکتی ہے اور وادع معنی مع بھی - یعنی یہ عذاب عاجلہ تو اب چکھو - اور اس کے ساتھ عذاب آجلہ آخرت میں ملیگا جو جہنم کا عذاب ہے

۱۵:۷ = زَحْفًا - زَحَفٌ يَزْحَفُ (فتح) کا مصدر ہے زَحْفًا حال ہے مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کا - یعنی در آلِ مالِکِہ کفار کثیر التعداد ہوں -

زمخشری لکھتے ہیں - زحف وہ ابنوہ در ابنوہ لشکر ہے جو اپنی کثرت کی بنا پر ایسا معلوم ہونے لگے کہ گویا گھسیٹ رہا ہے یہ زَحَفُ الصَّبِيّ سے ہے جس کا استعمال بچہ کے سرین کے بل ذرا ذرا گھسٹنے کے لئے آتا ہے مصدری اسم ہو کر مستعمل ہے - اس کی جمع زُحُوف ہے

= فَلَا تَوَلَّوْهُمُ الْاَذْبَارَ - تو ان کی طرف اپنی پیٹھیں مت پھیر - ادبار جمع دُبُر کی

۱۶:۸ = مُتَحَرِّفًا - اسم فاعل منصوب - مفرد - تَحَرَّفٌ مصدر - (باب تَفَعَّلُ) مڑنے

والا - پھرنے والا - دشمن کو فریب دینے کے لئے پیٹھ پھیرنے والا - تاکہ پلٹ کر حملہ کرے یا لوٹ کر مسلمانوں کی صف میں آکر مل جائے تاکہ مدد حاصل کر سکے - پتیرا بد لئے والا - اصل مادہ حَرَفٌ ہے -

= مُتَحَيِّرًا - اسم فاعل منصوب مفرد مذکر - تَحَيَّرٌ مصدر باب تَفَعَّل - مڑ کر سمٹ کر اپنی جماعت کی طرف آنے والا تاکہ ساتھیوں کی مدد لے کر دوبارہ حملہ کر سکے -

اصل مادہ حَوَّذَ اجوف وادی ہے - مُتَحَيِّرٌ - چھپیدہ - چوڑی دیا ر سانپ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سمٹا ہوا مڑا ہوا ہوتا ہے - اَخُو زَوْجِکَ (افعال) اس نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا -



جمع کر لیا۔

== باز۔ اس نے کمایا۔ وہ پھرا۔ وہ لوٹا۔ (باب نصر) بَوَّاءُ سے جس نے معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہوا کرنے کے ہیں۔ مجازاً کمانے اور لوٹنے۔ اقرار کرنے کے بھی آتے ہیں۔

== مَادُوں۔ مَادُوں مضاف۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کا ٹھکانہ اس کی جگہ اَدُوں یَادُوں (ضرب) سے مصدر اور اسم طرف۔

قرآن میں جہاں مَادُوں بصورت اضافت استعمال ہوا ہے وہاں اسم طرف کے معنی میں آیا ہے۔ اور جہاں بغیر اضافت کے استعمال ہوا ہے وہاں مصدری معنی مراد ہیں مثلاً عِنْدَ هَاجَتِ الْمَادُوں (۱۵: ۵۳) میں مَادُوں مصدر۔ مضاف الیہ ہے۔

== الْمَصِيْرُ۔ اسم طرف مکان۔ نیز مصدر۔ صَارَ يَصِيْرُ (ضرب) سے۔ صِيْرُ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔ قرار گاہ۔

۸: ۱۷۔ رَمِيَتْ۔ تو نے پھینکا۔ رَمَى يَوْمِي (ضرب) سے ماضی واحد مذکر حاضر۔ ناقض بانی

== لِيَبْلِي۔ لام تعلیل۔ مضارع واحد مذکر غائب ابْلَى يَبْلِي (باب افعال) ابْلَاءُ مصدر بَلَوْتُ بَلَاءً مادہ۔ بَلَى و بَلَاءُ کے معنی کپڑے کا پرانا اور بوسیدہ ہونے کے ہیں۔ اسی سے بَلَاءُ الشَّفَرُ۔ ای ابْلَاءُ کا محاورہ ہے۔ یعنی سفر نے اسے لاغر کر دیا اور بَلَوْتُكَ کے معنی ہیں میں نے اسے آزمایا۔ گویا کثرت آزمائش سے میں نے اسے کہنہ کر دیا اور اسی آزمائش کے معنی میں اس کا اکثر استعمال ہوتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ (۱۵۵: ۲) اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک سے تمہاری آزمائش کریں گے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْبَلَاءُ الَّذِيْ هٰذَا لَهٗوَ الْبَلَاءِ الْمُبِيْنِ (۱۰۶: ۳۷) بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی۔ تکلیف کو بھی بَلَاءُ کہا گیا ہے کیونکہ تکلیف بھی ایک طرح کی آزمائش ہی ہے۔ جیسے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَنَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (۳۱: ۴۷) ہم تم کو ضرور آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تم میں سے مجاہدین اور ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کریں (یعنی جہاد کی تکلیف میں مبتلا کر کے)۔

اللہ تعالیٰ کبھی بندوں کا تنگی کے ذریعہ امتحان لیتے ہیں کہ ان کے صبر کو جانچیں اور کبھی خوش حالی سے آزماتے ہیں کہ اس کے بندے شکر گزار بنتے ہیں یا نہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کما حقہ صبر کرنا آسان ہے بہ نسبت کما حقہ شکر کرنے کے۔ کیونکہ آرام و آسائش میں انسان زیادہ نفسانی خواہشات میں محو ہو جاتا ہے اور اپنے منعم کو اور اس کا شکر بجالانے کو بھول جاتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں مَنْ دُسِّعَ



عَلَيْهِ دُنْيَاهُ فَخَلَمَ لَعَلَّمُ إِنَّهُ قَدْ مُكِرَ بِهِ فَهُوَ مَخْدُوعٌ عَنْ عَقْلِهِ۔ جس پر دنیا فراخ کی گئی اور اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ آزمائش کی گرفت میں ہے تو وہ فریب خوردہ اور عقل و فکر سے محروم ہے۔

اور حضرت عمرؓ کا قول ہے بَلِينَا بِالضَّرَآءِ فَصَبِرْنَا وَبَلِينَا بِالسَّرَّاءِ فَلَمْ نَصْبِرْ۔ تکلیف سے ہمیں آزمایا گیا تو ہم نے صبر کیا اور قراخ حالی سے ہمیں آزمایا گیا تو صابر نہ نکلے ان ہی معانی کی روشنی میں بعض نے لیبلی المؤمنین منہ بلاءً حسناً کا ترجمہ کیا ہے۔ تو یہ اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے۔ (تفہیم القرآن) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنی جانب سے ایک باوقار آزمائش سے آزمائے۔ (عید اللہ یوسف علی) لیکن جمہور مفسرین نے بلاء کا معنی احسان۔ عطا اور نعمت لیا ہے۔ اور یبلی کا مطلب عطا کرنا یا نعمت سے نوازنا۔ الخازن لکھتے ہیں :-

فقد اجمع المفسرون علی ان البلاء هنا بمعنى النعمة۔ مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہاں بلاء سے مراد نعمت ہے۔

صاحب کشاف رقمطراز ہیں :-

ولیبلی المؤمنین منہ بلاءً حسناً۔ ای لعیبہم عطاءً جمیلاً۔ تاکہ مومنین کو عطا جمیل نوازے۔

بیضاوی لکھتے ہیں :-

ولینعم علیہم نعمة عظيمة بالنصور والغنمة۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو فتح اور مال غنیمت کی نعمت عظیم عطا فرمائے۔

صاحب منتهی الادب نے منجملہ دیگر معانی کے اَبْلَاءُ بَلَاءُ کا معنی نعمت داد اور ا۔ کیا، یعنی کفار کا مومنوں کے مومنوں کے باسحقوں قتل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے السَّهْمُ کا معجزہ اس واسطے عمل میں لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو فتح اور مال غنیمت کی نعمتوں سے نوازے۔

۱۸: ۸ = ذَلِكُمْ۔ یہی۔ کُمْ ضمیر جمع مخاطب۔ یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ تھا (اشارہ ہے بلا حسن کی طرف) معطوف علیہ



= د - عطف کے لئے ہے۔ اور (جہاں تک کافروں کا تعلق ہے ان کے ساتھ معاملہ یہ ہے)  
= اِنَّ اللّٰهَ مُؤْتِيْ كَيْدِ الْكَافِرِيْنَ - معطوف ہے ذلِکُمْ پر۔

= مُؤْتِيْ اسم فاعل - واحد مذکر - مضاف - دَهْنُ مَادَّة - کمزور کرنے والا۔

= کَيْدِ الْكَافِرِيْنَ - مضاف مضاف الیہ - دونوں مل کر مُؤْتِيْ کے مضاف الیہ۔

کافروں کی چال - کافروں کا مکر و فریب - اس کی جمع کیاؤ ہے

۸: ۱۹ = تَسْتَفْتِحُوْا - تم فتح چاہتے ہو - تم فیصلہ چاہتے ہو۔ (باب استفعال) اِسْتَفْتَحَ سے جمع مذکر حاضر۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا ہے۔ اصل میں تَسْتَفْتِحُوْنَ تھا۔

فتح الحاکم بَيْنَ النَّاسِ - حاکم نے لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا۔ اَلْفَتْحَ صیغہ مبالغہ۔

قاضی - فیصلہ کرنے والا - یہاں خطاب کافروں سے ہے۔ انہوں نے انصاف مانگا تھا

کہ جب کفار مکہ سے روانہ ہوئے تھے تو غلاف کعبہ کو بکڑ کر انہوں نے دعا مانگی تھی اَللّٰهُمَّ

اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ عَلَى الْحَقِّ فَانصُرْهُ وَاِنْ كُنَّا عَلَى الْحَقِّ فَانصُرْنَا اے اللہ اگر محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حق پر ہیں تو ان کو فتح دے اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں فتح دے۔

سوارشاد ہو رہا ہے کہ اگر تم فیصلہ کے طلبکار تھے فقد جاءکم الفتح تو لو فیصلہ تمہارے

پاس آ پہنچا۔

= اِنْ تَشْتَهُوْا - اگر تم باز آ جاؤ۔ اِنْتِهَاءُ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے مضارع - جمع مذکر حاضر۔ اِنْ

شرطیہ کی رو سے نون اعرابی گر گیا۔

= اِنْ تَعُوْذُوْا - اگر تم پھر کرو گے (شرارت) عُوْذٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی

بوجہ اِنْ شرطیہ ساقط ہو گیا۔

= نَعُوْذُ - مضارع جمع متکلم - عُوْذٌ مصدر (باب نصر) ہم بھی دوبارہ کریں گے۔ (یعنی ہم بھی پھر

تمہیں سزا دیں گے)

= تَغْنِيْ - وہ کام آئے گی - وہ کفایت کرے گی - اِغْنَاءٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔

= فِدَتْکُمْ - تمہارا گروہ - تمہاری جمعیت۔

۲۰: ۸ = لَا تَوَلَّوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ مت پھرو۔ تَوَلَّیٌ سے بمعنی منہ پھیرنا۔ اصل میں

تَوَلَّوْا تھا۔ ایک تار حذف ہو گئی۔

= عَنْہُ - میں ۛ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ

بموجب ارشاد باری تعالیٰ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ (۸۰: ۴) جس نے رسول



رسول اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ گویا رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

یا یہ ضمیر اللہ اور اس کے رسول دونوں کی طرف راجع ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔  
وَاللَّهُ دَرَسُؤْلُهُ أَهَقُ أَنْ تُرْضُوهُ۔ (۶۲:۹) حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے راضی کریں۔

یا یہ ضمیر امر بالطاعت کی طرف راجع ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔

۲۲:۸ = شَرَّ الدَّوَابِّ۔ الدَّوَابُّ کی جمع ہے۔ جانور۔ چارپائے۔ پاؤں دھرنے والے۔ رینگنے والے جانور۔ تمام جانوروں میں سب سے بدتر۔ شَرَّ اصل میں اَشْرَّ تھا۔ کثرت استعمال سے سہزہ ساقط ہو گیا۔ اسی طرح خیر بھی اصل میں اَخیر تھا۔  
= الصَّمُّ الْبُكْمُ۔ بہرے اور گونگے۔

ان لوگوں کو جو سنتے ہیں مگر کان نہیں دھرتے تصدیق حق نہیں کرتے۔ ان کو زمرہ حیوانات میں شامل کیا۔ پھر ان کو سب سے بدتر زمرہ میں رکھ دیا کہ حیوان بھی ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ بہرے اور گونگے ہیں کہ سمجھتے ہی کچھ نہیں۔

۲۳:۸ = لَا سَمْعَهُمْ۔ وہ ان کو ضرور سنا دیتا۔ اِسْمَعُ (افعال) سے بمعنی سنا دینا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب لام برائے تاکید۔  
= وَهُمْ مُعْرِضُونَ۔ واو حالیہ۔ اور هُمْ مُعْرِضُونَ حال ہے۔ در آنحالیکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوں گے۔

۲۴:۸ = اِسْتَجِیْبُوْا۔ تم حکم مانو۔ تم قبول کرو۔ استجابة (استفعال) سے امر جمع مذکر حاضر = دَعَاكُمْ۔ دعا۔ ماضی واحد مذکر غائب یہاں بھی ضمیر واحد آئی ہے جس طرح ۲۰:۸ میں عَنْهُ میں آئی ہے۔

= لِمَا يُحْيِيكُمْ۔ ای الی شئ الذی یحییکم۔ ایسے امر کی طرف جو تمہارے مردہ دلوں کو اور روحوں کو حیات نو بخشتی ہے۔

= يَحْوِلُ۔ حَوْل سے باب نصر مضارع واحد مذکر غائب۔ اللہ اڑ بن جاتا ہے۔ اللہ حائل ہو جاتا ہے۔

= قَلْبِهِ۔ ای اھواند۔ اس کے ارادے۔ اس کی خواہشات۔ یعنی اس کے دلی ارادوں اور



خواہشات کی تکمیل اس کے اپنے بس کی بات نہیں بلکہ یہ خداوند تعالیٰ کے قہر و قدرت میں  
 ۲۵:۸ = خَاصَّةً - خاص کر۔ چن کر۔ خَصَّ سے جس کے معنی مخصوص کرنے کے ہیں۔ یہ یا  
 تو الذین ظلموا منکم کو مخصوص کرنے کے لئے ہے یعنی ڈرو اس فتنہ سے جس کی ثامت  
 اعمال مخصوص طور پر ان ہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی۔ جنہوں نے تم میں سے ظلم کا ارتکاب  
 کیا ہو (بلکہ دوسرے بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں) مراد اس سے اجتہادی فتنے ہیں مثلاً  
 امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل ہو جانا۔ ترک جہاد۔ میدان جہاد سے فرار وغیرہ  
 ۲۶:۸ = مُسْتَضْعَفُونَ - اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ (باب استفعال) اِسْتَضْعَفْتُ سے  
 ناتواں اور کمزور سمجھے گئے۔ عاجز پائے جانے والے لوگ۔ یعنی تمہیں حقیر اور ناتواں خیال کیا  
 جاتا تھا۔

= يَتَخَطَّفُكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب۔ کم ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ تَخَطَّفَ (تَفْعَلُ)  
 مصدر۔ کہ تم کو اچک لیں۔ تم کو جھپٹ لیں۔

خَطَفَ يَخْطِفُ (ضرب) و اِخْطَطَفَ يَخْطِطِفُ اِخْطِطَافٌ (افتعال) کسی چیز  
 کو سرعت سے اچک لینا۔ یکاد البرق یخطف البصار ہم (۲۰:۲) قریب ہے کہ بجلی کی  
 چمک ان کی آنکھوں کی بصارت کو اچک لے۔

و يَتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (۲۹:۶۷) اور لوگ ان کے گرد و نواح سے اچک  
 لئے جاتے ہیں۔

= اُولَئِكَمُ - اس نے تم کو ٹھکانہ دیا۔ اس نے جگہ دی۔ اِیَوَاءُ سے ماضی واحد مذکر  
 غائب۔ کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ادی۔ مادہ

= اَيَّدَكُمْ - تم کو قوت دی۔ تمہاری مدد کی۔ تَامَّدُ (تَفْعِلُ) سے جس کے معنی  
 مدد کرنے اور قوت دینے کے ہیں۔

۲۷:۸ = لَا تَخُونُوا - تم خیانت نہ کرو۔ خِيَانَةٌ سے (باب نصر)

= تَخُونُوا اَمَانَتَكُمْ - تَخُونُوا مضارع مجزوم ہے اور لَا تَخُونُوا پر عطف ہے

تقدیر کلام یوں ہے وَلَا تَخُونُوا اَمَانَتَكُمْ - اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو

= وَاَنْتُمْ تَعْلَمُونَ - اور تم اس خیانت کے قبیح اور مذموم ہونے کو جانتے ہو۔

۲۸:۸ - فِتْنَةٌ - آزمائش۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات مختلف معانی

میں استعمال ہوئے ہیں۔



۲۹:۸ = يَجْعَلُ لَكُمْ - يَجْعَلُ - مضارع مجزوم بوجه جواب شرط - پیدا کرے گا تمہارے لئے - مہیا کرے گا تمہیں -

= فُرْقَانًا - فرقان کے لفظی معنی فرق کرنے والی چیز کے ہیں - مفسرین نے اس جگہ متعدد معانی لئے ہیں  
۱۔ نور و توفیق - جو حق و باطل کو الگ الگ کرتا ہے -

۲۔ فتح - جو حق کو باطل سے اور کفر کو اسلام سے - یقین کو شبہات سے نتیجہً الگ الگ کر دیتی ہے  
۳۔ وہ چیز جو تمہارا تمام ڈر دور کر دے گی - مایفروق بلیکم و بین ما تخافون - جو تمہارے اور جس سے تم ڈرتے ہو اس کے درمیان فرق کرے

۴۔ ایسے معجزات کہ جن سے تمہیں دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل ہوگا - اور تمہاری شہرت ہوگی -  
= يَكْفُرُ - مضارع مجزوم بوجه جواب شرط - دور کر دیگا - زائل کر دیگا -

۳۰:۸ = لِيُثَبِّتُوكَ - لام تعلیل کے لئے - يَثْبُتُوا - اِثْبَاتٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب تاکہ تم کو قید کر لیں - گرفتار کر لیں - باندھ لیں -

= يَمْكُرُ - مضارع واحد مذکر غائب - وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے - یا کر رہا تھا (ملاحظہ ہو ۴: ۹۹)  
۳۱:۸ - اَسَاطِيرُ - کہانیاں - من گھڑت لکھی ہوئی باتیں - اَسْطُورَةٌ کی جمع

۳۳:۸ = وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ - وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ  
اور جب تک تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان (مشرکین مکہ) میں موجود تھا - تو اللہ ان کو عذاب دینے کا نہ ہوا - اور نہ ہی وہ ان کو عذاب دینے والا ہوا جب تک وہ استغفار کر سکتے تھے یعنی ان میں یہ صلاحیت موجود تھی -

وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں -

بعض کے نزدیک یہ کہ جب مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے تو یہ پڑھتے تھے - لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ  
لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ هَوْلَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ غَفْرَانِكَ - اسی طلبِ غفران کی وجہ سے وہ عذاب سے مامون رہے - لیکن یہ صورت حال تو فتح مکہ تک بدستور رہی اور اس کی موجودگی میں ہی فتح مکہ کی صورت میں وہ معتوب ہو گئے -

بعض نے کہا ہے کہ دن کو وہ یہ کہتے ان کاں هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء - لیکن رات کو اپنی ندامت کا اظہار کرنے اور دعا کرتے غفرانک اللهم لهذا ان پر عذاب نہ آیا - لیکن اس میں بھی وہی مذکورہ بالا اعتراض ہو سکتا ہے اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں - سب سے زیادہ قابل فہم وہی ترجمہ ہے جو اوپر کیا گیا ہے یہ ترجمہ عبد اللہ یوسف



علی نے کیا ہے اور تفہیم القرآن میں بھی اس مفہوم کو اختیار کیا گیا ہے۔  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے :

وَفِيهِمْ مَنْ سَبَقَ لَهُ مِنَ الْعَنَاءِ أَنَّهُ يُؤْمِنُ وَيَسْتَغْفِرُ. مِثْلَ ابْنِ سَفِيَانَ بْنِ

حَرْبٍ - صَفْوَانَ بْنِ أُمَيَّةٍ - عَكْرَمَةَ بْنِ أَبِي جَهْلٍ وَسَهِيلَ بْنَ عَمْرٍو -

اور ان مشرکین میں بعض ایسے تھے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی عنایت کر رکھی تھی کہ وہ ایمان لے آئیں گے اور اپنی سابقہ غلط روی کی معافی مانگ لیں گے۔

۸: ۳۴ = دَمَائِهِمْ - اور کیا عذر ہے ان کے لئے - کیا وجہ - کیا امر مانع رہ گیا ہے ان کے لئے

= يَصُدُّونَ - صَدَّ يَصُدُّ (نَصْر) سے مضارع جمع مذکر غائب - وہ باز رکھتے ہیں وہ روکتے ہیں

= أَوْلِيَاءُ - میں ہُوَ ضمیر واحد مذکر غائب المسجد الحرام کی طرف راجع ہے - أَوْلِيَاءُ

اس کے متولی - اس کی ولایت کے مستحق - مضاف - هُوَ مضاف الیہ - أَوْلِيَاءُ جمع ہے اس کا

واحد ولی ہے

۸: ۳۵ = مُكَاً - منہ سے سیٹی بجانا - اور انگلیوں سے چٹکی بجانا - مَكَا يَمْكُو (نَصْر) مُكَاً

کے معنی پرند کے سیٹی بجانے کے ہیں -

(مشرکین و کفار کی نمازیں روح ہونے کے اعتبار سے پرندوں کی سیٹی کے بمنزلہ ہے -

مُكَاً مَكُوً - دونوں مصدر ہیں - مَكُوً مادہ -

= تَصْدِيَةً - صَدَّ يَصُدُّ (تَفْعِيل) بِئِدَ يَهُ - دونوں ہاتھوں سے

تالی بجانا - الصَّدَّ يَصْدُ ائے بازگشت کو کہتے ہیں -

مشرکین کی نماز کو مکار و تصدیہ اس کے بے روح ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے جیسا کہ

بحوالہ بالا - راغب نے تحریر کیا ہے - یا جیسا کہ امام قرطبیؒ نے لکھا ہے -

كَانَتْ قَوْلِيْشَ تَطُوْنَ بِالْبَيْتِ عَرَاةً لِّصَفْقَوْنَ وَلِصَفْوَوْنَ فَكَانَ ذَلِكَ عِبَادَةً

فِي ظَنِّهِمْ - قریش ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے اور تالیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے اور

ان کے خیال میں یہ عبادت تھی -

حضرت ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ کفار طوافِ کعبہ بالکل ننگے ہو کر کیا

کرتے تھے اور سیٹیاں اور تالیاں بجانا ان کی نماز تھی -

= فَذُقُوا الْعَذَابَ - پس چکھو عذاب - العذاب سے مراد جنگ بدر میں ان کی

ہزیمت اور ان کا قتل اور اسیر ہونا مراد ہے -



۳۶:۸ = فَيَنْفِقُونَهَا - سَيَسْتَقْبِلُ كے لئے آیا ہے - يَنْفِقُونَ - انفاق سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور ہا ضمیر واحد متوثن غائب اموال کی طرف راجع ہے (یہ آئندہ بھی اسی طرح) خرچ کریں گے۔

= لَمْ تَكُونُ - اے تم نہ تھو عاقبۂ انفاق تھا۔ پھر ان کا یہ مال خرچ کرنا ان کے لئے باعثِ حسرت (وندامت) بن جائے گا۔

= جَهَنَّمَ - اگر مجبور ہے لیکن م بالفتح آیا ہے بوجہ غیر منفرف ہونے کے - غیر منفرف بوجہ عجزہ اور تانیث کے ہے

= يُحْشَرُونَ - يُسَاقُونَ - ہانک کر لیجائے جائیں گے - مضارع مجہول جمع مذکر غائب ۳۷:۸ = فَيَرْكُمَهُ دَكُومٌ - مصدر سے مضارع واحد مذکر غائب - کُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب باب نصر - کُ ضمیر الخبیث کی طرف راجع ہے - الخبیث یہاں اسم جنس ہے - یعنی خبیثوں کا گروہ - خبیث لوگ۔

= فَيَجْعَلُهُ - پھر ڈال دے اس جنس خبیث کو۔

= اُولَٰئِكَ - الفريق الخبیث۔

۳۸:۸ - يُخَفِّرُ - مضارع مجہول واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط - معاف کر دیا جائے گا۔

= يَعْوَدُونَ - جمع مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط - عَوَدٌ مصدر - باب نصر، اگر وہ لوٹے - اگر انہوں نے دوبارہ لڑائی کی - اگر انہوں نے پہلی کرتوتیں دہرائیں۔

= فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلَیْنَ - تو پہلے (نافرمانوں) کے ساتھ ہمارا طریقہ عمل گزر چکا ہے یعنی ماضی میں جب بھی نبیوں کی امتوں نے ان کی نافرمانی کی تو جو سلوک ہم نے ان کے ساتھ کیا تھا وہ تاریخ میں موجود ہے اور یہ جانتے ہی ہیں - مکافات عمل کا وہی قانون ان پر بھی لاگو کیا جائے گا۔

۳۹:۸ = فِتْنَةٌ - اے فساد فی الارض (منظری) شرک (بیضاوی)

= اَلدِّیْنُ - دین الاسلام - الخازن - مدارک التنزیل - بیضاوی - الکشاف۔

الدِّین - بمعنی القہر - الغلبۃ - الاستعلاء - والسلطان - یعنی غلبہ - بالادستی۔

قُوَّت و اقتدار - (منظری)

= مَوْلٰیكُمْ - ناصرکم و معینکم - تمہارا حامی و مددگار۔







يَا رَّةُ  
وَاَعْلَمُوا

(۱۰)  
الْاَنْفَالُ وَالتَّوْبَةُ







بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ

۸: ۴۱ = اَنَّمَا = اَنَّ اور مَا سے مرکب ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل بمعنی بیشک تحقیق۔ سبجز اس کے نہیں۔ مَا۔ موصولہ ہے بمعنی الَّذِي۔ جو چیز۔ جو مال۔  
 = غَنِمْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ (باب سمع) غَنِمْتُ اور غَنَيْمَةً۔ مصدر۔ الْغَنَمُ۔ بکریاں۔ وَمِنْ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ (۶: ۶) اور گائیوں اور بکریوں میں سے۔ الْخ۔ الْغَنَمُ کہیں سے بکریوں کا ہاتھ لگنا۔ ان کو حاصل کرنا۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز پر بولا جانے لگا جو دشمن یا غیر دشمن سے حاصل ہو۔ خاص طور پر فتح کے بعد دشمن سے چھینا ہوا مال۔  
 غَنِمْتُمْ تم نے دشمن سے پایا۔ یا چھینا۔ لیکن غیر دشمن سے حاصل شدہ مال بھی غنیمت میں شمار ہے۔ قرآن میں ہے فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمٌ كَثِيرَةٌ (۴: ۹۴) سوائے کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔

= مِنْ شَيْءٍ۔ مِنْ بیانہ ہے۔ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ۔ جو کوئی چیز بھی تم مال غنیمت میں حاصل کرو۔

= ذِي الْقُرْبَىٰ۔ الْقُرْبَىٰ۔ اسم مصدر ہے بمعنی قرابت۔ رشتہ داری۔ ذِي بمعنی ذُو۔ بحالت جر ہے۔ والا۔ صاحب۔ ذِي الْقُرْبَىٰ۔ قرابت رکھنے والا۔ رشتہ دار۔ قرابت دار۔  
 = ابْنِ السَّبِيلِ۔ مسافر۔ راہ نورد۔

= وَمَا أَنْزَلْنَا۔ بِاللَّهِ پر معطوف ہے۔ اور مَا أَنْزَلْنَا سے مراد وہ آیات جو جنگ بدر کے دوران نازل ہوئیں۔ الْمَلَائِكَةُ جو مسلمانوں کی امداد کو بحکم انیز دی اتر کر شامل ہوئے اور فتح جو نتیجہ حاصل ہوئی

= يَوْمَ الْفُرْقَانِ۔ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے والا دن۔ مراد یہاں یوم بدر ہے۔  
 = التَّقَىٰ۔ آمنے سامنے ہوئے۔ بالمقابل ہوئے۔ ان کی مڈ بھڑ ہوئی۔ ماضی واحد مذکر غائب



الْبِقَاءُ مصدر انتعال، لقی مادہ

= الْجَمْعُ - دو گروہ - دو فوجیں - جَمْعٌ کا تثنیہ ہے مراد یہاں مسلمانوں کی فوج اور کفار کی فوج ہے۔

۸: ۴۲ = اِذْ يَأْتِيَنَّكَ الْفُرْقَانِ سے بدل ہے یا اس کی تقدیر یوں ہے اُذْکُرُوا اِذَا اَنْتُمْ۔

= الْعُدُوَّةُ - جانبِ وادی - کنارہ - اس کی جمع عُدَدٌ ہے اس کو عین کی کسر کے ساتھ عِدَّةٌ بھی پڑھا جاتا ہے اس صورت میں اس کی جمع عِدَدٌ ہوگی۔

بدر کے اطراف و جوانب میں جو پہاڑ ہیں ان کے مختلف حصے مختلف ناموں سے موسوم ہیں ان میں سے دو پہاڑیاں جو دور سے ریت کے دو سفید تودوں کی شکل میں دکھائی دیتی ہیں۔ اب بھی ان میں سے جو پہاڑی مدینہ منورہ کی جانب ہے اس کا نام العِدُوَّةُ الدَّنیَا ہے اور دوسری جو مکہ کی طرف ہے العِدُوَّةُ الْقُصْوٰی سے موسوم ہے اور جو بہت اونچا سا پہاڑ ان دونوں کے درمیان ہے وہ آجکل حیل اسفل کہلاتا ہے کیونکہ اس کے نیچے نیچے ابوسفیان اپنے تجارتی قافلہ کا راستہ کاٹ کر سمندر کے کنارے کنارے گزر گیا تھا جو بدر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بایں الفاظ آیا ہے وَالرَّكِبُ اسْفَلَ مِنْكُمْ۔ (اور کارواں تم سے نیچے تھا)

= الدُّنْيَا - اَدْنٰی کی مونث ہے جو دُنٰی يَدْنُو (قریب ہونا) سے افعَل التفضیل کا صغیر ہے مراد وادی بدر کی وہ سمت جو مدینہ منورہ سے قریب تر تھی۔

= الْقُصْوٰی - اَقْصٰی سے مونث ہے جو قُصٰی يَقْصُو سے اسم تفضیل ہے اور یہاں العِدُوَّةُ الْقُصْوٰی سے مراد بدر کی وادی کی وہ جانب جو مدینہ منورہ سے دور والی جانب واقع تھی۔

= الرَّكِبُ - کارواں - قافلہ سوار - رَاكِبٌ کی جمع جس کے معنی سوار کے ہیں۔

= تَوَاعَدْتُمْ - تم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تَوَاعَدٌ (تفاعل) سے ماضی جمع مذکر ماضی۔

= لَاخْتَلَفْتُمْ - اِخْتِلَافٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ لام تاکید کے لئے۔ تم ضرور آپس میں اختلاف کرتے۔

= الْمِيعَادُ - طرفِ زمان - وعدہ کا وقت۔

وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ - اور اگر تم ہر دو فریق یعنی مسلمان ایک طرف اور کفار دوسری طرف ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کا وعدہ کرتے تو تم دونوں وقتِ وعدہ کی خلاف ورزی



کرتے اور تقدیم و تاخیر سے کام لیتے۔ یعنی تم اس واسطے باز رہتے کہ تمہارے مقابلہ میں ان کی تعداد کثیر تھی اور وہ باقاعدہ مسلح تھے اور وہ اس واسطے کتر جاتے کہ ان کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہیبت تھی۔ اس طرح تم ایک دوسرے کے آمنے سامنے نہ آتے۔

== وَ لَکِنُّ اِی وَ لَکِن اللّٰهُ جَمَعَهُ عَلٰی غَیْرِ مِیْعَادٍ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تم ہر دو فریق کو کسی مقررہ وقت کے بغیر ہی آپس میں ٹکرا دیا۔ (کیونکہ مسلمان مدینہ سے قافلہ کے لئے نکلے تھے اور کفار مکہ سے قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ لیکن بعد میں حالات نے مشیت ایزدی کے تحت ان کو جنگ بدر میں باہم ٹکرا دیا۔

== لَیْقُضِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَضَاءُ مصدر۔ (باب ضرب) قَضٰی یَقْضِیْ کر وہ پورا کر دے۔

== لَیْقُضِیْ اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ط تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کو پورا کر دے جس نے ہونا ہی تھا۔ (یعنی جس کے ظہور میں آ جانے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر چکا تھا)

== لَیْهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَیِّنَةٍ۔ جو ہلاک ہوتا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو۔ یعنی دلیل روشن ظاہر ہو گئی۔ حق و باطل کی تمیز کھلم کھلا سامنے آ گئی۔ حق کی فتح اور باطل کی شکست نے ہر دو کی حقیقت کو واضح کر دیا۔ اچھا اور بُرا راستہ معلوم ہو گیا۔ اب اگر کوئی جان بوجھ کر باطل اختیار کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دینا چاہتا ہے تو ڈال دے (کیونکہ کفر ہلاکت ہے)

== وَ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ۔ اور جسے زندہ رہنا ہے تو وہ اب حق کی فتح کو دیکھ کر یقین محکم سے حق پر زندہ ہے (حق زندگی ہے)

۸: ۴۳ = اِذْ یُرِیْکَہُمْ اللّٰهُ۔ اِی و اذ کر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ علیک اذ یریکہم۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو (خواب میں دشمنان قلیل تعداد میں) دکھائے تھے۔

== اَرٰیکَہُمْ۔ یُرِیْکَہُمْ۔ اِذَا رَءَیْہُمْ (باب افعال) سے۔ ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ہُمْ ضمیر مفعول ثانی۔ جمع مذکر غائب۔ اس نے تم کو وہ دکھائے۔ وہ تم کو وہ (دشمن) دکھا گیا رَآیْ مَادَہ

== کَفَشَلْتُمْ۔ لام تاکید۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ فَشَلَّ (باب سمع) سے مصدر۔ فَشَلَّ کے معنی ہیں کم ہمت ہو جانا۔ بزدلی کے ساتھ کمزور ہو جانا۔ تم لپٹ ہمت ہو گئے یا ہو جاؤ گے۔



تم ہمت ہار دیتے۔

= لَتَنَازَعْتُمْ۔ تم ضرور ایک دوسرے کے ساتھ تنازعہ کرتے۔ جھگڑتے۔ تنازع (تفاعل) سے باہم کشاکشی اور جھگڑا کرنا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔

= سَلَّمَ۔ (باب تفعیل) تَسَلَّمَ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے بچا لیا۔

۴۴: ۸ = يُرِيكُمُوهُمْ۔ اس نے تمہاری نظروں میں ان کو دکھایا۔

کُمُو ۱۱ اصل میں کُم ہے۔ واو اشباع کا ہے اور دو ضمیروں کے درمیان فرق کرنے کو لایا گیا ہے۔

= اِلْتَقَيْتُمْ۔ تم ملے۔ تمہارا آنا سامنا ہوا۔ اِلْتِقَاءُ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر حاضر

= يُقَلِّلُكُمْ فِيْ اَعْيُنِهِمْ۔ وہ ان کی نظروں میں تمہیں کم کر کے دکھا رہا تھا۔ یا کم محسوس کر رہا

تھا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کُم منہر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تیر ملاحظہ ہو ۱۳: ۲۔

۱ = لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۱ اوپر ملاحظہ ہو ۴۲: ۸

۴۵: ۸ = فَاثْبُتُوا۔ ثَبَاتٌ سے (باب نصر) امر جمع مذکر حاضر۔ تم ثابت قدم رہو۔

۴۶: ۸ = فَتَفْشَلُوا۔ ورنہ تم ہمت ہار دو گے۔

= وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

۴۷: ۸ = بَطْرًا۔ مصدر۔ اترانا۔ اشارہ ہے لشکر کفار کی طرف جو قاف کی حمایت میں مکہ

سے بڑے طمطراق سے نکلا تھا۔

بَطْرًا (سمع) بطرًا۔ زیادہ نعمت میں پڑ کر اترانا یا بہک جانا۔ بَطْرًا الْحَقُّ۔ تکبر سے حق کے

قبول کرنے سے انکار کرنا۔

= مُحِيطٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر قیاسی۔ اِحَاطَةٌ مصدر (باب افعال) حوط مادہ۔ ہر طرف

گھیر لینے والا۔ یہاں بمعنی عالم کل ہے۔

۴۸: ۸ = جَادُّ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ مجازاً حمایتی۔ مددگار۔ رفیق۔

= تَرَاءَتْ۔ وہ سامنے ہوئی۔ وہ روبرو ہوئی۔ وہ دیکھنے لگی۔ تراءت (تفاعل) سے ماضی

واحد مؤنث غائب۔

تَرَاءَتْ۔ ایک دوسرے کے باہم اس طرح مقابل اور قریب ہونا کہ یہ اس کو اور وہ اس کو

دیکھ سکے۔ رَأَى۔ مادہ۔ مہموز العین و ناقص یائی۔ رَأَى یَرَى رَأْيًا دُرُؤِيَّةً۔ اس کا امر رَءَی

ہے۔ تَرَاءَتْ الْفِئَتَانِ اِی تَلَدَتْ الْفَرِیقَتَانِ۔ جب دونوں فریق بالمقابل ہوئے۔



= نَكَصَ - نَكَصَ وَنَكَوْصٌ مصدر - (باب ضرب ونصر) الٹے پاؤں بھاگنا۔ بدل ہونا۔ نَكَصَ - وہ الٹے پاؤں بھاگا۔ نَكَصَ کے اصل معنی ہیں جس کام کے درپے ہو اس سے لوٹ جانا۔ پلٹ جانا۔

= سَقَبِيْهِ - اس کی دونوں ایڑیاں - عَقِبٌ - واحد - اُعْقَابٌ جمع -

= شَدَّ يَدُ الْعِقَابِ - سخت سزا دینے والا - وَاللّٰهُ شَدَّ يَدُ الْعِقَابِ یہ جملہ شیطان کا کلام بھی ہو سکتا ہے جو کہ قَالَ اِنِّیْۤ اَبْرِیْۤ اَمِّنْکُمْ سے شروع ہوا تھا۔ یا یہ جملہ مستانف ہے

۸: ۴۹ = غَرَّ - ماضی واحد مذکر غَاب - اس نے فریب دیا - دھوکہ دیا - غُرُوْرٌ مصدر (باب نصر)

= هٰؤُلَاءِ - ای المسلمین -

۸: ۵۰ = لَوْ تَرٰی - اگر تو دیکھے - کاش تو دیکھتا یا دیکھ سکتا۔

= يَتَوَفَّیْ - مضارع واحد مذکر غَاب تَوَفَّیْ تَفَعَّلٌ، مصدر - وہ جان نکالتا ہے۔ یہاں الْمَلَائِكَةُ (جمع) کے لئے استعمال ہوا۔ وہ جان نکالتے ہیں۔

تَوَفَّیْ کے اصل معنی کسی چیز کو پورا لینا اور اس پر پورے طور پر قبضہ کر لینے کے ہیں۔ موت کے وقت بھی روح پورے طور پر قبض کر لی جاتی ہے۔

= ذُوقُوا - ای دیقولون ذُوقُوا - تم چکھو - ذُوقٌ سے امر - جمع مذکر حاضر - (باب نصر) ذُقْ - تو چکھ -

= عَذَابُ الْحَرِیْقِ - جلا دینے والا عذاب - آگ کا عذاب - حَرَقٌ سے بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ۔

۸: ۵۲ = کَذَابٌ - ک حرف تشبیہ ذَابٌ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں جیسے ذَابُ بَنِ السَّیْرِ - وہ مسلسل چلا - اور قرآن حکیم میں ہے - وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَیْنِ (۱۴: ۳۳) اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا رکھا ہے کہ دونوں دن رات ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

ذَابٌ - عادت مستمرہ پر بھی بولا جاتا ہے - جیسا کہ آیت نذا - ونیز آیہ (۱۱: ۳) یعنی آلِ فرعون کی سی عادت جس پر وہ ہمیشہ چلتے رہے ہیں - کَذَابٌ آلِ فِرْعَوْنَ - ای داب هٰؤُلَاءِ مثل داب آل فرعون - ان کی عادت مستمرہ بھی وہی ہے جو آل فرعون کی تھی - وروہ عادت مستمرہ کیا تھی - کفروا بایت اللہ - اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار۔



۵۳:۸ = ذَلِكْ - اِی ذَلِكْ الْعَذَابُ -

= لَمْ يَكْ - مضارع مجزوم نفی جمد بلم - كَوْنٌ سے اصل میں كَانَ سے مضارع يَكُونُ تھا۔ لَمْ کے آنے سے ن پر جزم آئی ن اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ واؤ حرف علت ہونے کی وجہ سے ساقط ہوئی۔ لَمْ يَكْ رہ گیا۔ یہاں بمعنی فعل استمراری ہے۔ یعنی نہیں ہے نہیں تھا۔ نہیں ہوگا۔

= مُغَيِّرًا - اسم فاعل واحد مذکر - تَغْيِيرٌ (باب تفعیل) بدلنے والا۔

لَمْ يَكْ مُغَيِّرًا - وہ (اللہ تعالیٰ) کبھی نہیں ہوا بدلنے والا۔ اور نہ ہی ہوگا۔

= يُغَيِّرُوا - مضارع منصوب جمع مذکر غائب - تَغْيِيرٌ مصدر (یہاں تک) کہ وہ بدل ڈالیں۔

(بھلائی کو برائی سے۔ خوشحالی کو بدحالی سے)

= مَا بِأَنْفُسِهِمْ - اِی مَا بِهِمْ - یعنی یہاں تک کہ وہ خود بدل ڈالیں ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے

ان پر نازل کی ہوئی تھیں۔

۵۴:۸ = كَذَّابٌ ..... قَبْلِهِمْ - یہ تکریر تاکید کے لئے ہے۔

۵۵:۸ = شَرَّ الدَّذَاتِ - بدترین جانور۔ (ملاحظہ ہو ۸:۲۲)

= الَّذِينَ كَفَرُوا فَمَهُمُ لَا يُؤْمِنُونَ ه اِی اَصْرُوا عَلَى الْكَفَرِ وَلِحِوَاظِهِ فَلَا يَتَوَقَّعُ

منہم الايمان۔ وہ لوگ جو کفر پر مصر ہے ان سے ایمان کی توقع نہیں کی جاسکتی (یہ بنو

قریطہ تھے)

۵۶:۸ = الَّذِينَ عَاهَدَتْ مِنْهُمْ - بدل ہے الذین کفروا کا یہ وہ لوگ ہیں جن سے

(جب بھی) آپ نے معاہدہ کیا

= يَنْقُضُونَ - مضارع جمع مذکر غائب نَقَضَ مصدر (باب نصر) وہ توڑتے ہیں۔

= فِي كُلِّ مَرَّةٍ - ہر بار

۵۷:۸ = امَّا - اگر۔

= تَتَّقَنَّهُمْ - مضارع واحد مذکر حاضر - بَانُونَ ثقیلہ - (باب سمع) تو ان کو پائے۔ هُمْ ضمیر

مفعول جمع مذکر غائب۔ اصل میں تَقَفُّ کے معنی کسی چیز کے ادراک کرنے اور اس کے سرانجام

دینے میں حذاقت (کام کو اچھی طرح کرنا) اور مہارت کے ہیں۔ لیکن بعد میں صرف ادراک کرنے اور

پانے کے معنی میں استعمال ہونے لگا اگرچہ حذاقت نہ ہو۔ قرآن میں ہے وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ

ثَقِفْتُمُوهُمْ (۱۹۱:۲) اور قتل کر ڈالو انہیں جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ



= فَشَرِّدْ بِهِمْ - شَرِّدَ الْبُعِيدُ - کے معنی ہیں اونٹ بدک کر بھاگ نکلا اور شَرِّدَتْ بِهِ میں نے اس سے ایسا برتاؤ کیا کہ اُسے دیکھ کر دوسرے لوگ اس جیسا کام نہ کریں۔ جیسے نَكَلْتُ بِهِ کا مطلب ہے کہ میں نے اسے دوسروں کے لئے عبرت بنا دیا۔

فَشَرِّدْ بِهِمْ - تو ان کو ایسی سخت سزا دے کہ دوسرے دیکھ کر بھاگ جائیں۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الذین کفروا (آیت ۵۵) کی طرف راجع ہے۔

= مَنْ خَلَقَهُمْ - جو ان کے پچھے ہیں۔ یعنی تو ان کو ایسی سخت سزا دے کہ جو ان کے پچھے ہیں وہ یہ دیکھ منتشر ہو جائیں۔

= لَعَلَّهُمْ يَدَّ كُرُودَہ - شاید وہ نصیحت حاصل کریں اور اپنی بد اعمالیوں کا باز آجائیں۔

۵۸: ۸ = تَخَافَنَّ - خَوْفٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانوں ثقیلہ۔ تو ڈرے۔ تجھ کو ڈر ہو۔

= فَأَكْبِدْ إِلَيْهِمْ - ای طرح الیہم العہد۔ تو تو اس عہد کو (جو تو نے ان کے ساتھ کیا ہے) ان کی طرف پھینک مار۔ یعنی منسوخ کر دو۔

= عَلَى سَوَاءٍ - واضح طور پر۔ یعنی ان کو اس منسوخی کا علم ہو جائے اور وہ نتائج کی ذمہ داری کا احساس کرنے لگیں (یعنی دونوں فریقوں کو مساوی طور پر معلوم ہو جائے کہ اب عہد منسوخ ہو چکا ہے۔

۵۹: ۸ = لَا يَحْسَبَنَّ اَنْہی غَائِبٌ واحد مذکر غائب۔ بانوں ثقیلہ۔ (باب مع) وہ ہرگز خیال نہ کرے۔

= سَبَقُوا - انہوں نے سبقت کی۔ وہ آگے نکل گئے۔ سَبَقُ سے ماضی جمع مذکر غائب وہ بازی لے گئے۔

= لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا - جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی وہ خیال نہ کریں کہ وہ بازی لے گئے۔

= اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ - یقیناً وہ (پیر و ان حق کو) در ماندہ نہیں کر سکتے۔ یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ ہرا نہیں سکتے۔

۶۰: ۸ = اَعِدُّوا - تم تیار کر رکھو۔ اَعْدَادُ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَلْاَعْدَادُ بمعنی تیار کرنا۔ مہیا کرنا۔ یہ اَعْدَاءُ سے ہے جیسے سَقَى سے اِسْقَاءٌ۔ اور اَعْدَادُ هَذَا لَكَ کے معنی ہیں کہ یہ چیز میں نے تمہارے لئے تیار کر دی ہے تم اسے شمار کر سکتے ہو اور



جس قدر چاہو اس سے حسب ضرورت لے سکتے ہو۔

= رِبَاطٍ - باندھنا۔ سرحد پر چوکی دینا۔ باب مفاعلة سے مصدر ہے ثلاثی مجرد میں رِبَطَ کا بھی مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں مضبوط اور مستحکم باندھنا۔ نیز اسم بھی آتا ہے۔ جس چیز کے ساتھ گھوڑے باندھے جائیں اس کو بھی رباط کہتے ہیں اور جس جگہ دشمن کے دفاع کے لئے گھوڑے باندھے جائیں مثلاً پڑاؤ۔ چھاؤنی اس کو بھی رباط کہتے ہیں۔ یہاں بطور مصدر ہی استعمال ہوا ہے۔ بمعنی گھوڑے باندھنا۔ یعنی گھوڑوں کو دشمن سے دفاع کی خاطر چاک و چوبند باندھے رکھنا کہ جب ضرورت پڑے استعمال میں لائے جاسکیں۔

= تَوَهَّبُونَ - تم ڈراؤ۔ تم ڈرا سکو۔ تم ڈراتے رہو۔ تم ڈراؤ گے۔ إِذْهَابٌ (إِفْعَالٌ) سے جس کا معنی خوف زدہ کرنے کے ہیں۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔

= يَهْ - ضمیر ہ کا مزج مَا سَطَطْتُمْ ہے۔

= وَالْآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ - اور دوسرے (دشمن) جو ان (کھلے دشمنوں) کے علاوہ ہیں۔ یعنی جن کا مسلمانوں کو علم نہیں ہے لیکن ان کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

يُوفِّ - مضارع مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ تَوْفِيَةً (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ وہ پورا پورا نہیں واپس دیا جائے گا۔

۶۱: ۸ = اِنْ جَنَحُوا - اگر وہ جھکیں۔ جُنُوحٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ (باب ضرب۔ نصر۔ فتح)

= لِلْمَلَأِ صَلَاحٌ - صلح کے لئے۔ صلح کی طرف۔ سَلَّمَ مذکر موت دونوں طرح مستعمل ہے۔ لَهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب سَلَّمَ کی طرف راجع ہے۔

۶۲: ۸ = يَخْذَعُونَكَ - وہ تجھے دھوکہ دیں۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ صيغة جمع مذکر غائب لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= حَبَبِكَ - حَبَبُ اسم فعل ہے بمعنی کافی۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ۔ مضاف لَكَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔

تیرے لئے کافی ہے۔ حَسَبَ يَحْسُبُ (باب نصر) کا مصدر بھی ہے۔

۶۳: ۸ = دَالَّتْ - اس نے الفت دی۔ اس نے محبت ڈال دی۔ تَأَلَّفَتْ (باب تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں۔ صيغة ماضی واحد مذکر غائب۔

= قُلُوبِهِمْ - میں ہند ضمیر جمع مذکر غائب مومنین کی طرف راجع ہے۔



عرب کے سائے جزیرہ میں ہر طرف عداوت و نفرت کی آگ بھڑک رہی تھی مزاج اتنے آوارہ اور جذبات اتنے مشتعل تھے کہ ذرا سی بات پر لڑائی شروع ہو جاتی۔ اور برسوں جاری رہتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نقشہ ہی بدل گیا۔ خدا نے ایسی تالیف القلوب کی کہ اسلام کے دائرہ میں آتے ہی وہ حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ اوس اور خزرج کے قبائل ایک ہیں مثال تھے۔

۶۵:۸ = حَرَضَ - تَحَرَّضَ (باب تفعیل) سے امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو رغبت دلا۔ تو ابھار۔ تو تاکید کر۔ تو آمادہ کر۔

الحرَضُ - اس چیز کو کہتے ہیں جو نکلتی ہو جائے اور درختوں یا غنات پر ہے۔ اس لئے جو چیز قریب بہ ہلاکت ہو جائے اس کے متعلق حَرَضَ کہا جاتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا (۱۲: ۸۵) یا تو قریب بہ ہلاکت ہو جاؤ گے۔

التَّحَرُّضُ (باب تفعیل سے) کے معنی ازالہِ حَرَضِ کے ہیں۔ یعنی کسی چیز سے بگھاڑ اور خرابی دور کر دینا۔ جیسے مَرَضَتُهُ میں نے اس کے مرض کو دور کر دیا۔

تَحَرَّضَ کے معنی کسی کو مزین کر کے اور اسے آسان صورت میں پیش کر کے اس پر برا نگیختہ کرنے کے ہیں۔ حَرَضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ۔ مومنوں کو جہاد پر برا نگیختہ کرنا۔ ۶۶:۸ = الْكُنْ - اب۔ ظرف زمان ہے اور مبنی برفتح۔ الف لام اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

= خَفَّفَ۔ اس نے تخفیف کی۔ اس نے ہلکا کر دیا۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب تفعیل)

= ضَعُفًا۔ سستی۔ کمزوری۔ ضَعُفَ يَضْعُفُ (باب کرم) کا مصدر ہے سست ہونا

۶۷:۸ = اسْرَى۔ قیدی۔ اسِيرٌ کی جمع ہے اسْرَى بھی جمع ہے۔ اَلْاَسْرُ

کے معنی قید میں جکڑ لینے کے ہیں۔ اسَارَى پاؤں کی بٹری۔

= يَتَخَوْنَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِتَخَاتَ مصدر (باب افعال) کثرت خون بہاد

تَخُنَ (باب کرم)۔ تَخُنَ الشَّيْءُ کے معنی ہیں کسی چیز کا گاڑھا ہونا اس طرح کہ بہنے سے

رک جائے۔ ویسے اس کا استعمال کثرتِ قتل اور غلبہ و تسلط جو کثرتِ قتل کا نتیجہ ہے

کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔

= مَا كَانَ لِبَنِي..... اَلْاَضْرَاجِ۔ بنی کے لئے زیبا نہیں کہ اس کے پاس جنگی

قیدی ہو جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو کھیل نہ دے۔ یعنی جب تک جنگ میں دشمنوں



کو تہ تیغ کر کے ان کا قلع قمع کر کے ان کی طاقت کو کچل کر پورا غلبہ و تسلط حاصل نہ کر لیا جائے  
جنگی قیدی بنانا جائز نہیں ہے

= عَرَضَ - مال و متاع - اسباب و سامان - سریع الزوال مال و متاع

۶۸:۸ = كِتَبَ مِنَ اللَّهِ - اللہ کا فرمان - اشارہ ہے ارشاد الہی کی طرف فَإِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ  
كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَذْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوُثَاقَ فَمَا مَتَّاعٌ بَعْدُ وَإِمَّا  
فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَدَارَهَا (۴:۲۴) پس جب ان کافروں سے تمہاری ٹھہری ہو  
جائے تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ تم خوب ان کو تہ تیغ کر کے کچل دو۔ تب قیدیوں  
کو مضبوط باندھو۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ احسان کرو یا فدیہ کا معاملہ کرو تا آنکہ لڑائی  
اپنے ہتھیار ڈال دے

= سَبَقَ - وہ پہلے گذر چکا - وہ پہلے ہو چکا - اس نے سبقت کی -

= لَمَسَّكُمْ - تم کو ضرور پہنچتا - (عذاب عظیم) لام تاکید کا ہے - مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب  
کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - مَسَّ (باب نصر) کا معنی ہے چھو دینا - دکھ پہنچانا - لاحق ہونا  
لگ جانا - (باب نصر اور سمع) سے یہ بمعنی جماع بھی آتا ہے - اِنِّیْ یَکُونُ لِیْ دَلْدُؤٌ لَّکُمْ  
یَمَسِّنِیْ بَشْرًا (۲۴:۲) میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا حالانکہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ لگایا  
نہیں - اور اِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوهُنَّ (۲۳:۲) اور اگر تم غورتوں کو  
ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو -

مَجَازًا مَسَّ کا اطلاق جنوں پر بھی ہوتا ہے مثلاً کَالَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ  
الْمَسِّ (۲۴:۲) جیسا کہ کسی کو جن نے لپیٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو -

تکلیف کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً مَسَّنِیَ الشَّیْطَانُ (۲۱:۳۸) شیطان  
نے مجھ کو اذیت دے رکھی ہے

= فِیْمَا أَخَذْتُمُ - اس بائے میں جو تم نے لیا - بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے یعنی جو مال  
غنیمت تم نے لیا ہے اس میں قیدیوں کا فدیہ لینا بھی شامل ہے، بعض نے اس سے قیدی  
مراد لئے ہیں -

= کَوْلًا ..... عَذَابٌ عَظِيمٌ - یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ  
نہ دیا ہوتا کہ مال غنیمت تمہارے لئے حلال ہے اور اگر اس کا یہ دستور نہ ہوتا کہ جب تک وہ بیان  
کھول کر نہ کر دے تب تک وہ عذاب کسی کو نہیں دیا کرتا - تو جو مال غنیمت اور جو مال فدیہ تم نے



لیا ہے اس پر بھاری عذاب ہوتا۔ (یہ حکم جو لوح محفوظ میں لکھا جا چکا تھا لیکن ابھی نازل نہیں ہوا تھا سورۃ محمد میں آیت ۴ میں نازل ہوا۔ اور ملاحظہ ہو کِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ کے محاذ)

الحازن۔ بیضادی۔ زمرخشی نے اس آیت کا مطلب ان ہی معنوں میں لیا ہے۔

لیکن مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں آیہ ۴: ۴ سورۃ محمد کا نزول سورۃ انفال کی آیت ہذا کے نزول سے قبل کا تصور کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:-

اس عبارت (یعنی سورۃ انفال کی آیہ ہذا) پر غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس موقع پر عتاب جس بات پر ہوا تھا وہ یہ تھی کہ جنگ بدر میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل دینے سے پہلے مسلمان دشمن کے آدمیوں کو قید کرنے میں لگ گئے تھے۔ حالانکہ جنگ سے پہلے جو ہدایت سورۃ محمد میں ان کو دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ:-

”جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو“

تاہم سورۃ محمد میں مسلمانوں کو قیدیوں سے فدیہ لینے کی اجازت فی الجملہ دی جا چکی تھی اس لئے جنگ بدر کے قیدیوں سے جو مال لیا گیا اسے اللہ نے حلال قرار دیا اور مسلمانوں کو اس کے لینے پر سزا نہ دی۔

د اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا ”لَوْ اَنَّ كِتَابَ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ“ کے الفاظ اس امر کی طرف صاف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے فدیہ لینے کی اجازت کافرمان قرآن میں آچکا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن کے اندر سورۃ محمد کی اس آیت کے سوا کوئی دوسری آیت ایسی نہیں ہے جس میں یہ فرمان پایا جاتا ہو۔ اس لئے یہ مانتا پڑے گا کہ یہ آیت (سورۃ محمد آیت ۴) سورۃ انفال کی آیت (آیت ہذا) سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

مگر یہ یاد رہے کہ ترتیب نزول کے مطابق سورۃ انفال ۸۸ نمبر پر ہے اور سورۃ محمد

نمبر شمار ۹۵ پر ہے۔

اس میں دیگر اقوال یہ بھی ہیں کہ:-

۱:- خدا پہلے سے طے کر چکا ہے کہ بدری صحابی کو عذاب نہیں کرے گا۔ ان کے لئے مغفرت تحریر ہو چکی ہے (الحسن۔ مجاہد۔ سعید بن جبیر)۔

۲:- اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کے بعد کسی قوم کو گمراہ نہیں کرتا۔ تاآنکہ واضح نہ کر دے اُن پر کہ کس چیز سے بچنا لازمی ہے اور یہ کہ بھول اور غفلت کی وجہ سے کسی فعل کا ارتکاب موجب سزائش نہ ہوگا۔ (ابن جریر مج)۔



۶۹:۸ = فَكُلُوا۔ میں و ت سبب کی ہے اس سے قبل سبب محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے قد اَبَحْتُ لَكُمْ الْغَنَائِمَ فَكُلُوا۔ (میں نے تمہارے لئے مال غنیمت حلال کر دیا پس اسے کھاؤ استعمال کرو)

= حَلَالًا طَيِّبًا۔ یہ یا تو مصدر محذوف اَكْلًا کی صفت ہے یعنی حلال اور طیب کے طور پر استعمال میں لاؤ۔ یا یہ مِمَّا غَنِمْتُمْ کا حال ہے کہ مال غنیمت سے حلال اور طیب مال کھاؤ۔ استعمال کرو

۷۰:۸ = مَنْ فِيْ اَيْدِيْكُمْ مِنَ الْاَسْوَءِ۔ قیدی جو تمہارے قبضہ میں ہیں۔

= مِمَّا اخَذَ مِنْكُمْ۔ ای الفدية۔

۷۱:۸ = اَمْكَنَ مِنْهُمْ۔ اس نے قابو کر لیا۔ اس نے پکڑ لیا۔ متعدی بدو مفعول۔ اَمْكَنَ (افعال) سے واحد مذکر غائب اَمْكَنْتُ فَلَدًا نَا مِنْ فُلَانٍ۔ میں نے فلاں کو فلاں پر قدرت دی اصل میں اَمْكَنَكَ مِنْهُمْ اس نے تم کو ان پر قدرت دی۔ اس میں كَ ضمیر مفعول اول اور هُمْ ضمیر مفعول ثانی ہے۔

۷۲:۸ = اَوُوا۔ اِيْوَاءُ (افعال) سے۔ ماضی۔ جمع مذکر غائب۔ انہوں نے جگہ دی۔ انہوں نے پناہ دی۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے اِذَا فِى الْفِتْيَةِ اِلَى الْكَهْفِ (۱۰:۱۸) جب چند نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔ اور وَتَوَوُّى اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ (۵۱:۲۳) اور جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو۔ یا ٹھکانا دو۔

= مَا لَكُمْ مِنْ دَلَالَةٍ يَنْتَهِمُ مِنْ شَيْءٍ۔ تو تمہارا ان سے ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے تم کو ان کی رفاقت سے کوئی سروکار نہیں۔ ولایت وسیع المعانی لفظ ہے اور عربی میں حمایت نفرت۔ مددگاری۔ پشتیبانی۔ دوستی۔ قرابت۔ سرپرستی۔ اور اس سے ملتے جلتے مفہومات کے لئے بولا جاتا ہے۔

بعض نے ولایت سے وراثت مفہوم لیا ہے۔ یعنی تمہارے لئے ان کی وراثت سے کوئی چیز نہیں ہے۔

= اِسْتَنْصَرُوْكُمْ۔ وہ تم سے مدد چاہیں۔ اِسْتَنْصَارُ (استفعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ کُمُ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

= فَعَلَيْكُمْ۔ تم پر فرض ہے۔ تمہارے ذمہ ہے۔ جیسے کہ دوسری جگہ قرآن میں ہے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (۲۶:۸۸) بیشک پھر ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا۔

= عَلَى قَوْمٍ۔ کسی قوم کے خلاف۔ قرآن میں آیا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ



(۲۸۶:۲) ہر نفس جو نیکی کماتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو بدی کماتا ہے وبال اسی کے خلاف ہے۔ اسی پر ہے۔

= مِيثَاقٌ - معاہدہ - عہد و پیمان -

۸:۷۳ = إِلَّا تَفْعَلُوهُ - إِلَّا - اِنْ اور لَا سے مرکب ہے کُصْمِيرٍ واحد مذکر غائب - اِی الّا تفعلوا مَا اَمَرْتُكُمْ مِنْ تَوَاصِلِ الْمُسْلِمِينَ وتولى بعضهم بعضًا حتى في التوارث تفضيلًا لنسبة الاسلام على نسبة الفترابة ولم تقطعوا العلائق بَيْنَكُمْ دِينِ الْكُفَّارِ - اے مسلمانو! اگر تم باہمی تقارب و مواصلت نہ رکھو گے اور ایک دوسرے کی مددگاری نہیں کرو گے اور دین اسلام کی نسبت کو رشتہ داری کی نسبت پر فضیلت نہ دو گے۔ اور اپنے اور کفار کے درمیان تعلقات کو منقطع نہیں کرو گے تو..... الخ

= تَكُنْ اصل میں تَكُونُ تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے حرف آخرت پر جزم آگئی وَاَوْاجْتَمَاعِ ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ تَكُنْ ہو گیا۔ مضارع مجزوم واحد منوٹ غائب - كُنْتُ مصدر۔ (فتنہ برپا) ہو جائیگا۔

۸:۷۵ = اُولُو الْأَرْحَامِ - اہل قرابت رشتہ دار۔ ارحام جمع رحم کی ہے شکی رشتہ دار وہ رشتے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے ساتھ متعلق ہوں۔



## (۹)، سُورَةُ التَّوْبَةِ ۝ (۱۱۳)

۹: ۱ = بَرَاءَةٌ - بیزاری - بیزار ہونا - خلاصی - چھٹکارا پانا - بری ہونا - قطع تعلقی - مصدر ہے - الْبُرُءُ - الْبُرَاءُ - التَّيَرُّؤُ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں - اس لئے کہا جاتا ہے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ - میں نے مرض سے نجات پائی اور مَبْرَأْتُ مِنْ فُلَانٍ میں فلاں سے بیزار ہوں - اور قرآن میں ہے اِنَّ اللّٰهَ بَرِئٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُولُهُ (۹: ۳) اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی -

اور اَنْتُمْ بَرِئُوْنَ مِمَّا اَعْمَلْتُمْ وَاَنَا بَرِئٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (۱۰: ۴۱) تم میرے عملوں سے بری الذمہ ہو اور میں تمہارے عملوں سے بری الذمہ ہوں -

بَرَاءَةٌ خبر ہے جس کا مبتدا ہِذِهِ محذوف ہے - یعنی هَذِهِ بَرَاءَةٌ - یہ (اعلانِ برأت (قطع تعلقی) ہے - مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اللّٰهُ اور اللّٰہ کے رسول کی طرف سے اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتَمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں میں سے ان لوگوں کی طرف جن سے تم نے (مسلمانوں نے) معاہدہ کر رکھا ہے (جیسا کہ کہتے ہیں هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ فُلَانٍ اِلَى فُلَانٍ یہ تحریر ہے فلاں کی جانب سے فلاں کی طرف)۔

اس کا پس منظر مختصر یہ ہے کہ ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج مقرر فرما کر مکہ روانہ کیا - ان کے جانے کے بعد آیات سُورَةِ بَرَاءَةِ اتا، ۳ نازل ہوئیں - جن میں صاف صاف حکم دیا گیا تھا کہ اب کفر کے ساتھ سابقہ معاہدے منسوخ ہیں - رسالتِ مآب علیہ التحیۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیچھے بھیجا کہ حج کے دن ان احکام خداوندی کا اعلان عام کر دیں -

چنانچہ دسویں ذوالحجہ کو حجرۃ العقیقہ کے پاس کھڑے ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ آیات



تلاوت فرمائیں۔

اس سورۃ کے ابتدا میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں ہے۔ علماء نے اس کی متعدد وجوہات لکھی ہیں لیکن صحیح بات وہی ہے جو حضرت امام رازیؒ نے تحریر فرمائی ہے۔  
کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس سورۃ کے آغاز میں بسم اللہ نہیں لکھوائی اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی نہیں لکھی۔ اور بعد کے لوگ بھی اس کی پیروی کرتے چلے آئے!

۹:۲ = فَيُحْثَوْنَ ۱۔ سَاحَ لَيْسِيحُ (باب ضرب) سَيِّحٌ سے امر، جمع مذکر حاضر۔ تم پھرو۔  
سیاحت کرو۔ گھوم پھرو۔ چل پھرو۔

السَّاحَةُ کے معنی فراخ جگہ کے ہیں۔ اسی اعتبار سے مکان کے صحن کو سَاحَةُ الدَّارِ کہا جاتا ہے۔ وسیع مکان میں ہمیشہ جاری رہنے والے پانی کو سَاحِیحُ کہا جاتا ہے۔ سَاحَ فَلَانٌ فِي الدَّرْضِ کے معنی پانی کی طرح زمین میں چکر کاٹنے کے ہیں۔ اسی سے ہمیشہ سفر کرنے والے کو سَاحِیْحٌ یا سَيَّاحُ کہا جاتا ہے۔ اور آیت ۹:۱۱۲ میں السَّاحِیْحُونَ سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں۔

فَيُحْثَوْنَ ۱ میں خطاب مشرکین سے ہے۔

= اَتَّكُمُ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ۔ تم اللہ کو عاجز کر سکنے والے نہیں ہو۔ یعنی نہ تو تم اس کے قبضہ سے بچ کر نکل سکتے ہو اور نہ اس کے پلان کو فیل کر سکتے ہو۔

= وَ أَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے یعنی اس دنیا میں قتل و شکست کی ذلت اور آخرت میں عذاب کی ذلت۔

۹:۳ = اَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ..... اِلَى النَّاسِ۔ تمام لوگوں کے لئے اطلاع عام

برائت صرف ان مشرکین سے تھی جن کے ساتھ معاہدات تھے اور اَذَانٌ تمام لوگوں کے لئے اس برائت کی اطلاع عام۔

= يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ۔ بڑے حج کا دن یعنی یوم عسرافات ۹ ذوالحجہ کا دن۔ جس دن حجاج میدان عرفات میں قیام کرتے ہیں۔ اور غروب آفتاب سے قبل مزدلفہ کی طرف جانے کے لئے نکل آتے ہیں۔

۸-۹-۱۰۔ ذوالحجہ حج کے ایام ہیں۔ مناسک حج میں میدان عرفات میں قیام سب سے اہم ہے۔ یا اس سے یوم النحر بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی دسویں ذوالحجہ کیونکہ اس دن مناسک



حج پوری ہو جاتی ہیں۔ یعنی حجاج طواف اور قربانی سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ یا جملہ ایام حج مراد ہیں کہ عرب میں عمرہ کو حج اسفر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی مقررہ تاریخوں میں جو حج ہوتا ہے اسے حج اکبر کہا جاتا ہے۔ لیکن یہاں چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارذو الحج کو اعلان سنایا تھا لہذا یہاں مراد یوم النحر ہی ہو سکتا ہے (یعنی آج حج اکبر کے دن اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے یہ اعلان عام کیا جاتا ہے)۔

= بَرِيٌّ - بری - بری الذمہ - بزار - ملاحظہ ہو (۱:۹)

= دَرَسُوْلُهُ - وَاَوْحَرَفْ عَطْفَ رَسُوْلُهُ - مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف - اس کا معطوف علیہ اللہ ہے۔ عام قاعدہ کے مطابق معطوف اور معطوف الیہ کا اعراب ایک ہی ہونا چاہئے تھا۔ یعنی اللہ کی طرح رسول بھی منصوب ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اس کے مرفوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ہے اور اس کی خبر بری محذوف ہے اور یہ جملہ و رسول بری بصورت جملہ پہلے جملہ ان اللہ بری کا معطوف ہے۔

= اِنْ تُبْنُوْا - اگر تم تائب ہو جاؤ یہاں خطاب مشرکین سے ہے کہ اگر تم شرک و کفر سے باز آ جاؤ

= اِنْ تَوَلَّيْتُمْ - اگر تم پھر گئے۔ تَوَلَّيْتُ (تَفَعَّلْتُ) سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

= بَشِيْرٌ - تو خوشخبری دے۔ تو بشارت دے۔ تو خبر دے۔ تَبَشِيْرٌ (تَفَعَّلْتُ) سے امر کا صیغہ

واحد مذکر حاضر۔ بشارت کا استعمال استہزار کے طور پر ہوا ہے

۴:۹ = لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ - نَقَصَ يَنْقُصُ (باب نصر) نَقَصًا نَقْصَانًا - کم ہونا۔ گھٹنا۔ کم

کرنا۔ گھٹانا نقصت زیدًا احقہ میں نے زید کے حق میں کمی کر دی اس کے حق کو گھٹا دیا۔

لَمْ يَنْقُصُوْا - مضارع نفی جہد بلم - کم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ انہوں نے تمہارے حق میں کمی نہیں

کی۔ یعنی تمہاری حق تلفی نہیں کی۔ تمہارا نقصان نہیں کیا۔ انہوں نے تمہارا قصور نہیں کیا۔ (انہوں

نے تکمیل عہد میں کمی نہیں کی)

= لَمْ يُظَا هِرْؤَا عَلَيْكُمْ - ظَا هَرَّ يُظَا هِرْؤَا مَظَا هَرَّةً (باب مفاعلة) ایک دوسرے کی

امداد کرنا۔ عَلَيْكُمْ - تمہارے خلاف۔ مضارع نفی جہد بلم۔ جمع مذکر غائب انہوں نے تمہارے

خلاف کسی دوسرے کی مدد نہیں کی۔

۵:۹ = اِنْسَلَخَ - وہ گذر گیا۔ (یعنی جب حرمت والے مہینے گزر جائیں) نیز ملاحظہ ہو (۵:۵)

= اُحْصِرُوْهُمْ (باب نصر - باب ضرب) ان کو محصور رکھو۔ ان کو قید رکھو۔ ان کو روکے

رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب حَصَرٌ سے۔

= مَرَصِدٌ - واحد مَرَاوِدٌ - جمع - طرف مکان۔ گھات کی جگہ۔ رَصَدٌ يَرِصِدُ (نصر)



انگاہ رکھنا۔ گھات لگانا۔

وَاقْعُدُوا لِلَّهِ كُلَّ مَرْصِدٍ - ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔

= فَخَلَوْا سَبِيلَهُمْ - تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَخْلِيَةٌ (تَفْعِيلٌ) سے مصدر چھوڑ دینا۔

۶:۹ = اسْتَجَارَكَ - اس کا مادہ جَوَّز ہے الْجَارُ - پڑوسی - ہمسایہ - اسْتَجَارَ - اس نے پناہ طلب کی - اسْتَجَارَكَ - اس نے تجھ سے پناہ طلب کی - اسْتِجَارَةٌ (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب  
كُ نَمِيرٌ واحد مذکر حاضر - جَارٌ پناہ دینے والا - مددگار - وَ اِنِّي جَارٌ لَّكُمْ (۸: ۴۸) اور میں تمہارا حامی مددگار ہوں - اور وَهُوَ يُجِيرُوكَ يُجَارُ عَلَيْهِ (۲۳: ۸۸) اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا

اور معنی قرب کے اعتبار سے جَارَ عَنِ الطَّرِيقِ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں راستہ سے ایک طرف مائل ہونے کے - پھر مطلقاً حق سے عدول کرنے کے لئے اس کو اصل قرار دے کر اس سے الْجَوُّدُ بمعنی ظلم بنایا گیا - قرآن حکیم میں ہے وَمِنْهَا جَائِرٌ (۹: ۱۶) اور بعض راستے سیدھی راہ سے ایک جانب مائل ہو رہے ہیں - جو روستم - ظلم و ستم کے معنی میں عام استعمال ہوتا ہے - فَاجِرٌ - پس اس کو پناہ دے - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر - وَ نَمِيرٌ مَفْعُولٌ واحد مذکر غائب  
= وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَاجِرٌ - یہاں پناہ طلب کرنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد بھی اس مطلب کے لئے پناہ مانگے کہ وہ قرآن حکیم کے پیغام کو سمجھنے اور اپنی غلط فہمیاں - شک و شبہات دور کرنے کے لئے موقعہ چاہتا ہے تو اسے یہ موقعہ فراہم کرنا چاہئے - (اگلا جملہ حَتَّى يَسْمَعَ كَلِمَةَ اللَّهِ اس معنی کی طرف اشارہ ہے)  
= مَا مَنَّهُ - مَا مَنَ - جائے امن - طرف مکان - مَا مَنَّهُ مضاف مضاف الیہ - اس کی جائے امن - اس کی قوم کی بستی ہو یا کوئی اور جگہ جہاں وہ امن پا سکے) اَمْنٌ - اَمَانَةٌ - اَمَانٌ مصدر -  
۹: ۷ = كَيْفَ - کیسا - کیسے - کیونکر - یہاں بطور استفہام انکاری استعمال ہوا ہے - كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ - ان (عہد شکن) مشرکین کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیونکر ہو سکتا ہے (یعنی نہیں ہو سکتا)  
یعنی اگر یہ مشرکین اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کو بار بار توڑنے کا ارتکاب کرتے ہیں تو اللہ اور اللہ کا رسول ان کے ساتھ عہد کا پاس کیسے کر سکتے ہیں -  
= فَمَا - مَا مصدر یہ ظرفیہ یا جزائیہ ہے (مثال مصدر یہ وصاقتُ عَلَيْهِمُ الذُّرُؤُ بِمَا



رَحِبَتْ (۲۵:۱۰) اور باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہو گئی۔

مثال مصدریہ ظرفیہ۔ وَأَدْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (۳۱:۱۹) اور اس نے مجھے تاکید کی ہے نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں زندہ رہوں۔

مثال جزائیہ۔ مَا يَفْعَلُ أَفْعَلُ (جو کچھ وہ کرے گا میں کروں گا)۔

یہاں اس آیت میں معنی مصدریہ ظرفیہ ہے۔ یعنی جب تک وہ تمہارے معاہدہ پر قائم رہیں تم بھی ان کے لئے قائم رہو۔

۸:۹ = كَيْفٌ۔ یہاں بھی استفہام انکاری یا اظہار حیرت و تعجب کے لئے ہے اس کی تکرار مشرکین کی متواتر عہد شکنی اور عدم ثبات کے لئے ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے:-

كَيْفَ يَكُونُ لَهُمْ عَهْدٌ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ. اور کیسے رہ سکتا ہے معاہدہ ان کے ساتھ جب کہ حال یہ ہے کہ اگر ان کو تم پر برتری حاصل ہو جائے تو.... الخ

= لَا يَرْقُبُوا۔ مضارع منفی مجزوم (بوجہ جواب شرط) رَقِبْتُ مصدر۔ (باب نصر) پاس یا لحاظ نہیں کریں گے۔ رعایت نہیں کریں گے۔

رَقِبَ يَرْقُبُ۔ رَقِيبٌ دَرَقَابَةٌ۔ رَقِيبَاتٌ۔ نگرانی کرنا۔ نگہبانی کرنا۔ انتظار کرنا۔ ڈرانا۔ الرَّقِيبَةُ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر عرف عام میں غلام کے معنوں میں استعمال ہونے لگا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:-

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَدَحْرِيُّ رَقِيبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (۹۲:۴) کہ جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے (بھی) مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرائے۔

نگران کو رقیب کہتے ہیں یا تو اس لئے کہ وہ اس شخص کی گردن پر نظر رکھتا ہے جس کی نگرانی منظور ہوتی ہے یا اس لئے کہ وہ نگرانی کے لئے اپنی گردن بار بار الٹا کر دیکھتا ہے۔

انتظار کرنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے وَأَرْتَقِبُوا إِلَيَّ مَعَكُمْ رَقِيبٌ (۹۳:۱۱) تم بھی منتظر ہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ تَرَقُّبٌ (تَفَعُّلٌ) انتظار کرتے ہوئے کسی چیز سے بچنا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ (۲۸:۲۱) موسیٰ علیہ السلام شہر سے نکل بھاگے اور دوڑتے جاتے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

لَٰذَا لَا يَرْقُبُوا۔ وہ (اپنے عہد کا) پاس نہیں کریں گے۔ (اپنے عہد کی) نگہبانی (پاسبانی) نہیں کریں گے۔

= فَيْكُمْ۔ تمہارے بارے میں۔



= اِلَّا کے معنی قرابت ۔ عہد ۔ حلف اور اللہ کے ہیں ۔ قرابت کے معنوں میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے ۔

لعمرك ان ائتلك من قریش

كأل السقب من رأل النعام

تیری جان کی قسم تیری قرابت قریش سے ایسی ہے جیسی کہ اونٹنی کے بچے کی قرابت شتر مرغ کے بچے سے ہے ۔  
اور عہد کے معنوں میں :-

وجدناهموكاذبا لهم

وذوالا لل والعهد لا يكذب

ہم نے ان کو عہد کا جھوٹا پایا ۔ حالانکہ عہد کرنے والا جھوٹ نہیں بولتا  
اور حلف کے معنوں میں :-

لولا بنو مالك والال مرقبة

ومالك فيهم الالاء والشرف (اوس بن حجر)

اگر بنو مالک نہ ہوتے اور قسم کہ جس کی پابندی کی گئی ۔ اور بنو مالک ہی میں بخشیش ہیں  
اور شرافت ہے ۔

اور اللہ کے معنی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول :-

ان هذا الكلام لم يخرج مني

یہ کلام اللہ تعالیٰ سے سرزد نہیں ہوا ۔

لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ اِلَّا ذَمًّا - تمہارے بارے میں نہ قرابت کا لحاظ رکھیں گے اور نہ عہد کا

اور نہ حلف کا اور نہ اللہ تعالیٰ کا ۔

= ذِمَّة - عہد ۔ اس کی جمع ذَمَمٌ ہے ۔

يُرْضَوْنَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ - اِرْضَاءُ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب ۔ کُمُ ضمیر مفعول  
جمع مذکر حاضر وہ تم کو راضی کرتے ہیں ۔ وہ تم کو خوش کرتے ہیں ۔ رِضًیُّ مادہ ہے اور ثلاثی  
مجرد سے مصدر بھی ۔

- أَفْوَاهِهِمْ - أَفْوَاهُ مضاف ہم مضاف الیہ - أَفْوَاهُ - فُؤَادُ کی جمع بمعنی مُنَّة

بِأَفْوَاهِهِمْ اپنے منہ سے یعنی زبانی کلامی ۔



= تَابَى۔ وہ انکار کرتے ہیں۔ لیکن یہاں قُلُوبٌ جمع مکسر کے لئے مَوْنَتْ کا صیغہ استعمال ہوا ہے  
 بمعنی ان کے دل انکار کرتے ہیں۔ اِبَاءٌ مصدر مضارع واحد مَوْنَتْ غَائِبِ ابی یا ابی (فتح) انکار  
 کرنا۔ ناپسند کرنا۔ مکروہ جاننا۔ ناخوش ہونا (باب ضرب) سے بھی آتا ہے۔

= فَاسِقُونَ۔ راستی سے نکل جانے والے۔ نافرمانی کرنے والے۔ حدود شریعت سے نکل جانے  
 والے۔ اللہ کی اطاعت سے نکل جانے والے۔

۹:۹ = اِشْتَرَوْا۔ انہوں نے مول لیا۔ انہوں نے بیچا۔ اِشْتَرَى اِشْتَرَا (افتعال) سے جس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں آتے ہیں۔

اِشْتَرَوْا بِاٰیَاتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول  
 کر لی۔ (یعنی ہوائے نفس کے تابع ہو گئے اور اللہ کی آیات پر یقین نہ کیا)

= صَدُّوْا عَنّ۔ وہ پھر گئے۔ انہوں نے ترک کر دیا۔ انہوں نے (دوسروں) کو روکا۔ باز رکھا  
 = سَاءَ۔ یَسُوْءٌ۔ (نصر) ماضی واحد مذکر غَائِبِ سَوُّوْا سے۔ بُرّا ہے۔

= مُعْتَدُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مرفوع۔ اَلْمُعْتَدِيّ واحد۔ حق سے تجاوز کرنے والے۔  
 اِعْتَدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ یہ لفظ زیادتی کے ہر پہلو کو جامع ہے۔ یہاں مراد عہد شکنی ہے

۱۲:۹ = نَكَثُوا۔ ماضی جمع مذکر غَائِبِ نَكَثٌ مصدر۔ (باب ضرب و نصر) انہوں نے عہد کو توڑا  
 نكثیة۔ عہد شکنی۔ جھوٹ۔ ایسا دشوار کام جس میں لوگ عہد و پیمان کو توڑ ڈالیں۔

= طَعَنُوا۔ انہوں نے طعن کیا۔ انہوں نے عیب نکالا۔ طَعْنٌ سے جس کا اصل معنی نیزہ مارنا  
 (باب ضرب۔ نصر۔ فتح) ہر وہ چیز جو دل کو دکھ پہنچانے والی ہو اس کو بھی طعن کہتے ہیں۔ مثلاً  
 عیب جوئی۔ طعنہ زنی۔

طَعْن۔ بمعنی نیزہ زنی اکثر باب نصر سے آتا ہے۔ اور جب اس کا تعلق طعن یا القول سے ہو  
 تو باب فتح سے۔ یہاں مراد عیب جوئی نقص بینی کے ہیں۔

= اٰیْمَةُ الْکُفْرِ۔ رؤس المشرکین۔ کفر کے پیشوا۔ کافروں کے لیڈر۔ حضرت ابن عباس رضی  
 کے قول کے مطابق اس سے مراد ابوسفیان بن حرب۔ الحرث بن ہشام، سہیل بن عمرو۔ ابو جہل  
 وغیرہ ہیں۔ ائمة۔ امام کی جمع ہے۔ لیڈر۔ سردار۔ قائد۔ پیشوا۔ سرکردہ۔

= يَنْتَهَوْنَ۔ وہ باز ہتے ہیں۔ (شاید وہ باز آجائیں وہ باز آجائیں۔ مضارع جمع مذکر غَائِبِ۔  
 اِنْتِهَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سَخَّی۔ مادہ۔

۱۳:۹ = اَلَا تُقَاتِلُوْنَ۔ کیا تم جنگ نہیں کرو گے۔ کیا تم نہیں لڑو گے۔



== بَدَّؤُكُمْ - انہوں نے پہلے تم سے شروع کیا۔ (یعنی زیادتی میں پہل انہوں نے کی) بَدَّؤُ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

۹: ۱۴ یَكْشِفُ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں یَكْشِفُ تھا۔ بوجہ جواب شرطی محذوف ہو گئی۔ شِفَاءٌ مصدر باب ضرب، شفا دے گا۔ (یعنی مشرکین و کفار کی طرف سے ایذا رسانیوں کے دکھ سے سینوں کو مٹھٹا کرے گا)۔

۹: ۱۵ وَ يَذْهَبُ غِيْظُ قُلُوْبِهِمْ - ان کے دلوں کا غصہ دور کر دے گا۔ هِمٌّ ضمیر جمع مذکر غائب مؤمنین کی طرف راجع ہے۔

۹: ۱۶ حَسِبْتُمْ - تم نے گمان کیا۔ تم نے خیال کیا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ تم گمان کر رہے ہو۔ تم خیال کر رہے ہو۔ حَسِبْتُمْ مصدر۔ صیغہ ماضی جمع مذکر حاضر۔

== تَتْرَكُوْا - تم چھوڑ دیتے جاؤ گے۔ تَرَكْتُ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

== لَمَّا - حرف جازم ہے مضارع پر داخل ہو کر اس کو خزم دیتا ہے اور ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ مثال کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴ اور ۴۹: ۱۴)۔ لَمَّا پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴)

== يَعْلَمُ - مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمَّا۔ اس نے نہیں جانا۔ اس نے معلوم نہیں کیا۔ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک معلوم نہیں کیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم کسی امر کے وقوع ہونے پر موقوف نہیں وہ ہر اس چیز کا علم رکھتا ہے جو ہو چکی ہے یا ہو رہی ہے یا ہونیوالی ہے خواہ مستقبل قریب میں ہو یا مستقبل بعید میں۔ لہذا یہاں اللہ تعالیٰ کے علم سے مراد جاننا نہیں ہے بلکہ جتنا نہ پہچان کر دانا دوسروں کے علم میں لانا اور امر معلوم کو ممیز و ممتاز کرنا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ابھی تک دوسروں کے سامنے اس امر کو نتھارا ہی نہیں۔ اس کی پہچان ہی نہیں کروائی۔ آیت نہاد کا ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائیگا حالانکہ ابھی تک تم میں سے مجاہدین کو اور اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ولی دوست یا ہمارا نہ بنانے والے اشخاص کی (امتحان لے کر) اس نے پہچان ہی نہیں کرائی۔ عہ ابھی عاشقی کے امتحان اور بھی ہیں۔

== وَلِيْجَةٍ - دُؤُجٌ بمعنی دُخُولٌ سے بنایا گیا ہے۔ گہرے دوست، اندرونی دوست، علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ: فَوَلِيْجَةُ الرَّجُلِ مَنْ يَخْتَصُّ بِدَخْلَةِ امْرَأَةِ دُونِ النَّاسِ



ولمجدہ شخص جسے عامۃ الناس سے ورے اپنے اندرونی راز کے لئے مختص کیا جائے۔ اندرونی دست یہ واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔

۹: ۱۷ = مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ - مشرکوں کو یہ روا نہیں۔ ان کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ ان کے لئے یہ جائز نہیں۔ ان کا یہ کام نہیں۔

= اَنْ يَّعْمُرُوْا - مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ - جمع مذکر غائب عِمْرَانُ مصدر باب نصر عمر مادہ - وہ آباد کریں۔ (آباد کرنے والوں میں وہاں جا کر نماز پڑھنے والے۔ عبادت کرنے والے متولی۔ مجاور۔ خادم سب شامل ہیں۔

= مَسْجِدَ اللّٰهِ - مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول یَعْمُرُوْا کا۔ اللہ کی مسجدیں۔ اگرچہ یہ حکم عام ہے اور اس کا اطلاق تمام مساجد پر ہو سکتا ہے لیکن یہاں مراد مسجد حرام ہے جس میں کعبہ شریف واقع ہے (یعنی مشرکین مسجد حرام اور کعبہ مکرمہ کے متولی اور مجاور۔ خادم وغیرہ نہیں بن سکتے اور نہ ہی وہ اس میں اب عبادت کر سکتے ہیں)۔

= شَٰهِدِیْنَ - گواہ۔ ماننے والے۔ شہادت دینے والے۔ شَہَادَۃٌ اور شَہُوْدٌ سے اسم مذکر شَہِدٌ واحد واو سے حال ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یَّعْمُرُوْا مَسْجِدَ اللّٰهِ وَهُمْ شَٰهِدُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ بِالْکُفْرِ - وَهُمْ حَذَفٌ ہو گیا اور شَہِدِیْنَ رِجَالٌ نصب ہو گیا۔

= حَبِطَتْ - ماضی واحد مَوْنٌ غائب، وہ اکارت گئے۔ ضائع ہو گئے حَبِطٌ مصدر ۹: ۱۸ = لَمْ یَخْشَ - مضارع نفی جہد یَلْمُ - یَخْشَ اصل میں یَخْشِی تھو۔ لَمْ کے عمل سے ی ساقط ہو گیا۔ وہ نہیں ڈرتا۔

= عَسٰی - افعال مقاربہ میں سے ہے، محبوب شے میں امید کے لئے اور مکروہ بات میں خوف کے لئے آتا ہے۔ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ عَسٰی ہے وہاں یقین کے معنی میں ہے امید کے معنی میں نہیں۔ مثلاً فرمان الہی ہے عَسٰی اَنْ یَّتَّعَثَّكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ضرور تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچائے گا۔ مقام محمود میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شافع محشر بننا ایک یقینی امر ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

لیکن راغب نے المفردات میں اس سے اتفاق نہیں کیا وہ رقمطراز ہیں کہ:-

اکثر مفسرین نے اس کی تفسیر "لوازم یعنی یقین" سے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں طمع اور ربا کا استعمال صحیح نہیں ہے مگر یہ ان کی کوتاہ نظری ہے کیونکہ جہاں کہیں قرآن میں عَسٰی کا لفظ



آیا ہے وہاں اس کا تعلق انسان کے ساتھ ہے نہ کہ اللہ کے ساتھ۔ لہذا آیت کریمہ عَسَىٰ رَبُّكُمْ اَنْ يَّهْلِكَ عَذُوْكُمْ (۱۲۹:۷) کے معنی یہ ہیں، تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھو کہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے۔

یہ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ غمگین ہے۔ شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔

فَعَسَىٰ اَوْ لَشَكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ پس یہی لوگ ہیں جن سے توقع ہے کہ راہِ ہدایت پائیں گے۔

۹: ۱۹ = سِقَايَةَ - پانی پلانا۔ عِمَارَةَ - آباد کرنا۔ صاحبِ دنیا، القرآن۔ مظہری۔ قرطبی و بیضاوی لکھتے ہیں۔ الفاظ آیت سقایہ و عمارۃ مصدر ہیں۔ اگر یہ اسم فاعل کے معنی میں استعمال ہوں تو کلام میں کسی لفظ کو مصدر ماننے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی معنی ہوگا: کہ حاجیوں کو پانی پلانے والا اور مسجد کو آباد کرنے والا اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور جہاد کرے۔

اور اگر مصدری معنی ہی میں مستعمل ہو تو پھر کلام میں حذف ماننا پڑیگا۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو مشبہ میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام یوں ہوگی۔ اجعلتم اہل السقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام۔۔۔ اور یا مشبہ ہم میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام ہوگی۔ اجعلتم سقایۃ الحاج و عمارۃ المسجد الحرام کا ایمان من امن بالله و الیوم الآخر و جہاد من جاہد فی سبیل اللہ۔

= لَا یَسْتَوْنَ = مضارع منفی جمع مذکر غائب اسْتَوَاءُ (اِفْعَعَالَ) مصدر۔ وہ برابر نہیں ہیں ۲۰: ۹ = اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ - ای اعظم درجۃ من اهل السقایۃ و العمارۃ عند اللہ۔ یعنی اللہ کے نزدیک ایمان والوں، ہجرت کرنے والوں اور اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ اہل سقاہ و اہل عمارت سے بہت بڑا ہے۔

= اَلْفَاثُرُوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ فَاثْرٌ واحد۔ کامیاب، انتہائی مقصود پانے والے۔ یُبَشِّرُوْهُمْ - وہ ان کو خوشخبری دیتا ہے یُبَشِّرُ (تفعیل) سے مضارع واحد مذکر غائب ہُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= رِضْوَانٍ - رضا مندی۔ خوشنودی۔ مرضی۔ رضا۔ رَضِیَ یَرْضِیٰ کا مصدر ہے رِضْوَانٍ اور جَنَّتٍ۔ بوجہ ب حرف جر کے مجرور ہیں۔



= فِيهَا مِثْرًا مِثْرًا وَاحِدًا مَوْثِقَةٌ جَنْبُوتِ كِي طَرَفِ رَاجِعِ هِ  
= نَعِيمٌ اسْمُ مَكْرَهٍ - نَعْمَتٌ - رَاحَةٌ - نَعْمَتٌ كَثِيرَةٌ -

= فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ (۱۲:۵۶) نَعْمَتوں کی بہشت میں ادر جَنَّاتِ النَّعِيمِ (۸:۲۱) نَعْمَتوں کے باغ میں  
= مُقِيمٌ - اسْمُ فَاعِلٍ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ - دَوَامٌ - لَازِمٌ - اِقَامَةٌ - نَعِيمٌ مُقِيمٌ لَازِمٌ دَائِمٌ نَعْمَتِیں  
۹: ۲۳ = لَا تَتَّخِذُوا أَوْلِيَاءَ - تَمَّ دُوسْتِ مَتِ بَنَازَ - فَعْلٌ نَهَى جَمْعُ مَذْكُورٍ حَاضِرٌ - اِتَّخَذَ (اِفْتَعَالٌ)  
= اِسْتَجَبُوا - مَاضِي جَمْعُ مَذْكُورٍ غَائِبٌ - اِسْتَجَابَ (اِسْتِفْعَالٌ) سے (اِگر) وہ عَزِيزٌ رَکھیں -  
= يَتَوَلَّوْهُمْ - مَضَارِعُ مَجْزُومٌ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ - هُمْ نَعْمِ مَفْعُولٌ جَمْعُ مَذْكُورٍ غَائِبٌ تَوَلَّى سے جَوَانِ  
دُوسْتی رَکھے گا -

۹: ۲۴ = عَشِيرَتُكُمْ - تَمَّہاری بَرادری - تَمَّہارِ اَکْبَنہ - تَمَّہارِ اَقْبِلہ -

= اِقْتَرَفْتُمُوهَا - اَصْلٌ مِثْلُ اِقْتَرَفْتُمْ - ہے وَادِ اَشْبَاحِ کا ہے -

اِقْتَرَفَ اِقْتَرَفَ اِقْتَرَفَ (اِفْتَعَالٌ) کَمَانَا - هَا نَعْمِ وَاحِدٌ مَوْثِقَةٌ غَائِبٌ اَمْوَالٌ کِ  
طَرَفِ رَاجِعِ ہے - مَوَالِ تَمَّ نَے کَمَائے ہیں -

= كَسَادَها - مَضَافٌ مَضَافٌ اِلَيْهِ كَسَادٌ مَصْدَرٌ - تِجَارَتٌ - جَلَنَا - سَوْدَانٌ بَكَنَا - خَرِيدَارٌ - مَلْنَا - (بَابُ  
نَصْرٍ وَكُرْمٍ) سَوَّقٌ كَاسِدٌ - وہ بَازارِ جِسْ میں خَرِيدَارِ کَمِ ہوں - اَرَدُوں کَسَادِ بَازَارِ اسِ وَقتِ  
بُولتے ہیں حَبِ بَازارِ میں خَرِيدِ وَفَرُوحِ مَدِّہمِ پُرِ جَائے -

= فَتَرَبَّصُوا - پَسِ تَمَّ اِنْتَظَارِ کَرُو - تَمَّ مَنظَرِ رَہُو - تَمَّ رَہِ دَکھُو - تَرَبَّصْ (تَفَعُّلٌ) سے اَمْرُ کَا صِیغہ  
جَمْعُ مَذْكُورٍ حَاضِرٌ -

= فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ تَهْدِيْدٌ وَتَخْوِیْفٌ کَے لَئے ہے (یعنی تُو پھر اَبِ عَذَابِ اللّٰہِ کَا  
اِنْتَظَارِ کَرُو پَسِ اِنْتَظَارِ کَرُو یہاں تَمَّ کَ اللّٰہِ تَعَالٰی اِپنا فیصلہ تَمَّہائے سَامَنے لے آئے -

۹: ۲۵ = مَوَاطِنَ - مَوَاقِعُ جَنگِ - لَوگوں کَے رَہنے کِ جِگہ - مَوْطِنٌ وَاحِدٌ دَوْطِنٌ مَصْدَرٌ  
(بَابُ ضَرْبٍ) جِگہ پُڑنا - مَقِیمُ ہونا - اِیْطَانٌ (بَابُ اَفْعَالٍ) تَوَاطِنٌ (تَفْعِيلٌ) اِسْتِیْطَاتٌ  
رَاسْتِیْطَالٌ تینوں اَبوابِ سے مَعْنٰی رَہنے کِ جِگہ اِختیارِ کَرنا - تَوَاطِنٌ (تَفَعُّلٌ) جِگہ پُڑ لینا - کِسی  
جِیزِ پَرِ دَلِ لَستہ ہو بَانا -

مَوَاطِنَ - طَرَفِ مَکَانِ فِی حَرْفِ بَارِ کِ وَجہِ سے نَ مَکسُورِ ہونا چاہئے تَہا - لَکِنِ ایسی جَمْعِ جُو  
مَنْتَہی الْجَمْعِ کَے وَزْنِ پَرِ ہو یعنی ایسی جَمْعِ جِسْ کَے پَہلے دو حَرْفِ مَفْتُوحِ اَوْرِ تِیسری جِگہ الف ہو جیسے  
هَسَا جِدٌ - مَصَابِيْحٌ - یہ جَمْعِ قَائِمِ مَقَامِ دُوسَبوں کَے ہے لَہذا مَوَاطِنُ غَیرِ مَنْصَرَفِ ہے اَوْرِ اَصْلُ



سے ن کے نیچے کسرہ نہیں آیا۔

مَوَاطِنَ کَثِيرَةٍ سے مراد یہاں وہ جنگیں ہیں جن میں باوجود دشمن کے مقابلہ میں قلت کی وجہ سے مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ نے فتح و کامرانی سے سرفراز فرمایا۔ مثلاً بدر۔ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے خلاف جنگیں۔ مدینہ۔ خیبر۔ مکہ وغیرہ۔

= دَيَوْمَ حُنَيْنٍ کیا اس کا عطف مَوَاطِنَ کَثِيرَةٍ پر ہے تو اس صورت میں يَوْمَ مفتوح کیوں آیا ہے اس کی متعدد توضیحات دی گئی ہیں۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ نیا جملہ ہے اور اس سے پہلے اذکودا مضمحل ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَاذْكُرُوا يَوْمَ حُنَيْنٍ۔ اور یاد کرو جنگ حنین کا واقعہ۔

= لَمْ تَغْنِ۔ تَغْنِ اصل میں تَغْنِي تھا۔ لَمْ کی وجہ سے ی حذف ہو گئی۔ وہ کام نہ آئی (یعنی کثرت)۔  
= بِمَا۔ میں مامصدر یہ ہے بِمَعْنٰی مَعَ کے ہے  
رَحْبَتٌ۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی (باب کرم) رَحْبٌ سے جس کے معنی فراخ ہونے کے ہے  
ماضی واحد مؤنث غائب۔

بِمَا رَحْبَتٌ۔ باوجود کشادہ اور فراخ ہونے کے۔ باوجود اپنی وسعت کے اور کشادگی کے۔

(نیز ملاحظہ ہو ۹: ۷)

= وَلَيْتُمْ۔ تم پیٹھ دے کر بھاگے۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَوَلَّيْتُمْ سے  
= مُذَبِّرِينَ۔ پیٹھ دکھانے والے۔ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والے۔ دُبُورِ ہر چیز کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں  
۲۶: ۹ = سَكِنَتْهُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سکینہ وہ اطمینان۔ چین و قرار اور سکون ہے جو  
اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی  
شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں  
یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی یقین میں قوت اور استقلال پیدا کر دیتا ہے۔  
= لَمْ تَرَوْهَا۔ اصل میں تَرَوْنَ (مضارع جمع مذکر حاضر۔ لَمْ کی وجہ سے ن اعرابی گر گیا  
جن کو تم نے نہ دیکھا۔

۲۷: ۹ = يَتُوبُ اللّٰهُ۔ اللہ اپنے طرف لوٹنے کی توفیق دے گا۔ (یعنی کافروں میں سے جسے چاہیگا  
اپنی طرف لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور ان کو اسلام سے مشرف فرمائیگا۔ تَابَ يَتُوبُ (نصر)  
یعنی لوٹنا۔ رجوع کرنا جب اللہ کی طرف اس کی نسبت ہو تو بمعنی لوٹنے یا رجوع کرنے کی توفیق  
بخشنا۔ توبہ قبول کرنا۔ رحمت سے توبہ فرمانا)



۲۸:۹ = نَجَسٌ - نَجَسٌ وَ نَجَاسَةٌ - مصدر (باب سمع - نصر) ناپاک، پلید۔ خواہ ظاہری ہو یا باطنی۔ یہاں مصدر استعمال ہوا ہے۔ مذکر۔ مؤنث۔ تثنیہ۔ جمع سب کا اطلاق ہوتا ہے !  
 = عَيْلَةً - فقر۔ مفلسی۔ عَالٌ يَعِيْلُ (ضرب) سے مصدر ہے (یعنی اگر مشرکین کے داخلہ پر بندش سے تمہیں تجارتی کاروبار میں کساد بازاری یا آمدنی میں کمی کا اندیشہ ہو تو فسوفَ يُغْنِيَكُمْ اللہ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دے گا۔

۲۹:۹ = لَا يُحَرِّمُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب (تَفْعِيلٌ) مصدر وہ حرام قرار نہیں دیتے۔

= لَا يَدِينُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب ضرب) وہ مذہب اختیار نہیں کرتے وہ دین اختیار نہیں کرتے۔ دَانَ دَتَاتٍ ب۔ مذہب اختیار کرنا۔

= دِينَ الْحَقِّ - سچا دین یعنی اسلام

= عَنْ يَدٍ - (اپنے، ہاتھ سے۔ دلی اطاعت کے طور پر

= وَهُمْ صَاغِرُونَ - اور وہ اپنے صغیر (حقیر اور مغلوب) ہونے کا دلی احساس رکھتے ہوں اپنے آپ کو حقیر و صغیر جانتے ہوئے۔

۳۰:۹ = يُضَاهَوْنَ - مُضَاهَاةٌ (مفاعلة) وہ مشابہت پیدا کر رہے ہیں۔ وہ نقل اتار رہے ہیں۔ ایسی باتیں کر رہے ہیں جیسے قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا - ضَهَى - مثل۔ مانند شبہ۔ ضَهَى - مصدر ناقص یائی (باب سمع) عورت کا مرد کی طرح ہو جانا کہ نہ حیض ہو۔ نہ حمل نہ پستان۔ ضَهِيَاءُ - مرد نما عورت۔ مضاهات مشابہت، ضہی مادہ۔ بعض کے نزدیک یہ مہوز اللام (ضَهَاءُ) اور اس کی قرأت يُضَاهَوْنَ ہے ناقص یائی کی صورت میں قرأت يُضَاهَوْنَ ہوگی۔

= قَاتَلَهُمُ اللہ - بد دعا کا کلمہ ہے: خدا ان کو غارت کرے۔ یا ان کے قول کہ «عزیر اللہ کا بیٹا ہے» اور یہ کہ «مسح اللہ کا بیٹا ہے» کی قباحت پر کلمہ تعجب ہے۔

= اَنۡیُؤْفَكُوْنَ - اَنۡیُ بمعنی کَیْفَ کہاں۔ کیسے۔ کیونکر۔ کتنے۔

یُؤْفَكُوْنَ - مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِفْکُ (ضرب) سے۔ کسی شے کا اصلی جانب سے منہ پھرنے کا نام افک ہے۔ جھوٹ۔ بہتان۔ ان ہر دو میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے۔ کیسے بھٹکائے جائے ہیں۔ یا اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کدھر بھٹکے چلے جائے ہیں۔ اور فعل مجہول محض ان کی ہرٹ دھرمی کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی



بیرونی طاقت ان کو جبراً بھگا رہی ہے۔ ایسی دیگر مثالیں ۷۸:۱۱ اور ۷: ۱۲۰ میں ملاحظہ فرمادیں۔  
 افک الف کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ مستعمل ہے۔ بمعنی جھوٹ بولنا۔  
 ۳۱: ۹ = أَجْبَادَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اجبار جمع خبر کی۔ اہل تفسیر اسے حَبْر (بالفتح) اور اہل لغت حَبْر (بالجزم) پڑھتے ہیں۔ فرار کے نزدیک دونوں طرح صحیح ہے اس کا معنی ہے جید عالم جو بڑی عمدگی اور سلیقہ سے بات کر سکے۔  
 = دُھِبَانَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دُھِبَانٌ رَاھِبٌ کی جمع ہے جو رُھْبَةً بمعنی خوف سے مانع ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنی ساری زندگی اللہ کے خوف سے اس کی عبادت کے لئے وقف کر دیں۔

= أَرْبَابٌ۔ جمع ہے رَبٌّ کی۔ معبودان۔  
 = الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ فعل ۱ تَخَذُوا کا مفعول ثالث۔ پہلے دو مفعول أَحْبَادَهُمْ اور رُھْبَانَهُمْ ہیں۔  
 یہاں رب (ارباباً) ماننے سے مراد یہ ہے کہ معاصی میں ان کا حکم مانتا۔ ان کے حرام کو حلال کہنے کو حلال مانتا۔ اور حلال کو حرام کہنے کو حرام مانتا۔  
 ۳۲: ۹ = يُطْفِئُوا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب اِطْفَاءٌ (افْعَالٌ) سے مصدر۔ اصل میں يُطْفِئُونَ تھا۔ اُن کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ کہ وہ بجھا دیں۔  
 = نُودَ اللّٰهُ۔ یہاں مراد اسلام ہے۔ دین اللہ۔  
 = اَفْوَاهِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے مُنہ۔ اس کا ترجمہ اپنی پھونکوں سے بھی ہو سکتا ہے  
 = اَفْوَاهٌ فَتْمٌ کی جمع ہے جس کے معنی منہ کے ہیں۔ فَتْمٌ کی اصل فَوْءٌ تھی۔ کہ کوگر اگر داد کو میم سے بدل دیا گیا۔

قرآن مجید میں جہاں صرف منہ سے کہنے پر بات رکھی گئی ہے وہاں دروغ بیانی کی طرف اشارہ ہے اور اس طرف تنبیہ ہے کہ اعتقاد واقع کے مطابق نہیں۔  
 = یَابِئِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِبَاءٌ مصدر (باب فتم) وہ انکار کرتا ہے وہ نہیں مانتا۔  
 = نَوَّ۔ اگرچہ۔

= كَثْرَةً۔ ناپسند کریں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ (باب سمع) یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے  
 ۲۳: ۹ = لِيُظْهِرَهُ۔ کہ اس کو غالب کرے۔ کہ کی ضمیر دین کی طرف راجع ہے۔  
 = عَلَى الدِّينِ حُلَّةٍ۔ تمام دینوں پر۔



اگر لَیْظُہْرَہ کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو عَلٰی الدِّیْنِ حُجَّہ بمعنی علی اہل  
الادیان کلم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دینوں کے پیروؤں پر غالب کرے گا  
۹: ۳۴ = یَصْدُقُونَ - اے یمنعون الناس (عن الایمان وعن الاسلام) لوگوں کو اسلام سے  
روکتے تھے۔

= وَالَّذِیْنَ یُکَذِّبُوْنَ - میں اشارہ کثیراً مِنَ الْجَبَّارِ وَالزُّهَّانِ کی طرف ہے۔ یُکَذِّبُوْنَ  
مضارع جمع مذکر غائب۔ کَثَرُ مصدر (باب ضَرْب) وہ جمع کر کے رکھ پھوڑتے ہیں۔

= الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ - سونا اور چاندی - بمعنی مال و دولت۔

= فَبَشِّرْهُمْ - بَشِّرْ - تو خوشخبری دے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بَشِّرُ (تَفْعِلُ) سے

بشارت کا لفظ طنزاً استعمال ہوا ہے۔ هُمْ ضمیر الذین یُکَذِّبُوْنَ کی طرف راجع ہے

۹: ۳۵ = یُحْمَى - مضارع مجہول واحد مذکر غائب (افْعَالُ) مصدر - خوب گرم کیا  
جائے گا۔ پتایا جائے گا۔ حَمَى سے۔ اس مادہ سے متعدد الفاظ متعدد معانی میں استعمال ہوئے

ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہے فِي عَيْنِ حَامِيَةٍ (۱۸-۸۶) گرم چشمے میں۔ یا جیسا ایک دوسری  
قرأت میں ہے۔ فِي عَيْنِ حَمِيَّةٍ - سیاہ بد بودار کچڑ والے چشمے میں۔ حَمِيَّةُ الْجَاهِلِيَّةِ۔

(۲۶: ۱۳۸) جَاهِلَانِ حَمِيَّتٍ (ضد - کد - نفرت) مِنْ حَمِيٍّ مَسْلُوْنٍ - سڑے ہوئے گائے سے

اسی طرح عربی میں بولتے ہیں حَمِيَّتُ الْفَخْرِ مَحْمِيَّةٌ - میں نے اپنی عزت کی حفاظت کی۔

اسی سے حامی - مددگار - حمایت کرنے والا - وغیرہ وغیرہ۔

= یُحْمَى عَلَيْهَا - اصل میں (یَوْمَ) تُحْمَى النَّارُ عَلَيْهَا تھا۔ اس صورت میں تُحْمَى مسند

اور النَّارُ مسند الیہ ہے النَّارُ کو حذف کر دیا گیا۔ تو عَلَيْهَا جار مجرور ہو کر مسند الیہ ہوا۔ اس انتقال

اسناد کی وجہ سے تُحْمَى (صیغہ واحد مونث غائب کی بجائے یُحْمَى) (صیغہ واحد مذکر غائب) لایا

گیا۔ جیسے کہتے ہیں دُفِعَتِ الْقِصَّةُ إِلَى الْأَمِيرِ - اور حبیب القصد کو حذف کیا جائیگا تو رُفِعَ إِلَى  
الْأَمِيرِ کہیں گے۔

عَلَيْهَا میں ضمیر ہا اور اس طرح آیت سابقہ میں یُنْفِقُونَ نہا میں اور آیت نہا میں تُكَلِّوْا

بہا میں ضمیر واحد مونث غائب لائی گئی ہے۔ حالانکہ اس کا اشارہ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ کی طرف

ہے جو ثننیہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ سے مراد کثرت و نانیہ (دینار کی جمع)

اور کثرت دراہم (درہم کی جمع) ہے اور بوجہ جمع مذکر غیر سالم کے ان کی ضمیر واحد مونث لائی گئی

يَوْمَ یُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ - جس دن پتایا جائے گا اس سونے اور چاندی کو یا ان سے



بنائے ہوئے سکوں کو دوزخ کی آگ میں

== فَتَكُونُ - مضارع مجہول واحد مؤنث غائبہ کی سے (باب ضرب) کوئی یکنوی - کونیت الدابة بالنار کیا - میں نے جانور کو گرم لوہے سے داغ دیا - فتکونی پس داغ دیئے جائیں گے (ان سونے چاندی یا ان کے سکوں سے)

== جَاهُهُمْ - مضاف مضاف الیہ - جہات حبیثہ کی جمع ان کی پیشانیاں -

== جُنُوبُهُمْ - مضاف مضاف الیہ - جُنُوبٌ جُنُبٌ کی جمع ان کے پہلو

== ظُهُورُهُمْ - مضاف مضاف الیہ - ظُهُورٌ ظُهُورٌ کی جمع ان کی پیٹھیں - ان کی پشتیں -

== هَذَا مَا كُنْزْتُمْ - ای يقول لهم هذا ما كنزتم -

۹: ۳۶ = عِدَّةٌ گنتی - شمار - عدت یعنی وہ گنتی کے دن جن کے گذر جانے پر مطلقہ یا بیوہ سے نکاح حلال ہو جاتا ہے -

== حُرْمٌ - ادب ولے - عزت ولے حُرَامٌ کی جمع - بمعنی حرمت والا - حرام، ممنوع - جس

چیز سے منع کر دیا جائے وہ حرام ہے - حرمت کے ماہ کو بھی شہر حرام اس واسطے کہا جاتا ہے کہ ایسے ماہ میں اللہ تعالیٰ نے بعض ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے جو دوسرے اوقات میں حلال ہیں -

ارْبَعَةٌ حُرْمٌ - چار حرمت والے مہینے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ - المحرم - الرجب -

== الْقِيَمُ - صیغہ صفت - مفرد - مذکر - درست - ٹھیک - سیدھا -

الدين القيم (موصوف و صفت) الیادین جو معاش و معاد اور دنیا و آخرت کو درست کرنے والا ہے

== فِيهِنَّ - میں ہیں ضمیر جمع مؤنث غائبہ کا مرجع اَرْبَعَةٌ حُرْمٌ ہے یا اس کا مرجع اِثْنَا

عَشْرَ شَهْرًا بھی ہو سکتا ہے - یعنی بارہ مہینے (ہمیشہ) اپنے نفسوں پر ظلم کرنے سے بچو

== كَافَّةً - اسم فاعل - مفرد - مؤنث - كَافٌ مذکر كَافَاتٌ جمع كَفَتْ مسادہ (مضاعف

تلائی) و نیز مصدر - یا اسم فاعل مفرد مذکر بھی ہو سکتا ہے - اس صورت میں تاء علامت مبالغہ

ہوگی - استعمال میں یہ ہمیشہ حال - منصوب اور نکرہ ہوتا ہے جس کے معنی سب کے سب

پورے کے پورے - جَمَاعَةً - قرآن میں ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (۲۴: ۲۸)

اور (اے محمد) ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے (البشیر و النذیر بنا کر) بھیجا ہے - امام راغب نے

اس کا ترجمہ کیا ہے - ہم نے تم کو گناہوں سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے -

۹: ۳۷ = النَّسِيءُ - النَّسِيءُ کے معنی کسی چیز کو اس کے وقت سے مؤخر کر دینے کے ہیں اسی سے محاورہ



نُسِبَتِ الْمَرْأَةُ۔ عورت کے حیف کا مقرر وقت طل گیا۔ حیف آنے میں تاخیر ہو گئی۔ نُسَاءٌ نُسِيٌّ و نُسِيَّةٌ۔ تاخیر۔ اسی سے ہے نُسَاءٌ۔ لاشعری یا ڈنڈا کہ اس سے کسی چیز کو پیچھے ہٹایا جاتا ہے۔ اور اسی سے نَسَاءُ اللّٰهُ فِيْ اَجَلِكَ۔ اللہ تمہاری اجل میں تاخیر کر دے۔ یعنی تمہاری عمر دراز کرے۔

عرب کا قدیم دستور تھا کہ ذوالقعدہ ذوالحجہ۔ محرم اور رجب المرجب کے مہینوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اس میں کسی قسم کا جنگ و جدال جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن جب ان کا بگاڑ عروج کو پہنچا تو ان میں سے بعض زور آور قبائل اپنے مفاد کی خاطر بعض دفعہ اعلان کر دیتے کہ اس سال ہم نے فلاں مہینے کو اشہر حرم سے خارج کر دیا ہے اور اس کی بجائے فلاں مہینے کو اشہر حرم میں داخل کر لیا ہے۔ اس طرح وہ چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے لیکن اپنی مرضی سے ان کے تعین میں رد و بدل کر لیتے۔ اس قسم کا رد و بدل النّسبی کہلاتا تھا۔

= زِيَادَةٌ۔ نَادِيْزِيْدٌ (ضَرْبٌ) کا مصدر ہے زیادتی۔ زیادہ ہونا۔ زیادہ کرنا۔ النّسبی کفر میں مزید اضافہ کا باعث ہے۔

= يُضَلُّ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب (اِفْعَالٌ) سے گمراہ کئے جاتے ہیں۔  
= يُضَلُّ بِهِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یعنی کافر لوگ اس النّسبی کے ذریعہ مزید گمراہ کئے جاتے ہیں۔ ان کے سردار نسبی کے ذریعہ ان کو گمراہ کرتے ہیں۔

اس جگہ فعل (يُضَلُّ) مسند اور الذین کفروا (مفعول مالم لیس فاعل) مسند الیہ ہے۔ فعل کا اسناد مفعول کی طرف کرنے کی قرآن میں متعدد مثالیں ہیں۔ مثلاً اسی آیت میں آگے آیا ہے زَيِّنْ لَهُمْ سُوْءَ اَعْمَالِهِمْ۔

= يَحِلُّوْنَہُ عَامًا وَيُحَرِّمُوْنَہُ عَامًا۔ حلال قرار دے لیتے ہیں اس کو کسی سال اور حرام قرار دے دیتے ہیں اسے کسی سال۔ یعنی کسی سال حرمت کے مہینے کو ماہ حرام کہتے ہیں اور کسی سال اس کو حلال قرار دے دیتے ہیں۔ یعنی کسی سال اس میں قتل و غارت کو جائز قرار دے لیتے ہیں۔

يُحَرِّمُوْنَہُ اور يَحِلُّوْنَہُ ہر دو میں ضمیر واحد مذکر غائب النّسبی کی طرف راجع ہے۔ جس سے وہ ماہ حرام کو بدل دیا کرتے تھے۔

= لِيُوَاطِّئُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب (مُفَاعَلَةٌ) مصدر تاکہ موافقت پیدا کر لیں درست کر لیں۔ برابر کر لیں۔ لِيُوَاطِّئُوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔ تاکہ جس تعداد کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کے ساتھ موافقت پیدا کر لیں۔ مہینوں کی گنتی کو برابر کر لیں۔

= فَيَحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔ پس اس طرح جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو اپنی مطلب برآی



کے لئے حلال کر لیں۔

= ذُبْنَ - مزین کر کے دکھایا گیا۔ خوشنما کر کے دکھایا گیا۔ تَزْبِيْنٌ (تَفْعِيلٌ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

= سَوْءُ أَعْمَالِهِمْ - ان کے اعمال کی بُرائی۔ قباحت۔ گناہ۔ بُرا کام۔ عیب۔ سَاءَ لَيْسُوْءٌ سَوْءٌ۔ (باب نصر) سے اسم ہے۔ ان کے بُرے اعمال۔ ان کے اعمال میں سے بُرے عمل ۳۸:۹ = مَا لَكُمْ - تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اور جگہ ہے وَقَالَ الذِّنَّانُ مَا لَهَا (۳۹:۹) اور انسان کہیگا اس کو (یعنی زمین کو) کیا ہو گیا ہے۔

= اِنْفِرُوا - نَفَرَ يَنْفِرُ (ضَرْبٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم نکلو۔ نَفَرَ کے اصل معنی ہیں منتشر ہونا۔ لیکن مختلف حروف کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے مثلاً نَفَرَ عَنْ کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ اِلٰی کسی چیز کی طرف دوڑ کر جانا۔ نَفَرَ مِنْ کسی چیز سے کترانا۔ یہاں آیت میں نَفَرَ سے نکلنا۔ کوچ کرنا کے معانی لئے گئے ہیں۔ اِنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ تم خدا کے راستہ میں نکلو۔ (یہ آیت جنگ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی)

= اِثَّا قَلْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر اصل میں اِثَّا قَلْتُمْ (باب تفاعل) تھات کوٹ میں مدغم کیا گیا۔ حرف مدغم بمقام دو حروف کے ہے جن میں کا پہلا حرف ساکن ہے چونکہ حرف ساکن سے ابتدا نہیں کی جاسکتی۔ لہذا حرف مدغم سے پہلے ہمزہ وصل لایا گیا۔ اِثَّا قَلْتُمْ ہو گیا۔ جس کا مطلب ہے کہ تم بوجہ کے سبب جھک گئے۔

اِثَّا قَلْتُمْ اِلٰی الدُّرِّصِ - تم بوجھل ہو کر زمین ہی سے لگ گئے۔ یعنی جہاد کے لئے نکلنے کی بجائے تمہارے پاؤں زمین سے جم کر رہ گئے۔

قرآن حکیم میں اور بھی ایسی مثالیں ہیں مثلاً

(۱) وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَارْتَأٰتُمْ فِيْهَا (۲:۲۷) اور (یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا پھر تم اس کے بارہ میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے تھے۔ اصل میں تَدَا اِدَا تُمْ تھا۔ تاکو دال میں مدغم کیا چونکہ مدغم سے ابتداء نہیں ہو سکتی بوجہ سکون کے لہذا ہمزہ وصل زیادہ کیا گیا

(۲) حَتّٰی اِذَا دَاكُوْا فِيْهَا جَمِيعًا (۳۸:۷)

(۳) حَتّٰی اِذَا اَخَذَتِ الدُّرْمُ زُخْرُفَهَا وَاذِثْنَتْ (۲۴:۱۰) کہ اصل میں تَدَا دَاكُوْا اور تَزَيَّنَتْ تھا۔

۳۹:۹ = اِنْ لَّا - اِلَّا تَنْفِرُوْا - اگر تم نہیں نکلو گے (اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے)



= يَعِدُّ بِكُمْ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - مجزوم بوجہ جواب شرط کے کہ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= يَسْتَبْدِلُ - مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط - صیغہ واحد مذکر حاضر - وہ بدل کر لے آئیگا۔

= وَ لَا تَصْرُوْهُ - میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے - جو کہ محذوف ہے

۹: ۴۰ = اِلَّا تَنْصُرُوْهُ - میں کہ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ - ای ان لم تنصروه فسينصره الله كما النصره (اِذْ

اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِي اَشْنَيْنِ) اگر تم نے (یہ خطاب ہے تثاقل کرنے والوں سے جو

جنگ تبوک کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ نکلے تھے) رسول کی مدد نہیں کی (تو

کیا ہوا) اللہ تعالیٰ خود اسہم کہ مدد فرمائے گا۔ جیسا کہ اس نے مدد فرمائی تھی جب کافروں نے

ان کو (مکہ سے) نکالا تھا جب کہ دو میں سے دوسرا وہ تھا (یعنی وہ محض دو افراد تھے - ایک اور

اور دوسرا وہ خود - قلت تعداد پر زور دینے کے لئے یہ محاورہ استعمال ہوا ہے) ثَانِي اَشْنَيْنِ

منسوب ہے بوجہ نصرۃ اللہ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب پر حال ہونے کے۔

= اِذَا هُمَا بَدَلُ هِيَ اِذَا خَرَجَهُ - اسی طرح اِذَا يَقُوْلُ بدل ثانی ہے۔

= لِصَاحِبِهِ - صاحب دسا تھی سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور

ضمیر کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

= فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَیْهِ - میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں کیونکہ اس کے فوراً بعد کا جملہ وَاَيُّدَا۟ بَجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا جو کہ صریحاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَیْهِ - پر عطف ہے اور معطوف و معطوف علیہ میں شرکت

احوال لازم ہے۔

بعض کے نزدیک اس ضمیر کا مرجع حضرت ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ خوف کی حالت ان پر

طاری تھی - اور انہیں سکینہ کی ضرورت تھی۔

= لَمْ تَرَوْهَا - مضارع نفی جہد بلم - جمع مذکر حاضر - تَرَوْا اصل میں تَرَوْنَ تھا لَمَ کی وجہ سے

نون اعرابی گر گیا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جُنُوْدٌ ہے۔

= صَلٰۤیۡۃٌ - بات۔

= السُّفْلٰی - اسم تفضیل ہے - سَفُوْلٌ صیغہ واحد مؤنث - سَفْلٰی - جب ال کے ساتھ آئے

جیسا کہ موجودہ شکل میں ہے تو تفضیل کل کے معنی دیتا ہے السُّفْلٰی - سب سے نیچی - سرنگون۔



عُلْيَا کی ضد ہے اَلْعُلْيَا سے بلند۔

۴۱:۹ = خِفَافًا۔ سبک بار۔ ہلکے۔ خَفِيفَةٌ کی جمع بروزن فَعِيلٌ صفت مشیہ کا صیغہ ہے۔  
= ثِقَالًا۔ بوجھل ثقیل کی جمع ہے۔ ہر دو خِفَافًا وَثِقَالًا۔ اَلْفِرْدَا سے حال ہیں۔

خِفَافًا وَثِقَالًا۔ یعنی ہر حال میں خواہ تم جوان ہو یا بوڑھے۔ فقیر ہو یا امیر۔ سوار ہو یا پیادے۔ تندرست ہو یا بیمار۔ تنہا ہو یا عیالدار (روح البیان) جنگ کے سامان کے ساتھ یا بغیر سامان جنگ کے۔  
۴۳:۹ = عَرَضًا۔ رو برو لانا۔ پیش کرنا۔ پیش افتادہ سامان۔ سامنے رکھا ہوا مال و متاع یہاں عَرَضًا قَرِيبًا۔ بمعنی سہل الحصول مال ہے۔

= سَفَرًا قَاصِدًا۔ قریبی سفر۔ قَصْدٌ سے جس کا معنی ہے وسطی راستہ پر چلنا۔ القصد بمعنی المعتد  
= لَا تَبْعُوكَ۔ لام تاکید۔ ماننی جمع مذکر غائب۔ وہ ضرورتیری اتباع کرتے۔ تیرے پیچھے چلتے۔  
= شُقَّةٌ۔ مسافت۔ بقول ما غلب وہ منزل مقصود جس تک بہ مشقت پہنچا جائے۔ بَعْدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔ مسافت ان کو دور دما نظر آئی۔ کٹھن سفر ان کو بہت دور کا سفر نظر آیا۔  
سَيَجْلِفُونَ بِاللَّهِ۔ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہیں گے۔

= لَوْ اسْتَطَعْنَا۔ اگر ہمیں استطاعت ہوتی۔ اگر ہمیں طاقت ہوتی۔

۴۳:۹ = عَفَا اللَّهُ عَنْكَ۔ (اے محمد) تجھے اللہ بخشے۔ اللہ تجھے معاف فرمائے۔ خدا تیرا عہد کرے  
عفو کے اصل معنی مٹانا ہیں جیسے عَفَتِ التَّوَيْحُ الدَّارَ (ہوانے گھر کے نشانات مٹائے) اور  
عَفَوْتُ عَنْهُ کے معنی ہیں قصدت ازالة ذنبہ صارفًا عنہ میں نے اس سے درگزر کرتے ہوئے اس کے گناہ مٹانے کا ارادہ کر لیا۔

لیکن شیخ محمد بن طیب فارسی شارح قاموس سے منقول ہے کہ:-

عفو کا بغیر گناہ کے نہ ہونا گو عرف میں مشہور ہو گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ عفو بمعنی عدم لزوم (لازم نہ ہونا) بھی ہوتا ہے۔ اور اس کے اصل معنی ترک کے ہیں اور اسی پر اس کے سارے معانی گھومتے رہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے واحدی رمز سے نقل کیا ہے کہ عفو کے اصل معنی زیادہ ہونے کے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلِ الْعَفْوُ (۲۱۹:۲) کہہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ اور حتی عَفَوْا (۹۵:۷) یعنی جو ان کی تعداد تھی اس سے زیادہ ہو گئے۔

ان اقوال کی روشنی میں عربی محاورہ عفا اللہ سے کسی گناہ کا سرزد ہونا لازم نہیں آتا بلکہ بقول شیخ محمد بن طیب مذکورہ بالا حافظ کا شعر ہے:-

عَفَا اللَّهُ عَنْ شَرِّ النَّوَائِبِ - جَزَاكَ اللَّهُ فِي الدَّارِئِ خَيْرًا۔



۱) اللہ تمہیں زمانہ کی گردشوں کے شر سے بچائے۔ اور دارین میں نیک اجر دے۔

اور واحدی کے مطابق اس کا ترجمہ ”اللہ تیرا مہلا کرے“ بھی ہو سکتا ہے۔

شانِ نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جنگِ تبوک کے موقع پر موسم کی شدت اور مسافت کی مشقت کی وجہ سے بہت سوں نے شرکت سے معذرت پیش کی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ہر ایک منظور فرمائی۔ اس کی متعدد معقول وجوہات تھیں۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی کریم النفسی

(۲) معقول وجوہات کی بناء پر استثناء سے انکار قرین انصاف نہ تھا۔

(۳) عسکری پالیسی کے لحاظ سے بھی ایسے استنماص کو جبراً ساتھ لیجانا خلاف مصلحت تھا جو دلی جذبہ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے متمنی نہ تھے۔

لِہَذَا خُذُوا نِعْمَةَ اللَّهِ تَعَالَى كَمَا تَقُولُ لِمَا أَذِنَتْ لِهَؤُلَاءِ حَتَّى يَتَّبِعُونَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ الْكُذِبَ بَيِّنًا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سرزنش نہ تھی بلکہ اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو سچے اور جھوٹوں میں تمیز ہو جاتی۔ اسی وجہ سے اس استفسار سے پہلے عَفَا اللَّهُ عَنْكَ کے الفاظ ارشاد فرما دیئے۔

بعض کے نزدیک تو یہ کلمات اظہارِ تکریم و تعظیم کے لئے ہیں۔ اہل عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کی عزت و توقیر کا اظہار مقصود ہوتا تو اس کے ساتھ گفتگو کا آغاز ایسے ہی کلمات (عَفَا اللَّهُ عَنْكَ) سے کیا کرتے تھے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ إِنَّ ذَٰلِكَ يَدُلُّ عَلَى مِبَالِغَةِ اللَّهِ فِي تَعْظِيمِهِ وَتَوْقِيرِهِ یعنی ان کلمات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے۔

= حَتَّى يَتَّبِعُونَ۔ سے قبل وَهَلَّا تَوَقَّعْتَ مَحْذُوفٌ ہے۔ اور کیوں نہ تو نے توقف کیا (ان کو پیچھے رہنے کی اجازت دینے میں)

يَتَّبِعُونَ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبَيَّنُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ تجھ پر ظاہر ہو جاتے۔ کھل کر سامنے آ جاتے۔

۹: ۴۴ = لَا يَسْتَأْذِنُكَ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اسْتِئْذَانٌ مصدر۔ تجھ سے اجازت نہیں مانگیں گے۔

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ۔ اگر اُنْ يُجَاهِدُوا۔ بمعنی فِي أَنْ يُجَاهِدُوا لِيَا جَاءَ تو معنی ہوگا۔ وہ لوگ جو اللہ



اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اپنے مال اور جانوں سے جہاد کرنے سے بچنے کی خاطر تم سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگیں گے۔ یا یہ اس طرح ہے ان یَسْتَأْذِنُوكَ فِي التَّخَلُّفِ کراہۃ ان یجاہدوا۔ کہ وہ تجھ سے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کریں کیونکہ وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنا نہیں چاہتے۔

۹: ۴۵ = اِرْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ۔ ان کے دل شک میں پڑ گئے اِرْتَابَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِرْتَابَ (افتعال) مصدر۔ ریبُ مادہ۔ شک۔  
= یَتَرَدَّدُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (تَرَدَّدُ تَفْعَلُ) مصدر۔ ڈانواں ڈول ہیں۔ تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

۹: ۴۶ = لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوجَ۔ اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا۔  
خُرُوج کے لفظی معنی نکلنا کے ہیں (خَرَجَ یَخْرُجُ سے مصدر ہے) خواہ اپنی قرار گاہ سے نکلے یا اپنی حالت سے نکلے۔ اور قرار گاہ گھر ہو یا شہر یا خیمہ اور حالت خواہ اندرون میں ہو یا اسبابِ خارجی میں ہو۔ سب کے لئے خروج استعمال ہوتا ہے  
= لَاعَدُّوْا لَهُ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَعَدُّوا ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تیار کیا اِعْدَادُ سے جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں عَدُّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اِعْدَادُ کے معنی کسی چیز کا اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جاسکے۔

= عُدَّةٌ۔ ساز و سامان۔ اسباب، ہتھیار وغیرہ اس کی جمع عُدَدٌ آتی ہے جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرُفٌ آتی ہے۔ لَاعَدُّوْا لَهُ عُدَّةٌ۔ تو وہ ضرور جنگ کا سامان تیار کرتے۔  
= کِرَّةٌ (باب سیم) اس نے ناپسند کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔  
= اِنْبَعَاثُهُمْ۔ ان کا اٹھنا۔ (ان کا لڑائی کے لئے نکلنا) اِنْبِعَاثُ (الْفِعَالُ) مصدر اٹھ کھڑا ہونا۔

= قَبِضَتْهُمْ۔ پس اس نے ان کو باز رکھا۔ ان کو روک دیا۔  
ثَبِطَ یَثْبِطُ تَثْبِیْطٌ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب  
۹: ۴۷ = خَرَجُوا فِیْکُمْ۔ اِیْ خَرَجُوا مَعَكُمْ۔

= خَبَالٌ۔ فساد۔ تباہی۔ خَبَلَ یَخْبِلُ (نَصَرَ) سے مصدر ہے، وہ خرابی یا فساد کہ جس کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے۔ مثلاً جُنُونٌ۔



یا ایسا مرض جو عقل اور فکر پر اثر انداز ہوا سے خیال کہتے ہیں۔

== لَا أَوْضَعُوا۔ لام تاکید الف لام زائدہ۔ اَوْضَعُوا ۱۔ اَوْضَعَ يَوْضَعُ (إِفْعَالٌ) آرام سے یا تیز چلنا۔ آرام سے یا تیزی سے ادنٹ کا پلانا۔ ماضی جمع مذکر غائب وضع مادہ یہ لفظ مختلف المعانی ہے وَضَعَ نیچے رکھنا۔ مَوْضِعٌ رکھنے کی جگہ۔ وَضَعَ کرنا۔ کم کرنا۔ تَوَضَّعَ۔ انکساری وغیرہ == خَلَّلَكُمْ تمہارے درمیان۔ مضاف مضاف الیہ۔ خلال بمعنی درمیان۔ بیچ۔ وسط۔ خَلَّلَ کی جمع۔ جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی۔

== يَبْغُوا نَكْمًا۔ اَدْ صَعُوا کا حال ہے۔ یعنی وہ تمہارے درمیان بھاگیں دوڑیں گے تمہارے درمیان فتنہ ڈالنے کے لئے کوشش کرتے ہوئے۔ يَبْغُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وہ چاہتے ہیں تمہارے لئے۔ اِی يَبْغُونَ نَكْمًا۔

== سَتَعُونَ۔ سَتَعٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سَتَعٌ کی جمع۔ خوب کان لگا کر سننے والے۔ جاسوس۔ کان لگا کر سننا۔ کبھی تو جاسوسی کے لئے ہو گا۔ اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کیلئے آئینہ میں اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

۹: ۴۸ = اِبْتَغُوا۔ اِبْتَغَى يَبْتَغِي (اِفْتَعَال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تلاش کیا۔ انہوں نے چاہا۔

لَقَدْ اِبْتَغُوا الْفِتْنَةَ۔ انہوں نے فتنہ انگیزی میں کوشش کی۔ انہوں نے فتنہ بپا کرنا چاہا۔

== مِنْ قَبْلُ۔ اس سے قبل یعنی جنگ احد کے موقع پر جب عبداللہ بن ابی راسہ میں تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا تھا۔

== قَلْبُوا لَكَ الْاُمُورَ۔ قَلَبَ يَقْلِبُ۔ قَلْبٌ۔ پلٹنا۔ الٹنا۔ موڑ دینا۔ پھیر دینا۔ اوپر کے حصہ کو نیچے۔ نیچے کے حصہ کو اوپر۔ اندر کے حصہ کو باہر اور باہر کے حصہ کو اندر کرنا۔ قَلَبَ الْاَرْضَ ضَرْبٌ لِلزَّرَاعَةِ۔ زراعت کے لئے ہل بھالے سے زمین کو الٹ پلٹ کرنا۔

قَلَبُ الْاُمُورِ۔ معاملہ کو الٹ پلٹ کر دیکھنا اور جانچنا کہ اس کا ہر پہلو صاف ظاہر ہو جائے۔ قَلَبَ (باب تفعیل) سے مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ معاملہ کو خوب الٹ پلٹ کر پرکھنا اور جانچنا قَلْبُوا لَكَ الْاُمُورَ۔ تیرے لئے بہت سی باتوں کو خوب الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے کہ تیرے خلاف ان کو کس طرح استعمال کیا جائے؟

== حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ۔ یہاں تک کہ حق وقوع پذیر ہو گیا اور ان کی سازشیں اور مکاریاں ناکام ہو گئیں



= ظَهَرَ - ظاہر ہوا - آشکارا ہوا - غالب آگیا -

= أَمَرَ اللَّهُ - اللہ کا حکم - اللہ کا دین -

= وَهُمْ كَارِهُونَ - باوجودیکہ وہ ناخوش ہی ہے -

۴۹:۹ = اِذْذَنْ لِي - تو رخصت دے - تو اجازت دے -

اِذْذَنْ يَا اِذْذَنْ (سَمِعَ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر - اِذْذَنْ مصدر - جس کے معنی ہیں اجازت دینا -

= لَا تَفْتِنِّي - فعل نہی - تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال - تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال - تو مجھے گمراہی میں

نہ ڈال - فَتَنَ يَفْتِنُ (ضرب) فتون سے - اصل میں لَا تَفْتِنُنِي تھا - ی ضمیر واحد متکلم

اور اس سے قبل نون وقایہ جس میں لَا تَفْتِنُنِي کا نون مدغم ہوا - تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال یعنی

میری مجبوری ایسی ہے کہ اگر آپ اجازت نہ دیں گے تو میں مجبوراً تعمیل سے قاصر رہوں گا - اس لئے

آپ جہاد میں جانے کے لئے حکم ہی نہ دیں تاکہ میں نافرمانی کی آزمائش سے بچ جاؤں

= اِذْ - حرف تنبیہ اور استفاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے ہے) یہاں بطور استفاح

کے استعمال ہوا ہے - کیونکہ جب یہ شروع کلام میں آتا ہے تو اپنے مابعد کے مضمون پر زور دیتا ہے

اور اس کے تحقق کو ثابت کرتا ہے جیسے اَلَا اِنَّكُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ (۱۳:۲) خبردار ہو کہ یہی بیوقوف ہیں

آیت ہذا میں ہے اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا - خبردار ہو کہ فتنہ میں تو وہ پہلے ہی گر چکے

= سَقَطُوا - وہ گر پڑے - سَقُوطٌ سے ماضی - جمع مذکر غائب -

= لَمُحِيطَةٌ - اسم فاعل مونث - احاطة مصدر احاطَ يَحِيطُ احاطة (باب افعال)

حَوْط مادہ - چاروں طرف سے گھیر لینے والی -

۵۰:۹ = تُصِيبُكُمْ - اَصَابَ يُصِيبُ اِصَابَةً (افعال) سے مضارع کا صیغہ واحد مونث

غائب ہے - اصل میں تُصِيبُ تھا - اِنْ شرطیہ کی وجہ سے ی حرف علت گر گیا - کُمْ ضمیر

مفعول جمع مذکر حاضر - اگر پہنچے تم کو -

= تَسُوْهُمْ - سَاءَ يَسُوْءُ سَوَاءٌ (نَصَرَ) مضارع واحد مونث غائب - هُمْ ضمیر جمع

مذکر غائب - ان کو بری لگتی ہے - ان کو غمگین کرتی ہے -

= قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا - ہم نے پہلے ہی اپنا معاملہ ٹھیک کر لیا تھا - ہم نے پہلے ہی احتیاطی

تدبیریں اختیار کر لی تھیں - (اس لئے ہمیں یہ تکلیف نہیں پہنچی)

= يَتَوَكَّلُوا - پھر جاتے ہیں - لوٹ جاتے ہیں - تَوَكَّلُوا سے مضارع مجزوم جمع مذکر غائب -



= فَرِحُونَ - خوش - اترانے والے - صفت مشبہ - جمع - فَرِحَ واحد -

۵۲:۹ = تَرَبَّصُونَ - تم انتظار کرتے ہو - تم راہ دیکھتے ہو - تَرَبَّصَ يَتَرَبَّصُ تَرَبَّصٌ (تفعل سے - مضارع جمع مذکر حاضر -

هَلْ تَرَبَّصُونَ بِمَا - تم ہمارے بارہ میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو - تمہیں ہمارے بارے میں کس بات کی امید ہو سکتی ہے - تم ہمارے بارے میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو کہ ہمیں پیش آئے گی -

= إِلَّا أَحَدَى الْحُسَيْنَيْنِ - سوائے اس کے کہ یہ دو اچھی باتوں میں ایک ہوگی - یعنی ہمارے بارے میں تم جس نتیجہ کے منتظر ہو یا امید رکھتے ہو وہ دو محلاتوں میں سے ایک تو ضرور ہوگی یعنی اگر کامیاب ہو گئے توفیق ہماری اور اگر شہید ہو گئے تو آخرت سنو گئی -

۵۳:۹ = أَنْفِقُوا - تم خرچ کرو انْفَاقٌ (افعال) سے امر کا صیغہ - جمع مذکر حاضر - یہاں خبر کے معنی میں استعمال ہوا ہے - یعنی تم خوشی سے خرچ کرو یا مجبوری سے (تمہاری طرف سے یہ خرچ قبول نہیں کیا جائے گا) اس کی مثال قرآن میں ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (۸۰:۹) آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں

= لَنْ يُتَقَبَّلَ - مضارع مجہول نفی تاکید ملن - ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا - اِى لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ لَنْفَقَاتِكُمْ طَوْعًا اَوْ كَرْهًا - یعنی بخوشی جو مال بھی خرچ کرو گے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا = طَوْعًا - فرماں برداری - اطاعت - مصدر ہے اَدَّ كَرْهًا کی ضد ہے اس کا فعل نَصَرَ اور سَمِعَ دونوں ابواب سے آتا ہے -

= كَرْهًا - مصدر ہے - ناگوار ہونا - ناخوشی - مجبوری -

۵۴:۹ = كُسَالَى - كَسَلَانٌ کی جمع - سُت - کاہل - جیسے سُكَارَى سُكَرَانٌ کے جمع ہے -

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دیئے ہوئے مال کی عدم قبولیت کی یہ وجوہات ہیں -

۱) اَنْهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (۲) لَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى (۳) لَا يَنْفِقُونَ اِلَّا وَهُمْ كَرِهُونَ

۵۵:۹ = بِمَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع ان کے اموال و اولاد -

= تَزْهَقْ - مضارع واحد مؤنث غائب - وہ نکلے - وہ نکلے گی - زَهَقَ يَزْهَقُ (فتح) زَهْوَقٌ بمعنی غم سے جان نکلنا - مٹ جانا - قرآن مجید میں ہے - وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ



الْبَاطِلُ - إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (۸۱: ۱۷) اور کہہ دے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ عمل ل۔ لام تعلیل ہے ای لتزمت تَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ۔ اور ان کا دم نکلے اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔ (تاکہ اپنے کفر کی وجہ سے آخرت میں بھی عذاب پائیں)

۵۶: ۹ = يَفْرَقُونَ - مضارع جمع مذکر غائب فَرَّقَ مُصَدَّر (سَمِعَ) وہ ڈرپوک ہیں

۵۷: ۹ = لَوْ يَجِدُونَ - اگر وہ پائیں۔ وَجَدَ يَجِدُ (ضرب) وَجَدٌ۔

= مَلَجًا - اسم طرف مکان۔ پناہ کی جگہ۔ لَجَأُ مُصَدَّر (باب ضرب - فتح - سَمِعَ) مَلَجًا بھی مصدر ہے۔

= مَخْرِبٍ - مَخَارِئُ اور مَخَارِئُ کی جمع مَخَارِئُ بھی اس کی جمع ہے مَخَارِئُ وَمَخَارِئُ لوٹ - غار - الْمَخَارِئُ لوٹ کی جگہ۔ بچاؤ کی جگہ۔ زمین کے اندر گھسنے کی جگہ الْخَرَدُ کے معنی نشیبی زمین کے ہیں۔

= مَدْخَلًا - اسم طرف مکان۔ داخل ہونے کی جگہ۔ باب افتعال سے مَفْعَلٌ کے وزن پر۔

= لَوْ لَوْ - وہ ضرور منہ پھیر لیں گے۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

= يَجْمَعُونَ - جَمَعَ يَجْمَعُ (باب فتم) جَمَعَ - جَمُوعٌ - جَمَاعٌ مُصَدَّر - گھوڑے کا سرکشی کرنا۔ جَمُوعٌ منہ زور گھوڑا۔ جَمَعَتِ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا - شوہر کی اجازت کے بغیر عورت اس کے گھر سے نکل کر چلی گئی۔ جَمَعَ الرَّجُلُ - وہ آدمی خود رائے ہو گیا۔ وہ اپنی قوت کے ساتھ سرپٹ دوڑا۔ وَهُمْ يَجْمَعُونَ - وہ اپنی تمام قوت کے ساتھ سرپٹ (اس طرف) دوڑیں گے۔

۵۸: ۹ = يَلْمِزُكَ - مضارع واحد مذکر غائب - لَمَزَ يَلْمِزُ مُصَدَّر لَمَزَ - عیب چین کرتا ہے۔ وہ عیب لگاتا ہے۔ تتحہ پر باب ضرب (لَمَزَ) مصدر لَمَزَ - عیب چین۔ پیٹھ پیچھے برائی کرنے والا۔ صیغہ مبالغہ۔ لَمَّازٌ کے بھی یہی معنی ہیں قرآن مجید میں ہے۔ وَ نِيلٌ يَكُلُ هُمْزَةً لَّمَزَةً (۱: ۱۰۴) ہلاکت ہوہر عیب گو، غیبت کرنے والے اور عیب چین پر۔ هُمْزَةً اور لَمَزَةً دونوں ہم معنی ہیں۔

= فِي الصَّدَقَاتِ - صدقات کی تقسیم کے بارے میں۔

= اَعْطُوا - اَعْطَى يُعْطَى اَعْطَاءً سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ان کو دیا گیا



ان کو دیا جائے۔

== يَسْخَطُونَ - سَخَطَ يَسْخَطُ (سَخَطَ) سے مضارع جمع مذکر غائب، وہ ناراض ہو جائے ہیں۔  
 ۵۹: ۹ = وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا أَثَّهَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ - جواب لَوْ محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا أَثَّهَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ  
 = رَاغِبُونَ - رَاغَبٌ کی جمع رغبت کرنے والے۔ رَغَبَ فِيهِ وَرَغَبَ إِلَيْهِ کے معنی ہیں کسی چیز پر رغبت اور حرص کرنا۔ اور اگر عَنْ کے ساتھ آئے تو بے رغبتی کرنا اور انحراف کرنا کے معنی میں ہوتا ہے۔ مثلاً وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ (۱۳۰: ۲) اور کون ہے جو ملتِ ابراہیم سے انحراف کرے۔

== سَيُؤْتِينَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ - اللہ اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمائے گا (اور اس کا رسول بھی)۔  
 ۶۰: ۹ = وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا - یعنی صدقہ اور زکوٰۃ کا مال وصول کرنے والا عملہ۔ اہل کار ہا ضمیر کا مرجع الصَّدَقَاتِ ہے۔

== وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ - جن کی تالیفِ قلوب مقصود ہو۔ اَلْفَ يَأْلِفُ (ضَرْبَ) ہم آہنگی کے ساتھ جمع ہونا۔ محاورہ ہے اَلْفَتْ بَلَيْنَهُمْ - میں نے ان میں ہم آہنگی پیدا کر دی۔ اسی سے الفت (محبت) ہے۔ اسی سے مُؤَلِّفُ ہے جو مختلف اجزاء کو یک جا جمع کرے۔

یہاں اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ سے مراد ایسے اشخاص ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت و محبت و رغبت پیدا کرنا مقصود ہو۔ ان کی تین صورتیں تھیں۔

(۱) کفار کے رئیسوں کو اس غرض سے دینا کہ وہ خود بھی غریب مسلمانوں کو اذیت نہ دیں اور دوسروں کو بھی اذیت دینے سے روکیں۔

(۲) کفار کو اسلام کی رغبت دلانے کے لئے دینا۔

(۳) نو مسلموں کی ان کی خاطر داری کے لئے اعانت کرنا۔

اَلْمُؤَلَّفَةِ اسم مفعول واحد مؤنث تالیف (تفعیل) مصدر۔ ملائے گئے۔ جوڑے

گئے۔ اَلْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ - وہ جن کے دل جوڑے گئے۔

= اَلرِّقَابِ - گردنیں رَقَبَةُ کی جمع۔ رَقَبَةُ بمعنی گردن۔ جان۔ غلام۔ رقبہ اصل میں گردن کا نام ہے پھر جبلہ بدن انسانی کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔ اور عرف میں یہ غلاموں کا نام پڑ گیا۔ جس طرح کہ رَأْسُ (سر) اور ظہر (پشت) کا استعمال سواریوں کے لئے کیا جانے لگا۔



فِي الرِّقَابِ - اى فى فك الرقاب - غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے -

= اَلْغَارِمِیْنَ - غَارِمٌ کی جمع ہے - اسم فاعل جمع مذکر - قرضدار - غَارِمٌ کا مادہ غَرِمَ ہے جس کا معنی قرض - تاوان - اور ہر وہ چیز جس کا ادا کرنا لازم ہو - غَرِیْمٌ - قرضدار اور قرضخواہ دونوں کے لئے مستعمل ہے -

= اِبْنُ السَّبِيلِ - مسافر -

= فَرِيضَةٌ مِّنَ اللّٰهِ - یہ سب مَدَّاتِ زَكَاةٍ کے خرچ کے لئے اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہیں -

۹: ۶۱ = يُوْذُوْنَ مَضَارِعَ مَّذْكُرٍ غَائِبٍ - اِیْذَآءُ (اِفْعَالٌ) مصدر - انڈا دیتے ہیں دکھ دیتے ہیں -

= اُذُنٌ - اُذُنٌ - کان - مجازاً اس شخص کو کہتے ہیں جو کان لگا کر سُننے اور سُن کر مانے کانوں کا کچا - هُوَ اُذُنٌ - مبالغہ کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے تمام وجود کو جسم کا ایک حصہ کا نام دیدیا گیا ہے - گویا کہ وہ اتنا سنا ہے کہ صرف کان ہی کان ہے - جیسے جاسوس کے لئے عَيْنٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں - انگریزی میں محاورہ ہے

یعنی وہ اس قدر انہماک سے سُن رہا تھا گویا اس کے جسم کا ایک ایک حصہ کان کا کام دے رہا ہے = اُذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ - اس کی تقدیر یوں بھی ہو سکتی ہے اذن ذی خیر لکم تمہارے ساتھ بھلائی کرنے والے کا کان -

یا اس کا مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے ہواذن فی الخیر ولیس باذن فی غیر ذلک - وہ صرف تمہاری بھلائی کے لئے سنتا ہے کسی اور غرض کے لئے نہیں سنتا - یا اس کا یہ مطلب ہے - اس کا تمہاری بات سُن لینا اور تم سے اعراض کرنا تمہارے لئے ہی اچھا ہے - یعنی تمہاری باتوں کو سُن لیتا ہے اور پُن چھین نہیں کرتا اور نہ تمہاری منافعت آشکارا ہو جاتے -

= يُوْثِقُ بِاللّٰهِ - یعنی (صرف) اللہ کی باتوں پر یقین و ایمان رکھتا ہے - یا يُوْثِقُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کی باتوں پر اعتبار کرتا ہے (تمہاری باتیں تو محض سن ہی لیتا ہے یہت خیال کرو کہ وہ ان کو سچی بھی سمجھتا ہے)

۹: ۶۲ = لِيُضْوَكَكُمْ - يُوْضُوْا - اَرْضٰی يَرْضٰی اَرْضَاءُ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب - اصل میں يَرْضٰیوْنَ تھا - مَی پر ضمہ ثقیل ہونے کی بناء پر ماقبل کو دیا - پھری



اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ نون اعرابی بوجہ عمل لام گر گیا یُؤْخِضُوا رہ گیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تاکہ تمہیں وہ راضی کر لیں۔

وَاللّٰهُ دَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضُوْهُ۔ یُرْضُوْهُ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب لائی گئی ہے حالانکہ اس کے مرجع دو ہیں اللہ اور اس کا رسول۔ اور قاعدہ کے مطابق ضمیر تثنیہ کی ہونی چاہئے تھی۔ واحد کی ضمیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا ایک ہی ہے۔

یا کلام تقدیریوں ہے وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُرْضُوْهُ دَرَسُوْلُهُ کَذٰلِکَ۔ یعنی اللہ زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے راضی کرے اور اسی طرح اس کا رسول بھی زیادہ حقدار ہے کہ وہ اسے راضی کرے ۶۳:۹ = یُحَادِدِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اصل میں یُحَادِدُ تھا۔ بوجہ عمل مَنْ مجزوم ہوا۔ اور وصل کی وجہ سے مکسور کر دیا گیا۔

مَحَادِدَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ مخالفت کرتا ہے حَدٌّ۔ ہر چیز کی انتہاء۔ حد فاصل تیزی۔ بہادری۔ کبھی حد بمعنی گناہ۔ اور سرائے گناہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے حدیث میں آیا ہے اِنِّیْ اَصْبْتُ حَدًّا فَاَقِمُّهُ عَلٰی میں نے ایک حد کو پالیا ہے تو اب وہ حد مجھ پر قائم کیجئے۔ یعنی مجھ سے گناہ ہو گیا ہے اس کی سزا دیدیجئے۔

۶۴:۹ = یَحْذَرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ حَذَرٌ مصدر (باب سمع) وہ ڈرتا ہے۔ آیہ ہذا میں جمع مذکر غائب کے لئے آیا ہے: وہ ڈرتے ہیں۔

= تَنْبِیْهِمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اس کا فاعل سُورَةٌ ہے وہ ان کو آگاہ کر دے وہ ان کو مطلع کر دے۔ نَبَّیْ یَنْبِیْ تَنْبِیْہُ (باب تفعیل) سے۔ نَبَأٌ مادہ۔

= عَلَیْهِمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب ھِم۔ تَنْبِیْهِمْ میں ضمیر ھِم کا مرجع الْمُؤْمِنِیْنَ محذوف ہے اور فِی قُلُوْبِهِمْ میں ضمیر ھِم العنّاقین کے لئے ہے۔ یعنی منافقوں کو ان کو ڈر ہے کہ کہیں مومنین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی سورۃ نازل نہ ہو جائے کہ ان کے دل کی حالت (منافقت) مومنین پر ظاہر ہو جائے۔

یا ان ہر شے ضمیر کا مرجع منافقین ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

منافق خوف کھاتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی صورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے

مافی الضمیر کو ظاہر کر دے۔ (اس صورت میں علیٰ بمعنی فی ہوگا۔ ان کے بارہ میں)

= اِسْتَفْزِؤْا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتَفْزِؤْا (استفعال) سے امر کا صیغہ تہدید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی تم نہی اڑاؤ جیسا تم چاہتے ہو۔ جو چاہو کر لو (آخر کار) اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجُ مَا



تَحَذَرُونَ۔ جس بات سے تم ڈرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ نکال باہر لائے گا ہی۔ (یعنی تمہاری منافقت کو ظاہر کر دے گا)

۶۵:۹ = نَخَوْضُ۔ مضارع جمع متکلم خَوْضٌ مصدر۔ (باب نصو) ہم تو شغلاً کہہ رہے تھے۔ خوض کے اصل معنی ہیں گھسنا۔ قرآن میں اس کا استعمال قابل ذم کام کو مشغول بنانے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

اسی سے ہے غور و خوض۔ یعنی کسی معاملہ کی تہ تک پہنچنے اور اس کے اندر گھس کر تحقیق معلوم کرنا۔

= نَلْعَبُ۔ مضارع جمع متکلم لَعَبٌ مصدر۔ (باب سماع) ہم خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے۔

= كُنْتُمْ تَسْتَهْزِؤْنَ۔ تم ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔ ۶۶:۹ = لَا تَعْتَذِرُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

اعْتَذَرْتُ (افْتَعَلْتُ)۔ مصدر۔ تم یہاں سے مت بناؤ۔ تم عذر نہ کرو۔

= طَائِفَةٌ۔ یہاں طائفہ سے مراد جگہ گروہ مراد ہو سکتا ہے۔ یعنی تم میں سے ایک گروہ کو ہم معاف بھی کر دیں۔ تو دوسرے گروہ کو ہم ضرور سزا دیں گے۔

اس صورت میں پہلے گروہ سے مراد وہ طبقہ لیا جاسکتا ہے جو اپنے قول کی اہمیت اور گہرائی کو سمجھے بغیر کم فہم و کم عقل انسانوں کی طرح جو ہر بات کو سطحی طور پر ہی لیتے ہیں اور سنجیدگی سے نہیں لیتے۔ اگر ایسا گروہ استہزاء کا مرتکب ہو تو توبہ کرنے پر ایسے گروہ کو معاف کیا جاسکتا، لیکن جو جان بوجھ کر اور اپنے قول کے نتائج سے باخبر ہوتے ہوئے بھی ایسا کرتے ہیں اور پھر توبہ بھی نہیں کرتے تو ایسے گروہ کو توبہ گز معاف نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ محض مسخرے ہی نہیں بلکہ وہ تو صحیح معنوں میں مجرم ہیں۔

اور اگر پہلے لفظ طائفہ (لفظ جمع) سے مراد شخص واحد لیا جائے جیسا کہ اہل عرب بعض دفعہ ایسا کر لیتے ہیں تو اس طائفہ سے مراد مناشن بن حمیر الاشجعی ہے جو بلا سمجھے کافروں کے ساتھ ہنسی مٹھٹھائی میں شامل ہو جاتا تھا۔ اگرچہ وہ ان کے دھڑے میں سے تھا لیکن بعض باتوں میں وہ ان کے ساتھ شامل نہ ہوتا تھا۔ لہذا مقابلۃً اس کا گناہ حقیف تھا۔ اس نے توبہ کر لی خداوند تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر کے اسے معاف فرما دیا۔ وہ حقیقی معنوں میں اسلام لے آیا اور جنگ یمامہ شہید ہوا۔



== مُجْرِمِينَ - مجرم۔ اسم فاعل بمعنی اسم صفت استعمال ہوا ہے۔

۶۷:۹ == لَعَنَهُمْ مِّنْ بَعْضٍ - ای متشابہۃ فی النفاق کالبعض الشئ الواحد۔  
یعنی نفاق میں ایک دوسرے کے اس طرح مشابہ ہیں گویا ایک ہی شے کے حصے ہیں گویا  
ایک ہی کل کے پرزے ہیں۔

== يَقْبِضُونَ اَيْدِيَهُمْ - اپنے ہاتھوں کو بھینچ رکھتے ہیں۔ یعنی صدقات اور خرچ فی سبیل اللہ  
میں بخیلی سے کام لیتے ہیں۔

== نَسُوا اللّٰهَ - انہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ یعنی اس کے ذکر سے غفلت برتی اور اس کے  
احکام پر عمل نہ کیا۔

== فَتَسِيَهُمْ - پس اس نے ان کو بھلا دیا۔ یعنی اپنی رحمت اور فضل و کرم سے محروم کر دیا  
۶۸:۹ == هِيَ حَسْبُهُمْ - ان کے لئے یہی کافی ہوگا۔ یعنی عذاب اتنا سخت اور عظیم ہوگا  
کہ اس سے زیادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

== عَذَابٌ مُّقِيمٌ - قائم رہنے والا عذاب۔ یعنی دائمی عذاب۔

۶۹:۹ == كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ - میں لک محل رفع میں ہے بمعنی تم بھی اپنے سے پہلے  
آدمیوں کی طرح ہو۔ یا لک محل نصب میں ہے بمعنی تم نے بھی وہی کام کیا جو تم سے پہلوں نے کیا تھا  
ای انتم كالذين من قبلكم۔ تم بھی اپنے سے پہلوں کی طرح ہو۔

== كَانُوا اَشَدَّ مِنْكُمْ - اَشَدَّ شِدَّةً سے افعْل التفضیل کا صیغہ ہے۔ کَانُوا کے  
عمل سے منصوب ہے۔ (اسی وجہ سے اَکْثَرُ منصوب ہے) تم سے زیادہ طاقت ور تھے اور مال  
و اولاد کی کثرت میں بھی تم سے بڑھ کر تھے۔

== فَاسْتَمْتَعُوا - انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ استمتع (استفعال) سے۔ مال و متاع سے  
فائدہ اٹھانا۔ کام میں لانا۔ برتنا۔ متع مادہ۔

== خَلَا قِيَهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کا حصہ۔

== فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَائِقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَائِقِهِمْ -  
تم نے بھی اپنے (دنیاوی) حصہ کا ویسے ہی فائدہ اور لطف اٹھایا جیسا تم سے پہلوں نے اپنے  
(دنیاوی) حصہ سے فائدہ اور لطف اٹھایا تھا۔

== خُضُّهُمْ - تم نے بحث و تمحیص۔ خَاضَ يَخُوضُ (نصر) خَوْضٌ سے ماضی کا صیغہ جمع  
مذکر حاضر۔ خَوْضٌ کے معنی ہیں فضول بحث۔ یہودہ گوئی۔ باتیں بنانا۔ اس کے اصل معنی پانی



میں گھسنے کے ہیں بطور استعارہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔  
۹:۴۰ = نَبَأٌ - خبر - اطلاع۔

= نَمُوْدَ - بوجہ معرفہ وعجبہ غیر منصرف ہے اور اسی طرح ابراہیم بھی غیر منصرف ہے۔  
= أَصْحَابِ مَدْيَنَ - اہل مدین حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم۔

= وَالْمُؤْتَفِكَةُ - اسم فاعل جمع مؤنث مجرور المؤتفكة واحد ایتفالك (افتعال) مصدر اِفْلَكٌ مادہ - الٹی ہوئی - منقلب - مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں ہیں جو بحیرہ مردار کے ساحل پر آباد تھیں - اور جن کی تخت گاہ سندوم شہر یا سدوم تھی - حضرت لوط علیہ السلام کا حکم نہ ماننے اور ظلم و لواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کھریلے پتھروں کی بارش کر دی۔

= اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ کے بعد فَكَذَّبُوهُمْ فَأَهْلِكُوا محذوف ہے - ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے لہٰذا انہوں نے ان کی تکذیب کی پس ہلاک ہو گئے - یا ہلاک کر دیئے گئے۔

۹:۴۱ = سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ - میں سے تاکید اور مبالغہ کے لئے آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ان پر اپنی رحمت فرمائے گا۔

۹:۴۲ = جَنَّتِ عَدْنٌ - عَدْنٌ مصدر اس کا فعل البواب نُفِرَ ضَرْبٌ سے آتا ہے اس کے معنی ہیں رہنا - بسنا - کسی جگہ مقیم ہونا - جَنَّتِ عَدْنٌ کے معنی ہوئے رہنے بسنے کے باغات یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

عدن کو بعض علماء علم قرار دیتے ہیں اور بعض صفت - جو لوگ علم کہتے ہیں وہ اس کو جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں اور اس آیت شریفہ کو پیش کرتے ہیں - جَنَّتِ عَدْنٌ نَالَتِ وَعْدَ الرَّحْمٰنِ عِبَادَةَ بِالْغَيْبِ (۶۱:۱۹) ہمیشگی کی جنتیں جن کا وعدہ رحمن نے اپنے بندوں سے درپردہ کر رکھا ہے - کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔

اور جو لوگ عدن کو علم نہیں بلکہ جنت کی صفت بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن کے معنی اصل میں استقرار اور ثبات کے ہیں - چنانچہ محاورہ ہے عدن بالمكان اس نے اس جگہ قیام کیا - اور عدن سے مراد اقامة علی وجه الخلود - یعنی دائمی طور پر رہنا - اسی وجہ سے تمام جنتیں جنتِ عدن ہیں۔

علامہ قرطبی کے نزدیک عدن جنت کے ایک اعلیٰ درجہ کا نام ہے جو وسط میں ہے



اور دوسرے جنت اس کے ارد گرد ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنتیں سات ہیں۔ دارالخلد۔ دارالجلال۔ دارالسلام۔ جنت عدن۔ جنت المادی۔ جنت نعیم۔ جنت الفردوس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عدن دار اللہ لہ تراہا عین ولم تخطر علی قلب بشر لایسکنہا غیر ثلثة النبیون۔ والصدیقون والشہداء۔ یعنی عدن اللہ کا وہ گھر ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی انسان کے دل نے تصور نہیں کیا۔ اس میں صرف تین قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ نبی۔ صدیق اور شہید۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے طوبیٰ لِمَنْ دَخَلَهَا۔ خوش نصیب ہے وہ جو اس میں داخل ہوا۔

= رِضْوَانٌ۔ خوشنودی۔ رضا۔ مرضی۔ رضامندی۔ رِضْوَانٌ کا مصدر ہے (باب سمع) بہت بڑی رضا مندی۔ اور نہایت خوشنودی کو رضوان کہتے ہیں۔ چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اس لئے قرآن عظیم میں رضوان کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے رضا الہی کے لئے مخصوص ہے۔

۹: ۳۰ - جَاهِدْ - توجہاد کر۔ تو لڑائی کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔

مجاہدۃ (مفاعلة) سے۔ مجاہدہ با تہاد اور زبان دونوں سے ہوتا ہے (اس آیت سے لے کر وہ تقریر شروع ہوتی ہے جو غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی تھی۔

= اغْلَظْ عَلَیْہِمْ۔ ان پر سختی کر۔ غِلْظَةٌ سے (باب نصر۔ کرم) بمعنی گاڑھا پن۔ موٹاپا۔ رِقَّةٌ کی ضد ہے۔ ویجدوا فیکم غلظة۔ (۱۲۳: ۹) چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔ سختی بمعنی سخت مزاجی۔ اور فاستغلظنا ستوی علیٰ سُوْقِہ (۲۹: ۲۸) پھر موٹی ہوئی اور پھراپی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۹: ۴۰ = مَا قَالُوا میں ما نافیہ ہے انہوں نے نہیں کہا۔

= هَمُّوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ هَمٌّ مصدر۔ باب نصر۔ انہوں نے ارادہ کر لیا۔ انہوں نے قصد کیا۔

= لَمْ یَسْأَلُوا۔ نفی جہد بَلَمْ۔ یَسْأَلُوا نِیل سے۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ باب سمع۔ انہوں نے نہ پایا۔ وہ نہ پاسکے۔

هَمُّوا بِمَا لَمْ یَسْأَلُوا۔ انہوں نے ایسی باتوں کا ارادہ کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔

(اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے)

آیہ ہذا میں وہ کیا بات تھی جو انہوں نے کہی۔ لیکن پھر قسم کھا کھا کر کہا کہ انہوں نے نہیں کہی



یا وہ کو نسا ارادہ تھا جو انہوں نے کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اس میں صریحاً معلومات مبسر نہیں۔ مگر مناققوں کے متعلق ایک نہیں متعدد ایسی باتیں منسوب تھیں جو کہ وہ مسلمانوں کی عدم موجودگی میں اسلام کو گزند پہنچانے کے لئے یا استہزاء وہ کئی بے سرو پا باتیں بکتے تھے لیکن جب ان کو ان باتوں کی تصدیق کے لئے آئے سارے لایا جاتا تو نہ صرف انکار کر دیتے بلکہ قسمیں کھا کھا کر اپنی برأت ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔

اسی طرح اسلام کو گزند پہنچانے کی خاطر وہ کئی منصوبے بناتے لیکن جب ان میں کامیابی نہ ہوتی اور ان کے مذموم عزائم کا انکشاف ہو جاتا تو قسمیں کھا کر کہتے کہ انہوں نے ہرگز ایسا کوئی منصوبہ نہیں بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ قَالُوا كَلْبَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَالِهِمْ يَنْتَلُوهَا۔ حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کا کلمہ بولا تھا اور اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا اور انہوں نے ایسا ارادہ بھی کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔

== مَا نَقَمُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے بُرا نہ مانا۔ انہوں نے قابلِ عیب نہ سمجھا۔ نَقِمْتُ الشَّيْءَ وَنَقِمْتُهُ۔ کسی چیز کو بُرا سمجھنا۔ یہ بھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی عقوبت (سزا دینے) پر بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ (۸:۸۵) ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے۔

وَايَةُ نَبَا۔ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ اور انہوں نے مسلمانوں میں عیب ہی کو نسا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ خدا نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے ان کو دولت مند کر دیا۔

نیز آیا ہے۔ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ (۵۹:۵) تم ہم میں برائی ہی کیا دیکھتے ہو۔ سوائے اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور.... اسی نِقْمَةٍ سے بمعنی عذاب و انتقام لیا گیا ہے۔

== مِنْ فَضْلِهِ میں ہضمیر واحد مذکر غائب کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو (۶۲:۹) يَتُوبُوا۔ اصل میں يَتُوبُونَ تھا ان حروف شرط کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔

== يَكُونُ میں يَكُونُ تھا۔ ماقبل جملہ شرط کی جزاء کی وجہ سے مجزوم ہوا۔ اور نون بوجہ اجتماع ساکنین کے گر گیا۔ اور واو حروفِ علت بوجہ حالتِ جزم گر گئی۔

== فَإِنْ يَتُوبُوا۔ اگر وہ توبہ کر لیں۔ اپنے کفر و نفاق سے باز آجائیں۔



== وَإِنْ تَتَوَلَّوْا ۝۱۰ اور اگر وہ ایمان اور توبہ سے روگردانی کریں۔ اور کفر و نفاق پر مقرر رہیں۔

۹: ۷۵ = عَهْدَ اللَّهِ۔ اس نے اللہ سے وعدہ کیا۔

== لَنْصَدَّقَنَّ۔ مضارع جمع مستکمل۔ باللام تاکید و نون ثقیدہ۔ یا لام تعلیل کا ہے اور نون ثقیدہ تاکید کے لئے۔ تو ہم ضرور ہی خیرات دیدیں گے۔ صدقہ ادا کر دیں گے۔

اصل میں نَتَصَدَّقَنَّ تھا۔ ت کو صاد میں مدغم کیا گیا۔

۹: ۷۶ = مُعْرِضُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ دُخ گردانی کر نیوالے۔ منہ موڑنے والے۔

اجتناب کرنے والے۔ اگر اَعْرَضَ کے بعد عَنْ آئے تو رخ پھیر لینے اور منہ موڑنے کے۔ اور اجتناب کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ فَاَعْرَضَ عَنْهُمْ وَعِظُهُمْ (۶۳: ۴) تم ان سے اعراض برتو۔ اور نصیحت کرتے رہو۔ یا وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي (۱۲۴: ۲۰) اور جو میری نصیحت منہ پھیرے گا۔ اور بغیر عَنْ بھی کثرت استعمال کی وجہ سے منہ موڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ مثلاً فَاَعْرَضُوا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ (۱۶: ۳۴) تو انہوں نے شکر گزاری سے منہ موڑ لیا پس ہم نے چھوڑ دیا ان پر۔۔۔۔۔ اور اگر اعرض کے بعد عَلَى آئے تو سامنے رکھنا۔ پیش کرنا کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ (۳۱: ۲) پھر اس نے ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔

اور اگر اعرض کے بعد لام آئے تو سامنے آنے کے معنی ہوتے ہیں مثلاً اَعْرَضَ لِي وہ میرے سامنے آیا۔

۹: ۷۷ = فَاَعْقَبَهُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَعْقَبَ يُعْقِبُ اِعْقَابٌ (افعال) سے جس کے معنی ہیں اثر چھوڑنا۔ وارث بنانا۔ اَعْقَبَهُمْ۔ اس نے ان کو وارث بنا دیا۔ اس نے ان میں یہ اثر چھوڑا۔

فَاَعْقَبَهُمْ میں ضمیر فاعل البخل کے لئے ہے۔ یعنی ان کے بخل نے ان میں ہمیشہ کے لئے نفاق پیدا کر دیا۔ اور وہ منافق ہو گئے۔ یا ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق جما دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل (بخل) کی عاقبت نفاق کی شکل میں ان کے دلوں میں راسخ کر دی اور وہ ہمیشہ کے لئے منافق بن گئے۔

== يَلْقَوْنَہُ۔ وہ اس سے ملاقات کریں گے۔ وہ اس کی پیشی میں جائیں گے۔ اِلٰی یَوْمٍ یَلْقَوْنَہُ۔ یعنی قیامت کے دن تک۔ کا ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے



== بِمَا أَخْلَقُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝

یعنی نخل نے یا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے نفاق کو کیوں بھردیا اس کی یہ دو وجوہ بیان ہوئی ہیں۔

(۱) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی۔  
(۲) کہ وہ اس دوران کذب بیانی کرتے رہے۔

۹: ۸ == سِرَّهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا بھید۔ ان کا راز۔

== نَجْوَاهُمْ۔ ان کی سرگوشیاں۔ اصل میں نَجَاءٌ کے معنی کسی چیز سے الگ ہونے کے ہیں۔ اور اَنْجَيْتُهُ وَ نَجَيْتُهُ کے معنی (الگ کر دینے) نجات دینے کے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے فَآ نَجَيْنَا الَّذِينَ اٰمَنُوا (۲۷: ۵۳) اور جو لوگ ایمان لا رہے ہیں ان کو نجات دی۔ النَجْوَةُ کے معنی بلند جگہ کے ہیں جو بلند ی کی وجہ سے اب ماحول سے الگ معلوم ہو۔ نَجَيْتُهُ میں نے اس سے سرگوشی میں کہا۔ یعنی اپنے محبوب کو دوسروں سے الگ رکھنے (چھپانے کے لئے) اور اسے افشاء ہونے سے بچانے کے لئے۔ قرآن میں آیا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ (۵۸: ۹) اے مومنو! جب تم سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا۔

یا پھر اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيِّنَاتٍ بِاَيِّ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ (۵۸: ۱۲) جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے مساکین کو کچھ دیا کرو۔

نَجْوٰی وہ سرگوشی جو کہ برائی پر مبنی ہو اور اس کو مشورہ سے طے کیا جائے۔

۹: ۹ == يَلْمِزُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ طعن کرتے ہیں۔ وہ عیب نکالتے ہیں

(نیز ملاحظہ ہو ۹: ۵۸)

== الْمُطَوِّعِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ الْمُطَوِّعُ۔ واحد۔ تَطَوُّعٌ (تَفَعُّلٌ)

مصدر۔ اصل میں الْمُطَوِّعِينَ تھا۔ تاء کو ط میں مدغم کیا۔

تَطَوُّعٌ کا اصل معنی ہے اطاعت میں بناوٹ کرنا۔ اور عرفِ شرع میں ایسی طاعت کو کہتے ہیں جو فرض نہ ہو بطورِ نفل اپنی طرف سے کی جائے لیکن تَطَوُّعٌ اپنے اندر استطا



استطاعت کا مفہوم رکھتا ہے اس لئے الْمُطَوَّعَاتِ کا ترجمہ ہوا۔ خیرات کرنے والے صاحب استطاعت۔

الَّذِينَ يَكْمِزُونَ الْمُطََّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي السَّدَقَاتِ۔ جو لوگ مومنوں سے ان لوگوں کو جو صاحب استطاعت ہیں اور خوشی خوشی خیرات کرتے ہیں ریاکار کا الزام لگاتے ہیں۔

وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ۔ کا عطف الْمُطَوَّعِينَ پر ہے یعنی یہ لوگ ان کی بھی عیب چینی کرتے ہیں جن کے پاس سوا اپنی محنت و مشقت کے اور کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے نہیں ہے۔

فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مٹھہ کرتے ہیں۔ ان پر ہنستے ہیں۔ سَخِرَ لَيْسَ خَرُ (سَمِعَ) بِهِ وَمِنْهُ۔ مٹھا کرنا۔ اسی سے ہے السَّخِرَةُ۔ وہ جس سے مٹھا کیا جاتے۔

۹ : ۸۰۔ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ اسْتَغْفِرْ فعل امر بمعنی خبر ہے تقدیر کلام یوں ہے اسْتَغْفِرْتَ لَهُمْ یا محمد اُولَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔ سَبْعِينَ مَرَّةً۔ ستر بار۔ ستر کا عدد مقررہ حد یا غایت کے لئے نہیں بلکہ کثرت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۹ : ۸۱۔ الْمُخْلَقُونَ۔ وہ جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے۔ اسم مفعول جمع ہے اس کا فاعل بیان نہیں کیا گیا پیچھے چھوڑ دینے والا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے یا شیطان یا ان کی سُستی یا مومنین ہو سکتے ہیں۔ بِمَقْعَدِهِمْ۔ مَقْعَدُ اسم ظرف مکان۔ مفرد۔ مَقَاعِدُ جمع۔ قَعْدَةٌ۔ قُعُودٌ مصدر۔ باب نصر بیٹھنے کی جگہ۔ یعنی اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے پر (خوش ہیں)۔

خِلَافَ۔ اس کے معنی پیچھے۔ مخالفت دونوں ہو سکتے ہیں۔ خلاف کے معنی «الٹا» بھی ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے أَوْ لُقِّعَ آيِدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ (۵: ۳۳) یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹی طرف سے۔ یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں۔

لَا تَنْفِرُوا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم مت نکلو۔ تم مت کوچ کرو۔ نَفَارٌ اور نَفُودٌ سے۔ نَفَرَ إِلَى الْحَرْبِ۔ وہ لڑائی کے لئے نکلا۔ إِلَّا تَنْفِرُوا أَعَدَّ بِكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا (۹: ۳۹) اگر نہ



نکلو گے تو خدا تم کو دردناک عذاب دیگا۔

نُفُورٌ۔ بمعنی نفرت اور بدکنا بھی ہے جیسے مَا زَادَهُمُ إِلَّا نُفُورًا (۳۵: ۳۴) تو اس کے ان کی نفرت ہی بڑھی۔ يَا عَائِثُ هُمُ حُمُرٌ مُّسْتَفِيرَةٌ (۴: ۵۰) گویا وہ گدھے ہیں کہ بدک جاتے ہیں۔

= الْحَرِّ۔ گرمی۔ یعنی اتنی شدید گرمی میں گھر سے نہ نکلو۔

= يَفْقَهُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سمجھ جاتے۔ جان لیتے۔ فَقَهُ مُصَدَّرٌ (باب سبع) سمجھنا۔

۹: ۸۲ = فَلْيَضْحَكُوا۔ فعل امر جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہئے کہ ہنسیں۔

وَلْيَبْكُوا۔ فعل امر جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہئے کہ روئیں۔ دونوں فعل امر بمعنی خبر آتے ہیں یعنی سَيَضْحَكُونَ قَلِيلًا وَيَبْكُونَ كَثِيرًا۔ وہ تھوڑا ہنسیں گے (اس چند روزہ زندگی میں) اور زیادہ روئیں گے (ابدی زندگی آخرت میں) امر کا صیغہ اس کے حتمی اور واجب ہونے کے بیان کے لئے آیا ہے۔ یعنی یہ ان کا مال حتمی ہے ضرور ہو کر رہیگا۔

= بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ ان کے رویئے اور ہنسنے کا سبب بیان کیا ہے۔

= رَجَعَكَ اللَّهُ۔ اللہ تجھے واپس لیجائے

امام رازی کے قول کے مطابق الرجع مصير الشئ الى المكان الذى كان فيه الرجوع کسی شے کا اس جگہ کی طرف لوٹنا ہے جہاں وہ پہلے تھی۔

اس صورت میں جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر خدا تمہیں واپس مدینہ لیجائے۔

رَجَعَ متعدی ہے اور رَجُوعٌ لازم ہے گردان ہر دو کی باب ضرب سے آتی ہے۔

= اِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ مخلفون ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ طَائِفَةٌ۔ گروہ۔ جماعت۔ ان مخلفون کے دو گروہ بنا دیئے۔ ایک وہ جس کا ذکر فَاسْتَذْنُوكَ سے شروع ہونے والا ہے اور دوسرا جس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

مؤخر الذکر گروہ میں وہ شامل ہیں جنہوں نے معقول وجوہات کی بنا پر جہاد میں شرکت نہ کی لیکن پھر بھی جہاد میں اپنی عدم شمولیت پر نادم ہوئے اور توبہ کی جو بارگاہِ الہی میں قبول کر لی گئی۔

= فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ اِیْ فَإِنْ رَدَّكَ اللَّهُ إِلَى الْمَدِينَةِ وَفِيهَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُخْلَفِينَ۔ (بیضاوی) اللہ تعالیٰ اگر تجھے مدینہ واپس لے آئے اور وہاں



تو پیچھے رہنے والوں کے ایک گروہ سے ملے۔

= فَاسْتَأْذَنُوكَ - پھر وہ اجازت طلب کریں تجھ سے۔

= لِلْخُرُوجِ - جہاد پر نکلنے کے لئے۔ خَرَجَ يَخْرُجُ (نصر) نکلنا۔

= لَنْ تَخْرُجُوا مَعِيَ أَبَدًا - تم میرے ساتھ (جہاد کے لئے) ہرگز نہ نکلو گے۔

= خَالِفِينَ - جمع خَالِفٌ کی۔ خَالِفٌ کا ایک معنی تو ہے پیچھے رہ جانے والا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ خَلَفَ بمعنی فسد ہے جس طرح کہتے ہیں خَلَفَ اللَّبَنُ - دودھ خراب ہو گیا۔ یا اہل عرب کہتے ہیں کہ فلان خالفہ اہل بیتہ۔ فلاں شخص اپنے سارے کنبے سے زیادہ فساد دی ہے۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ فَاتَّعَدُوا مَعَ الْفَاسِدِينَ - یعنی فساد کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ لیکن اکثریت نے ”پیچھے رہ جانے والے“ ہی ترجمہ کیا ہے۔

۸۴:۹ = مِنْهُمْ - أَحَدٌ کی صفت ہے۔

= مَاتَ - یہ أَحَدٌ کی دوسری صفت ہے۔ مَاتَ فعل ماضی بمعنی مستقبل آیا ہے

یعنی ان مخالفین و خالفین میں سے آئندہ اگر کوئی مر جائے (تو تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا)

= أَبَدًا - ظرف متعلق نہیں۔ کبھی بھی۔ یعنی یہ نہیں ہمیشہ کے لئے نافذ العمل ہوگی۔

= وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ - اِیْ لَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِہٖ أَبَدًا

= اِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَاسُوْلِهِ - جملہ مستأنف (نیا جملہ) ہے۔ یعنی یہ لوگ جن کی طرف مِنْهُمْ

میں اشارہ کیا گیا ہے ساری عمر اللہ اور اللہ کے رسول کے منکر ہے اور اسی حالت فسق و کفر میں مر گئے۔

۸۵:۹ = يُعَذِّبُهُمْ بِهَا فِي هَٰذَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ اموال و اولاد کے لئے ہے۔

= تَزْهُقَ - وہ نکلے یا نکلیگی (باب فتح) زَهْوَقٌ سے جس کے معنی غم سے جان نکلنے اور

کسی شے کے مٹ جانے کے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ۵۵:۹۔

تَزْهُقَ الْفُسُومَ - ان کے دم نکلیں۔ ان کی جانیں نکلیں

= وَهُمْ كَافِرُونَ - میں و او حالیہ ہے در آن خالیکہ۔

۸۶:۹ = اُولَآءِ السَّوْلُ - صاحب دولت و ثروت۔ طَوْلٌ - مال۔ تو نگری۔ دولت، الغام

وسعت۔ مقدرت۔ قدرت۔ طَالَ يَطُولُ (باب نصر) کا مصدر۔

= ذَرْنَا - ذَرَا - فعل امر واحد مذکر حاضر۔ (باب سَمِعَ، فَتَحَ) سے دَذَرْنَا مصدر اس سے ماضی

نہیں آتی۔ نَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جمع متکلم۔ تو ہمیں چھوڑ دے۔



= نَكُوتُ - مضارع جمع مکمل فعل ناقص - اصل میں نَكُونُ تھا

= اَلْقَعِدَاتُ - جہاد میں شریک نہ ہونے والے - اور گھروں پر رہ جانے والے - بیمار - عورتیں اور بچے - ایسے پیچھے رہ جانے والے جن کے پاس فی الواقع کوئی معقول اور حقیقی عذر موجود تھا - بیماری وغیرہ -

۹: ۸۷ = لَا يَنْفَعُهُمْ مَضَارِعُ مَنْفَى - جمع مذکر غائب فِقْدَهُ سے وہ سمجھ نہیں رکھتے - وہ سمجھتے نہیں ہیں -

۹: ۸۸ = لَكِنَّ الرِّسُولَ - لَكِنْ کی دو صورتیں ہیں -

۱) لَكِنَّ (مشدد) سے مخفف بنایا ہوا ہے اس صورت میں یہ حرف ابتداء ہے اور غیر عامل ہوتا ہے اسی لئے اسم پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے آیت ہذا میں لَكِنَّ الرِّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ اور فعل پر بھی جیسے مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا (۳: ۶۷) اس صورت میں یہ استدراک کا فائدہ دیتا ہے -

۲) حروف عاطفہ کا کام بھی دیتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آئے مثلاً لَكِنَّ اللَّهَ لَشَهِيدٌ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ (۱۶۶: ۴) لیکن یہ بھی استدراک کے لئے آیا ہے -

(استدراک کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل کے حکم کے خلاف مابعد کی طرف کسی حکم کی نسبت کی جائے اسی لئے ضروری ہے کہ لَكِنْ (یا اسی طور لَكِنَّ) سے پہلے کوئی ایسا حکم ہو جو پیچھے آنیوالے حکم کی نقیض یا ضد ہو - جیسے مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا ..... حَنِيفًا مُسْلِمًا (مذکورہ بالا) ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھا نہ عیسائی وہ تو تمام علاقوں سے کٹا ہوا ایک پکا مسلم تھا) = الْخَيْرَاتُ - مہلایاں - خیر کی جمع - مَنَافِعُ الدَّارَيْنِ

۹: ۸۹ = اَعَدَّ - اَعْدَادُ سے ماضی - واحد مذکر غائب - اس نے تیار کر رکھا ہے -

۹: ۹۰ = الْمُعَذِّرُونَ - اسم فاعل جمع مذکر - تَعَذَّرُوا (تفعیل) مصدر جھوٹا عذر پیش کرنے

والے - مُعَذِّرٌ - وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی حقیقی عذر نہ ہو - اور پھر بھی وہ عذر پیش

کرے - بعض علماء کے نزدیک مُعَذِّرُونَ دراصل مُعْتَذِرُونَ (باب افتعال) سے ت

کو ذال سے بدلا اور ذال کو ذال میں مدغم کیا اور مُعَذِّرُونَ ہو گیا - اس باب سے اس کے

معنی ہوں گے - صحیح عذر والے -

ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے لکھتے ہیں :-

یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے !



مدینہ کے ارد گرد کے یہ لوگ آ کر اپنی کمزوری ضعیفی بے طاقتی بیان کر کے اللہ کے رسول سے اجازت لینے آتے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انہیں معذور خیال فرمادیں تو اجازت دیدہ یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ ہے یعنی اہل عذر لوگ۔ یہی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملہ کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ بیٹھے رہے اور نہ آئے نہ اپنا رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رک جانے کی اجازت چاہی۔

= اَلْاَعْرَابُ - گنوار - بدو - اعراب بادہ نشین کو کہتے ہیں۔ یہاں پر خاص کر وہ قبائل مراد ہیں جو مدینہ کے ارد گرد آباد تھے۔

= لِيُؤْذَنَ لَكُمْ - کہ ان کو اجازت مل جائے۔

= وَتَعَدَّ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ - یہ دوسرا گروہ تھا جو گھر بیٹھے رہے۔ اور یہ بھی مناسبت سمجھا کہ جلو محض ظاہر داری کے لئے ہی کوئی عذر لنگ پیش کر دیں۔

۹۱:۹ = اِذَا نَصَحُوا، ماضی جمع مذکر غائب نَصَحَ مصدر۔ (باب فتح) جب وہ خلوص رکھیں جب وہ مخلص ہوں۔ ظاہری اور باطنی طور پر مطیع و فرمانبردار ہوں۔

= مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ (ایسے نیکو کاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں۔

۹۲:۹ = اَتَوْكَ - ماضی جمع مذکر غائب اَتَا ضمیر واحد مذکر حاضر۔ وہ تیرے پاس آئے۔

= لِيَحْمِلَهُمْ کہ تو ان کو سواری مہیا کرے۔ حَمَلٌ سے جمع مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر

= لَفَيْضٌ - وہ بہتی ہے وہ جاری ہے۔ فَيْضٌ سے باب ضرب۔ اس کا استعمال اگر آنسو اور

پانی کے لئے ہو تو اس کا معنی جاری ہونے اور بہنے کے آتے ہیں۔

= الدَّمَعِ - آنسو۔ اشک - دُمُوعٌ جمع۔

۹۳:۹ = السَّبِيلُ - راہ - راستہ - کھلی سڑک - سَبِيلٌ جمع - سَبِيلُ اللہ - جہاد - طلب

علم - حج - یا ہر امر خیر جس کا حکم باری تعالیٰ سے ملا ہو۔ لَيْسَ لَكَ عَلَى سَبِيلٍ - تم مجھ سے

باز پرس نہیں کر سکتے۔ یعنی تمہارے لئے مجھ پر کوئی حجت نہیں ہے۔

اِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى - راہ باز پرس صرف ان کے خلاف پائی جاتی ہے۔

= اَلْخَوَالِفُ - خَالِفٌ اور خَالِفَةٌ کی جمع ہے۔ خَالِفَةٌ کے معنی ہیں پیچھے رہ جانے

والی عورت۔



پَارَةُ  
لَعَنَ دُرُونَ  
الشَّوْبَةَ وَيُولُسَ وَهُودَ







بسم الله الرحمن الرحيم

# يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ

۹۴: ۹ = يَعْتَذِرُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِعْتَذَارٌ (اِفْتَعَالٌ) مصدر۔ وہ معذرت کریں گے۔ وہ بہانے بنائیں گے۔  
 ۹۵: ۹ = اِذَا اَلْقَلْبُتُمْ اِلَيْهِمْ۔ تم ان کی طرف پھر دگے۔ تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے  
 (ماضی بمعنی مضارع)

= لِيُعْرِضُوا عَنْهُمْ۔ اَعْرَضَ يُعْرِضُ اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) عَنْ مِنْهُ مُوْطِنًا۔ منہ پھیرنا۔ اعراض کرنا۔ درگزر کرنا۔ معاف کرنا۔  
 یہاں یعنی۔ تاکہ تم ان کو معاف کر دو۔ ان سے درگزر کرو۔ صرف نظر کرو۔ تعرض نہ کرو  
 اسی معنی میں ہے۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَحِطْهُمْ (۶۳: ۴) تم ان سے اعراض برتو (درگزر کرو)  
 اور نصیحت کرتے رہو۔

منہ پھرنے۔ روگردانی کرنے۔ کنارہ کشی کرنے کے معنی میں آیت ہذا میں ہی ہے۔  
 فَاَعْرِضُوا عَنْهُمْ۔ پس تم ان سے منہ پھیر لو۔ کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور جگہ قرآن مجید میں  
 آیا ہے۔ وَاعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (۱۹۹: ۷) اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرو۔ نیز ملاحظہ  
 ہو (۷۶: ۹)

= رَجِسٌ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ نجس۔

= مَاؤُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَاؤِی۔ اسم ظرف اور مصدر۔ اَوِیَ یُوْوِیْ  
 اِیْوَاءٌ۔ (اِفْعَالٌ) اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اَوِیَ یَاوِیْ (ضَرْبٌ) وہ بیٹھا۔  
 وہ اترنا۔ بصورت اسم ظرف۔ اس کے معنی ہیں ٹھکانہ۔ قیام کا مقام۔ پناہ گاہ۔ یہاں بطور  
 اسم ظرف مکان استعمال ہوا ہے۔



۹:۹ = اَلْدَّعْرَابُ - بدو لوگ - بادیہ نشین - اعرابی - نیز ملاحظہ ہو ۹:۹  
 = اَشَدُّ - افعَل التفضیل کا صیغہ بروزن اَفْعَلُ - زیادہ - شدید - زیادہ سخت - زیادہ  
 طاقت ور۔

== اَجْدَرُ - زیادہ لائق - زیادہ سزاوار - زیادہ حقدار - زیادہ مستحق - مَا اَجْدَرُكَ وَاَجْدَرُ بِهِ - صیغہ تعجب - وہ اس کے لئے کس قدر زیبا ہے - جَدْرَةٌ سے افضل التفضیل کا صیغہ ہے  
== مَغْرَمًا - اسم مصدر - منصوب - تاوان - الْغَرْمُ - مفت کا تاوان - یا جُرْمَانہ - وہ مالی نقصان جو انسان کو کسی قسم کی خیانت یا جرم کا ارتکاب کئے بغیر اٹھانا پڑے - غَرِمَ كَذَا غَرَمًا وَمَغْرَمًا - فلاں نے نقصان اٹھایا - اُغْرِمَ فُلَانٌ غَرَامَةً اس پر تاوان پڑ گیا -  
قرآن مجید میں ہے اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (۶۶:۵۶) (کہ ہائے) ہم مفت تاوان میں پھنس گئے جو مصیبت یا تکلیف انسان کو پہنچتی ہے اسے غرام کہا جاتا ہے - جیسے قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (۶۵:۲۵) کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے -  
يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا - (آیہ ہذا) کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں -  
== يَتَرَبَّصُّ - مضارع واحد مذکر غائب - تَرَبَّصٌ (تَفَعَّلٌ) مصدر - وہ انتظار کرتا ہے -  
وہ راہ دیکھتا ہے -

== الدَّائِرَةُ - دائرۃ کی جمع - مصائبِ گردشیں - (یعنی وہ یتَرَبَّصُّ بِكُمْ الدَّائِرَةُ اس انتظار میں ہیں کہ تم گردشِ ایام کے حکم میں پھنس جاؤ۔  
 == عَلَيْهِمُ الدَّائِرَةُ السَّوْءُ - گردشِ ایام (یا مصائب و آلام) ان ہی کے نصیب میں ہوں  
 (بددعا یہ جملہ ہے) دعائیہ جملہ پر جب علی استعمال ہو تو وہ بددعا میں تبدیل ہو جاتا ہے۔  
 ۹۹:۹ = قُرْبٌ - قُرْبَةٌ کی جمع ہے۔ مرتبہ کا قرب - خوشنودی رضا - یعنی خوشنودی حاصل  
 کرتے کا ذریعہ۔

== صَلَوَاتِ - صَلَوَاتُ کی جمع - دعائیں - یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے کا ذریعہ -

== اَلَا اِنَّهَا يَہ اللہ کی طرف سے ان کے اعتقاد کی صحت کی تصدیق کی شہادت ہے۔ اور  
اِنَّهَا میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائب۔  
لَفَقَتْهُمْ۔ (ان کا راہ خدا میں خرچ) کے لئے ہے اَلَا اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ بے شک ان کا  
اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ان کے لئے قرب الہی کا موجب ہے۔



= سَيِّدُ خَلْمٍ میں سے تحقیق اور تاکید کے لئے ہے۔

۹: ۱۰۰ = السَّابِقُونَ - آگے پہنچنے والے۔ آگے بڑھنے والے۔ سَبَقَ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ سَابِقُونَ کی جمع۔

= الْأَوَّلُونَ - اَوَّلُ کی جمع۔

السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ - (مہاجرین و انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے ایمان و اطاعت میں سبقت اور پہل کی) سے کون حضرات مراد ہیں۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ شعبی کہتے ہیں ان سے مراد وہ مہاجرین و انصار ہیں جنہوں نے جنگ حدیبیہ میں بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔

۲۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری۔ سعید بن المسیب۔ حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ وہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلتین کی طرف نماز پڑھی۔

۳۔ وہ لوگ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ اور اگر انصار کو مہاجرین سے الگ ایک طائفہ لیا جائے تو اس سے مراد وہ انصار ہوں جو (۱) بیعت عقبہ ادلی اور عقبہ الثانیہ سے مشرف ہوئے تھے۔

(۲) جنہوں نے حضرت ابوذر راہ۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کی تبلیغ و تعلیم پر جب وہ مدینہ شریف آئے تھے ایمان و اسلام قبول کیا۔

بعض نے الانصار کو راء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کو السَّابِقُونَ پر عطف قرار دیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ جو مہاجرین میں سے سابقون اَوَّلُونَ ہیں اور انصار۔ اور وہ جنہوں نے احسن طریقہ سے ان کی پیروی کی۔ تو راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اللہ تعالیٰ سے۔ لیکن پہلی قرأت جہور کے نزدیک اصح ہے

= بِإِحْسَانٍ۔ عمدگی کے ساتھ۔ احسن طریقہ سے، احسان کے معنی غیر کے ساتھ مہلائی کرنے اور کسی اچھی بات کے

۹: ۱۰۱ = وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ - اِی دَمَن مِّنْ حَوْلِكُمْ

مِنَ الْأَعْرَابِ مُنْفِقُونَ۔ اور ان اعراب میں سے جو تمہارے ارد گرد بستے ہیں کچھ منافق ہیں وَمِمَّنْ أَهْلُ الْمَدِينَةِ۔ یہ وقف معانقہ کی صورت ہے۔

اگر علامت اول: پر وصل کیا جائے اور علامت ثانی پر وقف کیا جائے تو اس کا عطف مِمَّنْ حَوْلَكُمْ پر ہوگا۔ اور مَوَدُّوا عَلٰی الْبِفَاقِ صفت ہوگی منافقون کی اور تقدیر کلام یوں



ہوگی وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَنَافِقُونَ مَرَدُّوْا عَلَی النِّفَاقِ (اور تمہارے ارد گرد یعنی مدینہ کے ارد گرد بسنے والے بدوؤں میں سے اور اہل مدینہ میں سے کچھ منافق ہیں جو پکے ہو گئے ہیں نفاق میں)

اور اگر علامت :۔ اول پر وقف کیا جائے اور علامت :۔ ثانی پر وصل کیا جائے تو یہ جملہ مستانفہ (نیاحملہ) ہوگا۔ اور تفسیر کلام یوں ہوگی ! وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ (قَوْمٌ) مَرَدُّوْا عَلَی النِّفَاقِ (اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں) اور اب ترجمہ یوں ہوگا۔ اور تمہارے ارد گرد یعنی مدینہ کے ارد گرد بسنے والے بدوؤں میں کچھ منافق ہیں اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں۔

= مَرَدُّوْا - نافرمان و سرکش ہونا۔ مَرَدَّ عَلَی النِّفَاقِ - نفاق پر جھڑپ رہنا۔ الْمَارِدُ وَالْمَرِيدُ جنوں اور انسانوں سے اس شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہو چکا ہو۔

یہ شجرُ امْرُد سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ درخت جو سب پتے تھڑ جانے سے بالکل ننگا ہو گیا ہو۔ اسی طرح غُلَامٌ امْرُد۔ وہ لڑکا جس کی داسھی مونچھ نہ نکلی ہو اس کا منہ سبزہ سے عاری ہو۔ الرَّمْلَةُ الْمَرْدَاؤُ وہ ریت کا ٹیلہ جو ہر قسم کے سبزہ سے عاری ہو۔

قرطبیؒ نے لکھا ہے اصل المرء الملاسۃ ومنہ صرّح مُمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرٍ۔ (۲۴: ۲۴) یعنی المرء۔ اصل میں چکنا اور ہموار ہونا ہے۔ جیسے شیشے جوڑ کر صاف و ہموار کیا ہوا محل (الملاسۃ ہموار اور چکنا ہونا)

صاحب کشاف نے مَرَدُّوْا عَلَی النِّفَاقِ کا مطلب تَمَقَّرُوْا فِيْہِ لکھا ہے یعنی نفاق میں ماہر ہو گئے ہیں۔

۹: ۱۰۲ = الْخُرُوجُ - دوسرے لوگ۔ اور لوگ۔ الْخُرُجُ کی جمع ہے۔ یعنی منافقوں کے علاوہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا اور اپنے کئے پر نادم ہوتے کہ وہ کیوں جہاد کے لئے جنگ تبوک میں شامل نہ ہوئے

۹: ۱۰۳ = تُطَهَّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا - مَضَاعِجٌ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع الْخُرُوجُ ہے۔ اور هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع صَدَقَہ ہے یعنی ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے کہ اس طرح آپ ان کو پاک و صاف کر دیں گے۔ = صَلِّ عَلَيْهِمْ۔ ان کے لئے دعا کیجئے۔ امر واحد مذکر حاضر۔

= سَكَنٌ - تسکین۔ آرام۔ راحت۔ رحمت۔ برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو۔



۹: ۱۰۵ = سَتَرْدُوتَ - تم پھیرے جاؤ گے۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔ رُدُّ سے مضارع مجہول۔  
جمع مذکر حاضر۔

= اَعْمَلُوا - ای اعملوا مَا شِئْتُمْ - جو جی چاہے تم کرو۔

۹: ۱۰۶ = مُرْجُونَ - (مرج و - رَج ی مادہ) رجاء کنارہ - جیسے رَجَاءُ الْبَيْتِ - کنویں کا کنارہ۔ اس کی جمع اَرْجَاءُ ہے قرآن مجید میں ہے وَالْمَلَكُ عَلَى اَرْجَائِهَا - (۶۹: ۱۷) اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے۔ رَجَاءُ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ قرآن میں ہے مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰہِ وَقَارًا (۷۱: ۱۲۷) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے خدا کا وقار دل سے مہلادیا ہے۔

بعض مفسرین نے اس کا معنی لَا تَخَافُونَ کیا ہے یعنی تم کیوں نہیں ڈرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف ورجاء باہم لازم و ملزوم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے حصول کی توقع ہوگی تو ساتھ ہی اس کا ہاتھ سے چلے جانے کا اندیشہ بھی ہوگا۔ اور ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ ہمیشہ امید پائی جاتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا يَرْجُونَ (۱۰۴: ۴) اور تم کو خدا سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو نہیں۔

مُرْجُونَ - مُرْجَى - یعنی مُرْجَوْ کی جمع ہے۔ اسم مفعول - امید و بیم کے درمیان شکا ہوا مُعَلَّقٌ جو نتائج کے متعلق خوف ورجاء کے درمیان معلق ہیں۔ کہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہ یعنی جن کا معاملہ ابھی طے نہیں ہوا۔ اور اللہ کے حکم کے انتظار میں تاخیر میں پڑا ہوا ہے۔  
وَالْآخِرُونَ مُرْجُونَ لِذٰہِ اللّٰہِ - کچھ اور لوگ ہیں کہ خدا کے حکم کے انتظار میں ان کا معاملہ ملتوی ہے۔

یہ اشارہ ہے کعب بن مالک - مرارہ بن الزبیع - ہلال بن امیہ کی طرف۔ کسی شرعی عذر کے بغیر یہ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ان سے ہر ایک نے قطع تعلقی کر لی۔ آخر پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔ (دیکھو آیات ۱۱۳ - ۱۱۵ - سورۃ ہذا)  
= اِمَّا - بطور حرف تفصیل آیا ہے۔ جیسے اِنَّا هَدَيْنٰہُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا اِمَّا كَفُوْرًا - (۷۶: ۲) ہم نے انسان کو راستہ دکھلادیا اس کے بعد وہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکر بن کر رہے۔

۹: ۱۰۷ = وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا - اس کا عطف وَالْآخِرُونَ مُرْجُونَ پر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَمِنْهُمْ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا (اور ان منافقوں میں وہ لوگ بھی



ہیں جنہوں نے ایک مسجد تیار کی۔

= ضَرَارًا - كُفْرًا - تَفْرِيقًا - اِرْصَادًا - تمام مفعول لہ ہیں۔ یعنی اس مسجد کی تعمیر کا مقصد رضائے خداوندی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ (۱) مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے۔

(۲) اس میں بیٹھ کر کفر کو فروغ دینے کی تجویزیں سوچی جائیں۔

(۳) مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کیا جائے

(۴) وہ شخص جو اب تک خدا اور رسول کا دشمن چلا آرہا ہے اسے بطور کمین گاہ استعمال کیا جائے یا یہ مصدر ہیں اور حال کی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔

= ضَرَارًا - ضرر سے مشتق ہے۔ ایذا دینا۔ نقصان پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔ ضَارٌّ يَضَارُّ رِبَاب (مفاعلة) سے مصدر۔ اِرْصَادًا گھات لگانا۔ مِرْصَادٌ مَرْصَدٌ گھات لگانے کی جگہ۔ کمین گاہ۔ رصد مادہ۔

= مِنْ قَبْلُ - قَبْلُ - لَعْنُ - اکثر اضافت کے ساتھ آتے ہیں۔ جب بغیر اضافت کے ہوں تو ضمہ پر بنی ہوں گے۔ جیسے آیہ نہا میں۔ بمعنی پہلے سے۔

= وَلِيخْلِفَنَّ - مصارع بلام تاکید و لون ثقیلہ جمع مذکر غائب (باب ضرب) اور وہ ضرور ہی قسمیں کھائیں گے۔ (یعنی جب ان سے کوئی پوچھے کہ یہ شرارت تم نے کیوں کی تو اپنی صفائی میں قسمیں کھانے لگیں گے۔

= يَشْهَدُ - شَهَادَةٌ - مصدر جس کے معنی ہیں کھول کر بیان کرنا۔ موجود ہونا۔ گواہی دینا۔

بیان کرنا۔ جاننا۔ ان سب کا باب ایک ہی ہے۔ سَمِعَ يَسْمَعُ - مصادر جُذُا ہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ - قَضَى اللّٰهُ - قَالَ اللّٰهُ - بَيَّنَّ اللّٰهُ - وَيَشْهَدُ اللّٰهُ - اللّٰهُ یہ فیصلہ دیتا ہے۔ یا کہتا ہے۔ بیان کرتا ہے۔

اس آیت میں اس مسجد کا ذکر ہے جو اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر ابو عامر کے ساتھیوں نے اس کے ایما پر مسجد قبا کے مضافات میں تیار کی تھی۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو مسمار کر دیا گیا تھا۔ چونکہ اس کی بنیاد مسلمانوں کو ضرر پہنچانے پر رکھی گئی تھی۔ اس لئے اس کا نام ہی تاریخ میں مسجد ضرار پڑ گیا۔

۹: ۱۰۸ = لَا تَقُمْ فِيْهِ - فعل مہنی واحد مذکر حاضر۔ تو اس میں مت کھڑا ہو یعنی لَا تَصْلُ فِيْهِ اس میں نماز مت پڑھ۔



قرآن مجید میں نماز کے لئے کہیں قیام کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کہیں رکوع کا اور کہیں سجدہ کا۔ اسے تسمیۃ الشیء باسم جزؤہ (کسی چیز کو اس کے جز کے نام سے پکارنا) کہتے ہیں۔  
 فیہ کی ضمیر واحد مذکر مسجد اضرار کے لئے ہے۔

= مَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَى مِنْ أَدْلَى يَوْمٍ - وہ مسجد جس کی اساس (بنیاد) پہلے دن سے ہی تقویٰ پر درست کی گئی ہو۔

= اَنْ يَتَطَهَّرُوا - مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ تَطَهَّرُوا (تَفَعَّلُ) مصدر۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے مضارع بمعنی مصدر ہو گیا۔ یعنی پاک ہونے کو (پسند کرتے ہیں)۔

= اَلْمُطَهَّرِينَ - اسم فاعل جمع مذکر تَطَهَّرُوا مصدر۔ اصل میں المتطہرین تھا۔ تاکو طار میں مدغم کیا گیا۔ پاک ہونے والے۔ پاکیزہ ہونے والے۔

۹: ۱۰ = اُسِّسَ بُنْيَانُهُ - اُسِّسَ (باب تفعیل) تَأْسِيسُ بنیاد رکھنا۔ اس نے بنیاد رکھی۔ بُنْيَانُهُ - بُنْيَانٌ - یعنی مَبْنِيَّةٌ - غُفْرَانٌ کی طرح مصدر ہے بمعنی مفعول استعمال ہوا ہے کا ضمیر واحد مذکر دِین کے لئے یعنی مَنْ اُسِّسَ بُنْيَانِ دِینِہ - جس نے اپنے دین کی بنیاد رکھی۔ یا مَنْ وَضَعَ اَسَاسَ مَا یَبْنِیْہ - جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی

= شَفَا - شفا کنارہ۔ کنویں وغیرہ کے کنارے کو کہتے ہیں۔ جمع اَشْفَاءُ (شَفَوُ مادہ) اس کا ثنیہ شَفَوَانٌ آتا ہے۔ شفا قرب ہلاکت کے لئے ضرب المثل ہے۔ عَلٰی شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ (۱۰۳: ۳) آگ کے گڑھے کے کنارے تک۔ اور اَشْفٰی فُلَانٌ عَلٰی الْهَلَاکِ - فلاں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا = جُرُفٍ - ندی یا نالے کا وہ کنارہ جس کا پخلا حصہ پانی بہا کر لے گیا ہو اور اوپر کا حصہ موجود ہو۔ اسے جِرْفَةٌ کہتے ہیں۔ جُرُفٍ اس کی جمع ہے۔ اسی سے یہ قول ہے فُلَانٌ یَلْبِیْ عَلٰی جُرُفٍ هَارٍ - لا یدری مالیل من ہمار - فلاں شخص دریا کے گرنے والے کنارہ پر مکان بناتا ہے۔ اس کو دن رات میں تمیز نہیں۔

جُرُفَ الشَّیْءِ (نصر) پوری چیز یا اس کا بیشتر حصہ لیجانا۔ یا جُرُفَ الطِّینِ - مچاؤڑا یا بیلچے سے مٹی کھودنا یا کھرچنا۔

= هَارٍ - اسم فاعل مجرور۔ هَوَّیَ - مادہ - قریب السقوط - گرنے کے قریب۔

هَارٍ کی اصل هَادِرٌ یا هَائِرٌ تھی۔ اول هَادِرٌ کے واؤ کو یا هَائِرٌ کے ہمزہ کو نقل مکانی کر کے راء سے آخر میں کر دیا۔ یعنی راء کو مقدم کر دیا اور واؤ یا ہمزہ کو مؤخر کر دیا۔ هَادِرٌ اور هَائِرٌ ہو گیا پھر واؤ اور ہمزہ کو یا سے بدل کر هَادِرٌ کر دیا اور حالت جر کی وجہ سے ی کو ساقط کر دیا اس طرح



ہاڑ ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہاؤڈ کے واؤ یا ہاؤڈ کے ہنزہ کو بغیر نقل مکانی کے تخفیفاً حذف کر دیا۔ اس صورت میں راو پر مختلف حالات میں تینوں اعراب آسکتے ہیں۔

بعض اہل لغت کے نزدیک ہاڑ اسم فاعل کا صیغہ نہیں ہے بلکہ اس کی اصل ہَوْدُ یا هَيَرُ تھی واؤ۔ اور یاء کو ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا ہاڑ ہو گیا اس صورت میں پھر اس پر تینوں اعراب آئیں گے۔

جُرُوبُ ہاڑ موصوف و صفت مل کر مضاف شفا مضاف الیہ۔

= اِنْهَادَ - وہ گر پڑا۔ اِنْهِيَاؤُ (الفعال) مصدر۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بانی عمارت کے لئے ہے۔ اِی من اسَّسَ بُنْيَانَهُ - اِنْهَادَ الْبِنَاءِ - عمارت کا منہدم ہونا۔ گرنا۔

= ظَالِمِينَ - ظلم کرنے والے۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کی اپنی جگہ سے ہٹا کر غلط جگہ پر رکھنا۔ ان لوگوں نے اپنی عمارت کی بنیاد ہی غلط موقع اور غلط محل پر رکھی تھی۔

۹: ۱۱ = لَا يَزَالُ - مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ زَوَّالٌ مصدر۔ فعل ناقص ہے۔ دوام اور تسلسل کا معنی دیتا ہے۔ ہمیشہ رہیگا۔

= بُنْيَانَهُمْ - ان کی عمارت۔ بَنَوْا - انہوں نے بنائی۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ بِنَاءٌ مصدر۔ بنی مادہ۔

= رِيْبَةً - رِيْبٌ سے اسم ہے۔ رَابَ يُرِيْبُ (باب ضروب) شبہ و گمان میں ڈالنا کسی سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھنا۔ رِيْبَةٌ - شک و شبہ۔ ہمت۔ بے چینی۔ بے یقینی۔ رِيْبٌ - جمع۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس کا معنی شک و نفاق کیا ہے۔ کلبی کے نزدیک حسرت و ندامت السدی اور المبرد نے اس کا مطلب غم و غصہ لیا ہے۔ یعنی یہ کیفیات ان کے منصوبہ کے ناکام ہوجانے اور جس عمارت پر انہوں نے اتنی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں اس کے منہدم ہوجانے کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دل کو بے چین اور مضطرب رکھیں گی۔

= اِلَّا اَنْ - بجز اس کے کہ۔ مگر یہ کہ۔

= تَقَطَّعَ - پارہ پارہ ہو جائیں۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ تَقَطَّعَ (تَفَعَّلَ) سے مضارع۔ واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَتَقَطَّعَ تھا۔ ایک تار حذف ہو گئی۔

اِلَّا اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ - اِی تجعل قلوبهم قطعاً وتفرق اجزاء اما بالسيف واما بالموء والمعنٰی ان هذه الريبة باقية في قلوبهم الى ان يموتوا عليها۔ یہاں تک کہ ان کے دل



ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور ان کے اجزاء بکھر جائیں۔ خواہ تلوار سے یا موت سے۔  
مطلب یہ کہ یہ بے چینی۔ بے یقینی۔ اضطراب و حسرت و ندامت کی کیفیت ان کے دلوں  
پر طاری رہیگی۔ حتیٰ کہ وہ اسی حالت میں مر جائیں گے۔

== حَكِيْمٌ۔ حکمت والا۔ اللہ تعالیٰ کو حکیم کہہ کر مسجدِ ضرار کے انہدام کے حکم کی حکمت کی طرف  
توجہ دلائی گئی ہے۔

۹ : ۱۱ = اِشْتَرٰی۔ اس نے خرید لیا۔ اس نے خریدا۔ اِشْتَرٰی يَشْتَرِيْ اِشْتَرَاءً (افتعال)  
سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اِشْتَرَاءٌ کے معنی خریدنے اور بیچنے دونوں کے آتے ہیں۔  
= وَعَدًا۔ اسم مصدر۔

وَعَدًا عَلَیْهِ حَقًّا۔ حَقًّا وَعَدًا کی صفت ہے۔ اور وَعَدًا بوجہ فعل محذوف منصوب  
گویا تقدیر کلام یوں ہے۔ وَعَدَهُمْ عَلَیْهِ (عَلٰی ذٰلِكَ الْاَمْرِ وَعَدًا حَقًّا۔ اس بات پر  
اس نے ان کے ساتھ سچا وعدہ کر رکھا ہے۔

عَلَیْهِ کے معنی لَا اِمْرَئٌ مِّنْهُمْ عَلَیْهِ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی :-  
وَعَدَهُمْ وَعَدًا حَقًّا لَا اِمْرَئٌ مِّنْهُمْ عَلَیْهِ۔ اس نے ان سے ایک سچا وعدہ کر رکھا ہے جس کا پورا  
کرنا اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔

= فِيْ التَّوْرَةِ وَالْاِنْجِلِ وَالْفُرْقَانِ۔ یعنی اس وعدہ کا ذکر تورات۔ انجیل اور قرآن میں ہے  
= اَوْفٰی۔ زیادہ وعدہ پورا کرنے والا۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟  
افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= فَاسْتَبَشِّرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِیْ بَايَعْتُمْ بِهِ۔ فَاسْتَبَشِّرُوا۔ خوشیاں مناؤ۔ بشارت پاؤ  
اِسْتَبَشَّرُوا (اِسْتَفْعَالٌ) سے جس کے معنی بشارت پانے کے ہیں۔  
بِبَيْعِكُمْ۔ اپنے سودے پر۔ الَّذِیْ بَايَعْتُمْ اللّٰهَ بِهِ۔ جو سودا تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے  
۵ ضمیر واحد مذکر۔ سودا کی طرف راجع ہے۔

= ذٰلِكَ۔ اِیْ ذٰلِكَ الْبَيْعُ۔ اور یہی سودا۔

۹ : ۱۱۲ = التَّائِبُوْنَ۔ الْعَابِدُوْنَ۔ الْحَامِدُوْنَ۔ السَّائِحُونَ۔ الرَّاکِعُونَ  
السَّاجِدُونَ۔ الْاٰمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ وَالْحَافِظُونَ  
لِحُدُودِ اللّٰهِ۔ سب اسم صفت کے صیغے ہیں اور مؤنثین کی صفت ہیں۔

التَّائِبُونَ سے لے کر النَّاهُونَ تک متعدد صفات کا ذکر آیا ہے لیکن ان میں حرف



عطف استعمال نہیں ہوا۔ لیکن وَالْتَاهُوتَ سے پہلے حرف عطف لایا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

۱، ایسے مواقع پر حرف عطف کا ذکر کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے یہاں مزید کسی توجیہ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ التَاهُوتَ کا اَلَا مِرُوفٌ پر عطف ہے کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک مکمل صفت بنتے ہیں۔  
۳۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ قریش کی لغت یہ ہے کہ سات کے عدد تک حرف عطف ذکر نہیں کرتے اور جب آٹھواں ذکر کرتے ہیں تو پھر حرف عطف کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ التَاهُوتَ چونکہ آٹھویں صفت ہے اس لئے وَاوُ کا اضافہ کر دیا۔

= السَّيَّاحُونَ۔ سَيَّاحَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ سَاحَ يَسِيحُ (ضَوْبَ) سَيَّاحَةٌ زمین پر گھومنا۔ پھرنا۔ سفر کرنا۔ سَاحٌ واحد۔

السَّيَّاحُونَ کے مفسرین نے متعدد معانی لئے ہیں۔ سیاحت کرنے والے۔ یعنی اقامت دین کے لئے جہاد میں نکلنے والے۔ کفر زدہ علاقوں سے ہجرت کرنے والے۔ دعوتِ دین۔ اصلاحِ خلیق۔ طلبِ علمِ صالح۔ مشاہدہ آثارِ الہی۔ تلاشِ رزقِ حلال کی خاطر سیاحت کرنے والے۔ ابن کثیر اور اکثر مفسرین سلف۔ صحابہ و تابعین نے السَّيَّاحُونَ سے مراد روزہ دار لئے ہیں۔  
= التَاهُوتَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ التَاهِيٌ واحد۔ نَهَى مصدر (باب فتح) روکنے والے منع کرنے والے۔

= اَلْمُنْكَرِ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اُنْكَارٌ مصدر۔ وہ قول یا فعل جس کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو۔

= بَشَرٌ۔ بَشَرٌ يَبْشُرُ (تفعیل) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو خوشخبری دے۔ تو خبر کر دے۔ یہاں مُبَشِّرٌ اس کی عظمت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے۔ گویا وہ ایسی چیز ہے جس کی خوشخبری دی جا رہی ہے جسے ہم سمجھ نہیں سکتا اور کلام بیان نہیں کر سکتا۔

وَبَشَرُوا لِلْمُؤْمِنِينَ۔ اے بشر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من فعل هذه الافعال التسع یعنی جو مومن ان توصفات سے متصف ہیں اس کو خوشخبری دیدیں۔

۱۱۳:۹ = مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ زریبا نہیں بنی کے لئے اور نہ ایمان والوں کے لئے۔  
= يَسْتَغْفِرُوا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ وہ مغفرت طلب کریں۔ وہ معافی مانگیں۔

= اُولَىٰ قُرْبَىٰ۔ اے ذی قرابت لہم قرابت دار۔ رشتہ داری رکھنے والے رشتہ دار۔ قُرْبَىٰ اسم



مصدر۔ رشتہ داری قرابت۔

= مَوْعِدَةٌ۔ اسم مصدر۔ وعدہ

= اِيَّاهُ۔ اسی کو۔ اسی سے۔ واحد مذکر غائب کی ضمیر منصوب منفصل۔ اس کا مرجح حضرت

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ ہے

= تَبَيَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ تَبَيَّرْتُ سے جس کے

معنی بیزار ہونے کے ہیں۔ جیسے بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ (۱:۹) اللہ اور اس کے رسول

کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔

= اَذَاةً۔ نرم دل۔ بہت آہ کرنے والا۔ اَذُوَّةٌ سے جس کے معنی آہیں بھرنے کے ہیں مبالغہ کا

سیغہ ہے۔ بروزن فَعَالٌ اَ اَ يَكُوْهُ۔ جیسے قَامَ يَقُوْمُ۔

= حَلِيْمٌ۔ بردبار۔ تحمل مزاج باوقار۔ حِلْمٌ کے معنی ہیں جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو

روکنا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۹: ۱۱۵ = مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ۔ اللہ کا دستور نہیں۔ اللہ کا طریقہ نہیں کہ وہ گمراہ کر دے

= مَا يَتَّقُونَ۔ جن سے ان کو بچنا چاہئے۔ جن سے وہ بچیں۔ مَا مَوْصُولٌ ہے۔

۹: ۱۱۶ = تَابَ۔ تَابَ يَتُوْبُ۔ دباب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے توبہ کی

وہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ اس نے معاف کیا۔ یہاں (رحمت سے) متوجہ

ہونے اور معاف کرنے کے معنی میں آیا ہے۔

یعنی اللہ نے رحمت سے توجہ فرمائی۔ اللہ نے معاف فرمادیا۔ تَوْبٌ اور تَوْبَةٌ سے۔

جب اس کا تعدیہ الی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے

(بار بار واپس آنا) کے ہوتے ہیں۔ اور حب علی کے ساتھ ہوتا ہے تو توبہ قبول کرنے کے معنی

میں آتا ہے۔ مثلاً قرآن میں آتا ہے۔ تَوْبُوا اِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا (۲۴: ۳۱) سب خدا کے آگے توبہ

کرو۔ اور فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَقَّا عَنْكُمْ (۲: ۱۸۴) سو اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تمہاری حرکات

سے درگزر فرمایا۔

= تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے استغاثت

رکھنے کے باوجود جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت مانگی تھی اور آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی۔

اس لغزش کا آپ سے مواخذہ نہ کیا گیا جیسا کہ ۹: ۳۴ میں ارشاد ہوا ہے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ۔ لیکن

یہ فعل ترک افضل میں آتا ہے کہ افضل یہ تھا کہ خوب چھان بین کر کے صرف مستحق معذرت لوگوں کو



پچھے رہ جانے کی اجازت دی جاتی نہ کہ یہ کوئی ایسا قصور تھا جو قابل مواخذہ تھا (نیز ملاحظہ ہو ۹: ۷۲) بعض کے نزدیک بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معافی میں تبرگ شامل کیا گیا ہے اور مقصود مہاجرین اور انصار کی شان کو ادب و پختہ دیکھانا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی کی شان کو بلند کرنے کے لئے فَاتَّ اللَّهُ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ (۸: ۴۱) میں اپنا نام تبرگ شامل کر لیا ہے۔

= سَاعَةُ الْعُسْرَةِ۔ مشکل گھڑی۔ تنگی کا وقت۔ غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہے جب کہ مسلمان سخت مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ سفر طویل اور کھٹن تھا۔ سوار یوں کی از حد قلت تھی، راشن انتہائی طور پر قلیل اور پینے کا پانی نہایت کمیاب تھا۔ مسلمان قلیل التعداد اور مقابلہ قیصر روم کے لشکر جبار سے تھا۔

= كَادَ۔ ماضی واحد مذکر غائب كَوْدُ مصدر (باب سَمِعَ) افعال مقاربتیں سے ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اگر كَادَ بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع کے ضرور تھا جیسے کہ آیہ ہذا میں ہے كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ۔ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ گئے تھے لیکن ابھی کج نہیں ہوئے تھے اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے فَنَذَرُكُمْ هَاهُنَا ذَا الَّذِي فَعِلْتُمْ (۲: ۷۱) انہوں نے اس (گائے) کو ذبح کر دیا لیکن ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔

= يَزِيغُ۔ مضارع واحد مذکر غائب يَزِيغُ سے (باب ضرب) پھرنے لگے تھے۔ پھر جانے کے قریب ہو گئے تھے۔ كَادَ يَزِيغُ کجی کی طرف مائل ہو چلے تھے۔ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ۔ حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ چکے تھے اگرچہ فی الواقع ابھی کج نہیں ہوئے تھے۔

= ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ۔ لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ..... کے بعد اس تکرار سے مراد تاکید ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عَلَيْهِمْ میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب فَرِيقٍ کی طرف راجع ہو۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ پھر اس نے ان لوگوں پر رحم کے ساتھ توبہ کی جن کے دل کج ہو چلے تھے (مگر انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبی ہی کا ساتھ دیا)۔

= بِهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ کے مطابق يَا تَوَّابُ النِّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ کی طرف راجع ہے یا فَرِيقٍ کے لئے ہے

= رُدُّوهُ۔ مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ رَأْفَةٌ سے فَعُولٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے



۹: ۱۱۸ = وَعَلَى الثَّلَاثَةِ كَاعْطَفَ النَّبِيُّ بِرَبِّهِ اِی وَتَابَ عَلَى الثَّلَاثَةِ اور اس نے ان تینوں کو بھی معاف کر دیا۔ ان تینوں پر بھی نظر رحمت فرمادی۔

= اَلَّذِیْنَ خَلَفُوْا۔ جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یعنی کعب بن مالکؓ، ہلال بن امیہؓ۔ مرارة بن الزبج = بِمَا رَجَبْتُ۔ میں ما مصدر یہ ہے وَصَاقَتْ عَلَیْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہو گئی۔

= صَاقَتْ۔ ضیق سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ تنگ ہو گئی۔  
= رَجَبْتُ۔ رُحِبْتُ سے (باب کرم) ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی۔

= مَلَجًا۔ اسم ظرف مکان۔ پناہ کی جگہ لَجًا۔ مصدر۔ پناہ پکڑنا۔ (باب فتح۔ سَمِعَ) مَلَجًا بھی مصدر ہے۔

= ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ لَیْتُوْا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوا۔ اور رحمت سے توبہ کی۔ تاکہ وہ بھی توبہ کریں۔ اور اللہ کی طرف رجوع کریں۔

= اَلتَّوَّابُ۔ بار بار توبہ قبول کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔  
اور اگر یہ بندہ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے کثرت سے توبہ کرنے والا۔ یعنی وہ شخص جو کہ یکے بعد دیگرے گناہ چھوڑتے چھوڑتے بالکل گناہوں کو ترک کر دے۔

۹: ۱۲۰ = مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ۔ زیبا نہیں تھا درست نہیں تھا۔ مناسب نہ تھا اہل مدینہ کے لئے۔

= اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ۔ کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر پیچھے ٹھہرے رہتے۔  
= لَا یَرْغَبُوْا۔ مضارع متغی جمع مذکر غائب (باب سمع) عزیز نہ سمجھیں۔ رَغِبَ فِیْہِ۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ محبت کرنا۔ دلچسپی لینا۔ رَغِبَ عَنْ۔ منہ پھیر لینا۔ چھوڑنا۔ اعراض کرنا۔ رد گردانی کرنا۔ رَغِبَ بِہِ عَنْ غَیْرَہِ۔ کسی کو کسی پر فضیلت دینا۔ برتری دینا۔

لَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِہُمْ عَنْ نَفْسِہِ۔ وہ اپنی جانوں کو اس کی جان پر فضیلت و برتری نہ دیں۔ اپنی جانوں کو اس کی جان سے عزیز نہ سمجھیں۔ نَفْسِہِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اللہ ہے = ذَلِکَ۔ بمعنی یہ اس لئے۔

= ظَمًا۔ پیاس۔ تشنگی۔ یہ ظَمًی یَظْمًا کا مصدر ہے جس کے معنی پیاس لگنے کے ہیں۔ ظَمَانٌ بروزن فَعْلَان صیغہ صفت ہے۔ پیاسا۔ تشنہ۔



= نَصَبٌ - تھکان - مشقت - کوفت - تکلیف  
 = مَخْمَصَةٌ - بھوک - خَمَصَةُ الْجَوْعِ - بھوک کا کسی کو دبلے پیٹ والا کر دینا - خَمِصٌ  
 خالی پیٹ والا -

= لَا يَطُؤُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب و طَأَّ مصدر - (باب سَمِعَ) نہیں پا مال کریں گے  
 نہیں چلیں گے -

= مَوْطِئًا - اسم ظرف (باب سَمِعَ) پاؤں رکھنے کی جگہ - وَطَاءَةٌ - مَوْطِئٌ - مَوْطِئٌ پاؤں کی  
 جگہ - وَطِئَ يَطِئُ (باب سَمِعَ) روتہ نا -

= يَغِيظُ الْكَفَّارَ - جو کفار کے غیظ و غضب کا باعث بنے -

= لَا يَتَالَوْنَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب - يَتَلَّ سے - وہ نہیں پائیں گے - وہ نہیں  
 پاتے ہیں - وہ نہیں حاصل کرتے - وہ نہیں کامیاب ہوتے - لَا يَتَالَوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَيِّبًا  
 وہ دشمن سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتے (از قسم قتل - قیدی - مال غنیمت وغیرہ -

= ذَاكَ بِأَنَّهُمْ - عملٌ صَالِحٌ - اللہ کی راہ میں جو پیاس - تکلیف - بھوک وہ  
 اٹھاتے ہیں اور ہر قدم جو وہ اٹھاتے ہیں جو کفار کو ناگوار گذرتا ہے اور ان کے غیظ و غضب کو بھڑکا  
 ہے اور ہر وہ فائدہ جو وہ دشمن پر حاصل کرتے ہیں یا اللہ کی راہ میں وہ دشمن سے جو نقصان اٹھاتے  
 ہیں اس ہر فعل کے بدلہ میں ان کے حساب میں نیک عمل لکھا جاتا ہے -

۱۲۱:۹ = وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا - نہیں طے کرتے وہ کسی وادی کو -

= كُتِبَ لَهُمْ - ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے - ان کے حساب میں لکھ لیا جاتا ہے -

= أَحْسَنَ - افعَل التفضیل کا صیغہ - بہت اچھا - بہترین -

۱۲۲:۹ = لِيَنْفِرُوا - کہ نکل جائیں - نکل کھڑے ہوں - (جہاد کے لئے) یا علم دین کے حصول  
 کے لئے - یا تبلیغ کے لئے -

= كَافَّةً - اسم فاعل - مفرد - مؤنث - منصوب - اس صورت میں تاء مبالغہ کے لئے ہوگی -

استعمال میں كَافَّةً - ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ ہوتا ہے - جس کے معنی ہیں سب کے سب -  
 پورے کے پورے -

= لَوْلَا - کیوں نہ - تفصیل کے لئے ۴۳:۶ ملاحظہ ہو -

= نَفَرًا - ماضی واحد مذکر غائب نَفَرٌ - نَفَرٌ - نَفَارٌ - مصدر - (باب سَمِعَ وَضَرَبَ) کیوں  
 نہ نکلے - کیوں نہ نکل کر جائے -



= لِيَتَفَقَّهُوْا۔ مضارع منصوب۔ جمع مذکر غائب۔ تَفَقُّهُ مصدر۔ تاکہ سمجھ حاصل کرتے رہیں  
دین کے مسائل سیکھتے رہیں۔

= لَعَلَّكُمْ يَخْذَرُونَ۔ تاکہ وہ (نافرمانیوں سے بچیں۔ ڈریں۔  
الْخَذَرُ۔ (سَمِعَ) خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا۔ بچنا۔ محتاط رہنا۔ يَخْذَرُ الْآخِرَةَ  
(۹:۳۹) آخرت سے ڈرتا ہے۔

۱۲۳:۹ = يَكُونُكُمْ۔ مضارع جمع مذکر حاضر كُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وَئِيْ مُّصَدَّرٌ بِبَابِ  
نَصْرٍ جو قوم تمہارے نزدیک بستی ہے۔ جو تمہارے نزدیک ہیں۔ الْوِلْدَةُ وَالْتَّوَالِيُّ کے اصل  
معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے  
جو ان میں سے نہ ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ قرب  
بمحاط مکان ہو یا نسب یا بلحاظ دین و اعتقاد یا بلحاظ دوستی و نصرت ہو۔

= وَلْيَجِدُوا۔ اور وہ پائیں۔ ان کو پانا چاہئے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

= غِلْظَةً۔ اسم مصدر سختی۔ دل کی سختی۔ قوت۔ سخت مزاجی۔ الْغِلْظَةُ۔ کے معنی موٹاپا  
یا گاڑھا پن کے ہیں۔ وَلْيَجِدُوا فِيْكُمْ غِلْظَةً۔ چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔

قرآن میں ہے فَاسْتَخْلَفْنَا سُرَّوْنَا عَلَى سُرَّوْنَا (۲۹:۲۸) پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال  
پر کھڑی ہو گئی۔ اور سخت و شدید کے معنی میں بھی آیا ہے

= ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ (۲۴:۳۱) پھر ہم عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے  
انہیں لیجائیں گے۔

یہاں مطلب یہ ہے کہ جب کفار کے مقابلہ میں لکھو تو اپنی قوت و سطوت کا بھرپور مظاہرہ  
کرو اور اس شد و مد سے حملہ کرو کہ دشمن کو دوبارہ اٹھنے کی ہمت نہ پڑے۔  
۱۲۴:۹ = إِذَا مَا۔ جب کبھی۔

= فَمِنْهُمْ۔ میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب۔ منافقین کی طرف راجع ہے جن میں سے بعض جب کبھی  
کوئی سورت نزل ہوتی تو مذاق کے طور پر مسلمانوں سے پوچھتے ”کہو تم میں سے کس کے ایمان  
میں اس سے اضافہ ہوا ہے“

= زَادَتْهُ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب اَيْتُكُمْ کی طرف راجع ہے۔ یعنی تم میں سے کون ہے  
جس کا اس سورۃ نے ایمان زیادہ کر دیا ہے۔ زَادَتْ كَا فاعل هَذِهِ ہے جس کا اشارہ سورۃ  
کی طرف ہے۔



== يَسْتَبْشِرُونَ مضارع جمع مذکر غائب (اِسْتَبْشَرُوا) مصدر۔ وہ خوش ہوتے ہیں وہ خوشیاں مناتے ہیں (سورۃ کے نزول پر)

۱۲۵: ۹ = فَرَادَهُمْ رَجَسًا اِلٰی رَجْسِهِمْ۔ یہ سورۃ ان کی نجاست میں مزید نجاست کا اضافہ کرتی ہے۔ شاعر کا یہ شعر کتنا مناسب حال ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست  
در باغ لالہ روید و در شور یوم خس

۱۲۶: ۹ = يُفْتَنُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ فَتْنٌ سے۔ وہ مصیبت میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

منافقین جو غفلت اور عناد کا شکار تھے۔ ان کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے سال میں متعدد بار ایسے حالات سے دوچار کر دیا جاتا جو ان کو خواب غفلت سے دوچار کر دیتے۔ اسلام کے خلاف ان کی سادشیں ناکام ہوتیں۔ بے سروسامانی کے باوجود مسلمان ہر میدان میں اپنے سے طاقتور دشمنوں کو شکست پر شکست دیتے چلے جاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے ایسے معجزات رونما ہو جن کے دیکھنے کے بعد حضور کی صداقت کا یقین ہو جاتا۔

اس کے علاوہ انہیں طرح طرح کی تکالیف اور مالی خساروں میں مبتلا کیا جاتا تاکہ یہ خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ لیکن انہیں توبہ کی توفیق نہ ہوتی اور نہ نصیحت قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوتی۔

۱۲۷: ۹ = اِنصَرَفُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چل دیتے۔ وہ پلٹ جاتے (حضور کی مجلس) اِنصِرَافٌ (الفعال) سے صرف مادہ۔

اِنصَرَفَ کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا یا کسی اور چیز سے بدل دینا۔ محاورہ ہے کہ صَرَفْتُهُ فَاِنصَرَفَ میں نے اسے پھیر دیا وہ پھر گیا۔

= صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے (ایمان سے یا فہم قرآن سے) یہ جملہ منافقین کے لئے بددعا یہی ہو سکتا ہے۔ خدا ان کے دلوں کو پھیر دے۔

= بِاَنَّهُمْ۔ میں باء سببیہ ہے۔ بدیں وجہ۔ اس سبب سے کہ اَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّيْفَقَهُوْنَ۔ یہ لوگ سوؤ فہم اور عدم تدبیر کا شکار ہیں۔ سوچ بوجھ نہیں رکھتے۔ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

۱۲۸: ۹ = عَزِيزٌ عَلَیْہِ۔ شاق گذرتی ہے اس پر۔ گراں گذرتی ہے اس پر۔ بروزن فَعِیلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے جب اس کا صلہ علی ہو تو شاق اور دشوار کے معنی دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت



ہو تو جو ہمیشہ غالب ہے کا معنی دیتا ہے اس کا باب نصر ہے۔ اور جب ضرب ہو تو اس کا معنی گراں ہونے کا ہوتا ہے۔

= مَا عَنِتُّمْ - میں مَما موصولہ ہے عَنِتُّمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر عَنِتُّ سے۔ عَنِتَّ يَعْنَتُ - (سمع) دشواری میں پڑنا۔ مصیبت میں ہلاک ہونا۔ یعنی تمہارا دشواری میں پڑنا یا کسی مشقت یا تکلیف میں مبتلا ہونا اس پر شاق گذرتا ہے۔

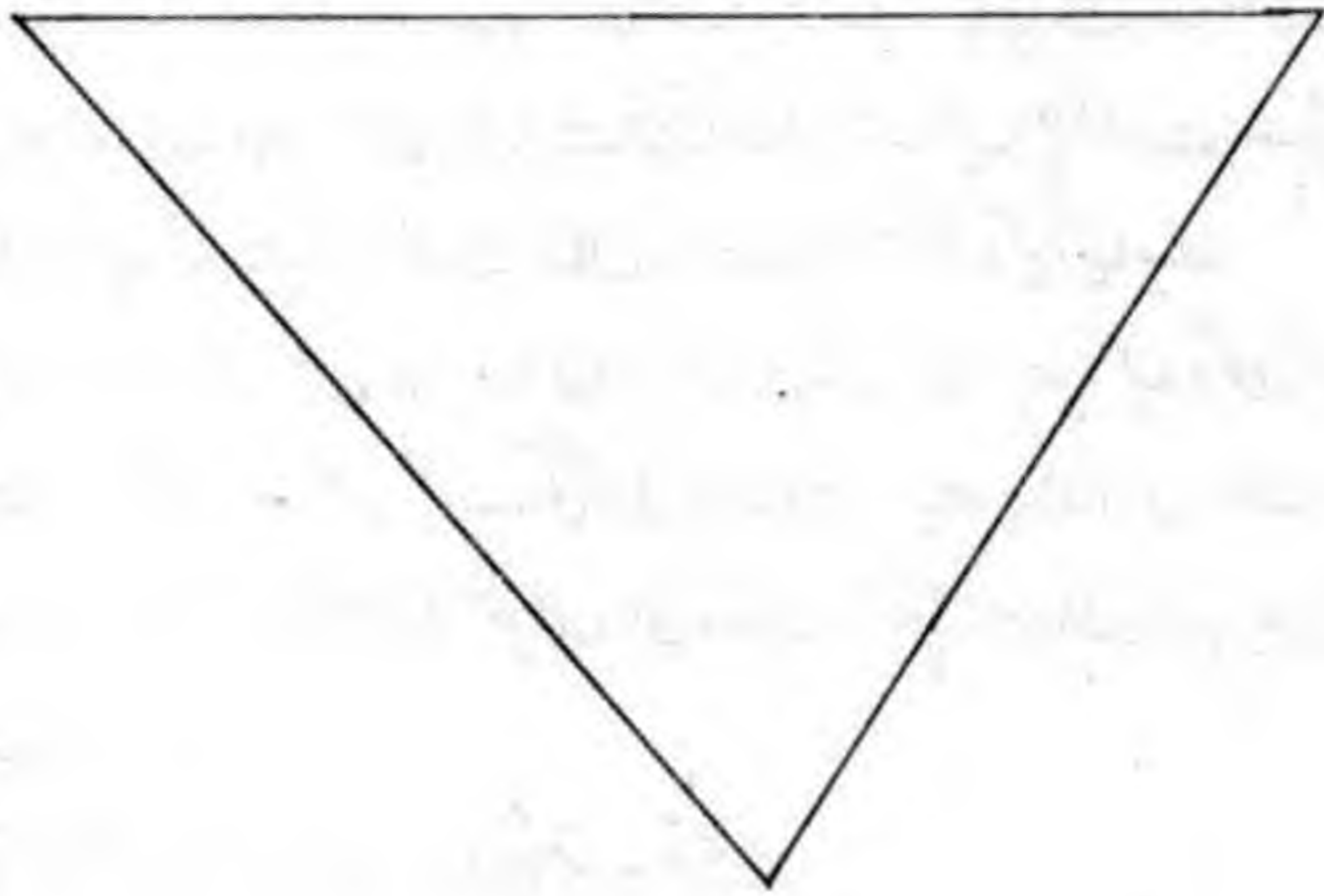
= حَرِّصُ عَلَيْكُمْ - اے حریص علی ایمانکم والیصال الخیر الیکم۔ یعنی تمہارے لئے ایمان۔ مہلانی اور ہدایت کا نہایت ہی خواہشمند ہے۔

حَرِّصُ بِرُوزْنٍ فَعِيلٌ - حرص کرنے والا۔ تلاش رکھنے والا۔ شدت سے خواہش رکھنے والا۔

اس آیت میں خطاب نہ صرف اہل عرب ہے بلکہ ساری دنیا کے عوام الناس سے ہے

۱۲۹:۹ = تَوَلَّوْا - انہوں نے منہ موڑا۔ انہوں نے پشت پھیری۔ تَوَلَّى سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

= حَبِئِي - حَسْبُ - مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ مضاف الیہ حَسْبُ اسم فعل بمعنی کافی۔ مجھ کو کافی ہے۔ مجھ کو بس ہے۔ حَسْبَ يَحْسِبُ کا مصدر بھی ہے۔





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۱۰) سُورَةُ يُنُسُ (۵۱)

۱:۱ = اَلرَّاءِ - الف - لام - را - حروف مقطعات ہیں - تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

(۱:۲)

= تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ - تِلْكَ - اسم اشارہ بعید - مفرد - مؤنث اٰیٰتِ مضاف  
اَلْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ - موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ - مضاف مضاف الیہ مل کر متاثر الیہ -

یہ پُر از حکمت کتاب کی آیاتیں ہیں - آیات سے مراد وہ آیات بھی ہو سکتی ہیں جو اس سورۃ میں ہیں  
اس سورۃ میں الکتاب سے مراد السورۃ یعنی سورۃ ہذا ہے - یا آیات سے مراد آیات قرآنی ہیں اور  
الکتاب سے مراد القرآن ہے - یعنی یہ آیات قرآن کی آیات ہیں جو حکمت سے پُر ہیں -

اسم اشارہ بعید آیات کی عظمت شان کے لئے استعمال کیا گیا ہے -

= اَخٰنَ لِلنَّاسِ عَجَبًا - میں آ استفہام انکاری کے لئے ہے - کیا لوگوں کو یہ بات بہت ہی

عجیب نظر آتی ہے (خالا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے) الناس سے مراد کفار عرب ہیں

= رَجُلٍ - سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اٰی اِلٰی بَشَرٍ مِّنْ جِنْسِهِمْ - انہیں  
کی جنس سے ایک فرد -

= اَنْذَرُ - اِنْذَارٌ سے امر و اند مذکر حاضر - تو ڈرا -

= اَنْذَرِ النَّاسَ میں النَّاسَ سے مراد جمیع الناس ہیں

= قَدَمَ صِدْقٍ - مضاف مضاف الیہ اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے - قَدَمٌ بمعنی

پاؤں اور صِدْقٍ کے معنی ہیں سچائی - قوت - خیر - خلوص - شرف - فضیلت

قَدَمَ صِدْقٍ کے مختلف معانی کئے گئے ہیں -

۱ - القَدَم - السَّالِقَةُ - والمعنی انهم قد سبق لهم عند اللہ خَيْرٌ (رازی) یعنی القَدَم کے معنی



السابقة ہیں اور آیت کے معنی ہیں ان کے لئے اللہ کے حضور ایسی خیر مقدر ہے جس میں انہیں تزیج دی جائیگی۔

۲ = اَنْ لَّهُمْ اٰخِرًا حَسَنًا۔ ان کے لئے نیک اجر ہے (مجمع البیان - مظہری)

۳ = اَنْ لَّهُمْ مَنْزِلَةٌ رَفِيعَةً۔ ان کے لئے بلند مرتبہ ہے (کشاف، بیضاوی - زجاج - روح المعانی)

۴ = اَنْ لَّهُمْ مَقَامٌ صِدْقٍ۔ ان کے لئے فضیلت کا مقام ہے۔ (کشاف)

۵ = قَدَّامٌ صِدْقٍ۔ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔ اور قدم سے کنایہ مراد عمل ہے جو اقدام کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے جس طرح کنایہ نعمت کو یَد (ہاتھ) کے لفظ سے بیان کر دیتے ہیں اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے: ان کے لئے اللہ کے حضور وہ اعمال صالحہ ہوں گے۔ جو انہوں نے کئے (مدارک)

۶ = قَدَّامٌ صِدْقٍ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے (ضیاء القرآن جوالہ مظہری و قرطبی) لیکن آیت کے سیاق و سباق سے مناسبت نہیں رکھتا۔

۱۰: ۳ = اِسْتَوٰی عَلٰی۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ متمکن ہوا۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۹: ۲ اور ۵۴: ۵۲ = الْعَرْشِ۔ عرش اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوشٌ ہے قرآن میں ہے وَهِيَ خَادِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا (۲۵۹: ۲) اور اس مکانات اپنی چھتوں پر گرے پڑے تھے اسی سے عَرَّشْتُ الْكُرْمَ وَعَرَّشْتُهُ (باب نصر) کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی انگور کی بیلوں کے لئے بانس وغیرہ کی ٹیٹیاں بنانا ہے اور ٹیٹوں پر چڑھائی ہوئی بیل کو مَعَرَّشٌ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں آیا ہے مَعْرُوشَتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَتٍ (۱۴۱: ۶) ٹیٹوں پر چڑھائے ہوئے اور ٹیٹوں پر نہ چڑھائے ہوئے اور مَا كَانُوا يَعْرِشُونَ (۱۳۷: ۷) اور جو وہ ٹیٹوں پر چڑھاتے تھے۔

یا بقول حضرت ابن عباس و مجاہد مَا كَانُوا يَدْنُونَ مِنَ الْقُصُورِ وَغَيْرِهَا۔ محل وغیرہ جو وہ تعمیر کرتے تھے۔

اس بلندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بادشاہ کے تخت کو بھی عرش کہا جاتا ہے۔ جیسے وَرَفَعَ الْبَوْدَ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲: ۱۰۰) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ اور بطور کنایہ عرش کا لفظ عزت۔ غلبہ۔ سلطنت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ ثَلَّ عَرْشَهُ (یعنی فلاں کی عزت جاتی رہی۔)

عرش الہی سے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں اور اس کی حقیقت ہمارے فہم سے بالاتر ہے وہ عام بادشاہ کے تخت کی مانند نہیں کیونکہ ذات الہی اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے



بعض کے نزدیک عرش سے مراد فلک الاعلیٰ (فلک الافلاک) ہے، واللہ اعلم بالصواب،  
 = يَدْبُرُ - مضارع واحد مذکر غائب دَبَّرَ يَدْبُرُ (تفعیل) وہ انتظام کرتا ہے۔ تدبیر کرتا  
 ہے۔ اَلَا مَرَّ - ہر کام کی۔

= شَفِيعٌ - شفاعت کرنے والا۔ سفارش کرنے والا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔

= تَدَاكَرُوتَ - ای تفکروں۔ تم کیوں نہیں غور و فکر کرتے۔ تم کیوں نہیں سوچتے۔

۱۰-۴ = وَعَدَ اللّٰهُ - وَعَدَ - اسم و مصدر منصوب۔ مضاف اللّٰهُ مضاف الیہ (یہ) اللّٰهُ کا وعدہ

(ہے) یہاں وعدہ سے مراد اِلَیْهِ مَوْجِعُكُمْ جَمِيعًا ہے۔ حَقًّا اسم و مصدر۔ وعدہ کی تاکید ہے

وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا - ای وعدہ کہ اللّٰهُ ذَلِكْ وَعَدًا حَقًّا یہ ایک سچا وعدہ ہے جو اللّٰہ نے تم سے کیا ہے

= اِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ - مضارع واحد مذکر غائب يَبْدَأُ مصدر (باب فتح) یہ جملہ متانفہ

رینا، ہے۔ وہ ابتدائی تخلیق کرتا ہے یہاں مضارع بمعنی ماضی ہے۔ یعنی تخلیق اول اسی نے کی

= يُعِيدُهَا - اس کو دہراتا ہے۔ اس کا اعادہ کرتا ہے۔ یعنی دوبارہ پیدا کرے گا۔ لوٹائے گا۔

= بِالْقِسْطِ - ای بالعدل۔ عدل و انصاف کے ساتھ۔

= حَمِيمٌ - نہایت گرم پانی۔ گہرے دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں۔ کہ اپنے دوست کی حمایت میں

گرم ہو جاتا ہے۔

۱۰-۵ = ضِيَاءٌ - چمک روشنی۔ چمکنا۔ روشن ہونا۔ اجوف داوی ہے۔ اور مہموز اللام۔

اصل میں ضَوَاءٌ تھا۔ چونکہ واؤ کا مقابل مکسور ہے اس لئے اس کو یاء سے بدل دیا۔ ضِيَاءٌ یا تو

مصدر ہے۔ جیسے قَامَ سے قِيَامٌ اور صَامَ سے صِيَامٌ۔ یا ضَوَاءٌ کی جمع ہے جیسے سَوَاطُءٌ سے سِيَاطٌ اور

حَوْضٌ سے حِيَاضٌ لیکن نُورٌ (جو چاند کی صفت میں آیا ہے) سے اس کا مصدر ہونا ہی زیادہ مناسب

مصدر کی صورت میں بمعنی اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے روشن کنندہ۔ جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً - ای ذات

ضِيَاءٌ۔ روشنی والا۔ روشن۔ درخشاں۔ ضیاء اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالذات ہو (سان)

= نُورًا - ای ذَانُورٍ (نور والا) مُنِيرًا - چمکدار۔ نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالواسطہ ہو۔ (سان العرب)

= قَدَّرَ - قَدَّرَ يَقْدِرُ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب۔ قَدَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْأَمْرَ - و

قَدَّرَ اللّٰهُ لَهُ الْأَمْرَ - اللّٰہ تعالیٰ کا کسی چیز کا فیصلہ کرتا۔ یا اس کا حکم عائد کرنا۔ قَدَّرَ الشَّيْءُ بِالشَّيْءِ کسی

چیز کو کسی دوسری چیز پر قیاس کرنا۔ مقرر کرنا۔ تقدیر میں لکھ دینا۔ مقرر کر دینا۔

آیہ ہذا میں۔ منزلیں مقرر کرنا۔ جیسا کہ قرآن میں اور جگہ آیا ہے وَقَدَّرَ فِيهَا السَّيْرَ (۱۸: ۳۳) اور ان

میں سفر کی منزلیں ایک اندازے پر مقرر کر دیں۔ اور وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَا مَنَازِلَ (۳۶: ۳۹) اور ہم



حساب کے چاند کی منزلیں مقرر کر دیں۔

قَدَّرَہ میں ضمیرہ کا مرجع الشمس والقمر دونوں ہیں ایک کا ذکر کر کے دونوں مراد لینا قرآن میں اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ (۶۲:۹) حالانکہ اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو راضی کریں۔ اس صورت میں ترجمہ آیت ہذا کا یہ ہوگا۔ اور ان دونوں کی حساب سے منزلیں مقرر کر دیں۔

بعض کے نزدیک یہ ضمیر واحد مذکر غائب القمر کے لئے ہے اور منازل سے مراد یہاں چاند کی مختلف منزلیں ہیں جو ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔ چاند کو اس لئے مختص کیا گیا ہے کہ نسبت سورج کے اس کی گردش عام فہم ہے اور اسی پر مہینے اور سال مرتب کئے جاتے ہیں اور یہی حساب شرع میں رائج ہے۔

= الحساب۔ حساب الاوقات۔ ساعات۔ ایام۔ شہور۔ وغیرہ کا حساب۔

۱: ۷ = لَا يَرْجُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب رَجَاءٌ۔ مصدر۔ وہ امید نہیں رکھتے۔ یقین نہیں رکھتے۔ رَجَاءٌ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔

بعض مفسرین نے اس کا معنی لَا يَخَافُونَ وہ نہیں ڈرتے۔ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف اور رہا۔ باہم لازم ملزوم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے ملنے کی توقع ہو تو ساتھ ہی اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ بھی دامن گیر رہتا ہے اور ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ امید پائی جاتی ہے۔

= لِقَاءَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری ملاقات۔ ہمارے سامنے (ان کی) پیشی۔ ہم سے (ان کی) ملاقات۔ ہمارا دیدار۔ لِقَى يَلْقَى (سَمِعَ) لِقَاءٌ۔ ملنا۔ دیکھنا۔ ملاقات کرنا۔ لَا قَى يَلْقَى مُلَاقَاةً۔ (باب مفاعلہ) آمنے سامنے آنا۔ ملاقات کرنا۔

= اٰیٰتِنَا۔ ہماری آیات۔ ہماری نشانیاں۔ مراد دلائل توحید۔ یا بقول حضرت ابن عباسؓ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن۔

= غَفِلُوْنَ۔ غفلت برتنے والے۔ دھیان نہ دینے والے۔ روگردانی کرنے والے۔ اعراض کرنے والے

۱۰: ۸۔ اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ بعید۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ۔ یہاں مشار الیہ دو ٹوٹے مذکور ہوتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا۔ اور الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غَفِلُوْنَ۔

= مَا وِلَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ٹھکانا۔

۱۰: ۹ = جَنَّاتِ النَّعِیْمِ۔ موصوف و صفت۔ نعمت و راحت۔ عیش و آرام کے باغات۔



۱۰:۱۰ = دَعُوْهُمْ - مضاف مضاف الیه - ان کی دعا ان کی پکار - ان کی صدا - ان کا نعرہ  
 = تَحِيَّتُهُمْ - ان کی دعائے ملاقات - ان کی دعائے خیر - تَحِيَّةُ کے معنی کسی کو حَيَّاكَ اللہ (ہند)  
 ہمیں زندہ رکھے، کہنے کے ہیں۔ اصل میں یہ جملہ خبریہ ہے لیکن دعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے اصل میں  
 تجھ حیات سے مشتق ہے پھر دعائے حیات کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔  
 تَحِيَّتُهُمْ - ان کا ایک دوسرے کو دعا حیات دینا بھی ہو سکتا ہے اور ملائکہ کی طرف سے بھی ان  
 کے لئے دعا حیات ہو سکتا ہے۔

پہلی صورت میں اس کا معنی ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیں گے۔ اور دوسری صورت  
 میں (ملائکہ کی طرف سے) ان کو دعا حیات اور سلامتی کی دعا ہوگی۔  
 = وَ اٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اور آخر میں وہ سب پکار اٹھیں گے:  
 اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۱۰:۱۱ = يُعَجِّلُ - مضارع واحد مذکر غائب (تفعیل) مصدر - وہ جلدی کر دیتا۔  
 تعجیل کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ عجلت سے جلدی کرنا جیسے  
 قرآن میں ہے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ (۱۱۴:۲۰) قرآن کی تلاوت میں جلدی مت کرو۔ تعجیل بھی  
 بمعنی جلدی کرنا ہے مثلاً مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ  
 (۱۸:۱۷) جو دنیا کی آسودگی کے خواہشمند ہیں ہم ان میں سے جسے چاہیں اور جتنا چاہیں جلدی دے  
 دیتے ہیں (العاجلة بمعنی دنیاوی ساز و سامان) يٰۤاَعَجِلْ لَنَاقِظَنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (۱۶:۳۸)  
 ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے۔

= اِسْتَعْجَالُهُمْ استفعال (استفعال) مصدر - مضاف - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیه  
 کسی کام میں جلدی کی طلب کرنا۔ عجلت چاہنا۔ مثلاً يَسْتَعْجِلُوْكَ بِالْعَذَابِ (۲۲:۴۷) وہ لوگ  
 تم سے جلدی عذاب لانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ اِسْتَعْجَالُهُمْ ان کا جلدی کے لئے طلبگار ہونا  
 وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْجَالُهُمْ بِالْخَيْرِ - انسان جس طرح فائدہ کے لئے  
 جلد باز ہوتا ہے اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچانے میں جلد باز ہوتا (یعنی اگر اس کا قانون جزا  
 ایسا ہوتا کہ ہر بد عمل کا بُرا نتیجہ فوراً کام کر جائے، تو اس کا وقت کب کا پورا ہو چکا ہوتا) لیکن قانون جزا  
 نے یہاں ڈھیل دے رکھی ہے) ابوالکلام آزاد

= لَقَضٰۤیَ اِلَيْهِمْ اَجَلَهُمْ - ان کا وقت ختم ہو گیا ہوتا۔ اور وہ کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔



= فَنَذَرُ - مضارع جمع متكلم وَذَرَّ يَذَرُ (باب سَمِعَ) وَذَرَّ مصدر - ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں صرف مضارع اور امر مستعمل ہے۔ اس کا عطف فعل محذوف پر ہے ای دلکت لا نجعل فَنَذَرُ۔ لیکن ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔

= طُعْنَانِهِمْ - ان کی سرکشی۔ ان کی گمراہی۔ ان کی نافرمانی۔

= يَعْهْوُونَ - مضارع جمع مذکر غائب عَمَّه مصدر - (باب فتح - سَمِعَ) وہ سرگردان پھرتے رہیں عَمَّه - سرگردانی۔ گمراہی میں حیرانی۔

۱۲: ۱۰ = الضُّرُّ - تکلیف، بلا، سختی۔ ضرر۔ ایذا۔ اسم ہے۔ یہ بد حالی خواہ اپنے نفس (اندرون) میں ہو بسبب علم و فضل اور عفت کی کمی ہونے کے۔

۲ - یا اپنے بدن میں کسی عضو کے نہ ہونے کے باعث یا کسی نقص کی بناء پر

۳ - خواہ حالت ظاہری میں بوجہ مال و جاہ کی قلت کے۔

= لَجَجْنِيْهِ - جَنَّبٌ - پہلو۔ یعنی اپنے پہلو کے بل۔

= كَشَفْنَا مَاضِيَّ جَمْعٍ مُّكَلَّمٍ - ہم نے دور کر دیا۔ ہم نے ٹال دیا۔ (آیہ ہذا) کھولنا اور پردہ ہٹانا کے معنی میں جیسے لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ ۚ ۵۰: ۲۲ یہ وہ دن ہے کہ اس سے تو غافل ہو رہا تھا اب ہم نے تجھ پر سے پردہ ہٹا دیا۔

= مُّسْرِفِيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ مجرور۔ اسْوَافٌ مصدر۔ حد اعتدال سے آگے بڑھ جانے والے بے جا و بے ہودہ صرف کرنے والے۔ حد حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے۔

= زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ - ۱ - یہ تزئین اللہ کی جانب سے بھی ہو سکتی ہے۔

۲ - شیطان کی جانب سے بھی اور ۳ - انسان کے اپنے نفس و امارہ کی طرف سے بھی۔

۱۳: ۱۰ = الْقُرُونُ - قَرْنٌ کی جمع۔ وہ قومیں جن سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔ قومیں۔ امتیں۔

۱۳: ۱۰ = لَمَّا - جب۔

۱۵: ۱۰ = اِنْتِ - اَنْتِ يَا اِنْتِ (ضَرْبَ) اِنْتَانٌ مصدر۔ بمعنی آنا۔ جب اس کے صلہ میں بلا آتی ہے تو یہ متعدی بمعنی لانا ہو جاتا ہے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَنْتِ اب ... لانا۔ اور اَنْتِ ... کسی کو کوئی چیز پیش کرنا۔

۱۰: = مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِيْ - تِلْقَاءُ - میری طرف سے۔ اپنی طرف سے۔

تِلْقَاءُ - طرف۔ لِقَاءٌ - جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ ملاقات کرنے اور آمنے سامنے



ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءَ کہتے ہیں اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لِقَاءَ کا اسم ہے۔ تَجَلَسَ تِلْقَاءَهُ وہ اس کے مقابل بیٹھا۔ فَعَلَ الْأَمْرَ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ۔ اس نے اس کام کو خود کیا بغیر اس کے کہ کسی نے اس کو مجبور کیا ہو۔

= اِنْ اَتَّبِعْ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ بڑا سخت دن۔ یوم قیامت۔ يَوْمَ تَرَوْنها تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ (۲:۲۲) جس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائیگی۔

عَذَابٍ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ یوم عظیم۔ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ عَذَابٍ مضاف مضاف مضاف الیہ مل کر فعلِ آخِات کا مفعول۔

۱۶:۱۰ = مَا تَلَوْتُمْ۔ میں تلاوت نہ کرتا۔ میں نہ پڑھتا اس کو (قرآن کو) تَلَوْتُ ماضی واحد متکلم = لَا أَدْرَاكُمْ۔ لَا أَدْرِي۔ ماضی منفی واحد مذکر غائب۔ وہ خبردار نہ کرتا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ نہ ہی وہ (اللہ تعالیٰ) آگاہ کرتا تمہیں یہ اس (قرآن) سے۔

= كَبِشْتُمْ ماضی واحد متکلم كَبَشْتُ مصدر۔ میں رہا۔ میں رہتا رہا۔

۱۷:۱۰ = اخْتَرَى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے جھوٹ بانڈھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ اخْتَرَاءً۔ سے

۱۸:۱۰ = اَتَذَّبْتُمْ۔ الف استفہام کے لئے ہے تَذَبَّتُمْ جمع مذکر حاضر۔ تَذَبُّةً اور تَذَبُّعًا سے۔ کیا تم خبر دیتے ہو۔ کیا تم آگاہ کرتے ہو۔

= اَتَذَّبْتُمْ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ کیاتم اللہ کو ایسی بات بتا ہے جو زمین و آسمان میں اس کے علم میں نہیں۔ یعنی زمین و آسمان کی ہر بات تو اس کے علم میں ہے پھر تم یہ کیا بات اس کو بتا ہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری اس بات کا وجود ہی نہیں اور تم محض ایک بے بنیاد۔ من گھڑت بات بنا ہے ہو (اس سے کفار کی بتوں سے شفاعت کی امید کی حقیقت کی نفی قطعی طور پر مقصود ہے)

۱۹:۱۰ = فَاخْتَلَفُوا۔ بعد میں انہوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنائے۔ بعد میں مختلف عقیدوں میں بٹ گئے۔

= كَلِمَةٍ۔ ای القضاء والتقدير۔ ایک بات پہلے سے طے شدہ۔ ازلی حکم۔

= سَبَقَتْ (جو) پہلے سے (طے) ہو چکا ہے۔ واحد مؤنث غائب۔ باب ضرب۔ اسی سے سابقہ



اور استباق آتے ہیں۔ اس کے اصلی معنی چلنے میں آگے ہونے کے ہیں۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَفُتِنَ بَيْنَهُمْ فَيَنفِرُ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ه  
 اگر تیرے رب کا فیصلہ پہلے سے صادر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا آپس کا جھگڑا کبھی کا چکا دیا گیا ہوتا  
 ۲۰:۱۰ = لَوْلَا أَنْزَلَ عَلَيْهِ آيَةً مِّنْ رَبِّهِ۔ (کیوں نہ نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب  
 کی جانب سے۔ کفار کا ابتداء سے یہ طریق رہا ہے کہ جو نشان نازل ہو چکے ہیں ان کو تو مانتے نہیں۔  
 اور پیرٹ لگاتے رہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں نازل ہوا۔ نشان سے اصل مقصد ان کا اپنا مطلوب  
 نشان ہے۔

۲۱:۱۰ = أَذَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِذَاقَهُ۔ مصدر (افعال) ذَوَّقُ (اجوف داوی) اِذَاقَ  
 يَذِيقُ اِذَاقَهُ چکھانا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ ہم چکھاتے ہیں۔ اِذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً۔  
 لوگوں کو رحمت سے نوازتے ہیں۔

= مَسْتَهْمِرٌ۔ ماضی واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو پہنچی۔ ان کو  
 لاحق ہوئی۔ مَسَى يَمْسُ (نصر) چھونا۔ پہنچنا۔ مَسَى الْمَرُضُ اِلَى الْكِبَرِ فُلَانًا۔ فلاں کو بیماری  
 یا بڑھاپا لاحق ہوا۔

= مَكْرٌ۔ الْمَكْرُومُ کے معنی حیلہ سے کسی شخص کو اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں۔ اگر اس چال  
 سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو یہ محمود ہے ورنہ مذموم۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو ہمیشہ اول الذکر معنی میں آتا ہے جیسے قرآن میں  
 آیات ۵۴:۳۱ اور خدا خوب چال چلنے والا ہے اِذَا الْهَمُّ مَكْرُوفِي  
 اٰيَاتِنَا۔ تو فوراً ہماری آیات میں مکرو فریب کرنے لگ پڑتے ہیں یعنی ان کی الٹ تاویلیں کرنی شروع  
 کر دیتے ہیں۔

(یعنی بجائے اس کے کہ تکلیف سے خلاصی اور نعمت و رحمت کی نوازش کو اللہ تعالیٰ سے  
 منسوب کریں وہ حیلہ بہانہ سے اسے یا تو اپنے بتوں کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں یا ستاروں  
 کی گردش پر اسے محمول گردانتے ہیں)

= اسْرَعُ مَكْرًا۔ اِی اسْرَعُ مَكْرًا مِنْكُمْ۔ وہ اپنی چال چلنے میں تم سے بہت تیز ہے۔

یعنی جب وہ تمہاری چالوں پر سزا دینے کو آجائے تو وہ تم سے بہت تیز تر ہے

= رُسُلَنَا۔ ہمارے رسول۔ ہمارے فرستادہ۔ یعنی فرشتے۔ کرامًا کاتبین۔

= مَا تَمْكُرُونَ۔ جو فریب تم کر رہے ہو۔ جو چالیں تم چل رہے ہو۔



۲۲:۱۰ = يُسَيِّرُكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

وہ تم کو سیر کراتا ہے۔ تم کو لئے پھرتا ہے۔ تَسِيرُ (تفعیل) مصدر

= الْفُلُّ - کشتی۔ جہاز۔ یہ لفظ مَوْنُث۔ مذکر۔ واحد۔ جمع سب کے لئے آتا ہے۔ یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔

= جَرَيْنَ - ماضی جمع مَوْنُث غائب۔ جَرَى يَجْرِي (ضَرَبَ) جَرَى سے۔ وہ چلیں۔ وہ جاری ہوئیں۔ وہ رواں ہوئیں۔

= بِهِمْ - ان کو لے کر۔

= بِرِيحٍ - میں ب سببیہ ہے۔ ریح طیبہ کی وجہ سے۔ یعنی موافق ہوا کی وجہ سے۔ رِيحٌ عَاصِفٌ کی ضد ہے۔

= فَرَحُوا بِهَا - وہ اس موافق ہوا کی وجہ سے شاداں و فرحاں ہیں۔

= رِيحٌ عَاصِفٌ - باد تند۔ آندھی۔ عَاصِفٌ - عَصَفَ يَعْصِفُ (ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ عَصَفَتِ الرِّيحُ - ہوا تیز چلی۔ عَصَفَ الرَّجُلُ - آدمی تیز دوڑا۔

= أُحِيطَ بِهِمْ - ان کو گھیر لیا گیا ہے۔ أُحِيطَ - أَحَاطَ يُحِيطُ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب

= مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ - خَالِصَةً - اسی کی اطاعت کرتے ہوئے۔ اطاعت و عبادت میں خَالِصَةً اسی کے بن کر۔ بلا شرکت غیرے اسی کی اطاعت میں ہو کر۔

یہاں پہلے مخاطب کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ پھر وَجَرَيْنَ بِهِمْ سے لے کر اگلی آیت تک غیب کا

صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ خطاب غیبت کی طرف انتقال اظہار ناراضگی اور بُعْد کے لئے ہے

= اَنْجَيْنَا - تو ہمیں بچالے۔ تو ہمیں نجات بخشے۔ تو ہمیں چھٹکارا دلائے۔ اَنْجَى يُنْجِي اِنْجَاءً۔

رَافِعَالٌ رہائی دلانا۔ نجات دلانا۔

= مِنْ هَذِهِ الْاَحْوَالِ - مِنْ هَذِهِ الرِّيحِ الْعَاصِفِ - ان مصائب

و شدائد سے۔ اس باد تند (طوفان) سے۔

۲۳:۱۰ = اَنْجَهُمْ - اس نے ان کو نجات دلائی۔ اس نے ان کو بچالیا۔ ماضی واحد مذکر غائب

= اِذَا - یہاں اور آیت (۲۱) اِذَا الْهَمُّ مَكْرُؤٌ - میں بطور حرف مفاجاۃ استعمال ہوا ہے۔ تو۔ لو۔

اچانک (اچانک اپنا رویہ بدل کر دوسرا رخ اختیار کر لیتے ہیں) اس کو اِذَا الفجائیہ بھی کہتے ہیں

خَرَجْتُ فَاِذَا اسَدٌ بِالْبَابِ - میں نکلا تو اچانک دروازہ پر شیر تھا۔

= يَنْغَوْنَ - بَغَى يَنْغِي بَغْيٌ (باب ضَرَبَ) زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ سرکشی کرنے لگتے ہیں



بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

اصل میں یَبْغِيُونَ تھا۔ یہی کی حرکت ماقبل کو دی۔ یہی اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ اسی باب سے چاہنا اور طلب کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔

بَغَى کا تعلق فعل محمود اور فعل مذموم دونوں سے ہے۔

محمود اس طرح کہ عدل سے بڑھ کر احسان کرنا۔ مثلاً مزدور کو زیادہ مزدوری دینا۔ اور مذموم اس طرح کہ حق سے تجاوز کر کے باطل کو اختیار کرنا۔ قرآن میں پانچ معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ظلم۔ گناہ۔ حسد۔ زنا۔ طلب و تلاش

== اِنَّمَا بَغَيْتُمْ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ۔ تحقیق تمہاری سرکشی کا (وہاں) تمہیں پر پڑے گا۔ تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف جائے گی۔

== نَبَيْتُكُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم آگاہ کریں گے۔ ہم تم کو جلا دیں گے یعنی جیلانے کے بعد سزا دیں گے۔

۱۰: ۲۴۔ اِخْتَلَطَ۔ اختلاط سے (باب افتعال) وہ مل گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

یہ ای بالماء (بارش کے) پانی کے ساتھ۔

== نَبَاتُ الدَّرْصِ۔ زمین کا سبزہ۔ اگنے والی ہر چیز۔ نَبَتٌ يَنْبُتُ (نصب) اگنا۔ اگانا۔

== فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الدَّرْصِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ۔ زمین سے اگنے والا سبزہ جس میں سے بعض کو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں بارش کے پانی سے مل گیا (اور بکثرت اگایا)۔

== ذُخْرٌ۔ طمع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت۔ کسی شے کے کمالِ حسن کو زخرف کہتے ہیں۔

لیکن جب اس کا استعمال قول کے لئے ہو تو جھوٹ سے آراستہ اور طمع سازی کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ ذُخْرٌ الْقَوْلِ عَزَّوَجَلَّ ۱۳ (۱۱۲: ۶) طمع کی باتیں۔ فریب کی باتیں۔

== اَخَذَتِ الدَّرْصُ زُخْرُفَهَا۔ وَازَّيْنَتْ زِمِينَ اپنے ہرے بھرے زیوروں سے آراستہ ہوئی

اَزَّيْنَتْ۔ اصل میں باب تفعیل سے تَزَيَّنَتْ تھا۔ تاکوناً میں مدغم کیا۔ زار ساکن ہو گئی اس کے

قبل ہمزہ وصل لایا گیا۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ تَزَيَّنْتُ زینت پانا۔ آراستہ ہونا۔

اَزَّيْنَتْ وہ (زمین انواع و اقسام کی نباتات سے) آراستہ و پیراستہ ہو گئی۔ مزین ہو گئی۔

== اَهْلُهَا۔ اہل زمین۔ زمین کے باسی۔

== اَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا۔ کہ وہ اس پر قادر ہیں۔ قدرت و قبضہ رکھتے ہیں۔ ہا ضمیر واحد مؤنث







== وَزِيَادَةً ۱۱ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یعنی دیدار الہی۔

== لَا يَرْهَقُ مَضَارِعَ مَنْفَى وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ رَهَقَ مصدر (باب سمع) نہیں چھائیگا۔ رَهَقُ چھاجانا۔ پالنا۔ ایک شے کا دوسری شے پر زبردستی چھاجانا۔

== قَتَرٌ۔ غبار۔ (الفرائد الدرر) قَتَرٌ وَقْتَارٌ کے اصل معنی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں ہے۔ کنجوس آدمی بھی مال دینے کی بجائے گویا دھواں دے کر بہلاتا ہے۔ یہاں مراد سیاہی سے ہے (المفردات) کنجوسی، بخیلی، اسراف کی ضد ہے۔ یہاں غبار ہی زیادہ موزوں ہے (رسوائی و ذلت کا غبار۔  
(ضیاء القرآن) وَلَا يَرْهَقُ وَجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ۔ اور ان کے چہروں پر نہ رسوائی کا غبار چھایا ہوگا اور نہ ذلت کا (اثر ہوگا)

۲۴:۱۰۔ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ۔ اس کا عطف لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا پر ہے ای وَلِلَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ۔ اور سیئات سے مراد برائیاں از قسم کفر و شرک۔

== جَزَاءٌ۔ یہاں بمعنی سزا کے ہے۔ یا بمعنی بدلہ۔

== بِمِثْلِهَا۔ بآ، زائدہ ہے۔ یا متعلقہ بجزاؤ ہے۔

جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا۔ برائی کی سزا اس برائی جیسی ہی ہوگی۔ یعنی یہ لوگ جیسا کریں گے ویسا بھریں گے یہاں اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کریں گے اور برائی کا بدلہ اس سے زیادہ نہیں بلکہ اس کے برابر ہی دیں گے بخلاف اپنی اس کرم نوازی کے جو احسان کرنے والوں پر فرمائی تھی وہاں نیکی بدلہ الحسنی سے دے کر فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

== عَاصِمٌ۔ بچانے والا۔ حفاظت کرنیوالا۔ روکنے والا۔ عِصْمَةٌ سے جس کے معنی حفاظت کرنے اور روکنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ مَا لَهُمْ مِنْ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ای لَا يَعصمهم احد من عقابہ۔ کوئی ان کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیگا۔

== كَانَتْ حَرْفٌ مَشْبُوبَةٌ بِالْفِعْلِ مَازِيَّةٌ۔ ما کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ الْبَرَكَاتُ کا لفظی تصرف باطل ہو جاتا ہے اس وقت یہ اپنے مابعد کو نہ منصوب کر سکتا ہے نہ مرفوع۔ گویا کہ  
== اُغْشِيَتْ۔ اِغْشَاءُ (افعال) سے ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ ڈھانک دی گئی۔ (ان کے چہرے ڈھانک دیئے گئے ہیں)

== قِطْعًا۔ قِطْعَةٌ کی جمع۔ ٹکڑے۔ مِنَ اللَّيْلِ۔ قِطْعًا کا بیان ہے۔

== مُظْلِمًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِظْلَامٌ (افعال) مصدر۔ تاریکی میں پڑا ہوا۔ تاریک۔ ظُلْمَةٌ اندھیرا ظُلُمْتُ جمع۔ مُظْلِمًا۔ اللَّيْلِ سے حال ہے۔



== كَانَمَا أَغْشَيْتَ وُجُوهَهُمْ قِطْعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا ترجمہ ہوگا۔ گویا کہ ان کے چہرے ڈھانپ دیئے گئے ہیں تاریک رات کے ٹکڑوں سے۔

صاحب تفسیر منطہری نے ترجمہ کیا ہے:-

ایسا معلوم ہوگا کہ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔

۲۸:۱۰ = مَكَانَكُمْ - اِی الزُّمُوۡا مَكَانَكُمْ وَلَا تَبْرَحُوۡا۔ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ۔ اپنی اپنی جگہ کو مت چھوڑو۔ اپنی اپنی جگہ پر قائم رہو۔

== زَيَّلْنَا - زَيَّلَ يَزِيلُ تَزِيلًا (تفعیل) متفرق اور پراگندہ کرنا۔ زَيَّلْنَا ماضی جمع مستکلم۔ ہم نے جدا کر دیا۔ ہم نے تفریق کر دی۔ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ پھر ہم ان کے باہمی تعلقات منقطع کر دیں گے۔ ماضی بمعنی مضارع زَيَّلَ مادہ۔

== مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُونَ مَا - نافیہ ہے۔ تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔

۲۹:۱۰ = اِنَّ - اِنَّ سے مخفف ہے اور لَخَافِلِيۡنَ میں لام اِنَّ مخففہ اور نافیہ میں فرق کے لئے آیا ہے۔

۳۰:۱۰ = هٰذَا لَكَ - تب۔ ظرف مکان ہے مجازاً یہاں بطور ظرف زمان استعمال ہوا ہے

بطور ظرف مکان مطلب ہوگا۔ وہاں۔ میدان حشر میں

== تَبَلَّوْا - مضارع واحد مؤنث غائب۔ تَبَلَّأْتُ سے۔ ہر جان آزما لیگی۔ جان لیگی۔ خیر پالے گی۔ تَبَلَّوْا مادہ۔

== مَا اسْلَفْتُ - یعنی جو اعمال اس نے آگے بھیجے تھے۔ اسْلَفْتُ ماضی واحد مؤنث غائب وہ پہلے کر چکی۔ اس نے آگے بھیجا۔

== رُدُّوْا - ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ ماضی بمعنی مضارع۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔ وہ واپس لائے جائیں گے۔ اس کا عطف زَيَّلْنَا پر ہے۔ اور ضمیر جمع مذکر غائب الذین اشركوا کے لئے ہے۔

== ضَلَّ عَنْ - ذَهَبَ عَنْ - چھوڑ جائیں گے۔ ان سے کھو جائیں گے۔

== مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ - جو انہوں نے من گھڑت خود ساختہ (معبود) بنا رکھے تھے۔ یا جو افتراء وہ باندھ کرتے تھے۔ وہ ان سے گم ہو جائیگا۔ وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے گم ہو جائیں گے۔

۳۱:۱۰ = اَمِّنْ - اَمِّنْ - یا کون۔ بھلا کون۔

== السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ - سمع سے مراد قوت سماعت بھی ہے اور کان بھی اسی طرح البصار سے مراد

بینائی بھی ہے اور آنکھیں بھی۔ اَبْصَارَ بَصُوۡۃٍ کی جمع ہے۔



== يَدَ بَرِّ الدَّمْرِ - کارخانہ ہستی کے جملہ امور کا انتظام و انصرام کرتا ہے۔

دَبَّرَ يَدَ بَرِّ تَدَبِيرٌ - (تفعل)، تدبیر کرنا۔ چلانے کا انتظام کرنا۔

== اَفْلَا تَتَّقُونَ - الهمزة لانكار الواقع - ہمزہ انکار واقع کے لئے ہے۔ ف حرف عطف ہے

اور عبارت محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اذا اعترفتم بربوبيتہ جب تم اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو کیوں نہیں تقویٰ اختیار کرتے۔ تقویٰ کے معنی ڈرنا یا بچنا کے ہیں۔ پہلی صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ اَفْلَا تَتَّقُونَ عَذَابَہ پھر اس کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے۔

دوسری صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ اَفْلَا تَتَّقُونَ الشِّرْكَ فِي الْعِبَادَةِ۔ تو پھر اس کی عبادت میں شرک کرنے سے کیوں نہیں بچتے۔

۱۰:۳۲ = اَلْحَقُّ - دَجِّكُمْ کی صفت ہے۔

== مَا ذَا - مَا استفہامیہ ہے اور ذَا بمعنى الذی - یعنی کیا ہے۔ کون ہے۔ فَمَا ذَا اَبَدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ - کیا ہے حق کے بعد سوائے گمراہی کے۔

== فَآتَى تُصْرَفُونَ - آتَى اسم ظرف ہے۔

۱، - جب ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتَى - جب - جس وقت۔

۲، - اگر ظرف مکان ہو تو بمعنی آئِنَ - جہاں - کہاں - ہوتا ہے۔

۳، - اگر استفہامیہ ہو تو بمعنی کَيْفَ - کیسے - کیونکر - ہوتا ہے

آیت ہذا میں ۲ - اور ۳ - ہر دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی تم کدھر بھٹکائے جا رہے ہو۔ یا تم کیسے

بھٹکائے جا رہے ہو۔ تُصْرَفُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے تم پھیرے جاتے ہو۔ تمہیں

پھیر دیا جا رہا ہے۔ صَرَفَ - سے بمعنی پھرنا۔ اس سے تُصْرِيفٌ پھرنا۔ بدلنا (باب تفعیل سے)

۱۰:۳۳ = كَذَلِكَ - اسی طرح۔

== فَسَقُوا - ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے فسق کیا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ حدود شریعت سے نکل گئے۔

یعنی جس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ حق نہ ہوگا تو نتیجتاً گمراہی ہوگی۔ اسی طرح تیرے رب کا فرمان

اسقوں کے بارہ میں پورا ہو کر رہیگا۔ کہ یہ چونکہ حدود شریعت سے نکل گئے ہیں لہذا اب یہ ایمان لانے

سے ہے۔ یعنی اب یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ - بدل ہے الکلمۃ کا۔

۱:۳۴ - هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ - ہے کوئی تمہارے خود ساختہ معبودوں میں سے؟

== مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ جو ابتدائی تخلیق کرے۔ ثُمَّ يُعِيدُکَ - پھر (فنا کے بعد) اس کا اعادہ



کرے۔ یعنی دوبارہ پیدا کر دے۔

یہ سوال استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معبودانِ باطل میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کر سکتا۔  
 = تَوَفَّكُونَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَفْكَ يَأْفِكُ (ضَوْبٌ) اَفْكَ يَأْفِكُ (سَمِعَ) جھوٹ  
 بولنا۔ اَفْكَ عَنْ رَأْيِهِ۔ کسی کو اپنی رائے سے پھیر دینا۔

اَفْكَ کے اصلی معنی کسی شے کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھیرنا ہے۔ پس جو بات اپنی اصلی  
 صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے۔ جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے  
 اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔

تَوَفَّكُونَ۔ تم کدھر پھیرے جا رہے ہو۔ یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔ قول میں راستی  
 سے دروغ گوئی کی طرف۔ اور فعل میں نیکو کاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔  
 ۱۰: ۳۵ = لَا يَهْدِيْ۔ مضارع متغی واحد مذکر غائب اصل میں يَهْدِيْ تھا۔ بمعنی وہ ہدایت  
 نہیں پاتا ہے۔ وہ راہ نہیں پاتا ہے۔

= يُهْدِيْ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کو ہدایت کی جائے۔ اس کی رہنمائی کی جائے  
 = لَا يَهْدِيْ اِلَّا اَنْ يُّهْدِيْ۔ جو از خود راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے۔  
 امام رازی فرماتے ہیں کہ الہدی سے یہاں مراد نقل و حرکت ہے چنانچہ حبیب کسی عورت کی ڈول  
 اپنے خاوند کے گھر جاتی ہے تو کہتے ہیں اھدیت السواۃ الی زوجھا ہدی۔

اسی طرح قربانی کو جو حرم کی طرف لے جائی جاتی ہے الہدی کہتے ہیں۔ اور تحفہ کو ہدیہ اسی لئے  
 کہتے ہیں کہ وہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے پاس منتقل ہوتا ہے۔ اسی طرح جو آدمی دوسرے  
 دو آدمیوں کے درمیان ان کے سہارے چلتا ہو۔ اس کے متعلق کہتے ہیں۔ فلان یھادی بہین  
 اثنین۔ پس حبیب ثابت ہو گیا کہ الہدی کے معنی نقل و حرکت کے ہیں۔ تو اس آیت کے معنی یہ ہوئے  
 کہ جو خود بخود ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاسکتا۔ سوائے اس کے کہ اسے اٹھا کر وہاں لیجا یا جائے۔  
 = فَمَا لَكُمْ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

= کَيْفَ تَحْكُمُونَ۔ کیسے فیصلے کرتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ حُكْمٌ۔ تم حکم کرتے ہو۔ تم  
 فیصلہ کرتے ہو۔

۱۰: ۳۶ = لَا يَغْنِيْ۔ مضارع متغی واحد مذکر غائب اَغْنَى يَغْنِيْ اِغْنَاءً (اِفْعَالٌ) فَاِنَّہ نہیں دے گا  
 بے نیاز نہیں کرے گا۔ اَغْنَى مَنْ۔ کسی چیز سے بے نیاز کرنا۔ اس کا قائم مقام ہو کر اس کی ضرورت پوری کرنا  
 ۱۰: ۳۷ = مَا حَانَ هَذَا الْقُرْآنُ اَنْ يُّفْتَرٰ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اس کی تقدیر یوں ہے



ماکان هذا القرآن لان يفتري من دون الله - هيسا کہ قرآن میں آیا ہے وماکان المؤمنون لينفروا كافة (۱۲۲: ۹) ایسا نہیں ہو سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے۔

اس آیت کا مطلب ہو گا کہ یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور بنا سکے۔

افتواء بمعنی اختلاف - گھڑنا۔ یعنی کسی اور کا خود ساختہ ہو۔ كَانَ فعل ناقص۔ هذا اسم کان القرآن تعریف اسم۔ ان يفتري خبر اول كَانَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ خبر ثانی۔

= وَلَٰكِنْ لَّصُدِّيقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ - تَصْدِيقٌ - کا نصب دو وجہ سے ہو سکتا ہے !

(۱) کہ اس سے قبل كَانَ مقدر ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یا

(۲) اس سے قبل فعل أَنْزَلَهُ محذوف ہے اور یہ فعل محذوف کی علت ہے۔ يَدَايِهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

= تَفْصِيلَ الْكِتَابِ - تَفْصِيلٌ کا نصب بھی مثل تَصْدِيقٌ کے ہے۔ الْكِتَابُ سے مراد وہ اصولی تعلیمات - حقائق و شرائع جو تمام کتب آسمانی کالب باب ہیں۔

= لَا رَيْبَ فِيهِ - یعنی اس کے من رب العلمین ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

۱۰: ۳۸ = آم - کیا۔ استفہام انکاری ہے۔

= قُلْ فَأْتُوا - اِی قُل ان کان الامر كما تقولون فأتوا ..... الخ

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہو کہ اگر حقیقت الامر وہی ہے جو تم کہتے ہو تو لے آؤ۔

= وَادْعُوا - للمعاونة - اپنی معاونت کے لئے بلاؤ۔

۱۰: ۳۹ = بَلْ - بلکہ۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵)۔

آیت ہذا میں اس کا استعمال ماقبل کے ابطال کے لئے ہے کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ کلام من گھڑت اور خود ساختہ ہے (ام یقولون افتراء) اور مابعد کے اثبات کے لئے کہ (حقیقت یہ ہے) وہ اس کلام کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے اور نہ ہی اس کلام کا انجام (جس کی وہ خبر دیتا ہے) ابھی تک ان کے سامنے آیا ہے۔

= كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ - كَذَّبُوا - ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے جھٹلایا (باب

تفعیل) ب تعدیہ کے لئے ہے اس صورت میں مطلب ہو گا۔ كَذَّبُوا اب انہوں نے جھٹلایا اور اس

اگلا جملہ مَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ (مفعول ہو گا۔ انہوں نے جھٹلایا) (اس کلام کو) جس کے علم کو وہ احاطہ

ادراک میں نہ لاسکے (ضمیر القرآن کے لئے ہے) مَا موصولہ ہے لَمْ يُحِيطُوا - مضارع نفی جہد بلم بمعنی

ماضی۔ انہوں نے احاطہ نہ کیا۔ وہ حاوی نہ ہوئے۔ انہوں نے پوری طرح نہ جانا۔ عِلْمِهِ مضاف۔



مضاف الیہ۔ اس کے علم کو (یعنی قرآن حکیم کے جملہ علوم کو) یعنی اس چیز (قرآن حکیم) کو جسے وہ پوری طرح نہ جان سکے۔ انہوں نے جھٹلادیا۔ اس کا انکار کر دیا۔ یا انہوں نے تکذیب کی اس چیز کی جس کے معارف پر وہ مکمل آگہی حاصل نہ کر سکے۔

= لَمَّا حَرَفَ نَفِي - لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک ممتد مسلسل ہوتی ہے (ابھی تک نہیں) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴)

= تَأْوِيلُهُ - تَأْوِيلٌ (تفعیل) اَوَّلٌ سے مشتق ہے جس کا معنی کسی چیز کا اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے اسے مَوَائِلُ کہتے ہیں (یعنی جائے بازگشت) کہا جاتا ہے۔ لوٹ آنے کی جگہ۔ جائے پناہ۔

بَلْ لَكُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجْعَلَ لَكُم مِّنْ دُونِ مَوْعِدٍ - (۵۸: ۱۸) بلکہ ان کے لئے ایک مقررہ وقت ہے بدوں جس کے وہ کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔

پس تَأْوِيلٌ کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانا کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق فرمایا۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ (۶: ۳) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا

غایت عمل کے متعلق ہے هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ (۵۳: ۷) کیا اب صرف وہ اس کی تاویل یعنی وعدہ عذاب کے انجام کار کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس وعدہ عذاب کے نتائج سامنے آجائیں گے۔ یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔

آیت ہذا میں اسی عملی غایت کی طرف اشارہ ہے یعنی ابھی تک وہ اجر و ثواب یا سزا و عذاب جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہوا ہے پر وہ غیب میں مستور ہے اور ابھی تک اس کا وقوع نہیں ہوا۔ اور ترجمہ آیت ہذا کا ہوگا۔ جس کی حقیقت یا انجام کار ابھی تک ان پر ظاہر بھی نہیں ہوا۔

۴۱: ۱۰ = بَرِيئُونَ - بَرَار - بے تعلق - بَرِيءُ الذَّمِّ -  
۴۲: ۱۰ = يَسْتَمِعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - اِسْتَمَاعٌ (افعال) سے وہ سنتے ہیں۔ وہ کان لگا کر سنتے ہیں۔

= تَسْمَعُ - اِسْمَاعٌ (افعال) سے مضارع واحد مذکر حاضر - تو سنا رہا ہے۔ تو سنا بیگا۔  
= الصَّمَّةُ - جمع - اس کا واحد اصمٌ ہے۔ اس کی مؤنث واحد صماءٌ ہے۔ دونوں کی جمع صمٌّ و صمائمٌ



ہے صَمَّ يَصْمُ صَمَمًا وَصَمًّا اوجھلنا۔ بالکل نہ سنا۔ بہرہ ہونا۔

۱۰۔ ۴۳ = عُمَىٰ - اندھے۔ آنکھوں سے اندھے یا دل کے اندھے۔ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اَعْمَىٰ کی جمع۔ عُمَيَّاءُ واحد مَوْنَث - ہر دو کی جمع عُمَىٰ ہے۔ عَمِيَ يَعْمَىٰ (سَمِعَ) عَمَىٰ - اندھا ہونا۔ دل کا اندھا ہونا۔

۱۰: ۴۵ = يَوْمَ - اِی اذ کریا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یاد کرو اس دن کو  
= يَخْشَوْهُمْ - جب وہ ان کو اکٹھا کریگا۔

= كَانَ - گویا کہ۔ كَانَ اصل میں كَاتَ ہی تھا۔ اسی کی طرح اس کا معنوی فائدہ بھی ہے  
لیکن تخفیف نون کے بعد عمل اور لفظی تصرف ساقط ہو جاتا ہے۔ اب نہ اسم کو نصب دے سکتا ہے  
اور نہ خبر کو رفع جو كَاتَ کا خصوصی عمل ہے

= لَمْ يَلْبِسُوا - مضارع نفی جہد بلم۔ جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ وہ نہیں ہے۔ لَبِثُ  
(باب سَمِعَ)

= يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ - آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے (بھی) لیکن ایک دوسرے کی مدد  
نہ کر سکیں گے۔ اس سے اور رنج و صدمہ بڑھے گا کیونکہ شناسا لوگوں سے توقع نفع کی ہو کرتی ہے۔  
اور جس دن ایسا ہوگا کہ اللہ ان سب کو اپنے حضور جمع کریگا۔ اس دن انہیں ایسا معلوم ہوگا  
گویا (دنیا میں) اس سے زیادہ نہیں ٹھہرے جیسے گھڑی بھر کو لوگ ٹھہر جائیں (ترجمان القرآن)

= قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِيقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ - اس میں مَا كَانُوا  
مُهْتَدِينَ - صفت ہے الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِيقَاءِ اللَّهِ کی۔ اور ترجمہ یوں ہوگا:-  
تحقیق گھاٹے میں ہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ اور وہ ہرگز ہدایت یافتہ نہ  
تھے۔ (راہِ راست پر نہ تھے) (تفہیم القرآن - ضیاء القرآن)  
یا: ترجمہ یوں ہوگا۔ جن لوگوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ اور راہِ ہدایت سے انکار کیا وہ سخت  
گھاٹے میں ہے۔ (عبداللہ یوسف علی)

۱۰: ۴۶ = اِمَّا - اگر۔ یا۔ خواہ۔

= نُوَيْنِكَ - نُوَيْنٌ - مضارع۔ جمع مشکلم بانون ثقیلہ۔ لَفَّ - ضمیر مفعول۔ واحد مذکر حاضر۔ (اگر۔ یا۔ خواہ)



ہم تجھے دکھادیں۔

= نَعِدُهُمْ۔ مضارع جمع متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم وعدہ عذاب کرتے ہیں وَعِدَةُ مصدر (باب ضرب)

= نَتَوَفَّيْنٰكَ۔ مضارع جمع متکلم ہا نون تاکید ثقیلہ تَوَفَّيْ مصدر۔ (باب تفعّل) ہم تیری زندگی پوری کر دیں۔ ہم تیری روح قبض کر لیں۔ ہم تجھے وفات دیدیں۔

= ثُمَّ۔ واؤ کے معنی میں یہاں استعمال ہوا ہے بعض نے اے فتح سے پڑھا ہے۔ ثُمَّ۔ بمعنی وہاں۔ ثُمَّ پھر۔

= شَهِيدٌ بمعنی شاہد۔ گواہ۔ علم رکھنے والا۔ یا اس سے مراد مقتضائے شہادت ہے یعنی عقاب۔ یعنی ثُمَّ اللَّهُ يُعَاقِبُ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افعال کا بدلہ دیں گے۔

کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے آتے ہیں۔ جیسے فرمایا وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا (۲۶:۱۲) اس کے قبیلہ میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ کیا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن برے نتائج یا عذاب سے ہم ان کو ڈرا رہے ہیں ان میں سے بعض نتائج کو بھگتنا۔ ہم خواہ آپ کو (آپ کی زندگی میں ہی) دکھادیں یا اس سے قبل ہی آپ کو اٹھالیں (اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) بہر صورت ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو وہ کر رہے ہیں (اس لئے وہ نتائج سے بچ نہیں سکیں گے آپ کے جیتے جی نہیں تو آپ کے بعد یہاں نہیں تو آخرت میں اپنے کئے کا بدلہ ضرور پا کر رہیں گے)

۱۰: ۴۷ = قَضٰی بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ (تو پھر) ان کے درمیان فیصلہ عدل و انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے کیونکہ رسول کی بعثت اتمام حجت ہے پھر کوئی امت عذر پیش نہیں کر سکتی کہ ہمارے پاس کوئی راہ ہدایت دکھانے والا آیا ہی نہ تھا۔

یا بَيْنَهُمْ سے مراد بین امتہ در سؤل ہے کہ باوجود لوگوں کے ظلم و تشدد دعوت حق کو روکنے کے۔ حق فتح مند ہوگا اور باطل نامراد۔

۱۰: ۴۸ = الْوَعْدُ: دھمکی۔ عذاب کا وعدہ۔ اکثر جگہ روز قیامت مراد ہے۔ اسم مصدر مرفوع معرف باللام ہے۔

۱۰: ۴۹ = اَجَلٌ۔ مدت مقررہ۔ وقت موعین۔

= لَا يَسْتَاخِرُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ دیر نہیں کر سکتے۔ وہ تاخیر نہیں کر سکتے۔



اِسْتَاخِرَ لِيَسْتَخِرَ اِسْتِخَارَةً (استفعال) اَخَرُ ماده۔

= لَا يَسْتَقْدِمُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِسْتَقْدَامٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر وہ اول نہیں ہو سکتے۔ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ تقدیم (تاخیر کی ضد) نہیں کر سکتے۔

۱۰: ۵۰ = اَرَاَيْتُمْ۔ اس میں بلفظ استفہام تنبیہ کے معنی میں ہے۔ ماضی جمع مذکر حاضر کیا تم نے دیکھا۔ کیا تم نے سوچا۔ کیا تم نے غور کیا۔ بمعنی اَخْبِرُونِي ہے (بھلا) مجھے بتاؤ تو سہی = بَيِّنَاتٌ۔ رات میں اُڑنا۔ رات میں سوتے دشمن پر حملہ کرنا۔ شیخون مارنا۔ رات کو آنا۔ جیسے فَجَاءَ هَا بِأَسْنَابِيَّتًا اَوْ هُمْ قَاتِلُونَ (۴: ۷۰) پس آیا ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت (جب کہ وہ سوتے تھے) یا (دن کو) جب وہ قیلولہ (دن کا آرام) کرتے تھے۔

بَيِّنَةٌ۔ انسان کا رات کا ٹھکانہ۔ بعد میں مطلق مسکن کے لئے اور مکان کے لئے اسے بَيِّنَةٌ دگر کہا جانے لگا۔

= مَا ذَا۔ کیا چیز ہے۔ کیا ہے یہ۔ اس میں مَا استفہام کے لئے اور ذَا موصولہ ہے گویا یہ مَا اور ذَا سے مرکب ہے۔ بعض اس کو بسیط کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مَا ذَا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے بمعنی الذی یا پورا استفہام ہے۔ بمعنی کیا۔ کیسے۔ جیسے مَا ذَا تَفْعَلُ۔ تو کیا کرتا ہے = يَسْتَعْجِلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب باب استفعال۔ وہ جلدی مانگتا ہے۔ اس میں جلدی چاہتا ہے یہاں جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے۔ وہ جلدی مانگ رہے ہیں۔

= مِنْهُ۔ میں ضمیر کا عذاب کے لئے ہے۔ اِی من العذاب۔ اس صورت میں مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی عذاب میں سے کچھ۔ یا ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔ اِی من اللہ۔ اللہ سے جلدی عذاب کی طلب کر رہے ہیں۔

آیت ہذا میں اِنْ اَشْكُمُ عَذَابُهُ بَيِّنَاتًا اَوْ نَهَاكَ شَرْط ہے اور جواب شرط مخذوف ہے۔ یعنی اگر اللہ کا عذاب تم پر رات کو یا دن کے وقت اُڑے (تو تم کیا کر سکتے ہو۔ جب حالت یہ ہے کہ کچھ نہیں کر سکیں گے تو مَا ذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ تو کس لئے اللہ سے جلدی کا مطالبہ کر رہے ہیں یہ مجرم لوگ

۱۰: ۵۱ = اَتْتُمْ اِذَا مَا۔ الف استفہام کے لئے۔ تُمْ پھر اِذَا مَا۔ یعنی کب۔ تب

= بِيْهِ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ بھی ہو سکتا ہے اور عذاب بھی۔ پھر کیا تم اس (عذاب) کے واقع ہونے پر ہی ایمان لاؤ گے۔ پھر کیا جب آہی جائے گا تو تم ایمان لاؤ گے۔ اصل میں منکرین اسلام کا عذاب پر ایمان ہی نہ تھا تب ہی تو وہ کہتے تھے: وَيَقُولُوا لَوْ اَنَّا



هَذَا الْوَعْدُ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (آیت ۴۸) اور اسی لئے وہ اس کی جلدی مچا رہے ہیں۔  
 = اَللُّنَّ - ہر وہ لمحہ جو ماضی اور مستقبل کے مابین فرض کیا جائے اسے اَللُّنَّ کہتے ہیں جیسے  
 اَللُّنَّ اَفْعَلُ كَذَا میں اب کرتا ہوں اَللُّنَّ کا لفظ ہمیشہ الف لام تعریف کے ساتھ استعمال ہوتا ہے  
 اَنَّ اصل میں اَدَانُ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے دَاو کو الف سے بدلا اس کے ساتھ الف لام تعریف  
 کا شامل کر لیا تو اَللُّنَّ ہو گیا۔ ظرف زمان ہے مبنی برفتح۔ بمعنی اب۔

اَللُّنَّ - اَللَّانَ ہے۔ پہلا الف استفہام کے لئے ہے تقدیر کلام یوں ہے و یقال لہم  
 اَللُّنَّ تُوْمنون ای حین وقع العذاب۔ اور ان سے کہا جائے گا کیا تم اب ایمان لاتے ہو۔  
 جب عذاب وقوع پذیر ہو چکا۔

= وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ میں ۶ ضمیر واحد مذکر غائب عذاب کے لئے ہے واو حالیہ ہے  
 حالانکہ تم اس کی جلدی مچا رہے تھے (اس کے جلدی نازل ہونے کے لئے بیتاب تھے)  
 ۵۲:۱۰ = عَذَابُ الْخُلْدِ۔ مضات مضات الیہ۔ لیکن الخلد یہاں مبالغہ کے اظہار کے لئے صفت  
 کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ عَذَابُ الْخُلْدِ دائمی عذاب

= هَلْ - استفہام انکاری ہے۔

۵۳:۱۰ = يَسْتَبْشِرُونَكَ - مضارع جمع مذکر غائب (استفعال) مصدر لك ضمیر مفعول  
 واحد مذکر حاضر۔ وہ آپ کے خبر پوچھتے ہیں۔ بَشَأُ سے۔

= اَحَقُّ هُوَ۔ میں ہو ضمیر کا مرجع عذاب موعود ہے

= اِیْ۔ ہاں۔ البتہ۔ حرف جواب ہے بمعنی نعم اور ہمیشہ قسم سے پہلے آتا ہے اور کلام مقدم  
 کی تحقیق اور توثیق کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

= وَرَجِئْ اِیْ وَاللّٰہِ۔ خدا کی قسم۔ بخدا۔

= مُعْجِزِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ عاجز بنا دینے والے۔ ہر دینے والے۔

(منکرینِ حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئے گی۔ نہ حشر نہ نشر نہ عذاب نہ ثواب۔ لیکن ہو گا یہ  
 سب کچھ۔ ان چیزوں کے لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے۔ اس کو عاجز نہیں بنا سکتے۔

۵۴:۱۰ = وَكَوَانَتْ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ سَعًیً سے قبل عبارت مخدوف ہے۔ سلسلہ کلام اس طرح ہے

اور (آنے والا عذاب اس درجہ ہولناک ہے اور اس کا وقوع اس قدر یقینی ہے کہ) اگر ہر اس شخص  
 کے پاس جس نے ظلم کیا ہے روئے زمین کی دولت بھی ہو تو ضرور اُسے اس عذاب سے بچنے کے لئے  
 فدیہ میں دیدے۔



= اَسْرَوْا - ماضی جمع مذکر غائب اسْرَاوْ مصدر - اِفْعَالُ سے - یہ اضداد میں سے ہے  
 اَسْرَ کے معنی چھپایا اس نے - پوشیدہ رکھا اس نے - یا اس نے ظاہر کیا -  
 ابو عبید کہتے ہیں - انہوں نے اپنی ندامت اور پشیمانی کا اظہار کیا - (ایسے ہولناک عذاب کو  
 دیکھ کر ندامت کو چھپانا ناممکن ہے - اس وقت صبر اور تصنع سے کام لینا ناممکن ہے)  
 اور جنہوں نے اس کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے معنوں میں لیا ہے ان کے مطابق :  
 شدتِ امر کی وجہ سے بول نہیں سکیں گے - لیکن دل ہی دل میں شرمندہ ہوں گے -  
 = لَمَّا - جب -

۵۵:۱۰ = اَلَّا - تنبیہ کے لئے ہے - سن لو - جان لو - خبردار ہو جاؤ -  
 ۵۷:۱۰ = مَوْعِظَةٌ - اسم مصدر - نصیحت - یعنی قرآن ایسی جامع کتاب ہے جس میں ہر قسم کی نصیحت  
 موعظت - ادا - نواہی - توحید وغیرہ مذکور ہے  
 ۵۸:۱۰ = قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا - اے قل بفضل اللہ وبرحمۃ  
 ان جاءت هذه الموعظة من ربكم فبذلك فليفرحوا -  
 یعنی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ یہ قرآن محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت  
 تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے پس چاہئے اس پر خوشیاں منائیں -  
 ذَلِكْ کا مشارالیه الموعظة بھی ہو سکتا ہے (الخازن) یا اس کا اشارہ فضل اور رحمت  
 کی طرف ہے - امام قرطبی کے قول کے مطابق اہل عرب ذَلِكْ (واحد) کو واحد - تثنیہ اور جمع سب کے  
 لئے استعمال کرتے ہیں - العرب تأتي بذلك الواحد والاثنين والجمع (بجواز ضیاء القرآن  
 دوسری صورت میں فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا کا ترجمہ ہو گا -  
 پس چاہئے کہ اس فضل و رحمت ربانی پر خوشیاں منائیں -  
 هُوَ - ضمیر واحد مذکر غائب کی یا تو قرآن (الموعظة) کے لئے ہے - یا اللہ کی طرف سے فضل  
 و رحمت کی عطا کے لئے

= يَجْمَعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - وہ جمع کرتے ہیں - یعنی دنیاوی مال و منال کا حصول -  
 ۵۹:۱۰ = قُلْ - اے قل لکفار مکہ (الخازن) (اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کفار مکہ  
 سے کہہ دیجئے -

= اَدَّيْتُمْ - بھلا بتاؤ تو کبھی - (نیز ملاحظہ ہو ۵۰:۱۰)  
 = مَا أَنْزَلَ اللَّهُ - میں ماموصولہ ہے یعنی جو رزق اللہ تعالیٰ تمہیں دیتا ہے -



== فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا۔ تم خود ہی بعض کو حرام اور بعض کو حلال کر دیتے ہو۔ جیسے کہ کفار کا قول تھا۔ وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذِكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا (۱۳۹:۶) یعنی کافروں نے کہا کہ جو ان مویشی کے پیٹ میں ہے وہ خالصتہً ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔

== تَفْتَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جھوٹ باندھتے ہو، جھوٹے طور پر منسوب کرتے ہو۔  
إِفْتِرَاءٌ (افتعال) سے فَرَى يَفْرِى فَرَى (ضَرْب) فَرَى عَلَيْهِ الْكَذِبَ۔ کسی کے ذمہ جھوٹی بات اور بہتان لگا دینا۔ یعنی معنی باب افتعال سے ہیں۔

۶۰:۱۰ = مَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ۔ میں مآ استفہامیہ تو بیخ اور وغیدہ کے لئے آیا ہے۔ مبتداء ظن مضاف۔ الَّذِينَ اسم موصول۔ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ۔ حملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتداء کی خبر۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خلاف افتراء کا ارتکاب کرتے ہیں کیا خیال ہے اُن کا یوم القیامۃ کے متعلق۔ اِیْ اَیُّ شَیْءٍ ظَنُّهُمْ فِی ذٰلِکَ الْیَوْمِ اِنِّیْ فَاعِلٌ بِہُمْ۔ کیا خیال ہے ان کا کہ اُس دن میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں (یعنی وہ اپنے کئے کی سزا بھگت کر ہی رہیں گے)۔  
۶۱:۱۰ = شَأْنٍ (شء عن مادہ) کے معنی حالت اور اس اتفاقی معاملہ کے ہیں جو کسی کے مناسب حال ہو۔ اس کا اطلاق صرف اہم امور اور حالات پر ہوتا ہے۔

شان الرأس۔ چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے ملنے کی جگہ جس سے انسان کا قوام ہے۔ اس کی جمع شُؤْنٌ آتی ہے شَأْنٌ دھندا۔ فکر۔ حال۔ کسی اہم معاملہ یا حال کو خواہ بُرا ہو یا بھلا۔ شَأْنٌ کہتے ہیں۔

== وَمَا تَشْكُرُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ۔ مِنْهُ میں ہضمیہ واحد مذکر غائب شَأْنٌ کے لئے ہے۔  
الوالبقاء نے اس مِنْ کو اجلیہ کہا ہے یعنی جو اہم کام آپ کر رہے ہیں اور (اس کے ثبوت اور تقویت کے لئے) جو آیات قرآنی آپ پڑھتے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ دوسرا مِنْ زائدہ ہے اور قرآن۔ مفعول پہ ہے

== وَمَا تَكُونُ مِنْ قُرْآنٍ۔ لے کر مِنْ قُرْآنٍ تک خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور دَلَّ تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام لوگوں سے ہے یعنی اَنْتُمْ جَمِیعًا۔ تم سب۔ (مدارک التنزیل)

== شُہُودًا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے۔ حاضرین۔ شَہِیدٌ کی جمع ہے بحالت نصب۔



= تَفِيضُونَ فِيهِ - تم گھتے ہو - تم لگتے ہو - تم مصروف ہوتے ہو -

اَفَاَضَ اِنَاءَةً کے معنی برتن کو لبالب بھر دینے کے ہیں یہاں تک کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے - اسی سے اَفَاَضُوا فِي الْحَدِيثِ کا محاورہ مستعار ہے جس کے معنی باتوں میں مشغول ہونے اور چرچا کرنے کے ہیں - چنانچہ قرآن میں ہے لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَفْضٰتُمْ فِيْهِ (۱۴: ۲۴) تو جس بات کا تم چرچا کرتے تھے اس کی وجہ سے تم پر ..... نازل ہوتا -

اور جبکہ آیا ہے هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيْهِ - (۸: ۴۶) وہ اس گفتگو کو خوب جانتا ہے جو تم اس کے بارہ میں کرتے ہو -

لِهٰذَا اِذْ تُفِيضُونَ فِيْهِ - بمعنی جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو

= مَا عَزَبَ مَضَارِعُ مَنْفٰی وَاَحَدٌ مِّنْ غَايِبٍ عَزُوْبٌ مَّصْدَرٌ - (باب نصر) غائب نہیں ہے - چھپا ہوا نہیں ہے - عَزَبَ مرد بلا بیوی - یا عورت بلا شوہر

= مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ - میں مِنْ زائد تاکید کے لئے آیا ہے مِثْقَالٌ - اسم مفرد - هموزن - برابر - ثِقْلٌ - بوجھ - وزن - مِثْقَالٌ ذَرَّةٍ - ذرہ برابر -

= كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ - روشن کھلی کتاب - لوح محفوظ -

۶۳: ۱۰ = الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَانُوْا يَتَّقُوْنَ - یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے -

۶۴: ۱۰ = الْبَشَرٰی - خوشخبری -

= لَا تَبْدِلُ يٰلَہٗ بِكَلِمٰتِ اللّٰہِ - جملہ معترضہ ہے - اللہ کے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی صَلَمَتْ - اقوال - وعدے -

= ذٰلِكَ سے مراد - دنیوی و اخروی زندگی کے متعلق بشارت ہے -

۶۵: ۱۰ = الْعِزَّةُ - عزت - سرفرازی - غلبہ - قدرت - بزرگی - اقبال - عَزَّوَجَلَّ کا مصدر ہے بطور اسم بھی مستعمل ہے -

۶۶: ۱۰ = وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُرَكَاءٌ - میں مَا - (۱) نافیہ ہے شُرَكَاءُ مفعول ہے يَذْعُوْنَ کا - اور يَتَّبِعُ کا مفعول محذوف ہے - اس طرح اس کا ترجمہ ہوگا ب - وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کے شریک کے طور پر پکارتے ہیں دراصل کسی حقیقت کا اتباع نہیں کر رہے -

(۲) دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مَا استفہامیہ ہے - اور ترجمہ یوں ہوگا -

جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اللہ کا شریک سمجھ کر پکار رہے ہیں (آخر) وہ کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں



= اِنْ يَتَّبِعُونَ - میں اِنْ نافیہ ہے اسی طرح اِنْ هُمْ میں بھی اِنْ نافیہ ہے۔

= يَخْرُصُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - خَرَصَ يَخْرُصُ (باب نصر) وہ اُٹکل دوڑا ہے میں وہ قیاسی باتیں کہہ رہے ہیں۔ اصل میں بروہ بات جو ظن و تخمین سے کہی جائے اسے خَرَصَ کہا جاتا ہے عام اس سے کہ وہ اندازہ غلط ہو یا صحیح۔

۱۰: ۶۷ = هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ لَتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا۔

تَسْكُنُوا - سَكَنَ يَسْكُنُ (نصر) سُكُونٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم سکون پذیر ہو۔ تم چین حاصل کرو۔ اصل میں تَسْكُنُونَ تھا۔ لام کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔

مُبْصِرًا - اسم فاعل واحد مذکر حالت نصب۔ اِبْصَارٌ مصدر (باب افعال) اِبْصَارُ کے معنی دیکھنا۔ جانتا۔ سمجھنا کے بھی آتے ہیں اور دکھانے اور سمجھانے کے بھی۔

اسی بنا پر مُبْصِرٌ کے معنی دیکھنے والا اور دکھانے والا دونوں ہو سکتے ہیں۔ جو خود روشن ہو وہ بھی مُبْصِرٌ ہے اور جو دوسروں کو واضح اور روشن کر دے وہ بھی مُبْصِرٌ ہے

آیت کا ترجمہ ہو گا۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو۔ اور (جس نے تمہارے لئے ہم روشن دن بنادیا۔

لیکن جب رات کو دن کے مقابلہ میں لایا گیا ہے تو تَسْكُنُوا کے مقابلہ میں دن کے وقت کے لئے تَنَحَّرُوا متوقع تھا لیکن اس کو وہاں حذف کیا گیا۔ اسی طرح جب دن کے لئے مُبْصِرًا لایا گیا ہے تو اس کے مقابلہ میں رات کے وقت کے لئے مُظْلِمًا کا استعمال چاہئے تھا جو یہاں محذوف ہے۔ یعنی عبارت یوں ہوتی۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ مُظْلِمًا لَتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا لَتَنَحَّرُوا۔ یعنی وہی ہے جس نے رات کو اندھیر دالی بنایا کہ تم (چونکہ عدم روشنی کی وجہ سے اور کوئی کام نہیں کر سکتے تو) اس میں تم آرام کرو۔ اور دن کو روشن بنایا کہ تم اس کی روشنی میں اپنے کاروبار کے لئے چلو پھرو۔

لیکن متن قرآن کے مطابق تَسْكُنُوا کی رعایت سے تَنَحَّرُوا اور مُبْصِرًا کی رعایت سے مُظْلِمًا کو ذہن میں لانا مشکل نہیں۔

مُبْصِرًا - یہاں بمعنی روشن۔ یا دوسروں کو روشن کرنے والا۔ دیکھنے والا۔ یا دکھانے والا دونوں صحیح ہیں۔ دیکھنے والا کے معنی میں یہ ترکیب ایسی ہے جیسے کہتے ہیں نَهَارًا صَائِمًا اس کا دن روزہ رکھتا ہے۔ حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دن کو روزہ رکھتا ہے۔ فعل کی نسبت فاعل کی طرف کرنے کے ظرف کی طرف کر دی۔ جیسا ہم اردو میں بولتے ہیں ندی بہہ رہی ہے۔ حالانکہ



ندی طرف مکان ہے۔ اور اپنی جگہ قائم ہے اس میں جو پانی ہے وہ بہہ رہا ہے اسی طرح مُبْصِرًا سے مراد یہ نہیں کہ دن دیکھ رہا ہے بلکہ لوگ دن کے وقت دیکھ رہے ہوتے ہیں  
 ۶۸:۱۰ = إِنَّ نَافِیْہِ مِنْ زَانِدٍ ہِے تاکید نفی کے لئے آیا ہے  
 = سُلْطَان - محبت - دلیل - برہان - سند - زور - قوت - حکومت - یہاں معنی دلیل اور سند کے مشتمل ہے۔

= بِہَذَا - یعنی اس بیہودہ اور باطل قول کی اِتَّخَذَ اللہُ وَلَدًا۔  
 ۷۰:۱۰ = مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا - فِی الدُّنْیَا متعلق بہ مَتَاعَ ہے۔ اور یہ مبتدا بھی ہو سکتا ہے اور خبر بھی۔ اگر اسے مبتدا لیا جائے تو خبر محذوف مانی جائے گی اور اس کی تقدیر ہوگی - لَہُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا۔ ان کے لئے دنیا میں (چند روزہ) ساز و سامان ہے۔ (اس کے مزے اڑالیں) اور اگر مَتَاعَ کو خبر لیا جائے تو مبتدا کو محذوف مانا جائے گا اور اس کی تقدیر ہوگی اِفْتِرَاءُہُمْ اَوْ حَیَاتُہُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا۔ ان کی بہتان بازی اور ان کی (یہ چند روزہ) زندگی دنیا کا (ہی) ساز و سامان ہیں۔

۷۱:۱۰ = اُنْثٰی - امر - واحد مذکر حاضر - تو پڑھ - تو تلاوت کر - تِلَادَةٌ ہے۔  
 = نَبَأٌ - خبر - اطلاع۔  
 = کَبُرَ عَلٰی - گراں گذرنا - کَبُرَ عَلَیْہِ الْاَمْرُ - یہ کام اس کے لئے دشوار ہے۔ اس کے لئے بھاری ہے۔ کَبُرَ - ماضی واحد مذکر غائب (باب کوم) ناگوار ہونا۔  
 = تَذْکِیْرٌ - مضاف مضاف الیہ - میرا نصیحت کرنا - میرا سمجھانا - تَذْکِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ذکر مادہ۔

= غُمَّۃٌ - تاریک - مشیتہ - مبہم - دشوار - پوشیدہ۔

الْغُمَّۃُ کے بنیادی معنی ہیں کسی چیز کو چھپالینا۔ اسی طرح بادل کو الْغَمَامُ کہتے ہیں کہ وہ سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے۔ ثُمَّ لَا یَكُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّۃً - پھر تمہارا معاملہ تم پر مشتبہ نہ ہے۔ یعنی اس کا کوئی پہلو تم پر پوشیدہ نہ رہ جائے جو بعد میں تمہارے لئے قلعہ و اضطراب کا باعث ہو۔

= اِقْضُوا اِلَیَّ - تم کر گزرو۔ تم فیصلہ کر لو۔ قَضَاءٌ سے امر کا صغیر جمع مذکر حاضر۔  
 = لَا تُنْظِرُوْنَ - تم مجھے ڈھیل نہ دو۔ تم مجھے مہلت نہ دو۔ اِنْظَارٌ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر  
 ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔



= مَقَاهِي - اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں

۱۔ اس سے کنایہ ”نفس“ مراد ہے۔ جیسے قرآن میں ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ (۲۶:۵۵) ای خاف ربہ۔

۲۔ بمعنی مکئی۔ میرا (تمہارے درمیان) رہنا۔

۳۔ ای قیامی علی الدعوة میرا دعوت دینے کے لئے کھڑا ہونا۔

۴۔ مقام کے معنی عزت کا مقام۔ مذکورہ بالا جملہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ

یعنی تم پر میرا عزت کا مقام گراں گذرتا ہے۔

اس آیت میں اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذَكَّرِي بِآيَاتِ اللَّهِ شَرْطٌ

اور فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ جوابِ شرط ہے اور فَاجْمَعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ جوابِ شرط پر موقوف

يَا فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ جملہ معترضہ ہو سکتا ہے اور فَاجْمَعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ جوابِ

شرط ہے۔ أَمْرَكُمْ مضاف مضاف الیہ ہو کر اجْمَعُوا کا مفعول ہے اور شُرَكَاءَكُمْ کا عطف

أَمْرَكُمْ پر ہے اور مفعول مدہ ہے۔

۱۰:۴۲ = فَإِنْ - بایں ہمہ اگر۔ اگر پھر بھی۔

= تَوَلَّيْتُمْ۔ تم پھرتے ہو۔ تم منہ موڑتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَوَلَّيْتُ سے۔

۱۰:۴۳ = خَلُفْتَ۔ خلیفہ کی جمع۔ جانشین۔ قائم مقام۔ نائب (یعنی ہم نے ان لوگوں کو جو حضرت

نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں بچائے گئے ہلاک ہونے والوں کے بعد زمین پر خلیفہ بنا دیا)

= أَلْمُنذَرِينَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ جن کو نافرمانی اور سرکشی کی سزا سے ڈرایا گیا۔ ڈرائے

جانے والے۔

۱۰:۴۴ = فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ۔ پس نہ ہوئے وہ کہ ایمان

لاویں اس پر ت پر جس کو وہ جھٹلا چکے تھے (یعنی ان قوموں نے بھی اپنے پیشروؤں کی طرح

بینات (روشن دلائل) کا انکار ہی کیا)

= أَلْمُعْتَذِرِينَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منسوب إِعْتِدَاءُ (إِفْتِعَالٌ) سے۔ حق سے ہٹنے والے

حد سے تجاوز کرنے والے۔ أَلْمُعْتَذِرِينَ۔ اسے کہتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہش کی تعمیل میں حق

و انصاف کی حدود سے تجاوز کر جاتے۔

الاعتداء معناه تجاوز حد والحق والعدل اتباعاً لهوى النفس وشهواتها

(المنار)



- ۱۰: ۷۵ = مَلَاةٌ - مضاف مضاف الیه اس کے سرداروں کی جماعت۔
- الْمَلَاةُ اسم جمع - سرداروں کی ادر بڑے لوگوں کی جماعت - سرداران قوم کی جماعت۔
- مَلَاةٌ سے مشتق ہے۔ مَلَا يَمْلُو (نَصَرَ) مَلَاةٌ مِلَاةٌ - بھرنے والا۔ وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے۔ قرآن میں ہے فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلُّ الدَّارِ ذَهَبًا (۹۱: ۳) سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی قبول نہ کیا جائیگا۔
- الْمَلَاةُ - وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہیبت و جلال سے بھر دے
- ۱۰: ۷۷ = اَلْقَوْلُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ - کیا تم حق کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہو جب وہ (یعنی حق) تمہارے سامنے ہے۔
- ۱۰: ۷۸ = لَتَلْفِتَنَّا - کہ تو ہم کو پھیر دے۔ لَفَتَ يَلْفِتُ (ضرب) لَفَتٌ سے واحد مذکر حاضر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔
- = عَمَّا - عَنْ مَّا
- = تَكُونُ - اِی يَكُونُ - یعنی اس لئے کہ اس سرزمین مصر میں تم دونوں کی سرداری ہو جائے
- ۱۰: ۷۹ = اِنْتَوْنِي - میرے پاس لاؤ۔ اس میں نون و قایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم کی۔
- = سَاحِرٍ عَلِيمٍ - ماہر جادوگر۔
- ۱۰: ۸۰ = اَلْقَوْ - تم ڈالو اِلْقَاءُ سے امر جمع مذکر حاضر۔ مَلْقَوْتَ اسم فاعل جمع مذکر۔ ڈالنے والے (ہو)
- ۱۰: ۸۱ = اَلْقَوْ مَاضِي جمع مذکر غائب۔ انہوں نے ڈالا۔
- = مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ - یعنی جادو وہ نہیں جو میں لایا ہوں بلکہ جادو وہ ہے جو تم پیش کر رہے ہو
- = سَيُطْلَعُ - سَيُحَقِّقُهُ اَوْ سَيُظْهِرُ بَطْلَانَهُ - یعنی اس کو مٹا دیگا یا اس کا بطلان (جھوٹ) ظاہر کر دیگا۔
- = لَا يُصْلِحُ - مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ وہ نہیں سنوارتا۔ وہ تقویت نہیں دیتا۔ لَا يَقْوِيهِ (بیضادی)
- ۱۰: ۸۲ = بِكَلِمَاتِهِ - اپنے احکام سے۔ اپنے ارشادات سے۔ اپنے دلائل قطعیہ سے۔
- = فَمَا اٰمَنَ - مَا نَافِيہ ہے اور اٰمَنَ - اٰيْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے
- = ذَرِيَّةٌ - الذَّرِيَّةُ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں۔ مگر عرف عام میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔



یہ کس مادہ سے مشتق ہے اس میں علمائے لغت کا اختلاف ہے!  
ذُرُّ ذُرٍّ ذُرٌّ اس کے مصادر بیان کئے گئے ہیں۔

یہاں ذُرِّيَّةٌ سے مراد چھوٹی اولاد (نوجوان) لیا گیا ہے۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔  
بالکل چھوٹے بچوں کا ایمان لانا نہ لانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ اتنا شعور ہی نہیں رکھتے۔ نوجوان اس لئے  
یہاں مراد نیا گیا ہے کہ ان کے اس فعل سے جو دوسری جانب سے ظلم و ستم و عذاب و عتاب کا طوفان  
اٹھ کھڑا ہونے کا ڈر تھا اس کا مقابلہ جوان خون ہی کر سکتا ہے یوڑھے اس کی تاب نہیں لاسکتے۔  
اور اس کی مثال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے بھی ملتی ہے کہ آپ کی دعوت حق پر  
پہلے پہل جو اصحاب ایمان لائے تھے وہ سب نوجوان ہی تھے۔ حضرت علی بن ابیطالب حضرت جعفر طیار  
حضرت زبیر حضرت طلحہ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت مصعب بن عمیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی  
اللہ تعالیٰ عنہم یہ تمام حضرات قبول اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر کے تھے۔  
ابتدائی مسلمانوں میں صرف حضرت عبیدہ بن حارث ہی ایسے تھے جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
سے زیادہ عمر کے تھے۔ اس لئے یہاں ذُرِّيَّةٌ سے مراد نوجوان لینا ہی صحیح ہے۔

= قَوْمِهِ میں ۴ ضمیر کا مرجع کون ہے اس کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔

۱) بعض کہتے ہیں کہ اس کا مرجع فرعون ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل تو ساری  
کی ساری ان پر ایمان لاکھٹی تھی اور ان کی نبوت در رسالت کو مانتی تھی اس لئے چند نوجوانوں کا ایمان لانا  
حضرت موسیٰ کی قوم کی منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ فرعون کی قوم سے چندا شخص نے حضرت موسیٰ پر ایمان  
لایا تھا۔ مثلاً حضرت بی بی آسیہ رضی (فرعون کی بیوی) فرعون کا خزانچی۔ اس کی بیوی اور چند جادوگر  
جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے تھے۔

لیکن اگر قرآن کریم کے الفاظ پر غور کیا جائے تو ان کا یہ استدلال چنداں وزنی نہیں ہے  
علماء ادب کی تحقیق کے مطابق اگر اَمَّنَ کا صلہ ب ہو تو اس کے معنی کسی پر ایمان لانا اور اس  
کی تصدیق کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر اس کا صلہ ت ہو تو بھراس کا معنی اطاعت و انقیاد کے ہوتے ہیں  
یعنی کسی کی بات ماننا اور اس کے کہے پر چلنا اور عمل کرنا۔ یہاں اَمَّنَ کا صلہ ب نہیں ہے کہ بنی اسرائیل  
کی اکثریت کا کفر ثابت ہو بلکہ اَمَّنَ ل استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ حضرت موسیٰ کی  
رسالت کو مانتے تھے لیکن اس معرکہ حق و باطل میں آپ کا ساتھ دے کر فرعون اور اس کی قوم کے  
ظلم و ستم کا سامنا کرنا نہیں چاہتے تھے

(۲) دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس کا مرجع موسیٰ ہے اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی



اور دوسری یہ کہ ضمیر ہمیشہ قریب تر کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں قریب تر موسیٰ کا لفظ ہے نہ کہ فِرْعَوْنَ کا۔

= مَلَا بِهِمْ۔ ان کے سرداران۔ ان کے سرداروں کی جماعت۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس میں ہم ضمیر کا مرجع کون ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) ہم کا مرجع ذُرِّيَّةٌ ہے اور یہاں مراد خود بنی اسرائیل کے وہ نوجوان ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں کھلم کھلا آگے آگئے تھے وہ اپنے سرداران یعنی بڑے بوڑھوں سے ڈرتے تھے کیونکہ اگرچہ ان کے بوڑھے حضرت موسیٰؑ کو ملتے تھے لیکن کھلم کر سامنے آنے سے فرعون کے ظلم و عتاب سے بچنے کے لئے گریز کرتے تھے۔ اور انہیں یہ خدشہ تھا کہ ان کے نوجوانوں کی دیدہ دلیری سے کہیں ساری قوم مورد عتاب نہ ہو جائے اس لئے وہ اپنے نوجوانوں کے اس اقدام پر خوش نہ تھے اور ان کو سختی سے روکتے تھے۔

(۲) اس کا مرجع فرعون ہے اور فرعون کے لئے ضمیر جمع لانے کی دو وجوہات ہیں۔

۱۔ فرعون کے لئے جمع کی ضمیر اس کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے

(ب) فرعون سے مراد آل فرعون ہے جیسے ربیعہ اور مضر قبیلے کے افراد اپنے سرداروں کے نام سے پکائے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں ہم سے مراد آل فرعون ہے۔

= يَفْتِنَهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب فَتًى سے اَنْ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہے ہم ضمیر مفعول۔ اَلْفَتًى کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو سکے۔ اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ (۱۳: ۵۱)۔ اس دن جب ان کو آگ میں الٹا سیدھا کیا جائے گا۔ اس کا اطلاق نفس عذاب پر بھی ہوتا ہے جیسے ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ (۱۳: ۵۱) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔

یہ لفظ قرآن میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ آزمائش، مصیبت، فساد، تخریب، مشق، عیبت وغیرہ۔

اَنْ يَفْتِنَهُمْ۔ میں یَفْتِنُ صیغہ واحد مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ اس کا فاعل یا تو

۱، فرعون ہے اور صیغہ جمع اس لئے نہیں لایا گیا کہ سرداران فرعون بھی اس کے تابع امر تھے (خازن) یا (۲) فِرْعَوْنَ وَمَلَا بِهِمْ ہے جیسا کہ عبداللہ یوسف علی نے اپنے ترجمہ میں استعمال کیا ہے کہ وہ انہیں کسی عذاب میں مبتلا نہ کر دیں۔



== عَالٍ - سرکش - متکبر - غالب - عَلُوٌّ سے ضعیف اسم فاعل واحد مذکر - عَالٍ اصل میں عَلَاؤ تھا - داؤ پہلے ہی ہوا بھر گر گیا - کیونکہ جو داؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ ی ہو کر گر پڑتا ہے -

== هُسْرَفَيْنٍ - اسم فاعل جمع مذکر - اِسْرَافٌ مصدر - حد اعتدال سے یا حد مقرر سے بڑھنے والے بیجا صرف کرنے والے -

۸۴:۱۰ = يٰقَوْمِ - اے میری قوم - یہاں قوم سے مراد وہ نوجوان ہیں جو آیہ ماقبل میں بالفاظ ذَرِيَّةً مِّنْ قَوْمِهِ - مذکور ہیں -

۸۵:۱۰ = فِتْنَةً - تختہ مشق - ملاحظہ ہو آیہ ماقبل يَفْتِنَهُمْ -

۸۶:۱۰ = تَبَوَّأَ - مضارع تثنیہ مذکر حاضر - تم دونوں ٹھہراؤ - تم دونوں اتارو - تم دونوں جگہ تیار کرو تَبَوَّؤْا (تَفَعَّلَ)

== قِبْلَةً - کعبہ کا رخ جو نماز میں سامنے ہوتا ہے - سامنے کا رخ - جیسے اَيْنَ قِبْلَتُكَ - تمہارا رخ کدھر کو ہے - جو چیز منہ کے سامنے ہو اسے بھی قبلہ کہتے ہیں - نماز پڑھنے والے کے سامنے کعبہ ہوتا ہے اس لئے اسے بھی قبلہ کہتے ہیں -

اصل لغت میں القبلہ بالمقابل آدمی کی حالت کو کہا جاتا ہے جیسے جِلْسَةٌ و قُعْدَةٌ - عرف میں اس جہت کو قبلہ کہا جاتا ہے جس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھی جاتی ہے - یہاں قبلہ سے مراد نماز کا مقام ہے فرعون نے چونکہ نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی تھی اس لئے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھروں ہی کو مقام نماز بنا لو - اور وہاں نماز پڑھا کرو -

اس آیت میں تثنیہ کی ضمیر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی طرف راجع ہے پھر جمع کی ضمیر ہے جس میں تمام قوم شامل ہے - اور پھر بَشَرٌ میں ضمیر واحد ہے جو حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے -

== لِيُضِلُّوْا - میں لام تعلیل کا ہے - یہ اس لئے کہ وہ گمراہ کریں -

۸۸:۱۰ = اِطْمِسْ - امر واحد مذکر حاضر - تو مٹا دے طَمَسٌ سے محو کرنا - مٹا دینا -

اِطْمِسْ عَلَى اَمْوَالِهِمْ - ان کے مال تباہ کر دے - ان کے مال غارت کر دے - جیسے قرآن میں ہے وَاِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ - جب تارے مٹا دیئے جائیں گے - يٰۤاَنۡرَاۤهُنَّ سَوَآءٌ لَّطَمَسْنَا عَلٰی اَعْيُنِهِنَّ - (۶۶:۳۶) - اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کی روشنی کو مٹا دیں -

== اُسْدُرُ - امر واحد مذکر حاضر - تو سخت کر دے - شَدُّ سے (باب نصر - ضرب) تو ان کے



دلوں پر) مہر لگادے۔

ترجمہ آیت :- اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو اس دنیوی زندگی میں سامان آرائش اور مال و دولت ادا رکھے ہیں اے ہمارے پروردگار کیا یہ اس لئے دے رکھے ہیں کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے گمراہ کرتے پھریں۔ (رَبَّنَا اطْمِسْ ..... عَلَى قُلُوبِهِمْ) جملہ دعائیہ ہے کافروں کے لئے بددعا ہے (اے ہمارے پروردگار ان کے اموال کو تباہ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے) (ان پر مہر لگادے)۔ (فَلَا يُؤْمِنُوا ..... اَلَيْمُ جَوَابُ دُعَاؤِ) تاکہ جب تک وہ عذاب دردناک نہ دیکھ لیں وہ ایمان نہ لائیں۔ (یعنی ایمان کی دولت اب ان کو آسانی سے مسیر نہ آسکے بلکہ اس سے پیشتر وہ کئے کی خاطر خواہ سزا بصورت عذاب الیم چکھ نہ لیں) ۸۹:۱۰ = اِسْتَقِيْمَا۔ امر متینہ مذکر حاضر۔ تم دونوں ثابت قدم رہو۔ استقامت سے (باب

استفعال)

لَا تَتَّبِعَنَّ۔ فعل نہی تنثیہ مذکر حاضر۔ بانوں ثقیلہ اِتِّبَاعُ مصدر (افتعال) تم دونوں ہرگز پیروی نہ کرنا۔ تم دونوں ہرگز اتباع نہ کرنا۔

۹۰:۱۰ = جَوَزْنَا۔ ماضی جمع مشکم مُجَاوِزَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے ہم نے پار کر دیا = اَذْرَكَهُ۔ اس نے اس کو پالیا۔ اَذْرَاكَ سے جس کے معنی کسی شے کو پوری طرح پالنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب کا ضمیر کا مرجع فرعون ہے = اَلْغَرَقُ۔ اسم فعل۔ ڈوبنا۔ غرقابی۔ اَذْرَكَهُ اَلْغَرَقُ۔ جب غرقابی نے اس کو اچھی طرح آلیا۔ یعنی جب اس کا غرق ہو جانا یقینی ہو گیا۔

۹۱:۱۰ = اَلْثَّنَّ۔ اصل میں اَلْثَّنَّ تھا۔ اِسْتَقْبَامُ انکار و توبیخ کے لئے ہے اسم ظرف زمان ہے۔ اس کا عامل محذوف ہے۔ گویا عبارت کی تقدیر یوں ہے اَتُوْا مِنَ الثَّنَّ (حِينَ يَكُنْتُمْ مِنَ الْحَيَاتِ) کیا اب ایمان لاتے ہو جب زندگی سے بالکل مایوس ہو گئے ہو۔ (اور موت سامنے دکھائی دے رہی ہے)

۹۲:۱۰ = نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ۔ ہم تیرے بدن کو بچالیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون مصر میں حکمران تھا۔ وہ رمیسس ثانی (Ramesses II) تھا جس کی لاش حنوط کی شکل میں مصر کی حنوط شدہ لاشوں میں دریافت ہوئی ہے (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ زیر عنوان ممی)



۱۰: ۹۳ = بَوَّأْنَا - ہم نے جگہ دی - ہم نے مناسب مقام تیار کیا - ہم نے مٹھرنے کی جگہ تیار کی - (ملاحظہ ہو ۱۰: ۸۷) بَوَّيَّةٌ سے ماضی جمع متکلم - مَبَّوَّآءُ - اسم ظرف - مٹھرنے کی جگہ مسکن - بَوَّاءُ اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہموار ہو اور اس کے کچھ اجزاء اوپر نیچے نہ ہوں -

= صِدْق - راستی - سچائی - نام نیک - سچی بات - عمدہ - پسندیدہ - صَدَقَ لَيَصْدُقُ کا مصدر ہے اس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے کے ہیں - اور چونکہ یہ ذکر خیر کا سبب اس لئے مجازاً نیک نام - ثناء اور ذکر خیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے -

الصِّدْقُ - الْكَذِبُ کی ضد ہے - اصل میں یہ دونوں قول کے متعلق استعمال ہوتے ہیں - خواہ اس کا تعلق زمانہ ماضی کے ساتھ ہو یا زمانہ مستقبل کے ساتھ - وعدہ کی قبیل سے ہو یا وعدہ کی قبیل سے نہ ہو - الغرض یہ بالذات قول ہی کے متعلق استعمال ہوتے ہیں پھر قول میں بھی صرف خیر کے لئے آتے ہیں دیگر اصناف کلام میں استعمال نہیں ہوتے - اسی لئے ارشاد ہے - وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا - (۱۲۲: ۴) اور خدا سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے؟ يَا إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (۵۴: ۱۹) وہ وعدے کا سچا تھا -

نیز ہر وہ فعل جو ظاہر و باطن کے اعتبار سے فضیلت کے ساتھ متصف ہو اسے صدق سے تعبیر کیا جاتا ہے - اس بناء پر ایسے فعل کو صدق کی طرف مضاف کیا جاتا ہے جیسے (۱) فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۴: ۵۵) یعنی سچے مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں -

(۲) اَنْ لَّهُمْ قَدَمٌ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۱۲: ۱۰) ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے -

(۳) اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ (۸۰: ۱۷) مجھے داخل کرا چھا داخل کرنا - یعنی میرا داخلہ اچھی طرح ہو -

(۴) وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَآئِيلَ مَبَّوَّأَصِدْقٍ - ہم نے بنی اسرائیل کو بہترین ٹھکانہ عطا کیا مَبَّوَّآءَ - مضاف - صِدْقٍ مضاف الیہ - مَبَّوَّأٌ صَالِحًا - (ایک اچھا ٹھکانہ)

= الْعِلْمُ - سے مراد (۱) تورات ہے - اور اختلاف سے مراد وہ اختلافات ہیں جو تورات کے مندرجات کی تائید میں ان میں پیدا ہو گئے - اور نتیجہ وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے تفہیم القرآن - مدارک التنزیل

(۲) قرآن ہے - اور اختلاف سے مراد یہاں بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اختلاف ہے



بعض لوہرات میں مذکور نشانیوں کی بناء پر صحیح تاویل کرتے ہوئے قرآن اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور بعض نے بعض حد کی بناء پر انکار کر دیا۔ (الحازن)

۹۵:۱۰ = تَكُونَنَّ - مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ۔

لَا تَكُونَنَّ - فعل نہی واحد مذکر حاضر بانون ثقیلہ۔ تو ہرگز نہ ہو۔

۹۶:۱۰ = حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ - کے لفظی معنی ہیں جن پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہو چکا ہے۔ کلمہ بمعنی کلام۔ بات۔ حکم۔ اور یہاں کلمہ رب کے کیا مراد ہے۔ مختلف مفسرین نے اس کے مختلف معانی لئے ہیں۔

ان پر حق کی حجت قائم ہو چکی ہے (ابن کثیر)

جن پر تیرے رب کا قول راست آگیا ہے۔ یعنی یہ قول کہ جو لوگ حق کے طالب نہیں ہوئے وہ اپنے دلوں پر صند۔ تعصب اور ہٹ دھرمی کے قفل چڑھائے رکھتے ہیں (تفہیم القرآن) جن پر تیرے اللہ کا فرمان صادق آگیا (یعنی اس کا یہ قانون کہ جو آنکھیں بند کر لے گا اسے کچھ نظر نہیں آئے گا) (ترجمان القرآن)

تیرے رب کا حکم یعنی خلقت ہوا۔ للتار ان پر راست آگیا (الحازن)

اس کا وہ قول جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ یا اس کا یہ قول وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلِكَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ط (۱۳:۳۲) (مدارک التنزیل)

۹۷:۱۰ = لَا يُؤْمِنُونَ بِرُؤُوفٍ - عبارت یوں ہے۔ لَا يُؤْمِنُونَ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ

كُلُّ آيَةٍ - اگرچہ ان کے پاس ساری نشانیاں آجائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے (حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پائیں گے اس وقت ان کا ایمان ان کو نفع بخش نہ ہوگا)

۹۸:۱۰ = فَكَوَلَا كَانَتْ قَرْيَةً ۱۱ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا ۱۲ اِلَّا قَوْمٌ يُّنْسِي۔

كَوْلَا کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) كَوْلَا نافیہ ہے اور فَكَوَلَا كَانَتْ قَرْيَةً - بمعنی فَمَا كَانَتْ قَرْيَةً ہے (کوئی بھی بستی ایسی نہ ہوئی) یہ ہر وی کا قول ہے۔

(۲) كَوْلَا استفہامیہ ہے۔ اور بمعنی هَلَّا۔ برائے سرزنش اور توبیخ کے استعمال ہوا ہے۔

یعنی کیوں نہ کوئی بستی ایمان لائی کہ اس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش ہوتا اور وہ عذاب سے بچ جاتی

إِلَّا حَرْفُ اسْتِثْنَاءٍ ہے قَوْمٌ يُّنْسِيُ مستثنیٰ۔ اس میں مستثنیٰ کی دو صورتیں ہیں۔



(۱) مستثنیٰ متصل - (۲) مستثنیٰ منقطع -

مستثنیٰ متصل وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو۔ جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمِ إِلَّا زَيْدٌ۔ زید قوم میں داخل تھا۔ لیکن إِلَّا سے قوم سے الگ (مستثنیٰ) ہو گیا۔ پس قوم مستثنیٰ منہ ہے۔

مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ إِلَّا ابْلِيسَ یہاں ابلیس ملائکہ کی جنس سے نہ تھا۔ بلکہ وہ جنوں میں سے تھا۔

۱۔ قَوْمٌ يُونُسُ۔ مستثنیٰ متصل اس صورت میں ہے کہ قریہ میں بھی افراد قوم ہی بستے ہیں۔ لہذا قوم یونس اور باشندگان قریہ ایک ہی جنس سے ہیں۔

۲۔ مستثنیٰ منقطع۔ اس لحاظ سے ہے کہ قریہ اور قوم لفظی لحاظ سے ایک جنس نہیں ہیں۔

ابن عطیہ کا قول ہے کہ لفظی لحاظ سے یہ استثنا منقطع ہے لیکن معنوی لحاظ سے مستثنیٰ

متصل ہے کیونکہ تقدیر عبارت یوں ہے مَا آمَنَ مِنْ أَهْلِ قَرْيَةٍ إِلَّا قَوْمٌ يُونُسُ۔

(کسی بستی کے بسنے والے ایمان نہ لائے بجز قوم یونس کے)

= كَشَفْنَا عَنْهُمْ - ماضی جمع متکلم - ہم نے ان سے دور کر دیا۔ ہٹا دیا۔

= عَذَابُ الْخِزْيِ - مضاف مضاف الیہ - رسوا کن عذاب۔

= مَتَّعْنَاهُمْ ماضی جمع متکلم - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - ہم نے ان کو مال و متاع دے کر

بہرہ مند کیا۔

۱۰: ۹۹ = اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ - ۱۔ استفہامیہ - فَ مقدر عبارت پر دلالت کرتی ہے۔ (یعنی اللہ

تعالیٰ چاہتے تو روئے زمین پر سب کے سب ایمان لے آتے لیکن مشیت ایزدی یہ نہیں ہے

تو کیا آپ....) تُكْرِهُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ (باب افعال) اِكْرَاهُ سے۔ تو ان کو مجبور کر لیا

یا تو ان سے زبردستی کرے گا (جب تک وہ مومن بن جاویں)

۱۰: ۱۰۰ = يَجْعَلُ الرَّجْسَ - الرَّجْسُ - کے اصل معنی ناپاک۔ نجس۔ پلید۔ اور گندہ

کے ہیں۔ جیسے اَوَّلَ لَحْمٍ خَيْرٌ فِائِهِ رَجْسٌ (۱۶: ۴۵) یا سور کا گوشت کہ یہ چیزیں بیشک

ناپاک ہیں۔

وَيَجْعَلُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ اور خدا (شرک و کفر کی) پجاست انہیں لوگوں

پر ڈالتا ہے جو ادلائل و حدانیت میں عقل کو کام میں نہیں لاتے۔

۱۰: ۱۰۱ = اَنْظُرُوا - نَظَرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دیکھو۔ تم غور کرو۔

= مَا ذَا - مَا ذَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔



(۱) اسم جنس ہے (۲) موصول ہے اور الَّذِی کا ہم معنی ہے (۳) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا موصولہ ہے (۴) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا اسم اشارہ ہے (۵) ذَا اسم اشارہ اور مَا زائدہ ہے (۶) مَا استفہامیہ اور ذَا زائدہ ہے۔

مَاذَا۔ کیا۔ مَاذَا تَفْعَلُ تو کیا کر رہا ہے۔ لِمَاذَا جِئْتَ تو کیسے آیا۔ کس لئے آیا  
= كَيْسَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ (۲۱۹:۲) تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔  
یہاں آیت میں ذَا بمعنی الَّذِی آیا ہے۔

= مَا تَعْنِي۔ مانافیہ ہے۔

= التَّذْذُرُ۔ مذہب کی جمع ہے ڈرائیوالے۔ یعنی رسول۔ پیغمبران۔ اور اگر التَّذْذُرُ بمعنی مصدر ہو تو بمعنی اِذْذَار (ڈرانا۔ تنبیہ کرنا) یعنی جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کو (التذکر) آیات اور رسول (یا اس کی تنبیہیں) کچھ بھی نفع نہیں پہنچاتے۔  
۱۰۲:۱۰ = فَهَلْ يَنْظَرُونَ۔ میں ہل نافیہ ہے۔

= اَيَّام۔ یوم کی جمع ہے۔ دن۔ وقت کے علاوہ یہ لفظ عذاب اور نعمت دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

والعرب تسمی العذاب اياماً والنعم اياماً۔ لقوله تعالى ذَكَرْهُمْ يَوْمَ اَيَّامِ اللَّهِ (۵:۱۴) عرب عذاب کو بھی ایام کہتے ہیں۔ اور نعمت کو بھی ایام کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ذَكَرْهُمْ يَوْمَ اَيَّامِ اللَّهِ۔ اور انہیں یاد دلاؤ اللہ کی نعمتیں۔

یا اَيَّام سے مراد وقائع۔ واقعات بھی مراد ہو سکتا ہے جیسے عرب پہلے واقعات کو اَيَّامُ العرب کہتے ہیں۔ اس صورت میں آیت ہذا میں ایام الذین خلوا من قبلہم سے مراد ان لوگوں کے واقعات و حالات جو ان سے قبل گزر چکے ہیں یعنی حجب اتمام حجت اور حق کے روز روشن کی طرح ظاہر ہو جانے پر بھی وہ نافرمانی اور سرکشی سے باز نہ آئے تو ان پر مختلف طریقوں سے اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

۱۰۳:۱۰ ثُمَّ۔ پھر اس وقت

= نُنَجِّي۔ مضارع جمع متکلم (باب تفعیل) تَنْجِيَةٌ۔ مصدر۔ ہم بچا لیتے ہیں۔

= كَذَلِكَ۔ بے شک ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہی اللہ کا دستور ہے۔

نُنَجِّي۔ مضارع جمع متکلم۔ اِنْبَاءٌ۔ مصدر (باب افعال) اصل میں نُنَجِّي تھا۔  
حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِّي الْمُؤْمِنِينَ۔ ہم پر یہ حق ہے کہ ہم مومنوں کو بچالیں۔



۱۰:۱۴ = يَتَوَكَّلْكَ - مضارع واحد مذکر غائب تَوَكَّلَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ (جو) تمہاری جانیں لے لیتا ہے۔ تمہیں موت دیتا ہے۔

۱۰:۱۵ = حَنِيفًا بَرُّوزَن فَعِيلٌ - صفت شبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حنیف کہلاتا ہے۔

حَنِيفًا - اَلَّذِينَ - کا حال بھی ہو سکتا ہے اور اَلْوَجْهَ کا بھی۔

پہلی صورت میں معنی۔ دوسرے ادیان سے بچ کر اس دین کو اختیار کروں۔ دوسری صورت میں معنی۔ تمام ادیان باطلہ سے منہ موڑ کر پوری استقامت کے ساتھ دین اختیار کروں۔

۱۰:۱۶ = لَا تَذْخُحْ - فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ آخر سے واو حرف علت محذوف ہے۔ تو مت پکار۔ تو مت عبادت کر۔

۱۰:۱۷ = يَمْسَسْكَ - مَسَّ يَمَسُّ (باب سَمِعَ) مَسَّ وَمَسَّيْسُ کسی کو ہاتھ سے چھونا کسی کو تکلیف پہنچانا۔ مَسَّ بِیْ پہنچانا۔ (متعدی) لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اِنْ يَمْسَسْكَ اللهُ بَضْرًا - اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے۔

= لَا كَاشِفَ - اسم فاعل مفرد مذکر۔ كَاشِفُونَ جمع۔ کوئی تکلیف کو رفع کرنے والا نہیں۔ كَشَفَ کھولنا۔ ظاہر کرنا (باب ضَرَبَ) باب سَمِعَ سے لازم ہے۔ بمعنی شکست کھانا = رَادَّ - رد کرنے والا۔ پھیرنے والا۔ دفع کرنے والا۔ رَوَّكْنَ والا۔ رَدَّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

= يُصِيبُ بِہ - پہنچاتا ہے۔ عطا کرتا ہے۔ بِہ میں ضمیر کامر جمع فضل ہے۔ یعنی جس کو چاہتا ہے فضل عطا کرتا ہے۔

۱۰:۱۸ = ذَكِيْلٌ - ذمہ دار۔ ضامن۔

۱۰:۱۹ = يَحْكُمُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ فیصلہ کرتا ہے۔ وہ فیصلہ کر دے۔



# (۱۱) سورۃ هُور مَکِّيَّة (۵۲)

۱۱: ۱ = اَلرَّ - حروف مقطعات - ملاحظ ہو۔

= کِثْبٌ - ای ہو کِثْبٌ - کتاب خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے - یہ وہ کتاب ہے  
= اُحْکِمَتْ - ماضی مجہول - واحد مؤنث غائب اِحْکَامٌ سے - جس کے معنی مضبوط اور  
محکم کرنے کے ہیں - یوں نختہ اور استوار کرنا کہ اس میں کسی خلل اور نقص کا گمان تک  
نہ ہے - بمعنی مضبوط اور مستحکم بنادی گئی ہیں۔

= فَصَّلَتْ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَفْصِيلٌ (تَفْعِيلٌ) سے کھول کر بیان کی  
گئی ہیں۔

= لَدُنْ - ظرف مکان ہے - بمعنی 'طرف' 'پاس'، عموماً اس سے پہلے مِنْ حرف جار آتا ہے  
جیسے قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا (۱۸: ۷۶) تم کو میری طرف سے (اپنے ساتھ نہ رکھنے کا)  
عذر حاصل ہوگا - رَبَّنَا اِنْتَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً (۱۸: ۱۰) اے ہمارے رب ہم پر اپنے  
ہاں سے رحمت نازل فرما۔

وَعَلَّمَنَّهُ مِنْ لَدُنَّا عِلْمًا (۱۸: ۶۵) ہم نے اسے اپنے پاس سے علم بخشا تھا۔

مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ - بڑے دانا اور باخبر (خدا) کی طرف سے

۱۱: ۲ = اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ ط یہ مفعول لڑ ہے ہر دو فعل اُحْکِمَتْ وَفَصَّلَتْ کا - بمعنی اس  
کی آیات کو محکم اور مضبوط بنایا گیا ہے - اور ان کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے -  
کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو - یا یہ کلام ماقبل سے منقطع ہے اور یہاں سے الگ کلام  
ہے - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے۔

تقدیر کلام یوں ہے قل لہم یا محمد الا تعبدوا اللہ۔

۱۱: ۳ = تَوْبُوْا اِلَیْہِ - اس کی طرف لوٹو - ای ارجعوا الیہ بالطاعة والعبادة - اس کی



اطاعت و عبادت کو حرز جان بنا کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ

= يُمَتِّعُكُمْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو بہرہ اندوز کرے گا۔ (باب تفعیل) مَتَاعًا حَسَنًا۔ اچھا مال و متاع۔ خوشگوار نعمتیں۔

= ذِي فَضْلٍ۔ زیادہ نیکی کرنے والا۔ مَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ فِي الْعَمَلِ۔ جو زیادہ عمل (نیک) کرے گا۔ فَضْلُهُ۔ عطاء۔ جزاء۔ یعنی اسی قدر اس کی جزاء اور عطا میں اضافہ ہوگا = يَوْمٍ كَبِيرٍ۔ یوم القیامۃ

۱۱: ۵ = يَتَنَوَّنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ثَنًى يَتَنَوَّنُ (باب ضرب) ثَنًى شَيْءٍ..... الشَّيْءُ۔ موڑنا۔ لپیٹنا۔ تکرنا۔ ثَنًى صَدْرَةً۔ اس نے اپنے دل میں دشمنی چھپائے رکھی جب اس کا صلہ عن ہو تو بمعنی موڑنا۔ پھیرنا۔ روکنا ہوتا ہے۔

اور جب اس کا صلہ علی ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کو کسی چیز پر لپیٹنا تاکہ وہ چھپ جاتے۔ يَتَنَوَّنَ۔ وہ دوہرا کئے دیتے ہیں (اپنے کفر و عداوت کو چھپانے کے لئے) = يَسْتَخْفُوا۔ مضارع جمع مذکر غائبِ اسْتِخْفَاءُ (اسْتَفْعَالٌ) سے۔ کہ وہ اڑ کر لیں پردہ کر لیں۔ چھپا لیں۔ اصل میں يَسْتَخْفُونَ تھا۔ لام تعلیل کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ = مِنْهُ۔ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔

= يَسْتَفْشُونَ ثِيَابَهُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائبِ ثِيَابَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ اسْتَفْشَاءُ مصدر۔ (باب استفعال) وہ اوڑھتے ہیں۔ يَتَخَطَّوْنَ بِهَا مَبَالِغَةً فِي الْاِسْتِخْفَاءِ۔ کپڑوں کو خوب اوڑھ لیتے ہیں اپنے آپ کو مزید چھپانے کے لئے۔

الْاَحْيَاءُ يَسْتَفْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ۔ خبردار (یاد رکھو) جب یہ کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے چھپے کو بھی جانتا ہے اور کھلے کو بھی۔

پارہ نمبر ۱۱ الحمد للہ آج مورخہ یکم ذوالحجہ بروز پیر  
کو تمام ہوا۔ مطابق یکم مئی ۱۹۹۵ء



پَارَةُ  
 وَمَا مِنْ دَابَّةٍ  
 (۱۲)  
 هُوْدٍ - يُوْسُفُ







# وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ

۶:۱۱ = دَابَّةٌ - الدَّبَّاءُ وَالدَّبَّابِيُّ - (باب ضَوْبَ) کے معنی 'آہستہ چلنا' اور رنگنا کے ہیں۔ یہ لفظ حشرات الارض کے متعلق زیادہ تر استعمال ہوتا ہے یہ لفظ عرف میں خاص کر گھوڑے پر بولا جاتا ہے مگر لغت میں ہر حیوان ذی حیات چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ دَابَّةٌ - ہر چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رنگنے والا جانور۔ اس کی جمع دَوَابٌّ اور مادہ دب ب ہے۔ دَابَّةُ الْأَرْضِ - ایک غیر معروف قسم کا جانور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ قیامت کے قریب خروج کرے گا اور نشان لگا کر ایمانداروں اور منکروں کو ایک دوسرے سے الگ کر دے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے وَإِذَا دَقَّ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (۸۲: ۲۷) اور جب ان کے بارہ میں وعدہ (عذاب کا) پورا ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔

= عَلَى اللَّهِ - اللہ کے ذمہ ہے۔

= مُسْتَقَرَّهَا - مضاف مضاف الیہ - مُسْتَقَرٌّ - ظرف مکانِ اسْتَقَرَّ (باب استفعال) سے بمعنی قرار - مُسْتَقَرٌّ بمعنی قرار گاہ - ٹھہرنے کی جگہ - ہا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع دَابَّةٌ ہے۔ مستقر سے مراد بعض کے نزدیک رحم مادر ہے۔ صاحب روح المعانی نے صلب پدر مراد لیا۔

= مُسْتَوْدَعَهَا - اسم ظرف مکان ہے۔ مضاف منصوب - ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ - امانت رکھنے کی جگہ - اِنْدَاعٌ امانت رکھنا خواہ اپنے پاس یا دوسرے کے پاس اِسْتِئْذَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) بطور امانت کسی کے پاس کچھ رکھنا - تَوْدِيعٌ (تَفْعِيلٌ) مسافر کو الوداع کہنا - یا چھوڑ دینا - جیسے قرآن میں ہے مَا وَدَّ عَلَّكَ رَبُّكَ (۳: ۹۳) (اے محمد تمہارا پروردگار نے نہ تم کو چھوڑا ہے۔

آیہ ہذا میں امانت رکھنے کی جگہ سے مراد بہشت پدر - قبر لیا گیا ہے۔ صاحب روح المعانی نے اس سے مراد موضعہا فی الارحام (رحم مادر) لیا ہے۔

= كُلٌّ - ای کل واحد من الدواب و رزقها و مستقرها و مستودعها (ہر ذی حیث



جانور۔ اس کا رزق۔ اس کی قرار گاہ اور اس کی بطور امانت رکھے جانے کی جگہ،  
 = کِتَابٌ مُبِينٌ۔ لوح محفوظ۔

۱۱: ۷ عَرْشُهُ۔ عرش۔ تخت شاہی۔ جیسے دَرَفَعَ اَبُو يَدٍ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲: ۱۰۰)  
 اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ يَا اَيُّكُمْ يَأْتِيَنِي لِعَرْشِهَا (۳۸: ۳۷) کوئی تم میں ایسا  
 کہ ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے۔

الْعَرْشُ۔ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوشٌ ہے قرآن حکیم پر  
 آیا ہے وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا (۲۵۹: ۲) اور اس کے مکان اپنی چھتوں پر گرے پڑے۔  
 اسی سے انگور کی بیلوں کے لئے ٹیٹیاں بنانا بھی عرش کہلاتا ہے اور ٹیٹوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں  
 مُعَرَّشٌ کہتے ہیں۔ ان معنوں میں قرآن میں ہے۔ وَمَا كَانُوا لِعَرْشُوتٍ (۱۳۷: ۷) جو وہ ٹیٹوں پر  
 چڑھاتے تھے۔

عَرْشٌ بمعنى عزت۔ غلبہ۔ سلطنت بھی استعمال ہے چنانچہ محاورہ ہے فَلَا تَكُنْ مِثْلَ  
 عَوْشَةٍ (فلاں کی عزت جاتی رہی)

اور جہاں تک عرش الہی کا تعلق ہے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں۔ اور اس  
 کی حقیقت انسان کے فہم سے بالاتر ہے وہ بادشاہ کے عرش کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس  
 صورت میں عرش باری تعالیٰ کا حامل قرار پائے گا نہ کہ محمول۔ حالانکہ ذات باری تعالیٰ اس  
 سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے۔

= دَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔ یہاں جملہ معترضہ ہے جو غالباً لوگوں کے اس سوال کے جواب  
 میں ہے کہ اگر آسمان و زمین اگر پہلے نہ تھے اور بعد میں پیدا کئے گئے تو پہلے کیا تھا؟ (تفہیم القرآن)  
 = يَبْنُوكُمْ۔ ل۔ تعلیل کے لئے ہے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ يَبْنُوكُمْ معناراً  
 منصوب واحد مذکر غائب۔ بِلَادٌ مصدر (باب نصر) بَلَىٰ مادہ۔ تاکہ وہ آزمائش کرے  
 یعنی اس نے آسمان و زمین اور ان کے مابین جملہ مخلوق، ان کا حیاتی انتظام و انصرام۔ بودا  
 خوراک و پوشاک، وغیرہ اس لئے پیدا کئے کہ تم کو خلیفۃ اللہ بنا کر تم کو اختیارات سونپ کر اس  
 پر اخلاقی ذمہ داریاں ڈال کر آزمائش کرے کہ تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔  
 (تفہیم القرآن۔ روح المعانی)

= فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ۔ لفظی معنی ہیں چھ دنوں میں۔ چونکہ جس زمانہ کے متعلق اس کا احتمال ہو  
 سورج کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ لہذا دنوں کا لفظ عام معنوں میں نہیں لیا جاسکتا۔ عربی زبان



یہ مطلقاً وقت اور زمانہ کے لئے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ زمانہ ایک دن کا ہو یا ایک سال کا۔ ایک صدی کا ہو یا ایک ہزار سال کا۔ خواہ کتنا ہی دراز کیوں نہ ہو۔ آیت ہذا میں سِتَّةَ أَيَّام سے مراد چھ ادوار زمانہ میں ہر دور کی مقدار کتنی تھی۔ قرآن اور حدیث میں اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔  
 = لَئِنْ۔ میں لام زائدہ ہے اور اِنْ حرف شرط ہے اِنْ شرطیہ پر آنے والا لام ہمیشہ زائد ہوتا ہے  
 = مَبْعُوثُونَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ قبروں سے اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔

۱۱:۸ = اَخْرَجْنَا۔ ہم روک لیں۔ ہم تاخیر کر دیں۔ ماضی جمع متکلم۔ تَاَخَيَّرُوا دَقَّعِيلٌ سے  
 = اُمَّةٌ۔ مدت۔ جماعت۔ طریقہ۔ دین۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو۔ اسے اُمَّت کہا جاتا ہے۔ خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بناء پر ہو (جیسے امت محمدیہ) یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو (جیسے پچھلی امتیں) امت باعتبار لفظ کے واحد ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

جہاں بھی امت کے معنی مدت کے ہوں گے وہاں اس کا مضاف محذوف ہوگا۔ اور مضاف الیہ قائم مقام مضاف کے سمجھا جائے گا۔ مثلاً آیت موجودہ میں اصل میں یوں تھا۔  
 وَلَئِنْ اَخْرَجْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابِ ابِ اِلٰی زَمَنٍ اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ۔ زَمَن کو حذف کر کے اُمَّة کو اس کا قائم مقام سمجھا گیا۔

اُمَّت کے مجازی معنی طریقہ اور دین کے بھی ہیں عربی میں ہے فُلَانٌ لِاُمَّةٍ لَہ۔ فلاں کا کوئی دین اور مذہب نہیں ہے۔  
 = يَخِيسُهُ۔ مضارع واحد مذکر غائب کا ضمیر واحد مذکر غائب۔ حَبَسْتُ سے (باب ضَوْب) (کس چیز نے) اس کو روک رکھا ہے۔

= اَلَا۔ حرف تنبیہ۔ خبردار ہو جاؤ۔ جان لو۔ دیکھو۔ سُنْ رکھو۔ کان کھول کر سُنْ لو۔ حرف بسیط ہے۔ مرکب نہیں ہے۔

= مَصْرُوفًا عَنْهُمْ۔ ان سے پھیرا نہیں جا سکیگا۔ ان سے ہٹایا نہیں جا سکے گا۔ ٹالا نہیں جا سکیگا  
 اَلصَّرْفُ۔ کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا۔ یا کسی اور چیز سے بدل دینا  
 یعنی جس روز وہ واقع ہوگا پھر ٹلنے کا نہیں۔

= حَاقَّ۔ اَلْحَيَوَاتُ۔ رباب ضروب کے معنی کسی چیز کو گھیرنے اور اس پر نازل ہونے کے ہیں۔ ب کے ساتھ آئے تو متعدی ہوتا ہے۔ وَحَاقَّ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِؤْنَ



آیت ہذا و آیت (۲۶: ۲۶) اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اسی نے ان کو گھیر لیا۔

۹:۱۱ = اَذَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِذَاقَهُ سے ذَوُقْ مادہ۔ ہم چکھاتے ہیں۔ ہم نے چکھایا۔  
ذَاقَ يَذُوقُ رباب نصر، چکھنا۔

= نَزَعْنَا مِنْهُ۔ ماضی جمع متکلم۔ نَزَعَ مصدر۔ ہم نے اس (رحمت کو) اس سے چھین لیا۔  
نَزَعَ۔ چھیننا۔ نکال دینا۔ چھانٹ کر نکال دینا۔

= يَوُسُ۔ صیغہ صفت مشبہ۔ يَاسُ سے۔ ناامید۔

= كَفُورٌ۔ ناشکرا۔ يَوُسُ كَفُورٌ۔ يَاسُ كَافِرٌ سے فَعُولُ کے وزن پر۔ مبالغہ کے صیغہ پر۔  
۱۰:۱۱ = لَعَمَاءُ وہ انعام جس کا اثر پانے والے پر ظاہر ہو۔ مراد راحت و آسائش۔  
= فَرِحَ۔ وہ لذت جو مطلوب کے حاصل ہونے پر دل میں پیدا ہوتی ہے۔ صفت مشبہ کا صیغہ  
خوش۔ اترانے والا۔ فرحت محسوس کرنے والا۔

= فَخُورٌ۔ مبالغہ کا صیغہ فَخُرٌ مصدر۔ بہت زیادہ فخر کرنے والا۔ شیخی خور۔ یعنی وہ اترانے  
لگتا ہے کہ یہ مال و دولت کی فراوانی اور اقبال مندیاں اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ ہیں۔  
۱۲:۱۱ = لَعَلَّكَ۔ لَعَلَّ اور لَکَ پر مشتمل ہے۔ لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے اور لَعَلَّ حرف  
مشابہ بفعل ہے۔ حرف عامل ہے اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع۔

اِنَّ يَا اَنْتَ۔ كَانَ لَيْتَ لَكِنَّ لَعَلَّ۔ ناصب اسم اندرافع در خبر صند ما و لا  
امید و خوف پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے۔

۱، امید کا رجوع کبھی متکلم کی طرف ہوتا ہے۔ جیسے لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ (۲۶: ۲۶) فرعون کی  
قوم والوں نے کہا، ”ہم کو امید ہے کہ (اگر وہ جیت گئے تو) ہم جا دو گروں کی پیروی کریں گے،“  
یہاں امید کا رجوع خود یہ کلام کرنے والوں کی طرف تھا۔

۲، کبھی مخاطب کو امید دلانے اور امید وار رکھنے کے لئے آتا ہے اس وقت امید کا رجوع  
مخاطب کی طرف آتا ہے کیونکہ امید و بیم کی کیفیت مخاطب کے دل سے متعلق ہے مثلاً  
لَعَلَّ يَتَذَكَّرُ اَدَّيْحَشِي (۲۰: ۴۲) شاید وہ غور کر لے یا ڈر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اس سے  
کہو کہ ہم اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ امید لے کر جاؤ کہ ”شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔ یہاں امید  
دلانے کا تعلق حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے ہے۔

۳، کبھی امید کا تعلق نہ متکلم سے ہوتا ہے اور نہ مخاطب سے بلکہ کسی تیسرے شخص غائب سے ہوتا ہے



جیسے فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضٌ مَّا يُؤْخَىٰ إِلَيْكَ (آیہ ۱۱: ۱۲) اگر تمہارے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ شاید تم کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آتی ہے۔ چھوڑ دو۔ یہاں یہ امید کی کیفیت، لوگوں کے دلوں میں ہے لَعَلَّ حرف مشبہ بفعل ہے اور کہ۔ لَک۔ نَا۔ هُمْ اس کا اسم۔

لَعَلَّ کا حرف جب اللہ تعالیٰ اپنے لئے استعمال کرے تو اس کے معنی میں قطعیت آجاتی ہے۔ اس بناء پر بہت سی آیات میں لفظ کئی سے اس کی تفسیر کی گئی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشے کے معنی لینا صحیح نہیں ہے۔

لَعَلَّ طمع اور اشتاق (ڈرتے ہوئے چلنے) امید اور خوف۔ بیم ورجاء کے معنی ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لَعَلَّہ۔ شاید وہ۔ لَعَلَّک۔ شاید تو۔ لَعَلَّنَا۔ شاید ہم وغیرہ۔

= وَصَائِقُ بِہ۔ صَائِقُ تنگ ہونے والا۔ صَيَّقُ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ الصَّيْقُ کے معنی تنگی کے ہیں یہ سَعَة کی ضد ہے وَصَائِقُ بِہ صَدْرُکَ اس خیال سے تمہارا دل ننگ ہو۔ اس کا عطف تَارِكٌ پر ہے۔

= وَكَيْلٌ۔ نگہبان۔ نگران۔  
۱۳: ۱ = اَمْ۔ کیا۔

= اِفْتَرٰہُ۔ اس نے اس کو خود گھڑ لیا ہے۔ ماضی واحد مذکر غائب اِفْتَرٰہُ (افتعال) سے۔  
فَتَرٰہُ يَفْتَرِي۔ فَرٰہُ مادہ۔ من گھڑت بات بنانا۔ عجیب بات۔ عظیم بات۔ لَقَدْ جِئْتُ نِيًّا فَرِيًّا (۱۹: ۳۷) تم ایک عجیب شے لائی ہو۔ اِفْتَرٰہُ میں کا ضمیر واحد مذکر غائب مَّا يُؤْخَىٰ إِلَيْكَ طرف راجع ہے۔

۱۳: ۱ = مُفْتَرِيٍّ۔ اسم مفعول جمع مؤنث۔ خود ساختہ۔ من گھڑت۔  
۱۴: ۱ = فَاَلَمْ اَیْ فَاِنْ لَّمْ۔

= لَمْ يَسْتَجِیْبُوْا اِلَکُمْ۔ اور اگر وہ تمہاری دعوت (برائے معاونت) قبول نہ کریں۔ مضارع نفی مجد۔ لَكُمْ میں ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مشرکین کی طرف راجع ہے جن کو یہ چیلنج دیا جا رہا ہے اسی طرح سے عَلَّمُوْا میں بھی خطاب مشرکین سے ہے۔

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ پس کیا (اب) تم اسلام لے آؤ گے۔

۱۵ = نُوْفٍ۔ وَفِيْہُ یُوْفٰہُ تَوْفِیۃً (باب تفعیل) پورا پورا دینا۔ نُوْفٍ اصل میں نُوْفِیۃ تھا ب شرط ہونے کے سبب ی ساقط ہو گئی۔

آیت میں ہَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الذمّیّا ہے۔



= لَا يُبْخَسُونَ - مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب بَخُسَ سے اور وہ دنیا میں کھائے میں نہیں رکھے جائیں گے۔ اگر ہا ضمیر کا مرجع اعمال کا بدلہ ہے۔ تو ترجمہ ہوگا ان کے اعمال کے عوض میں کمی نہیں کی جائے گی۔

۱۶:۱۱ = حَبِطَ يَحْبِطُ (رَسَعَ) اکارت گیا۔ ضائع ہو گیا۔ مٹ گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب = فِيهَا۔ اِیْ فِي الدُّنْيَا

۱۷:۱۱ = بَيِّنَةٌ - کھلی دلیل۔ برہان قاطع۔ واضح دلالت کو بَيِّنَةٌ کہتے ہیں خواہ دلالت عقلیہ ہو یا محسوس۔

بَيِّنَةٌ سے یہاں کیا مراد ہے۔ مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ عقلی دلیل۔ قرآن مجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ دین حق۔

= اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ - پچھلی دو آیات (۱۶:۱۵) میں ان لوگوں کا ذکر ہوا جن کی ساری تنگ و دو۔ دنیاوی زندگی۔ اور اس کے لوازمات کے حصول کی خاطر تھی۔ اور اب آیت ہذا میں وہ لوگ مذکور ہیں جو محض رضائے الہی اور ثواب آخرت کے لئے کوشاں ہیں۔ اس سوالیہ جملہ کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر کلام لولہ ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ كَمَنْ يُّرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيِّنٰهَا وَلَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ اِلَّا نَارٌ - کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن اور واضح دین پر چل رہا ہے اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو محض دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کا ہی خواہاں ہے اور جس کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کی آگ کے کچھ بھی نہیں۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ سے مراد بعض نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب مراد لئے ہیں اور جواب محذوف کَمَنْ هُوَ فِي ضَلٰلَةٍ وَّكُفْرٍ لِّیَا ہے = يَتْلُوهُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اگر یہ تِلَادَةٌ مصدر سے ہے تو معنی ہوگا وہ تلاوت کرتا ہے۔ وہ پڑھتا ہے اور اگر تِلُوْ مصدر سے ہے تو اس کا مطلب: وہ پیچھے چلتا ہے۔ وہ ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ ہر دو مصدر سے يَتْلُوْ باب نصر سے ہے۔

ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا لَوْ مَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ ہے یا صِرَ بَيِّنَةٍ ہے۔

= شَهِدٌ - گواہ۔ حاضر ہونے والا۔ بتانے والا۔ شَہَادَةٌ اور شَہُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ شَہِدٌ سے کون مراد ہے (۱) اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں



ابن عباس - علقمہ - ابراہیم نخعی - مجاہد - حکمرہ - ضحاک وغیرہم۔

(۲) اسی سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (حسن بصری۔ قتادہ)

(۳) اس سے مراد قرآن مجید ہے (الحسین بن الفضل)

== مِنْهُ۔ میں ۛ ضمیر کا مرجع یا تو اللہ ہے۔ یا القرآن۔

= اِمَامًا۔ پیشوا۔ مقتدار۔ رہنما۔ بروزنِ فِعَال۔ اسم ہے بمعنی مَنْ يُوْتَمُّ بِهِ۔ یعنی جس کا قصد کیا جاتے۔ چونکہ راہنما اور مقتداء کا قصد کیا جاتا ہے غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے خواہ حق میں پیروی ہو یا ناحق میں۔ اور خواہ جس کی پیروی کی جائے وہ انسان ہو کہ اس کے قول و فعل کی اقتدا کریں۔ یا کتاب جس کے اوامر و تنویہ پر عمل کیا جائے۔ مذکور مَوْنَتِ دونوں کے لئے آتا ہے نیز جمع کے موقع پر بلفظ واحد بھی مستعمل ہے۔

= اُولَٰئِكَ - اى من كان على هديۃ من رَّبِّهٖ - اسم اشارہ جمع۔

مندرجہ بالا آیت کے الفاظ سے متعلق مختلف اقوال کی روشنی میں

أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ

إِمَامًا وَرَحْمَةً أُولَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ كَاتِرٌ هَبْ حُبَّهِ مَفْعُودٌ صَوْرَتُوں میں ہو سکتا ہے مثلاً۔

۱) کیا وہ شخص (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل کی پیروی کر رہا ہو اور اس کے بعد ایک گواہ بھی پروردگار کی طرف سے (تائید میں) آگیا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب راہنما اور رحمت کے طور پر آئی ہوئی بھی موجود ہو۔ (وہ بھی دنیا پرستوں کی طرح انکار کر سکتا ہے) ایسے لوگ تو اس پر ایمان ہی لائیں گے۔

(تفہیم القرآن۔ یہاں اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ يَتْلُوْهُ بمصدر تَلَوٌ کی ضمیر برائے بَيِّنَةٍ شاہدِ براہِ قرآن مجید۔ مِنْهُ کی ضمیر کے برائے پروردگار متصور ہوئی)

(۲) کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی طرف سے ایک بین دلیل پر قائم ہوں۔ اور جن کے پاس خدا کی طرف سے ایک گواہ (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اسے پڑھ کر سناتا ہو (مصدر تِلَاوۃ سے) اور اس سے قبل موسیٰ کی کتاب بطور راہنما و رحمت بھی موجود ہو۔ وہ ان کی مانند ہو سکتے ہیں جو اس کے منکر ہیں (اور دنیاوی لالچ میں گرفتار ہیں)۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ فِي هَؤُلَاءِ اَشْهُبَتْ السَّحَابُ فَنُزِلًا مِّنْهَا مَاءٌ ثُمْلًا فَسَلَخَا وَاَتَتْهُنَّ سَائِرُ الْاَنْجَالِ يَتَخَفَتْنَ عَلَيْهِنَّ حَيْثُ كَانُنَّ يُصَلُّنَّ اَمْ تَرَوْنَ لَهُنَّ عَلِيمًا غَيْرَ الَّذِي هُوَ عَنِ كُلِّ شَيْءٍ خَبِيرٌ  
 سے ظاہر ہے۔ اور بَیِّنۃ سے مراد قرآن حکیم ہے۔ شاہد سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

(مولانا محمد علی)







وقت میں جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام کے کرنے سے رہ جانے کی بولا جاتا ہے قرآن میں آیا ہے وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ (۲۲: ۳۱) اور تم زمین میں خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ یعنی جسے وہ چاہے وہ کرنے سے تم اسے قاصر نہیں کر سکتے = يُضَاعَفُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب مُضَاعَفَةٌ (مُضَاعَلَةٌ) مصدر۔ بڑھا دیا جائے گا۔ دوگنا کر دیا جائے گا۔

= خَسِرُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ فعل لازم۔ نقصان اٹھانا۔ گمراہ ہونا۔ ہلاک ہونا۔ رباب سَمِعَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ۔ انہوں نے خود نقصان اٹھایا۔  
= ضَلَّ عَنْهُمْ۔ ان کو چھوڑ گئے۔ ان سے گم ہو گئے (یعنی وہ جھوٹے بت جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔ اور جو اپنے معبودانِ باطل سے انہوں نے موہوم امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب کہیں بھی نظر نہ آئیں)

۲۲: ۱۱ = لَا جَرَمَ۔ یقیناً اور حَقّاً کا ہم معنی ہے اور بعض کے نزدیک لَا جَرَمَ کا معنی ہے لَا ضِدَّ وَلَا مَنَعَ۔ کوئی روکا دٹ نہیں۔ کوئی ممانعت نہیں۔ کوئی روک نہیں سکتا۔  
لَا جَرَمَ وَلَا جُرْمَ۔ یعنی ضروری۔ یقینی۔ ناگزیر۔ سبھی قسم کے معنی دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ لَا جَرَمَ لَا فَعْلَكَ۔ قسم خدا کی میں ایسا ضرور کروں گا۔  
بعض کے نزدیک لَا زائدہ ہے جَرَمَ فعل متعدی ہے اور کَسَبَ کے معنی میں ہے بعض نے فعل لازمی بنا کر وَجَبَ کے معنی میں لیا ہے بعض نے لَا جَرَمَ کو مرکب بنایا ہے حَقّاً کے معنی میں

= الْأَخْسَرُونَ۔ افعال التفضیل کا صیغہ ہے۔ سب سے زیادہ نقصان پانے والے۔ گھانا پانے والے۔ خَسَارَةٌ وَخُسْرَانٌ مصدر۔ أَخْسَرُ کی جمع ہے۔

۲۳: ۱۱ = أَخْبَتُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ جھکے۔ انہوں نے عاجزی کی۔  
إِخْبَاتٌ (إِفْعَالٌ) سے جس کے معنی تواضع۔ اور خشوع و خضوع کے ہیں۔ الْخَبْتُ اصل میں نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔ أَخْبَتَ الرَّجُلُ أَدْمَى نے نشیبی اور نرم زمین کا قصد کیا یا وہاں اتر گیا۔ اس کے بعد لفظ الاخبات (افعال) نرمی اور تواضع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَكَثِيرٍ مِّنْ الْمُخْبِتِينَ (۲۲: ۳۴) اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔

آیہ ہدایں وَآخَبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی۔



اور حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق اس کا معنی خافض ہے قتادہؒ نے رجوع کا معنی کیا،  
 ۱۱: ۱۶ = عَذَابٌ يَوْمِ الْيَوْمِ۔ یوم کی صفت الیم مجازاً کی گئی ہے کہ عذاب کا وقوع  
 دن۔ (یعنی دن رات) میں ہی ہوتا ہے یعنی ایسا دن کہ جس میں دردناک عذاب ہی عذاب ہو  
 یوم سے مراد یوم قیامت بھی ہو سکتا ہے اور یوم طوفان بھی۔

۱۱: ۲۷ = اَرَادْنَا۔ ہم میں سے بچ قوم۔ ہمارے رذیل لوگ۔ اَرَادَ کی جمع جو رِذَالَةٌ  
 سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے۔

بعض کے نزدیک یہ جمع الجمع ہے رذل کی جمع اَرَذَلُ اور اَرَذَلُ کی جمع اَرَادِلُ ہے  
 = بَادِيَ السَّوَادِ۔ بادی النظر میں۔ ظاہراً۔ سرسری نظر میں۔

۱۱: ۲۸ = اَرَعَيْتُمْ۔ اَخْبَرُونِي۔ مجھے بتاؤ تو۔ سہلایہ تو بتاؤ

= فَعَمِيَّتْ عَلَيْكُمْ۔ پھر وہ پوشیدہ کر دی گئی ہو تم پر (یعنی وہ تمہاری نظروں سے پوشیدہ  
 ہو)۔ ماضی مجہول واحد مونث غائب۔ لَعَمِيَّةٌ (تفعیل) سے۔ جس کے معنی اندھا کر دینے  
 اور چھپا دینے کے ہیں۔

= اَنْلَزْ مُكْمُوْهَا۔ ا لف استفہامیہ نَلَزَمُ مضارع جمع مستکمل۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول  
 اول۔ هَا مفعول دوم۔ ضمیر کا مرجع الرَّحْمَةُ ہے۔ واو دو ضمیروں کے درمیان وصل کے  
 لئے ہے۔ کیا ہم اس کو تم پر چٹا دیں۔ کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں۔ (مقناوی)  
 اسی طرح اَسْقَيْنَكُمُوْهُ (۲۲: ۱۵)

= وَاَنْتُمْ لَهَا كَاِرْهُوْنَ۔ حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو۔ جب کہ تم اس کو ناپسند  
 کرتے ہو۔

۱۱- ۲۹ = يَقَوْمِ۔ اے میری قوم قَوْمِ اصل میں قَوْمِی تھا۔

= عَلَيْهِ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ تبلیغ رسالت کے لئے ہے۔ یعنی اس تبلیغ پر میں تم  
 سے کوئی اجر نہیں مانگ رہا۔

= طَارِدٍ۔ طَرَدٌ سے اسم فاعل۔ واحد مذکر حاضر۔ ہانکنے والا۔ تُطْرَدُ (باب نصر)  
 ہانکنا۔ کسی کو ذلیل و حقیر جان کر دور کر دینا۔ ہٹا دینا۔

وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ اٰمَنُوْا۔ یعنی میں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اپنے پاس  
 اس واسطے دھتکارنے سے رہا۔ جو تمہاری نظروں میں ذلیل ہیں لیکن وہ درحقیقت خداوند



تعالیٰ کے حضور شرف باریابی پانے والے ہیں۔

ایسا ہی مطالبہ کفار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ کہ جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ  
(الایہ ۶: ۵۲) اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں۔ خاص اسی کی رضا کا قصد کرتے ہوئے۔

== تَجْهَلُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جہالت کرتے ہو۔ تم نادانی کرتے ہو۔  
الْجَهْلُ - جہالت - نادانی - جہالت تین قسم پر ہے۔

۱، انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا۔ اور یہی اس کے اصل معنی ہیں۔  
۲، کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہئے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ قطع نظر اس کے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہے یا غلط۔ جیسے قصداً نماز ترک کر دینا۔

جہاں کا لفظ عموماً بطور مذمت بولا جاتا ہے مگر کبھی بغیر مذمت کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲: ۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔

وَلَكِنِّي أَرَىٰكُمْ كَثْرًا تَجْهَلُونَ - بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت کئے جا رہے ہو  
== أَفَلَا تَذَكَّرُونَ - مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ الف استفہامیہ۔ تم کیوں غور نہیں کرتے۔ تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔ تَذَكَّرُ (تَفَعَّلُ) سے دھیان دینا۔ نصیحت پکڑنا۔

۱۱: ۳۱ == تَزِدْرِي - مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِزْدِرَاءُ (اِزْتَعَالٌ) سے زُرّیٰ مادہ باب افتعال میں ت کو دے سے بدلا گیا ہے) تمہاری آنکھیں دیکھتی ہیں۔ (جنہیں تمہاری نظریں حقیر اور بے وقعت دیکھتی ہیں۔ یہ اصل میں تَزِدِرِي لَهُمْ أَغْنِيَكُمْ تھا۔ (یعنی مفعول محذوف ہے) بمعنی تم انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ زُرّیٰ علیٰ - کسی پر عیب لگانا۔

== لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا - کہ اللہ ان کو مہللاتی نہیں دیگا۔ اجر نہیں دے گا۔

== اِنِّیْٓ اِذَا لَمِنَ الظَّالِمِیْنَ - اِیْٓ اِنْ قُلْتَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ اِنِّیْٓ اِذَا لَمِنَ الظَّالِمِیْنَ (اگر میں کوئی ایسی بات کہوں تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا)

۱۱: ۳۲ == جَا دَلْتَنَا (باب مفاعله) تو نے ہم سے جھگڑا کیا۔ جَدَلٌ مادہ۔

== تَعَدُّنَا - تو ہمیں ڈراتا ہے۔ تو ہمیں دھمکی دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم



وعدہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے (تو ہم سے وعدہ کرتا ہے) لیکن یہاں پہلے معنی 'مراد ہیں'۔

۳۳: ۱۱ = مُعْجِزِينَ - ملاحظہ ہو (۲۰: ۱۱) عاجز کر دینے والے۔

۳۳: ۱۱ = يُغْوِيَكُمْ - مضارع منصوب - واحد مذکر غائب - اِغْوَاءُ (افعال) مصدر - کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - وہ تم کو کج راہ چھوڑ دے - وہ تمہیں گمراہ رکھے۔

۳۵: ۱۱ = اِفْتَرَاهُ - اس نے اس کو گھڑ لیا - اس نے اس کا افتراء کیا - اِفْتَرَا صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب فعل کے فاعل جمہور کے نزدیک حضرت نوح ہیں - لیکن مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - بصورت اول ہ ضمیر سے مراد وہ کلام جو حضرت نوح پر بذریعہ وحی نازل ہوا - اور دوسری صورت میں اس سے مراد قرآن حکیم ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

= اِجْرَامِي - میرے جرم کا وبال - ای وبال اجر امی۔

= وَاَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ - جو جرم تم کر رہے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

۳۶: ۱۱ = لَا تَبْتَئِسْ - تو غم نہ کھا - تو غمگین نہ ہو - اِبْتِئَاسٌ (افْتِعَالٌ) غمگین اور رنجیدہ ہونا فعل نہی واحد مذکر حاضر۔

۳۷: ۱۱ = بِأَعْيُنِنَا - ہماری نظروں کے سامنے - ہماری حفاظت اور نگرانی میں - وَوَحْيِنَا اور ہماری ہدایات کے مطابق۔

= وَلَا تَحْطِئُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا - اور ظالموں کے بارہ میں مجھ سے درخواست نہ کریں ۳۹: ۱۱ = مَنْ يَأْتِيهِ - ای ایسا من یا تہ نحن اوانسم - یعنی عنقریب ہی تم کو معلوم ہو جائیگا کہ عذاب کس پر آتا ہے ہم پر یا تم پر۔

= يُخْزِيهِ - جو اس کو رسوا کر دے گا جس پر نازل ہوگا (یہ عذاب دنیا ہے) عَذَابٌ مُّقِيمٌ - ایسا عذاب جو ہمیشہ رہیگا - (اور یہ عذاب آخرت ہے) مُّقِيمٌ اِقَامَةٌ سے اسم فاعل۔

۴۰: ۱۱ = فَارَءَ ماضی واحد مذکر غائب باب نصر - فَوْرٌ اور فَوْرَاتٌ مصادر اس نے جوش مارا - وہ ابل پڑا۔

= ذَوَّجَيْنِ اثْنَيْنِ - دو زوج - یعنی ایک نر اور ایک مادہ - زوج جوڑے کے ہر فرد کو کہتے ہیں - عورت کو بھی زوج کہا جاتا ہے اور مرد کو بھی - اس لئے جب ذو جین (تثنیہ) ہوگا تو اس سے جوڑے کے دونوں فرد نر اور مادہ مراد ہوں گے۔



= اَهْلَكَ - تیرے گھر والے - تیرے گھر کے لوگ، اَهْل مضاف لک ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ جب فعل استعمال ہو تو معنی اس نے ہلاک کیا۔ اس نے غارت کیا۔ کہے ہوں گے۔

= وَهَنَ اَمَنَ کا عطف اَهْلَكَ پر ہے اور وہ بھی جو ایمان لائے ہوئے ہیں  
إِلَّا حَرْفُ اسْتِثْنَاءِ ہے۔

مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مَتًى - مُسْتَثْنًی۔

ماسوائے اُن کے جن پر پہلے ہی حکم (ان کے غارت ہونے کا) جاری ہو چکا ہے

۱۱: ۴۱ = قَالَ - اِی قَالَ نُوحٌ

= اِرْكَبُوا - تم سوار ہو جاؤ۔ رُكُوبٌ سے امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر۔ رُكُوبٌ کے اصل معنی جانور کی پشت پر سوار ہونے کے ہیں۔ لیکن یہاں کشتی پر سوار ہونے کے لئے مستعمل ہے

= فِيهَا - اِی فِي الْفُلْكِ

= مَجْرِيهَا - مَجْرًی - مصدر مہمی مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ جَرًی

يَجْرِي (باب ضَرْب) سے۔ اس کا پانی کی طرح ہمواری کے ساتھ رواں ہونا۔ یا مَجْرًی

ظرف مکان یا ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی کشتی کے چلنے کی جگہ۔ یا چلنے کا وقت =

مُؤَسَّهَا - مُؤَسَّی مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مضاف الیہ۔ مصدر مہمی۔ اس کا ٹھہرنا

اس کا جمانا۔ مادہ رَسَوُ - رَسَا يَرْسُو (باب نصر) رَسَوُ کا معنی ٹھہرنا۔ جگہ پر جم جانا۔ اس کے

مصدر مہمی مَرَسَا آتا ہے۔ باب افعال سے مصدر اِرْسَاءُ اور مصدر مہمی مَرَسَا آتا ہے ٹھہرنا

جمانا۔ کشتی کا لنگر ڈالنا۔ مُؤَسَّی - ظرف مکان یا ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے

اِرْكَبُوا میں جو ضمیر فاعل ہے وہ ذوالحال ہے اور يَسْعِدُ اللّٰهُ ..... الخ حال ہے۔

یعنی کشتی میں یہ کہتے ہوئے سوار ہو۔ يَسْعِدُ اللّٰهُ ..... الخ - مَجْرًی وَ مَرَسًی ظرف زمان اور

ظرف مکان دونوں ہو سکتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہوں جہاں وہ چلتی ہے اور جہاں وہ رکتی ہے

بصورت ہر دو کے مصدر مہمی ہونے کے مضاف (وقت) محذوف ماننا پڑے گا۔

ای وقت جریھا دارساٹھا۔ جَرًی یَجْرًی ثلاثی مجرد ہے اور اِرْسًی یُرْسًی ثلاثی مزید فیہ۔

۱۱: ۴۲ = مَعَزٍ - اسم ظرف مکان۔ الگ جگہ۔ عَزَلٌ مصدر الگ کر دینا۔

۱۱: ۴۳ = سَاوًی - اَوًی یا وًی (باب ضرب) اَوًی - کسی جگہ نزول کرنا۔ کسی جگہ پناہ حاصل

کرنا۔ اَوًی الی کسی کے ساتھ مل جانا اور منضم ہو جانا۔ اَوَاهُ (باب افعال) اَوَاهُ - کسی کو جگہ دینا

سَاوًی اِلَی جَبَلٍ میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا۔ اور باب افعال سے وَتَوَوًی اِلَیْكَ



مَنْ نَشَاءُ (۲۳: ۵۱) اور جسے چاہو اپنے پاس ٹھکانہ دو۔

= لَعِصْمِي - عَسَمَ يَعِصِمُ - (باب ضَرَبَ) عِصْمَةٌ مصدر - وہ مجھے بچالے گا۔

۱۱: ۴۴ = اِبْلَعِي - بَلَغَ يَبْلَعُ رَفَعًا (امر واحد مؤنث حاضر - تو نگل جا۔ بَلَغٌ سے جس کے معنی نکلنے کے ہیں۔

= اَقْلَعِي - تو تھم جا۔ تورک جا۔ (بارش سے رُک جا۔) اِقْلَاعٌ (افعال) سے۔ امر واحد مؤنث حاضر۔

= غِيْضٌ - غَاضٌ يَغِيْضُ غِيْضٌ - (باب ضَرَبَ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب پانی کو زمین میں جذب کر دیا گیا۔ پانی خشک کر دیا گیا۔ پانی اتر گیا۔

= اِسْتَوَتْ - اِسْتَوَى اِسْتَوَاؤٌ - (افعال) ماضی واحد مؤنث غائب - وہ رشتی ٹھہر گئی۔ جب یہ علی کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے معنی کسی چیز پر چڑھنے - قرار پکڑنے اور مستوی ہونے کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں اِسْتَوَى فَلَدَانِ عَلٰی عُمَالَتِهِمَا فَلَاں نے اپنا عہدہ سنبھال لیا۔ قرآن میں ہے فَاسْتَوَى عَلٰی سُوْقِهِم (۲۹: ۲۹) اور پھر وہ اپنی نال پر سیدھی ہو گئی۔ یا آیت نہا میں - وَاسْتَوَتْ عَلٰی الْجُودِيِّ اور وہ جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

= بُعْدًا - بُعِدَ - دُورِ - ہلاکت - لعنت۔

اَلْبُعْدُ کے معنی دوری کے ہیں۔ یہ قُرْبُ کی ضد ہے۔ بُعِدَ (سَمِعَ) کے معنی مرنا کے ہیں۔ اور عُمُوًّا اَلْبُعْدُ ہلاک ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے فرمایا کَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ (۹۵: ۱۱) جیسے ثمود تباہ ہو گئے۔

چونکہ موت و ہلاکت اور لعنت میں بھی دوری ہوتی ہے اس لئے بُعْدٌ اور بُعِدَ کے معنی اکثر ہلاکت اور تباہی اور لعنت کے آتے ہیں۔ بُعْدًا اَللِّقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ - ہلاکت اور بربادی ہو ظالموں کے لئے۔

= قُضِيَ اِذَا مَرَّ - قصہ تمام ہوا۔ حکم کی تعمیل ہو چکی۔ کام پورا ہو گیا۔ یعنی جنہوں نے ہلاک ہونا تھا ہلاک ہو گئے اور جنہوں نے بچایا جانا تھا بچا لئے گئے۔

۱۱: ۴۶ = اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ - اِی اِنَّهٗ ذُو عَمَلٍ فَاَسِید - وہ صاحب اعمال فاسد ہے۔ یعنی اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں غیر صالح ہیں ذُو - کو مبالغہ کی خاطر حذف کیا گیا ہے۔

= فَلَا تَسْأَلْنِ اَصْلَی میں فَلَا تَسْأَلْنِی تھا۔ لَا تَسْأَلْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ نون وقایہ اور ی متکلم مفعول کے لئے ہے تو مجھ سے سوال مت کر۔ مجھ سے درخواست نہ کر۔



= اِعْظُكَ - وَعَظَ يَعِظُ وَعَظَ (ضَرْبَ) سے مضارع واحد متکلم لک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں۔

۴۸: ۱۱ = اِهْبِطْ - تَوَاتَرَ یعنی اب کشتی سے اتر جاؤ۔ هَبُوطٌ سے (باب ضَرْبَ) امر واحد مذکر حاضر۔

= عَلَى أُمَمٍ مِّمَّنْ تَعَلَكَ ان لوگوں پر جو تیرے ساتھیوں میں سے ہیں۔ یعنی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اُمَمٌ - اُمَمَةٌ کی جمع ہے بمعنی جماعت

= وَأُمَمٌ - اُمَمٌ مبتدا۔ خبر محذوف ہے تقدیر کلام: وَمِنْهُمْ أُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ۔ ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو ہم مال و متاع دیں گے۔ اپنی نعمتوں سے ان کو نوازیں گے۔

۴۹: ۱۱ = أَنْبَاءٌ - خبریں۔ حقیقتیں نَبَأٌ کی جمع ہے۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نَبَأٌ کہتے ہیں۔ اور جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نَبَأٌ نہیں کہتے۔ کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نَبَأٌ کہلانے کی مستحق نہیں۔ جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ و رسول نے بیان کیا ہو۔ اسی لئے نبی اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے حقیقتیں اور سچی خبریں بیان کرے = نُوحِيهَا - نُوحِيَ۔ مضارع جمع متکلم۔ ہم وحی کرتے ہیں هَا۔ ضمیر واحد دُنت غائب جس کا مرجع أَنْبَاءٌ ہے۔

۵۰: ۱۱ = وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا - اس کا عطف اَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ (آیت ۲۵) پر ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے وَارْسَلْنَا إِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا۔

اَخَاهُمْ (ان کا بھائی) یعنی انہیں کے نسب

= مُفْتَرُونَ - جھوٹے بہتان باندھنے والے۔ اصل میں اِفْتَرَاءٌ سے مُفْتَرِيُونَ تھا۔ اس کا واحد مُفْتَرٍ ہے

۵۲: ۱۱ = يُرْسِلِ - مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط (مکسور بالوصل) واحد مذکر غائب ہے

بھیجے گا۔ اَرْسَالَ (اِفْعَال) سے

= السَّمَاءَ - آسمان۔ ابر۔ بارش۔

= مِدْرَارًا - صیغہ مبالغہ۔ بہت برسے والا۔

اصل میں مِدْرَارٌ - دَرٌّ اور دِرٌّ سے ہے جس کے معنی دودھ کے ہیں پھر بطور



استعارہ بارش کے لئے استعمال ہونے لگا۔

يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَهُوَ سَلْدَةٌ مِدْرَارًا بَارِشًا يَهْبِجُكُمُ يَأْتِمُ بِرَبِّ  
 بَارِبَارٍ بَارِشًا بِرَسَاتِهِ فُلًا بِادِلٍ يَهْبِجُكُمُ يَأْتِمُ بِرَبِّ بَارِشًا يَهْبِجُكُمُ  
 = لَا تَتَوَلَّوْا - (جس کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں) اس سے روگردانی نہ کرو۔ منہ نہ موڑو  
 اعراض مت کرو۔

= مُجْرِمِينَ - ای مصوبین علی مَا انتم علیہ من الذُّجَامِ - اپنے جرموں پر اصرار کرتے  
 ہوئے میری دعوت سے روگردانی مت کرو۔  
 ۵۳: ۱۱ = تَارِكِي - تَارِكِي كِي جَمْع بِحَالَتِ نَصْبٍ وَجَرْمُضَافٍ إِلَهْتِنَا (مضاف مضاف الیہ)  
 مضاف الیہ۔ تَارِكِي اصل میں تَارِكِينَ تھا۔ ن بوجہ اضافت کے حذف ہو گیا (ہم) اپنے خداؤں  
 کو چھوڑنے والے (ہیں) یعنی نہیں چھوڑیں گے۔

۵۴: ۱۱ = اِعْتَرَاكَ - اِعْتَرَاكَ - ماضی - واحد مذکر غائب كَ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ -  
 اِعْتَرَاكَ يَعْتَرِي (افتعال) اِعْتَرَاءٌ - کسی شے کی طرف قصد کرنا اور اس پر چھا جانا۔ اِعْتَرَاكَ  
 (رَجْعٌ وَالْمَا) کسی پر چھا جانا۔ اِعْتَرَاكَ - تجھ پر غلبہ کر لیا ہے۔ تجھ پر چھا گیا ہے۔ عِدُو - عِدُو مَادَّةٌ  
 = اِنْ نَقُولُ میں اِنْ نَافِیہ ہے۔

= اِسْوَاءٌ - بَا تَعْدِیہ کے لئے لایا گیا ہے۔  
 اِنْ نَقُولُ ..... اِسْوَاءٌ - ہم (کچھ) نہیں بولتے سوائے اس کے کہ ہمارے کسی خدا نے  
 تم کو کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے

= اَشْهَدُ - اَشْهَدُ يَشْهَدُ - اَشْهَادُ - گواہ کرنا۔ میں گواہ کرتا ہوں۔ میں گواہ بناتا ہوں  
 = اَشْهَدُوا - تم گواہ رہو۔ شَهِدَ يَشْهَدُ (سمع) سے امر جمع مذکر حاضر۔ شَهِادَةُ مصدر  
 = تُشْرِكُونَ مِنْ دُونِهِ (تشرکون پر وقف نہ کیا جائے) تم شرک پہنچاتے ہو اس کے (خدا کے)  
 سوا۔

= اِنِّیْ بَرِّیْ عُمُ - میں بیزار ہوں۔ میں بری الذمہ ہوں۔ میرا کوئی سروکار نہیں۔  
 ۵۵: ۱۱ = فَكَيْدُوْنِیْ - میرے ساتھ داؤ گھات کرلو۔ میرے خلاف سازش کرلو۔ کَيْدٌ  
 مکر و فریب۔ چال۔ داؤ۔ اچھی تدبیر۔ بری تدبیر۔

(حُب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو بمعنی اچھی تدبیر)  
 = جَمِيعًا - تم سب۔ یا اَنْتُمْ وَاِلٰهَتُكُمْ - تم اور تمہارے (جھوٹے) خدا



= لَا تُنْظِرُونَ۔ مجھے مہلت نہ دو ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

۵۶:۱۱ = هُوَ۔ اِیَ اللّٰهُ۔

= اُخِذْتُ بِنَاصِيَتِهَا۔ پکڑنے والا ہے اسے پیشانی کے بالوں سے۔ پکڑے ہوئے ہے اس کو اس کی چوٹی سے۔ یعنی وہ سب پر قدرت رکھتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اس پر اپنا تصرف رکھتا ہے۔

۵۷:۱۱ = اِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر تم روگردانی کرو۔ تَوَلَّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَوَلَّوْا تھا۔ ایک تا حذف ہو گئی۔ تَوَلَّوْا سے۔

= فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهِ اِلَيْكُمْ۔ اِیَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهِ اِلَيْكُمْ۔ اگر تم پھر روگردانی کرو تو میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں۔

= يَسْتَخْلِفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب (باب استفعال) وہ جانشین بنادے گا۔  
= حَفِیْظٌ۔ نگہبان۔ نگہداشت کرنے والا۔

۵۹:۱۱ = جَحَدُوا۔ انہوں نے انکار کیا۔ وہ منکر ہوئے۔

جَحَدٌ وَجُحُوْدٌ سے (باب فتح) ماضی جمع مذکر غائب

= جَبَّارٌ۔ سرکش۔ زبردست۔ دوسرے کو مجبور کر دینے والا۔ متکبر۔ خود اختیار۔ جَبَّارِ ذات باری تعالیٰ کے لئے صفت مدح ہے۔ اور انسان کے لئے صفت ذم۔

= عَنِیْدٌ۔ عناد رکھنے والا۔ مخالف۔ بروزن فَعِیْلُ بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع عُنْدٌ ہے عَنِیْدٌ۔ ضدی جو حق کو پہچانتے جاننے سے انکار کرے۔ جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرے۔ اِذَا ابٰی اَنْ یَّقْبَلَ الشَّیْءَ دَانَ عَرَفَهُ جانتے ہوئے کسی شے کو ماننے سے انکار کرے۔

۶۰:۱۱ = اَتَّبِعُوا۔ اِتَّبَاعٌ (افتعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کے پیچھے لگا دیا گیا۔ ان کے پیچھے لگادی گئی۔

= بُعْدٌ ۱۔ دوری۔ ہلاکت۔ بربادی۔ (ملاحظہ ہو ۴۴:۱۱)

= قَوْمٌ هُوْدٌ۔ (ہود کی قوم) عطف بیان۔ اپنے متبوع عادی و صاحت کے لئے آیا ہے یعنی وہ قوم عاد جو لعنت دارین کی مستحق ہوئی۔ قوم عاد دو قبیلوں سے منسوب ہے عادِ اولیٰ جو حضرت ہود کی قوم تھی۔ اور عاد ثانی جو عمالقی تھے۔ یہ دونوں شاخیں عاد بن عوص



ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد سے ہیں

۶۱:۱۱ = وَالْإِنَّمَا تَمُودُ أَخَاهُمْ صَالِحًا۔ آیت ۵۰:۱۱ کی طرح اس کا عطف بھی اَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ۔ ۲۵:۱۱ پر ہے۔ اِی وَاَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صَالِحًا اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی (یعنی ان میں سے) صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔

= اَنْشَأَكُمْ۔ اَنْشَأَ يَنْشِئُ اِنْشَاءً (افعال) اس نے پیدا کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو پیدا کیا۔

= اِسْتَعْمَرَ كُمْ۔ اس نے تم کو آباد کیا۔ اِسْتَعْمَرَ اِسْتِعْمَارًا (اِسْتِفْعَال) سے ماضی واحد مذکر غائب کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَلْعِمَارَةُ۔ خَرَابَت کی ضد ہے۔ عَمَرًا اَرْضَهُ لِيَعْمُرَهَا عِمَارَةً۔ اس نے اپنی زمین آباد کی۔

قرآن مجید میں ہے وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۱۹:۹) اور مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا۔ اور وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ۔ (۵۲:۴۰) اور قسم ہے آباد کئے ہوئے گھر کی۔

اَلْعَمْرُ وَالْعُمُرُ۔ اس مدت کو کہتے ہیں جس میں بدن زندگی کے ساتھ آباد رہتا ہے۔

= مُجِيبٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ نکرہ اِجَابَةٌ۔ مصدر (باب افعال) جَوَّبَ مادہ۔ دعا قبول کرنے والا۔

۶۲:۱۱ = مَرْجُؤًا۔ اسم مفعول حالت نصب رَجُؤٌ ناقص واوی۔ (باب نصر) سے اصل میں مَفْعُولٌ کے وزن پر مَرْجُؤٌ تھا۔ دو واؤ اکٹھے ہوئے ایک کو دوسرے میں مدغم کیا مَرْجُؤٌ ہو گیا۔ حالت نصب میں مَرْجُؤًا۔ رَجَا يَرْجُو اَرْجَاءً وَرَجُؤًا۔ امید دار رہنا۔ امید کرنا۔ خوف کرنا۔ مَرْجُؤٌ۔ وہ جس سے امیدیں والبتہ ہوں۔

(حضرت صالح کی شرافت۔ متانت۔ ذہانت و فطانت کو دیکھ کر ان کو امیدیں تھیں کہ وہ سیادت و قیادت و مشاورت میں سرمایہ قوم ثابت ہوگا اور ان کے دین سے موافقت کر کے اس کے عروج کا باعث بنیگا۔ لیکن جب انہوں نے خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ تو ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا)

= اَتَنْهَنَّا۔ اَلْفِ اسْتِفْهَامِيَّةٌ تَنْهَى واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم۔ کیا تو ہم کو منع کرتا ہے ہم کو روکتا ہے تَنْهَى۔ (باب نصر۔ فتح۔ ضَرْب) روکنا۔ منع کرنا

= تَدْعُونَا۔ تو ہم کو بلاتا ہے۔ تو ہم کو پکارتا ہے دُعَاءٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم۔ دَعَوٌ مادہ۔



= مُرِيْبٌ۔ اسم فاعل اِرَابَةٌ (باب افعال) رِيْبٌ مادہ۔ متردب بنانے والا۔ تردد میں ڈالنے والا۔ بے چین کر دینے والا۔

یہاں شَكٌّ کی صفت ہے فِي شَكِّ مُرِيْبٍ (ہم) ایک ایسے شک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جو بے چین کر دینے والا ہے

۶۴: ۱۱ = اَرَاءَ يُتْمَدُ۔ مہلایا تو ہو ہی۔ مہلایہ تو بتاؤ۔

= تَزِيدُ ذَنْبِي۔ تم میرے لئے زیادہ کرتے ہو۔ زِيَادَةٌ (باب ضروب) سے مضارع جمع مذکر حاضر نَ وَ قَاہِیٰ ضمیر واحد متکلم۔

= تَخْسِرُ (باب نفعل) مصدر ہے زیاں کاری۔ نقصان پہنچانا۔ ہلاک کرنا (یعنی تم تو میرے نقصان میں اضافہ ہی کر رہے ہو)

= يَقُومُ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً۔ یہ کفار ثمود کے مطالبہ قَاتِ بِآيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۶: ۱۵۴) کے جواب میں ہے۔ آيَةً بوجہ حال کے منصوب ہے،

= فَذَرُوْهَا۔ تم اس کو چھوڑ دو۔ امر۔ جمع مذکر حاضر ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔

= تَاْكُلُ۔ فعل مجزوم۔ جواب طلب کی وجہ سے ہے۔

= فَيَاْخُذْكُمْ۔ میں ف حرف ناصبہ ہے جو فعل مضارع پر بتقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔ جیسے زُرْنِيْ فَاْكُرْ مُّك

۶۵: ۱۱ = فَعَقَرُوْهَا۔ انہوں نے اس (اونٹنی) کی کوئیں کاٹ دیں۔

= تَمَتَّعُوا۔ تم لطف اٹھا لو۔ تم (دنیاوی مال و متاع کا) فائدہ اٹھا لو۔

۶۷: ۱۱ = الصَّيْحَةُ۔ چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ چنگھاڑ۔

صَاحَ يَصِيحُ (ضَرْب) کا مصدر ہے۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے۔ اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

= جُثِمَيْنِ۔ اوندھے پڑنے والے۔ زانوں کے بل گرنے والے۔

جُثُوْمٌ سے جس کے معنی سینہ کے بل اوندھے منہ زمین پر پڑنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ اس کی واحد جَاثِمٌ ہے۔

۶۸: ۱۱ = لَمْ يَغْنَوْا۔ مضارع نفی جَدَلَمْ۔ جمع مذکر غائب۔ غَنَى مصدر۔ (باب سَمِعَ) انہوں نے

قیام نہیں کیا۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ غَنَى بِالْمَكَانِ۔ وہ مکان میں ٹھہرا۔ مَغْنَى۔ فرود گاہ۔

حَاثٌ لَمْ يَغْنَوْا فِيْهَا۔ گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ فِيْهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث



کا مرجع مِنْ دِيَارِهِمْ ہے۔

= بُعْدًا ۱۔ دوری۔ ہلاکت۔ ملاحظہ ہو ۴۴:۱۱ : ۶۰:۱۱۔

۶۹:۱۱ = اِبْرَاهِيمَ۔ اِیْ اِلٰی اِبْرَاهِيمَ۔ منصوب لوجہ غیر منصرف ہونے کے (عجہ اور مرفہ

ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے)۔

= لُبْشُرٰی۔ خوشخبری۔ ایسی خبر جس کو سن کر بشرہ (چہرہ) پر مسرت اور خوشی کے آثار نمایاں <sup>جائیں</sup>

= قَالُوا سَلَامًا۔ سَلَامًا کے نصب کی حسب ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) یہ بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور اس کا فعل محذوف ہے اِیْ نُسَلِّمُ عَلَیْكَ سَلَامًا ہم تجھ کو سلام کہتے ہیں۔

(۲) سَلَامًا۔ قَالُوا کا مفعول ہے انہوں نے سلام کہا۔

= قَالَ سَلَامٌ۔ سَلَامٌ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف۔ تقدیر یہ ہے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ

= لَبِثَ۔ ماضی واحد مذکر غائب (سَمِعَ) وہ رہا۔ وہ ٹھہرا رہا۔ قرآن مجید میں ہے قَالَ کَمْ

لَبِثْتُمْ (۱۱۳:۲۳) خدا تعالیٰ پوچھیکا۔ تم کتنے برس ہے۔ مَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ۔ لفظی ترجمہ ہوگا

وہ نہ ٹھہرا کہ آگیا۔ یعنی جلد ہی آگیا۔

= حَیْثُ۔ بریاں۔ تلاء ہوا۔ بھونا ہوا۔ حَیْثُ سے بروزن فعیل بمعنی مَفْعُولٌ صفت

مشبہ ہے۔ جیسے حَیْثُ بمعنی محمود ہے۔

= عِجْلٍ۔ بھڑا۔ گائے کا بچہ۔

۱۱:۴۰ اِیْنِهٖ مِیْنُہُ ضَمِیْرٌ وَاحِدٌ مَذْکُورٌ غَائِبٌ کَامَرْجِعٍ عِجْلٍ

= نَكَرَهُمْ۔ اَلِیْنِکَارُ۔ عِرْفَانٌ کی ضد ہے اس نے نہ پہچانا۔ اس نے اجنبی خیال کیا۔

وہ ان کی طرف سے شبہ میں پڑ گیا۔ انکار عدم معرفت ہے۔ لیکن بعض اوقات، انسان جانتے

ہوتے بھی انکار کر دیتا ہے۔ اسے کذب کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے یَعْرِفُونَ نِعْمَةَ اللّٰهِ

ثُمَّ یُنْکِرُوْنَہَا (۸۳:۱۶) یہ خدا کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر واقف ہو کر انکار کرتے ہیں۔

المنکر۔ ہر اس فعل کو کہتے ہیں کہ جسے عقل سلیم قبیح خیال کرے۔ یا عقل کو اس کے حسن و قبح

میں توقف ہو۔ مگر شریعت نے اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو۔ قرآن مجید میں ہے وَتَأْتُونَ

فِیْ نَارِیْکُمُ الْمُنْکَرِ (۲۹:۲۹) اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔

= اَوْجَسَ۔ اس نے محسوس کیا۔ اِیْجَاسٌ سے جس کے معنی دل میں محسوس کرنے اور

قلب میں پوشیدہ آواز پانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وَجَسَ مَادَّةٌ۔







= عَالِدٌ - ع برائے استفہام - کیا میں جنوں گی

= عَجُوذٌ - بڑھیا - پیرزن

= بَعْلِي میرا خاوند - بَعْل مضاف - ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ -

= شَيْخٌ بوڑھا - شَيْوُخ جمع -

۱۱: ۳ = تَعْجَبِينَ - تو تعجب کرتی ہے

= حَمِيدٌ - بروزن فعل بمعنی مَفْعُول مَحْمُودٌ صفت مشبہ - ستودہ - تعریف کیا ہوا  
سرا ہوا - حَمْدٌ سے -

= مَجِيدٌ - مجد - یجد مَجِدٌ کے معنی کرم و شرف اور بزرگی میں وسعت اور پہنائی کے  
ہیں - ذات باری تعالیٰ کا اس صفت کے ساتھ تصف ہونا اس کے وسعت فیض اور کثرت  
جود کے سبب ہے مَجِيدٌ وسعت کرم کا مالک - وسیع الفضل - کثیر الخیر - رفیع الشان  
سب سے بڑھ کر بزرگ -

۱۱: ۴ = الرِّزْعُ - خوف - ڈر - رَاعٌ يَرْزَعُ کا مصدر

= يُجَادِلُنَا - مضارع واحد مذکر - مُجَادَلَةٌ وَجَدَ اللَّهُ مصدر - باب مناعلة نا ضمیر مفعول جمع متکلم -  
وہ ہم سے (یعنی ہمارے فرشتوں سے) جھگڑا کرنے لگا -

۱۱: ۵ = آذَاهُ بروزن فَعَالٌ - مبالغہ کا صیغہ ہے بہت آہ آہ کرنے والا اپنے گناہوں پر دوسروں  
کی غمخواری میں - گڑ گڑا کر کثرت سے دعائیں کرنے والا - حمدل - کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا  
= مُنِيبٌ - اسم فاعل واحد مذکر - اِنَابَةٌ مصدر (باب افعال) تَوْبٌ مادہ - اللہ کی طرف  
رجوع کرنے والا - خلوص کے ساتھ توبہ کرنے والا - ہر طرف سے مڑ کر اللہ کی طرف لوٹنے والا -  
نَابَ يَنْوُبُ (نَصَرَ) کسی چیز کا بار بار لوٹنا - تَوْبَةٌ کا بھی یہی معنی ہے - نَائِبَةٌ وہ مصیبت  
جو بار بار لوٹتی ہے -

۱۱: ۶ = اَتِيَهُمْ - ان پر آئیوا لا ہے - اَتَى (آئیوا لا) مضاف ہُم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف  
الیہ - اَتَى يَأْتِي سے اسم فاعل -

= غَيْرُ مَرْدُودٍ - مَرْدُودٌ (مَفْعُول) اسم مفعول واحد مذکر - رَدٌّ سے باب نصر - ٹالا جانیوا لا  
لوٹایا جانیوا لا - غَيْرُ مَرْدُودٍ - جو لوٹایا نہیں جائے گا - جو ٹالا جانیوا لا نہیں -

رَدِّیَا گیا - شَيْطَانٌ مَرْدُودٌ

۱۱: ۷ = سِئٌ بِهَمْ - سُوؤٌ سے ماضی مجہول - واحد مذکر غائب - وہ دل گیر ہوا - غمگین ہوا -



== ضَاقٌ - ضِيقٌ سے۔ وسعت کی ضد ہے۔ وہ تنگ ہوا۔

== ذُرْعًا - طاقت۔ گنجائش۔ ہاتھ کی کشادگی۔ الذِّرَاعُ - کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے اخیر تک کا حصہ۔ ہاتھ (لمبائی کی اصطلاح میں) ذِرَاعٌ - جمع۔ ذُرْعَانٌ وَآذُرُوعٌ۔

تفسیر الخازن میں ہے۔ ”ازہری کا بیان ہے کہ: ذُرْعٌ - طاقت کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے؛ اور اس کی اصل یوں ہے کہ اونٹ اپنی رفتار میں اگلے قدموں کو پچھلے قدموں کی وسعت کے اعتبار سے بڑھاتا ہے اور جب اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے اگلے قدم تنگ ہو جاتے ہیں اور وہ کمزور ہو کر اپنی گردن لمبی کر دیتا ہے۔ پس ضِيقُ الذِّرْعِ عبارت ہے ضِيقُ التَّوَسُّعِ وَالطَّاقَةِ سے پس ضَاقٌ بِهِمْ ذُرْعًا سے معنی ہوئے کہ معاملہ کی خرابی سے رہائی کی صورت کوئی نہ مل سکی۔

علامہ بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ: جب انسان کسی مکروہ امر سے مدافعت میں عاجز ہو جائے تو یہ الفاظ دل گرفتگی اور انقباض کے اظہار کے لئے بطور کنایہ بولے جاتے ہیں۔

عربی میں محاورہ ہے ضَاقَ بِكَذَا ذِرَاعِي - میں اس سے عاجز ہوں۔ پس ضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا کے معنی ہوئے اس نے اپنے آپ کو ان کے سامنے بے بس پایا۔

== يَوْمٌ عَصِيبٌ - عَصِيبٌ - سخت۔ بھاری۔ عَصَبٌ سے۔ جس کے معنی سخت کس کر باندھنے اور گھیر لینے کے ہیں۔ بروزن فَعِيلٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ يَوْمٌ عَصِيبٌ سخت دن۔ سخت بھاری دن۔

۱۱: ۷۸ == يُهْرَعُونَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِهْرَاعٌ مصدر اِفْعَالٌ - تیز دوڑا ہونے مجہول کا صیغہ سرعت اور شدت جذبات کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی وہ تیزی اور سرعت سے حضرت لوطؑ کے گھر کی طرف دوڑے جیسے انہیں کوئی بیرونی طاقت مجبور کر رہی ہے اور وہ اٹھے جا رہے ہیں۔

یہ مجبوری کا مفہوم اس آیت میں بھی ہے فَهْمٌ عَلَىٰ أَثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ (۷۸: ۷۹) سو وہ بھی ان کے نقش قدم پر تیزی سے اندھا دھند چل پڑے (یعنی ان کے شوق و رغبت کی یہ شدت تھی کہ انہوں نے دلیل صحیح کی پیروی چھوڑ کر اندھی تقلید شروع کر دی گویا مجبور محض تھے)

نیز ملاحظہ ہو ۷۸: ۱۲۰ (وَالْفِتْيَانُ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ) اور جادو گر بے اختیار سجدہ میں گر گئے) - بَنَاتِي - میری بیٹیاں - یعنی قوم کی عورتیں۔ (جو پیشتر قوم کے افراد سے شادی شدہ تھیں اور باقاعدہ نکاح میں تھیں) اور جو کہ ایک نبی کے لئے بمنزلہ بیٹیاں ہی ہوتی ہیں۔



= هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ - خواہش نفسانی کو پورا کرنے کے لئے وہ زیادہ پاکیزہ اور بہتر ذریعہ ہیں  
= وَلَا تُحْزِنُ فِیْ ضَعْفٍ - یعنی میرے مہمانوں کو ذلیل کر کے مجھے ذلیل نہ کرو۔

یہ لفظ خِزْی سے بنا ہے بمعنی رسوائی یا خِزَايَةُ سے بمعنی چما۔ مطلب ہوگا مجھے شرمندہ نہ کرو

۱۱: ۷۹ = حَقِّ - حق سے یہاں مراد حاجت، ضرورت، سروکار ہے۔ اِی لیس لَنَا ہَمِّن

حَاجَةٌ دَلَّ لَنَا فِیْہِمْ شَہْوَةٌ - یعنی نہ ہمیں ان کی ضرورت ہے اور نہ ہی ان کی خواہش۔

۱۱: ۸۰ = اِذِی - میں بیٹھوں گا۔ میں فوکش ہو جاؤں گا۔ اِذِی سے باب ضرب اِذِی اِلَی

الْبَيْتِ - گھر میں اترنا۔ ٹھکانہ لیا۔ یا پناہ لی۔ قرآن میں ہے سَاوِی اِلَی جَبَلٍ (۱۱: ۲۳) میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔

= دُکُنْ - سہارا۔ کسی چیز کی وہ جانب جس کے سہارے وہ قائم ہوتی ہے۔ استعارہ کے طور پر نور اور قوت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیتہ ہذا: اے کاش! مجھ کو تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا سراپڑ سکتا۔

۱۱: ۸۱ = لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْكَ یہ (لوگ) تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ اِی لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْكَ

بِضُرُوْرٍ لَا مَكْرُوْہَ - یعنی وہ تمہیں کوئی گزند یا تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔

= اَسْرٍ - تو رات کو لے کر چل۔ اَسْرَاءُ سے جس کے معنی رات کو لے کر چلنے کے اور رات کو سفر کرنے کے ہیں۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔

قرآن مجید میں ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (۱۷: ۱) پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات۔

= یَقِطِعُ مِّنَ اللَّیْلِ - القطع فی اخوالیل - رات کے پچھلے حصہ میں وقیل من اَوَّلِ اللَّیْلِ - رات کے پہلے حصہ میں۔

= لَا یَلْتَفِتْ - نہی واحد مذکر غائب۔ اِلْتِفَاتٌ (افتعال) مصدر۔ لَفَتْ مادہ مکرر نہ دیکھے

= اِلَّا اَمْرًا تَاْتُكَ - اِلَّا حرف استثناء اِمْرًا تَاْتُكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنیٰ ہے۔

اَهْلِکَ - مستثنیٰ منہ۔ یعنی رات کو اپنے گھر والوں کو لے کر چل پڑو ماسوائے اپنی بیوی کے (یعنی اس کو نہ لیجانا)

= مُصِیْبُہَا - اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔

اس کو پالینے والا۔ اس پر پہنچ جانے والا۔ اَصَابَ یُصِیْبُ سے۔

= مَوْعِدٌ هُمْ - مَوْعِدُ اسم ظرف زمان۔ مضاف۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ



ان کے وعدہ کا وقت

۱۱: ۸۲ = سِجِّیل - کنکرہ - فارسی سنگ دگل - جو عربی میں آکر سِجِّل بن گیا

سِجِّیل کا لفظ سَجَّل سے بنا ہے بمعنی جاری کرنا۔ دے دینا۔ یعنی ہر پتھر دیا ہوا یا بھیجا ہوا تھا۔  
یا سِجِّل سے بنا ہے بمعنی لکھا ہوا۔ یعنی اللہ نے پتھروں پر لکھ دیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ سِجِّل اصل  
میں سَجِن تھا ت کو ل سے بدلا گیا۔ دوزخ کا ایک طبقہ  
= مَنُود۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ تہرتہ۔

نَضَدْتُ الْمَتَاعَ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ کے معنی ہیں سامان کو قرینے سے اوپر نیچے رکھنا۔ قرینے  
سے رکھے ہوئے سامان کو مَنُود یا نَضَدُ کہتے ہیں۔ جس تخت پر سامان جوڑ کر رکھا جائے اسے بھی  
نَضِدُ کہتے ہیں۔ اس سے استعارۃً فرمایا طَلَحُ نَضِدٍ (۵۰: ۱۰) جن کا گاجا تہرتہ ہوتا ہے۔ یا  
طَلَحُ مَنُودٍ (۵۶: ۲۹) اور تہرتہ کیلوں۔

۱۱: ۸۳ = مُسَوَّمَةٌ - اسم مفعول واحد مؤنث تَسْوِيْمٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ نشان زدہ حِجَارَةٌ  
کی صفت ہے۔ سِیمۃٌ - سُوْمۃٌ و سِیمًا - علامت - نشانی۔

= ھیے - ضمیر واحد مؤنث غائب حِجَارَةٌ مُسَوَّمَةٌ کی طرف راجع ہے۔  
۱۱: ۸۴ = لَا تَنْقُصُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نَقَصٌ (باب نصر) سے تم مت گھٹاؤ۔ تم مت  
کم کرو۔

= اَلْمِكْيَالِ - اسم آلہ مفرد۔ غلہ کو ماپنے کا پیمانہ۔ کَيْلٌ - مصدر۔ (باب ضروب) قَافٍ  
لَنَا الْكَيْلَ - (۸۸: ۱۲) آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا ماپ غلہ کا دیجئے۔

= اَلْمِيزَانِ - اسم آلہ وزن کرنے کا آلہ۔ ترازو۔ مصدر۔ وزن کرنا۔ (باب ضروب) جمع مَوَازِينَ  
= اِنِّیْۤ اَرٰکُمْ بِخَیْرِ - میں دیکھتا ہوں تم بخیر ہو۔

را، یعنی تم صاحب مال و دولت ہو۔ تمہیں ڈنڈی مارنے اور کم ماپنے یا تولنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔  
(۲) میں تم کو اچھا بھلا خوشحال پاتا ہوں لہذا تم اپنی مذموم حرکات اور افعال سے یہ خداداد نعمت  
زائل مت کرو۔

= یَوْمٍ مُّحِیْطٍ - وہ دن جو مجرم کو ہر طرف سے گھیر کر اسے مجبور اور بے بس کر دے گا۔

عَذَابٍ یَّوْمٍ مُّحِیْطٍ - اس دن کا عذاب جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔

روح البیان میں ہے وصف الیوم بالاحاطۃ والمراد العذاب۔ مُّحِیْطٌ لفظاً یوم کی  
صفت ہے لیکن مراد اس سے عذاب ہے یعنی میں ڈرتا ہوں اس دن سے کہ تم پر عذاب محیط



آجائے۔

۸۵:۱۱ = اَذْنُوا - اِيْثَاءُ اِفْعَالٌ، اَذْنُوْا يُوْثِنُ اِيْثَاءٌ رَوْنِي (لَفِيْفٌ مَفْرُوْقٌ) فَعْلٌ اَمْرٌ  
جمع مذکر حاضر۔ تم پورا کرو۔

= وَلَا تَبْخَسُوْا - فَعْلٌ نَهْيٌ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم کم نہ دو۔ بَخْسٌ سے باب فتح۔

= وَلَا تَعْتَوْا - فَعْلٌ نَهْيٌ جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو۔

الْعَيْثُ وَالْعَيْثُ - سخت فساد پیدا کرنا۔ جس فساد کا ادراک حسی ہو عَيْثٌ وَعْتُوْا کہلاتا ہے  
اور جس فساد کا ادراک حکمی ہوا سے عَيْثٌ کہتے ہیں۔ عَيْثٌ وَعْتُوْا۔ باب نصر کے مصدر ہیں  
اور عَيْثٌ وَعْتِيٌّ (باب سَمْع) کے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے وَلَا تَعْتَوْا فِي الدُّنْيَا  
مُفْسِدِيْنَ (۱۶۰:۲) اور ملک میں فساد اور انتشار مت پیدا کرو۔

۸۶:۱۱ = بَقِيْتُ اللّٰهُ - اِی مَا بَقِيَ اللّٰهُ لَكُمْ مِنَ الْحَلَالِ - حلال کی روزی اللہ جو بچیت  
دیوے۔ (هُوَ) خَيْرُكُمْ (مِمَّا تَاْخُذُوْنَهُ بِالْتَّطَفِيْفِ) وہ بہتر ہے تمہارے لئے اس بچیت  
جو تم ڈنڈی مار کر حاصل کرو۔

۸۷:۱۱ = اَصَلَوْتُكَ تَأْمُرُكَ (مَحْوُلٌ سے کہتے ہیں کیا) تمہاری نمازیں تمہیں یہی حکم دیتی ہے  
= اَذَانٌ تَفْعَلُ فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ - اِی اَذَانٌ نَتْرُكُ فَعَلْنَا فِيْ اَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ۔

(کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ الکشاف ذیلی نوٹ نمبر ۳)  
= اِنَّكَ لَنْتَ الْحَلِيْمُ التَّرَشِيْدُ ط۔ الْحَلِيْمُ۔ بردبار۔ تحمل والا۔ باوقار۔ الْحَلْمُ سے جس کے  
معنی ہیں نفس و طبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ و غضب کے موقع پر بھڑک نہ اُٹھے۔ بَرُوْزَنٌ فَعِيْلٌ  
صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع اَحْلَامٌ ہے۔ آیت اَمْ تَأْمُرُهُمْ اِحْلَاْمُهُمْ (۵۲:۳۲)  
میں بعض کے نزدیک عقلمیں مراد ہیں۔ اصل میں حلم کے معنی متانت کے ہیں مگر چونکہ متانت بھی  
عقل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے علم کا لفظ بول کر عقل مراد لیتے ہیں جیسا کہ مسبب بول  
کر سبب مراد لے لیا جاتا ہے۔ آیت ہذا میں اکثر مفسرین نے حَلِيْمٌ کے معنی عقل مند دانا لیا ہے  
گو بعض نے اس کے اصلی معنوں میں لیا ہے یعنی بردبار۔ تحمل والا۔ جو دوسروں کے گناہ اور غلطیوں  
کو تحمل کے ساتھ برداشت کرے۔

التَّرَشِيْدُ - نیک چال۔ راست باز۔ شائستہ۔ رُشْدٌ سے بَرُوْزَنٌ فَعِيْلٌ مَعْنٰی فَاعِلٌ  
ہے۔ التَّوْشُدُ وَالتَّرْشُدُ - غیُّ کی ضد ہے۔ اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے باب  
نَصْر۔ سَمْع۔ دونوں سے آتا ہے۔ اس جملہ کا لفظی ترجمہ یوں ہے۔ تحقیق تو بڑا عقلمند اور راست



دیندار ہے۔ لیکن یہ الفاظ استہزاء کہے گئے ہیں مراد ان کی ان صفات کی ضد ہے یعنی تم تو بڑے احمق اور کج راہ ہو یہ ایسے ہی ہے جیسے ہم کسی کنبوس مکھی چوس کو کہیں کہ کیا کہنے تمہاری سخاوت کے اگر حاتم طائی بھی تمہیں دیکھ لے تو تمہارے آگے سجدہ میں گر پڑے۔

یاریہ کہ تم تو اچھے بھلے سمجھ دار اور دیندار آدمی ہو تم سے ایسی باتوں کی امید نہ تھی کہ طعن و تشنیع کا نشانہ ہمیں ہی بناؤ۔

یاریہ کہ تم تو ہر دبار حلیم الطبع اور راست رو آدمی ہو جو دوسروں کی غلطیاں دیکھ کر تحمل سے کام لیتا ہے لیکن تم ہو کہ ان صفات سے متصف ہوتے ہوئے بھی ہمیں نکتہ چینی کا ہدف بناتے ہو ۸۸:۱۱ = اَرَاَيْتُمْ۔ جب ہمزہ استفہام رَاَيْتْ پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رفعیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اَرَاَيْتْ کے معنی ہوتے ہیں اَخْبَرْتَنِي لِهَذَا اَرَاَيْتُمْ بمعنی اَخْبَرُوْنِي ہے مھلا مجھے یہ تو بتاؤ

= مِنْ لَدُنْهِ۔ اپنی خدا کی طرف سے

= رِزْقًا حَسَنًا۔ عمدہ روزی۔ رزقِ حلال۔ نجس اور تلخیف کے مُبَرِّا یا اس سے مراد نبوت در سالٹ ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی

اَرَاَيْتُمْ اَنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا۔ میں جواب شرط محذوف ہے۔ یعنی اَخْبَرُوْنِي اِنْ كُنْتُ عَلَىٰ حُجَّةٍ وَاضِحَةٍ وَيَقِيْنٍ مِّنْ رَبِّي وَكُنْتُ نَبِيًّا عَلَى الْحَقِيْقَةِ اِيصح لى ان لا امركم بترك عبادة اللوثات والكت عن المعاصي مھلا بتاؤ تو سہی اگر میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلیل ہو اور میں سچا نبی منجانب اللہ ہوں تو کیا یہ درست ہو گا کہ میں تمہیں بت پرستی کو ترک کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے نہ کہوں۔

= اُخَالِفْكُمْ۔ مخالفة (باب مفاعلة) سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے اور کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہاری مخالفت کروں۔ کہا جاتا ہے خَالَفَنِي فُلَانٌ عَنْ كَذَا۔ جب کہ وہ اعراض کر رہا ہو اور تم اس چیز کا قصد کر رہے ہو۔ اور خَالَفَتْنِي اِلَى كَذَا۔ جبکہ تم اعراض کرنے والے ہو اور وہ قصد کرنے والا ہو۔

= مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ۔ جس سے میں تم کو منع کرتا ہوں۔

مَا اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفْكُمْ اِلَى مَا اَنْهٰكُمْ عَنْهُ۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں اس کا خود ارتکاب کروں۔ یعنی جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں تمہیں



راہِ راست کی ترغیب کے کر اٹا اس بات کی طرف خود جھک جاؤں۔

== تَوْفِيقِيْ - مضاف مضاف الیہ - میری توفیق - میری قدرت - مجھ سے بن آنا - توفیق کا معنی اچھے مقصد کے حصول کے لئے تمام اسباب کا مہیا کر دینا - یعنی میری کامیابی انحصار محض اللہ کی اعانت و تائید پر ہے۔

== اُنْيَبُ - اَنَابَ يَنْبِيْ (افعال) اِنَابَةٌ - (نَوْبٌ مَادَّة) سے مضارع واحد متکلم - میں رجوع کرتا ہوں - اَلنَّوْبُ کسی چیز کا بار بار لوٹ کر آنا - ثلاثی مجرد میں باب نصر سے آتا ہے۔

۱۱: ۸۹ = لَا يَجْرِمُكُمْ - فعل نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ تاکید جَزَمٌ مصدر باب ضَرَبَ - كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - ہرگز تم کو نہ اکسائے۔

== شِقَاتِيْ - مضاف مضاف الیہ - میری مخالفت - میری عداوت شِقَاتِيْ - بمعنی ضد - مخالفت - اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا۔

== اَنْ يُّصِيبَكُمْ - مبادا کہ پہنچے تمہیں - اَنْ بمعنی کہ۔

يُصِيبُ - واحد مذکر غائب مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔

اَصَابَ يُّصِيبُ اِصَابَةً (باب افعال) كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - کہ تم کو مصیبت پہنچے ۱۱: ۹۰ = وَدُّدٌ - صیغہ مبالغہ - محبت کرنے والا - ثواب دینے والا۔

اَلْوُدُّ کے معنی ہیں کسی چیز سے محبت کرنا اور اس کے ہونے کی تمنا کرنا - دَدَّ يُوَدُّ (سبع) وَدٌّ وَ مَوَدَّةٌ مصدر۔

۱۱: ۹۱ = مَا لَفَقَهُ - مضارع منفی جمع متکلم - ہم نہیں سمجھتے - فِقَهُ - مصدر - فِقَهُ لَفَقَهُ (سبع) فِقَهُ۔

اَلْفِقَهُ کے معنی علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنے کے ہیں اور یہ علم سے اخض ہے۔ قرآن میں ہے فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْفُقُومِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا (۴۸: ۲۸) ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات ہی نہیں سمجھ سکتے۔ علم الفقہ احکام شریعت کے جاننے کا نام ہے۔ فِقَهُ سمجھ، دانش علم - فِقِيْئَةٌ - عقل مند - دانشور - عالم دین سمجھ دار۔

== دَهَطَكَ - مضاف مضاف الیہ - تیری برادری - تیرے بھائی بند - دَهَطٌ بمعنی نفر - شخص قبیلہ - برادری - بھائی بند - افراد شخص کے معنوں میں آیا ہے تِسْعَةُ دَهَطٍ يُفْسِدُونَ (۲۷: ۲۸) نو آدمی تھے جو ملک میں فساد کرتے تھے۔

برادری - قبیلہ - بھائی بند کے معنوں میں آیت ہذا - اور اس سے اگلی آیت (۱۱: ۹۲)



يَقُومُ أَرْهَطِي اعْتَرَعَلَيْكُمْ مَتَّ اللَّهُ - اے میری قوم! کیا میری برادری کے لوگ تمہیں (اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزیز ہیں۔ اور آیت ہذا کا ترجمہ۔ اگر تیری برادری کے لوگ نہ ہوتے تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:- رھط خاندان کے ان افراد کو کہتے ہیں جو کسی شخص کی تقویت کا باعث ہوں اور دکھ سکھ میں اس کے شریک ہوں۔

رھط الرجل عشيرته الذی یستند علیہم ویستقوی بہم۔

= وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بَعِزٌّ - عزیز کے معنی محبوب۔ غالب۔ عزت والا۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ سبھی ہیں۔ عَزِيزٌ - فَعِيلٌ کے وزن پر عَزَّةٌ سے بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی نہ تو تو ہمارا اتنا لاڈلا ہے کہ ہم تیری زیادتیوں کو محبت کی خاطر برداشت کرتے رہیں۔ نہ تو ہم پر اتنا غالب اور اتنا طاقتور ہے کہ ہم اپنی کمزوری کے پیش نظر چپ رہیں۔ اور نہ تو اتنا معزز اور گرامی قدر ہے کہ ہم تیرا لحاظ کریں۔ ہم تو محض تیری برادری کی وجہ سے تیرا لحاظ کر رہے ہیں۔

۱۱: ۹۲ = اعَزُّ - عَزٌّ بمعنی عزت سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ عزت والا۔ زیادہ طاقت ور۔

= عَبَّكُمْ - اِیْ عِنْدَكُمْ -

= اِتَّخَذُ تُمُوًّا - اصل میں اِتَّخَذْتُ مَقَامًا - ضمیرہ کے اتصال کی بناء پر واو لایا گیا ہے تم نے اس کو بھیرا یا۔ تم نے اس کو ڈال دیا۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

= وَرَاءَكُمْ - وَرَاءَ - مصدر ہے جس کا معنی آڑ۔ حَدِّ فَاصل - کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ اور سوار کے ہیں۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔ وَیَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ - (۹۱: ۲) اور وہ انکار کرتے ہیں اس سے جو اس کے سوا ہے۔

بَنَدَ فَرِیقٌ مِّنَ الدِّینِ اَوْ تَوَّالِ الْکُتُبِ کِتَابَ اللّٰهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ (۱۰۱: ۲) اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کتاب اللہ کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا۔ پھینک مارا۔

آیت ہذا میں بھی پس پشت ڈالنے۔ ناقابل لحاظ اور ناقابل اعتناء سمجھنے کے معنی میں آیا ہے اور آگے ہونے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَضْبًا۔

(۷۹: ۱۸) اور ان کے سامنے کی طرف ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی جبین لیتا تھا۔

اوٹ اور آڑ کے معنوں میں آیا ہے اَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدِّیر - (۱۴: ۵۹) یاد یواروں کی اوٹ میں۔

= ظَهْرَیَّا - بھولا بھرا۔ فراموش شدہ۔ پیٹھ پیچھے ڈالا ہوا۔

علامہ زمرخشی لکھتے ہیں کہ۔ وَالظَّهْرُیُّ مَنْسُوبٌ اِلَى الظَّهْرِ وَالْکُسرُ مِنْ تَغْیِیْرِاتِ النَّسَبِ



و نظیراً فی قولہم فی النسبة الى اَمْسٍ - اَمْسِی - ظہرِی ظہر کی طرف منسوب ہے۔  
اور کسرہ نسبت کے تغیرات میں سے ہے۔ جیسے کہ اَمْسِی (کل گزشتہ) کی نسبت کرتے ہیں تو  
اَمْسِی بولتے ہیں۔

منشی الارباب میں ہے اِمِشِی بکسر ہمزہ منسوب است بِاَمِشِی برخلاف قیاس۔

ظہریّا منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے یہ مفعول ثانی ہے۔ اِتَّخَذَ تَمَوَّہ کی ہُ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول اول ہے

= مُجِيطُ اسم فاعل واحد مذکر اِحَاطَةً مصدر حَوَّطَ مادہ باب افعال۔ ہر طرف سے گھیرے  
میں لے لینے والا۔

۱۱:۹۳ = اَعْمَلُوا عَلٰی مَا كُنْتُمْ فِیْہِ (۱) اپنے طریقہ کے مطابق عمل کرو (۲) اپنے حُد اِمكان تک کوشش کرو (۳) اپنی حالت کے مطابق کام کرو (۴) اپنی جگہ پر کام کرو۔  
= اِنِّیْ عَمِلْتُ - اے اِنیٰ عامل علی مَکَا نِیّ۔

= یُخْزِیْدُ۔ (جو) اس کو رسوا کرے گا۔

= اِرْتَقِبُوا ۱۔ امر جمع مذکر حاضر اِزْتِقَابٌ مصدر باب افتعال۔ تم انتظار کرو۔

= رَقِيبٌ بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعل۔ انتظار کرنے والا۔ منتظر۔

۱۱:۹۴ = اَمْرُنَا۔ ہمارا حکم۔ یعنی ہمارا عذاب۔

= الصَّيْحَةُ - چیخ - کرک - ہولناک آواز۔ ملاحظہ ہو ۱۱: ۶۷

= جِثْمِیْن - اوندھے پُڑے ہوئے - (ملاحظہ ہو - ۱۱: ۶۷)

۱۱:۹۵ = عَاَنْ تَمْ يَغْنَوْا فِيهَا - ر (لاحظہ ہو ۱۱:۶۸)

== بُعْدًا - دوری - ہلاکت - نیز ملاحظہ ہو ۱۱: ۴۴ - بَعِدَتْ - وہ بتاہ ہوئی - اس پر لعنت ہوئی

وہ دور ہوئی۔ (باب سمع) بَعْدُ مصدر۔ ماضی واحد مَوْنَتْ غائب۔

۱۱:۹۶ = بِأَيِّتِنَا - وَهِيَ الْآيَاتُ النَّسَمُ (یہ نوشتانیاں تھیں)

١، العصا - ٢، اليد البيضاء - ٣، الطوفان - ٤، الجدار (مُدَى) - ٥، القمل - غلاكو

کھا جانے والا کثیرا چھڑی، (۶) الضَّقَادِغَ (مینڈک)، (۷) الدَّمَّ (خون)، (۸) النقص من

الشمرات۔ (پھلوں میں کمی ہر)، النقص من النفس (جانوں کی تلفی)

== سُلْطَنِ مُبِينِ - بُرْهَانِ قَاطِعِ - حُجَّتِ بَاطِلِہ - صَرَحِ دِلِ - کھلی سُنَدِ

(یعنی معجزہ) مادہ سَلَطٌ (ثلاثی مجرد) یا سَلَطَنْ (رباعی مجرد)۔



حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک جگہ سُلْطٰن سے حُجَّت مراد ہے۔

۹۷:۱۱۔ مَلَاۤئِکَہٗ۔ اس کے سرداروں کی جماعت۔ اَلْمَلَاۤئِکَۃُ اسم جمع معروف باللام۔ مَلَاۤئِکَۃٌ بمعنی بھردینا۔ قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں ہیبت بھر دیتے ہیں اسی لئے ان کو مَلَاۤئِکَۃٌ کہتے ہیں نیز ملاحظہ ہو ۸۷:۱۱

رَشِیْدٌ ہدایت والی راہ۔ درست۔ اور فرعون کی بات کچھ راہ کی بات تو تھی ہی نہیں۔

نیز ملاحظہ ہو ۸۷:۱۱۔

۹۸:۱۱۔ یَقْدُمُ قَوْمَہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَدَّمَ مصدر باب نصر۔ وہ پیشوا کی کرے گا وہ آگے آگے ہو گا۔ اپنی قوم سے۔

اَدْرَدَہُمْ۔ اَدْرَدَ (اِفْعَالَ) سے ماضی واحد مذکر غائب اس نے پہنچایا۔ وہ لے آیا۔ اس نے لا ڈالا۔ اِیْرَادُ کے اصل معنی گھاٹ پر لانے کے ہیں مگر بعد میں اس کا استعمال مطلق حاضر کرنے اور لے آنے کے لئے ہونے لگا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو لا ڈالے گا آتش (جہنم) میں۔

الْوِزْدُ۔ اسم۔ اترنے کی جگہ۔ وارد ہونے کی جگہ۔ پانی کا گھاٹ۔ یا گھاٹ کا پانی۔ پانی کا حصہ اس کا مصدر وُزِدَ ہے جس کا معنی ہے پانی کی تلاش میں جانا۔ قصد کرنا۔ پھر ہر جگہ کا قصد کرنے پر بولا جاتا ہے اور پانی پر پہنچنے والے کو وَاَرِدٌ کہتے ہیں اور اس کو بھی کہتے ہیں جو قافلے کے آگے جا کر پانی کی تلاش کرتا ہے اور مہتیا کرتا ہے جیسے قرآن میں ہے فَآرَسُوا وَاَرَادَہُمْ (۱۲:۱۹) اور انہوں نے پانی کے لئے اپنا سقہ بھیجا۔

اَلْمَوْزُوْدُ۔ وِزْدٌ کی صفت ہے مفعول کے وزن پر۔ یعنی وارد ہونے کی جگہ۔ جس جگہ کار پانی کے لئے، قصد کیا گیا ہو۔ وِزْدُ الْمَوْزُوْدِ۔ پانی کا وہ حصہ یا جگہ جسے قصد تلاش کر کے حاصل کیا گیا ہو۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔

فالورد نصیب من الماء والمورد صفتہ والمخصوص بالذم محذوف وهو النار۔ ورد کا معنی ہے پانی کا حصہ۔ یہ موصوف ہے اور الموزود اس کی صفت ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے۔ اور وہ النار (آتش جہنم ہے) وِزْدُ اور مورد دونوں مل کر وِزْدِی کے فاعل ہیں







کچھ بچت بھی نہ کر سکے۔

= لَمَّا - جب۔

= تَقْيِيبٌ - خسارہ میں رہنا۔ گھاٹا میں رہنا۔ تباہ و برباد کرنا۔ ہلاک کرنا۔ خسارہ۔ تباہی و بربادی ہلاکت۔ النَّبْتُ وَالنَّبَاتُ (ضرب) کے معنی مسلسل خسارہ میں رہنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے تَبَّتْ يَدَا آدَمَ لَهَبٍ (۱:۱۱۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں۔ (یعنی وہ ہمیشہ خسارے میں ہے) ۱۱:۱۰۳ = فِیْ ذَٰلِكَ میں اشارہ ان امتوں کے قصوں کی طرف ہے۔ جو اپنی نافرمانی اور عصیان کی وجہ سے برباد ہو گئیں اور جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اور ذَٰلِكَ یَوْمٌ میں اشارہ یوم القیامۃ کی طرف ہے۔

= لَهُ۔ اس (دن) میں مَجْمُوعٌ لِّهِنَّ النَّاسُ اس دن (روز قیامت) کل انسان جمع کئے جائیں گے۔

= مَشْهُودٌ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ حاضر کیا گیا۔

الْمَشْهُودُ وَالشَّهَادَةُ کے معنی کسی چیز کے مشاہدہ کرنے کے ہیں خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے ہو اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (۱۲:۵۹) پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ لیکن ادنیٰ یہ ہے کہ مَشْهُودٌ کے معنی صرف حاضر ہونا ہوں اور شَّهَادَةُ میں حاضر ہونے کے ساتھ مشاہدہ کا بھی اعتبار کیا جائے۔

یہاں مَشْهُودٌ بمعنی مَشْهُودٌ فِیْهِ ہے (جب کہ ضمیر واحد مذکر غائب یَوْمٌ کے لئے ہے) یعنی وہ دن جب تمام انسان حاضر کئے جائیں گے۔

۱۱:۱۰۴ = وَمَا نُنْخِزُكَ۔ ہم نے اس (یوم قیامت) کو ملتوی نہیں کر رکھا إِلَّا (مگر) لِأَجَلٍ مَّعْدُودٍ۔ ایک وعدہ کے لئے جو مقرر شدہ ہے۔

۱۱:۱۰۵ = یَوْمَ۔ اِیْ اُذْکُرْ یَوْمَ۔ یعنی بوجہ اُذْکُرْ منصوب ہے،

= یَأْتِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِتَّيَانٌ مصدر۔ (باب ضَوْب) اصل میں یَأْتِی متھا۔ مقام شرط میں واقع ہونے کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا گیا۔ فعل لازم ہے (اگر اس کے بعد مفعول پر بآ آئے تو فعل متعدی ہوتا ہے)

یَأْتِ کافاعل کون ہے؟ اس کے متعلق صاحب الکشاف لکھتے ہیں :-

فَإِنْ قُلْتَ فَاعِلُ یَأْتِی مَا هُوَ؟ قُلْتُ اللَّهُ عَزَّوَجَلَّ۔ اس صورت میں یَوْمَ یَأْتِ کا ترجمہ ہوگا۔ (یاد کرو وہ) دن جب اللہ تعالیٰ جہلہ افرور ہوگا۔



اور مدارک التزیل میں ہے۔

فاعل یأت ضمیر یُرجع الی قوله یوم مجموع له الناس۔ یعنی اس فعل کا فاعل وہ دن ہے جس دن تمام انسان جمع کئے جائیں گے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔  
(یاد کرو وہ) دن جب حشر کا دن آئے گا۔

== لَا تَكَلَّمُ۔ مضارع منفی واحد مونث غائب "وہ نہیں بولے گی۔ وہ بات نہیں کرے گی۔ تَكَلَّمُ (تَفَعَّلُ) سے۔ اصل میں تَتَكَلَّمُ تھا۔ ایک تار حذف ہو گئی (کوئی شخص بول نہ سکیگا) = إِلَّا بِإِذْنِهِ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ (۳۸: ۷۸) کوئی نہ بول سکیگا بجز اس کے کہ جس کو خدا نے رحمن اجازت دے۔

= فَمِنْهُمْ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی ان میں سے بعض۔ مِنْ جار۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الناس کے لئے جو مجموع لہ الناس میں مذکور ہے۔ یعنی اہل عرش۔ مجرور۔ جار مجرور مل کر خبر مقدم شقی۔ مبتدا فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ۔ ان میں سے بعض شقی ہوں گے۔

= شَقِیٌّ۔ شَقَاةٌ سے بردن فحیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع اشقیاء ہے الشَقَاةُ بدبختی۔ یہ سعادت کی ضد ہے۔ شَقِیٌّ (سَمِعَ) شَقُوۃٌ وَشَقَاةٌ وَشَقَاءٌ کے معنی بدبخت ہونے کے ہیں۔ غَلَبَتْ عَلَيْنَا شَقْوَتُنَا (۱۰۶: ۲۳) ہم پر ہماری بدبختی غالب ہو گئی۔ یہاں آیت ہذا میں شَقِیٌّ سے مراد الذی وجبت له النار لاساءتہ جس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم اس پر واجب ہو گئی۔ اسی طرح السعید الذی وجبت له الجنة لاحسانہ۔ سعید وہ جس پر اس کے نیک اعمال کے سبب جنت واجب ہو گئی۔ خوش نصیب۔ خوش بخت۔ نرا دار جنت  
۱۰۶: ۱۱ = شَقُوا۔ شَقَاةٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ بدبخت ہوئے۔

= فِیْہَا۔ ای فی النار۔

= زَفِيرٌ۔ چلانا۔ زَفَذَ زَفِيرٌ۔ (ضَرْبَ) کا مصدر ہے۔ زَفِيرٌ اور شَهيقٌ دونوں گدھے کی آوازیں ہیں۔ قال الضحاک والمقاتل والفراء الزفير اول شهيق الحمار والشهيق اخره۔ زفير گدھے کی شروع کی آواز ہے اور شہیق اس کی آخری آواز ہے۔  
الحاذن بغدادی لکھتے ہیں :-

الزفير تردید النفس فی الصدر حتی تنفتح منه الضلوع والشهيق



رَدَّ النَّفْسَ إِلَى الصَّدْرِ - زہرِ سانس کا سینہ میں اندر باہر آنا جانا ہے۔ (اس شدت سے کہ پسلیاں اس سے پھولنے لگیں۔ اور شہیق سانس کا سینہ کے اندر لے جانا ہے۔  
 رَوِیَ الزَّفِيرُ مَذَّةً وَخَرَجَ مِنَ الصَّدْرِ (اور زہرِ سانس کو کھینچ کر سینہ سے باہر نکالنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل دوزخ طرح طرح کی دردناک آوازوں میں چیختے چلاتے رہیں گے۔  
 = شَهِيْقٌ - دھاڑنا۔ چلانا۔ مصدر ہے۔ شَهَقَ يَشْهَقُ (ضرب) گدھے کا آواز نکالنا۔ نیز باب سمع اور فسح سے بھی آتا ہے۔

۱۰۷:۱۱ = فَعَّالٌ - صیغہ مبالغہ فاعل سے۔ زبردست کام کرنے والا۔ خود مختاری سے کرنے والا  
 ۱۰۸:۱۱ = سَعِدُوا - سَعَدٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نیک بخت بنائے گئے۔ (باب فتح) سَعَدٌ (باب فتح) کے معنی نیک بخت کرنا۔ میں اہل لغت نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے آیت ہذا سے استدلال کرتے ہوئے ان معنوں کو جائز رکھا ہے لیکن محققین اہل لغت نے اس سے انکار کیا ہے ان کا بیان ہے کہ ان معنی میں عرب کا محاورہ اسْعَدَكَ اللهُ (اللہ اس کو نیک بخت کرے) ہے۔ اور یہ کہ سَعَادَةٌ - شَقَاوَةٌ کی طرح لازم ہے۔

سیبویہ نے کہا ہے کہ یہ لغت قیاس سے خارج ہے۔ یا یہ باب فَعَلَ فَعَلَتْهُ سے ہوگی یعنی لازم بھی اور متعدی بھی۔ جیسے کہ غَاصٌ وہ گھٹ گیا۔ اور غَضَبْتُہ میں نے اس کو گھٹا دیا۔ اسی طرح سَعَدَ وہ نیک بخت ہوا۔ اور سَعَدْتُہ میں نے اس کو نیک بخت کیا۔

لیکن لغت الفرائد الدرر اور لغت المنجد میں سَعَدَ (باب سمع) اور سَعِدَ کا مصدر سَعَادَةٌ لکھا ہے۔ بمعنی نیک بخت ہونا۔ خوش نصیب ہونا۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ وَذَكَرَ انْ الْفَرَاءَ حَكِي انْ هَذَا يَلَا تَقُولُ : سَعَدَ اللهُ بِمَعْنَى اسْعَدَا - یعنی قبیلہ نہیل کے لوگ سَعَدَ کو بمعنی اسْعَدَ بولتے ہیں یعنی بطور فعل متعدی لیتے ہیں۔

پس سَعِدُوا (بصورت فعل مجہول) کے معنی ہوں گے۔ وہ نیک بخت بنائے گئے۔ بصورت فعل لازم۔ جو نیک بخت ہیں۔

= عَطَاءٌ - عَطَارٌ - بَخْشِش - عطیہ - انعام - صلہ - اس کی جمع اَعْطِيَةٌ اور اَعْطِيَاتٌ ہے۔  
 عَطَاءٌ اَعْطَاءٌ سے اسم ہے اس کی اصل عطاءً متقی (کیونکہ اس کا مادہ عَطُوٌّ ہے) مگر اہل عرب کا دستور ہے کہ جب الف کے بعد واو آئے ہیں تو ان کو ہمزہ بنا لیتے ہیں۔ جیسے رَدَاؤُ سے رِدَاؤُ۔



عَطَاءٌ یہاں بطور مصدر استعمال ہوا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اَعْطُوا عَطَاءً اور حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

= غَيْرَ مَجْدُوذٍ - مَجْدُوذٍ - اسم مفعول واحد مذکر - جَذُّ مصدر - باب نصر - منقطع - غَيْرَ مَجْدُوذٍ غیر منقطع - دوامی - لازوال۔

الْجَذُّ کے اصل معنی کسی چیز کو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے ہیں۔ اور پتھر یا سونے کے ریزوں کو جذاذ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن میں آیا ہے فَجَعَلَهُمْ جُذًا اِذَا (۱۵۸:۲۱) پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔

۱۱:۱۰ = فَلَا تَكُ تَوَسِّتُ ہو۔ کَوْنٌ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تَكُ اصل میں تَكُونُ تھا لا نہی کے عمل سے واو حرف علت حذف ہو گیا اور نون کو خلاف قیاس حرف علت کے مشابہ مان کر کثرت استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا۔

= مَزِيَّةٌ - الْمَزِيَّةُ کے معنی کسی معاملہ میں تردد کرنے کے ہیں۔ اور یہ شُكَّ سے خاص ہوتا ہے فَلَا تَكُ فِي مَزِيَّةٍ مِمَّا يَبْدُ هُوَ لَاءٌ۔ سو یہ لوگ جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں اس سے تم خلیجان میں نہ پڑنا۔ یعنی مذہب شرک شک و تذبذب کا مستحق نہیں صاف صاف قطعی انکسار کے قابل ہے

= لَمَْوْفُوهُمْ۔ لام تاکید کے لئے ہے مَوْفُوْا اسم فاعل جمع مذکر۔ تَوْفِيَّةٌ (تفعیل) مصدر وافی مادہ۔ اصل میں مَوْفِيُونَ تھا۔

= غَيْرَ مَنْقُوصٍ۔ مَنْقُوصٌ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ نَقَصٌ مصدر۔ (باب نصر) کم کیا ہوا غَيْرَ مَنْقُوصٍ۔ پورا پورا۔ بلا کم و کاست۔

نَقَصٌ نَقْصَانٌ۔ تَنْقَاصٌ مصدر۔ باب نصر۔ کم ہونا۔ کم کرنا۔ (لازم و متعدی)

۱۱:۱۰ = لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ۔ اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی بات طے نہ ہو چکی ہوتی۔ اس میں کلمۃ اللہ سے اس حکم ازلی کی طرف اشارہ ہے جس کی حکمت الہی مقتضی تھی اور یہ کہ کلمات الہیہ کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی ان میں تغیر کی گنجائش ہوتی ہے دوسری جگہ آیا ہے۔ لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ اِلَىٰ اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقَضَىٰ بَيْنَهُمْ (۱۴:۴۲) اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہی ایک وقت مقررہ تک کے لئے یہ بات نہ بٹھرجکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

یہاں کلمہ کا اشارہ عذاب الہی کی طرف ہے جس کا وعدہ قرآن میں کیا گیا ہے کہ منکرین کو



آخرت میں دیا جائے گا۔

= لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ۔ ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ تو ان کے درمیان معاملہ چکا دیا گیا ہوتا۔

یعنی ان کو اسی دنیا میں عذاب دیدیا گیا ہوتا۔

= شَكَّ مُرِيْبٌ۔ موصوف و صفت۔ ایسا شک کہ جس میں بچپنی اور علجان ہو مُرِيْبٌ

اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ اِرَابَةٌ (باب افعال) سے ہے رِيْبٌ مادہ۔ بے چین کرنے والا۔

مترد بنادینے والا۔

۱۱: ۱۱ = كَلَّا۔ تمام۔ سائے۔ ہر ایک۔ كَلَّا کا نصب بوجہ عمل اِنَّ اور تنوین بعوض

مضاف الیہ ہے۔ ای ان كل المختلفين المؤمنين الكافرين۔

= كَلَّا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ (ا) یہ اصل میں لَمَنْ مَّا تھا۔ نون کو میم سے بدلا گیا۔ لَمَمَّا ہو گیا تین میم جمع ہو گئے

پہلے میم کو حذف کیا گیا۔ لَمَّا ہو گیا۔

(۲) یہ لَمَّ سے لَمَّ يَلُمُّ (باب نصر) لَمَّا مصدر ہے بمعنی جمع کرنا۔ تنوین کے عوض

تخفیف کے لئے الف آگیا۔ لَمَّا ہو گیا۔ اس صورت میں معنی ہو گا۔ اِنَّ كَلَّا جَمِيعًا۔

(ب) لَمَّا میں لام لام قسم ہے۔ مَا زائدہ ہے لَيُؤَفِّيْنَهُمْ۔ جواب قسم۔ اور تقدیر کلام یوں

وَ اِنَّ جَمِيعَهُمْ وَاللّٰهُ لَيُؤَفِّيْنَهُمْ۔ خدا کی قسم ہے وہ ان سب کو ضرور پورا پورا معاوضہ دیگا

پس صدیقین کو ان کی تصدیق و یقین کا بدلہ جنت ملیگا۔ اور مکذبین کو اُن کی تکذیب کے

بدلہ میں جہنم ملیگی۔

ج۔ اکثر قرآن نے لَمَّا کو مخفف پڑھا ہے۔ اِنَّ مخفف پڑھا جائے تو اِنَّ نافیہ اور لَمَّا تشدید

میم کے ساتھ استثنائیہ ہو گا۔ نہیں ہے کوئی مگر تیرا رب اس کے اعمال کا بدلہ ضرور دے گا۔

= لَيُؤَفِّيْنَهُمْ۔ میں لام برائے تاکید۔ يُؤَفِّيْنَ مضارع واحد مذکر غائب میں ن ثقیلہ

برائے تاکید۔ وَفِي يُؤَفِّيْ تَوْفِيَّةً (تفعیل) سے وَفِي مادہ هُم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

وہ ضرور ہی ان کو پورا پورا دے گا۔

۱۱: ۱۱ = فَاسْتَقَمَ۔ ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے تقدیر عبارت یوں ہے لَمَّا

بآیت امر المختلفین فاستقم کما امرت۔ جب ہر دو امر (حق و باطل) بین طور پر واضح ہو گئے

ہیں تو ہمارے حکم کے مطابق (حق پر) قائم ہو جاؤ۔

اِسْتَقَمَ۔ تو قائم رہ۔ تو ثابت قدم رہ۔ اِسْتِقَامَةٌ سے باب افتعال سے امر واحد مذکر حاضر



۱۱۳:۱۱ = اُمِرْتُ - اُمِرْتُ سے - ماضی مجہول واحد مذکر حاضر - کَمَا اُمِرْتُ جیسا تجھے حکم دیا گیا۔  
وَمَنْ تَابَ مَعَكَ - اور جو تائب ہو کر تیرے ہمراہ ہو گئے ہیں۔

وَحَرْفِ عطف تَابَ مَعَكَ کا عطف اِسْتَقِيمَ پر ہے اسی فاستقامت و لیستقامت  
تاب من الکفر و رجوع الی اللہ مخلصًا - یعنی ٹوٹا ثابت قدم رہ اور وہ لوگ بھی ثابت قدم  
رہیں جنہوں نے کفر سے توبہ کر کے خالص اللہ کی طرف رجوع کیا (اور آپ کے ہمراہ ہیں)  
= لَا تَطْغَوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - تم سرکشی نہ کرو - تم زیادتی نہ کرو - طُغْيَانٌ مصدر طَغَا  
يَطْغُوا - (باب نصر) طَغُوا - طَغُوا نَا - طُغْيَانًا - حد سے گزرنا - طَغِيَ يَطْغِي (باب سَمِعَ)  
طُغْيَانًا وَ طُغْيَانًا - ظلم و نافرمانی میں حد سے گزر جانا۔

۱۱۳:۱۱ = لَا تَزْكُتُوا فعل نہی جمع مذکر حاضر - تم مت جھکو - تم مت مائل ہو۔

رَكَتٌ يَزْكُتُ (سَمِعَ) سے رُكُوتٌ ہے مادہ رُكُنٌ (باب نصر) سے بھی آتا ہے رُكُوتٌ  
..... اِلَيْهِ کسی کی طرف مائل ہونا - جھکنا - کسی پر بھروسہ کرنا - آرام لینا - سہارا لینا - اسی سورۃ میں  
اَيُّهَا لَوْ اَنَّ لِيَ بِكُمْ قُوَّةً اَدَاوِيْ اِلَى رُكْنٍ شَدِيْدٍ - (۱۱: ۸۰) اے کاش مجھ میں تمہارے  
مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا آسرا پکڑتا۔

= فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ - فَ جواب نہی میں واقع ہے - یعنی ایسا مت کرو ورنہ ..... مَتَّكُمُ  
مَسَّ - ماضی واحد مذکر غائب کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - تم کو پہنچے گی - تم کو چھوئے گی -  
مَسَّ يَمْسُ (باب نصر) مَسَّ - مصدر۔

= وَمَالَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۤءَ - یہ جملہ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ کا حال ہے - اور حالت  
یہ ہوگی کہ اس وقت جب تمہیں آگ آچھوئے گی تمہارا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا۔  
= ثُمَّ لَا تَنْصَرُوْنَ - پھر تمہاری مدد بھی نہ کیجائے گی۔

۱۱۴:۱۱ = طَرَفِي النَّهَارِ - مضاف مضاف الیہ - طَرَفِي اصل میں طَرَفَيْنِ تھا اضافت  
کی وجہ سے نون گر گیا - طَرَفٌ سے تثنیہ - دن کے دونوں کناڑے۔

= زُلْفًا - زُلْفَةٌ کی جمع بحالت نصب - بمعنی ساعت - منزلت - قربت - پاس - قریب  
زُلْفًا قَرِيبَ اللَّيْلِ - اور رات کی ساعتوں میں۔

= ذِكْرًا - نصیحت کرنا - ذکر کرنا - یاد - پسند - موعظت  
(باب نصر) سے مصدر - کثرت ذکر کے لئے ذِكْرًا بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلند ہے  
۱۱۶:۱۱ = فَاُولَٰئِكَ اَسْتَعْمَلُ دُوْطَرَحٍ پر ہے - ایک شے کے پائے جانے سے



دوسری سنتے کا ممتنع ہونا۔ اس کی خبر ہمیشہ محذوف ہوتی ہے۔ اور لَوْلَا کا جواب قائم مقام خبر کے ہوتا ہے جیسے لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (۳۱: ۳۲) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے۔ یہ اکثر هَلَّا کے معنی میں آتا ہے اور اس کے بعد متصلاً فعل کا آنا ضروری ہے مثلاً لَوْلَا اَدْ سَلَّتْ اِلَيْنَا رَسُوْلًا (۱۳۲: ۲۰) تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا۔ نیز آیت ہَذَا مِنْ قَبْلِكَ اِنْ كُنْتُمْ اِلٰهَآءَ غَيْرَ اللّٰهِ فَذَرْهُمْ هَلِكًا (۱۳۲: ۲۱) تو کیوں نہ ہوئے تمہارے سے قبل کی امتوں میں سے (ایسے زیرک۔ سمجھدار لوگ)۔

= اَدُوْا اِلَیْہِمْ (ولے) جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت رفع اَدُوْا۔ اور بحالت نصب وجر اَدُوْا۔ اِلَیْہِمْ۔ بمعنی بچی ہوئی چیز۔ باقیماندہ۔ باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِیْلَةٌ بَقَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اَدُوْا اِلَیْہِمْ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے باقی ہے یا اسے مراد ارباب فضل ہیں۔ فضل کو بقیہ اس لئے کہتے ہیں کہ انسان اپنے میں سے سب سے اچھی چیز کو باقی رکھنے کا خواہشمند ہے۔ اسی لئے عربی میں فُلَانٌ مِنْ بَقِیَّةِ الْقَوْمِ اس آدمی کے لئے بولتے ہیں جو قوم میں صاحب فضل ہو یا صاحب عقل و رائے ہو۔ سب سے عمدہ ہو۔

= اِلَّا قَلِیْلًا ما سوائے چند آدمیوں کے (جن کو ہم نے نجات دی) یعنی ان قدیم امتوں میں سے چند ایک ہی ایسے تھے جو دوسروں کو فساد فی الارض سے روکتے رہے اور خود بھی بچے رہے اور انہیں ہم نے عذاب کی گرفت سے بچا لیا۔ مِنْہُمْ۔ ان قدیم امتوں میں سے۔

= اَتَّبَعَ۔ اس نے اتباع کیا۔ پیروی کی۔ پیچھے پڑے ہے۔ اِتَّبَاعٌ (افتعال) سے تَبَعَ مَاؤُہُ = مَا اُتْرِفُوْا فِیْہِ۔ یہ جملہ اِتَّبَعَ کا مفعول ہے۔ یعنی وہ جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے ہے۔

اُتْرِفُوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب وہ آرام دیئے گئے۔ وہ ناز و نعمت میں پالے گئے۔ اِتْرَافٌ سے تَرَفٌ مادہ۔

اَلْاُتْرِفَةُ عِیْشٌ وَعَشْرَتٌ میں فراخی اور وسعت کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے اُتْرِفَ فُلَانٌ فَہُوَ مُتْرَفٌ۔ وہ آسودہ حال اور کثرت دولت کی وجہ سے بدمست ہے قرآن مجید میں ہے وَ اُتْرِفُوْہُمْ فِی الْحَیْوةِ الدُّنْیَا (۲۳: ۳۳) اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی۔

= یُہْلِکُ۔ میں لام نفی کی تاکید کے لئے ہے

= یُظْلِمُ۔ اگر ظلم کو مفعول کا حال یا جائے تو معنی ہوں گے آپ کا پروردگار ایسا نہیں کہ بستیوں کو ہلاک کر دے (محض) ان کی زیادتیوں (یا کفر و شرک) کے باعث وراثت در آن حالیکہ ان کے رہنے والے



صلح و آشتی میں لگے ہوئے ہوں۔

اور اگر ظلم کو فاعل کا حال لیا جائے تو ترجیح ہوگا۔ تیرا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ناحق ہلاک کرنے جب کہ ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں۔

= دَاٰهْلُهَا۔ میں واو حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ۔

۱۱۸:۱۱ = لَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ۔ لیکن وہ اختلاف کرنے والے ہمیشہ ہی رہیں گے۔

اس سے پہلے عبارت محذوف ہے۔ جو بدیں مطلب ہے۔ لیکن بعض حکمتوں کی وجہ سے اس

ایسا درجہ اب حقیقت یہ ہے کہ وہ لَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ..... الخ

= ذٰلِكَ خَلَقَهُمْ اور اسی لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں

”اس جملہ کا تعلق آیت کے کس حصہ کے ساتھ ہے؟ بعض نے یہ لکھا ہے کہ اس کا تعلق اِلَّا

مَا رَحِمَ رَبُّكَ کے ساتھ ہے یعنی انسان کی آفرینش کی غایت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے

بہرہ ور ہوتا ہے اور ہمیشہ ہدایت کی راہ پر گامزن ہے۔ فقال ابن عباس و مجاهد وقتادة

وضعاك و لرحمته خلقهم۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا تعلق اختلاف سے ہے یعنی انسان کو

اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کوئی راہ اختیار کرے۔ اسے کسی ایک راہ پر چلنے کے لئے

مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ قال الحسن والمقاتل وعطاء۔ ايماء الاشارة للاختلاف اى للاختلاف

خلقهم۔ ایک اور قول یہ بھی ہے کہ ذٰلِكَ کا متعارف اختلاف اور رحمت دونوں ہیں اور واحد

اسم اشارہ کا متعارف دو متضاد چیزیں ہوتی رہتی ہیں، جیسے قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ

فَلْيَفْرَحُوا۔ (۵۸:۱) آپ فرمادیجئے یہ کتاب محض اللہ کے فضل اور رحمت سے نازل ہوئی ہے

پس چاہئے کہ وہ اس پر خوشی منائیں۔

علامہ قرطبی کے قول کے مطابق اہل عرب ذٰلِكَ (واحد) کو واحد ثنیدہ اور جمع سب کے

لئے استعمال کرتے ہیں۔ یعنی اب آیت کا مطلب ہوگا کہ اہل اختلاف کو اختلاف کے لئے پیدا کیا

اور اہل رحمت کو رحمت کے لئے پیدا کیا گیا۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں هٰذَا احسن التقوال انشاء الله

یہ توجیہ سب سے بہتر ہے۔

۱۱۹:۱۱ = لَا مَلَكٌ۔ مضارع داند متکلم لام تاکید اور نون ثقیدہ برائے تاکید۔ میں ضرور ضرور

بھر دوں گا (جہنم کو)

۱۲۰:۱۱ = كَلَّا۔ ای حل نباء۔ یہ تمام خبریں۔ قصے۔ تنوین مضاف الیہ محذوف کے عوض

اور نصب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے ہے نَقَصُ عَلَيْكَ کا۔ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مضاف الیہ



معدود کی صفت ہے مِنْ تَعْيِضِهِ ہے یا بیانہ ہے۔

= مَا نُنْتِثُ بِهِ فُؤَادَكَ - حُلَا سے بدل ہے (الکشاف) عطف بیان ہے (روح المعانی)  
= فِي هَذِهِ مِنْ وَضْعٍ وَاحِدٍ مَذْكُورٍ غَائِبٍ ان قصوں کے لئے ہے جو اس سورت میں بیان ہوئے ہیں۔

= مَوْعِظَةً - پند و نصیحت - ذِکْرًا - یاد دہانی - دونوں کا الْحَقُّ پر عطف ہے۔

۱۲:۱۱ = عَلَى مَكَانَتِكُمْ - اپنی حد امکان تک - ملاحظہ ہو (۱۱:۹۳)

= إِنَّا عَامِلُونَ - اے انا عاملون علی مکانتنا۔

## (۱۲) سُورَةُ يُوسُفَ (۵۳)

۱۲:۱ = اَلرَّا - الف لام را - حروف مقطعات ہیں - تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲:۱)  
= تِلْكَ - اسم اشارہ بعید ہے واحد مؤنث - اصل میں اسم اشارہ تِی ہے لام اس پر زیادہ کیا گیا ہے اور ل حرف خطاب ہے - جس کی حسب احوال مخاطب تذکیر و تانیث اور جمع و تثنیہ میں گردان ہوتی رہتی ہے - یہاں مراد وہ آیات ہیں جو اس سورۃ میں ہیں۔

= اَلْكِتَابِ الْمُبِينِ - موصوف صفت - واضح کتاب -

۱۲:۲ = اَنْزَلْنَاهُ - میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتاب ہے - بمقام قرآن

= قُرْآنًا - مادہ قَرَّءَ - اَلْقَرَّءُ کے اصل معنی طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے - اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو اسم دو چیزوں کے لئے بحیثیت مجموعی وضع کیا گیا ہو وہ ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے مثلاً لفظ مادہ کہ دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعہ کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے - لہذا قَرَّءُ نہ صرف بیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے



اس کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسے ذاتِ قرء نہیں کہا جاتا۔ اور ایسے ہی حالتِ جسے متواتر خون آ رہا ہو اس کو بھی ذاتِ قرء نہیں کہتے۔ اور آیت کریمہ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (۲۲۸:۲) تین حیض تک اپنے تئیں روک رکھیں، میں ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ کے معنی تین مرتبہ حالتِ طہر سے حالتِ حیض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں۔

بعض اہلِ افت کا قول ہے کہ قُرُوءٌ کا لفظ قَرَاءَ سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ تو انہوں نے زمانہ طہر اور زمانہ حیض کو جمع کرنے کے معنی کا اعتبار کیا ہے۔

الْقِرَاءَةُ کے معنی حروف و کلمات کو ترتیل میں جمع کرنے کے ہیں کیونکہ ایک حرف کے بولنے کو قرات نہیں کہا جاتا۔ اور نہ یہ عام ہر چیز کے جمع کرنے پر بولا جاتا ہے لہذا أَجْمَعْتُ الْقَوْمَ کی بجائے قَرَأْتُ الْقَوْمَ کہنا صحیح نہیں ہے۔

الْقُرْآنُ اصل میں کُفْرَانٌ اور رُجْحَانٌ کی طرح مصدر ہے۔

قرآن کی وجہ تسمیہ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ کسی نے قُرُوءٌ کا معنی جمع کرنا لیا ہے قرآن سابقہ کتب الہیہ کا حاصل اور مجموعہ ہے۔ راغب نے کہا ہے کہ قرآن تمام علوم کا مجموعہ ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ یہ سورتوں کا مجموعہ ہے۔

بہر حال سب نے قرآن کی وجہ تسمیہ بیان کرنے میں جمع کا مفہوم پیش نظر رکھا ہے۔ پروفیسر عبد الرؤف نے کہا ہے کہ یہ وجہ تسمیہ غلط ہے۔ قرآن کا نام سب سے پہلے سورۃ مزمل میں آیا ہے جو ترتیب نزول کے اعتبار سے تیسری سورۃ ہے اس وقت تک نہ سورتوں کا مجموعہ تھا اور نہ کتب سابقہ کا پخوڑ اور خلاصہ۔ بلکہ قرآن کہنے کی وجہ صرف قرات و تلاوت ہے آیت اِنَّا عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (۱۷:۵) سے تو ویسے بھی صاف ظاہر ہے کہ جمع قرآن سے قرات قرآن الگ چیز ہے۔

اور اگلی آیت فَاِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (۱۸:۵) جب ہم اسے پڑھیں (یعنی جب ہمارا فرشتہ ہمیں وحی سنائے) تو اس کی قرات کا اتباع کرتے رہئے۔ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن بمعنی قرات یا پڑھنا ہے۔

اگرچہ قرآن کے لغوی معنی متذکرہ بالا ہیں لیکن عرفِ عام میں یہ اللہ کی اس کتاب کا نام ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔

عَرَبِيًّا۔ عَرَبِيٌّ جو عرب کی طرف منسوب ہو۔ یا یائے نسبتی ہے عَرَبِيٌّ عرب کا باشندہ یا عرب کی زبان۔ الْعَرَبُ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ الْأَعْرَابُ عَرَبِیَّہ کی جمع



مگر یہ لفظ بادیہ نشین لوگوں کے ساتھ مختص ہو چکا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا (۱۳: ۴۹) بادیہ نشین نے آکر کہا کہ ہم ایمان لے آئے۔ الْأَعْرَابُ اَعْرَابٌ کا واحد ہے۔  
 الْأَعْرَابُ۔ کسی بات کو واضح کر دینا۔ اس سے اَلْعَرَبِيّ۔ فصیح۔ وضاحت سے بیان کرنے والا۔ یا واضح اور فصیح کلام۔ اَعْرَبَ عَنْ نَفْسِهِ اس نے بات کو واضح بیان کر دیا۔ قرآن حکیم میں آیا ہے بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ (۱۹۵: ۲۶) صاف عربی زبان میں۔  
 لہذا قرآنًا عَرَبِيًّا (آیہ ہذا) قرآن واضح اور فصیح (عربی) زبان میں۔ اس کے نصب کی سند ذیل وجوہات ہیں۔

(۱) قُرْآنًا بدل ہے اَنْزَلْنَاهُ کی ضمیر کا اور عَرَبِيًّا اس کی صفت ہے (روح المعانی)  
 (۲) قُرْآنًا حال ہے ضمیر مفعول ک (اَنْزَلْنَاهُ) کا عَرَبِيًّا متہید و تاکید حال ہے ( " )  
 (۳) عَرَبِيًّا ضمیر کا حال ہے اور قُرْآنًا بطور متہید و تاکید حال ہے ( صیار القرآن بحوالہ قرطبی )  
 ۱۱: ۳ = بِمَاءٍ۔ اس کے ذریعہ سے

= اِنْ كُنْتَ۔ میں اِنْ مخففہ اِنْ (ثقیلہ) سے ہے۔ اس کو اِنْ نافیہ سے فرق کرنے کے لئے لام فارقہ لایا گیا ہے =

= اَلْغَافِلِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بے خبر۔ لاعلم۔ غافل

۱۲: ۴ = اِذْ قَالَ يُوسُفُ۔ احسن القصص سے بدل اشتمال ہے

= يُوسُفُ بوجہ معرفہ اور عجز کے غیر منصرف ہے۔ عبرانی لفظ ہے۔

= يَا بَتَّ۔ یا حرف نداء اَبَتَّ میں تائے تانیث۔ یا تے اضافت کے عوض لائے ہیں یا اِنِّی سے یا اَبَتَّ ہو گیا۔

= رَاٰیْتُهُمْ۔ میں نے ان کو دیکھا۔ رَاٰیْتُ ماضی واحد متکلم۔

رَاٰیْتُ۔ دُؤِیۃ سے بھی ہو سکتا ہے اور رُؤِیا سے بھی۔ لیکن اگلی ہی آیت میں لفظ رُؤِیاک صریحاً ظاہر کرتا ہے کہ یہ رُؤِیا سے ہے۔ جس کے معنی ہیں خواب میں دیکھنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔ رَاٰیْتُهُمْ میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔

۱۲: ۵ = یٰبُنَّ۔ یا حرف نداء۔ بُنَّی۔ اِبْنٌ سے اسم تصغیر ہے۔ مضاف تی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ اضافت کے باعث ی کو ی میں مدغم کیا گیا۔ بُنَّی میں تصغیر تحقیر کے لئے نہیں بلکہ شفقت اور محبت کے لئے ہے اور نحوٰی اسے تصغیر المحبیب کہتے ہیں اے میرے پیارے بیٹے۔

= فِیْکِیْدُوْا۔ ف سببیہ ہے فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ یَکِیْدُوْا مضارع منصوب



بوجہ فار سببیہ یا جواب نہی میں بوجہ اضممار ان (اضمار مضمّر۔ پوشیدہ محذوف) مثال لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا۔  
حَادَّ يَكْنِدُ كَيْدًا (باب صَوَّبَ) خفیہ تدبیر کرتا۔ فَيَكْنِدُ ذَا لَكَ كَيْدًا۔ ورنہ وہ تیرے خلاف  
کوئی پال ضرور چلیں گے۔

۱۲: ۶ = كَذٰلِكَ۔ اول کاف حرف تشبیہ ذ اسم اشارہ ل علامت اشارہ بعید۔ آخری کاف حرف  
خطاب (واحد مذکر) ایسے ہی۔ اسی کی طرح۔ ای مثل ذلک الاجتباء  
يَجْتَنِيَنَّكَ۔ مضارع واحد مذکر غائب اجْتَبَاً اِفْتَعَال۔ سے مصدر۔ جَتْنِيُّ مادہ ل ضمیر مفعول  
واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھ کو منتخب کر رہا ہے۔ چن رہا ہے۔ مُجْتَنِيُّ برگزیدہ۔ چنا ہوا۔ منتخب شدہ  
= اَلَا حَادِثٌ۔ کہانیاں۔ باتیں۔ حَدِيثٌ کی جمع۔ ہر وہ کلام جو انسان تک پہنچ سکے۔ خواہ بذریعہ  
سماعت۔ خواہ بذریعہ وحی۔ عالم خواب میں ہو یا بیداری کی حالت میں۔ اس کو حدیث کہتے ہیں۔  
= تَاوِيلٌ۔ اس کا مادہ اذُل ہے بر وزن تَفْعِيل مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کا اصل  
کی طرف رجوع ہونا۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے اسے مُوْتَل (جائے بازگشت)  
کہتے ہیں۔ پس تاویل کسی چیز کو اس غایت کی طرف لوٹانے کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے  
مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ اِلَّا اللّٰهُ  
(۶۰۳) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور غایت عمل کے متعلق ہے هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا تَاوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَاوِيلُهُ (۵۲: ۷)  
اب وہ صرف اس کی تاویل یعنی وعدہ خدا کے نتائج سامنے آجائیں گے (یعنی اس دن سے جو غایت  
مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی)

تَاوِيلٌ۔ اصلی غایت۔ اصلی مراد۔ اصل حقیقت۔ ٹھیک ٹھیک مقصود۔

۱۲: ۷ = فِيْ يُوسُفَ۔ یوسف۔ بوجہ معرفہ وعجہ غیر منصرف ہے۔ فِيْ يُوسُفَ ای فِيْ  
خبر یوسف۔ خبر (مضاف محذوف) يُوسُفَ۔ مضاف الیہ۔

= السَّائِلِينَ۔ پوچھنے والے۔ جو سندگانِ علم۔ طالبانِ حق۔ سوال کرنے والے۔

۱۳: ۸ = عَصَبَةٌ عَصَبٌ سے الْعَصَبُ کے معنی بدن کے پٹھے۔ جو جوڑوں کو تھامے ہوئے ہیں  
الْأَعْصَابُ۔ پٹھے۔ مضبوطی کے ساتھ باندھنے کو عَصَبٌ کہتے ہیں۔ مثلاً لَا عَصَبَتْكَ عَصَبُ  
السَّلْمَةِ میں تمہیں سلمہ درخت کی طرح باندھ کر چھوڑوں گا۔ فَكَذٰنٌ شَدِيدُ الْعَصَبِ فلاں کے  
جوڑے مضبوط ہیں۔ وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ (۱۱: ۷) اور بولے یہ بہت سخت دن ہے۔  
عَصِيبٌ بمعنی فاعل اور مفعول دونوں طرح مستعمل ہے۔



== اَلْعُصْبَةُ - وہ جماعت جس کے افراد ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہوں۔ اور اس طرح طاقت، اور مضبوطی کا سبب بنیں۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے لَتَنْوُوءَ بِالْعُصْبَةِ اُولَى الْقُوَّةِ - ایک طاقت در جماعت کو اٹھانا مشکل ہوتی ہے۔

وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ - (آیت ہذا) حالانکہ ہم ایک پوری جماعت کی جماعت ہیں۔  
عُصْبَةٌ کی جمع عُصَبٌ ہے جیسے عُزْفَةٌ کی جمع عُزُفٌ ہے۔

علامہ زمری فرماتے ہیں عُصْبَةُ دَعِصَابَةٌ دس اور دس سے زیادہ اشخاص کو کہتے ہیں بعض چالیس تک بتاتے ہیں ان کا یہ نام اس واسطے پڑ گیا کہ اتنے اشخاص سے سب کاموں میں قوت ہو جاتی ہے اور وقت پڑے یہ لوگ کافی سمجھے جاتے ہیں۔

۹:۱۲ = اِطْرَحُوْهُ - اس کو پھینک دو۔ اس کو دور کہیں پھینک آؤ۔ طَرَحَ يَطْرَحُ (فَتَحَ) طَرَحَ جس کے معنی پھینک دینے اور دور ڈال دینے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

= يَخْلُ لَكُمْ - خَلَا يَخْلُوْ خَلَاءٌ وَخُلُوْا ر بَاب نَصْرٍ خَالِيٌ خَالِيٌ خَالِيٌ رہ جانا۔ خَلَا اِلِ نَاءٌ - برتن خالی ہو گیا۔ خَلَا الرَّحْلُ - آدمی تنہا رہ گیا۔ يَخْلُ لَكُمْ وَجْهٌ اَمِيْنُكُمْ تمہارے لئے خالی ہو جائے گا تاکہ تمہارے باپ کی توجہ (صرف) تمہاری طرف ہو جائے  
= وَ تَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ - اس کے بعد تمہارے سب کام بن جائیں گے یا اس کا معنی یہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد تم بھلے آدمی بن جانا۔ (یعنی توبہ کر کے نیک بن جانا) اکثر مفسرین نے اسی پہلو کو اختیار کیا ہے۔

۱۰:۱۲ = غِيَبَتٍ - اَلْغِيَابَةُ کے معنی نشیبی زمین کے ہیں۔ اور اسی سے گھنے جنگل کو غَابَةُ کہا جاتا ہے۔ غِيَابَةُ - تاریکی۔ گہرائی مجازاً۔

= اَلْجُبِّ - وہ کنواں جس کی کوٹھی تعمیر نہ کی گئی ہو۔ یا جو بچتہ اور لپٹا ہوا نہ ہو۔

غِيَبَتِ الْجُبِّ - کچے کنویں کے اندھیرے میں۔ کسی اندھے کنویں کی گہرائی میں

= يَلْتَقِطُهُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ التَّقِطُ (اِفْتِعالٌ) سے لَقَطَ مَادَّةً - وہ نکال لیگا لَقَطَ - (باب نصر) زمین پر پڑی ہوئی چیز کو اٹھالینا۔

= السَّيَّارَةُ - کارواں - قافلہ - چلنے والے مسافر۔

سَيَّارٌ کا مؤنث ہے جو سَيَّرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی تانیث جمع کے معنی کے لحاظ سے ہے۔



لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ - مضارع منفی واحد مذکر حاضر - تو ہم کو امین نہیں بنانا یوسف پر - یعنی یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتا۔

اصل میں تَأْمَنَّا (آمِنَ يَأْمَنُ سَمِعَ) تھا۔ نون نون میں مدغم کر دیا گیا۔

= لَنَاصِحُونَ - نَاصِحٌ کی جمع - خیر خواہ - خیر خواہی کرنے والے - لام تاکید کے لئے ہے۔

۱۲: ۱۲ = يَزْكُمُ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب زَكَمَ زَكْمٌ وَرَزْمٌ - مصدر (باب فتم)

جس کے اصل معنی جانوروں کے چرنے کے ہیں پھر استعارہ کے طور پر انسانوں کے جی بھر کر کھانے پینے پر یہ لفظ بولا جائے گا۔ رَقَعَةٌ فراخی - ارزانی - رَاقِعٌ چرنے والا - مَزْكُمٌ چراگاہ - مَزْكُمٌ فراخ دل وسیع الرزق۔

يَزْكُمُ - وہ خوب جی بھر کر کھائے پئے - يَزْكُمُ وَيَلْعَبُ میں مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔ اس کی دیگر مثالیں۔

(۱) فَاتَّبَعُونِي يُخْبِرْكُمْ اللَّهُ (۳: ۳۱) میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیگا

(۲) فَادْكُرْ دُنِيَ اِذْ كُرْكُمُ (۱۵۲: ۲) مجھے یاد کرتے رہو میں بھی تمہیں یاد کرتا رہوں گا۔

= يَلْعَبُ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - لَعَبٌ مصدر (باب سَمِعَ) وہ کھیلے کوئے۔

۱۳: ۱۲ = اِنِّى لَيَخْزُنُنِّى - میں لام ابتدائیہ ہے۔ اس سے مضارع کے معنی حال کے لئے مختص

ہو جاتے ہیں۔ جیسے اِنِّى لَاطْلَعُ الْجَوَائِدَ میں اخبار دیکھ رہا ہوں۔ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا تُرِيدُ۔ تجھے خوب معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

اِنِّى لَيَخْزُنُنِّى اَنْ تَذْهَبُوا بِه - بیشک مجھے غمزدہ بناتی ہے (یہ بات) کہ تم اسے لیجاؤ

(اور اس طرح اسے مجھ سے جدا کر دو)

= دَاخَافُ - اور میں ڈرتا ہوں (یہ حضرت یعقوب کا دوسرا اندیشہ تھا) اَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ کہ کہیں اسے بھیڑیا کھا جائے۔

۱۴: ۱۲ = وَنَحْنُ عَصِيَّةٌ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۲۸) حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں۔

۱۵: ۱۲ = اجْتَمَعُوا - وہ سب جمع ہو گئے۔ سب نے باتفاق فیصلہ کر لیا۔ سب نے پختہ

ارادہ کر لیا۔

= جواب لَمَّا مَحْذُوفٌ ہے۔ اِىْ يَجْعَلُوْهُ فِىْ غَيْبِىَّتِ الْحَبِّ وَفَعَلُوْا بِهْ مَا فَعَلُوْا مِنْ الَّذِى

= اَوْحَيْنَا اِلَيْهِ - اور ہم نے اس پر وحی کی۔ میں ۶ ضمیر واحد مذکر کا مرجع حضرت یوسف ہے

ہیں۔ یہ وحی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ الہام کے معنی میں ہے جو غیر نبی کو یا نبی کو قبل از نبوت ہوا رہتا



== لَسِبْنَاهُمْ - تو ضرور ان کو جلتے گا۔ تو ضرور ان کو بتلائے گا۔ (باب تفعیل) مضارع ہانوں تَقِيلُ  
 واحد مذکر حاضر تَقِيلُهُ اور تَقِيلُ سے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (برائے برادران یوسف)  
 = وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ - درآں حالیکہ وہ جانتے بھی نہ ہوں گے کہ تو یوسف ہے۔

۱۲: ۱۷ = نَسَبَتْ - مضارع جمع مکمل۔ اسْتَبَاقُ (اِفْتَعَالُ) سَبَقْتُ - مادہ - ہم ایک دوسرے  
 سے آگے نکل جانے کی دوڑ دوڑنے لگے۔ اسْتَبَاقُ اور تَسَابَقُ (اِفْتَعَال و تَفَاعُل) ایک دوسرے  
 سے آگے بڑھنے میں مقابلہ کرنا۔

ذَهَبْنَا نَسَبَتْ - ہم اپنے سامان کو رکھ کر ایک طرف گئے کہ مقابلہ کی دوڑ دوڑیں۔  
 یا ہم جا کر دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے۔

= مُؤْمِنٍ - اسم فاعل واحد مذکر۔ ایمان رکھنے والا۔ یقین کرنے والا۔ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ  
 لَّنَا۔ آپ ہم پر یقین تو نہیں کریں گے۔

۱۲: ۱۸ = وَجَاءُوا عَلَىٰ قَيْصِہِ بِدَمٍ كَذِبٍ - کَذِبٌ ای ذی کَذِبٍ۔ مصدر کو صفت کے  
 لئے مبالغہ کی خاطر استعمال کیا ہے۔ دَمٌ کَذِبٌ موصوف و صفت۔ عَلَىٰ قَيْصِہِ ای فَوْقَ  
 قَيْصِہِ والمعنی اتو بدم کذب فَوْقَ قَيْصِہِ۔ وہ لے آئے جھوٹ موٹ کا خون اس کی  
 قمیص پر لگا ہوا۔

= سَوَّلَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب تَسَوَّلَتْ (باب تفعیل) سے جس کے معنی ہیں  
 نفس کا اس چیز کو مزین کر کے دکھانا جس پر وہ حریص ہو۔ (بلکہ تمہارے نفسوں نے یعنی تمہارے  
 دلوں نے ایک بات جو جھوٹی ہے) مزین اور معقول شکل میں بنالی ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ (۲۵: ۴۷) شیطان نے یہ کام انہیں  
 مزین کر دکھایا۔

= الْمُسْتَعَانَ - اسم مفعول واحد مذکر اسْتَعَانَ (استفعال) سے مصدر وہ جس سے اعانت  
 طلب کی جائے۔ جس سے مدد مانگی جائے۔ معاونت یا ہی مدد کرنا۔ تعاون ایک دوسرے  
 کے ساتھ مددگار ہونا۔

۱۲: ۱۹ = سَيَّارَةٌ - قافلہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۱۰)

= وَارِدَهُمْ - اسم فاعل - مضاف - هُمْ مضاف الیہ۔ پانی پر پہنچنے والا۔ قافلہ کے آگے جا کر  
 پانی کی تلاش کرنے والا سقہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۱: ۹۸) انہوں نے اپنا سقہ بھیجا۔

= آذَلَى - اس نے لٹکایا۔ اس نے ڈول لٹکایا۔ اِذْلَاعٌ سے جس کے معنی ڈول ڈالنے اور ڈول



کھینچنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= يَلْبِسُ - واہ خوشخبری۔ اسے واہ۔ کلمہ تعجب و انبساط۔

= اَسْرَدُهُ - اَسْرَدًا۔ ماضی جمع مذکر غائب ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب انہوں نے اس کو چھپا لیا

سِرُّ سے۔ سِرٌّ مادہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہے یا برادرانِ یوسف کے لئے کہ انہوں نے یوسف کی اصلی حقیقت کو چھپا لیا اور کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے ہم سے خرید لو۔

= بِضَاعَةً۔ منصوب بوجہ حال کے۔ بطور مال تجارت کے۔ بِضَاعَةٌ پونجی۔ سامان تجارت

بِضَاعَةٌ بِضَعٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں گوشت کا بڑا ٹکڑا۔ اسی سے ہے الْمَبْضَعُ

راسم آلہ گوشت کے ٹکڑے کاٹنے کا آلہ۔ نشتر۔ یا کہتے ہیں فُلَانٌ بِضَاعَةٌ مِثْنِي۔ فلاں

میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ اَلْبِضْعُ (یا کی کسر کے ساتھ) عدد جو دس سے الگ کئے گئے ہیں۔ یہ لفظ

تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پانچ سے اوپر اور دس سے کم۔

اور علمائے لغت کے نزدیک تین سے نو تک کے لئے ہے۔ اسی سورۃ میں ہے

لِبِضْعٍ سِنِينَ - (۱۲: ۴۲) چند سال۔

۱۲: ۲۰ = شَرَدُوهُ انہوں نے اس کو بیچا۔ شَرَاءٌ سے (باب ضرب) جس کے معنی ہیں

خرید و فروخت کرنے کے۔ ماضی جمع مذکر غائب ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب پر اے یوسف

اور اگر اس کو خریدنے کے معنی میں لیا جائے تو ضمیر جمع مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہوگی۔

= ثَمَنٌ بَخِيسٌ۔ موصوف۔ صفت۔ حقیر قیمت۔ بَخِيسٌ ناقص۔ ظلم سے کسی شے کے

گھٹانے یا کم کرنے کو بَخِيسٌ کہتے ہیں۔

= فَيَدٍ مِنَ الزَّاهِدِينَ۔ فِيْهِ میں ضمیر ۴ واحد مذکر غائب۔ حضرت یوسف کے

لئے بھی ہو سکتی ہے اور قیمت کے لئے بھی۔

زَاهِدِينَ۔ الزَّهِيْدُ سے ہے جس کے معنی حقیر چیز کے ہیں۔ اس لئے کسی چیز سے

بے رغبتی کر کے والے۔ یا حقیر سی چیز پر راضی ہو جانے والے کو زَاهِدٌ فِي الشَّيْءِ کہا جاتا ہے

پس وَكَانُوا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ وہ اس کے بارہ میں بے رغبت تھے۔

۱۲: ۲۱ = اَكْرَمِيْ۔ اِكْرَامٌ (اِفْعَالٌ) سے امر واحد مؤنث حاضر۔ تو باعزت کر۔

= مَثْوًى۔ مَثْوًى مضاف۔ ۴ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کی قیام گاہ۔ اس کا

ٹھکانہ۔ اس کی مہمانی۔ مَثْوًى ظرف مکان مَثَاوًى جمع۔ ٹھکانہ۔ دراز مدت تک ٹھہرنے

کا مقام۔ ثَوًى يَثْوًى (ضرب) ثَوًى وہ اقامت پذیر ہوا۔ قرآن مجید میں اور جگہ



آیا ہے وَالنَّارُ مَشْوَى لَّهُمْ (۱۲: ۴۷) اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

اَكْرَمِي مَثْوًى۔ اس کے قیام کو باعزت و اکرام بنانا۔ یعنی اسے دوران قیام عزت و توقیر سے رکھنا۔

= كَذَلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ۔ ذَلِكْ اسم اشارہ۔ اس طرح یعنی جس طرح ہم نے اس کو بھائیوں کے ہاتھوں قتل سے بچا کر۔ کنویں کی گہرائیوں سے نجات دلا کر اس پر احسان کیا۔ اسی طرح ہم نے اس پر اپنی کرم نوازی سے عزیز مصر کے ہاں عزت و اکرام کا ٹھکانہ دلا کر ملک مصر میں اس کے قدم جما دیئے۔

۱۲: ۲۱ = فِي الْأَرْضِ۔ اِیٰ فِی اَرْضِ مِصْرَ۔ مصر کی سرزمین۔

= مَكَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم مَكَّنَ یُمَكِّنُ تَمَكِّنُ (تفعیل) ہم نے اس کو ٹھکانہ عطا کیا ہم نے اس کو جہاد بخشا۔ تمکین دی۔ ہم نے اس کے پاؤں جما دیئے

= وَنُعَلِّمُهُ لَامَ تَعْلِيلِ کے لئے۔ یعنی ہم نے یوسف کے قدم ارض مصر میں جما دیئے اور اس کو جاہ و تمکنت عطا کی کہ (اب) اسے تاویل احادیث کا علم بھی عطا کریں۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: پھر ہم نے مصر میں لا کر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے بغیر خواب کا کچھ علم عطا فرما دیں۔

۱۲: ۲۳ = رَاَدَتْهُ۔ اس عورت نے اس کو پھسلا دیا۔ اس سے خواہش کی گفت و شنید کی الرَّوْدُ۔ کے اصل معنی نرمی کے ساتھ بار بار کسی چیز کی طلب میں آمد و رفت کے ہیں

رَاَدَتْهُ عَنِ نَفْسِهِ (مفاعلة) عَنِ نَفْسِهِ وَعَلَى نَفْسِهِ۔ کسی کو گناہ کی رغبت دلانا۔

اَرَادَ یُرِیدُ اِرَادَةً۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ رَغِبَتْ کرنا۔ اَرَادَ یُرِیدُ (افعال) اِرَادَ۔

رَوَدَتْهُ نَرْمًی کرنا..... فِی السَّیْرِ نَرْمًی رِقَار سے چلنا۔

رَاَدَتْهُ عَنِ نَفْسِهِ۔ وہ عورت اس کو گناہ کی رغبت دلانے لگی۔ اَلَّتِیْ هُوَ

فِی بَیْتِهَا وہ عورت جس کے گھر میں وہ تھا۔

= غَلَقَتْ۔ اس عورت نے بند کیا (دروازہ) غَلَقَتْ الدَّیْوَابَ اس عورت نے دروازے بند کر دیئے۔

= هَیْتَ لَكَ۔ ادھر آؤ۔ چلے آؤ۔ هَیْتَ لَكَ۔ لَکُمَا۔ لَکُمْ۔ لَکُنَّ۔ چلے آؤ۔ تو

ایک۔ تم دونو۔ تم سب وغیرہ۔

هَیْتَ۔ اَقْبِلْ۔ اَسْرِعْ۔ اسم فعل بمعنی امر۔ آؤ۔ جلدی کرو۔



== مَعَاذَ اللّٰهِ - مَعَاذَ - مصدر مسمیٰ اور اسم ہے - مضاف - اللّٰهُ مضاف الیہ - اللّٰہ کی پناہ  
(یعنی یہ گناہ کا کام ہے میں اس کے کرنے سے اللّٰہ کی پناہ چاہتا ہوں)  
عَوِذٌ اور مَعَاذٌ - کسی کی پناہ پکڑنی اور کسی سے وابستہ ہو جانا - جیسے اَعُوذُ بِاللّٰهِ میں (ہر گناہ سے)  
اللّٰہ کی پناہ چاہتا ہوں

== اِنَّكَ رَبِّيْ د میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عزیز مصر بھی ہو سکتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ بھی - لہذا  
پہلی صورت میں رَبِّيْ (میرا رب) سے مراد (میرا آقا) عزیز مصر ہوگا - اور دوسری صورت میں میرا  
رب یعنی میرا خدا ہوگا - اِنَّكَ رَبِّيْ وہ میرا ربی ہے -

== اَحْسَنَ - ماضی واحد مذکر غائب - اس نے اچھا کیا - اس نے اچھا بنایا -

== مَثْوَاىَ - میرا ٹھکانہ - میری قیام گاہ - میری مہمانی - مضاف - مضاف الیہ

اَحْسَنَ مَثْوَاىَ - اس نے مجھے بہترین ٹھکانہ دیا ہے - اس نے میرے قیام کا نہایت اچھے طریق  
پر بندوبست کیا ہے -

== اِنَّكَ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ - بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے -

۱۲: ۱۴ = هَمَّتْ بِہ - اس عورت نے اس مرد کا ارادہ کر لیا -

اَلْهَمَّ کا معنی گھسیلا دینے والے غم کے ہیں اور یہ هَمَّتْ الشَّخْدَ فَالْهَمَّ کے محاورہ سے  
ماخوذ ہے - جس کے معنی ہیں - میں نے چربی کو گھسیلا یا چنا پچھا وہ گھسیل گئی -

اصل میں هَمَّ کے معنی ارادہ کے ہیں جو ابھی دل ہی میں ہو - (راعب)

هَمَّ بِالْاَمْرِ اِذَا قَصَدَہ وَعَزَمَ عَلَیْہ - هَمَّ کا معنی ہے کسی چیز کا قصد کرنا اور عزم کرنا -

(الکشاف) الهم هو المقاربة من الفعل من غير دخول فيہ - هَمَّ کے معنی ہیں

کسی فعل سے مقاربت بغیر وہ فعل کئے کے - (الغازن)

هَمَّتْ بِہ وَهَمَّ بِہَا - اس عورت نے اس مرد کا قصد کر لیا تھا - اور وہ آدمی بھی اس

عورت کا قصد کر لیتا کَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّہ - اگر اس نے اپنے رب کی روشن دلیل

کو نہ دیکھ لیا ہوتا -

متذکرہ معنی کے لحاظ سے کلام میں تقدیم و تاخیر ہے - عام قاعدہ کے مطابق شرط

پہلے اور جزا بعد میں آنا چاہئے تھی - اور کلام یوں چاہئے تھا - کَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّہ

هَمَّ بِہَا - لیکن یہاں جزا کو مقدم لایا گیا ہے اور شرط کو بعد میں لایا گیا ہے - یہ طرز کلام شاذ

نہیں ہے قرآن مجید میں اور جگہ بھی ایسا کیا گیا ہے - مثلاً اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوسٰی



فَرِحًا. اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيَ بِهِ كَوْلًا اَنْ رَّبُّنَا عَلٰى قَلْبِهَا (۲۸: ۱۰) اور اُمّ موسیٰ کا دل ایسا بے قرار ہوا کہ قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتی اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط و مربوط نہ کر دیا ہوتا۔ یہاں بھی جزا مقدم ہے اور شرط مؤخر۔

تو گویا اس صورت میں آیت کا مطلب ہوا۔ اس عورت نے اس کا عزم بالجزم کر لیا تھا اور اگر حضرت یوسفؑ نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا تو وہ بھی اس عورت کا قصد کر لیتے۔ (لیکن چونکہ انہوں نے اپنے رب کی روشن دلیل کو دیکھ لیا اس لئے ان کے ارادہ کی نوبت ہی نہ آئی)۔

بعض کے خیال میں هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔ ایک مستقل جملہ ہے اور لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهٖ نِيَا جملہ ہے جس کی خراب محذوف ہے (توضوہ اس کے دام تروپر میں پھنس جاتا) اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ زلیخا نے اپنی خواہش رانی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا خیال بھی ہو چلا تھا۔ لیکن یہ خیال جس کی پشت پر کوئی عزم نہ تھا کوئی عیب نہیں ہے کہ یہ ایک امر طبعی ہے خلوت کی یکجائی میں جو ان تندرست مرد کا محض خیال اگر جوان حسین عورت کی طرف جائے خصوصاً جبکہ پیش قدمی اور تشویق (شوق دلانا) عورت کی طرف سے ہو رہی ہو تو یہ عیب نہیں ہے بلکہ دلیل ہے مرد کے صحیح اور تندرست ہونے کی (رضی اللہ عنہما)۔

مال الى مخالطها بمقتضى الطبيعة البشرية كميل الصائم في اليوم الحار الى الماء البارد۔ ومثل ذلك۔ لا يكاد يدخل تحت التكليف (روح المعاني) وہ مائل ہوئے بمقتضات طبعیت بشریہ جیسا کہ روزہ دار شدید گرمی کے دن کو ٹھنڈے پانی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ (لیکن نہ تو اس کی نیت پانی پینے کی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ پانی پینے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھاتا ہے) اس قسم کا میلان قابل مواخذہ نہیں ہے۔

والمراد بهمد عليه السلام ميل الطبع ومنازعة الشهوة لا القصد الاختياري (ربضادی) اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصد سے مراد فطری میلان طبعیت ہے اور تقاضائے شہوت ہے قصد اختیاری مراد نہیں ہے۔

ہاں اگر وہ اپنے رب کی برہان واضح نہ دیکھ لیتے تو (ہو سکتا ہے کہ) وہ بھی اس کے دام میں پھنس جاتے۔

الکشاف میں ہے (لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهٖ) جوابہ محذوف تقدیرہ لَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهٖ لِمَخَالَطَهَا۔ اس کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا۔ (خالط جماع کرنا۔ الفرائد الدقیقہ)



= بُرْهَانٌ رَدِّیْہ - اپنے رب کی برہان - الْبُرْهَانُ کے معنی دلیل اور حجت کے ہیں۔  
رُجْحَانٌ کی طرح فُجْلَانٌ کے وزن پر ہے۔

بعض کے نزدیک، یہ بَرَّةٌ یَنْبُوکَ کا مصدر ہے جس کے معنی سفید اور چمکنے کے ہیں  
بُرْهَانٌ دلیل قاطع کو کہتے ہیں جو تمام دلائل سے زور دار ہو اور ہر حال میں ہمیشہ سچی ہو۔  
روشن دلیل

یہ برہان حالیہ سلسلہ میں کیا تھی اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں

(۱) بعض کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کو اس وقت اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام نظر  
آئے جو اسے اس فعل قلیج سے منع کر رہے تھے۔

(۲) بعض کے نزدیک انہیں عزیز مصر سامنے نظر آیا جس کے دیکھنے پر اس کے احسانات و شفقت  
یاد آ گئی۔ اور وہ اس فعل سے باز رہے۔

(۳) بعض کے نزدیک ان کو آیات قرآنی لکھی ہوئی نظر آئیں لَا تَقْرَؤُوا السُّورَةَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً  
وَسَاءَ سَبِيْلًا (۳۲:۱۷) زنا کے پاس بھی مرت جاؤ یقیناً وہ بُری بے حیائی اور بُری راہ ہے  
= كَذٰلِكَ - ایسے ہی۔ اسی کی طرح۔ (یعنی جس طرح ہم نے اس وقت ایک دلیل دکھا کر برائی  
سے بچا لیا۔ اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے۔

= لِنَصْرِفَ - تاکہ ہم دگر کر دیں۔ نَصْرِفَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام۔ جمع مستکلم۔ الصَّرْفُ  
کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا۔ صَرَفَ عَنْهُ اس کی  
طرف سے پھیر دینا۔

= الشُّوْءَ - برائی۔ برا فعل۔ گناہ۔ عیب

= الْفَحْشَاءُ - اَفْحَشُ فَحْشًا فُحْشٌ سے اسم تفضیل واحد مُؤَنَّثٌ فُحْشٌ مادہ۔ وہ قول یا فعل  
جس کی بُرائی کھلی ہوئی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا برا لگے۔ بیحیائی کی بات۔

= مُخْلِصِيْنَ - برگزیدہ۔ چُنے ہوئے۔ خالص۔

۱۲: ۲۵ = دَا سَبَقًا - اِسْتَبَقَ اِسْتَبَاقًا (افْتَعَال) سَبَقُ مادہ سے ماضی ثنیہ  
نذکر غائب۔ وہ دونوں دوڑے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے پر سبقت کی۔ اِسْتَبَاقُ  
کے معنی ہیں ایک کا دوسرے پر سبقت لیجانا۔

= قَدَّتْ - ماضی دَامُؤَنَّثٌ غَائِبٌ۔ اس عورت نے پھاڑ دیا۔

= قَمِيصَه - اس مرد کی قمیض کو۔ یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کی قمیض پھاڑ دی۔ قَدَّ دُ مادہ



= مِنْ دُبُرٍ - پیچھے سے - دُبُرٍ - پیٹھ - پشت -

= اَلْفَيَا - ماضی - تثنیہ مذکر غائب - انہوں نے پایا - اِنْفَاءً (اَفْعَالٌ) سے - لَفْيٌ مادہ - اَلْفَيْتُ وَجَدْتُ - کسی چیز کو پالینا - بَلَى نَتَّبَعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيَّهِ اَبَاءَنَا - (۱۷۰:۲) ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا -

۱۲:۲۶ = رَاوَدَ ثَنِي - اس عورت نے مجھ کو مہسلا دیا - ماضی واحد مؤنث غائب ملاحظہ ہو - ۱۲:۲۳

= شَهِدَ - ماضی واحد مذکر غائب اَلْمَشْهُودُ وَ الشَّهَادَةُ - کسی چیز کا مشاہدہ کرنا - خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے -

شہادت جب اپنی ذات کے متعلق ہو تو اس کے معنی اقرار کے ہوتے ہیں - مَثَلًا قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا - (۱۷۲:۷) انہوں نے کہا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں -

اور کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے ہوتے ہیں مثلاً آیت ہذا - شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا - اس کے خاندان کے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ دیا - (یہاں یہ آدمی موجود تو تھا نہیں - لہذا اس کا وقوعہ کو دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)

۱۲:۲۸ = كَيْدٍ كُنَّ - تم عورتوں کی چال کید مصدر - اسم مصدر - اچھی تدبیر - بُرَى تدبیر - مکر و فریب - داؤ -

۱۲:۳۰ = تُرَاوِدُ - مضارع واحد مؤنث غائب - وہ بہلاتی ہے - وہ مہسلاتی ہے - خواہش رکھتی ہے - ملاحظہ ہو - ۱۲:۲۳ - اور ۱۲:۲۶ -

= فَتًى - اس کا غلام - مضاف مضاف الیہ -

اَلْفَتَى - نوجوان - فَتَاةٌ - نوجوان عورت فَتَاءٌ مصدر -

بعد ہر دو فتی و فتاة غلام اور لونڈی کے معنی میں استعمال ہونے لگے -

= شَغَفَهَا - شَغَفَ واحد مذکر غائب - ماضی - شَغَفَ يَشْغَفُ (فتح) شَغَفٌ سے -

جس کے معنی محبت کا دل کے پردوں میں اتر جانے کے ہیں - هَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مِّنْ غَائِبٍ وَہ (آدمی) اس عورت کے دل میں اتر گیا - اس نے اس کو فریفتہ کر لیا -

شَغَافٌ کے معنی پردہ دل کے ہیں قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے - حُبًّا - بوجہ تمیز کے منصوب ہے

۱۲:۳۱ = مَكْرِهٌ - مضاف مضاف الیہ - ان عورتوں کا مکر - چال - مکارانہ باتیں -



(ملاحظہ ہو ۳: ۵۴) الکشاف - بیضاوی - مدارک التنزیل میں مکر کو لفظ اغتیاب کا ہم معنی لکھا ہے۔  
(اغتیاب بمعنی عیب گیری کرنا - غیبت کرنا) کیونکہ مکر بھی خفیہ ہوتا ہے اور غیبت بھی پیٹھ پیچھے  
کی جاتی ہے۔ لہذا مکر بمعنی لعن و طعن طنز و تشنیع

= اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ - ای دعوتہن - اس عورت نے ان عورتوں کو دعوت دی۔

= اَعْتَدَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب اس نے تیار کی - اعتاد (افعال) سے - عَتَدَ  
وَاَعْتَدَ الشَّيْءُ - تیار کرنا - عَتَدَ يَعْتَدُ الشَّيْءُ - تیار ہونا - آمادہ ہونا - اَلْعَتِيدُ - تیار - مَا يَنْفِظُ  
مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَقِيْدٌ (۱۸: ۵۰) وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر یہ  
اس کے آس پاس ہی ایک تاک میں لگا ہونے والا تیار ہے۔

= مُتَّكَاً - اسم ظرف مکان - سہارا لگانے کی جگہ - جس پر ٹیک لگائی جائے - گاوٹکیہ  
مسند وغیرہ - اِثْكَأ يَثْكُأُ اِثْكَاءً (افعال) عَلَى السَّرِيْرِ - تخت پر سہارا لے کر بیٹھنا - تَوَكَّأَ  
عَلَى عَصَاٍ - سہارا لگانا - ٹیک لگانا - مجازاً مراد کھانا ہے - یعنی طعام یا ضیافت جس میں لوگ تکیہ لگا کر  
بیٹھے ہوں - امام رازی کا قول ہے مُتَّكَاً سے مراد کھانے کی وہ چیز جس کو چھری سے کاٹنے کی ضرورت ہو  
= اُخْرِجْ - امر - واحد مذکر حاضر - خَرَجَ يَخْرُجُ (نص) خُودُجْ سے (اے یوسف) باہر تو نکل  
= اَكْبَرْتَهُ - ماضی جمع مؤنث غائب - ضمیر واحد مذکر غائب - اِكْبَارٌ (افعال) سے ان عورتوں  
نے اس کو بڑا سمجھا - ای اعظمہ - اس کو انہوں نے عظیم پایا - مراد یہ کہ اس کے حُسنِ بے مثال کو دیکھ کر  
دنگ رہ گئیں - دم بخود ہو گئیں۔

= قَطَعْنَ - انہوں نے (ہاتھ) کاٹ ڈالے - تَقَطَّعَ (تَفْعِيلٌ) سے ماضی جمع مؤنث غائب  
مراد یہ کہ انہوں نے ہاتھ زخمی کر لئے۔

= حَاشَ لِلّٰہِ - کلمہ تعجب - اصل میں حَاشَا لِلّٰہِ ہے الف کو تخفیف کے لئے گرا دیا گیا۔

= مَا هَذَا بَشَرًا - میں مَآ نافیہ ہے اور عاملہ ہے اور لَیْسَ (فعل ناقص) کا عمل کرتا ہے یعنی  
خبر منصوب ہوگی - قرآن حکیم میں اس کی اور مثال یہ ہے - مَا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ (۲: ۵۸) وہ عورتیں  
(یعنی ان کی بیویاں) ان کی مائیں نہیں ہیں۔

مَا مِثَابَ بَلِیْسَ کی اور مثال مَا زَيْدٌ قَائِمًا - (زید کھڑا نہیں ہے) ای لَیْسَ زَيْدٌ قَائِمًا۔  
= اِنْ هَذَا - میں اِنْ نافیہ ہے۔

۱۲: ۳۳ - لَمُتْنِیْ - لَمُتْنِیْ - ماضی جمع مؤنث حاضر - نِیْ مفعول لَوُْمٌ سے (باب نصر) تم  
عورتوں نے مجھے ملامت کی - لَوْمَةٌ مَلَامَتٌ - لَأَکُم مَلَامَتٌ کرینوالا - لَوْمَةٌ لَأَکُم



(۵۴:۵) ملامت گر کی ملامت

= فیند جس کے بارہ میں

= ذَلِکَ ذَا - اسم اشارہ - یہ - یہی - کُنْ ضمیر جمع مَوْنِث غائب خطاب کے لئے ہے -

ذَلِکَ الذَّی - لے عورتو یہی ہے وہ شخص

= اسْتَعَصَمَ - اس نے بچا لیا - اس نے تھام لیا - اس نے روک لیا - اسْتَعَصَمَ (استفعال) سے ماضی - واحد مذکر غائب -

= لَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ - لام غیر عاملہ ہے - اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ - اگر اس نے نہ کیا -

= مَا اَمْرٌ - ما موصولہ ہے - اور ضمیرہ کا مرجع ہے - اِی مَا اَمْرٌ کہ جس کا میں حکم دوں

یا ما مصدریہ ہے - اورہ ضمیر یوسف کی طرف راجع ہے - اِی وَلَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ امری ایقائے - اگر اس نے میرا حکم نہ مانا -

= لَیْسَ جَنَّ - لام تاکید بانون ثقیلہ مضارع مجہول واحد مذکر غائب - تو وہ ضرور قید میں ڈالا جائے گا -

= لَیْکُمْ نَا - لام تاکید بانون خفیفہ - جو بولنے میں آگیا ہے لیکن لکھا نہیں گیا - وہ یقیناً ہوگا

= صَاعِرٍ - ذلیل و خوار - صَعَادٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت جر - صَاعِرٌ واحد

صَعُرَ کَرُمٌ صِعْرٌ - ذلیل و خوار ہونا - اور صِعْرٌ صَعْرٌ - صَعَادَةٌ - چھوٹا ہونا - صَعِیرٌ - چھوٹا -

۱۲:۳۳ = رِبِّ - اِی یَا رَبِّیُّ لے میرے رب -

= اَحَبُّ - افعل التفضیل کا صیغہ - زیادہ پیارا - زیادہ عزیز -

= یَدْعُوْنِی - یَدْعُوْنَ - مضارع جمع مَوْنِث غائب دَعْوَةٌ سے (باب نصر) نِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم - وہ مجھے بلاتی ہیں -

= اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّی - اِلَّا - اِنْ لَّا - صَوَفَ عَنِّی - کسی کو کسی چیز سے پھیر دینا - ہٹا دینا - لَّا

تَصْرِفْ - مضارع منفی واحد مذکر حاضر - اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّی - اگر تو ان کے چہرے کو مجھ سے پھیر نہ دے گا ہٹانے دے گا - یا دور نہ کر دے گا -

= اَصْبَ - صَبَا یَصْبُوْا (باب نصر) صَبُوْةٌ وَّ صَبُوْءٌ - کسی چیز کی طرف مائل ہونا - اَصْبَ

مضارع واحد متکلم - میں مائل ہو جاؤں گا - اَصْبَ اصل میں اَصْبُوْا تھا - جواب شرط کی وجہ سے واؤ حذف ہو گیا -



= اَكُنْ اصل میں اَكُونُ تھا۔ مضارع واحد متکلم۔ جواب شرط کی وجہ مجزوم ہو کر واولوجہ اجتماع ساکنین گر گیا۔ میں ہو جاؤں۔

۱۲: ۳۴ = اِسْتَجَابَ۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتَجَابَهُ (افتعال) سے جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔

۱۲: ۳۵ = بَدَا۔ يَبْدُوْا رنصہ بَدُوْ و بَدَاءُ سے جس کے معنی نمایاں اور ظاہر ہو جانے کے ہیں۔ ظاہر ہو گیا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتٍ مَّا كَسَبُوْا (۳۹: ۴۴) اور ان اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی۔

اَلْبَدُوْ - حَضَرُوْ کی ضد ہے۔ اور آیہ کریمہ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدُوِّ (۱۲: ۱۰۰) اور تمہیں (صحراء) سے یہاں لے آیا۔

یہاں بَدُوْ بمعنی بَادِيَّةٌ صحرا ہے۔ اور ہر وہ مقام جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ ہو اور تمام چیزیں ظاہر نظر آتی ہوں۔ اسے بَدُوْ بَادِيَّةٌ (صحراء) کہا جاتا ہے۔

= لَهُمْ میں ضمیر عزیز مصدر اس کے اہل واقرباء وغیرہ کے لئے ہے۔۔۔ بَدَا لَهُمْ ان پر ظاہر ہو گیا انہوں نے بھی مناسب سمجھا۔ ان کو یہی مصلحت نظر آئی۔

= مِنْ بَعْدِ مَا دَاوَالْاٰلِيَّتِ بعد اس کے کہ وہ (حضرت یوسف کی پاکبازی کی) نشانیاں دیکھ چکے تھے۔

= لَيْسَ جُنْدَةً۔ لام تاکید بانون تفتیل جمع مذکر غائب ۱۰ ضمیر مفعول حضرت یوسف کی طرف راجع ہے کہ وہ اسے ضرور قید ہی کر دیں۔ یعنی حالات کے تحت مناسب یہی سمجھا کہ حضرت یوسف کو قید کر دیا جائے۔

۱۲: ۳۶ = اَرٰنِيْ۔ میں اپنے آپ کو دیکھنا ہوں۔ اَرٰی دُوِّيَّةٌ سے مضارع واحد متکلم لون وقایہ ی واحد متکلم کی ضمیر۔

= اَعْصِرُ۔ میں پنچوڑتا ہوں عَصَرَ يَعْصِرُ (ضرب) عَصْرُ سے جس کے معنی پنچوڑنے کے ہیں۔

= يَنْبُتًا۔ ہمیں آگاہ کر۔ تَنْبُتٌ (تفعیل) مصدر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم امر واحد مذکر حاضر

۱۲: ۳۷ = لَا يَأْتِيْكُمَا۔ مضارع منفی مجزوم بوجہ عمل لا۔ نہی صیغہ واحد مذکر غائب کُما۔



ضمیر تثنیہ مفعول۔ وہ نہیں آئے گا تم دونوں کے پاس

= تَوَدَّ تَنِيْہ۔ تم دونوں کو وہ یعنی کھانا کھلایا جاتا ہے۔ مضارع مجہول تثنیہ مذکر حاضر ضمیر واحد مذکر غائب طعام کی طرف راجع ہے۔

= نَبَأْتُكُمْ۔ میں تم دونوں کو آگاہ کر دوں گا۔ ماضی رباعی مضارع واحد متکلم۔ کما ضمیر تثنیہ مذکر حاضر۔

= يَا تَيْكُمَا۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب کما ضمیر مفعول تثنیہ مذکر حاضر منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ (پیشتر اس کے کہ) تمہارے پاس (طعام) آئے۔

= ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّيْ۔ یہ (تعبیر) منجملہ اس علم کے ہے جو اللہ نے مجھے سکھایا (یہ کہانت اور قیادہ شناسی نہیں ہے)

= تَرَكْتُ۔ میں نے ترک کر دیا۔ چھوڑ دیا۔ تَرَكْتُ سے مضارع واحد متکلم۔ اس کے یہی معنی نہیں کہ آپ کبھی اس دین پر قائم تھے بلکہ یہ کہ مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں۔ تَرَكْتُ بمعنی کسی چیز سے اعراض کرنا۔ اس سے کوئی واسطہ نہ رکھنا۔

= صَلَّۃٌ۔ دین۔ مَذْهَبٌ

۱۲: ۳۸ = مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ۔ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک ٹھہرائیں۔

۱۲: ۳۹ = يٰصَاحِبِی السِّجْنِ۔ صَاحِبِی۔ دوسا تھی۔ دورفق۔

صَاحِبِی اصل میں صَاحِبِیْنِ (میرے دوسا تھی) تھا۔ مُنَادِی۔ (صَاحِبِیْنِ) ہی (ضمیر واحد متکلم) کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ی گری گئی۔ اور یہ مضاف مضاف الیہ بل کر السِّجْنِ (مضاف الیہ) کا مضاف ہوا۔ يٰصَاحِبِی السِّجْنِ اے قید خانہ کے میرے دوسا تھیو!

= اٰذْبَابٌ۔ رَبِّ کی جمع۔ ءِ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا جُدا جُدا بہت سے رب بہتر ہیں یا کہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہو۔ یعنی جُدا جُدا بہت سے رب بہتر نہیں ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہو۔

۱۲: ۴۰ = مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِیْ اِلَّا اَسْمَاءٌ۔ یعنی اس کے سوا تم جن چیزوں کے پرستش کرتے ہو وہ محض چند نام ہیں (جن کو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے من گھڑت نام دے رکھے ہیں)



= بِهَآ۔ میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائب کا مرجع وہ معبودانِ باطل ہیں جن کو مشرکین نے از خود نامزد کر رکھا ہے

= سُلْطَانٍ۔ حجت۔ سند۔

= الدِّینُ الْقَیِّمُ۔ موصوف و صفت وہ دین جو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہو۔ درست ٹھیک سیدھا۔

۱۲: ۴۱ = یَسْقَى۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ پلائے گا۔ سَقَى۔ مصدر (باب ضروب) = رَبَّہُ۔ اپنے مالک کو۔

= یُضْلِبُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب ضَلَبَ مصدر (باب ضروب) وہ سولی دیا جائیگا = قَضَى الْأَمْرُ۔ بات فیصلہ ہو چکی ہے۔ یہ امر (اسی طرح) مقدر ہو چکا ہے۔

= تَسْتَفْتِیْنِ۔ تم دونوں پوچھتے ہو۔ تم دونوں فتویٰ طلب کرتے ہو۔

اِسْتِفْتَاً (اِسْتِفْعَالٌ) سے مضارع تشبیہ مذکر حاضر۔ فَتَىٰ مَادَّہ۔ قرآن مجید میں آیا ہے یَسْتَفْتُوْكَ فِی الشَّأْرِ (۴: ۱۲۷) اور وہ تم سے یتیم عورتوں کے بارہ میں فتویٰ مانگتے ہیں۔

۱۲: ۴۲ = نَاجٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں نَاجِیٌّ تھا۔ نَجَاةً مصدر (نص) نَجَا یَجُوُّ نَجَاةً وَ نَجَاءً وَ نَجَايَہُ۔ خلاصی پانا۔ نجات پانا۔ نَجِیٌّ مَادَّہ۔

= فَالْسُّ الشَّیْطَانُ۔ شیطان نے اس کو (ذکر کرنا) بھلا دیا

= بِضْعَ سِنِیْنَ۔ بَضْعَ۔ چند۔ کئی۔ بعض کے نزدیک ۳۔ سے ۹ تک بعض کے خیال میں ۵ سے ۹ تک کے عدد بضع میں داخل ہیں۔ بِضْعَ سِنِیْنَ۔ کئی سال۔

۱۲: ۴۳ = سِمْآنَ۔ مولیٰ۔ سَمِیْنٌ کی جمع جو بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

السَّمِیْنُ کے معنی موٹاپا کے ہیں۔ اور یہ هُزَالٌ کی ضد ہے۔ قرآن مجید میں ہے لَا یُسْمِیْ وَلَا یُعْنِی مِنْ جُوعٍ (۸۸: ۷) جو نہ فرہی لائے اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے۔

= عِجَافٌ۔ لاغر۔ دُبلی۔ اَعْجَفَ کے معنی انتہائی لاغر اور دُبلا کے ہیں اس کی مؤنث اَعْجَفَاءُ ہے اور جمع عِجَافٌ۔ یہ جمع خلافِ قیاس ہے کیونکہ اَفْعَلُ فَعْلَاءُ فَعْلُ کے وزن پر اس کی جمع اَعْجَفٌ چاہئے تھی۔

در اصل یہ نَضْلٌ اَعْجَفٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پتلے اور باریک تیر کے ہیں اَعْجَفَ الرَّجُلُ اس کے مولیشی دیلے ہو گئے

= سُبُلَاتٍ۔ بالیں۔ خوشے۔ سُبُلَةٌ کی جمع



= خَضِرَ - سبز - ہرے - اَخْضَرُ خَضِرًا خَضِرٌ کے وزن پر جمع کا صیغہ ہے

= يَلِيْسَتْ - اسم فاعل جمع مؤنث يَالِيْسَةُ کی جمع يُلِيْسْنَ مصدر رباب سَمِعَ (سوکھی ہوئی - جو سبز اور تروتازہ نہ ہو۔

= اَخْتَوْنِي - مجھے جواب دو - مجھ کو بتاؤ - اَخْتَوَا - اِفْتَاءً سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر - ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم - (ملاحظہ ہو ۱۲: ۴۱)

= تَعْبُرُونَ - اگر تم تعبیر بیان کرتے ہو - عَبَّارَةٌ سے جس کے معنی تعبیر بیان کرنے کے ہیں - مضارع جمع مذکر حاضر - رباب نصر

۱۲: ۴۲ = اصْنَعَاتُ اَحْلَامٍ - خیالی خواب - پریشان خواب - اصْنَعَاتُ صِنْفٌ کی جمع ہے رُجْحَان - خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائے - قرآن میں ہے خُذْ بِيَدِكَ صِنْفًا (۲۴: ۳۸) اپنے ہاتھ میں مٹھی بھر گھاس لو - اَحْلَامٌ حِلْمٌ کی جمع ہے جس کے معنی خواب دیکھنے کے ہیں - چونکہ گھاس یا شاخوں کے گٹھے میں گھاس یا لکڑیاں ملی جلی ہوتی ہیں اس لئے خواب ہائے پریشان کو اصْنَعَاتُ اَحْلَامٍ کہتے ہیں (خیالی خوابوں کا مٹھا - مضاف مضاف الیہ۔

اَحْلَامٌ - حِلْمٌ کی بھی جمع ہے حِلْمٌ بمعنی بردباری - عقل -

= اَلْاَحْلَامُ - المنامات الباطلہ - خواب ہائے پریشان -

۱۲: ۴۵ = نَجَا - اس نے نجات پائی - ماضی واحد مذکر غائب -

= اِذْكَرَ - اس کو یاد آیا - اِذْكَرْتُ (افتعال) سے جس کے معنی یاد کرنے کے ہیں اصل میں اِذْتُكَّرَ تھا - ت کو دال میں بدلا - اور ذال کو دال میں مدغم کر دیا -

= اُمَّةٌ - مدت - قرآن مجید میں اور جبکہ آیا ہے - وَلَتُنْ اَخْرُنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ اِلَى اُمَّةٍ

مَعْدُودَةٍ ط (۸: ۱۱) اور اگر ہم ان پر سے عذاب کچھ مدت تک ملتوی کر دیں -

= اُمَّةٌ کے معنی اُمت - جماعت - طریقہ - دین بھی ہیں

= اَنْبَشَكُمْ - میں تم کو بتاتا ہوں - خبر دیتا ہوں - بتائے دیتا ہوں -

۱۲: ۴۶ = اَفْتِنَا - ہمیں بتا - امر واحد مذکر حاضر - نا ضمیر جمع متکلم -

۱۲: ۴۷ = تَزْرَعُونَ - تم کاشت کرو گے - مضارع جمع مذکر حاضر - زَرَعَ (باب فتح) سے

معنی کھیتی کرنا - اگانا -

= دَابَّا - دَابَّ يَدَابُّ (نصر فتح) کا مصدر ہے جس کے معنی لگاتار کسی کام میں لگنے اور



مشقت برداشت کرنے کے ہیں اور اسی سبب اس کا استعمال عادت اور طریقے کے معنی میں ہوتا ہے۔ یہاں ذِابَا یعنی حسب طریقہ سابق۔ حسب عادت۔ حسب دستور کاشت کئے جاد (قرآن مجید میں ہے کہ: كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ (۵۴: ۸) آل فرعون اور ان سے قبل کے لوگوں کی طرح (یعنی ان کے طریقہ کے مانند) انہوں نے (کفار مکہ نے) بھی اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا۔

= مَا حَصَدْتُمْ۔ جو کچھ بھی تم کاٹو۔ (جو فصل تم برداشت کردہ حصاڈ سے (باب نصر) جس کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں۔

= فَذَرُوهُ۔ اس کو چھوڑ رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

۱۲: ۲۸ = سَبَّعَ سِدَادٌ۔ سات، سات سال بہت سخت

= يَأْكُلْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب اَكْلُ سے وہ کھا جائیں گی۔ یعنی یہ سات سال قحط کے کھا جائیں گے (جو ان سالوں میں استعمال کے لئے تم نے ذخیرہ کر رکھا ہوگا۔

= مَا قَدْ مَتَّمٌ۔ جو تم نے پہلے سے رکھ چھوڑا ہوگا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔

نَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی پہلے سے کرنا۔ پہلے سے بھیجنا۔ پہلے زمانہ میں کر چکنے کے = مَا تُحْصِنُونَ۔ جو تم بچا رکھو گے۔ جو تم محفوظ رکھو گے۔ اِحْصَانٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

= اِلَّا قَلِيْلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ۔ صرف وہی محفوظ اسارہ جائے گا۔ جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑو حِصْنٌ مادہ۔ اس کے تمام مشتقات میں حفاظت۔ بچاؤ۔ احتیاط کا پہلو ہوتا ہے۔

۱۲: ۲۹ = يُغَاثُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کا مادہ غَوَتْ وَغِيَتْ ہے الغيث کے معنی بارش کے ہیں۔ اور الغوث کے معنی مدد کے ہیں۔ باب استفعال سے مدد مانگنا کے طلب کے معنی میں مستعمل ہے جیسے بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ۔ میں تیری رحمت کا طلب گار ہوں۔ یا اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ (۹: ۸) جب تم اپنے پروردگار سے مدد مانگتے تھے۔ اسی باب سے يَسْتَغِيْثُوْنَ (غِيْثٌ) سے پانی مانگنا بھی آتا ہے۔

يُغَاثُ (فعل مجہول) بھی دونوں معنی میں آتا ہے۔ مدد مانگنے کی صورت میں باب افعال سے اَعَاثَ يُغِيْثُ۔ اور دوسری صورت میں (پانی مانگنا) غَاثَ يُغِيْثُ سے (باب ضرب) آیت نہ ایں يُغَاثُ (مضارع مجہول) غِيْثٌ مصدر سے ہے (باب ضرب) مینہ برسایا جائے گا۔ يُغَاثُ النَّاسُ لوگوں کے لئے مینہ برسایا جائے گا۔



= فِیْہِ مِیْنِ ۛ ضَمِیْرُ عَامِّ رِسَالِ، کَے لَئے ہِے ۔

= یَعْصِرُوْنَ - مَضَارِعُ - جَمْعُ نَذْرِ غَائِبِ عَصْرٍ مُصَدَّر (بَابُ ضَرْبٍ) وَہِ رَسٍ پُخُوڑِیں گَے ۔

(یعنی کھیتی اور پھلوں کی فراوانی ہوگی)

۱۲: ۵۰ = بَالٌ - حَالٌ - خَبَرٌ - جِسْ حَالِ کِی پُر وَاہِ کِی جَا ئَے وَہِ بَالِ کَہلاتا ہِے اور کبھی جِسْ حَالَتِ مِیْنِ

دَلِ جَمْنِے لَگَے اِسْ کُو بھی بَالِ کَہتے ہِیں اور اِسی اَعْتِبَارَے مَجَازًا اِسْ کَے مَعْنٰی دَلِ اور جِی کَے بھی آتے ہِیں

مَا بَالُ النِّسْوَةِ (اِن) عَوْرَتُوں کِی حَقِیْقَتِ حَالِ کِیا تھی؟

۱۲: ۵۱ = قَالَ - بِادِشَاہِ نَے عَوْرَتُوں کُو بَلَا کَر پُوچھا !

= مَا خَطْبُکُنَّ - تَمَّ عَوْرَتُوں کَا کِیا مَعَالَمَ تَھا ۔

الْخَطْبُ وَالْمُخَاطَبَةُ وَالشَّخَاطُ بِاِہِمَّ کُفْتُ کُو کَرْنَا - اِیکِ دُوسرے کِی طَرَفِ بَاتِ لُوٹانا اِسی

خُطْبَةٌ اور خُطْبَةٌ کَا لَفْظِے لَکِنِ خُطْبَةٌ وَغَطْوُ نَصِیْحَتِ کَے مَعْنٰی مِیْنِ آتا ہِے اور خُطْبَةٌ کَے

مَعْنٰی ہِیں نِکاحِ کَا پیغام ۔

الْخَطْبُ - اِہِمَّ مَعَالَمِ جِسْ کَے بارہ مِیْنِ کَثَرَتِ تَحَا طَبِ ہو جِیسے آیَہِ ہَذَا - يَافَمَا خَطْبُکَ

يٰسَامِرِیُّ - (۲۰: ۹۵) (پھر سامری سے کہنے لگے) کہ سامری تیرا کیا معاملہ ہے۔

= رَاوَدُ شَيْءٌ - تَمَّ دَعَوْرَتُوں، نَے پھسَلایا - تَمَّ نَے بَہلایا - مُرَاوَدَةٌ سَے جِسْ کَے مَعْنٰی دُوسرے

کُو کُسی کَامِ پَر پھسَلانا - یا آمادہ کرنا جِسْ کَے کَر نَے کَا وَہِ ارادہ نہ رکھتا ہو - ماضی جَمْعِ مَوْنُثِ حَاضِر -

رود مادہ ۔

= حَاشَىٰ لِلّٰہِ - کَلِمَہِ تَعَجُّبِ - اَصْلُ مِیْنِ حَاشَا لِلّٰہِ تَھا - اَلْفِ کُو تَخْفِیْفِ کَے لَئے گَرادیا گیا

ملاحظہ ہو ۱۲: ۳۱ -

= مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْءٍ - ہِمَّ نَہِیں جانتیں اِسْ کَے خِلَافِ کُوئی بُرائی ۔

= اَلْتَّنُّ - اَب - طَرَفِ زَمَانِ ہِے - اَلْفِ لَامِ اِسْ پَر بَعْضِ کَے نَزْدِیکِ تَعْرِیْفِ کَا ہِے اور

بَعْضِ کَے نَزْدِیکِ زَانَدَہِ اور لَازِمِ ہِے ۔

= حَصَّحَصَ الْحَقُّ - کَے مَعْنٰی ہِیں کَہ حَقِّ بَاتِ جُو کُلی دِباؤ کِی وَجہِ سَے چھپی ہوئی تھی اَب اِسْ

دِباؤ کَے دُور ہونے کِی وَجہِ سَے وَاضِحِ ہو کَر سَا مَنے آ گئی ہِے - حَصَّ وَحَصَّحَصَ (ثَلَاثِی وَرَبَاعِی)

دُونُوں طَرَحِ آتا ہِے جِیسے کَفَّ وَکَفَّلَفَ عَن - دُور رکھنا - دُور کَرنا - کُسی کُو بچانا - اور کَتَّ وَ

کَتَبَ الرَّجُلُ عَلٰی وَجْہِہِ - پچھاڑ دینا ۔

۱۲: ۵۲ = ذٰلِکَ - (یہاں سَے حَضْرَتِ یُوسُفِ کَا کَلَامِ شَرْوَعِ ہوتا ہِے) مِیْنِ نَے اِسْ لَئے



اس الزام کی تحقیق کرانا چاہی تھی تاکہ عزیز مصر کو المینان ہو جائے کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔

= لَمْ أَخْنُدْ۔ لَمْ أَخُنْ۔ مضارع مجزوم نفی جہد بکرم۔ واحد متکلم ہ ضمیر واحد مذکر غائب عزیز مصر کے لئے ہے۔ میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔

= بِالْغَيْبِ۔ اس کی غیر حاضری میں۔ اس کی پیٹھ پیچھے۔

= لَا يَهْدِي۔ کامیاب نہیں کرتا۔ چال کو سیدھی راہ پر (کامیابی کی راہ پر) نہیں چلنے دیتا۔

= الْخَائِنِينَ۔ خیانت کرنے والے۔ دغا باز۔ خِيَانَتُهُ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔



# رموز اوقاف قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں کھڑ جاتے ہیں کہیں نہیں کھڑتے کہیں کم کھڑتے ہیں کہیں زیادہ۔ اور اس کھڑنے نہ کھڑنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے اسی لئے اہل علم نے اس کے کھڑنے نہ کھڑنے کی علامتیں مقرر کر دی ہیں جن کو رموز اوقاف قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کے تلاوت کرنے والے ان رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

جہاں بات پوری ہو جاتی ہے وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں یہ حقیقت میں گول ت ہے جو بصورت لکھی جاتی ہے اور یہ وقف تام کی علامت ہے یعنی اس پر کھڑنا چاہئے۔ اب لکھی جاتی چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔ یہ علامت وقف لازم کی ہے اس پر ضرور کھڑنا چاہئے اگر نہ کھڑا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے اس کی مثال اردو میں یوں سمجھنی چاہئے کہ مثلاً کسی کو کہنا ہو کہ اٹھو۔ مت بیٹھو، جس میں اٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے تو اٹھو پر کھڑنا لازم ہے اگر کھڑا نہ جائے تو اٹھو مت بیٹھو ہو جائے گا۔ جس میں اٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا۔

وقف مطلق کی علامت ہے اس پر کھڑنا چاہئے مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا۔ اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے وقف جائز کی علامت ہے یہاں کھڑنا بہتر اور نہ کھڑنا جائز ہے

علامت وقف مجوز کی ہے یہاں نہ کھڑنا بہتر ہے۔

ط

ج

س

ص

علامت وقف مخصص کی ہے یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے لیکن اگر کوئی تھک کر کھڑ جائے تو رخصت ہے۔ معلوم ہے کہ حق پر ملا کر پڑھنا حق کی نسبت زیادہ ترجیح رکھتا ہے!



**صلے :** الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔  
**قف :** قیل علیہ الوقت کا خلاصہ ہے یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔  
**صل :** قد یوصل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کبھی نہیں۔  
 لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

**قف :** یہ لفظ قِفْت ہے جس کے معنی ہیں مٹھہر جاؤ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔  
**س یا سکتہ :** سکتہ کی علامت ہے یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہئے مگر سانس نہ ٹوٹے پائے  
**وقفہ :** لمبے سکتہ کی علامت ہے یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ ٹوڑے۔

سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے اور وقفہ میں زیادہ  
**لا :** لا کے معنی نہیں کے ہیں یہ علامت آیت کے اوپر کہیں استعمال ہوتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ آیت کے اوپر ہو تو اختلاف بعض کے نزدیک ٹھہرنا چاہئے بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہئے۔ لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اُسی جگہ نہیں چاہئے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

**ل :** كذلك کی علامت ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے !



# ترتیب قرآن مجید منازل القرآن کے مطابق

- ۱، المنزل الاول : سورة الفاتحة (شمار سورة نمبر ۱) کی آیت نمبر ۱ سے لے کر سورة النساء (شمار سورة نمبر ۴) کی آخر آیت تک۔
- ۲، المنزل الثاني : سورة المائدة (شمار سورة نمبر ۵) کی اول آیت سے لے کر سورة توبہ (شمار سورة نمبر ۹) کی آخر آیت تک۔
- ۳، المنزل الثالث : سورة يونس (شمار سورة نمبر ۱۰) کی اول آیت سے لے کر سورة النمل (شمار سورة نمبر ۲۷) کی آخر آیت تک۔
- ۴، المنزل الرابع : سورة بني اسرائيل (شمار سورة نمبر ۱۷) کی اول آیت سے لے کر الفرقان (شمار سورة نمبر ۲۵) کی آخر آیت تک۔
- ۵، المنزل الخامس : سورة الشعراء (شمار سورة نمبر ۲۶) کی اول آیت سے لے کر سورة يسين (شمار سورة نمبر ۳۶) کی آخر آیت تک۔
- ۶، المنزل السادس : سورة صافات (شمار سورة نمبر ۳۷) کی آیت اول سے لے کر سورة الحجرات (شمار سورة نمبر ۴۹) کی آخر آیت تک۔
- ۷، المنزل السابع : سورة ق (شمار سورة نمبر ۵۰) آیت اول سے لے کر سورة الناس (شمار سورة نمبر ۱۱۴) کی آخر آیت تک۔



# قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

## بلحاظ پارہ

شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ	شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ
۱	سورة فاتحہ	۱۸	۱	۲۳	سورة مومنون	۱۸	
۲	سورة بقرہ	۱۸	۱-۲-۳	۲۴	سورة النور	۱۸	
۳	سورة آل عمران	۱۹-۱۸	۲ ۴ ۳	۲۵	سورة فرقان	۱۹-۱۸	
۴	سورة نساء	- ۱۹ -	۶-۵-۴	۲۶	سورة شعراء	- ۱۹ -	
۵	سورة مائدہ	۲۰-۱۹	- ۶ - ۵	۲۷	سورة نمل	۲۰-۱۹	
۶	سورة انعام	۲۰	۸-۷	۲۸	سورة قصص	۲۰	
۷	سورة اعراف	۲۱-۲۰	۹-۸	۲۹	سورة غنکبوت	۲۱-۲۰	
۸	سورة انفال	۲۱	۱۰-۹	۳۰	سورة روم	۲۱	
۹	سورة توبہ	۲۱	۱۱-۱۰	۳۱	سورة لقمان	۲۱	
۱۰	سورة یونس	۲۱	۱۱	۳۲	سورة سجده	۲۱	
۱۱	سورة ہود	۲۲-۲۱	۱۲-۱۱	۳۳	سورة احزاب	۲۲-۲۱	
۱۲	سورة یوسف	۲۲	۱۳-۱۲	۳۴	سورة سبا	۲۲	
۱۳	سورة الرعد	۲۲	۱۳	۳۵	سورة قاطر	۲۲	
۱۴	سورة ابراہیم	۲۲ : ۲۳	۱۳	۳۶	سورة الحجر	۲۲ : ۲۳	
۱۵	سورة حجر	۲۳	۱۴-۱۳	۳۷	سورة صافات	۲۳	
۱۶	سورة نخل	۲۳	۱۴	۳۸	سورة صی	۲۳	
۱۷	سورة بنی اسرائیل	۲۴-۲۳	۱۵	۳۹	سورة زمر	۲۴-۲۳	
۱۸	سورة کہف	۲۴	۱۶-۱۵	۴۰	سورة مؤمن	۲۴	
۱۹	سورة مریم	۲۵ : ۲۴	۱۶	۴۱	سورة نجم سجدہ	۲۵ : ۲۴	
۲۰	سورة طہ	۲۵	۱۶	۴۲	سورة شورى	۲۵	
۲۱	سورة انبیاء	۲۵	۱۷	۴۳	سورة زخرف	۲۵	
۲۲	سورة الحج	۲۵	۱۷	۴۴	سورة دخان	۲۵	



شماره	نام سورت	نمبر صفحه	شماره پاره	شماره سورت	نام سورت	نمبر صفحه	شماره پاره
۴۵	سورة جاثية		۲۵	۷۰	سورة معارج		۲۹
۴۶	سورة احقان		۲۶	۷۱	سورة نوح		۲۹
۴۷	سورة محمد		۲۶	۷۲	سورة جن		۲۹
۴۸	سورة فتح		۲۶	۷۳	سورة نمل		۲۹
۴۹	سورة حجرات		۲۶	۷۴	سورة مدثر		۲۹
۵۰	سورة قمر		۲۶	۷۵	سورة قيامت		۲۹
۵۱	سورة ذاريات		۲۶ - ۲۷	۷۶	سورة دهر		۲۹
۵۲	سورة طور		۲۷	۷۷	سورة مرسلات		۲۹
۵۳	سورة النجم		۲۷	۷۸	سورة نباء		۳۰
۵۴	سورة قمر		۲۷	۷۹	سورة نازعات		۳۰
۵۵	سورة رحمان		۲۷	۸۰	سورة عبس		۳۰
۵۶	سورة واقعه		۲۷	۸۱	سورة التکویر		۳۰
۵۷	سورة حديد		۲۷	۸۲	سورة انفطار		۳۰
۵۸	سورة مجادلہ		۲۸	۸۳	سورة مطففين		۳۰
۵۹	سورة حشر		۲۸	۸۴	سورة الشقاق		۳۰
۶۰	سورة ممتحنه		۲۸	۸۵	سورة بروج		۳۰
۶۱	سورة صف		۲۸	۸۶	سورة طارق		۳۰
۶۲	سورة جمعه		۲۸	۸۷	سورة الاعلى		۳۰
۶۳	سورة منافقون		۲۸	۸۸	سورة غاشيه		۳۰
۶۴	سورة تغابن		۲۸	۸۹	سورة الفجر		۳۰
۶۵	سورة طلاق		۲۸	۹۰	سورة بلد		۳۰
۶۶	سورة تحریم		۲۸	۹۱	سورة شمس		۳۰
۶۷	سورة ملک		۲۹	۹۲	سورة لیل		۳۰
۶۸	سورة قلم		۲۹	۹۳	سورة ضحی		۳۰
۶۹	سورة حاقه		۲۹	۹۴	سورة الشراح		۳۰



# ترتیب قرآن مجید بحاظ پارہ

## حصہ اول

نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ	نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ
۱	بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ	۱	۷	وَ اِذَا سَمِعُوا	۴۰۶
۲	سَیْقُوْلُ	۱۱۵	۸	وَلَوْ اَنْتَنَا	۴۵۵
۳	تِلْكَ الرُّسُلُ	۲۱۳	۹	قَالَ الْمَلٰٓئِکَةُ	۵۰۱
۴	لَنْ تَنَالُوْا	۲۸۵	۱۰	وَ اَعْلَمُوْا	۵۵۳
۵	وَالْمُحْصَنٰتُ	۳۲۹	۱۱	یَعْتَذِرُوْنَ	۶۰۹
۶	لَا یُحِیْ اِلٰہُ	۳۷۱	۱۲	وَمَا مِنْ دَابَّةٍ	۶۶۷

## حصہ دوم

نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ	نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ
۱۳	وَمَا اُبْرِئُ	۱	۱۸	قَدْ اَفْلَحَ	۳۷۶
۱۴	رُبَّمَا	۶۱	۱۹	وَقَالَ الَّذِیْنَ	۴۵۱
۱۵	سُبْحٰنَ الَّذِیْ	۱۲۷	۲۰	اَمْ مِّنْ خَلْقٍ	۵۴۷
۱۶	قَالَ اَلَمْ	۲۰۸	۲۱	اُنْزِلَ مَا اُوْحِیَ	۶۲۸
۱۷	اِقْتَرَبَ	۲۹۸	---	---	---



# ترتیب قرآن مجید سورتوں کے مطابق

## حصہ اول

شمار سورت	نام سورت	نزولی نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوع، مکی	مدنی
۱	الفاتحہ	۵	۲	۱	۷	۱	مکی
۲	البقرہ	۱۱	۱۱	۱-۲-۳	۸۶	۴۵	مدنی
۳	آل عمران	۸۹	۲۶۱	۴-۳	۲۰۰	۲۵	"
۴	النساء	۹۲	۳۱۷	۴-۵-۶	۱۷۶	۲۴	"
۵	المائدہ	۱۱۲	۳۸۵	۶-۷-۸	۱۲۰	۱۶	"
۶	الانعام	۵۵	۴۲۴	۸-۷	۱۶۵	۲۵	مکی
۷	الاعراف	۳۹	۴۷۸	۸-۹	۲۰۶	۲۴	مکی
۸	الانفال	۸۸	۵۳۷	۹-۱۰	۷۵	۱۰	مدنی
۹	التوبة	۱۱۳	۵۶۸	۱۰-۱۱	۱۲۹	۱۶	"
۱۰	یونس	۵۱	۶۲۸	۱۱	۱۰۹	۱۱	مکی
۱۱	ہود	۵۲	۶۶۵	۱۱-۱۲	۱۲۳	۱۰	"
۱۲	یوسف	۵۲	۷۰۹	۱۲-۱۳	۱۱۱	۱۲	"

## حصہ دوم

۱۳	الرعد	۹۶	۱۸	۱۳	۴۳	۶	مکی
۱۴	ابراہیم	۷۲	۴۱	۱۳	۵۲	۷	"
۱۵	الحجر	۵۴	۶۰	۱۳-۱۴	۹۹	۶	"
۱۶	نحل	۷۰	۸۴	۱۴	۱۲۸	۱۶	"
۱۷	بنی اسرائیل	۵۰	۱۲۷	۱۵	۱۱۱	۱۲	"
۱۸	الکہف	۶۹	۱۷۳	۱۵-۱۶	۱۱۰	۱۲	"
۱۹	مریم	۴۴	۲۲۰	۱۶	۹۸	۶	"



شماره سورت	نام سورت	نزول نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوع	مکی	مدنی
۲۰	طہ	۴۵	۲۵۱	۱۶۰	۱۳۵	۸	مکی	
۲۱	الانبیاء	۷۳	۲۹۸	۱۷	۱۱۲	۷	"	
۲۲	الحج	۵۳	۲۳۲	۱۷	۷۸	۱۵		مدنی
۲۳	المؤمنون	۷۴	۲۷۶	۱۸	۱۱۸	۶	مکی	
۲۴	النور	۱۰۲	۴۰۹	۱۸	۶۴	۹	"	
۲۵	الفرقان	۴۲	۴۳۹	۱۸-۱۹	۷۷	۶	"	
۲۶	الشعراء	۴۰	۴۸۱	۱۹	۲۲۷	۱۱	"	
۲۷	النمل	۴۸	۵۲۳	۱۹-۲۰	۹۳	۷	"	
۲۸	القصص	۴۹	۵۶۶	۲۰	۸۸	۹	"	
۲۹	العنکبوت	۸۵	۶۱۳	۲۰-۲۱	۶۹	۷	"	
۳۰	الروم	۸۴	۶۴۰	۲۱	۶۰	۶	"	
۳۱	لقمان	۵۷	۶۶۸	۲۱	۳۴	۵	"	
۳۲	السجدة	۷۵	۶۸۹	۲۱	۳۰	۳	"	
۳۳	الاحزاب	۹۰	۷۰۷	۲۱-۲۲	۷۳	۹		مدنی



# ترتیب نزول

مُؤْتَبَرَةً عَلَمَاءِ أَزْهَرِ

مَکِّي

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	تفصیل
۱	الْعَلَقُ	۹۶	۱۹	آیات ۱۷ تا ۳۲ اور ۴۸ تا ۵۵ مدنی ہیں آیات ۱۰، ۱۱، ۲۰ مدنی ہیں۔
۲	الْقَلَمُ	۹۸	۵۲	
۳	الْمُرْسَلُ	۷۳	۲۰	
۴	الْمُدَّثِّرُ	۷۴	۸۶	
۵	الْفَاتِحَةُ	۱	۷	
۶	الْبُرُجُ	۱۱۱	۵	
۷	التَّكْوِيْنُ	۸۱	۲۹	
۸	الْاَعْلٰی	۸۷	۱۹	
۹	النَّازِعَاتُ	۹۲	۲۱	
۱۰	الْفَجْرِ	۸۹	۳۰	
۱۱	الضُّحٰی	۹۳	۱۱	
۱۲	الشُّرُحُ	۹۴	۸	
۱۳	الْعَصْرِ	۱۰۳	۳	
۱۴	الْعَدِیَّتُ	۱۰۰	۱۱	
۱۵	النَّازِعَاتُ	۱۰۸	۳	
۱۶	التَّكْوِيْنُ	۱۰۲	۸	
۱۷	الْمَاعُونُ	۱۰۷	۷	پہلی تین آیات مدنی ہیں
۱۸	الْكَافِرُونَ	۱۰۹	۶	



نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بیشتر	تفصیل
۱۹	الفیل	۱۰۵	۵	
۲۰	الفلق	۱۱۳	۵	
۲۱	الناس	۱۱۴	۶	
۲۲	الاخلاص	۱۱۲	۴	
۲۳	التجیم	۵۳	۶۲	آیت ۳۲ مدنی ہے
۲۴	عبس	۸۰	۴۲	
۲۵	القدر	۹۷	۵	
۲۶	الشمس	۹۱	۱۵	
۲۷	البروج	۸۵	۲۲	
۲۸	التین	۹۵	۸	
۲۹	قریش	۱۰۶	۴	
۳۰	القارعة	۱۰۱	۱۱	
۳۱	القيمة	۷۵	۴۰	
۳۲	الهمزة	۱۰۴	۹	
۳۳	الموسى	۷۷	۵۰	آیت ۲۸ مدنی ہے
۳۴	ق	۵۰	۴۵	آیت ۳۸ مدنی ہے
۳۵	البلد	۹۰	۲۰	
۳۶	الطارق	۸۶	۱۷	
۳۷	القمر	۵۴	۵۵	۴۴ تا ۴۶ مدنی ہیں
۳۸	ص	۳۸	۸۸	
۳۹	الأعراف	۷	۲۰۶	آیات ۱۶۳ تا ۱۷۰ مدنی ہیں
۴۰	الحج	۷۲	۲۸	
۴۱	میسر	۳۶	۸۳	آیت ۴۵ مدنی ہے
۴۲	الفرقان	۲۵	۷۷	آیات ۶۸ تا ۷۰ مدنی ہے
۴۳	فاطر	۳۵	۴۵	











## مَدَنِي

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات (تسمیہ کے بغیر)	تفصیل
۱	البَقَرَة	۲	۲۸۶	آیت ۲۸۱ حجة الوداع میں نازل ہوئی
۲	الْاَنْفَال	۸	۷۵	آیات ۳۰ تا ۳۶ مکی ہیں۔
۳	الْعِمْرَانُ	۳	۲۰۰	
۴	الْاَحْزَابُ	۳۳	۷۳	
۵	الْمُتَحَنَّة	۶۰	۱۳	
۶	النِّسَاءُ	۴	۱۷۶	
۷	الزَّلْزَال	۹	۸	
۸	الْحَدِيدُ	۵۷	۲۹	
۹	مُحَمَّدٌ	۴۷	۳۸	آیت ۱۳ ہجرت کے موقع پر راستہ میں نازل ہوئی
۱۰	الرَّعْدُ	۱۳	۴۳	
۱۱	الرَّحْمٰنُ	۵۵	۷۸	
۱۲	الدَّهْرُ	۷۶	۳۱	
۱۳	الطَّلَاقُ	۶۵	۱۲	
۱۴	الْبَيِّنَاتُ	۹۸	۸	
۱۵	الْحَشْرِ	۵۹	۲۴	
۱۶	الشُّوْر	۲۴	۶۴	
۱۷	الْحَجَّج	۲۲	۷۸	آیات ۵۲ تا ۵۵ مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی
۱۸	الْمُنٰفِقُوْنَ	۶۳	۱۱	
۱۹	الْمَجَادِلَةُ	۵۸	۲۲	
۲۰	الْحَجُّرَاتُ	۴۹	۱۸	
۲۱	التَّحْرِيمُ	۶۶	۱۲	
۲۲	التَّغَابُنُ	۶۴	۱۸	



نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے
۲۳	الصَّف	۶۱	۱۴
۲۴	الْجُمُعَة	۶۲	۱۱
۲۵	الْفَتْح	۴۸	۲۹
۲۶	الْمَائِدَة	۵	۱۲۰
۲۷	التَّوْبَة	۹	۱۲۹
۲۸	النَّصْر	۱۱۰	۳

حدیبیہ سے واپسی پر راستہ میں نازل ہوئی !  
 آیت ۳ حجۃ الوداع میں عرفات کے میدان میں نازل ہوئی  
 آخری دو آیات مکی ہیں  
 حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی ۔



# ماخذ کتاب

## لغات

- (۱) المعجم الوسیط (عربی سے عربی) مؤلفہ ابراہیم مصطفیٰ - حامد عبد القادر وغیرہ
- (۲) المنجد (عربی سے اردو ترجمہ)
- (۳) فیروز اللغات (عربی - اردو)
- (۴) الفرائد الدریہ - از جے - جی ہاؤہ (عربی - انگریزی)
- (۵) منتهی الارب فی لغات العرب - از عبد الرحیم بن عبد الکریم صفی پوری
- (۶) کلمات القرآن تفسیر و بیان - از حسنین محمد مخلوف، مفتی دیار المصریہ
- (۷) مفردات القرآن - از امام راغب اصفہانی - اردو ترجمہ محمد عبدہ فیروز پوری
- (۸) لغات القرآن از مولانا عبدالرشید نعمانی و مولانا سید عبدالدائم الجبلی، ندوۃ المصنفین - ۶ جلد
- (۹) قاموس القرآن از قاضی زین العابدین -
- (۱۰) روح المعانی - از علامہ ابو الفضل شہاب الدین السید محمود، آوسی بغدادی
- (۱۱) تفسیر بیضاوی - از ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی
- (۱۲) الکشاف - از ابوالقاسم جبار اللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی
- (۱۳) تفسیر الخازن - از علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف بالخازن
- (۱۴) مدارک التنزیل و حقائق التأویل - از ابوالبرکات عبداللہ بن محمود النسفی
- (۱۵) اضواء القرآن - تفسیر القرآن بالقرآن - از محمد الامین بن محمد المختار الجکنتی و الشنقطنی
- (۱۶) تفسیر جلالین از جلال الدین محمد بن احمد المحلی و جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی
- (۱۷) تفسیر مظہری - از علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی فارسی سے ترجمہ - از مولانا سید عبدالدائم الجبلی -
- (۱۸) تفسیر ابن کثیر - از اسماعیل بن عمر بن کثیر البصری ثم الدمشقی (لقب عماد الدین)
- (۱۹) قرآن حکیم - ترجمہ و تفسیر (انگریزی) عبداللہ یوسف علی -



- ۲۰۔ تفسیر حقانی۔ از مولانا ابو محمد عبد الحق دہلوی رح  
 ۲۱۔ بیان القرآن۔ از مولانا اشرف علی تھانوی رح  
 ۲۲۔ ترجمان القرآن۔ از مولانا ابوالکلام احمد آزاد رح  
 ۲۳۔ تفسیر ماجدی۔ از مولانا عبد الماجد دریابادی رح  
 ۲۴۔ ضیاء القرآن۔ از پیر کرم شاہ ایم اے (الانہر) بمبیرہ۔  
 ۲۵۔ تفہیم القرآن۔ از ابوالاعلیٰ مودودی

- ترجمہ : ۲۶۔ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از محمد علی لاہوری  
 ۲۷۔ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از مارماڈلوک پکٹھال  
 ۲۸۔ قرآن مجید اردو ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندہری رح  
 ۲۹۔ قرآن مجید۔ اردو ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رح  
 ۳۰۔ صرف و نحو۔ کتاب الصرف و کتاب النحو۔ از مولانا عبدالرحمن امرتسری رح  
 ۳۱۔ علم الصرف و علم النحو۔ از مولوی مشتاق احمد چٹھاوی رح  
 ۳۲۔ علم الصرف از مولانا عبداللہ محمد بن یوسف السورتی  
 ۳۳۔ تمرین النحو از مولانا محمد مصطفیٰ ندوی  
 ۳۴۔ شرح مائتہ عامل۔ مصنف عبدالقادر جرجانی۔ شارح الشیخ عبدالرحمن جامی  
 ۳۵۔ ایضاح المطالب (شرح کافیہ از علامہ جمال الدین بن حاجب) از مولانا مشیت اللہ دیوبندی  
 ۳۶۔ اساس عربی از محمد نعیم الرحمن۔ ایم اے۔ لیکچرار الہ آباد یونیورسٹی  
 ۳۷۔ ترکیب القرآن۔ قدرت اللہ۔ جامعہ محمدیہ۔ اوکاڑہ۔ (صرف پارہ اول)  
 ۳۸۔ اصطلاحات نحو عربی (انگریزی۔ عربی)  
 ۳۹۔ عربی زبان کی گرامر (انگریزی) از ڈبلیو راسٹ۔ ایل۔ ایل ڈی۔  
 ۴۰۔ متفرق۔ الاتقان فی علوم القرآن دو جلد از علامہ جلال الدین سیوطی رح۔ اردو ترجمہ مولانا عبد الحلیم انصاری  
 ۴۱۔ معجم المفہر س لا لفاظ القرآن الحکیم۔ از محمد فواد عبد الباقی۔